امام اعظم
ابوحنیفہ رحمہ اللہ
کا محدثانہ مقام
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سوانح، آپ کی تابعیت، شہر کوفہ کی قدر و منزلت، دس محدثین اساتذہ و تلامذہ کا تعارف،
امام اعظم کی جلالت شان سو اکابر کی نظر میں، آپ کی اصول حدیث، فن حدیث اور رجال میں مہارت،
"کتاب الآثار" کا تفصیلی تعارف، انتیس مسانید اور ان کے مصنفین کا تعارف، صحابہ سے روایت حدیث،
محدثین کی نظر میں آپ کی بلند پایہ فقاہت کا بیان، تالیفات امام اعظم، فقہ حنفی کے خصائص و امتیازات،
آپ پر نقد و جرح اور اس کے تفصیلی جوابات، آپ کی ذکاوت کے پچاس دلچسپ واقعات،
۲۰۰۰ سے زائد حوالہ جات سے مزین کتاب
مولانا محمد نعمان صاحب
استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن، کورنگی کراچی
مولانا محمد نعمان صاحب کی کتب بیانات واٹس ایپ پر حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں: 03112645500
ادارۃ المعارف کراچی

جدید ایڈیشن

امامِ اعظم

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سوانح، آپ کی تابعیت، شہر کوفہ کی قدر و منزلت، دس محدثین اساتذہ و تلامذہ کا تعارف،
امام اعظم کی جلالتِ شان سو اکابر کی نظر میں، آپ کی اصولِ حدیث، فنِ حدیث اور رجال میں مہارت،
"کتاب الآثار" کا تفصیلی تعارف، انتیس مسانید اور ان کے مصنفین کا تعارف، صحابہ سے روایتِ حدیث،
محدثین کی نظر میں آپ کی بلند پایہ فقاہت کا بیان، تالیفاتِ امامِ اعظم، فقہِ حنفی کے خصائص و امتیازات،
آپ پر نقد و جرح اور اس کے تفصیلی جوابات، آپ کی ذکاوت کے پچاس دلچسپ واقعات،
۲۰۰۰ سے زائد حوالہ جات سے مزین کتاب

تالیف

مولانا محمد نعمان صاحب

استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن، کورنگی کراچی

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

Scanned with CamScanner

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ادارۃ المعارف کراچی محفوظ ہیں

بندہ محمد نعمان کی طرف سے کتاب ہذا

"امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام"

کے جملہ حقوق ملکیت "ادارۃ المعارف کراچی" کو حاصل ہیں۔ کوئی شخص یا ادارہ بلا اجازت، غیر قانونی طباعت، اشاعت اور فروخت کا مجاز نہیں۔ بصورت دیگر ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

محمد نعمان

۱۶/۴/۱۴۴۰ھ
۲۶/۱۲/۲۰۱۸ء

باہتمام : محمد مشتاق شمسی

طبع جدید : جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ - جنوری ۲۰۱۹ء

مطبع : شمس پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر : ادارۃ المعارف کراچی

ملنے کے پتے:

ادارۃ المعارف کراچی

احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی

فون: 021-35032020، 021-35123161

موبائل: 0300 - 2831960

ای میل: imaarif@live.com

❁ مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴ ❁ دارالاشاعت، اردو بازار

❁ ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور

❁ بیت الکتب، گلشن اقبال، کراچی ❁ مکتبۃ القرآن، بنوری ٹاؤن

فہرستِ مضامین

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دس اساتذہ حدیث کا تعارف

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دس محدثین تلامذہ کا تعارف

امام اعظم رحمہ اللہ کے اصول اخذ و قبول حدیث

''کتاب الآثار''

مسانید امام اعظم رحمہ اللہ

مسانیدِ امامِ اعظم رحمہ اللہ کا تذکرہ دس۱۰ اکابر اہلِ علم کی تحریرات میں

اُنتیس ۲۹ مسانیدِ امامِ اعظم اور ان کے مصنفین کا تعارف

صحیح بخاری میں موجود ثلاثیات کے راوی امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں

صحیح بخاری میں موجود بائیس ۲۲ ثلاثی روایات

بارہ ۱۲ طرق جس میں امامِ اعظم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ الشیوخ ہیں

فقہِ حنفی کے خصائص و اِمتیازات

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر نقد وجرح اور اس کے جوابات

تقریظ

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلاة والسلام علی خاتم الرسالة. أما بعد!

مولانا محمد نعمان سلمہ الرحمٰن نوجوان عالم دین، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل اور جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن کورنگی، کراچی کے اُستاذ ہیں، موصوف کئی علمی، دینی، مذہبی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف اور مؤلف بھی ہیں۔ ''فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ''، ''قواعد التفسیر''، ''قواعد الفقہ'' اور ''معارف اُمّ القرآن'' جیسی اہم اور تحقیقی کتابیں، ارباب علم وکمال سے داد تحسین وصول کرچکی ہیں۔

موصوف کی پہلی کتاب جب احقر کے پاس آئی تو دیکھ کر دل میں آیا کہ مؤلف عنقریب بہت بڑا کام سرانجام دیں گے، اور اب جب ''امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام''...جو موصوف کی نئی علمی اور تحقیقی کاوش ہے... دیکھی تو خوشی کی انتہا نہ رہی، کتاب سفر وحضر میں ساتھ رہی، ''شرح صحیح مسلم'' میں مصروفیت کے باوجود وقتاً فوقتاً مطالعہ کرتا رہا، اور مؤلف کے لئے علم وعمل اور مزید تعمیری کام کی دُعائیں کرتا رہا۔ مؤلفِ موصوف کی یہ کتاب اپنے موضوع پر ہر لحاظ سے جامع ہے، اس میں اگر امامِ اعظم کی سوانح ہے تو دُوسری طرف محدثانہ جلالتِ قدر بھی ہے، امام صاحبؒ کی تابعیت ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ کی روایت حدیث کا ثبوت بھی ہے، فقہِ حنفی کے خصائص ہیں تو معترضین کے اعتراضات کے جوابات بھی ہیں۔

بہرحال! مؤلف کی یہ کاوش ہر لحاظ سے قابلِ تعریف اور لائقِ صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو مزید علمی، تحقیقی اور تعمیری کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حاسدین کی نظرِ بد سے حفاظت فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین.

عبدالقیوم حقانی

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

تبصرہ از ماہنامہ ”بینات“ کراچی

مولانا محمد نعمان، فاضل جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن۔ صفحات جلد اوّل: ۴۶۸، جلد دوم: ۵۳۴۔ ناشر: دار الناشر، حق اسٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔

مولانا محمد نعمان فاضل نوجوان ہیں، تھوڑے ہی عرصے میں ان کی کئی کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، مثلاً: تعوذ، تسمیہ اور سورۂ فاتحہ کے متعلق ۱۰۰ مباحث پر مشتمل ”معارفِ اُمّ القرآن“، ”قواعد الفقہ“، ”قواعد التفسیر“، ”فقہِ اسلامی کے ذیلی مآخذ“ وغیرہ ان کی تالیفات ہیں۔ اب زیرِ تبصرہ کتاب ”امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام“ ان کی نئی تالیف ہے۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سوانح، آپ کی تابعیت، شہرِ کوفہ کی قدر و منزلت، دس محدثین اساتذہ وتلامذہ کا تعارف، امامِ اعظم رحمہ اللہ کی جلالتِ شان سوا کابر اہلِ علم کی نظر میں، آپ کی اُصولِ حدیث، فنِ حدیث اور رجال میں مہارت، ”کتاب الآثار“ کا تفصیلی تعارف، اُنتیس مسانید اور ان کے مصنفین کا تعارف، صحابہ سے روایت حدیث، محدثین کی نظر میں آپ کی بُلند پایہ فقاہت کا بیان، تالیفاتِ امامِ اعظم، فقہِ حنفی کے خصائص وامتیازات، آپ پر نقد وجرح اور اس کے تفصیلی جوابات، آپ کی ذکاوت کے پچاس دلچسپ واقعات جیسے موضوعات کو لیا گیا ہے۔

کتاب کا ٹائٹل بہت ہی عمدہ، کاغذ، طباعت اور جلد بندی میں بھی سلیقہ مندی سے کام لیا گیا ہے، دینی کتب میں نئے انداز سے یہ ایک نیا اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف، ناشر اور مرتبین کی محنت وسعی کو قبول فرمائے۔

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ جولائی ۲۰۱۴ء)

مقدّمہ

محقق العصر حضرت مولانا سجاد الحجابی مدظلہٗ

سراج الأمت إمامِ اعظم ابوحنیفہ اور علم کلام

اللہ تعالیٰ نے جن شخصیات کو اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بنایا، جن کی محنتوں سے دین کی تعبیر و تفہیم اور تطبیق کا عمل ہوتا رہا، اور ان کی برکت سے بیش بہا فوائد اور ثمرات حاصل ہوتے رہے، البتہ بعض اوقات کسی خاص میدان میں بہت نمایاں خدمات انجام دینے کی وجہ سے ان حضرات کے دیگر کمالات کو لاشعوری طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا بعض اوقات دیگر مصالح ان کمالات کے اظہار سے مانع ہوتے ہیں۔

انہی حضرات کی فہرست میں إمام الائمہ، سراج الأمہ، إمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔ حضرت الإمام نے فقہ کے میدان میں ایسی بے نظیر خدمت انجام دی جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مایہ فخر اور باعثِ رفعت و امتیاز ہے، لیکن شاید قارئین کو یہ علم نہ ہو کہ حضرت الامام نے جہاں فقہ میں تجدیدی کام کیا وہاں علم کلام، سیاست اور عربیت میں بھی آپ کی خدمات بے مثل ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے جس طرح سے إمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سیاسی کردار کے حوالے سے کھل کر گفتگو کرنے کا رواج نہیں ہے، اور خلافت کے قیام و حفاظت میں آپ کی مساعی اور فکر کو بیان کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے سلسلے میں کوئی قابلِ ذکر کاوش نہیں۔ کچھ اسی طرح إمام صاحب کی زندگی کے ایک دوسرے گوشے کی طرف بھی التفات نہیں کیا جاتا، وہ نہایت اہم عنوان إمام صاحب کا علمِ کلام والعقیدہ کی معرفت و حقیقت بینی میں بلند مقام اور عقیدے کے حوالے سے آپ کی گراں قدر خدمات اور پیہم کوششوں کا تذکرہ ہے۔

إمام صاحب جیسی عظیم شخصیت جن کے کندھوں پر اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی اور قیادت اور سیادت کی عظیم ذمہ داری تھی، جو اس کے لیے محنت کر رہے تھے، اور ایک بڑا حلقہ خواص اور عو

سے وابستہ تھا، جن کی آپ ہر طرح سے تربیت فرما رہے تھے، آپ اُمتِ مسلمہ میں فکری، نظریاتی اور عقدی حوالے سے اُٹھنے والی آوازوں، عقیدے کی صحیح تعبیر، اہلِ زیغ وضلال کے داؤ پیچ سے واقفیت اور ان کی سرکوبی، نیز عقیدے کے حوالے سے دیدہ دانستہ، یا نادیدہ نادانستہ گمراہی کے شکار لوگوں کے افہام وتفہیم کے عمل سے ہرگز تغافل نہیں کر سکتے تھے۔

بھلا جو شخصیت معمولی سمجھے جانے والے فروعات تک اُمت کی راہنمائی کے لئے تن من کی قربانی دینے کے لئے ہمہ وقت تیار تھی، اور اسی کا شغل ومشغلہ اپنائے ہوئے تھی، وہ شخصیت دین کے بنیادی مسئلہ ''عقیدہ'' سے کس طرح تغافل کر سکتی تھی؟ جس نے نصوص کے باہم باریک فروق کو واضح کیا، فرض، واجب، سنت، مستحب کی بنیاد پر شریعت کے احکامات، معمولات کو صاف صاف بیان کیا، اُمتِ مسلمہ کے ایک واضح اور سیدھے راستے پر قائم رہنے کے لئے اُصول وضع کئے، تفریعات کا سلسلہ قائم رکھا، اس کی تعلیم دی۔ ایسی دُور رس نگاہ رکھنے والی شخصیت جو اُمتِ مسلمہ کو مستقبل میں درپیش خطرات کا سامان کرنے کے لئے بھی فکر مند تھی، یقیناً ان کا دل مسلم معاشرے میں پھیلائے جانے والے غلط نظریات، باطل اَفکار اور غلط عقیدوں اور غلط تعبیرات کے لئے دھڑکتا تھا، اسی کا یہ مظہر تھا کہ آپ نے علم کلام وعقیدہ کو بھرپور توجہ دی، اس کے ذریعے گمراہ فرقوں کی بیخ کنی کی، ان کے وسوسوں کی حقیقت کو کھولا، اور مسلسل بحث ومباحث کر کے ان کے دانت کھٹے کئے۔

اِمام صاحب کی عظمت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے عقیدے کے مسئلے کو توجہ دی، کیونکہ یہ اسلامی شریعت کا نہایت واضح اور جلی عنوان ہے، بلکہ تمام انبیائے کرام کے ہاں سب سے زیادہ زور عقیدے کی تعلیم اور اس کی دُرستگی پر دیا جاتا رہا ہے، عقیدے کے باب میں کسی قسم کا تسامح نہیں برتا گیا ہے، اس عظیم شخصیت نے جس نے اُمت کے مسائل میں وراثتِ نبوی کے ناطے راہنمائی کرنی تھی، اس نے عقائد وعلم کلام کا میدان بھی خالی نہیں چھوڑا، اور اس میں ایسی ہی اِمامت اور سیادت کا رُتبہ حاصل کیا جس طرح فقہ میں اُمتِ مسلمہ نے ان کی اِمامت اور سیادت کو تسلیم کیا ہے۔

اُمتِ دعوت اور اُمتِ اجابت کی تاریخ گواہ ہے کہ عقیدے کا مسئلہ کبھی بھی مسلمانوں کے یہاں غیر اہم نہیں رہا، البتہ عقیدے کے حوالے سے اُٹھنے والے سوالات کی نوعیت مختلف رہی ہے۔ ہر دور میں جب کوئی نئی خرابی آئی، کسی علمی، عملی اور مادّی کمزوری نے مسلم معاشرے کو لپیٹ

میں لینا چاہا، اور ان کے ایمان وعقائد پر شب خون مارنا چاہا، تو اللہ تعالیٰ نے اس دور کے اہلِ حق کو اس گمراہی کے خلاف کھڑا کیا، اور ان کو اہلِ باطل اور ان کے نظریات وافکار کی بیخ کنی کرنے کی توفیق بخشی۔

امام صاحب رحمہ اللہ کا علم کلام میں بلند مقام

امام صاحب رحمہ اللہ کو جن علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل تھی، جس میں آپ نے اپنا لوہا منوایا، ان میں ایک علم کلام بھی ہے، جس میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ متقدمین اور متاخرین کے تصنیف کردہ مصادر ومراجع میں اس بات کی بیسیوں شہادتیں موجود ہیں، اپنے اور پرائے سب ہی اس کے قائل رہے ہیں، مشہور مؤرخ امام ابنِ خلکان شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''وفیات الأعیان'' میں امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

الناس كلهم عيال على ثلاثة: على مقاتل بن سليمان في التفسير على زهير بن أبي سلمى في الشعر، على أبي حنيفة في الكلام [1]

ترجمہ: علمی دُنیا کے تمام لوگ تین آدمیوں کے خوشہ چین ہیں، تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے، اشعار میں زہیر بن ابی سلمی المزنی کے، اور علم کلام اور عقائد میں امام ابوحنیفہ کے۔

ایک جلیل القدر امام کی طرف سے علم الکلام میں ان کی مہارت کے لئے اعتراف واقرار کے یہ وقیع جملے حضرت امامِ اعظم کی جلالتِ شان اور مہارتِ تامہ کی دلیل ہے، جس طرح فقہ میں علمی دُنیا والے ان کے مرہونِ منت ہیں، اس تعبیر میں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم کلام وعقیدے میں بھی انہی کو سبقت اور فوقیت حاصل ہے، یہ محض ایک عقیدے کا اظہار نہیں، بلکہ امام صاحب نے اس حوالے سے جو مشقتیں برداشت کی ہیں اور اہلِ حق کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے فرقِ باطلہ پر جو دھاک بٹھائی اور اُصول وقواعد بتلائے تھے، یہ اس کا بیان ہے، گویا بعد میں عقائد کی صحیح تعبیر وتشریح اور فرقِ باطلہ کی تردید وتوضیح کے جو کام ہوئے ہیں قرنِ ثانی کے شروع میں امام صاحب کی کاوشیں ان کے لئے ممد ومعاون بنی ہیں۔ پانچویں صدی کے مشہور متکلم امام عبدالقاہر البغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''التبصرة البغدادية المعروف به أصول الدين'' میں اس بات کو اور زیادہ واضح انداز میں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

أول متكلمي أهل السنة من الفقهاء أبو حنيفة ألف فيه الفقه الأكبر، والرسالة في نصرة أهل السنة۔ (۱)

ترجمہ:- اہلِ بدعت کے مقابلے میں نکل کھڑے ہونے والے فقہاء میں سب سے پہلا مردِ میدان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں جس نے (بالمشافہ گفتگو کے علاوہ) "الفقه الأكبر" نامی کتاب لکھی، ایسے ہی اہلِ سنّت کے مذہب کی حمایت میں "الرسالة" لکھا (غالباً عثمان البتی کے نام لکھا گیا رسالہ مراد ہے)۔

امام صیمری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إن الإمام أبي حنيفة كان متكلم هذه الأمة في زمانه وفقيههم في الحلال والحرام۔ (۳)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ اپنے وقت میں (اہلِ بدعت کے مقابلے میں) اُمّتِ مسلمہ کے سب سے بڑے متکلم اور حلال وحرام کی تمیز وتوضیح میں فقیہ ومجتہد تھے۔

شافعی مؤرخ، محدّث امام، فقیہ، خطیب بغدادی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "تاریخ مدينة السلام" میں خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

كنت أنظر في الكلام حتى بلغت فيه مبلغا يشار إلي فيه بالأصابع۔ (۴)

ترجمہ:- میں علمِ کلام میں غور وفکر، اور تحقیق کرتا رہتا یہاں تک کہ مجھے اس میں اس قدر مہارت حاصل ہوگئی کہ علمِ کلام میں مرجع کا مقام پایا، اور علمِ کلام میں میرا حوالہ اور اشارہ دینے لگے۔

امام صاحب نے چاروں طرف سے اہلِ بدعت اور ہویٰ کی طرف سے اُٹھتی ہوئی آوازوں میں اس بات کو محسوس کیا کہ علمِ کلام کی طرف خوب توجہ دی جائے، چنانچہ گیارہویں صدی کے محقق اور

---

(۱) التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم، از علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ: ۱۲۹، ناشر سندھ ادبی اکیڈمی

(۲) أصول الدين للبغدادي: ۱۹۲، ۱۹۳

(۳) إشارات المرام: ص ۱۹

(۴) تاريخ بغداد: ج ۱۳، ص ۳۳۳

اُصولی علامہ کمال الدین بیاضی اپنی نفیس کتاب ''إشارات المرام عن عبارات الإمام'' میں لکھتے ہیں:

أبو حنيفة أول من دوّن الأصول الدينية، وأتقنها بقواطع البراهين اليقينية في مبادي أمره بعد رأس المئة الأولى، وإنما كانت رسائل من تقدمه في رد الخوارج والقدرية.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وہ پہلی شخصیت ہیں جس نے اپنے ابتدائی زمانے میں پہلی صدی کے تھوڑے دن بعد اُصولِ دین کو باقاعدہ مرتب کیا، امام صاحب سے پہلے جن لوگوں نے اس موضوع پر لکھا تھا وہ محض خوارج اور قدریہ کی تردید پر مشتمل تھا، باقاعدہ اُصولی باتیں نہیں تھی۔

علمِ کلام کے ذریعے اہلِ بدعت سے مباحثے

امام موفق مکی رحمہ اللہ ''مناقب أبي حنيفة'' میں امام ابوحفص صغیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ امامِ اعظم علم کلام سے وابستہ رہے، اسی کے ذریعے اہلِ بدعت سے گفتگو اور مباحثہ کرتے، اس میں اس قدر مشغول رہے کہ ان کو علم کلام میں مہارت حاصل ہوئی۔[2]

امامِ اعظم رحمہ اللہ علم الکلام کے سرخیل تھے، علامہ زرنجری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إن أبا حنيفة كان صاحب حلقة في الكلام.[3]

ترجمہ:- علم کلام میں اس کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مستقل حلقۂ درس رکھتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جب علمِ کلام میں امامت کا درجہ حاصل کیا، تو باقاعدہ اہلِ بدعت سے انہی کے ہاں جا کر بیسیوں مناظرے کیے، یہ بات بھی واضح ہے کہ ان کے سامنے اچھے اچھے لوگ بھی نہیں ٹھہر سکے، صرف بصرہ ہی کو لے لیجیے جو امام صاحب کے دور میں ہر قسم کے فتنوں کا مرکز

---

(۱) إشارات المرام: ص۱۹، ناشر: زمزم کراچی

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق، ج۱، ص ۶۳

(۳) مقدمة إشارات المرام للکوثري، ص ۳

تھا، علامہ کوثری رحمہ اللہ نے بصرہ کو "بلد الآراء والنحل" کے نام سے یاد کیا ہے۔[1]

امام صاحب بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ تشریف لے گئے تھے، اور وہاں خوارج، شیعہ، قدریہ اور دہریہ وغیرہ سے علمی گفتگو کی، بلکہ بعض مرتبہ سالہا سال بصرہ کی سرزمین پر مناظروں میں مصروف رہے۔ تاریخ میں امام صاحب کے جو شاذ ونادر روئیداد مناظرہ ملتی ہیں، ان میں امام صاحب دلائل کے شہسوار نظر آتے ہیں، بلکہ راقم اثیم عرض گزار ہے کہ اگر امام صاحب کے مناظرے اور مباحث کو کوئی صاحب ذوق کتابوں سے تلاش کر کے اکٹھا کرلے تو اچھی خاصی جلد تیار ہو سکتی ہے۔

امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ اپنی کتاب "المطالب العالیة من العلم الإلهي" میں امام صاحب کی دہریوں اور کمیونسٹوں سے ایک گفتگو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دہریوں کے لئے برہنہ تلوار تھے، دہری ہمیشہ اس کوشش میں ہوتے کہ کوئی موقع ہاتھ آئے تو امام صاحب کا کام تمام کردیں، ایک مرتبہ امام صاحب اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے، اچانک دہریوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ آپ کو گھیر لیا اور امام صاحب کو قتل کرنے کے ارادے سے بڑھنے لگے، امام صاحب نے فوراً کہا: اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو یہ بیان کرے کہ سمندر میں میں نے بہت بڑی کشتی دیکھی جو سامان سے لدی ہوئی ہے اور اس پر بھاری بوجھ ڈالا گیا ہے، اور سمندری طوفان اور امواج نے اس کو آگھیرا، اور کشتی خود بخود ایسے حالات میں آرام سے اپنا سفر طے کررہی تھی، اس میں ملاح تھا نہ کپتان، خود ہی چل رہی تھی۔ امام صاحب نے فرمایا: کیا اس شخص کا یقین کروگے؟ دہری کہنے لگا: نہیں نہیں!! کشتی ملاح کے بغیر کبھی سمندر میں نہیں چل سکتی، ہماری عقل اس کو نہیں مانتی۔ امام صاحب نے برجستہ فرمایا: جب ایک چھوٹی سے کشتی بغیر ملاح کے سمندر میں سفر نہیں کرسکتی، تو اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی کائنات جس کی وسعت مشاہد ہے، کسی خالق کے بغیر کیسے چل سکے گی؟! دہریوں نے جب یہ سنا تو رونے لگے اور امام صاحب سے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں۔[2]

اس واقعے سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام صاحب نے علم الکلام کی طاقت سے کتنے

---

(۱) مقدمة تبيين كذب المفترى: ص ۱۱

(۲) المطالب العالية من العلم الإلهي، ج ۱ ص ۱۳۰ طبعہ دار الکتاب العربی، بیروت

لوگوں کو راہِ راست پر لگانے کی سعی کی ہوگی، کتنے ہی ہزاروں لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ تائب ہوئے ہوں گے۔

امام بخاری اور مسلم کے دادا اُستاد حافظ خریبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امام صاحب کے لئے ہر نماز میں دُعا کیا کریں، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے دین وسنت وفقہ کو محفوظ کیا ہے۔ (۱)

امام صاحب کا درجہ تو علمِ کلام میں سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، امام صاحب کے حلقۂ شاگردان بھی سب کے سب علمِ کلام میں کامل دسترس رکھتے تھے۔

آپ اس کا اندازہ اس روایت سے لگا سکتے ہیں جو مناقب کردری میں خالد بن زید العمری سے منقول ہے:

امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف، محمد، زفر، حماد بن ابی حنیفہ نے تمام اہلِ بدعت سے انتصارِ حق کے لئے مناظرے کئے، بے شک وہ سب ائمۂ علم تھے، اور مخالفین کو مناظرے میں شکست دیتے تھے۔ (۲)

علمِ کلام میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی بلند پایہ تصنیفات

متقدمینِ اسلام میں امامِ اعظم رحمہ اللہ ہی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے بعد علم الکلام کے موضوع پر وافر ذخیرہ چھوڑا ہے، جس سے رہتی دُنیا تک اِستفادہ کیا جائے گا، امام صاحب کی علم الکلام وعقائد میں تقریباً پانچ کتابیں ہم تک پہنچی ہیں، جن میں سے ہر ایک کتاب کا مستقل ذِکر کر کے اس کتاب کے بارے میں لکھی گئی شروحات کا بھی مختصر تذکرہ کردینا بھی مناسب ہے۔

''الفقه الأكبر برواية حماد بن أبي حنيفة'' اور اس کی شروحات کا تعارف

اس باب میں امام صاحب کی سب سے مشہور اور متداول کتاب ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی

---

(۱) تذكرة الحفاظ للذهبي، ج:۱، ص۳۳۸، نیز کتاب: مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث للعلامة عبد الرشيد النعماني، ص۳۲

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق المكي، ص۱۰۰، نیز دیکھئے: إشارات المرام، ص۱۹، مقدمة المحققين على الوصية للبابرتي، ص۲۳

ذات وصفات کے حوالے سے مباحث کے علاوہ رسالت وقیامت کا عقیدہ، عذابِ قبر اور پلِ صراط کا عقیدہ، اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ اور فعلیہ، اور قضاوقدر کے مباحث سلجھے ہوئے انداز میں ذکر کیے گئے ہیں۔

امام صاحب کے اس جامع متن کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ تقریباً ہر قرن کے متکلمین وفقہاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ہم قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے چند شروح کا ذکر کرتے ہیں:

۱-منح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر: -ملا علی القاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کی مشہورِ زمانہ شرح ہے، جس میں متن کی ہر ہر عبارت کی پوری توجیہ وتشریح کی ہے، متعدد جگہوں سے یہ شرح شائع ہو چکی ہے، سب سے اچھی طباعت وتحقیق "دار البشائر الإسلامية" بیروت سے شیخ وہبی سلیمان غاوجی کی تحقیق سے ہے۔

۲- القول الفصل شرح الفقه الأكبر للإمام محي الدين بهاء الدين (التوفی ۹۵۴ھ): - یہ شرح خالص عقلی اور مضبوط استدلالات سے مزین ہے، جو بیروت "دار الكتب العلمية" سے شائع شدہ ہے۔

۳- شرح الفقه الأكبر للإمام أبو المنتهى المغنيساوي (التوفی ۹۳۹ھ): - یہ شرح بھی متداول اور مشہور ہے اور کافی مدارس میں داخلِ نصاب ہے، راقم اثیم بھی اس شرح کا درس کئی سالوں سے بتوفیق اللہ دے رہا ہے۔

۴- شرح الفقه الأكبر للإمام بحر العلوم عبد العلي اللكنوي: - جو ہند میں علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، اور ہندوستان اگر ان کے علم پر ناز کرے تو بجا ہے، ان کی چند ہی تصانیف ہیں جو انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں، لیکن ہر کتاب حرفِ اوّل وحرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان کی شرح "الفقه الأكبر" فارسی زبان میں "الرحیم اکیڈمی" کراچی سے چھپی ہے، جو بہترین استدلالات پر مشتمل ہے، اس کا اُردو ترجمہ بھی مکمل ہو گیا ہے، مگر تاہنوز طبع نہ ہو سکا۔

"الفقه الأبسط" اور اس کی شروحات کا تعارف

امام ابوحنیفہ کی دُوسری کتاب "الفقه الأبسط" ہے، جس کی روایت امام صاحب کے

شاگرد امام ابو مطیع بلخی نے کی ہے۔ "الفقه الأبسط" رسالہ بھی اپنی جگہ ایک جامع متن ہے اور عقائد کے سلسلے میں کافی فوائد اس میں مندرج ہیں۔ امام صاحب کی یہ کتاب بھی دوسرے علماء کے ہاں کافی مخدوم ہے، متقدمین حضرات کے زمانے سے اس کے شروح لکھے گئے ہیں، مثلاً:۔

۱۔ شرح الفقه الأبسط الإمام أبو الليث السمرقندي (المتوفی ۳۷۳ھ) جو چند واسطوں سے امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ یہ شرح علامہ کوثری رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق سے مصر "مطبعة الانوار" سے شائع کی۔

۲۔ شرح الفقه الأبسط الشيخ عبيد الله العلوي، جو مجلس علمی ڈابھیل نے چھاپی ہے۔

۳۔ شرح الفقه الأبسط الشيخ محمد الحسيني المعروف بہ گیسودراز، لیکن یہ شرح ناقص ہے، حضرت نفیس شاہ حسینی لاہور کے مکتبہ میں اس کا مخطوط موجود ہے۔

"الوصية" اور اس کی شروحات کا تعارف

یہ رسالہ جو امام صاحب نے وصیت کی شکل میں تحریر فرمایا ہے "کتاب الوصية" سے مشہور ہے، اس میں بہت سارے عقائد اہل سنت نہایت خوبصورت انداز میں مندرج ہیں، اس رسالے کی بہت سے علماء نے خدمت کی ہے:

۱۔ "شرح الوصية" اس رسالے کی مشہور شرح اکمل الدین البابرتی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸۶ھ) نے کی ہے، علامہ بابرتی اپنے زمانے کے مشہور فقیہ، اصولی اور متکلم ہیں، اور ان کی تصانیف جودت میں مشہور ہیں، ان کی شرح بہترین تحقیق کے ساتھ "دار الفتح" اردن سے شائع ہوئی ہے۔

۲۔ "الجواهر المنيفة شرح الوصية" ملا حسین سکندری رحمہ اللہ نے لکھی ہے، اس شرح کا اکثر حصہ علامہ بابرتی کی شرح سے مستفاد ہے، حیدرآباد دکن سے مطبوع ہے۔

۳۔ ظهور العطية شرح الوصية للإمام المحصومي۔

۴۔ شرح الوصية لنور الدين إبراهيم بن الحسن آفندي الإسكندري یہ شرح بھی مطبوع ہے۔

۵۔ اس کتاب کا ایک نسخہ "دار ابن حزم" نے چھاپا ہے، جس پر ابن ابی العز، ابن باز اور

دُوسرے غیر مقلدین حضرات کے اِنحرافات موجود ہیں۔

''العالم والمتعلم'' اور اس کی شروحات کا تعارف

اس رسالے میں اِمام صاحب اپنے شاگرد ابومقاتل حفص بن مسلم السمرقندی کے مختلف سوالوں کا جواب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس متن کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ اِمام ابوبکر محمد بن فورک الانصاری (المتوفی ۴۰۶ھ) جیسے ماہر اور مایہ ناز متکلم نے اس کی شرح کی ہے، یہ شرح بھی مطبوع ہے، اور انٹرنیٹ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

''الرسالۃ إلی عثمان البتی'' کا تعارف

یہ درحقیقت اِمام صاحب کا ایک خط ہے، جو انہوں نے بصرہ کے مشہور تابعی عثمان البتی کے نام لکھا ہے، موصوف بڑے درجے کے فقیہ تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کو شرفِ روایت بھی حاصل ہے، ۱۴۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ اس خط میں اِمام صاحب نے اپنے شاگرد اِمام عثمان البتی کو مختلف عقائد اہل السنۃ سے رُوشناس کرایا ہے، بالخصوص مسئلۂ ارجاء پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کی علمی مجلسوں میں علم کلام کی ذیلی مباحث کا کس قدر چرچا اور رواج تھا، کیونکہ فتنے سر اُٹھا رہے تھے، بسااوقات اہلِ سنّت کی کسی تعبیر کو بھی نشانے پر لیا جاتا تھا، جیسا کہ مسئلۂ ارجاء میں ہوا۔

یہ پانچ کتابیں اِمام صاحب سے عقائد کے سلسلے میں ہم تک پہنچی ہیں، اِمام ابومنصور الماتریدی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۳۳ھ) نے اپنی کتابوں کا مدار انہی پانچ کتابوں پر رکھا ہے، اور موقف اہل السنۃ کی عصری اُسلوب میں وضاحت کی ہے۔

گیارہویں صدی کے معروف متکلم و محقق، اِمام کمال الدین البیاضی نے اِمام صاحب کی ان پانچ کتابوں کو بہت منقح انداز میں ایک کتاب میں ملخص کیا، اس تلخیص کا نام ''الأصول المنیفۃ للإمام أبی حنیفۃ'' ہے جو چند سال پہلے ترکی سے شائع ہوگئی ہے۔

خود اِمام بیاضی ہی نے اپنے مجموعہ متن کی بہترین انداز میں شرح لکھی ہے جس کا نام ''إشارات المرام عن عبارات الإمام'' رکھا ''مطبعۃ الأنوار'' سے یہ کتاب چھپی ہے، اور الحمدللہ! پاکستان میں ''زمزم پبلشرز'' نے اس نسخے کی تصویر چھاپی ہے۔ ہمارے استاذ محقق

کبیر حضرت مولانا محمد امین اورکزئی رحمہ اللہ اکثر یہ تمنا فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب درساً پڑھائی جاتی تو اچھا ہوتا۔

علامہ کوثری رحمہ اللہ کے اندازے کے مطابق اہل السنۃ ماتریدیہ کی مطبوع کتابوں میں اب تک سب سے منقح ومرتب کتاب یہی ہے۔(۱)

اِمام طحاوی کے متن کا تعارف اور شرح اِبن اِبی العز پر ایک تبصرہ

اس طرح اِمام طحاوی (المولود ۲۳۹ھ والمتوفی ۳۲۱ھ) نے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کی کتابوں کو سامنے رکھ کر ایک بہترین متن تیار کیا جس کا نام "بیان عقیدۃ فقہاء الملۃ: أبي حنیفة وأبي یوسف ومحمد بن الحسن" رکھا۔

اس متن کی بھی متعدّد شروحات لکھی گئی ہیں، اس کی ایک معروف شرح ابنِ ابی العز کی ہے، جس کے نام کے ساتھ "الحنفی" کا لاحقہ لگا کر بڑے تزک واہتمام سے شائع کرایا جاتا ہے، اس کی تہذیب بھی شائع ہوئی ہے، جو مفت تقسیم کی جاتی ہے، بھلا جو لوگ احناف کے خلاف لگے ہوئے ہوں اور ان کی روزی، روٹی کا مسئلہ احناف کی بیخ کنی کرنے کی ناکام کوشش سے وابستہ ہو، ان کو احناف کا مسلک اور عقیدہ عام کرنے کی کیا سوجھی؟

اِبنِ ابی العز حنفیہ کے قاضی رہے، حنفی خاندان سے تعلق تھا اور فروع میں کچے حنفی تھے، البتہ اُصول الدین بنیادی مسائل میں جمہور اہلِ سنّت والجماعت کے بجائے دُوسرے بعض حنابلہ کے مذہب کو حنفیہ میں فروغ دینے کی کوشش کیا کرتے تھے، اس شرح کو شیخ البانی صاحب اور زہیر شاویش نے طبع کرایا ہے۔

"الحنفی" کا لاحقہ دیکھ کر کئی لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور کے کئی شارحین نے موصوف کی باتیں نقل کی ہیں، حالانکہ ان مواقع پر ماتریدیہ اور جمہور کا مسلک دُوسرے انداز سے بیان کیا جاتا ہے، اس کتاب اور شارح کے تعارف پر راقم السطور کا ایک مقالہ "شرح العقیدۃ الطحاویة لابن ابی العز پر تحقیقی نظر" کے عنوان سے ماہنامہ "وفاق المدارس" اور کئی دُوسرے ماہناموں میں بھی چھپ چکا ہے۔

---

(۱) حاشیة کتاب الأسماء والصفات للکوثری، ص۳۲۸، ۳۲۹، نیز التعلیق القویم علی مقدمة کتاب التعلیم، ص۱۷۷، ۱۷۹۔

امامِ اعظم کی طرف منسوب بعض کتابوں اور تعبیرات پر ایک نظر

واضح رہے کہ بعض کتابیں عقائد ہی کے سلسلے میں امام صاحب کی طرف جھوٹی منسوب کی گئی ہیں، جن سے امام صاحب بری ہیں۔

ان کتابوں میں ایک کتاب ”کتاب أن اللہ فی السماء دون الأرض“ ہے، اس کتاب کی نسبت امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف کی گئی ہے، لیکن محققین نے اس کا بھرپور انداز سے رَدّ کیا ہے، چنانچہ اس کی سند میں نعیم بن حماد راوی ہے، اور وہ امام صاحب کے متعلق جھوٹ گھڑتا تھا، نعیم بن حماد مجسم تھا۔ اسی سند کے دُوسرے راوی نعیم بن حماد کے سوتیلے باپ اور اُستاذ نوح الجامع ہیں، جن کی جلالتِ قدر فروع میں تو مسلم ہے، لیکن عقائد میں تجسیم کے قائل تھے، خود الجامع کے سوتیلے باپ رئیس المجسمہ مقاتل بن سلیمان تھے، آپ اندازہ لگائیں کیا اس سند سے امام صاحب کی کتاب ثابت ہوسکتی ہے؟[1]

امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب بعض عبارات کا جائزہ

عصرِ حاضر میں اہلِ بدعت اپنے باطل عقیدے کی تائید کے لئے امام صاحب کی عبارات میں قطع وبرید کرکے نقل کرتے ہیں، تاکہ تجسیم ومکان کا باطل نظریہ امام صاحب کے سر تھوپ دیں، جو سراسر غلط اور ظلم ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ابومطیع بلخی نے پوچھا: ”اگر ایک آدمی اس طرح کہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ میرا رَبّ آسمان میں ہے یا زمین میں“ تو امام صاحب نے فرمایا: ”وہ آدمی کافر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى“ (طٰہٰ) اللہ تعالیٰ عرش پر برابر ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا عرش سات آسمانوں کے اُوپر ہے۔“

پھر میں نے کہا کہ اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ ”اللہ اُوپر ہے، لیکن اللہ کے عرش کا مجھے پتہ نہیں کہ آسمان میں ہے یا زمین میں“ تو امام صاحب نے کہا: ”یہ بھی کافر ہے اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اُوپر ہونے سے انکار کیا۔“

---

(۱) دیکھئے: الفقہ الأبسط، ص: ۱۰۷، ضمن مجموعۃ العقیدۃ وعلم الکلام، نیز ص ۴۹ / الفقہ الأکبر لأبی مطیع البلخی، مطبوعہ الرحیم اکیڈمی، کراچی

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ عبارت جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس عبارت میں تحریف کی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس عبارت کے مطلب کو سمجھا نہیں گیا، عبارتِ مذکورہ کو اگر اصل مرجع میں دیکھ لیا جائے تو اشکال خود بخود زائل ہو جائے گا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کے متعدد، جلیل القدر، کبار شاگردوں نے "الفقه الأكبر" کی روایت کی ہے، مذکورہ عبارت ابو مطیع بلخی کی "الفقه الأكبر" (ص ۲۰۷) ضمن مجموعہ العقيدة وعلم الكلام میں درج ہے) "فقہ اکبر" بروایت ابو مطیع بلخی کو "الفقه الأبسط" سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

چنانچہ اصلی عبارت یہ ہے:

قال أبو حنيفة: من قال: لا أعرف ربي في السماء أو في الأرض فقد كفر. وكذا من قال: إنه على العرش، ولا أدري العرش أفي السماء أو في الأرض.

عبارتِ بالا کا ترجمہ یہ ہے:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے کہا کہ "میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے یا زمین میں" تو اس نے کفر کیا، اور اسی طرح جس نے یہ کہا کہ "اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے" یا (فوقیتِ حسی کے ساتھ) اور کہا کہ "میں نہیں جانتا عرش آسمان میں ہے یا زمین میں" تو کفر کیا۔[1]

اصل عبارت یہ ہے جس میں تحریف کی گئی ہے، چنانچہ ہم نے اصل ماخذ اور مرجع سے عبارت نقل کی تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس آدمی کو کیوں کافر قرار دیتے ہیں جو یہ کہے کہ: میں نہیں جانتا کہ اللہ آسمان میں ہے یا زمین پر؟

اس جملے کے مطلب کو فقہاء نے خود بیان فرمایا ہے، امام سمرقندی رحمہ اللہ جو قدیم علماء میں سے ہیں، جن کی وفات ۳۷۳ھ میں ہوئی، وہ "شرح الفقه الأكبر" میں اس عبارت کو واضح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

(۱) دیکھئے حاشیہ: الفقه الأكبر، ص ۴۹، مطبوعہ الرحیم اکیڈمی کراچی

جس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے یا زمین میں تو اس نے کفر کیا، اور اس کفر کی وجہ یہ ہے کہ عبارت مذکورہ میں قائل اللہ کے لئے مکان کا تاثر دے رہا ہے اور مکان ثابت کرنے سے وہ مشرک بن جاتا ہے، (وجہ یہ ہے کہ عرش اللہ کے لئے مکان اور مستقر ہوا، تو اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آئے گا، اور جسم پر فنا آئے گی جب کہ اللہ تعالیٰ قدیم ذات ہے، جسمیت، مکانیات اور زمانیات سے پاک ہے)۔

امام سمرقندی رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عبارت کی مزید وضاحت کرتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝" (طٰہٰ) پھر قائل نے کہا: "میں اس آیت پر ایمان رکھتا ہوں لیکن نہیں جانتا کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں" تو وہ قائل کافر ہو گیا، اور کفر کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جسم کا قائل ہو گیا جو کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور جسم سے پاک ہے۔[1]

واضح رہے کہ امام سمرقندی رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تین واسطوں سے شاگرد ہیں، لہٰذا ان کی تشریح پر مکمل اعتماد ہے، اس عبارت کی یہی تشریح دیگر ائمہ حضرات سے بھی منقول ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے امام صاحب اس آدمی کو کافر قرار دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت اور مکان کا قائل ہے، مثلاً اس قسم کی تشریح سلطان العلماء امام عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ کی کتاب "حل الرموز ومفاتیح الکنوز" (ص:۱۳۶، ط: مکتبۃ الثقافۃ) میں بھی موجود ہے۔

کیا عقائد کی مذکورہ بالا کتابیں امامِ اعظم رحمہ اللہ سے ثابت ہیں؟

ایک بڑا اعتراض جو قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے اور بعض لوگ اس کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عقائد میں کوئی کتاب نہیں ہے، اور اس موقف سے اچھے اچھے لوگ ٹھوکر کھا گئے ہیں، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی بھی "النعمان" میں دعویٰ کر بیٹھے کہ "الفقہ الأکبر" اور عقائد کی دُوسری کتابیں امام صاحب سے ثابت نہیں۔

قبل ازیں کہ ہم ان کتابوں کو امام صاحب سے تلقی بالقبول وسنداً ثابت کریں، کچھ اُصولوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کوئی کتاب (بحیثیت مجموعی) کسی فن کی مستند کتاب/مصدر ہے یا

---

(۱) شرح الفقہ الأکبر، از امام ابو لیث سمرقندی، مطبوعہ الرحیم اکیڈمی کراچی

نہیں؟ اور جس مصنف کی طرف اس کی نسبت کی جارہی ہے کیا واقعۃً اسی کی کتاب ہے یا نہیں؟ اس امر کی تحقیق وثبوت کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ

کسی کتاب کے صحیح النسبہ اور مقبول ہونے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ماہرینِ فن ایک کتاب کو کسی فن کے لیے مستند شمار کرتے ہوں، اور اس کتاب کو مصنف ہی کی کتاب قرار دیتے ہوں، نیز متعلقہ فن کے مواد و معلومات کے لئے اس کتاب کی طرف رُجوع کرتے ہوں، گویا اصطلاحی الفاظ میں مصنف کی طرف اس کتاب کی نسبت کا مسئلہ تواتر یا کم از کم شہرت کی حد تک پہنچ جاتا ہو۔

البتہ اس صورت میں یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ اس کتاب کے جس نسخے سے ہم مواد نقل کررہے ہیں اس کا اطمینان کرلینا ضروری ہے (مخطوط ہو یا مطبوع) کہ اس نسخے کی صحت کیسے ثابت ہوسکتی ہے؟ اس کے لئے بھی اہلِ علم کے ہاں مستقل اُصول وضوابط موجود ہیں، عوام وطلبہ کے لئے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ متعلقہ نسخہ ایسا ہو جو ماہرین کے درمیان دائر وسائر ہو اور مجموعی حیثیت سے اس کو مستند نسخہ سمجھتے ہوں۔

دُوسرا طریقہ

کتاب کو مصنف سے ثابت کرنے کا دُوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے تک اس کتاب کی سند محفوظ ہو، مصنف سے اس کتاب کو ان کے شاگردوں نے براہِ راست سُن کر، یا پڑھ کر، یا اجازت لے کر حاصل کیا ہو، پھر یہ سلسلہ سارے زمانوں میں تسلسل کے ساتھ قائم ہو۔

لیکن ان دونوں طریقوں میں زیادہ مضبوط اور مستند طریقہ پہلے والا ہے، کیونکہ ائمہ علم الکلام، ائمہ فقہ واُصولِ فقہ، غرض ہر فریق کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اوّل الذکر طریقے سے کتاب کی نسبت اور اس کا مستند ہونا ثابت کیا جائے، تو پھر مصنفِ کتاب تک سندِ متصل کا مطالبہ کرنا اور اس کتاب کی کسی حدیث یا مسئلے یا کسی مواد کے نقل کرنے کو وجودِ اسناد پر موقوف سمجھنا سراسر غلط ہے۔

اہلِ علم کے ہاں تو مذکورہ قاعدہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ ہر علم وفن کا مسلمہ اور اِجماعی قاعدہ ہے، قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے ایک دو نقول پیشِ خدمت ہیں:

۱- اِمام ابواسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۸ھ) تحریر فرماتے ہیں:

حکی الأستاذ أبو إسحاق الإسفرائینی الإجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدۃ لا یشترط اتصال السند إلی مصنفیها، وذلك شامل لکتب الحدیث والفقه۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابواسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ کتبِ معتمدہ سے نقل کے جواز پر (اہلِ علم کا) اجماع ہے، اس کے لئے مصنّفین تک سند کا اتصال ضروری نہیں اور یہ حکم دُوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث وفقہ کی کتابوں کو بھی شامل ہے۔

۲- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جو صحیح البخاری کی سب سے بہترین اور مستند ترین شرح "فتح الباری" کے مصنّف ہیں، انہوں نے لکھا ہے:

الأمر الرابع: کلامه یقتضی الحکم بصحة ما نقل عن الأئمة المتقدمین فیما حکموا بصحته فی کتبهم المعتمدة المشهورة لأن الکتاب (المشهور) الغنی بشهرته عن اعتبار الإسناد منا إلی مصنفه: کسنن النسائی مثلاً لا یحتاج فی صحة نسبته إلی النسائی إلی اعتبار حال رجال الإسناد منا إلی مصنفه۔ (۲)

ترجمہ:- امام ابن الصلاح کے کلام سے یہ حکم نکلتا ہے کہ ائمہ متقدمین نے اپنی معتمد اور مشہور کتابوں میں جس روایت کی صحت کا حکم لگایا ہو وہ ہمارے نزدیک بھی صحیح ہوگا، کیونکہ ایک مشہور کتاب جو اپنی شہرت کی بدولت مصنّف تک اسناد سے مستغنی ہو، مثلاً سننِ نسائی، تو اس کتاب کی امام نسائی کی طرف نسبت کے صحیح ہونے کے لئے مصنّف تک اسناد کے رِجال کے احوال کا جائزہ لینے کی کوئی حاجت نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ کسی مشہور اور صحیح نسخے والی کتاب سے نقل کرنے کے

---

(۱) تدریب الراوی للسیوطی: ج۱ ص۱۵۱

(۲) النکت علی کتاب ابن الصلاح: ج۱ ص۲۷۱، الأجوبة الفاضلة: ص۶۴ تا ۹۰، توجیه النظر للجزائری، ج۲ ص۷۶۵ تا ۷۷۲

لیے مصنف تک متصل سند ہونا ضروری ہے، اِجماع کی مخالفت کرتا ہے۔

اس مسلّم اُصول کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ حدیث میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسندِ احمد، طحاوی شریف اور عقائد میں: فقہ اکبر، فقہ الأبسط، الوصیۃ، الرسالۃ، العالم والمتعلم اور دیگر کتب مثلاً: تبصرۃ الأدلۃ للنسفی، الہدایۃ فی أصول الدین للصغاری، الإقتصاد فی الإعتقاد، اسی طرح تفسیر میں: تفسیر قرطبی، ابنِ کثیر، تفسیر کبیر للرازی۔ اور فقہ میں: ہدایہ، مبسوط سرخسی، بدائع الصنائع، عالمگیری اور دیگر کتب مشہورہ متداولہ جو اپنے اپنے فن میں ماہرینِ فن کے مابین دائر وسائر اور متلقی ہیں، ان سے مسائلِ عقیدہ کو بیان کرنا، یا حدیث یا فقہی مسئلہ نقل کرنے کے لیے ان مصنفین تک سند کی تحقیق کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا مطالبہ دُرست ہے، کیونکہ ماہرینِ فن کے مابین ان کے متلقی بالقبول ہونا ہی ان کے مستند ہونے اور ان کے اپنے مصنفین تک نسبت کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

آخر جو چیز تواتر واجماع سے ثابت ہو اس کے لیے دُوسری کوئی دلیل تلاش ہی کیوں کی جائے اور وہ بھی ایک ایسی سند سے جو اگر صحیح اور متصل ہو تو بھی زیادہ سے زیادہ خبرِ واحد کی قبیل سے ہوگی۔ (۱)

امام اعظم ابوحنیفہ کی کتابوں کو تلقی بالقبول ہونے کے ساتھ ساتھ، ان سب کی اسناد بھی ثابت اور موجود ہے، ان پانچوں کتابوں کی اسانید کو علامہ کوثری رحمہ اللہ نے مستقل طور پر "العالم والمتعلم" کے مقدمے میں مفصلاً ذکر کیا ہے، طوالت کی بنا پر وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۲)

البتہ پہلا طریقہ جو مضبوط اور مستند ہے اس کے ثبوت پر چند نقول پیش خدمت ہیں، جن سے ان کتابوں کا امام صاحب رحمہ اللہ سے ثبوت اور ان کی طرف نسبت ثابت ہوجائے گی۔

امام ابو الیسر البزدوی رحمہ اللہ (متوفی ۴۹۳ھ) جو فخر الاسلام البزدوی رحمہ اللہ کے بھائی ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

وقد صنف الإمام فيها (علم الكلام) كتباً وقع بعضها إلينا وعامتها

---

(۱) ہم نے یہ تحقیق تغیرِ یسیر کے ساتھ علامہ عبدالمالک بنگلہ دیشی کے مقالے سے لی ہے جو ماہنامہ "وفاق المدارس العربیہ" کے شمارہ ربیع الثانی، ۱۴۳۲ھ میں شائع ہوا۔

(۲) جو "الرحیم اکیڈمی" سے چھپی ہے۔

محاها وغسلها أهل البدع والزيغ ومما وقع بعضه إلينا كتاب العالم والمتعلم وكتاب الفقه الأكبر.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے علم کلام میں باقاعدہ کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے بعض ہم تک پہنچی ہیں اور باقی اکثر کتابوں کو اہلِ بدعت نے ختم کردیا ہے، ان کتابوں میں سے جو ہم تک پہنچی ہیں: کتاب العالم والمتعلم اور کتاب الفقه الأكبر ہے۔

اسی طرح امام ابومظفر الاسفرائینی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''التبصير في الدين'' میں لکھتے ہیں:

ومن أراد أن يتحقق أن لا اختلاف بين الفريقين في هذه الجملة، فلينظر فيما صنفه أبو حنيفة رحمه الله في الكلام وهو كتاب العالم، وفيه الحجج القاهرة على أهل الإلحاد والبدعة وقد تكلم في شرح اعتقاد المتكلمين، وقرر أحسن طريقة في الرد على المخالفين، وكتاب الفقه الأكبر الذي أخبرنا به الثقة بطريق معتمد وإسناد صحيح عن نصير بن يحيى عن أبي مطيع عن أبي حنيفة وما جمعه أبو حنيفة في الوصية.[2]

ترجمہ:- جو اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہو کہ حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان عقائد میں کوئی اہم اختلاف نہیں ہے، تو وہ امام ابوحنیفہ کی علم کلام میں کتاب العالم والمتعلم پڑھے، اہلِ بدعت اور اِلحاد کے خلاف اس کتاب میں مضبوط دلائل ہیں، اور عقیدۂ متکلمین کی پوری وضاحت اور مخالفین پر احسن طریقے سے رَدّ ہے۔ اسی طرح ان کی دُوسری کتاب الفقه الأكبر جو ہمیں صحیح سند اور معتمد طریقے اور ثقہ خبر کے ساتھ پہنچی ہے، نصیر بن یحییٰ تک اور اس سے ابوحنیفہ تک، اسی طرح امامِ اعظم کی کتاب الوصیۃ بھی ہے۔

یہ امام ابوالمظفر رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۱ھ) کی عبارت ہے جو اپنے زمانے کے مشہور متکلمین

(۱) مقدمہ فقہ اکبر: از مفتی رشید احمد علوی، ص ۵۵

(۲) التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين: ص ۱۱۳ مطبعة الأنوار، مصر

اہل السنۃ میں سے ہیں، ''فقہِ اکبر'' سے مراد یہی ''فقہِ ابسط'' ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ''فقہِ اکبر'' کا اطلاق بسا اوقات ''فقہِ ابسط'' پر بھی ہوتا ہے۔ علامہ کردری رحمہ اللہ ''مناقب أبي حنيفة'' میں راقم ہیں:

میں نے علامہ مولانا شمس الملۃ والدین کردری، ابراتقینی، العمادی کے خط کو دیکھا ہے کہ دونوں کتابیں: الفقه الأكبر اور العالم والمتعلم امام ابوحنیفہ کی ہیں، اور اسی پر مشائخ کی ایک بڑی جماعت متفق ہے۔ (۱)

قدیم مؤرخ محمد بن اسحاق الندیم ''الفهرست'' میں لکھتے ہیں:

وله من الكتب كتاب الفقه الأكبر وكتاب رسالته إلى عثمان البتي، وكتاب العالم والمتعلم، رواه عنه أبو مقاتل "كتاب الرد على القدرية" والعلم برًّا بحرًا، شرقًا، وغربًا، بعدًا، وقربًا تدوينه رضي الله عنه۔ (۲)

امام صاحب سے یہ کتابیں تلقی بالقبول کے ساتھ ثابت ہیں، چنانچہ محقق بیاضی نے قرونِ اُولیٰ سے لے کر اپنے زمانے تک کے تقریباً ۳۰ بڑے علماء کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے ان کتابوں کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کی ہے، ان علماء میں امام فخر الاسلام بزدوی، امام سغناقی، امام اتقانی صاحب الشامل، امام جلال الدین الکولانی، امام کاکی، امام عبدالعزیز البخاری صاحب الکشف، امام بابرتی، امام نسفی، شیخ الاسلام الیاس صاحب الفتاویٰ، امام ابن الہمام صاحب المسایرہ، اسی طرح دیگر اساطینِ علم وائمہ شامل ہیں جن کی تفصیل محقق بیاضی نے اشارات المرام میں کی ہے۔ (۳)

تو ثابت ہوا کہ یہ پانچ کتابیں امام صاحب کی ہی ہیں، اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں گویا وہ ایک امر متلقی بالقبول، اور اجماع سے اختلاف کرتے ہیں، جن کی طرف چنداں التفات نہیں کیا جائے گا۔

---

(۱) ص ۲۳، نیز دیکھئے۔ شرح الفاق: ص ۲۸

(۲) مقدمة كتاب التعليم: ۱۷ للشيخ الإسلام مسعود بن شيبة السندي

(۳) إشارات المرام: ص ۲۲ للإمام البياضي

دراصل یہ اعتراض کہ امام صاحب کی عقیدے میں کوئی کتاب نہیں، معتزلہ نے اُٹھایا تھا، جس کا ائمۂ اہل السنۃ نے شافی وکافی جواب دیا ہے، اس کی تفصیل کے لئے علامہ مرتضی زبیدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين“ میں کی ہے، اس تفصیل سے ان لوگوں کے شکوک وشبہات بالکل زائل ہوجاتے ہیں، جو ان کتابوں کی امام صاحب کی طرف نسبت میں توقف کرتے ہیں۔

مخدومی، گرامی قدر حضرت مولانا محمد نعمان صاحب دامت برکاتہم نے مجھے کئی بار حکم فرمایا کہ ان کی کتاب ”امامِ اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام“ کے لئے بطور مقدمہ کچھ تحریر کروں۔ گو بندہ اس بارِ گراں اُٹھانے کی چنداں صلاحیت نہیں رکھتا، میں بات ٹالتا رہا اور حضرت مؤلف کا اصرار بڑھتا رہا، سوچ میں پڑ گیا اور چار وناچار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام لے کر کچھ لکھنا پڑا۔

امام صاحب رحمہ اللہ جس طرح حدیث وفقہ میں سرخیل تھے، اس طرح علم کلام کے بھی مسلّمہ امام تھے، بہت سے حضرات نے امام صاحب کے فقہی اور حدیثی کارناموں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، لیکن عقیدے کے عبقری خدمات کا ذکر خال خال ہی ملتا ہے، چنانچہ اللہ ربّ العزّت نے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ ان چند سطور میں امام صاحب کی عقیدے کی خدمات اور علم کلام کے کارناموں کا مشتے از خروارے ذکر کیا جائے۔

جو سطور آپ کے سامنے ہیں، قارئینِ کرام کی ابتدا اسی سے ہوگی، اور پھر عقیدے کی خدمات کے مختصر مطالعے کے بعد آپ حضرت مؤلف کے اس بحرِ بیکراں میں داخل ہوجائیں گے۔ راقم اثیم سمجھتا ہے کہ اُردو زبان میں آنجناب کی امام صاحب کے حدیثی خدمات کے حوالے سے یہ تالیف عظیم، کامل وجامع مجموعہ ہے، جس میں حضرت مؤلف نے امام صاحب کی محدثانہ شان کو اُجاگر کرنے کی ایک کامیاب کوشش فرمائی ہے، اور جہاں بھی ان کی رسائی ہوئی ہے اور وہاں حضرت امام رحمہ اللہ کے حدیث سے متعلق کوئی نادر نکتہ ملا تو اسے ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے، اس میں شک نہیں کہ امام صاحب کو حدیث ہی کے زاویے سے دیکھا جائے تو مؤلف نے ماشاء اللہ! خوب کوشش فرمائی ہے، البتہ اب بھی بہت سے زاویے اندھیرے میں پڑے ہیں، جس پر لکھنا اُمتِ اسلامیہ کے اُوپر قرض ہے، مثلاً امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک مکمل ”ثبت“ یا ”معجم“ جس میں امام صاحب کے تمام اساتذہ کا تفصیلی ذکر ہو، اب تک نہیں لکھا گیا، اسی طرح امام صاحب کی شاہکار ”کتاب

الآثار'' کی تفصیلی اور تحقیقی ایسی شرح جیسا کہ موطا امام مالک کی شرح ''التمهيد'' یا ''الاستذکار'' ہے، اب تک نہیں لکھی گئی، امام صاحب کی مسند بروایۃ الحارثی کی کچھ نہ کچھ خدمت کی گئی ہے، لیکن اس پر بھی کام کی ضرورت ہے، مثلاً علامہ محدث شیخ محمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ جنہوں نے ''تنسيق النظام على مسند الإمام'' لکھی ہے، چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ تو تنسيق النظام کو علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کی ''التعليق الممجد'' پر بھی فوقیت دیتے تھے، تاہنوز تنسيق النظام پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ ابھی حال ہی میں امام عابد سندھی حنفی رحمہ اللہ کی مایہ ناز شرح ''المواهب اللطيفة على مسند الإمام أبي حنيفة'' سات جلدوں میں ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم کی تحقیق کے ساتھ ''دار النوادر'' سے چھپ کر آ گئی ہے، اہلِ علم کے لئے نادر تحفے سے کم نہیں ہے۔

مخدومی، گرامی قدر مولانا محمد نعمان صاحب اس سے پہلے بھی کئی موضوعات پر خامہ فرسائی کر چکے ہیں، اور ان کی دُوسری کتابوں کو علمائے کرام اور دیگر حضرات نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، ہماری دُعا ہے کہ اللہ ربّ العزت، حضرت مؤلف کی اس قیمتی کتاب کو شرفِ قبولیت بخشے اور مؤلف کے لئے یہ تصنیف اور راقمِ اثیم کے لئے یہ چند سطور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

تحریراً فی ۱۷/ذی الحجۃ ۱۴۳۵ھ

کتبہ

سجاد الحجابی

دار العلوم مزنگ، مردان

مقدمہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنی غیر معمولی شخصیت اور علم فقہ کے میدان میں نمایاں خدمات کی بنا پر تاریخِ اُمت میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ نے فہم حدیث، استخراجِ مسائل اور استنباطِ اَحکام میں ایک نئی طرزِ فکر ومنہج کی بنیاد رکھی، اور فقہ میں ایک مستقل مسلک کے بانی ومؤسس ٹھہرے۔ آپ کے افکار ونظریات کو جہاں علمی حلقوں میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی اور آپ کی مدح وثنا کی گئی، وہاں بعض متعصبین اور متشددین کی طرف سے آپ طعن وتنقید کا نشانہ بنے۔ ہر باکمال شخصیت کے ساتھ ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ انہیں مدح وتعریف کے ساتھ ساتھ جرح وتنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے، بلند پایہ شخصیات کے لئے یہ کوئی عیب نہیں، کیونکہ مسلّم ہے کہ ''لا یرمی شجر إلا ذو ثمر'' (پھل دار درخت ہی پتھروں کا نشانہ بنتا ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی پندرہ علامات بیان کیں، ان میں سے ایک علامت یہ تھی: ''لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا'' (پچھلے لوگ، پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے)۔ یہ علامت بھی ظاہر ہو چکی ہے کہ ائمہ اسلام اور محدثینِ کرام کے بارے میں طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں، اور ان کی شان میں گستاخیاں کی جاتی ہیں، چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں:

> امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ایک سے زائد مرتبہ کُفر عائد ہوا جس سے توبہ کرانے کی بھی نوبت آئی۔ (۱)

جناب محمد بن عبد اللہ ظاہری السندی نے کتاب لکھی ''امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں'' اس کتاب کا انداز اس قدر گھٹیا اور زبان اتنی غلیظ ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، اس کتاب میں ائمہ حدیث کی طرف منسوب کر کے موضوع ومن گھڑت روایات ذِکر کیں ہیں، امامِ اعظم رحمہ اللہ کے خلاف ایسی زبان استعمال کی ہے کہ خدا کی پناہ!

---

(۱) اللمحات: ج ۳ ص ۱۷۷

ہم یہاں صرف اسی کتاب کے چند عنوانات ذکر کرتے ہیں:

۱-امام ابوحنیفہ کے مثالب (زخم جو انہوں نے اُمت کو دیے ہیں)

۲-امام ابوحنیفہ کے فضول اور قبیح اقوال کا بیان

۳-ابوحنیفہ اور اس کا نسب

۴-ابوحنیفہ اور ہوسِ جاہ

۵-ابوحنیفہ کی رائے کی مذمت اور اس سے بچنے کے بیان میں۔ (۱)

اندازہ کیجئے کہ امام صاحب کے خلاف ان کے دلوں میں کس قدر بغض وعناد ہے!

امام صاحب کی آراء کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام صاحب نے اپنی باتوں کو غلط یا باطل یا شر سے تعبیر کیا ہے، انہیں ان کے غلط ہونے کا شک یا یقین تھا۔ (۲)

ایک اور صاحب امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ مسلّم اَمر اور آخری اور قطعی حقیقت ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نام کے ساتھ ''محدّث'' یا ''امامِ فنِ حدیث'' کا لفظ برائے نام بھی کُتبِ تاریخِ اسلام اور اسماء الرجال وطبقات میں نہیں ہے، بلکہ امام صاحب کے معاصرین اور بعد والوں نے جس درجہ اَشدّ ترین اور کھلم کھلا جرح حضرت امام صاحب پر کی ہے، وہ امام دارقطنی کے ضعیف کہنے سے بہت زیادہ کڑی ہے، اصل واقعہ یہ ہے کہ فنِ حدیث ورجال میں نہ ہی تو حضرت امام ابوحنیفہ کو کوئی مہارت وکمال ہے اور نہ ہی کسی حنفی کو اس موضوع پر کوئی کتاب لکھنے کو توفیق ہوئی۔ (۳)

جناب یوسف جے پوری صاحب نے ''حقیقت الفقہ'' ص: ۱۳۲، ۱۳۱ میں تقریباً ۸۰ علمائے کرام کے نام لکھ کر یہ غلط بیانی کی ہے کہ ان علماء نے امام صاحب پر جرح کی ہے، حالانکہ کوئی ایک جرح با حوالہ نقل نہیں کی ہے۔

---

(۱) ''امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں'' ص: ۲۳، ۳۸، ۴۵، ۵۵، ۵۸

(۲) اللمحات: ج ۲ ص ۱۳۴

(۳) ''نتائج التقلید'' ص: ۱۸۹

یہ تو چند حوالے ہم نے نقل کئے ہیں، ورنہ اس فرقے کے اکثر حضرات اسی مرض میں مبتلا ہیں، یہ لوگ جب تک امام صاحب کی گستاخی نہ کریں ان کو سکون نہیں ملتا۔

سراج الأمۃ، امام الفقہاء، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو وہ متفق علیہ شخصیت ہیں جن کی امامت وعدالت، دیانت وفقاہت، تقویٰ وطہارت، عبادت گزاری وشب بیداری، فہم حدیث، استخراج مسائل اور استنباط احکام میں آپ کو تمام ائمہ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عدالت وثقاہت متفق علیہ ہے، ان کے متعلق کی گئی جرح مردود ہے

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

الصواب عندنا أن من ثبتت إمامته وعدالته وكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحوه وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي أو غيره فإنا لا نلتفت إلى الجرح فيه ونعمل فيه بالعدالة وإلا فلو فتحنا هذا الباب وأخذنا بتقديم الجرح على إطلاقه لما سلم لنا أحد.(۱)

ترجمہ:- ہمارے نزدیک صحیح اور درست بات یہ ہے کہ جس کی امامت وعدالت ثابت ہوجائے، اور اس کی مدح کرنے والے زیادہ، جرح کرنے والے کم ہوں، اور کوئی قرینہ بھی اس بات پر دلالت کرے کہ اس شخصیت پر جو جرح کی گئی وہ مذہبی تعصب یا کسی دیگر دنیوی اغراض کی وجہ سے کی گئی ہے، جیسا کہ ہم عصروں میں ہوتا ہے، تو ایسی جرح قابلِ قبول نہیں ہے، اگر اس کا دروازہ کھول دیا جائے تو کوئی شخص بھی جرح سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

والصحيح في هذا الباب أن من صحت عدالته وثبتت في العلم إمامته وبانت ثقته وبالعلم عنايته لم يلتفت فيه إلى قول أحد.(۲)

(۱) قاعدة في الجرح والتعديل: من ثبتت إمامته وعدالته، ص: ۱۹

(۲) جامع بيان العلم وفضله، باب حكم قول العلماء بعضهم في بعض، ج ۲ ص ۱۰۹۳

ترجمہ:- ہر وہ شخص جس کی عدالت، دیانت داری، ثقاہت اور علم دو ٹوک واضح ہو، ایسے شخص کے بارے میں کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

علامہ محمد بن ابراہیم المعروف ابن الوزیر رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

أنه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وأمانته [1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت داری تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

ان الضابط ما نقوله من أن ثابت العدالة لا يلتفت فيه إلى قول من تشهد القرائن بأنه متحامل عليه إما لتعصب مذهبي أو غيره. [2]

ترجمہ:- ضابطہ یہ ہے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں کہ جس کی عدالت ثابت ہو اس کے بارے میں اس شخص کی بات قابلِ التفات ہی نہیں ہے جس سے متعلق قرائن یہ شہادت دیتے ہوں کہ وہ زیادتی یا تعصبِ مذہبی وغیرہ کی وجہ سے الزام قائم کرتا ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس شخص کی عدالت، دیانت، ثقاہت ثابت ہو، تو پھر کسی شخصِ واحد۔ جو ہو بھی متعصب یا متشدد۔ کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر ہر شخص کی جرح کا اعتبار کر لیا جائے تو پھر اس اُمت میں کوئی شخص بھی جرح سے نہیں بچ سکے گا۔ جب جرح بھی مبہم ہو اور وہ مذہبی تعصب، عناد، یا حسد کی بنا پر ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

بندے نے سو (۱۰۰) اکابر اہلِ علم کی آراء، جن میں امام دار ہجرت مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، امام اعمش، امام وکیع بن جراح، امام مکی بن ابراہیم، امام ابو عاصم النبیل، امام عمر بن راشد، عمرو بن دینار، امام مسعر بن کدام، امام داود الطائی، امام شعبہ بن حجاج، امام عطاء بن ابی رباح، فضیل بن عیاض، سفیان بن عیینہ، امام الجرح والتعدیل یحیی بن سعید القطان، امام حفص بن عبدالرحمٰن، امام حسن بن صالح، امام ابن سماک، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام یحییٰ بن آدم،

(۱) الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم: الوهم الحادي عشر، ج ۲ ص ۳۱۶

(۲) طبقات الشافعية الكبرى: ترجمة: أحمد بن صالح المصري قاعدة في الجرح والتعديل، ج ۲ ص ۹

عبداللہ بن داود، امام علی بن مدینی، امام ابو یوسف، امام ابن الوزیر الیمانی، علامہ ابن عبدالبر مالکی، علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ تاج الدین سبکی، امام ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر اکابر محدثین وفقہاء ..... رحمہم اللہ ..... کے اقوال باحوالہ نقل کیے ہیں، جو انہوں نے امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق کہے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی اگر کسی راوی کے ثقہ ہونے کی گواہی دے تو اسے قبول کرلیا جاتا ہے، لیکن اتنی بڑی جماعت امام صاحب رحمہ اللہ کی ثقاہت کی گواہی دے تو چند متعصبین یا متشددین کی جرح کی وجہ سے ان اکابر اہلِ علم کی ان شہادتوں کو رَدّ کر دیا جاتا ہے، جب کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی مدح میں ان اکابر نے کتابیں لکھی ہیں جو خود اس لائق تھے کہ ان کی شان میں کتابیں لکھی جاتیں۔ چاروں مکتبۂ فکر کے علماء نے امام صاحب پر کتابیں لکھیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مدح وتوصیف کرنے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان کے احصاء کے لئے دفاتر چاہئیں۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة'' میں پہلے چھبیس[۲۶] اکابر محدثین وفقہاء کے امام صاحب کی توثیق وتوصیف سے متعلق تفصیلی اقوال نقل کیے، پھر اکتالیس[۴۱] علم وفضل کے آفتاب ومہتاب کے اسماء نقل کیے ہیں کہ یہ سب امام صاحب کی مدح کرتے ہیں، گویا ۶۷ اکابر اہلِ علم امام صاحب کی مدح وتوصیف کرتے ہیں۔ (۱)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم وفضل، امامت وشہرت کے جس بلند وبالا مقام پر ہیں، ان کی عظمتِ شان بذاتِ خود انہیں ائمۂ جرح وتعدیل کی انفرادی تعدیل وتوثیق سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

وجملته أن الراوي لا يخلو إما أن يكون معلوم العدالة أو معلوم الفسق أو مجهول الحال، فإن كانت عدالته معلومة كالصحابة أو أفاضل التابعين كالحسن وعطاء والشعبي والنخعي وأجلاء الأئمة كمالك وسفيان وأبي حنيفة والشافعي وأحمد وإسحاق ومن يجري مجراهم

---

(۱) دیکھئے تفصیل کے ساتھ: الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص: ۱۹۳ تا ۲۳۳

وجب قبول خبره ولم يجب البحث عن عدالته.[1]

ترجمہ:- جرح وتعدیل کے باب میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ راوی کی یا تو عدالت معلوم ومشہور ہوگی یا اس کا فاسق ہونا معلوم ہوگا یا وہ مجہول الحال ہوگا، اگر اس کی عدالت معلوم ہو جیسے کہ حضراتِ صحابہ کرام یا افاضل تابعین جیسے حسن بصری، عطاء بن رباح، عامر شعبی، ابراہیم نخعی یا ان جیسے بزرگ ترین ائمہ دین جیسے امام مالک، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ اور جو ان کے ہم درجہ ہیں تو ان کی خبر قبول کی جائے گی اور ان کی عدالت وتوثیق کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

ونعتقد أن أبا حنيفة ومالكا والشافعي وأحمد والسفيانين والأوزاعي وإسحاق بن راهويه وداود الظاهري وابن جرير وسائر أئمة المسلمين على هدى من الله في العقائد وغيرها ولا التفات إلى من تكلم فيهم بما هم بريئون منه فقد كانوا من العلوم اللدنية والمواهب الإلهية والاستنباط الدقيقة والمعارف الغزيرة والدين والورع والعبادة والزهادة والجلالة بالمحل لا يسامى.[2]

ترجمہ:- ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، داود ظاہری، ابن جریر طبری اور سارے ائمہ مسلمین رحمہم اللہ عقائد واعمال میں منجانب اللہ ہدایت پر تھے، اور ان ائمہ دین پر ایسی باتوں کی حرف گیری کرنے والے جن سے یہ بزرگانِ دین بری تھے مطلقاً لائقِ التفات نہیں ہیں، کیونکہ یہ حضرات علوم لدنی، خدائی عطایا، باریک استنباط، معارف کی کثرت اور دین وپرہیزگاری، عبادت وزہد کے اس مقام پر تھے جہاں پہنچا نہیں جا سکتا۔

---

(۱) اللمع في أصول الفقه: باب القول في الجرح والتعديل، ص ۷۷
(۲) جمع الجوامع للسبکی: ج ۳ ص ۴۴۱

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الذین رووا عن أبي حنیفة ووثقوه وأثنوا علیه أکثر من الذین تکلموا فیه۔ (۱)

ترجمہ:- امام صاحب کی توثیق اور آپ کی مدح وتوصیف کرنے والوں کی تعداد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق جو جرحیں آئی ہیں بعض تو ان میں بالکل مبہم ہیں، اور اُصول ہے کہ تعدیلِ مفسر کے ہوتے ہوئے جرحِ مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اکثر محدثین، ائمۂ احناف، شیخین، اصحاب السنن اور جمہور اہلِ علم کا یہی مذہب ہے:

إن عدم قبول الجرح المبهم هو الصحیح النجیح وهو مذهب الحنفیة وأکثر المحدثین منهم الشیخان وأصحاب السنن الأربعة وأنه مذهب الجمهور وهو القول المنصور۔ (۲)

اور بعض جرحیں ہم عصروں سے صادر ہوئی ہیں، معاصر کی جرح معاصر کے خلاف بغیر حجت کے قبول نہیں کی جاتی اس لئے کہ معاصرت اکثر سبب بنتی ہے نفرت کی طرف پہنچانے کی:

ومن ثم قالوا لا یقبل جرح المعاصر علی المعاصر أي إذا کان بلا حجة لأن المعاصرة تفضي غالبا إلی المنافرة (۳)

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے با قاعدہ ایک باب قائم کیا ہے ”باب حکم قول العلماء بعضهم في بعض“ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خُذُوا الْعِلْمَ حَيْثُ وَجَدْتُمْ وَلَا تَقْبَلُوا قَوْلَ الْفُقَهَاءِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ، فَإِنَّهُمْ يَتَغَايَرُونَ تَغَايُرَ التُّيُوسِ فِي الزَّرِيبَةِ۔ (۴)

---

(۱) جامع بیان العلم وفضله: باب ما جاء في ذم القول في دین الله، ج ۲ ص ۱۰۸۲

(۲) الرفع والتکمیل في الجرح والتعدیل: المرصد الأول فیما یقبل من الجرح والتعدیل، ص ۱۰۵

(۳) الرفع والتکمیل في الجرح والتعدیل: إیقاظ: في بیان حکم الجرح غیر الورع، ص ۴۱۵

(۴) جامع بیان العلم وفضله: باب حکم قول العلماء بعضهم في بعض، ج ۲ ص ۱۰۹۱

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) ابوعبداللہ بن حاتم بن میمون رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

هذا من كلام الأقران الذي لا يسمع [1]

اور بعض جرحیں تعصب یا عداوت یا نفرت کی بنا پر صادر ہوئیں اور ایسی تمام جرحیں مردود ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں:

الجرح إذا صدر من تعصب أو عداوة أو منافرة أو نحو ذلك فهو جرح مردود.

اور بعض جرحیں متشددین سے صادر ہوئیں ہیں، اور اصول ہے کہ جارح اگر متعنت ہو یا متشدد ہو تو اس کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ کوئی منصف اور معتدل مزاج ان کی موافقت نہ کرے۔

أن يكون الجارح من المتعنتين المتشددين في الجرح فإن هناك جمعا من أئمة الجرح والتعديل لهم تشدد في هذا الباب فيجرحون الراوي بأدنى جرح ويطلقون عليه ما لا ينبغي إطلاقه فمثل هذا توثيقه معتبر وجرحه لا يعتبر ما لم يوافقه غيره ممن ينصف ويعتبر. [2]

امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق جتنی بھی جرحیں منقول ہیں، وہ ان چار باتوں سے ہٹ کر نہیں ہیں، لہٰذا ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

خلاصة المرام في هذا المقام أنه لا شبهة في كون أبي حنيفة ثقة وكون روايته معتبرة صحيحة والجروح الواقعة عليه بعضها مبهمة وبعضها صادرة من أقرانه وبعضها من المتعصبين المخالفين له وبعضها من المتشددين المتساهلين فكلها غير مقبولة عند حذاق العلماء. [3]

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو عبد الله بن حازم بن ميمون، ج ۱۱ ص ۳۰۱

(۲) قواعد في علوم الحديث: باب لا يؤخذ بقول كل جارح ولو كان الجارح من الأئمة ص ۱۷۸، ۱۷۹

(۳) مجموعة رسائل اللكهنوي: إمام الكلام مع غيث الغمام الباب الثاني، ج ۳ ص ۱۷۷

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی، سیرت وسوانح، حالات وواقعات، آپ کی فقہی بصیرت، تبحرِ علمی، ذہانت وفطانت، نکتہ رس جوابات، حُسنِ اخلاق، ورع وتقویٰ، توکل واستغنا اور آپ کے پُراثر واقعات، ان موضوعات پر چونکہ اُردو زبان میں کافی حد تک کام ہوا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا علم حدیث میں کیا مقام ومرتبہ تھا؟ اس سے متعلق جامع اور مفصل کتاب باحوالہ بندے کی نظر سے نہیں گزری جس میں امام صاحب کی محدثانہ حیثیت، آپ کے اُصولِ حدیث، آپ کے متعلق اکابر اہلِ علم کی آراء، فنِ حدیث ورجال میں آپ کی مہارت، آپ کی مسانید اور ''کتاب الآثار'' کا تعارف، آپ کے علم حدیث میں اساتذہ وشیوخ، امام صاحب کی تابعیت، آپ کے متعلق نبوی پیشین گوئی اور اس کے مصداق کے متعلق اہلِ علم کی آراء، ''کتاب الآثار'' پر لکھے گئے حواشی، شروحات، تعلیقات، اختصارات کا تعارف، اور آپ پر کی گئی جرحوں کے تفصیلی جوابات ہوں۔ چونکہ غیر مقلدین کے خاص وعام نے امام صاحب کے متعلق یہ غلط پروپیگنڈا کیا ہوا ہے کہ امام صاحب کو علم حدیث میں دسترس نہیں تھی اور آپ علم حدیث میں کمزور تھے، تو بندے نے بفضل اللہ تعالیٰ تمام مشہور جرحوں کے جوابات باحوالہ لکھ دیئے ہیں۔ البتہ امام صاحب پر اہل الرائی اور مخالفتِ حدیث کا جو اعتراض ہے، اس کا تفصیلی جواب اور اس کے متعلق سیر حاصل بحث چونکہ امامِ اہلِ سنت، فخرِ دیوبند، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ نے ''مقامِ ابی حنیفہ'' میں کی ہے، اس لئے بندے نے ان دو موضوعات سے متعلق کچھ عرض نہیں کیا۔

راقم نے اپنی اس تصنیف میں عالمِ عرب کے مشہور محقق عالم علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ کی ''تأنیب الخطیب''، اور عظیم نقاد محقق علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کی ''امام ابنِ ماجہ اور علم حدیث''، اور حضرت مولانا محمد علی صدیق کاندھلوی رحمہ اللہ کی ''امامِ اعظم اور علم الحدیث''، اور محقق العصر حضرت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ کی تصنیف ''امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام''، اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب ''امام ابوحنیفہ'' سے کافی استفادہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ دیگر جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کا تذکرہ ''مصادر ومراجع'' میں موجود ہے۔

بندے کی عمرِ عزیز کا اس وقت اٹھائیسواں [۲۸] سال چل رہا ہے، اس دقیق اور علمی موضوع کے

لئے دورانِ تصنیف بندے نے یومیہ پندرہ سے سولہ گھنٹے مطالعہ کیا، بفضل اللہ تعالیٰ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔

اس موضوع پر جس قدر تحقیق، کثرتِ مطالعہ، علوم وفنون سے وابستگی، متقدمین اور متاخرین کی کتب سے واقفیت، خصوصاً حدیث اور رجالِ حدیث سے جس قدر واقفیت کی ضرورت تھی، بندہ اس سے عاری ہے، لیکن اس بات کی مکمل کوشش رہی کہ کوئی بات بغیر حوالے کے نہ آئے، الحمد للہ! تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ اس کتاب میں تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) حوالہ جات ہیں، بفضل اللہ تعالیٰ ہر بات مکمل حوالہ جات کے ساتھ لکھی گئی ہے، تمام حوالہ جات کو اصل مراجع میں مراجعت کے بعد لکھا گیا ہے، اس میں کوئی بات الحمد للہ! غیر مستند نہیں ہے، ہر بات حوالے کے ساتھ لکھنا یہ کس قدر مشکل کام ہے، یہ اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ کتاب میں کچھ اغلاط رہ گئی ہوں، لہٰذا علمائے کرام سے میری درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی سقم پائیں بندے کو اس پر مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ! کسی بھی غلطی کی اصلاح کرنے میں ذرا بھی پس وپیش سے کام نہ لے گا بلکہ ان علمائے کرام کا شکر گزار اور ان کے حق میں دعا گو رہے گا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول ومقبول فرمائے اور اہلِ علم کے لئے مفید اور راقم کی نجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

محمد نعمان
استاذ جامعہ انوار العلوم،
مہران ٹاؤن، کورنگی، کراچی
فون نمبر: 0332-2557675

ولادت باسعادت

جمہور ائمہ کے ہاں یہ قول معروف ومختار ہے کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، اور وصال ۱۵/شعبان کی رات یعنی شب برات ۱۵۰ھ میں ہوا، لہٰذا اس راجح قول کے مطابق آپ کی عمر ستر برس ہوئی۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی ۸۰ھ میں ولادت کے متعلّق آٹھ اہلِ علم کی تصریحات

۱-امام اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ کی تصریح

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) بیان کرتے ہیں:

ولد جدّی فی سنة ثمانین. (۱)

ترجمہ:-میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

۲-امام ابو نعیم فضل بن دُکین رحمہ اللہ کی تصریح

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید اور امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ امام ابو نعیم فضل بن دُکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ) فرماتے ہیں:

ولد أبو حنيفة سنة ثمانين وهو النعمان بن ثابت (۲)

ترجمہ:-ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۷

(۲) تاریخ مولد العلماء ووفیاتهم: سنة ثمانين، ص۱۹۹

۳-علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ فَلَا اخْتِلَافَ فِي مَوْلِدِهِ أَنَّهُ وُلِدَ سَنَةَ ثَمَانِينَ مِنَ الْهِجْرَةِ۔[1]

ترجمہ:-ابوحنیفہ کی پیدائش کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

۴-اِمام نووی رحمہ اللہ کی تصریح

شارحِ مسلم اِمام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

ولد أبو حنيفة سنة ثمانين من الهجرة، وتوفي ببغداد سنة خمسين ومائة، هذا هو المشهور الذي قاله الجمهور[2]

ترجمہ:- جمہور علماء کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ ابوحنیفہ کی پیدائش ۸۰ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔

۵-اِمام جمال الدین مزی رحمہ اللہ کی تصریح

اِمام جمال الدین مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

قد ذكرنا فيما مضى أن مولد أبي حنيفة كان في سنة ثمانين۔[3]

ترجمہ:-یہ بات گزر چکی ہے کہ ابوحنیفہ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے۔

۶-عظیم نقاد محدّث اِمام ذہبی رحمہ اللہ کی تصریح

فن اسماء الرجال کے مسلّم امام، عظیم نقاد محدّث اِمام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

(۱) الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: باب ذكر مولد أبي حنيفة، ص ۱۲۲

(۲) تهذيب الأسماء واللغات: ترجمة: أبو حنيفة الإمام، ج ۲ ص ۲۱۶

(۳) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۴۴

ولد سنة ثمانين في حياة صغار الصحابة.[1]

ترجمہ:- آپ صغار صحابہ کرام کے زمانے میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

۷- علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی تصریح

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

ولد أبو حنيفة سنة ثمانين وهذا أصح الأقوال.[2]

ترجمہ:- ابوحنیفہ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور یہ (تمام) اقوال میں اصح قول ہے۔

۸- علامہ احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

الأكثرون على أنه ولد سنة ثمانين بالكوفة.[3]

ترجمہ:- اکثر علماء کی رائے کے مطابق ابوحنیفہ کی پیدائش ۸۰ھ میں شہر کوفہ میں ہوئی۔

نام ونسب

نام: نعمان، والد کا نام: ثابت، کنیت: ابوحنیفہ، لقب: اِمامِ اعظم۔[4]

اِسم اور مسمّٰی میں مناسبت

في اسمه اتفقوا على أنه النعمان وفيه سر لطيف إذ أصل النعمان الدم الذي به قوام البدن ومن ثمة ذهب بعضهم إلى أنه الروح فأبو حنيفة رحمه الله به قوام الفقه ومنه منشأ مداركه وعويصاته. أو نبت أحمر

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۱

(۲) مغاني الأخيار في شرح رجال معاني الآثار: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۳ ص ۲۰،

(۳) الخيرات الحسان: الفصل الثالث، ص ۳۱

(۴) اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مکمل نسب نامہ، امام صاحب سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک تفصیلاً ملاحظہ فرمائیے الجواهر المضية في طبقات الحنفية: المقدمة: ج ۱ ص ۲۷، ۲۸

طيب الريح الشقيق فأبوحنيفة طابت خلاله وبلغ الغاية كماله أو فعلان من النعمة فأبو حنيفة نعمة الله على خلقه.(۱)

ترجمہ:-''نعمان'' لغت میں دراصل اس خون کو کہتے ہیں جس پر بدن کا سارا ڈھانچہ قائم ہے، اور جس کے ذریعے جسم کی ساری مشینری حرکت کرتی ہے، اس لئے رُوح کو بھی ''نعمان'' کہتے ہیں، چونکہ ابوحنیفہ کی ذاتِ گرامی اسلام میں قانون سازی کے فن کے لئے محور اور اس کے مدارک ومشکلات کے لئے مرکز ہے، اس لئے آپ کا نام ''نعمان'' ہے۔ نیز سُرخ اور خوشبودار گھاس کو بھی ''نعمان'' کہتے ہیں، تو امام صاحب رحمہ اللہ کے کمالاتی مہک اور خوشبو سے اسلامی زندگی کا ہر گوشہ متأثر ہے۔ یا ''نعمان'' فعلان کے وزن پر نعمت سے بنا ہے، اسم گرامی میں معنوی رعایت یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ گرامی مخلوقِ خدا کے لئے ایک نعمت ہے، اس لئے آپ کا نام ''نعمان'' ہے۔

''ابوحنیفہ'' کنیت کی وجہ

۱-آپ کی کنیت ''ابوحنیفہ'' ہے، لغت میں ''حنیفہ'' حنیف کا مؤنث ہے، ''حنیف'' اسے کہتے ہیں جو سب سے ہٹ کر اللہ کا ہو کر رہے، اسی بنا پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ''حنیف'' کہتے ہیں۔ امامِ اعظم نے یہ کنیت اپنے لئے کیوں تجویز فرمائی؟ جہاں تک بندے کا خیال ہے یہ نیک فالی کی وجہ سے اختیار کی گئی ہے، جیسے عموماً ''ابوالمحاسن''، ''ابوالحسنات''، ''ابوالکلام'' وغیرہ کنیتیں رکھی جاتی ہیں۔

۲-آپ کا حلقۂ درس وسیع تھا، آپ کے شاگرد اپنے ساتھ قلم دوات رکھا کرتے تھے، چونکہ اہلِ عراق دوات کو ''حنیفہ'' کہتے ہیں اس لئے آپ کو ''ابوحنیفہ'' کہا گیا، یعنی دوات والے۔

۳-بعض نے کہا ہے: آپ شدت سے حق کی طرف راغب اور کثرت سے اللہ کی عبادت کرتے تھے، لہٰذا آپ کو ''ابوحنیفہ'' کہا گیا۔(۲)

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الرابع، ص۳۱

(۲) الخیرات الحسان: الفصل الرابع، ص۳۲

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ آپ کی کنیت ''ابوحنیفہ'' اس لئے ہے کہ آپ کی صاحبزادی کا نام حنیفہ تھا، اسی مناسبت کی وجہ سے آپ کو ''ابوحنیفہ'' کہتے ہیں، لیکن یہ بات دُرست نہیں، اس لئے کہ آپ کی کوئی صاحبزادی نہیں تھی اور نہ ہی حماد کے علاوہ آپ کا کوئی اور بیٹا تھا۔

ولا يعلم له ولد ذكر ولا أنثى غير حماد.[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فارسی النسل تھے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فارسی النسل تھے، آپ کے آباء واجداد سرزمینِ فارس کے ایک شہر ''انبار'' کے رہنے والے تھے۔ امام احمد بن اسحاق بن بہلول التنوخی رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) اپنے دادا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

ثابت والد أبي حنيفة من أهل الأنبار.[2]

ترجمہ:- ابوحنیفہ کے والد ثابت اہلِ انبار میں سے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) صراحتاً بیان کرتے ہیں:

أنا إسماعيل بن حماد ابن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من أبناء فارس الأحرار، والله ما وقع علينا رق قط.[3]

ترجمہ:- میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان، آزاد اَبنائے فارس میں سے ہوں، اللہ ربّ العزّت کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کے اس تصریحی بیان کے بعد امام صاحب کے فارسی النسل ہونے کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، صاحب البيت أدرى بما فيه۔

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الرابع، ص ۳۲

(۲) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۲۳

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۷

اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کا اطلاق صحیح مسلم کی حدیث پر کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق دی تھی:

لَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ (١)

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ معروف ائمہ فقہ میں سے صرف امامِ اعظم رحمہ اللہ وہ واحد شخص ہیں جو اصلاً فارسی النسل تھے، دیگر ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی بھی اصلاً فارسی نہیں ہے، لہٰذا امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیثِ مبارکہ کے حقیقی مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ حدیثِ مبارکہ اور اس کے مصداق کے متعلق اکابر اہلِ علم کے تفصیلی اقوال ان شاء اللہ! آگے آئیں گے۔

فقہائے ثلاثہ میں سے کوئی بھی فارسی النسل نہ تھا

فقہ کے باقی ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی ایک بھی اہلِ فارس میں سے نہ تھا، اس کی تفصیل درج ذیل حوالہ جات کے تحت کتب اسماء الرجال میں دیکھی جا سکتی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۹۳ھ میں ہوئی۔ ۲۲ روز بیمار رہنے کے بعد آپ کا وصال ۸۶ سال کی عمر میں اتوار کے دن ماہِ ربیع الاوّل کو ۱۷۹ھ میں ہوا، اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ۱۵۰ھ میں بیت المقدس کے علاقہ عسقلان یا غزہ میں ہوئی، دو سال کی عمر میں آپ مکہ لائے گئے، پھر یہیں رہے، آپ کا وصال ۵۴ سال کی عمر میں جمعہ کی رات بعد نمازِ مغرب ۲۰۴ھ میں مصر میں ہوا۔ (۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ والد اور والدہ دونوں کے اعتبار سے اصلاً عربی النسل تھے، ان کے والدین عرب قبیلہ شیبان بن ذہل بن ثعلبہ کی اولاد سے نسبت رکھتے تھے، ان کے والدین مرو سے ہجرت کر کے بغداد تشریف لائے اور یہاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ولادت ۲۰ ربیع الاوّل ۱۶۴ھ میں ہوئی۔ یہیں پروان چڑھے اور ۷۷ سال کی عمر میں کئی روز بیمار رہنے کے بعد آپ کا وصال

(۱) صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضل فارس، ج ۴ ص ۱۹۷۲، رقم الحدیث: ۲۵۴۶

(۲) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: مالك بن أنس، ج ۸ ص ۴۸-۱۳۰-۱۳۲

(۳) تهذيب الأسماء واللغات: ترجمة. فصل في مولد الشافعي، ج ۱ ص ۴۵، ۴۶

ربیع الاوّل کے ۱۲ روز گزرنے کے بعد جمعہ کے دِن بغداد میں ہی ۲۴۱ھ میں ہوا۔[1]

اس تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ درج بالا تینوں ائمہ فقہ میں سے کوئی ایک بھی فارسی النسل نہ تھا، فارسی النسل صرف امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تھے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق نبوی پیشین گوئی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الجمعہ کی ابتدائی آیات میں فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ۝ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝

ترجمہ:- وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک (باعظمت) رسول کو بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان (کے ظاہر وباطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے دُوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول کو تزکیہ وتعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے)، اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ ربّ العزّت نے دو طرح کے لوگوں کا ذکر کیا ہے:

ایک قسم کے لوگوں میں وہ اُمّی لوگ ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود براہِ راست فیض یاب فرمایا، جنہیں آپ نے تلاوت، تزکیہ اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے نُور سے روشن کیا ہے۔

دُوسری قسم کے لوگوں کا ذکر قرآن نے "وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْؕ" (الجمعۃ:۳) کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ ان سے مراد وہ لوگ تھے جو ابھی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہیں ملے تھے بلکہ بعد میں آنے والے تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیض ان کے لئے بھی بیان ہوا ہے۔

---

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: أحمد بن محمد بن حنبل، ج۱ ص۴۶۵

اس آیتِ مبارکہ کے الفاظ کی تفسیر میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث ہے، جسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: ''وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ'' (الجمعۃ: ۳) اور ان میں سے دُوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول کو تزکیہ و تعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے)۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ تین بار یہی سوال کیا، اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسی بھی موجود تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک سلمان فارسی... رضی اللہ عنہ... پر رکھا، پھر فرمایا:

لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔ (۱)

ترجمہ:- اگر ایمان ثریا کی بلندیوں پر بھی ہوا تو اس کی قوم میں سے چند اشخاص، یا فرمایا: ایک شخص اسے حاصل کرلے گا۔

امام بخاری کی بیان کردہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (یعنی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) کی قومِ فارس کے لوگوں میں سے کچھ لوگ یا ایک شخص آئے گا، اگر ایمان ثریا کی بلندیوں تک بھی ہوگا تو وہ اتنی بلندی پر بھی پہنچ کر اس کی معرفت حاصل کرلے گا۔ اس روایت میں ایک شخص یا چند اشخاص کا بیان ہے۔ جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ اہلِ فارس اور اَبنائے فارس کی اولاد میں سے ایک شخص ہوگا جس کی طرف آیت کریمہ میں اشارہ ہے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهُ۔ (۲)

ترجمہ:- اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہو تو اہلِ فارس (یا اَبنائے فارس) میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی پالے گا۔

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب قولہ: وآخرین منھم لما یلحقوا بھم، ج ۶ ص ۱۵۱، رقم الحدیث: ۴۸۹۷ / صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل فارس، ج ۴ ص ۱۹۷۲، رقم الحدیث: ۲۵۴۶

(۲) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل فارس، ج ۴ ص ۱۹۷۲، رقم الحدیث: ۲۵۴۶

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے مناقب پر مشتمل روایت نوؔ صحابہ سے مروی ہے

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب پر مبنی روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نوؔ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں موجود ہے۔[۱]

۲- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ''تاریخ أصبهان'' میں موجود ہے۔[۲]

۳- حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ''تاریخ أصبهان'' میں موجود ہے۔[۳]

۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ''تاریخ أصبهان'' میں موجود ہے۔[۴]

۵- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ''تاریخ أصبهان'' میں موجود ہے۔[۵]

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب قولہ: وآخرين منهم لما يلحقوا بهم، ج ۲ ص ۱۵۱، رقم الحدیث: ۴۸۹۷ / صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ج ۴ ص ۱۹۷۲، رقم الحدیث: ۲۵۴۶

(۲) تاریخ أصبهان: مقدمة: ج ۱ ص ۲۵

(۳) تاریخ أصبهان: باب الياء، يحيى بن معدان، ج ۲ ص ۳۴۰

(۴) تاریخ أصبهان: مقدمة: ج ۱ ص ۲۶

(۵) تاریخ أصبهان: مقدمة: ج ۱ ص ۲۵

۶-حضرت مندوس رضی اللہ عنہ

حضرت مندوس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت "معجم الصحابة" میں موجود ہے۔[1]

۷-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت "المعجم الكبير للطبراني" میں موجود ہے۔[2]

۸-حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت "مصنف ابن أبي شيبة" میں موجود ہے۔[3]

۹-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت "المستدرك على الصحيحين" میں موجود ہے۔[4]

یاد رہے کہ اس حدیث کا تعلق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب سے نہیں ہے، جیسا کہ بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے، بلکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ مستقبل کی ایک پیشین گوئی بیان کی ہے، اور یہ حدیث ایمان، دین، علم، تینوں قسم کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، چونکہ اس روایت میں فضیلت کا تعلق اہلِ فارس کے ساتھ ہے، تو آپ نے اہلِ فارس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ جس فارس سے یہ ہے، اسی قومِ فارس سے ایک شخص ہوگا جو دین کو ثریا کی بلندیوں سے بھی اُتارے گا اور اس کی معرفت حاصل کرے گا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر فقط اس لئے کیا کہ ان کا تعلق سرزمینِ فارس سے تھا۔

---

(۱) معجم الصحابة: باب الميم، مندوس، ج ۳ ص ۱۲۹، رقم: ۱۱۵۲

(۲) المعجم الكبير، باب العين، من مسند عبدالله بن مسعود، ج ۱۰ ص ۲۰۳، رقم الحديث: ۱۰۴۷۰

(۳) مصنف ابن أبي شيبة: كتاب الفضائل، باب ما جاء في العجم، ج ۶ ص ۴۱۵، رقم الحديث: ۳۲۵۱۵

(۴) المستدرك على الصحيحين: كتاب تعبير الرؤيا، ج ۴ ص ۴۳۷، رقم الحديث: ۸۱۹۳

اس حدیث کو نو مختلف صحابہ کرام نے روایت کیا، صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو ان کے تیرہ[۱] مختلف شاگردوں نے نقل کیا۔ اسی طرح دیگر صحابہ سے بھی ان کے مختلف تلامذہ نے اس روایت کو نقل کیا، اس روایت کو مختلف طرق واسانید کے ساتھ تقریباً کتیس[۲] محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، جن میں امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۵ھ)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ)، امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ)، امام مسلم رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ)، امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ)، امام ابو یعلی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۷ھ)، امام طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ)، امام ابن قانع رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۱ھ)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ)، امام طبرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ)، امام حاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ)، امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ)، امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ)، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ)، امام ہیثمی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۷ھ) وغیرہم ہیں، ان میں سے کسی ایک محدث نے بھی اس روایت کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں بیان نہیں کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشین گوئی کی، جو حرف بہ حرف مکمل ہوئی، یہ آپ کے معجزات میں سے ہے، آپ نے جس بات کی خبر دی ویسا ہی ہوا، اور اس کا مصداق اکابر اہل علم کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ قرار پائے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے اس صحیح حدیث کی بنیاد پر اپنی معروف کتاب ''سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد ﷺ'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا تذکرہ کرتے ہوئے مستقل ایک باب قائم کیا:

> **الباب الثالث والخمسون في إشارته صلى الله عليه وسلم إلى وجود الإمام أبي حنيفة.**
>
> یعنی اس ترپن نمبر باب میں اس حدیث کا ذکر ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کے وجود کی پیشین گوئی فرمائی۔

علامہ صالحی رحمہ اللہ باوجود یہ کہ شافعی المسلک ہیں، انہوں نے اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو قرار دیا اور باقاعدہ اس پر باب قائم کیا، پھر اس کے تحت اس حدیث کے متعدد طرق اور اسانید کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وما جزم به شيخنا من أن الإمام أبا حنيفة رضي الله عنه هو المراد من هذا الحديث السابق ظاهر لا شك فيه [1]

ترجمہ:- ہمارے شیخ علامہ جلال الدین سیوطی نے یقین کے ساتھ فرمایا کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں، اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا:

فهذا أصل صحيح يعتمد عليه في البشارة والفضيلة [2]

ترجمہ:- یہ حدیث صحیح ہے، (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی) بشارت اور فضیلت کے سلسلے میں اسی روایت پر اعتماد کیا جائے گا۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) نے بھی اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو قرار دیا، آپ نے عنوان قائم کیا:

فيما ورد من تبشير النبي صلى الله عليه وسلم بالإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى.

پھر فرمایا:

قال الحافظ المحقق الجلال السيوطي هذا أصل صحيح يعتمد عليه في البشارة بأبي حنيفة رحمه الله وفي الفضيلة التامة. [3]

ترجمہ:- حافظ محقق جلال الدین سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابوحنیفہ کی بشارت کے سلسلے میں اس صحیح اصل پر اعتماد کیا جائے گا، اور اس میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کامل فضیلت ہے۔

اندازہ کیجئے کہ تینوں جلیل القدر ائمہ علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ محمد بن یوسف صالحی، علامہ احمد بن حجر ہیتمی، باوجود یہ کہ تینوں شافعی المسلک ہیں، انہوں نے اس حدیث کا مصداق صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو قرار دیا ہے۔

---

(۱) سبل الهدى والرشاد: أبواب معجزاته الباب الثالث والخمسون، ج ۱۰ ص ۱۱۶

(۲) سبل الهدى والرشاد: أبواب معجزاته الباب الثالث والخمسون، ج ۱۰ ص ۱۱۶

(۳) الخيرات الحسان: المقدمة الثالثة، ص ۲۳

سات اکابر اہلِ علم کے نزدیک حدیث کا مصداق امام اعظم رحمہ اللہ ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا ایک مصداق شارحینِ حدیث نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو قرار دیا ہے۔

۱-علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فهذا أصل صحيح يعتمد عليه في البشارة. (۱)

ترجمہ:-بشارت میں یہ قابلِ اعتماد اصل صحیح ہے۔

۲-علامہ محمد بن یوسف الصالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ

علامہ محمد بن یوسف الصالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

وما جزم به شيخنا من أن الإمام أبا حنيفة رضي الله عنه هو المراد من هذا الحديث السابق ظاهر لا شك فيه لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه ولا مبلغ أصحابه. (۲)

ترجمہ:-ہمارے شیخ نے یہ بات یقین کے ساتھ کہی ہے کہ حدیثِ سابق سے مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام صاحب کے زمانے میں اہلِ فارس میں سے کوئی بھی امام صاحب کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا ہے، اور نہ ہی آپ کے تلامذہ کے مقام کو کوئی پہنچ سکا ہے۔

۳-علامہ ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ

علامہ ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ذكر تبشير النبي صلى الله عليه وسلم به، ص ۲۰

(۲) سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد أبواب معجزاته صلى الله عليه وسلم، الباب الثالث والخمسون، ج۱۰ ص ۱۲۶

قال بعض تلامذة الجلال وما جزم به شيخنا من أن الإمام أبا حنيفة هو المراد من هذا الحديث لا شك فيه لأنه لم يبلغ أحد أي في زمنه من أبناء فارس في العلم مبلغه ولا مبلغ أصحابه وفيه معجزة ظاهرة للنبي صلى الله عليه وسلم حيث أخبر بما سيقع۔ (۱)

ترجمہ:-جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے بعض شاگرد نقل کرتے ہیں کہ ہمارے اُستاذ نے یقین کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں، کیونکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ امام صاحب کے زمانے میں اہلِ فارس میں سے کوئی بھی ان کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا، اور آپ تو آپ بلکہ آپ کے تلامذہ کا بھی کوئی مقام نہ پاسکا، اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے کہ آپ نے ہونے والی بات کا بتادیا ہے۔

۴-علامہ علی بن محمد العزیزی رحمہ اللہ

علامہ علی بن محمد العزیزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۷۰ھ) فرماتے ہیں:

على الإمام الأعظم أبي حنيفة وأصحابه۔ (۲)

ترجمہ:-اس روایت کا مصداق امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں۔

۵-علامہ محمد معین السندی

علامہ محمد معین السندی (متوفی ۱۱۶۱ھ) باوجود شیعہ اور قیاس وتقلید کے منکر ہونے کے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں متعصّبین کی کوئی جرح قابلِ قبول نہیں ہے، کیونکہ وہ توعظیم منقبت کے مالک ہیں، انہوں نے ثریا سے علم حاصل کیا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر علم ثریا میں بھی ہو تو اس کو ضرور فارسی نسل کے کچھ لوگ حاصل کرلیں گے:

وعظيم منقبة الذي نال بها العلم في الثريا على ما يشير إليه قوله

(۱) الخیرات الحسان: المقدمة الثالثة ص ۲۴

(۲) السراج المنیر شرح جامع الصغیر فی أحادیث البشیر والنذیر: ج ۳ ص ۲۱۸

صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْ کَانَ الْعِلْمُ فِی الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِنْ فَارِسٍ۔ (۱)

۶۔حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ دریں حکم داخل است۔ (۲)

ترجمہ:۔اس حدیث کے مصداق میں امام ابوحنیفہ داخل ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ماوراء النہر،خراسان اور اہلِ فارس کے ائمہ سب اس میں داخل ہیں۔ (۳)

۷۔مشہور غیر مقلد عالم علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ

مشہور غیر مقلد عالم علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:

صواب آنست کہ ہم امام ابوحنیفہ دراں داخل است۔ (۴)

ترجمہ:۔ دُرست بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس بشارت میں داخل ہیں۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دُعا

آپ کے دادا حضرت نعمان بن مرزبان رحمہ اللہ کے بارے میں کتبِ تاریخ میں ایک واقعہ آتا ہے، چونکہ وہ فارسی النسل تھے، لہٰذا ان کے ہاں ''نوروز'' (اہلِ فارس کا قومی جشن) عید کے طور پر منایا جاتا تھا، جب ''نوروز'' آیا تو وہ مسرت وخوشی کا اظہار کرنے کے لئے فالودہ لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) بیان کرتے ہیں:

والنعمان بن المرزبان أبو ثابت هو الذی أهدی لعلی بن أبی طالب

(۱) دراسات اللبیب: ص ۲۸۹، بحوالہ ''مقام ابی حنیفہ'' ص ۸۶

(۲) کلمات طیبات: مجموعہ مکاتیب شاہ ولی اللہ ص ۶۸، بحوالہ ''مقام ابی حنیفہ'' ص ۸۶

(۳) ازالۃ الخفاء: ج ۱ ص ۲۷۱، بحوالہ ''مقام ابی حنیفہ'' ص ۸۶

(۴) اتحاف النبلاء: ص ۴۲۳، بحوالہ ''مقام ابی حنیفہ'' ص ۸۶

الفالوذج في يوم النيروز، فقال: نَوْرِزُونَا كل يوم. وقيل: كان ذلك في المهرجان، فقال: مَهْرِجُونا كل يوم.[1]

ترجمہ: نعمان بن مرزبان ابو ثابت وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں ''نوروز'' کے دِن فالودہ پیش کیا، تو آپ نے فرمایا: ہمارا نوروز ہر دِن ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ مہرجان (میلہ) کا دِن تھا تو آپ نے فرمایا: ہمارا مہرجان ہر روز ہوتا ہے۔

اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے خاندان میں سب سے پہلے تابعیت کے منصب پر فائز ہونے والے ان کے دادا حضرت نعمان تھے۔

اِمامِ اعظم کے دادا حضرت نعمان کے قیامِ کوفہ کے دوران ہی امامِ اعظم کے والد حضرت ثابت بن نعمان پیدا ہوئے۔ اِمامِ اعظم کے والد حضرت ثابت ابھی کم سن تھے کہ انہیں ان کے والد حضرت نعمان اپنے ساتھ لے کر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کے حق میں دُعا کے لئے عرض کیا۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک دو سال کے بچّے کو کسی برگزیدہ ہستی کی خدمتِ اقدس میں لے جا کر دُعا کے لئے پیش کیا جائے تو وہ دو سال یا تین سال کے بچّے کی اولاد کے لئے بھی دُعا فرمائیں کہ اے اللہ! اس کو اور اس کے ساتھ اس کی اولاد کو بھی برکت دے۔

اس واقعے میں قابلِ توجہ بات جس کو خطیب بغدادی، اِمام صیمری، اِمام مزی، اِمام ذہبی اور اِمام سیوطی رحمہم اللہ سمیت ہر محدث اور مؤرخ نے بلا اِختلاف لکھا، یہ ہے کہ جب حضرت نعمان نے اپنے بیٹے ثابت کو جو دو تین سال کے بچّے تھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دُعا کے لئے پیش کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ثابت بلکہ ان کی اولاد کے لئے بھی برکت کی دُعا فرمائی۔ اِمامِ اعظم کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ ہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

ذهب ثابت إلى علي بن أبي طالب وهو صغير، فدعا له بالبركة فيه وفي ذريته، ونحن نرجو من الله أن يكون قد استجاب الله ذلك لعلي بن أبي طالب فينا۔[2]

---

(۱) تاریخ بغداد، ترجمۃ النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۷

(۲) تاریخ بغداد، ترجمۃ النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۷/ أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ص ۱۶

ترجمہ:-(امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے والد) ثابت جب کہ وہ چھوٹے سے تھے حضرت علی بن ابی طالب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ثابت کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دُعا کی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت علی بن ابی طالب کی دُعا قبول فرمائی ہے۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت کے لئے دُعا فرمائی تو نہ صرف ان کے لئے بلکہ اس دُعا میں آپ کی اولاد کو بھی شامل فرمایا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں امام صاحب کے غیر معمولی مرتبے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

دُوسری اہم بات جسے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا:

ونحن نرجو من الله أن يكون قد استجاب الله ذلك لعلي بن أبي طالب فينا.

ترجمہ:-اور ہم اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دُعا قبول فرمائی ہے۔

اپنے الفاظ میں انہوں نے اس حقیقتِ حال کو بیان کیا ہے کہ میرے دادا ابوحنیفہ کے ''امامِ اعظم'' ہونے اور شرق سے غرب تک ان کی فقہ کے رائج و مقبول ہونے میں اللہ پاک نے جو برکات عطا فرمائی ہیں دراصل سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اسی دُعا کا صدقہ ہے جو انہوں نے میرے پر دادا ثابت کو دی۔[1]

شرفِ تابعیت

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے برتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، آپ کے بعد اُولوالعزم من الرسل علیہم الصلوۃ والسلام، ان کے بعد باقی انبیاء کا مقام ہے، انبیاء کے بعد صحابہ کرام اور صحابہ کے بعد تابعینِ عظام سے اُونچا کسی کا مقام نہیں ہے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، آپ کی رُویتِ صحابہ سے متعلق پچیس ۲۵ اکابر اہلِ علم کی تصریحات ان شاء اللہ! آگے آئیں گی۔

(۱) امام ابوحنیفہ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ص: ۶۴ تا ۶۵

''صحابی'' کی تعریف

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) ''صحابی'' کی تعریف کرتے ہیں:

من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أو رآہ من المسلمین فھو من أصحابہ۔[1]

ترجمہ:-مسلمانوں میں سے جس نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو، یا فقط آپ کو دیکھا ہو، وہ آپ کا صحابی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے ''صحابی'' کی درج ذیل تعریف کی ہے، اور یہی تعریف اہلِ علم کے درمیان معروف ہے:

ھو من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنًا بہ ومات علی الإسلام ولو تخللت ردۃ فی الأصح والمراد باللقاء ما ھو أعم من المجالسۃ والمماشاۃ ووصول أحدھما إلی الآخر وإن لم یکالمہ ویدخل فیہ رؤیۃ أحدھما الآخر سواء کان ذلک بنفسہ أو بغیرہ۔[2]

ترجمہ:-صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور وہ اسلام پر ہی فوت ہوا ہو، اگرچہ درمیان میں مرتد ہو گیا ہو۔ (مذکورہ تعریف میں) لقاء سے مراد (ایسی ملاقات) ہے جو باہم بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دونوں میں سے ایک کے دُوسرے تک پہنچنے سے ہو، اگرچہ اس سے مکالمہ بھی نہ کیا ہو، یہ مجلس اس لحاظ سے عام ہے (جس میں صرف کسی مسلمان کا آپ تک پہنچنا ہی کافی ہے) اور لقاء میں ہی ایک دُوسرے کو بنفسہ یا بغیرہ دیکھنا بھی داخل ہے۔

''تابعی'' کی تعریف

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب المناقب باب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۵ ص ۲

(۲) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر: ص ۱۳۱، الناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور

وهو من لقي الصحابي كذلك، وهذا متعلق باللقاء.(۱)

ترجمہ:- تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو، اسی طرح (جیسا کہ صحابی کی تعریف میں مذکور ہوا) اور اس (تعریف) کا تعلق ملاقات کے ساتھ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هو من لقيه وإن لم يصحبه كما قيل في الصحابي، وعليه الحاكم، قال ابن الصلاح: وهو أقرب، قال المصنف: وهو الأظهر، قال العراقي: وعليه عمل الأكثرين من أهل الحديث.(۲)

ترجمہ:- تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو، اگرچہ اس کی صحبت اختیار نہ کی ہو، جیسا کہ صحابی کے بارے میں کہا گیا ہے۔ یہی امام حاکم کا موقف ہے، ابنِ صلاح نے (اس تعریف پر) کہا: یہ قریب ترین ہے۔ مصنف (امام نووی) نے کہا: یہ زیادہ واضح ہے۔ عراقی نے کہا: اکثر محدثین کا اسی پر عمل ہے۔

جمہور محدثین کے نزدیک تابعی ہونے کے لئے صرف رُویتِ صحابی کافی ہے

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

ثم اعلم أن جمهور علماء أصول الحديث على أن الرجل بمجرد اللُّقي والرؤية للصحابي يصير تابعيا ولا يُشترط أن يصحبه مدة ولا أن ينقل عنه رواية، بخلاف الصحابي فإن بعض الفقهاء شرطوا في كونه صحابيا طول الصحبة أو المرافقة في الغزو أو الموافقة في الرواية.(۳)

ترجمہ:- پھر واضح رہے کہ جمہور علمائے أصولِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ مجردِ لقاء اور رُؤیتِ صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل ہوجاتا ہے، اور تابعی

---

(۱) نزهة النظر شرح نخبة الفكر: ص ۱۳۲

(۲) تدريب الراوي: النوع الأربعون: معرفة التابعين، ج ۲ ص ۷۰۱

(۳) مجموعة رسائل اللكهنوي: إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة، ج ۲ ص ۳۵

ہونے کے لئے نہ صحابی کی صحبت میں کچھ مدت کے لئے رہنا شرط ہے، اور نہ اس سے کسی روایت کا نقل کرنا، برخلاف صحابی کے کہ بعض فقہاء نے صحابی ہونے کے لئے طولِ صحبت یا کسی غزوہ میں رفاقت یہ روایت میں موافقت کو شرط قرار دیا ہے۔

صحابی اور تابعی کی فضیلت حدیث کی روشنی میں

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ معروف ائمۂ فقہ وحدیث میں صرف امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ واحد امام ہیں جو تابعی ہیں، آپ کے علاوہ باقی ائمۂ کرام امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ائمۂ صحاح ستہ (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداود، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) میں سے کوئی امام بھی تابعی نہیں ہے۔ امام صاحب وہ خوش نصیب ہیں جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. [1]

ترجمہ: تم میں بہترین میرا زمانہ ہے، پھر میرے بعد ان کا زمانہ جو ان سے ملیں (یعنی تابعین کا)، اور پھر اس کے بعد جو ان سے ملیں (یعنی تبع تابعین کا زمانہ)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي. [2]

ترجمہ:- اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعی)۔

ان احادیث سے صحابی اور تابعی کی فضیلت کا پتا چلتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور إذا شهد، ج ۳ ص ۱۷۱، رقم الحدیث ۲۶۵۱۔

(۲) سنن الترمذی: أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل من رأى النبي صلى الله عليه وسلم وصحبه، ج ۵ ص ۶۹۴، رقم الحدیث: ۳۸۵۸

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے تابعی ہونے پر پچیّس ۲۵ اکابر اہلِ علم کی تصریحات

۱- خود اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصریح

خود اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کے بارے میں فرمایا:

رأیت أنس بن مالك قائماً یصلی۔ (۱)

ترجمہ:- میں نے حضرت انس بن مالک کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ حالت قیام میں تھے۔

ایک اور روایت میں اِمام صاحب نے فرمایا:

قدم أنس بن مالك الکوفة ونزل النخع رأیته مراراً۔ (۲)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک کوفہ تشریف لائے اور مقام نخع پر اُترے، میں نے انہیں کئی بار دیکھا۔

۲- اِمام اِبنِ سعد رحمہ اللہ کی تصریح

معروف مؤرخ اِمام اِبنِ سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے فرمایا:

أن أبا حنیفة رأی أنس بن مالك وعبد الله بن الحارث بن جزء (۳)

ترجمہ:- یقیناً ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کو دیکھا ہے۔

۳- اِمام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ کی تصریح

صاحب "حلیة الأولیاء"، "ومعرفة الصحابة" اِمام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی

---

(۱) مسند أبي حنیفة روایة أبي نعیم: ص ۲۳

(۲) التدوین فی أخبار قزوین: باب العین الاسم العاشر، ج ۳ ص ۱۵۳

(۳) جامع بیان العلم وفضله: باب جامع فی فضل العلم، ج ۱ ص ۲۳۰، رقم الحدیث: ۲۱۶

رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے عنوان قائم کیا "ذکر من رأی من الصحابة وروی عنهم" ان صحابہ کا تذکرہ جن کا آپ نے دیدار کیا ہے اور صحابہ سے روایت حدیث کی۔ پھر آپ نے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور روایت حدیث کی ہے:

ذکر من رأی من الصحابة وروی عنهم أنس بن مالك وعبدالله بن الحارث بن جزء الزبیدی. (۱)

۴-امام ابن ندیم کی تصریح

امام ابن ندیم، امامِ اعظم رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۸ھ) کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وكان من التابعين، ولقي عدة من الصحابة، وكان من الورعين الزاهدين. (۲)

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ تابعین میں سے تھے، آپ نے متعدد صحابہ کرام سے ملاقات کی، آپ زاہدوں اور متقیوں میں سے تھے۔

۵-خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تصریح

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تذکرے میں لکھا ہے:

رأى أنس بن مالك. (۳)

ترجمہ:- آپ نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ہے۔

۶-امام سمعانی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابو سعد عبدالکریم بن محمد سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۳ھ) امامِ اعظم رحمہ اللہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم: مقدمة، ص ۲۳

(۲) الفهرست: الفن الثاني في أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ج۱ ص ۲۵۱

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۵

رأى أنس بن مالك.[1]

ترجمہ:- آپ نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ہے۔

۷- علّامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ کی تصریح

علّامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

ولد سنة ثمانين رأى أنس بن مالك.[2]

ترجمہ:- آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔

۸- امام نووی رحمہ اللہ کی تصریح

شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أبو حنيفة التيمي إمام أصحاب الرأي وفقيه أهل العراق رأى أنس بن مالك.[3]

ترجمہ:- ابوحنیفہ تیمی، اصحاب الرائے کے امام، اہلِ عراق کے فقیہ، آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

۹- قاضی ابنِ خلکان رحمہ اللہ کی تصریح

علّامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

وذكر الخطيب في تاريخ بغداد أنه رأى أنس بن مالك.[4]

ترجمہ:- خطیب نے تاریخِ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔

---

(۱) الأنساب: باب الراء والألف الرائي، ج۶ ص ۶۴

(۲) المنتظم في تاريخ الأمم والملوك: ترجمة النعمان بن ثابت، ج۸ ص ۱۲۹

(۳) تهذيب الأسماء واللغات: النوع الثاني: الكنى حرف الحاء، ج ۲ ص ۲۱۶

(۴) وفيات الأعيان: ترجمة الإمام أبو حنيفة، ج۵ ص ۴۰۶

۱۰-امام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ذہبی رحمہ اللہ کے شیخ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے شیخ اور سسر، رجال حدیث سے گہری واقفیت رکھنے والے امام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

النعمان بن ثابت التيمي، أبو حنيفة الكوفي فقيه أهل العراق، رأى أنس بن مالك.[۱]

ترجمہ:-امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی اہلِ عراق کے فقیہ ہیں، آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

۱۱-علّامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ کی تصریح

عظیم نقاد محدث امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں فرمایا:

رأى أنس بن مالك لما قدم عليهم الكوفة[۲]

ترجمہ:-جب حضرت انس بن مالک اہلِ کوفہ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے ان کی زیارت کی تھی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ہی امامِ اعظم رحمہ اللہ کو صراحتاً تابعی بھی لکھا ہے:

وكان من التابعين لهم إن شاء الله بإحسان فإنه صح أنه رأى أنس بن مالك إذ قدمها أنس.[۳]

ترجمہ:-آپ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے ان شاء اللہ تابعین میں سے ہیں، کیونکہ یہ بات صحیح ہے کہ جب حضرت انس بن مالک کوفہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی زیارت کی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں صراحت کے ساتھ یہ

---

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۱۸

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۱

(۳) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۱۴

بات لکھی کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا:

رأى أنس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.(۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو کئی مرتبہ دیکھا جب وہ اہل کوفہ کے پاس تشریف لائے۔

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مفصل کتاب "تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام" میں بھی بڑے واضح الفاظ میں یہ بات نقل کی:

رأى أنس بن مالك غير مرة بالكوفة إذ قدمها أنس.(۲)

ترجمہ:- آپ نے حضرت انس بن مالک کو کئی مرتبہ کوفہ میں دیکھا جب وہ کوفہ تشریف لائے۔

اس طرح آپ نے اپنی تصنیف "العبر في خبر من غبر" میں بھی جزم کے ساتھ یہ نقل کیا کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے:

رأى أنساً.(۳)

بندے نے امام ذہبی رحمہ اللہ کی مطبوعہ تمام کتابیں دیکھی ہیں، کسی میں بھی آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کا انکار نہیں کیا، بلکہ ہر تصنیف میں بڑے واضح الفاظ میں آپ کی تابعیت کی صراحت کی۔

۱۲- علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ صلاح الدین الصفدی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۴ھ) امام اعظم رحمہ اللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رأى أنس بن مالك غير مرة بالكوفة.(۴)

ترجمہ:- آپ نے کوفہ میں کئی بار حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: النعمان بن ثابت: ج۱ ص۱۲۶

(۲) تاريخ الإسلام: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت: ج۹ ص۳۰۶

(۳) العبر في خبر من غبر: سنة خمسين ومائة، ج۱ ص۱۶۴

(۴) الوافي بالوفيات: ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج۲۷ ص۸۹

۱۳-امام یافعی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابومحمد عبداللہ بن اسعد یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ) امامِ اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مولدہ سنة ثمانین ورأی أنسا. [۱]

ترجمہ:-آپ کی ۸۰ھ میں ولادت ہوئی اور آپ نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔

۱۴-حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ کی تصریح

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) امامِ اعظم رحمہ اللہ کا تعارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبوعة، وهو أقدمهم وفاة لأنه أدرك عصر الصحابة ورأى أنس بن مالك. [۲]

ترجمہ:-(امام ابوحنیفہ) ان چار ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے مذاہب کی اتباع کی جاتی ہے، اور آپ وفات کے اعتبار سے ان سب سے مقدم ہیں کیونکہ آپ نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

۱۵-امام زین الدین عراقی رحمہ اللہ کی تصریح

حافظ زین الدین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) نے اپنی کتاب "التقييد والإيضاح" میں تابعی کی تبع تابعی سے روایت کرنے پر بحث کرتے ہوئے امامِ اعظم رحمہ اللہ کا شمار ان تابعین میں کیا ہے جنہوں نے امام عمرو بن شعیب رحمہ اللہ تبع تابعی سے روایت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الأمر الثالث أنه قد روى عنه جماعة كثيرون من التابعين غير هؤلاء، وهم: ثابت بن عجلان، وحسان بن عطية، وعبد الله بن عبد الرحمن بن يعلى الطائفي، وعبد الملك بن عبد العزيز بن جريج والعلاء بن الحرث

---

(۱) مرآة الجنان وعبرة اليقظان: سنة خمسين ومائة، ج۱ ص ۲۴۲

(۲) البداية والنهاية: سنة خمسين ومائة، الإمام أبو حنيفة، ج۱۰ ص ۱۱۴

الشامي، ومحمد بن إسحاق بن يسار، ومحمد بن جحادة، ومحمد بن عجلان، وأبو حنيفة النعمان بن ثابت، وغيرهم.[1]

ترجمہ:- تیسرا امر یہ ہے کہ ان محدثین کے علاوہ تابعین کی ایک کثیر جماعت نے بھی (تبع تابعی) عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے، وہ (تابعین) یہ ہیں: ثابت بن عجلان، حسان بن عطیہ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یعلی الطائفی، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُریج، علاء بن الحرث الشامی، محمد بن اسحاق ابن یسار، محمد بن جحادہ، محمد بن عجلان اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اور دیگر تابعین کرام۔

۱۶- علّامہ ابن الوزیر یمانی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ محمد بن ابراہیم بن علی المعروف ابن الوزیر یمانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

وكان الإمام أبو حنيفة من أهل اللسان القويمة، واللغة الفصيحة، فقد أدرك زمان العرب، وعاصر جريرا والفرزدق، ورأى أنس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتين، وقد توفي أنس سنة ثلاث وتسعين من الهجرة، والظاهر أن أبا حنيفة ما رآه في المهد، وإنما رآه بعد التميز.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اہلِ زبان تھے، ان کی زبان دُرست اور فصیح تھی، انہوں نے اہلِ عرب کا زمانہ پایا، جریر اور فرزدق کے معاصر رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک کو دو مرتبہ دیکھا، حضرت انس بن مالک کو گہوارے میں نہیں دیکھا بلکہ ہوش اور تمیز کے بعد دیکھا ہے۔

۱۷- حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تصریح

شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) امام اعظم رحمہ اللہ کے

---

(۱) التقييد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح، النوع الحادي والأربعون، معرفة الأكابر الرواة عن الأصاغر، ص ۳۳۲

(۲) العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم: المسلك الرابع، وأما ما قدح به على الإمام أبي حنيفة، ج ۲ ص ۸۶

تعارف میں لکھتے ہیں:

النعمان بن ثابت التيمي أبو حنيفة الكوفي مولى بني تيم الله بن ثعلبة. رأى أنسا.(۱)

ترجمہ:- ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی الکوفی بنو تیم اللہ بن ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ نے حضرت انس کو دیکھا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ، امام اعظم رحمہ اللہ کی تابعیت کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

رفع هذا السؤال إلى الحافظ ابن حجر فأجاب بما نصه أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة لأنه ولد بالكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة عبدالله بن أبي أوفى فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق وبالبصرة أنس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها وقد ورد ابن سعد بسند لا بأس به أن أبا حنيفة رأى أنسا وكان غير هذين في الصحابة بعدة من البلاد أحياء وقد جمع بعضهم جزءا فيما ورد من رواية أبي حنيفة عن الصحابة لكن لا يخلو إسناده من ضعف والمعتمد على إدراكه ما تقدم وعلى رؤيته لبعض الصحابة ما أورده ابن سعد في الطبقات فهو بهذا الإعتبار من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة ومسلم بن خالد بمكة والليث بن سعد بمصر والله أعلم.(۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی تابعیت کا سوال حافظ ابنِ حجر کے سامنے اُٹھایا گیا تو انہوں نے مندرجہ ذیل جواب دیا: امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا

(۱) تهذيب التهذيب: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۰ ص۴۴۹

(۲) تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة: ذكر من أدركه من الصحابة، ص۲۵، ۲۶

ہے، اس لئے کہ آپ کی کوفہ میں ۸۰ھ میں ولادت ہوئی ہے، اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ موجود تھے، اس لئے کہ بالاتفاق ان کی وفات ۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اور ان دنوں بصرہ میں انس بن مالک موجود تھے اس لئے کہ ان کی وفات ۹۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے یہ بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس کو دیکھا ہے، نیز ان دونوں حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ مختلف شہروں میں بقید حیات موجود تھے۔ اور بعض علماء نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے بارے میں مختلف جز جمع کئے ہیں، لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ امام صاحب کے ادراک صحابہ کے باب میں قابل اعتماد وہ امر ہے جو گزر چکا، اور بعض صحابہ کی رُؤیت کے بارے میں قابل اعتماد وہ روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ تابعین کے طبقے میں سے ہیں اور یہ مرتبہ دُوسرے شہروں میں بسنے والے آپ کے ہم عصر ائمہ میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہ ہوسکا، جیسے امام اوزاعی جو شام میں تھے، اور امام حمادین (امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید) کو جو بصرہ میں تھے، اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک کو جو مدینہ میں تھے، اور امام مسلم بن خالد کو جو مکہ میں تھے، امام لیث بن سعد کو جو مصر میں تھے (ان میں سے کسی کو بھی یہ مقام حاصل نہیں ہوا) واللہ اعلم۔

۱۸- امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی تصریح

شارح بخاری وہدایہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا تعارف بیان کرتے ہوئے امام اعظم رحمہ اللہ کا ان کی زیارت کرنے کو درج ذیل الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

عبدالله بن أبي أوفى واسم أبي أوفى علقمة الأسلمي، له ولأبيه صحبة، وهو

آخر من مات بالكوفة من الصحابة وهو من جملة من رآه أبو حنيفة من الصحابة۔ (۱)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن اَبِي اَوفیٰ، ابواَوفیٰ کا نام علقمہ اسلمی ہے، حضرت ابن اَبِي اَوفیٰ اور آپ کے والد گرامی کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، آپ وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے کوفہ میں وصال فرمایا اور آپ کا شمار ان جملہ صحابہ میں ہوتا ہے جن کی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی ہے۔

دُوسرے مقام پر امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عبدالله بن أبي أوفى واسمه علقمة بن خالد بن الحارث الأسلمي المدني، من أصحاب بيعة الرضوان وروى له خمسة وتسعون حديثاً، للبخاري خمسة عشر. وهو آخر من بقي من أصحابه بالكوفة مات سنة سبع وثمانين وهو أحد الصحابة السبعة الذين أدركهم أبو حنيفة سنة ثمانين وكان عمره سبع سنين سن التميز والإدراك من الأشياء۔ (۲)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن اَبِي اَوفیٰ کے والد کا نام حضرت علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی مدنی ہے، آپ بیعتِ رضوان میں شریک صحابہ کرام میں سے ہیں، آپ سے ۹۵ احادیث روایت کی گئی ہیں، (جن میں سے) امام بخاری نے ۱۵ روایت کی ہیں، آپ وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے کوفہ میں ۸۷ھ میں وصال فرمایا، اور آپ کا شمار ان سات صحابہ کرام میں سے ہوتا ہے جن کو امام ابوحنیفہ نے ۸۰ھ میں پایا، امام ابوحنیفہ کی عمر اس وقت سات سال کی تھی جو کہ اشیاء کو سمجھنے اور ان میں تمیز کرنے کا وقت ہوتا ہے۔

تیسرے مقام پر امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) عمدة القاري شرح صحيح البخاري: كتاب البيوع باب ما يكره من الحلف في البيع، ج۱۱ ص۲۰۶

(۲) عمدة القاري شرح صحيح البخاري: كتاب الزكاة باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة، ج۹ ص۹۵

عبد الله بن أبي أوفى وهو أحد من روى عنه أبو حنيفة ولا يلتفت إلى قول المنكر المتعصب.[1]

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے امام ابو حنیفہ نے روایت کیا ہے، لہٰذا کسی منکر، متعصب کی بات کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا۔

نیز علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كان أبو حنيفة رحمه الله من سادات التابعين رأى أنس بن مالك، ولا يشك فيه إلا جاهل وحاسد.[2]

ترجمہ:- آپ تابعین کے سرداروں میں سے ہیں، آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا، اس بات میں شک نہیں کر سکتا مگر جاہل اور حاسد شخص۔

۱۹- امام سخاوی رحمہ اللہ کی تصریح

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے تلمیذِ خاص علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

(وفي الخمسين ومائة) من السنين الإمام المقلد أحد من عُدّ في التابعين (أبو حنيفة) النعمان بن ثابت الكوفي (قضى) أي مات.[3]

ترجمہ:- ۱۵۰ھ میں وہ امام جن کی تقلید کی جاتی ہے اور جنہیں تابعین میں شمار کیا جاتا ہے یعنی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی وفات ہوئی۔

۲۰- علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) ''طبقات الحفاظ'' میں امام صاحب

---

(۱) عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الحج، باب متى يحل المعتمر، ج ۱۰ ص ۱۲۸

(۲) مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت الفصل الثالث فيمن رأى أبو حنيفة من الصحابة وروى عنهم، ج ۳ ص ۱۲۲

(۳) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث: وفيات أصحاب المذاهب، ج ۴ ص ۳۴۷

رحمہ اللہ کا یوں تعارف کراتے ہیں:

أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي الكوفي، فقيه أهل العراق، وإمام أصحاب الرأي، رأى أنساً.(۱)

ترجمہ:- ابوحنیفہ نعمان بن ثابت التیمی الکوفی اہلِ عراق کے فقیہ اور اصحاب الرائے کے امام ہیں، آپ نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔

۲۱- امام قسطلانی رحمہ اللہ کی تصریح

شارحِ بخاری امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

(ابن أبي أوفى) عبدالله الصحابي ابن الصحابي وهو آخر من مات من الصحابة بالكوفة سنة سبع وثمانين وقد كف بصره قبل، وقد رآه أبو حنيفة وعمره سبع سنين.(۲)

ترجمہ:- (ابنِ اَبی اَوفی) عبداللہ جو صحابی ابنِ صحابی ہیں، آپ ۸۷ھ میں کوفہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام میں سب سے آخری ہیں، وصال سے قبل آپ نابینا ہوگئے تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات سال کی عمر میں آپ کی زیارت کی تھی۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ کسی مسئلے پر ائمہ کرام کا موقف بیان کرتے ہوئے امامِ اعظم رحمہ اللہ کو تابعین میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا مذهب الجمهور من الصحابة كابن عباس وعلي ومعاوية وأنس بن مالك وخالد بن الوليد وأبي هريرة وعائشة وأم هانئ رضي الله عنهم. ومن التابعين: الحسن البصري وابن سيرين والشعبي وابن

---

(۱) طبقات الحفاظ: الطبقة الخامسة، ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج۱ ص۸۰

(۲) إرشاد الساري شرح صحيح البخاري: كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين، ج۱ ص۳۹۶

المسیب وعطاء وأبو حنیفة. ومن الفقهاء: أبو یوسف ومحمد والشافعي ومالك وأحمد.(١)

ترجمہ:- یہ جمہور کا مذہب ہے جیسا کہ صحابہ کرام میں سے حضرت ابنِ عباس، حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت انس بن مالک، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابوہریرہ، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہم۔ اور تابعین میں سے امام حسن بصری، امام ابنِ سیرین، امام شعبی، امام ابنِ مسیب، امام عطاء اور امام ابوحنیفہ۔ جب کہ فقہاء میں سے امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ۔

٢٢- امام محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ کی تصریح

صاحب "سبل الھدی والرشاد" علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید، امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ٩٤٢ھ) نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

وصحوا رؤیاه لأنس بن مالك رضي الله عنه.(٢)

ترجمہ:- ائمۂ حدیث نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت کرنے کو صحیح قرار دیا ہے۔

نیز علامہ صالحی رحمہ اللہ بڑے واشگاف الفاظ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کو بیان کرتے ہیں:

اعلم رحمك الله أن الإمام أبا حنیفة رضي الله عنه من أعیان التابعین.

نیز اگلے صفحے پر آپ فرماتے ہیں:

فأبو حنیفة رضي الله عنه من أعیان التابعین.(٣)

---

(١) إرشاد الساري شرح صحیح البخاري: کتاب الصلاة، باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به، ج ٢ ص ١٨

(٢) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة النعمان: الباب الثالث، ص ٦٢

(٣) عقود الجمان: الباب الثالث، ص ٤٩، ٥٠

۲۳- امام ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

صح كما قاله الذهبي: أنه رأى أنس بن مالك وهو صغير. وفي رواية: رأيته مراراً وكان يخضب بالحمرة.

ترجمہ:- یہ صحیح ہے جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بچپن میں حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ اور ایک روایت میں (آپ سے مروی) ہے کہ میں نے انہیں کئی مرتبہ دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب لگاتے تھے۔

نیز آپ کی تابعیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فهو من أعيان التابعين الذين شملهم قوله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾.(۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا شمار ان تابعین میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آتے ہیں: ''اور درجہ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہوگئے، اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرمارکھی ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔''

۲۴- مُلّا علی قاری رحمہ اللہ کی تصریح

شارح مشکوٰۃ، مجدد ملت، محدث کبیر مُلّا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) تابعی کی تعریف کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

قلت: وبه يندرج الإمام الأعظم في سلك التابعين، فإنه قد رأى أنس بن مالك وغيره من الصحابة.(۲)

(۱) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الفصل السادس، ص ۳۳

(۲) شرح شرح نخبة الفكر: تعريف التابعي، ص ۶۹۶، الناشر: قدیمی کتب خانہ

ترجمہ:- اس تعریف کی رُو سے امام ابوحنیفہ تابعین کے زُمرے میں شامل ہیں، یقینی بات ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک اور دیگر صحابہ کی زیارت کی تھی۔

۲۵- علامہ ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ عبدالحی بن احمد بن محمد ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے آپ کا مبسوط ترجمہ لکھا، اور جزم کے ساتھ لکھا کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور اس کے علاوہ صحابہ کو بھی دیکھا، پھر آپ نے وہ اشعار نقل کیے جن میں بعض اہلِ علم کی رائے کے مطابق آپ نے چھ صحابہ کا دیدار کیا جنہوں نے طہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی۔

وہ چھ صحابہ یہ ہیں: ۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ۲- حضرت عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ۔ ۳- حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ۔ ۴- حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفی رضی اللہ عنہ۔ ۵- حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ۔ ۶- حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔

الإمام أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي مولده سنة ثمانين، رأى أنسا وغيره ونظم بعضهم من لقي من الصحابة فقال:

لقي الإمام أبو حنيفة ستة
من صحب طه المصطفى المختار
أنساً وعبدالله نجل أنيسهم
وسميه ابن الحارث الكرّار
وزاد ابن أبي أوفى وابن واثلة الرضى
واضمم إليهم معقل بن يسار[1]

قارئینِ کرام! بندے نے بفضل اللہ تعالیٰ آپ کے سامنے پچیس[۲۵] اکابرِ اہلِ علم کی تصریحات واضح الفاظ میں نقل کردیں، ان میں اکثر محدثین، حدیث اور رجالِ حدیث سے گہری واقفیت رکھنے والے ہیں، یہ سب حنفی ہی نہیں بلکہ اکثر شافعی، مالکی اور حنبلی ہیں، سب نے صیغۂ جزم کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کا اقرار کیا ہے، یہ سب چوٹی کے علماء ہیں، ان میں سے اگر کوئی

(۱) شذرات الذهب في أخبار من ذهب: سنة خمسين ومائة، ترجمة النعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۲۲۵

ایک بھی تصریح کر دیتا تب بھی کافی تھا، لیکن اتنی بڑی جماعت نے بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں لکھا کہ آپ نے صحابیٔ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ شریعت میں دو گواہوں کی شہادت بھی کافی ہے، لیکن بندے نے دس گنا زیادہ تصریحات نقل کی ہیں، ایک منصف مزاج شخص کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔ اگر کتاب کی طوالت، قارئین کی اُکتاہٹ اور وقت کی نزاکت کا لحاظ نہ ہوتا تو بفضل اللہ تعالیٰ بندہ پچیس ۵۰ اہلِ علم کی تصریحات نقل کر دیتا لیکن: خیر الکلام ما قل ودلّ!

علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کی تحقیق

محقق العصر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فهذه العلماء الثقات. الدارقطني وابن سعد والخطيب والذهبي وابن حجر والولي العراقي والسيوطي وعلي القاري وأكرم السندي وأبو معشر وحمزة السهمي واليافعي والجزري والتوربشتي وابن الجوزي والسراج صاحب كشف الكشاف قد نصوا على كون الإمام أبي حنيفة تابعيا وإنما أنكر من أنكر منه روايته عن الصحابة.

وقد صرح به جمع آخرون من المحدثين والمؤرخين المعتبرين أيضا تركت عباراتهم خوفا من الإطالة الموجبة للملالة وما نقلته إنما نقلته بعد مطالعة الكتب المذكورة لا بمجرد اعتقاد نقل غيري، ومن راجع الكتب المذكورة يجد صدق نقلي، وأما كلمات فقهائنا في هذا الباب فأكثر من أن تحصى، ومن أنكر كونه تابعيا من المؤرخين لا يصل في الاعتماد وقوة الحفظ وسعة النظر إلى مرتبة هؤلاء المثبتين فلا عبرة بقوله معارضا لقولهم وهذا الذهبي شيخ الإسلام المعتمد في نقله عند الأنام لو صرح وحده بكونه تابعيا لكفى في قوله رادا لقول الدافعين فكيف وقد وافقه إمام الحفاظ ابن حجر ورأس الثقات الولي العراقي وخاتمة الحفاظ السيوطي وعمود المؤرخين اليافعي وغيرهم وسبقه إلى ذلك الخطيب وما أدراك ما الخطيب؟ والدارقطني وما

أدرك ما الدارقطني، إمامان جليلان، مستندان معتمدان، وغيرهما فإذن لم يبق للمنكر إلا أن يكذب هؤلاء الثقات، فإن وقع منه ذلك فلا كلام معه أو يقدم أقوال من دونهم على أقوالهم. فإن فعل ذلك لزم ترجيح المرجوح والمرجو من العلماء المنصفين بعد مطالعة هذه النصوص أن لا يبقى لهم إنكار. (۱)

ترجمہ:- امام دارقطنی، ابنِ سعد، خطیب، ذہبی، ابنِ حجر، ولی الدین عراقی، سیوطی، مُلا علی قاری، اکرم سندھی، ابومعشر، حمزہ سہمی، یافعی، جزری، تورپشتی، ابن الجوزی، سراج صاحب کشف الکشف رحمہم اللہ یہ سب علمائے ثقات تصریح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تابعی تھے، ان میں سے اگر کسی نے انکار بھی کیا ہے تو امام صاحب کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا ہے، اور یہی تصریح محدثین اور معتبر مؤرخین کی ایک دُوسری جماعت نے بھی کی ہے، میں نے ان حضرات کی عبارتوں کو طوالت کی خوف سے جو موجب ملال ہے چھوڑ دیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ امام صاحب کی تابعیت کے باب میں، میں نے جو کچھ نقل کیا ہے اس کو مذکورہ بالا کُتب کے مطالعے اور تحقیق کے بعد نقل کیا ہے، صرف دُوسروں کی نقل پر اعتماد کرتے ہوئے نہیں کیا ہے۔ چنانچہ جو شخص بھی مذکورہ کتابوں کا مطالعہ کرے گا اسے میرے نقوں کی صداقت معلوم ہوجائے گی، رہے ہمارے فقہاء کے اقوال تابعیت کے باب میں! وہ حدِ شمار سے بھی زیادہ ہیں۔ مؤرخین میں سے جو بھی امام صاحب کی تابعیت کا منکر ہے، وہ اعتماد، قوتِ حفظ اور وسعتِ نظر میں حضراتِ مثبتین کے درجے کا نہیں، لہٰذا ان کے مقابلے میں اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں، دیکھئے شیخ الاسلام ذہبی جو نقل و روایت میں تمام دُنیا کے نزدیک معتمد ہیں۔ اگر وہ اکیلے ہی امام ابوحنیفہ کی تابعیت کی تصریح کردیتے تو صرف ان کی تصریح ہی ان لوگوں کی تردید کے

(۱) مجموعة رسائل اللكهنوي: إقامة الحجة أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة، ص:۳۱

لئے کافی تھی جو امام صاحب کی تابعیت کے قائل نہیں، کجا کہ امام الحفاظ ابن حجر اور راس الثقات علامہ ولی الدین عراقی اور خاتمۃ الحفاظ سیوطی اور عمود المورخین یافعی رحمہم اللہ وغیرہ بھی اس باب میں ان ہی کے ہمنوا ہیں۔

اور اس سے پہلے خطیب اور دار قطنی یہی بات کہہ چکے ہیں اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خطیب اور دار قطنی کا کیا مقام ہے' یہ دونوں بلند پایہ کے مستند اور معتمد امام ہیں، اب منکر کے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ یا تو وہ ان علمائے ثقات کی تکذیب کرے، سو اگر وہ اسی بات پر جما ہوا ہے تو اس سے گفتگو بے کار ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کم پائے کے لوگوں کی بات اعلیٰ پائے کے حضرات کے مقابلے میں مقدم رکھے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایک ناقابل ترجیح بات کو ترجیح دی جائے، لہٰذا علمائے منصفین سے یہی توقع ہے کہ ان اکابر کی تصریحات کو پڑھنے کے بعد ان کو مجال انکار نہیں رہے گا۔

ائمہ متبوعین میں صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں

علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۸ھ) فرماتے ہیں:

ومن جهات شرفه أنه ليس بين الأئمة تابعي غيره وقد ذكر ابن الصلاح أن الإمام مالكا من تبع التابعين وأما أبو حنيفة فقد اتفق المحدثون على أن أربعة من الصحابة كانوا على عهد الإمام في الحياة.[1]

ترجمہ:- من جملہ فضائل امام ابوحنیفہ میں ایک یہ بھی ہے کہ ائمہ متبوعین میں آپ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے، علامہ ابن صلاح نے امام مالک کو تبع تابعین میں شمار کیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کے بارے میں محدثین اس پر متفق ہیں کہ امام صاحب کے زمانے میں چار صحابہ بقید حیات موجود تھے۔

معاصر علماء میں صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) مفتاح السعادة ومصباح السيادة، ترجمة أبو حنيفه لنعمان بن ثابت، المطلب الأول، ج ۲ ص ۱۷۵

أنه أدرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر۔ [1]

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ نے اپنی پیدائش ۸۰ھ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا جو کوفہ میں تھی، اسی لئے امام صاحب تابعین کے طبقے میں سے ہیں، اور یہ شرف ان کے معاصر محدثین وفقہاء جیسے شام میں امام اوزاعی، بصرہ میں امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید، کوفہ میں امام سفیان ثوری، مدینہ میں امام مالک، اور بصرہ میں امام لیث بن سعد ... رحمہم اللہ ... کو حاصل نہیں ہو سکا۔

اکابر اہلِ علم کا آپ کو ''امامِ اعظم'' کے لقب سے یاد کرنا

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أبو حنيفة الإمام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا [2]

علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۴ھ) فرماتے ہیں:

الإمام الأعظم صاحب المذهب اسمه النعمان. [3]

علامہ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

الإمام الأعظم أبو حنيفة النعمان بن ثابت. [4]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا حُلیہ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة ربعة من الرجال ليس بالقصير ولا بالطويل وكان

---

(۱) الخيرات الحسان: الفصل السادس فيمن أدركه من الصحابة، ص ۳۳

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۱، ص ۱۶۳

(۳) الوافي بالوفيات: حنيفة الألقاب، ج ۱۳، ص ۱۳۹

(۴) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: المقدمة: فصل، ج ۱، ص ۲۶

أحسن الناس منطقاً وأحلاهم نغمة. (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ متوسط قد کے تھے، نہ بہت دراز اور نہ بہت پست قد، لوگوں میں حُسن وجمال کے اعتبار سے نہایت خوبصورت، نہایت فصیح وبلیغ اور خوش آواز تھے، بڑی خوش اسلوبی سے اپنی بات پیش کرتے تھے، اور انداز بیان بہت ہی واضح تھا۔

امام فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:

كان الإمام أبو حنيفة حسن الوجه حسن اللحية حسن الثياب حسن النعل طيب الريح حسن المجلس هيوباً. (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا چہرہ حسین، خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، خوشبودار اور بھی مجلس والے رُعب دار آدمی تھے۔

لا يتكلم إلا جواباً لا يخوض فيما لا يعنيه ولا يستمع إليه. (۳)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ اکثر خاموش رہا کرتے تھے، صرف جواب دینے کے لئے ہی بولتے تھے، لایعنی باتوں سے بچتے تھے، حتیٰ کہ لایعنی باتیں سنتے بھی نہ تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صورت وسیرت

امام ابو یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة ربعة من الرجال، ليس بالقصير ولا بالطويل، وكان أحسن الناس منطقاً، وأحلاه نغمة، وأنبهه على ما يريده.

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ میانہ قد کے تھے، نہ چھوٹے اور نہ دراز قد، لوگوں سے اچھی طرح بات کرتے تھے، آپ کا لہجہ بہت عمدہ ہوتا تھا، اپنے کام میں نہایت سمجھدار تھے۔

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: هيأة أبي حنيفة وصفته، ص ۱۷

(۲، ۳) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان، الباب الأول فصل، ص ۴۳

امام ابونعیم رحمہ اللہ (متوفی ٢١٩ھ) فرماتے ہیں:

وكان أبو حنيفة حسن الوجه حسن الثياب، طيب الريح، حسن المجلس، شديد الكرم، حسن المواساة لإخوانه.

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ خوبصورت چہرے والے، عمدہ لباس والے، اعلیٰ خوشبو استعمال کرنے والے، خوشگوار مجلس والے، کثرت سے سخاوت کرنے والے اور رفیقوں کے بڑے غم خوار تھے۔

عمرو بن حماد رحمہ اللہ (متوفی ٢٢٢ھ) فرماتے ہیں:

أن أبا حنيفة كان طوالا تعلوه سمرة وكان لباسا حسن الهيئة، كثير التعطر، يعرف بريح الطيب إذا أقبل وإذا خرج من منزله قبل أن تراه.[١]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا قد درازی کی طرف مائل تھا، آپ کے رنگ میں گندمی رنگ کی جھلک تھی، آپ کا لباس نہایت صاف ستھرا ہوتا تھا، کثرت سے خوشبو استعمال کرتے تھے، جب سامنے سے آتے یا گھر سے نکلتے تو آپ کے پہنچنے سے پہلے آپ کی خوشبو کی مہک پہنچ جاتی تھی۔

کثرتِ عبادت اور شب بیداری

آپ کی کثرتِ عبادت، زہد و تقویٰ، شب بیداری، کثرت تلاوت قرآن مجید اور حج وعمرہ کے واقعات تاریخ اور رجال کی کتب میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ محدثین نے ان کو تواتر کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ حدیث اور اسماء الرجال کے امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ٧٤٨ھ) آپ کے مناقب میں ارقام فرماتے ہیں:

قد تواتر قيامه الليل وتهجده وتعبده رحمه الله تعالى.[٢]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی شب بیداری، تہجد گزاری اور بندگی تواتر سے ثابت ہے۔

---

(١) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت صفة أبي حنيفة، ج ١٣ ص ٣٣١

(٢) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ٢٠

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) بھی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اشتهر وتواتر من كثرة عبادته وزهده و كثرة حجه واعتماره رضي الله عنه۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کثرتِ عبادت و پرہیزگاری اور آپ کا کثرت سے حج و عمرے کرنا شہرت اور تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

عقل، فہم و فراست

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فہم و فراست، ذکا، معاملہ فہمی، حدتِ عقل میں اپنے تمام معاصرین سے ممتاز تھے، فہم و فراست میں اپنی مثال آپ تھے۔

علی بن عاصم رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۱ھ) فرماتے ہیں:

لو وزن عقل أبي حنيفة بعقل نصف أهل الأرض لرجح بهم۔ (۲)

ترجمہ:- اگر امام ابوحنیفہ کی عقل زمین کے نصف لوگوں کی عقل سے وزن کی جائے تو امام صاحب کی عقل کا پلّہ بھاری رہے گا۔

علّامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے علی بن عاصم رحمہ اللہ کے قول کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

لو وزن عقله بعقول أهل المصر يعني الكوفة لرجح بهم۔ (۳)

ترجمہ:- اللہ کی قسم! اگر امام صاحب کی عقل اہلِ مصر یعنی اہلِ کوفہ کی عقول کے ساتھ وزن کی جائے تو ان پر بھاری ہو۔

یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدًا أعقل ولا أفضل ولا أورع من أبي حنيفة۔ (۴)

---

(۱) عقود الجمان: الباب التاسع، ص ۱۸۵

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما ذكر من وفور عقل أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۶۱

(۳) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ذكر فطنة أبي حنيفة ونباهته، ج ۱ ص ۱۶۰

(۴) تاریخ بغداد: ترجمة، النعمان بن ثابت، ما ذكر من وفور عقل أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۶۳

ترجمہ:- میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو متقی پرہیزگار، نہ آپ سے زیادہ عقل مند، اور نہ آپ سے افضل کسی کو دیکھا۔

محمد بن عبداللہ انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة يتبين عقله في منطقه، ومشيته، ومدخله ومخرجه۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی عقل، ان کی گفتگو، عمل اور چال ڈھال سے معلوم ہوتی تھی۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

وكان من أذكياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء۔ (۲)

ترجمہ:- آپ بنو آدم کے ذکی لوگوں میں سے تھے، آپ نے فقہ، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت کو جمع کیا۔

امانت ودیانت

اللہ کی طرف سے جو خوبیاں اور کمالات انسان کو حاصل ہیں ان میں ایک عمدہ خصلت امانت ودیانت داری ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا وافر حصہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو عطا کیا تھا، آپ کی امانت داری کے متعلق امام وکیع رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) فرماتے ہیں:

كان والله أبو حنيفة عظيم الأمانة۔ (۳)

ترجمہ:- اللہ کی قسم! امام ابوحنیفہ بہت بڑے امانت دار تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا جب انتقال ہوا تو آپ کے گھر میں لوگوں کی لاکھوں روپے کی امانتیں تھیں:

مات أبو حنيفة وفي بيته للناس ودائع خمسين ألف ألف (۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد نے ان کی غیر حاضری میں مدینہ طیبہ کے ایک باشندے پر

---

(۱) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما ذكر من وفور عقل أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۶۱

(۲) العبر في خبر من غبر: سنة خمسين ومائة، ج ۱ ص ۱۶۴

(۳) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما ذكر من عبادة أبي حنيفة وورعه، ج ۱۳ ص ۳۵۶

(۴) مناقب أبي حنيفة للموفق: الباب الحادي عشر، ج ۱ ص ۱۹۸

چار سو کا کپڑا ایک ہزار درہم پر فروخت کیا، جب امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو شاگرد کو سخت تنبیہ کی اور اس کو دُکان کے سلسلے سے الگ کر دیا، اور اس خریدار کا حلیہ پوچھ کر اس کے پیچھے ہو لئے، جب اس سے مدینہ طیبہ میں جا ملے تو کافی اصرار و تکرار کے بعد چھ سو درہم اسے واپس کر دیئے اور کپڑا اس کے پاس چھوڑ کر پھر کوفہ لوٹ آئے:

فرد علیه الستمائة وترك علیه الثوب ورجع إلى الكوفة۔[۱]

علامہ محمد بن ابراہیم المعروف ابن الوزیر رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

أنه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وأمانته۔[۲]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ، اور امانت داری تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

پیکرِ حلم وصبر

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو گالی دی اور بہت برا بھلا کہا، آپ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا اور نہ اپنے کلام کو منقطع کیا، بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی اس طرف متوجہ ہونے سے منع فرمایا۔ جب آپ فارغ ہو کر کھڑے ہوئے وہ بھی آپ کے ساتھ ہو لیا، آپ کے گھر کے دروازے تک گیا، آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: یہ میرا گھر ہے، اگر تیری گالیاں کچھ باقی رہ گئی ہوں تو ان کو تمام کر دے یہاں تک کہ تیرے دل میں کچھ باقی نہ رہے! یہ سن کر وہ شرمندہ ہوا اور آئندہ ایسی حرکت سے توبہ کر لی:

وكان حليما ورعا وقورا قد جمع الله فيه خصالا شريفة وشتمه رجل وهو في درسه وأكثر فما التفت إليه ولا قطع كلامه ونهى أصحابه عن مخاطبته فلما فرغ وقام تبعه إلى باب داره فقام على بابه وقال للرجل: هذه داري إن كان بقي معك شيء فأتمه حتى لا يبقى في نفسك شيء! فاستحي الرجل۔[۳]

---

(۱) مناقب أبي حنيفة للموفق: الباب التاسع، ج ۱ ص ۲۴۳

(۲) الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم: الوهم الحادي عشر، ج ۲ ص ۳۱۶

(۳) الخيرات الحسان: الفصل الرابع والعشرون، ص ۸۱

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سخاوت

ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۲ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سوانح پر لکھی ہوئی اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان“ میں نقل کیا:

قال غير واحد أنه كان أكرم الناس مجالسة وأكثرهم إكراما ومواساة لأصحابه ولمن جلس إليه، ومن ثمة كان يزوج من احتاج وينفق عليه ويرسل إلى كل منهم قدر منزله، ورأى على بعض جلسائه ثيابا رثة فأمره أن يجلس حتى يتفرق الناس، ثم قال له: خذ ما تحت المصلى فتجمل به فإذا هو ألف درهم.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، آپ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ انتہائی شفقت اور بھلائی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، آپ محتاجوں کی شادی کرواتے اور انہیں خرچ کے لئے مال عطا فرماتے، اور ہر ایک کے پاس اس کے شایانِ شان تحفہ بھیجا کرتے، ایک مرتبہ آپ نے ایک شاگرد کو بوسیدہ لباس پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہیں بیٹھے رہنا یہاں تک کہ سب لوگ رُخصت ہوجائیں۔ جب لوگ چلے گئے تو آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا: اس جائے نماز کے نیچے جو کچھ ہے وہ سارے کا سارا لے لو، اس نے جائے نماز اُٹھائی تو اس کے نیچے ایک ہزار درہم موجود تھے۔

حدیثِ رسول کا ادب

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جامع مسجد میں درس دے رہے تھے، تلامذہ، عقیدت مندوں اور ارادت مندوں کا جمّ غفیر جمع تھا، اتفاقاً چھت سے ایک سانپ گرا اور امام صاحب رحمہ اللہ کی گود میں آیا، بہت سے لوگ گھبرا کر بھاگ گئے، مگر امام صاحب رحمہ اللہ حدیث کے ادب میں اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔[2]

---

(۱) الخيرات الحسان: الفصل السابع عشر، فی کرمہ، ص: ۵۶
(۲) سیرۃ النعمان از علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ، ص: ۶۳

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قناعت واستغنا

زید بن اخزم رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عبداللہ بن صہیب کلبی رحمہ اللہ سے سُنا، وہ کہہ رہے تھے کہ اِمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اکثر بطورِ مثال یہ پڑھا کرتے تھے:

كان أبو حنيفة النعمان بن ثابت يتمثل كثيرا:

عطاء ذي العرش خير من عطائكم
وسيبه واسع يرجى وينتظر
أنتم يكدر ما تعطون منكم
والله يعطي بلا من ولا كدر[1]

۱- خداوندِ عرش کی عطا تمہاری عطا سے بہتر ہے، اس کا فیضان فراخ ہے جس کی اُمید کی جاری ہے اور انتظار کیا جاتا ہے۔

۲- تم جو کچھ دیتے ہو تمہارا اِحسان اس کو مکدّر کر دیتا ہے، اور اللہ ربّ العزّت کی عطا بلا احسان اور بلا کدورت ہوتی ہے۔

ذریعہ معاش

حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خاندانی پیشہ ریشمی کپڑے کی تجارت تھا۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو آپ بھی اپنے اس آبائی پیشے سے منسلک ہوگئے اور ریشم بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ لگالیا، جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔ اس طرح آپ اپنی علمی اور عملی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تجارت اور ذاتی کاروبار بھی کرتے رہے کہ جس سے آپ اپنی ذاتی ضروریاتِ زندگی بھی پوری کرتے اور ساتھ اپنے نادار غریب طلباء اور ساتھیوں کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو اور اپنے تلامذہ کو اُمراء و سلاطین کا دست نگر نہیں بننے دیا۔ چنانچہ اِمام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء، وكان لا يقبل جوائز السلطان،

---

(۱) تاريخ بغداد، ترجمة: النعمان بن ثابت، ما ذكر من عبادة أبي حنيفة وورعه، ج ۱۳ ص ۳۵۸

بل ينفق ويؤثر من كسبه له دار كبيرة لعمل الخز وعنده صناع واجراء.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ میں فقہ، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت چاروں صفات جمع تھیں، آپ بادشاہوں کے عطیے قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر بھی خرچ کرتے تھے، اور ان کو اپنے اُوپر ترجیح دیتے تھے۔ آپ کا ریشم بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ تھا، جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔

علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۴ھ) آپ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

وكان خزازاينفق من كيسه ولا يقبل جوائز السلطان تورعا، وله دار وضياع ومعاش متسع، وكان معدودا في الأجواد الأسخياء الألباء الأذكياء مع الدين والعبادة والتهجد و كثرة التلاوة وقيام الليل رضي الله عنه.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ ریشم کا کاروبار کرتے تھے اور اپنی جیب سے خرچ کرتے تھے، آپ اپنے تقویٰ کی وجہ سے بادشاہوں کے عطیات قبول نہیں کرتے تھے، آپ کا اپنا گھر، جائیداد اور وسیع کاروبار تھا اور آپ کا شمار انتہائی فراخ دل، سخی، عقل مند اور ذہین لوگوں میں ہوتا ہے، ان اوصاف کے ساتھ ساتھ آپ دین دار، عبادت گزار، تہجد گزار، کثیر التلاوت اور قائم اللیل بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ آمین

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی دس خصوصیات

۱- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خیر القرون میں پیدا ہوئے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) العبر في خبر من غبر: سنة خمسين ومائة: ج ۱ ص ۱۶۴

(۲) الوافي بالوفيات، ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج ۲۷ ص ۸۹

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. (۱)

۲- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی زیارت کی، جس کی وجہ سے آپ تابعی کہلائے، ائمہ ثلاثہ اور مصنفینِ صحاحِ ستہ میں سے کوئی بھی اس شرف میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ (۲)

۳- آپ کو حضرت انس بن مالک، عبداللہ بن أبی أوفیٰ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شرفِ روایت بھی حاصل ہے۔ (۳)

۴- آپ کے اساتذہ وتلامذہ کی تعداد دیگر تمام ائمہ کے اساتذہ وتلامذہ سے زیادہ ہے، امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ نے آپ کے چار ہزار (۴۰۰۰) اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

۵- آپ نے سب سے پہلے علمِ فقہ کو مدوّن کیا اور ابواب وکُتب کے لحاظ سے اس کو مرتب کیا، جیسا کہ آج موجود ہے، پھر ان کی پیروی امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں کی ہے۔ (۵)

۶- آپ کے طریقِ اجتہاد، طرزِ استدلال اور آپ کی فقہ سے دیگر ائمہ اور مجتہدین نے استفادہ کیا، اس لئے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة۔ (۶)

۷- زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت، امانت ودیانت میں جس قدر آپ کی سعیٔ بلیغ اور جدّ وجہد کا ثبوت ملتا ہے، دیگر کسی امام میں ان کے تمام اوصاف کا ذکر نہیں ملتا۔ (۷)

۸- امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک ان ممالک میں پہنچا جہاں آپ کے مسلک کے سوا کسی اور امام کا مسلک نہیں پہنچا، جیسے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، رُوم، ماوراء النہر، ترکی وغیرہ۔ (۸)

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور إذا أشهد، ج ۳ ص ۱۷۱، رقم الحدیث: ۲۶۵۲

(۲) مفتاح السعادة ومصباح السيادة: ترجمة، أبو حنيفة النعمان بن ثابت، المطلب الأول، ج ۲ ص ۱۷۵

(۳) تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة: ذكر ما روى الإمام أبو حنيفة عن الصحابة، ص ۲۷ تا ۳۲

(۴) الخيرات الحسان: الفصل السابع، ذكر شيوخه، ص ۳۶

(۵) الخيرات الحسان، الفصل الثاني عشر، الصفات التي تميز بها على من بعده، ص: ۴۳

(۶) تهذيب التهذيب: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۰ ص ۴۴۹

(۷) مناقب أبي حنيفة للموفق، ج ۱ ص ۱۹۸

(۸) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب التاسع، ص: ۱۸۵

۹- اس وقت ساری دُنیا میں سب سے زیادہ مقلد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہیں، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین کی تعداد چونتیس کروڑ سے زائد ہے۔

۱۰- امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بعد جس قدر ائمہ مجتہدین گزرے ہیں، وہ سب امام صاحب کے علوم ومعارف اور آپ کے طریقِ استنباط، طرزِ استدلال اور استنباط کردہ مسائل سے مستفیض ہو کر ہی اجتہاد کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوئے۔

اس اُمت میں وہ چار حضرات جنہوں نے ایک رکعت میں مکمل قرآن پڑھا

اس اُمت میں چار ایسے حضرات بھی گزرے ہیں جنہوں نے ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا ہے، جن میں دو صحابہ میں سے تھے اور دو تابعین میں سے، صحابہ میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما، اور تابعین میں امامِ اعظم ابوحنیفہ اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ:

خارجة بن مصعب يقول: ختم القرآن في ركعة أربعة من الأئمة، عثمان بن عفان وتميم الداري وسعيد بن جبير، وأبو حنيفة [۱]

وقال مسعر بن كدام: رأيت أبا حنيفة قرأ القرآن في ركعة. [۲]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور قرآن کی عظمت

جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے حماد نے سورۂ فاتحہ ختم کی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان کے اُستاذ کو پانچ سو درا ہم بھجوائے، ایک روایت میں ہے کہ ہزار درہم عطا فرمائے، اس رقم کو دیکھ کر ان کے اُستاذ کہنے لگے: میں نے کیا ایسا کام انجام دیا ہے جس کے بدلے آپ نے کثیر رقم بھیجی ہے؟ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان کو بلایا اور معذرت کی، پھر فرمایا: میرے بیٹے کو جو کچھ آپ نے سکھایا ہے، اس کو حقیر نہ جانیں، اللہ کی قسم! اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو قرآن شریف کی عظمت کے پیشِ نظر وہ سب آپ کی نذر کر دیتا:

---

(۱) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت ما ذكر من عبادة أبي حنيفة وورعه، ج ۱۳ ص ۳۵۵/ تهذيب الكمال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۳۶

(۲) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص: ۲۴

ولما ختم حماد ولده سورة الفاتحة أعطى المعلم خمس مائة درهم وفي رواية ألف درهم. فقال: ما صنعت حتى أرسل إلي هذا؟ فأحضره واعتذر إليه وقال: لا تستحقر ما علمت ولدي والله! لو كان معنا أكثر من ذلك لدفعناه إليك تعظيما للقرآن. (۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دس خصائل

عمران الموصلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو باری تعالیٰ نے ایسے دس خصائلِ حمیدہ سے نوازا تھا کہ ان میں سے اگر ایک صفت بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا رئیس اور قبیلے کی سیادت کر سکتا ہے، اور وہ دس صفات یہ ہیں:

۱-پرہیزگاری، ۲-صداقت، ۳-سخاوت، ۴-فقہی مہارت، ۵-عام لوگوں سے نرمی ومحبت، ۶-پرخلوص ہمدردی، ۷-نفع پہنچانے میں سبقت، ۸-طویل خاموشی (فضول گوئی سے اجتناب)، ۹-گفتگو میں راست بازی، ۱۰-مظلوم کی معاونت چاہے دشمن ہو یا دوست:

الورع والصدق والسخاء والفقه ومداراة الناس والمروءة الصادقة والإقبال على ما ينفع وطول الصمت والإصابة بالقول ومعونة اللهفان عدوا كان أو وليا. (۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تجارت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تجارت فرمایا کرتے تھے اور اپنا مالِ تجارت بغداد بھجوایا کرتے تھے، آپ اس کا نفع سال بھر جمع فرماتے، اس سے اپنی ضروریات مثلاً کھانا، کپڑا خریدتے اور باقی اپنے اساتذہ ومحدثین کی خدمت میں حاضر کر دیتے، اور عرض کرتے کہ اسے اپنی ضروریات میں صرف فرمالیجئے اور اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف کیجئے، کیونکہ میں نے اپنے مال سے کچھ نہیں حاضر کیا، کیونکہ یہ اللہ کا فضل ہے جو اس نے میرے ہاتھ پر عطا فرمایا:

وكان يجمع ربح تجارته التي يرسلها إلى بغداد من السنة إلى السنة

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل السابع عشر فیکرمہ، ص۵۶

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق: الباب التاسع ص:۱۸۶

فیشتری بها الشیوخ المحدثین حوائجهم من نحو قوت و کسوة ثم
یدفع الباقی إلیهم فیقول: أنفقوا فی حوائجکم ولا تحمدوا إلا الله تعالیٰ
فإنی ما أعطیتکم من مالی شیئا ولکن من فضل الله یجریه علی یدی.

امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس سال سے جب بھی میں چار ہزار درہم سے زیادہ کا مالک ہوا تو اس کو اپنی ملک سے علیحدہ کر دیا، اور صرف چار ہزار رو کے رکھا، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ چار ہزار درہم اور اس سے کم گزربسر کے لئے کافی ہیں، اور اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ تجارت میں مجھے اس کی ضرورت پڑے گی تو ایک درہم بھی نہ روکتا۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بہت صدقہ کرتے اور جو کچھ حاصل کرتے اس میں سے کچھ ضرور راہِ خدا میں نکالتے، اور میرے پاس اس قدر کثرت سے تحائف بھیجتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ میں ان کی کثرت سے متعجب ہوا تو میں نے ان کے شاگرد سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے کہا کہ: کاش! آپ ان تحائف کو دیکھتے جو امام ابوحنیفہ نے سعید بن ابی عروبہ کے پاس بھیجے ہیں۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ کسی محدّث کو بغیر کثرتِ احسان کے نہیں چھوڑتے تھے:

وقال وکیع قال لی أبو حنیفة: ما ملکت أکثر من أربعة آلاف درهم منذ أربعین سنة إلا أخرجته أی الأکثر، وإنما أمسك الأربعة لقول علی کرم الله وجهه: أربعة آلاف ودونه نفقة ولو لا أن أخاف أن أحتاج إلی هؤلاء ما أمسکت منها درهما واحدا وقال سفیان بن عیینة: کان أبو حنیفة کثیر الصدقة، وکان کل ما یستفیده لا یدع منه شیئا إلا أخرجه ولقد وجه إلیّ هدایا استوحشت من کثرتها فشکوت ذلك لبعض أصحابه فقال: لو رأیت هدایا بعث بها إلی سعید بن أبی عروبة وما کان یدع أحدا من المحدثین إلا بره برا واسعا.[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تجارت میں چار اوصاف

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایسی چار صفات سے متصف ہوئے جن کا تعلق معاملات سے ہے اور

(۱) الخیرات الحسان، الفصل السابع عشر فی کرمه ص:۵۷

ان اوصاف کی وجہ سے آپ ایک کامل اور ماہر تاجر ہوئے، جس طرح کہ علماء کی جماعت میں آپ سب سے برتر اور فائق تھے، وہ چار صفتیں یہ ہیں:

۱- آپ کا نفس غنی تھا، لالچ کا اثر کسی وقت بھی آپ پر ظاہر نہیں ہوا، حالانکہ لالچ کا اثر اکثر نفوس پر غالب آجاتا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے فرد تھے جس پر محتاجی کی مذلت کبھی طاری نہیں ہوئی۔

۲- نہایت درجہ امانت دار تھے، اور آپ کے نفس کا جس شے سے تعلق ہوتا اس میں شدید ہوتے۔

۳- آپ معاف اور درگزر کرنے والے تھے، نفس کی دناءت سے اللہ نے آپ کو بچا رکھا تھا۔

۴- آپ بڑے دین دار تھے، شریعت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا تھے، دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔

ان اوصاف عالیہ کا اجتماعی طور پر جو اثر آپ کے تجارتی معاملات پر ہوا، اس کی وجہ سے تاجروں کے طبقے میں انوکھے تاجر ہوئے اور بیشتر افراد نے آپ کی تجارت کو خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارت سے تشبیہ دی ہے، گویا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارت کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں، اور آپ ان طریقوں پر چل رہے ہیں جن پر سلفِ صالحین کا عمل تھا، مال کے خریدنے کے وقت بھی اسی طرح امانت داری کے طریقے پر عامل رہتے تھے جس طرح بیچنے کے وقت عامل رہا کرتے تھے۔ (۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عشقِ رسول

ایک مرتبہ ایک خاتون امام صاحب رحمہ اللہ کی دکان پر آئی اور اس نے کپڑا خریدنا چاہا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ملازم سے کہا کہ کپڑا نکال کر دکھاؤ، اس نے تھان نکالا اور اس پر ہاتھ رکھ کر "صلی اللہ علی محمد" کہا۔ یہ سن کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سخت برہم ہوگئے اور ملازم سے کہا کہ تم

(۱) "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات" ص: ۲۹۳

میرے کپڑے کی تعریف درود سے کرتے ہو؟ اس پاداش میں آج خرید وفروخت بند رہے گی! چنانچہ ایسا ہی کیا۔ (۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تجارت میں احتیاط

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے شریک کے پاس تجارت کا مال بھیجا، جس میں ایک کپڑا عیب دار تھا، آپ نے انہیں یہ پیغام بھی دیا تھا کہ جب اس کو بیچیں تو عیب کو ضرور بیان کریں۔ انہوں نے کپڑا بیچ دیا مگر عیب کو بیان کرنا غلطی سے بھول گئے، اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس شخص نے خریدا ہے۔ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اس واقعے کا علم ہوا تو آپ نے پوری قیمت صدقہ فرمادی جو تیس ہزار (۳۰۰۰۰) درہم تھی، نہ صرف یہ بلکہ کاروبار میں اپنے شریک سے بھی علیحدگی اختیار فرمالی:

وأرسل لشريكه متاعا فيه ثوب معيب يبيعه ويبين ما فيه من العيب، فباعه ولم يبين نسيانا وجهل المشتري، فلما علم أبو حنيفة تصدق بثمن المتاع كله وكان ثلاثين ألف درهم وفاصل شريكه. (۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی لاجواب فراست

آپ کے مخالفین میں سے ایک شخص نے ایک مرتبہ آپ سے عجیب سوال کیا، کہنے لگا: آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جنت کا اُمیدوار نہ ہو، نہ دوزخ سے ڈرتا ہو اور نہ پروردگار سے، مُردار کھاتا ہے، بے رُکوع وسجود نماز پڑھتا ہے، بن دیکھے گواہی دیتا ہے، سچی بات کو ناپسند کرتا ہے، فتنے کو دوست رکھتا ہے، رحمت سے دُور بھاگتا ہے، اور یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تجھے اس شخص کا علم ہے؟ اس نے کہا: نہیں، مگر میں نے اس سے زیادہ بُرا کسی کو نہ دیکھا، اس لئے آپ سے سوال کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا: ایسے شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ایسا شخص بہت ہی بُرا ہے، یہ صفات کسی کافر کی ہوسکتی ہیں، مسلمان کی نہیں۔ یہ جواب سُن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: وہ شخص خدائے تعالیٰ کا سچا دوست ہے۔ اس کے بعد اس شخص سے

---

(۱) عقود الجمان: الباب العشرين، ص: ۳۰۹

(۲) الخيرات الحسان: الفصل الثامن عشر في زهده وورعه، ص: ۵۹

کہا: اگر اس کا جواب بتاؤں تو تُو میری بدگوئی سے باز رہے گا؟ اور جو چیز تجھے نقصان پہنچائے گی اس سے بچے گا؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا:

وہ شخص جنت کی اُمید نہیں رکھتا بلکہ ربِّ جنت کی اُمید رکھتا ہے، اور وہ جہنم سے نہیں ڈرتا، بلکہ جہنم کے ربّ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ اپنی بادشاہت میں کسی پر ظلم کرے، مُردہ مچھلی کھاتا ہے، جنازے کی نماز پڑھتا ہے جس میں رُکوع سجدہ نہیں ہے، بن دیکھی بات پر گواہی دینے کے یہ معنی ہیں کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، حالانکہ اللہ کو کسی نے نہیں دیکھا، اور موت کو ناپسند کرتا ہے، جو برحق ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرے، اور مال واولاد فتنہ ہے، جس کو عموماً ہر شخص دوست رکھتا ہے، بارش رحمت ہے جس سے دُور بھاگتا ہے، یہود کی اس بات تصدیق کرتا ہے: ''لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ'' (البقرۃ:۱۱۳) عیسائی گمراہی پر ہیں، اور نصاریٰ کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے: ''لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ'' (البقرۃ:۱۱۳)۔ جب اس شخص نے یہ پُرمغز اور مسکت جواب سنا تو کھڑا ہوا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جبینِ مبارک کو بوسہ دیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں:

من ذلك أن رجلا ممن يكرهه سأله ما تقول في رجل لا يرجو الجنة، ولا يخاف من النار، ولا يخاف الله تعالى، ويأكل الميتة ويصلي بلا ركوع ولا سجود، ويشهد بما لا يرى، ويبغض الحق، ويحب الفتنة ويفر عن الرحمة ويصدق اليهود والنصارىٰ، فقال: ألك بهٰذه علم، قال: لا، ولكن لم أجد شيئا هو أشنع من هٰذا، فسألتك عنه. فقال أبو حنيفة لأصحابه: ما تقولون في هٰذا الرجل؛ قالوا: شر هٰذا الرجل، هٰذه صفة كافر فتبسم وقال: هو من أولياء الله تعالىٰ حقا، ثم قال للرجل: إن أنا أخبرتك أنه كذلك تكف عني لسانك وعن الحفظة ما يضرك؛ قال: نعم! قال: هو يرجو رب الجنة، ويخاف رب النار، ولا يخاف الله تعالىٰ أن يجور عليه في عدله وسلطانه، ويأكل ميتة السمك، ويصلي على الجنازة. ومعنى شهادته بما لا يرى أنه يشهد أن لا إله إلّا الله وأن محمدا عبده

ورسوله ويبغض الحق الذی هو الموت ليطيع الله تعالى، والفتنة المال والولد. والرحمة المطر. ويصدق اليهود في قولهم: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَیْءٍ﴾ فقام الرجل وقبل رأسه وقال: أشهد أنك على الحق. (۱)

امام صاحب رحمہ اللہ کی قیافہ شناسی

امام صاحب رحمہ اللہ کے محلے میں ایک شخص رہتا تھا جو نہایت متعصب شیعہ تھا، اس کے پاس دو خچر تھے، تعصب سے ایک کا ''ابوبکر'' اور دُوسرے کا ''عمر'' نام رکھا تھا۔ اتفاق سے ایک خچر نے ایسی لات ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ اسی زخم سے مرگیا، محلے میں اس کا چرچا ہوا، امام صاحب رحمہ اللہ نے سنا تو کہا: دیکھنا اسی خچر نے مارا ہوگا جس کا نام اس نے ''عمر'' رکھا تھا، لوگوں نے دریافت کیا تو واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔ (۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیرت انگیز ذہانت

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ مجھ سے بات کرے، اور اس نے بھی قسم کھائی ہے کہ وہ مجھ سے بات نہ کرے گی یہاں تک کہ میں اس سے بات کروں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تم دونوں میں سے کسی کی قسم نہیں ٹوٹی، جب یہ بات سفیان ثوری رحمہ اللہ تک پہنچی تو غصہ ہونے لگے امام صاحب سے فرمایا: آپ حرام چیزوں کو حلال کرتے ہیں، آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے بتایا؟ آپ نے فرمایا: مَرد کے قسم کھانے کے بعد جب عورت نے قسم کھانے کے لئے بات کی تو مرد کی قسم پوری ہوگئی، اور پھر جب اس شخص نے اس عورت سے بات کی تو نہ مرد کی قسم ٹوٹی نہ عورت کی اس لئے کہ اس عورت نے اس سے کلام کیا اور اس شخص نے اس عورت سے بعد قسم کے کلام کیا تو دونوں کی قسم پوری ہوگئی، یہ سُن کر حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا: آپ کے لئے ایسے علوم کھولے جاتے ہیں جن سے ہم سب غافل ہیں:

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون فی عظیم ذکاء وأجوبة المسکتة، ص: ۶۳، ۶۳

(۲) سیرۃ النعمان، ص: ۸۶

وقال له رجل: إني حلفت أن لا أكلم امرأتي أو تكلمني وحلفت أن لا تكلمني أو أكلمها فقال: لا حنث عليكما فسمع سفيان الثوري ذلك فجاء مغضبا وقال: تبيح الفروج من أين لك هذا؛ قال: لما شافهته باليمين بعد ما حلف كانت مكملة له فسقطت يمينه فإن كلمها فلا حنث عليه ولا عليها لأنها كلمت وكلمها بعد اليمين فسقطت عنهما فقال له سفيان إنه ليكشف لك من العلم عن شيء كنا عنه غافلون.[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیرت انگیز حاضر جوابی

حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كنت أسمع بذكر أبي حنيفة وأتمنى رؤيته فإني بمكة إذ رأيت الناس مجتمعين على شخص فسمعت انسانا ينادي: يا أبا حنيفة! فعلمت أنه هو. فسأله رجل فقال له: إن لي مالًا كثيرًا وولدًا أزوجه وأنفق عليه المال الكثير فيطلق فيذهب مالي، فهل لي من حيلة؛ قال: أدخل به سوق الرقيق واشتر من يعجبه ثم زوجه إياها فإن طلقها رجعت مملوكة لك وإن أعتقها لم ينفذ عتقه. قال الليث: فوالله! ما أعجبني جوابه كما أعجبني سرعة جوابه.[2]

ترجمہ:- میں امام ابوحنیفہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور ملاقات کے لئے مشتاق تھا، ایک سال میں مکہ معظمہ میں تھا، دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں، میں نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے پکارا: ''اے ابوحنیفہ!'' تب میں نے جانا کہ یہی امام ابوحنیفہ ہیں، ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ میں بہت مال دار ہوں، میرا ایک لڑکا ہے، میں کافی مال خرچ کر کے اس کی شادی کر دیتا ہوں، مگر وہ

---

(۱) الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون في عظيم ذكاء وأجوبة المسكتة، ص۷۱

(۲) الخيرات الحسان، الفصل الثاني والعشرون في عظيم ذكاءه وأجوبته المسكتة، ص: ۷۳

طلاق دے دیتا ہے، اور اگر باندی اس کے لئے خریدوں تو آزاد کر دیتا ہے، میرا مال مفت میں ضائع ہو جاتا ہے، تو کیا اس کی کوئی ترکیب ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو باندیوں کے بازار میں لے جاؤ اور جسے وہ پسند کرے اسے خرید لو، پھر اس کی شادی اس باندی سے کردو، پھر اگر طلاق بھی دے گا تو وہ تمہاری باندی ہو کر رہے گی، اور اگر آزاد کرے گا تو آزاد نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ تمہاری مملوک ہے۔ حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بخدا! مجھے ان کا جواب اس قدر تعجب خیز نہ ہوا، جس قدر ایسے مشکل مسئلے کا فوراً جواب دینا پسند آیا۔

امام محمد باقر اور امام اعظم رحمہما اللہ کے درمیان مکالمہ

امام اعظم رحمہ اللہ کے معروف شاگرد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ)، امام اعظم کی سیدنا امام باقر رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۴ھ) سے ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام صاحب کی امام محمد باقر سے مدینہ طیبہ میں ملاقات ہوئی۔ امام اعظم رحمہ اللہ پر بعض حاسدین نے ترکِ احادیث کا الزام لگا رکھا تھا، چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو امام باقر رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا:

أنت الذي خالفت أحاديث جدي بالقياس؟

ترجمہ:- کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جو اپنے قیاس کی بنا پر میرے جدِ امجد کی احادیث کی مخالفت کرتے ہیں؟

امام اعظم رحمہ اللہ نے کہا: معاذ اللہ! آپ تشریف رکھیں تو عرض کرتا ہوں، آپ کی عزت و حرمت ہم پر ایسے لازم ہے جیسے آپ کے جدِ امجد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت تھی۔ امام باقر رحمہ اللہ تشریف فرما ہوئے تو امام صاحب بھی آپ کے رُو برو باادب بیٹھ گئے اور عرض کیا: میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں، آپ ان کے جواب مرحمت فرمادیں۔ پہلا سوال یہ ہے:

الرجل أضعف أم المرأة؟

ترجمہ:- مرد ضعیف ہے یا عورت؟

انہوں نے فرمایا: عورت۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عرض کیا: عورت کا وراثت میں کتنا

حصّہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: عورت کا حصّہ مرد کے حصّے کا نصف ہے۔ یہ جواب سُن کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عرض کیا:

هذا قول جدك ولو حوّلت دين جدك لكان ينبغي في القياس أن يكون للرجل سهم وللمرأة سهمان لأن المرأة أضعف من الرجل.

ترجمہ:- یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے، اور اگر میں آپ کے نانا کے دِین کو قیاس کے ذریعے بدلنا چاہتا تو قیاس کے مطابق آدمی کو ایک حصّہ دیتا اور عورت کو دو، کیونکہ مرد کی نسبت عورت زیادہ کمزور ہوتی ہے۔

پھر اِمام اعظم رحمہ اللہ نے دُوسرا سوال عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ اِمام باقر رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز۔ اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا:

هذا قول جدك ولو حوّلت دين جدك فالقياس أن المرأة إذا طهرت من الحيض أمرتها أن تقضي الصلوة ولا تقضي الصوم.

ترجمہ:- یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے، اگر میں نے آپ کے نانا کے دِین کو تبدیل کردیا ہوتا تو قیاس یہ کہتا ہے کہ عورت جب حیض سے پاک ہو تو اسے حکم دیا جائے کہ روزہ قضا کرنے کے بجائے وہ فوت شدہ نمازیں ادا کرے (اس لئے کہ نماز کا مقام و مرتبہ روزے سے زیادہ ہے)۔

پھر اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تیسرا سوال عرض کیا: پیشاب زیادہ نجس ہے یا مَنی؟ اِمام باقر رحمہ اللہ نے فرمایا: پیشاب۔ اس پر اِمامِ اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا:

فلو كنت حوّلت دين جدك بالقياس لكنت أمرت أن يغسل من البول ويتوضأ من النطفة لأن البول أقذر من النطفة. ولكن معاذ الله أن أحوّل دين جدك بالقياس.

ترجمہ:- اگر میں نے قیاس سے آپ کے نانا کا دِین بدل دیا ہوتا تو میں فتویٰ دیتا کہ پیشاب کرنے پر غسل کرنا چاہئے اور مَنی خارج ہونے پر وضو، کیونکہ پیشاب مَنی سے زیادہ نجس ہوتا ہے، لیکن معاذ اللہ! کہ میں آپ کے نانا کے دِین کو قیاس کے ذریعے تبدیل کروں۔

یہ سنتے ہی امام باقر اپنے مقام سے اُٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے، آپ کو شرف و تکریم سے نوازا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔(۱)

تین سوالات کے مُسکت جوابات

ایک رُومی دانش مند بغداد میں خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا، علم و فضل اور دانائی اور ہمہ دانی کے دعوے کیے اور بڑے طمطراق سے کہا کہ میرے پاس ایسے تین سوال ہیں کہ آپ کی پوری سلطنت کے علماء بھی جمع ہو کر ان کا جواب نہیں دے سکتے، خلیفہ حیران ہوا، اس نے اعلان کرا دیا، علمائے عظام، ائمۂ کبار اور بڑے بڑے فقہاء جمع ہوئے، امامِ اعظم رحمہ اللہ بھی تشریف لائے، رُومی دانش مند نے اپنے لیے منبر رکھوایا تھا، جب سب علماء آ گئے، تو رُومی نے منبر پر چڑھ کر علمائے اسلام کو علی الترتیب اپنے تین سوال پیش کیے:

۱- یہ بتاؤ کہ خدا سے پہلے کون تھا؟

۲- یہ بتاؤ کہ خدا تعالیٰ کا رُخ کدھر ہے؟

۳- اور یہ بتاؤ کہ اس وقت خدا تعالیٰ کیا کر رہا ہے؟

واقعۃً بظاہر پریشان کن سوالات تھے مجمع پر سکوت طاری تھا، سب جواب سوچ رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آگے بڑھے اور کہا:

آپ نے منبر پر بیٹھ کر سوالات بیان کیے ہیں تو مجھے بھی ان کے جوابات منبر پر بیٹھ کر دینا چاہیے تا کہ سب حاضرین آسانی سے سُن سکیں، لہٰذا اب تمہیں منبر سے نیچے اُتر آنا چاہیے۔

رُومی دانش مند منبر سے نیچے اُترا تو امام صاحب رحمہ اللہ منبر پر تشریف لے گئے اور رُومی کو مخاطب کر کے کہا: اب نمبر وار اپنے سوال دُہراتے جاؤ اور ان کا جواب سنتے جاؤ! رُومی دانش مند سابقہ ترتیب سے سوالات دُہراتا رہا اور امام صاحب رحمہ اللہ حسب ذیل جوابات دیتے رہے:

۱- پہلے سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: گنتی شمار کرو، رُومی نے دس تک گنتی شمار کی۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: دس سے پیچھے کی طرف اُلٹی گنتی کرو! رُومی نے دس سے اُلٹی گنتی شروع کی جب ایک پر پہنچا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ ایک سے پہلے گنو! رُومی نے کہا:

---

(۱) مناقب أبي حنيفة: ج:۱ ص ۱۶۸ / الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون: ص ۷۶

ایک سے پہلے کوئی گنتی نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے! تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: یعنی جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کوئی چیز محقق نہیں ہوسکتی، تو پھر واحد حقیقی معنوی سے پہلے کس طرح کوئی چیز محقق ہوسکتی ہے...؟ تو خدا بھی ایک ہے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں ہے!

۲-دُوسرے سوال کے جواب میں امام صاحب رحمہ اللہ نے ایک شمع روشن کی اور کہا: بتاؤ اس کا رُخ کدھر ہے؟ رُومی دانش مند نے کہا: سب کی طرف ہے! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: شمع مخلوق ہے اس کے اس رُخ کے تعین سے آپ جیسے دانش مند بھی عاجز ہیں تو خالق کے رُخ کی تعین میں بے چارے عاجز بندوں کا کیا دخل؟ بہر حال خدا تعالیٰ کا رُخ بھی سب کی طرف ہے!

۳-تیسرے سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے تجھے منبر سے نیچے اُتار دیا اور مجھے منبر پر بیٹھنے کی عزت بخشی! رُومی دانش مند نے جوابات سنے تو شرمندہ ہوا اور راہِ فرار اختیار کی۔ (۱)

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تقویٰ اور مجوسی کا قبولِ اسلام

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ (متوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

روی أن أبا حنيفة كان له على بعض المجوس مال فذهب إلى داره ليطالبه به، فلما وصل إلى باب داره وقع على نعله نجاسة، فنفض نعله فارتفعت النجاسة عن نعله ووقعت على حائط دار المجوسي فتحير أبو حنيفة وقال: إن تركها كان ذلك سببا لقبح جدار هذا المجوسي وإن حككتها انحدر التراب من الحائط. فدق الباب فخرجت الجارية فقال لها: قولي لمولاك إن أبا حنيفة بالباب، فخرج إليه وظن أنه يطالبه بالمال، فأخذ يعتذر. فقال أبو حنيفة: ههنا ما هو أولى، وذكر قصة الجدار، وأنه كيف السبيل إلى تطهيره؟ فقال المجوسي: فأنا أبدأ بتطهير نفسي فأسلم في الحال. (۲)

---

(۱) مفتاح السعادة ومصباح السيادة: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، المطلب الخامس في أجوبته اللطيفة، ج۲ ص۱۸۶

(۲) التفسير الكبير: سورة الفاتحة، الفصل الرابع في تفسير قوله: مالك يوم الدين، ج۱ ص۲۰۳

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا ایک مجوسی پر کچھ قرضہ ہو گیا تھا، ایک روز آپ اس مجوسی کے گھر مطالبے کے لئے گئے، جب اس کے مکان کے دروازے کے قریب پہنچے تو آپ کی جوتی کو اتفاقاً کچھ نجاست لگ گئی، آپ نے اس سے نجاست کو دور کرنے کی غرض سے اسے جھاڑا تو کچھ نجاست اُڑ کر مجوسی کی دیوار پر لگ گئی، اس صورتِ حال سے آپ بڑے رنجیدہ و پریشان ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو یہ دیوار قبیح ہو جائے گی، اور اگر اس کو کریدتا ہوں تو اس سے دیوار کی مٹی گر پڑے گی اور اس سے مالک مکان کو نقصان پہنچتا ہے، چنانچہ آپ نے مجوسی کے دروازے پر دستک دی جس پر ایک لونڈی باہر آئی، آپ نے اس کو کہا کہ اپنے مالک کو خبر دو کہ ابوحنیفہ دروازے پر کھڑا ہے، لونڈی کے کہنے پر مجوسی گھر سے باہر نکلا اور اس نے یہ خیال کیا کہ شاید یہ مجھ سے اپنے مال کا مطالبہ کریں گے، عذر کرنا شروع کر دیا، آپ نے اس سے دیوار کی نجاست کا قضیہ بیان کر کے فرمایا کہ اب کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ تمہاری دیوار صاف ہو جائے! مجوسی نے (امام ابوحنیفہ کا یہ ورع وتقوی اور زُہد اور کمالِ احتیاط دیکھ کر) کہا: پہلے میں اپنے آپ کو پاک کرتا ہوں! چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عفیف اور پاکیزہ کردار شخصیت

خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۸ھ) سے روایت ہے کہ مجھے حج پر جانے کی سعادت حاصل ہوئی تو اس موقع پر میں نے اپنی لونڈی امام ابوحنیفہ کی خدمت کے لئے ان کے ہاں چھوڑ دی، مجھے تقریباً چار ماہ تک مکہ معظمہ میں قیام کرنا پڑا، واپسی پر جب میں امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ حضرت! میری لونڈی کو خدمت و اخلاق کے اعتبار سے آپ نے کیسے پایا؟ فرمانے لگے: جو آدمی قرآن پڑھتا ہو اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہو، علمِ حلال اور علمِ حرام سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہو، اس کے لئے لازم ہے کہ عام لوگوں سے بڑھ کر اپنے نفس اور نگاہوں کی

حفاظت کرے، اللہ کی قسم! جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں میں نے آپ کی لونڈی کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

خارجہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنی لونڈی سے امام ابوحنیفہ کے اخلاق اور گھریلو معاملات کے بارے میں دریافت کیا، تو لونڈی کہنے لگی: میں نے امام ابوحنیفہ جیسی عفیف پاک دامن اور پاکیزہ کردار والی شخصیت نہ دیکھی ہے اور نہ سنی ہے، میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ امام ابوحنیفہ نے کبھی دن یا رات کو اپنے گھر میں جنابت سے غسل کیا ہو، جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھنے کے لئے آپ اپنے گھر سے باہر چلے جاتے پھر واپس تشریف لاتے اور گھر میں چاشت کی خفیف نماز پڑھتے، اس کے بعد غسل فرماتے، تیل لگاتے، پھر نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جاتے، میں نے کسی دن بھی انہیں کبھی بغیر روزے کے نہیں دیکھا، رات کے آخری حصے میں معمولی کھانا کھایا کرتے تھے، سونا تو کم ہوتا پھر نماز کے لئے چلے جاتے:

خارجة بن مصعب يقول: خرجت إلى الحج وخلفت جارية لي عند أبي حنيفة وكنت قد أقمت بمكة نحوا من أربعة أشهر، فلما قدمت قلت لأبي حنيفة: كيف وجدت خدمة هذه الجارية وخلقها؟ فقال لي: من قرأ القرآن وحفظ على الناس علم الحلال والحرام احتاج أن يصون نفسه عن الفتنة. والله! ما رأيت جاريتك مذ خرجت إلى أن رجعت.
قال: فسألت الجارية عنه وعن أخلاقه في منزله فقالت: ما رأيت وما سمعت مثله ما رأيته نام على فرش مذ دخلت إليه ولا رأيته اغتسل في ليل ولا نهار من جنابة ولقد كان يوم الجمعة يخرج فيصلي صلاة الصبح ثم يدخل إلى منزله فيصلي صلاة الضحى صلاة خفيفة وذلك أنه كان يبكر إلى الجامع فيغتسل غسل الجمعة ويمس شيئا من دهن ثم يمضي إلى الصلاة وما رأيته يفطر بالنهار قط وكان يأكل آخر الليل ثم يرقد رقدة خفيفة ثم يخرج إلى الصلاة.[1]

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي في أمانة أبي حنيفة، ص: ۵۰

تفقہ حاصل کرنے کے لئے سب سے مددگار چیز

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ تفقہ حاصل کرنے کے لئے کون سی چیز مددگار ہے؟ آپ نے فرمایا: یکسوئی اختیار کرنا! اس نے پوچھا: یکسوئی کیسے حاصل ہوگی؟ آپ نے فرمایا: متعلق اور غیر متعلق چیزوں کو کم کرنے سے! اس نے پوچھا: وہ کیسے کم ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: جس چیز کی جتنی ضرورت ہو اس سے زیادہ نہ لو! (۱)

اکابر کا اختلاف اور مسلکِ اعتدال

ایک شخص نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلافات اور جنگِ صفین کے مقتولین کے بارے پوچھا، تو فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مجھے اپنے سامنے کھڑا کرے گا تو ان کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہ فرمائے گا، ہاں! جن چیزوں کا مجھے مکلف کیا گیا ہے مجھ سے ان کے بارے میں سوال ہوگا، لہٰذا میں انہی چیزوں میں مشغول رہنا پسند کرتا ہوں جن کے بارے میں قیامت کے دن مجھ سے سوال ہوگا۔ (۲)

ہم عصر علماء کا احترام

سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں کچھ شکر رنجی تھی، ایک شخص نے امام صاحب سے آکر کہا کہ سفیان آپ کو بُرا کہہ رہے ہیں، امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: خدا میری اور سفیان دونوں کی مغفرت کرے! سچ یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے موجود ہوتے ہوئے بھی اگر سفیان دُنیا سے اُٹھ جاتے تو مسلمانوں کو سفیان کے مرنے کا غم ہوتا۔ (۳)

امام مالکؒ اور احترامِ امام ابوحنیفہؒ

اسماعیل بن فدیک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو دیکھا کہ وہ حضرت امامِ اعظم کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور دونوں اکٹھے چل رہے ہیں اور باہمی گفتگو بھی

---

(۱) ''ملفوظات امام ابوحنیفہ''، ص ۴

(۲) ''ملفوظات امام ابوحنیفہ''، ص ۷

(۳) سیرۃ النعمان، ص ۶۱

جاری ہے، حتیٰ کہ دونوں مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے تو میں نے دیکھا کہ امام مالک نے امام اعظم کا احترام کرتے ہوئے انہیں مسجد میں داخل ہوتے وقت آگے کیا اور خود پیچھے داخل ہوئے، میں نے امام اعظم کو مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا مَوْضِعُ الْأَمَانِ فَآمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ وَنَجِّنِيْ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ:- شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ مسجد امن کی جگہ ہے، الٰہی! مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور آگ سے نجات عطا فرما۔

عن إسمعيل بن أبي فديك قال رأيت مالكا قابضا على يد الإمام وهما يمشيان فلما بلغا المسجد قدم الإمام فسمعته لما دخل المسجد قال: بسم الله الرحمن الرحيم هذا موضع الأمان فأمني من عذابك ونجني من النار. (۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ملاقات کی تمنا

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نقل کرتے ہیں:

قال الليث بن سعد: كنت أسمع بذكر أبي حنيفة، فأتمنى أن أراه فإني بمكة إذ رأيت الناس متقصفين على رجل، فسمعت رجلا يقول: يا أبا حنيفة، فقلت: إنه هو. (۲)

ترجمہ:- امام لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ کی شہرت سنتا تھا ملنے کا بے حد مشتاق تھا، حسنِ اتفاق سے مکہ معظمہ میں اس طرح ملاقات ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ ٹوٹ پڑے ہیں، مجمع میں ایک شخص کی زبان سے یہ کلمہ سنا کہ ”اے ابوحنیفہ!“ میں نے جی میں کہا کہ (تمنا برآئی) یہی امام ابوحنیفہ ہیں۔

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية، ترجمة: الإمام الأعظم النعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۴۵۹

(۲) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص: ۳۶

خلیفہ ابوجعفر کا عہدۂ قضا کی پیشکش اور آپ کا اِنکار

خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بلا کر عہدۂ قضا تفویض کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے قسم اُٹھا کر کہا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی قسمیہ کہہ دیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا، ربیع حاجب امام صاحب رحمہ اللہ سے کہنے لگا: آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المؤمنین قسم اُٹھا رہے ہیں؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کو جواب دیا: امیر المؤمنین اپنی قسم کا کفارہ اَدا کرنے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں! اس طرح آپ نے عہدۂ قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے جواب میں منصور نے فوراً آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔

آپ کی گرفتاری اور جیل میں زہر سے آپ کی شہادت

منصور کے حکم سے آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں منصور آپ پر یہی دباؤ ڈالتا رہا کہ آپ اگر عہدۂ قضا قبول کرلیں تو آپ کو بڑی عزت اور اکرام کے ساتھ رہا کر دیا جائے گا، لیکن آپ اپنے انکار پر ڈٹے رہے، یہاں تک کہ جیل میں ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ منصور نے آپ کی وفات سے کچھ عرصے پہلے آپ کو رہا کر دیا تھا، لیکن خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

والصحيح أنه توفي وهو في السجن. (۱)

ترجمہ:- صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات ہوئی تو آپ اس وقت جیل میں تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے بحوالہ امام ابوعبداللہ صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) لکھا ہے:

لم يقبل العهد بالقضاء فضُرب وحبس ومات في السجن. (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عہدۂ قضا قبول نہیں کیا تو آپ پر تشدد کیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت ذكر قدوم أبي حنيفة بغداد وموته بها، ج ۱۳ ص ۳۲۹

(۲) سير أعلام النبلاء، ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۴۰۲

امام سبط ابن العجمی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۱ھ) خلفائے بنی عباس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ثم ملكها أبو جعفر المنصور عبدالله فضرب أبا حنيفة على القضاء فأبى ومات في حبسه. [1]

ترجمہ:- پھر ابو جعفر منصور عبداللہ اقتدار پر متمکن ہوا تو اس نے امام ابو حنیفہ کو عہدۂ قضا قبول نہ کرنے پر زدوکوب کیا، لیکن آپ نے پھر بھی اس سے انکار کیا (جس پر اس نے آپ کو جیل میں ڈال دیا) اور آپ اس کی قید میں ہی فوت ہو گئے۔

امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) لکھتے ہیں:

والروايات الظاهرة المشهورة عن الأئمة الثقات والحفاظ الأثبات أنه ضرب على القضاء وما قبل حتى توفي ثم اختلفوا بعد ذلك فمنهم من يقول مات من الضرب وبعضهم قالوا: سقي السم كما روينا. [2]

ترجمہ:- ائمہ ثقات اور حفاظ سے ظاہر اور مشہور روایات یہ ہیں کہ امام ابو حنیفہ کو عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا، لیکن آپ نے یہ عہدۂ قضا قبول نہیں کیا، یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ پھر ان ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی وفات کس وجہ سے ہوئی؟ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی وفات اس تشدد سے ہوئی، اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا جس سے آپ کا انتقال ہو گیا، جیسا کہ ہم نے روایات نقل کی ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ خلیفہ منصور نے آپ کو زہر دیا تھا، جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وبلغنا أن المنصور سقاه السم فاسود ومات شهيدا رحمه الله. [3]

---

(۱) كنوز الذهب في تاريخ حلب: في أيام جعفر المنصور، ج ۲ ص ۲۹۳

(۲) مناقب أبي حنيفة: ص ۳۳۶

(۳) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۴۸

ترجمہ:۔ہمیں روایت پہنچی ہے کہ منصور نے آپ کو زہر دیا، جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔

نیز لکھتے ہیں:

توفی شهيد مسقيا في سنة خمسين ومائة.(۱)

ترجمہ:۔آپ ۱۵۰ھ میں زہر کے اثر سے شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا جب انتقال ہو گیا تو قاضیٔ شہر اور مشہور محدث وفقیہ امام حسن بن عمارہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۳ھ) نے آپ کو غسل دیا، اور غسل دینے کے بعد فرمایا:

رحمك الله لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ أربعين سنة. كنت افقهنا واعبدنا وازهدنا واجمعنا لخصال الخير (۲)

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے تیس سال افطار نہیں کیا اور نہ چالیس سال تک رات کو آرام کیا۔ آپ ہم سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ عبادت گزار، ہم سب سے زیادہ پرہیزگار اور تمام اچھی خصلتوں کے ہم سب سے زیادہ جامع تھے۔

کثرتِ ہجوم کی وجہ سے چھ مرتبہ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی

غسل کے بعد آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور جنازے میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ بعض روایات میں ہے پچاس ہزار لوگ شریک تھے، اور بعض روایات میں ہے کہ ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی، لیکن اس کے بعد بھی جنازہ پڑھنے کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، یہاں تک کہ چھ دفعہ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

امام ابوسعد سمعانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے لکھا ہے:

وصُلّي عليه ست مرات من كثرة الزحام آخرهم صلى عليه ابنه حماد.(۳)

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج۶ ص ۴۰۳

(۲) الخيرات الحسان: الفصل الثالث والثلاثون، ص ۹۳

(۳) الأنساب: باب الراء والألف الرائي، ج۶ ص ۶۵

ترجمہ:۔آپ کی نمازِ جنازہ لوگوں کے بہت زیادہ ہجوم کی وجہ سے چھ مرتبہ پڑھی گئی اور آخری دفعہ کی امامت آپ کے صاحبزادے امام حماد نے کی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک مختصر خاکہ

حفظِ قرآن بقراءتِ عاصم:	۸۶ھ تا ۸۸ھ، ۲ سال بہ عمر ۸ سال
نحو وادب:	۸۸ھ تا ۹۰ھ، ۲ سال بہ عمر ۱۰ سال
علم الکلام:	۹۰ھ تا ۹۴ھ، ۵ سال بہ عمر ۱۵ سال
مناظرہ:	۹۵ھ تا ۹۸ھ، ۳ سال بہ عمر ۱۸ سال
علم الحدیث:	۹۹ھ تا ۱۰۳ھ، ۵ سال بہ عمر ۲۳ سال
فقہ وعلم الشرائع:	۱۰۴ھ تا ۱۲۰ھ، ۱۷ سال بہ عمر ۴۰ سال

گویا چالیس سال کی عمر میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے اُستاذ کی جگہ پر بحیثیت ایک مجتہد، فقیہ، محدّث اور مفسّر کے تشریف فرما ہوئے۔(۱)

انسائیکلو پیڈیا آف اِسلام کا جائزہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت اور فقہِ حنفی کی شانِ محبوبیت، آفاقیت اور قبولیتِ عامہ کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آج کافی عرصہ پہلے عالمی سطح پر ایک جائزہ لیا گیا تھا اور اس غرض سے لیا گیا تھا کہ دُنیا بھر میں مسلمان کہلانے والوں کے جو مکتبِ فکر زیادہ مشہور ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پیروکاروں کی تعداد کتنی ہے؟ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اِسلام مختصر لیڈین ۱۹۱۱ء کے مطابق دُنیا بھر میں ''زیدیہ'' مکتبِ فکر کی تعداد تقریباً تیس لاکھ، ''اثنا عشریہ'' تقریباً ایک کروڑ سینتیس لاکھ، اور ''اہلِ سنّت والجماعت'' میں سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین کی تعداد تقریباً تیس لاکھ، امام مالک رحمہ اللہ کے مقلدین تقریباً چار کروڑ، امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین کی تعداد تقریباً دس کروڑ، حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین اور فقہِ حنفی کے پیروکار چونتیس کروڑ سے زائد پائے گئے، گویا عالمِ اِسلام کا سوادِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیقات پر اِعتماد کرتا اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

بہرحال عالمِ اِسلام سے قطعِ نظر اپنے مُلک کے حالات کا جائزہ لیں تو یہاں پچانوے

(۱) ''امامِ اعظم اور علم حدیث'' ص:۲۳۹

فیصد شہری امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پیروکار ہیں، جس ملک میں جس مسلک کا عمومی رواج ہو، اور مسائل کے متعلق جن لوگوں کی اکثریت ہو، وہاں اسی مسلک کی اتباع کی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ ''یعنی بڑی اکثریت کی پیروی کرو، ''مَنْ شَذَّ شُذَّ إِلَى النَّارِ ''یعنی جس نے عام مسلمانوں سے الگ ہو کر راہ بنائی وہ جہنم میں گرا۔

ہم پر لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل سے سرفراز ہوں اور جس شذوذ (جہنم میں پڑنے) کی دھمکی دی گئی ہے اس سے بھی مامون ہو جائیں۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی جلیل القدر صحابہ کرام تک سندِ متصل

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جن طرق کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حدیث حاصل کیا اسے خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) اور دیگر ائمہ نے آپ ہی کی زبانی روایت کیا ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا:

> دخلت على أبي جعفر أمير المؤمنين فقال لي: يا أبا حنيفة! عمن أخذت العلم؟ قال: قلت: عن حماد عن إبراهيم عن عمر بن الخطاب، وعلي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وعبد الله بن عباس. قال: فقال أبو جعفر: بخ بخ استوثقت ما شئت يا أبا حنيفة! الطيبين الطاهرين المباركين صلوات الله عليهم.[1]

> ترجمہ:- میں امیر المؤمنین ابوجعفر منصور کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: ابوحنیفہ! آپ نے علم الحدیث کہاں سے حاصل کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے بواسطہ حماد (بن سلیمان)، ابراہیم (بن یزید نخعی) کے طریق سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔ یہ سُن کر خلیفہ ابومنصور نے کہا: بہت خوب، بہت خوب ابوحنیفہ! آپ نے ان طیب، پاکیزہ اور مبارک ہستیوں صلوات اللہ علیہم سے حسبِ خواہش علمی ثقاہت اور پختگی ومضبوطی حاصل کر لی۔

---

(۱) تاریخ بغداد، ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۳۵

اس روایت میں امامِ اعظم رحمہ اللہ نے اکابر تابعین اور جلیل القدر صحابہ کرام تک علم الحدیث میں اپنی متصل سند بیان فرمائی ہے۔

شہرِ کوفہ کی قدر و منزلت اور علومِ شریعت کا عظیم الشان مرکز

کوفہ علم الحدیث کا عظیم مرکز

علم الحدیث اور اس سے متعلقہ علوم کی آبیاری میں کوفہ کی بلند پایہ علمی و فنی خدمات کو جاننے کے لئے اس شہر کی تاریخی حیثیت، یہاں پر صحابہ کرام کی آبادکاری، تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں نظامِ تعلیم و تربیت کا آغاز و ارتقاء، اور وہاں مقیم وارثانِ علمِ حدیثِ رسول کی تعداد سے آگاہی از حد ضروری ہے، لہٰذا ہم سب سے پہلے تاریخی نقطہ نظر سے دیکھیں گے کہ اس عظیم علمی شہر کی بنیاد رکھنے والے صاحبانِ علم کون تھے؟

عہدِ فاروقی میں کوفہ کی بنا و تعمیر

تاریخی اعتبار سے ۱۷ھ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام کی کوفہ میں آمد کے وقت اس شہر کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قادسیہ، مدائن اور جلولاء کے معرکوں سے فراغت کے بعد اس شہر کی بنیاد رکھی، اور اس کو فوجی چھاؤنی اور سرائے کی حیثیت سے آباد کیا، لیکن جلد ہی یہ شہر صحابہ کرام کی کثیر تعداد میں آمد اور آبادکاری کے سبب علم و فن اور تقویٰ و طہارت کی آماجگاہ بن گیا، اور اسلام کی عظیم تہذیب و ثقافت کا علمبردار بن کر آئندہ کئی صدیوں تک علم و فکر کا عظیم مرکز بنا رہا۔

۱- امام عبد الحمید بن جعفر تبع تابعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۳ھ) شہرِ کوفہ کی بنیاد رکھنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> أن عمر بن الخطاب كتب إلى سعد بن أبي وقاص يأمره أن يتخذ للمسلمين دار هجرة وقيروانا وأن لا يجعل بينه وبينهم بحرا. فأتى الأنبار وأراد أن يتخذها منزلا فكثر على الناس الذباب فتحوّل إلى موضع آخر فلم يصلح فتحوّل إلى الكوفة فاختطها وأقطع الناس

المنازل وأنزل القبائل منازلهم وبنى مسجدها وذلك في سنة سبع عشرة.[1]

ترجمہ:- حضرت عمر بن خطاب نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ مسلمانوں کے لئے کوئی دارِ ہجرت اور قافلوں کے ٹھہرنے کی جگہ بنائی جائے اور (وہ جگہ ایسی ہو جس میں) آپ کے اور ان کے درمیان کوئی سمندر حائل نہ ہو۔ سو آپ انبار آئے اور اسے گھر بنانا چاہا تو وہاں مکھیوں کی کثرت کے باعث آپ دوسری جگہ چلے گئے، مگر وہ جگہ بھی مناسب ثابت نہ ہوئی۔ پس آپ نے کوفہ تشریف لا کر اس کی داغ بیل ڈالی، لوگوں کے لئے مکانات بنائے اور قبیلوں کو اپنے اپنے گھر فراہم کئے، نیز وہاں مسجد تعمیر کی اور یہ سب کچھ ۱۷ھ میں ہوا۔

۲- امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) سن ۱۷ھ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ارتحل سعد بالناس من المدائن حتى عسكر بالكوفة في المحرم سنة سبع عشرة وكان بين وقعة المدائن ونزول الكوفة سنة وشهران. وكان بين قيام عمر واختطاط الكوفة ثلاث سنين وثمانية أشهر. اختطت سنة أربعة من إمارة عمر في المحرم سنة سبع عشرة من التاريخ.[2]

ترجمہ:- حضرت سعد نے لوگوں کے ساتھ مدائن سے کوچ کر کے محرم ۱۷ھ کو کوفہ میں لشکر ٹھہرایا، واقعہ مدائن پیش آنے اور کوفہ میں ٹھہرنے کا درمیانی عرصہ ایک سال اور دو ماہ بنتا ہے۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے قیام اور کوفہ کی حد بندی کرنے کا درمیانی عرصہ تین سال اور آٹھ ماہ کا ہے۔ کوفہ کی حد بندی حضرت عمر کے زمانہ امارت میں محرم ۱۷ھ کو ہوئی۔

(۱) فتوح البلدان: ذکر تمصیر الکوفة، ص ۲۷۰

(۲) تاریخ الأمم والملوك: سنة سبع عشرة ذکر سبب تحول من المسلمین...إلخ، ج ۳، ص ۴۲

۳- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) سن ۱۷ھ میں رونما ہونے والے واقعات کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

في المحرم منها انتقل سعد بن أبي وقاص من المدائن إلى الكوفة، وذلك أن الصحابة استوخموا المدائن، وتغيّرت ألوانهم، وضعت أبدانهم لكثرة ذبابها وغبارها فكتب سعد إلى عمر في ذلك، فكتب عمر: إن العرب لا تصلح إلا حيث يوافق إبلها فبعث سعد حذيفة وسلمان بن زياد يرتادان للمسلمين منزلا مناسبا يصلح لإقامتهم. فمرّا على أرض الكوفة وهي حصباء في رملة حمراء فأعجبتهما. ثم كتبا إلى سعد بالخبر، فأمر سعد باختطاط الكوفة، وسار إليها في أول هذه السنة في محرمها، فكان أول بناء وضع فيها المسجد.(۱)

ترجمہ:- اس سال محرم میں حضرت سعد بن ابی وقاص مدائن سے کوفہ منتقل ہوئے، اس لئے کہ صحابہ کرام کو مدائن کی آب وہوا موافق نہ آئی، ان کے رنگ متغیر ہو گئے۔ پس حضرت سعد نے حضرت عمر کو یہ معاملہ لکھ بھیجا تو حضرت عمر نے انہیں لکھا: عربوں کو وہی جگہ موافق آتی ہے جو ان کے اونٹوں کے لئے بہتر ہو۔ سو حضرت سعد نے حذیفہ اور سلمان بن زیاد کو مسلمانوں کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا، وہ دونوں کوفہ کی سرزمین پر سے گزرے جو کہ سرخ ریت میں سنگریزوں پر مشتمل زمین تھی، تو وہ ان کے دل کو بھا گئی، ان دونوں نے حضرت سعد کو اس بارے میں لکھ دیا، تو حضرت سعد نے کوفہ کی حد مقرر کرنے کا حکم دیا، اور اسی سال محرم میں آپ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور سب سے پہلے وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر ومنزلت

۱- حضرت نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۹ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

(۱) البداية والنهاية: تحت سنة سبع عشرة، ج ۷ ص ۸۶، ۸۷

بالكوفة وجوه الناس.[1]

ترجمہ:-کوفہ میں تمام جہتوں سے لوگ جمع ہیں۔

۲-امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

كتب عمر بن الخطاب إلى أهل الكوفة إلى رأس أهل الإسلام.[2]

ترجمہ:-حضرت عمر بن خطاب نے اہلِ کوفہ کی طرف یہ الفاظ لکھے: ''إلى رأس أهل الإسلام'' (اہلِ اسلام کے مرکز کی طرف)۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة جمجمة الإسلام و كنز الإيمان وسيف الله ورمحه يضعه حيث يشاء. وأيم الله! لينصرن الله بأهلها في مشارق الأرض ومغاربها كما انتصر بالحجاز.[3]

ترجمہ:-کوفہ، اسلام کا دماغ، ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے، وہ اسے جہاں چاہے رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور دُنیا کے مشارق اور مغارب میں اہلِ کوفہ کی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے اہلِ حجاز کی مدد کی۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يا أمير المؤمنين! والله! إن الكوفة للهجرة بعد الهجرة وإنها لقبة الإسلام وليأتين عليها يوم لا يبقى مؤمن إلا أتاها وحن إليها والله لينصرن بأهلها كما انتصر بالحجاز.[4]

---

(۱) الطبقات الكبرى: طبقات الكوفيين، ج۶ ص۸۶

(۲) فتوح البلدان: ذكر تمصير الكوفة، ص۲۸۳

(۳) الطبقات الكبرى: طبقات الكوفيين، ج۶ ص۸۶

(۴) تاريخ الأمم والملوك: سنة سبع عشرة خروج عمر بن الخطاب إلى الشام، ج۴ ص۵۹

ترجمہ:-اے امیر المؤمنین! اللہ رب العزت کی قسم! بے شک مدینہ کے بعد اگر کوئی مقام جائے ہجرت ہے تو وہ کوفہ ہے کیونکہ وہ اسلام کا قبہ ہے، اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر مؤمن اس کی طرف آئے گا اور اس کی طرف مائل ہوگا، اللہ تعالیٰ ضرور اہلِ کوفہ کی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے حجز کی مدد کی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

جندب ازدی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة قبة الإسلام يأتي على الناس زمان لا يبقى فيها مؤمن إلا بها أو قلبه يهوى إليها.[1]

ترجمہ:-کوفہ اسلام کا قبہ ہے، لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی مؤمن باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ کوفہ سے وابستہ ہوگا یا اس کا دل کوفہ کی طرف مائل ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ (متوفی ۹۷ھ) سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة قبة الإسلام وأرض البلاء.[2]

ترجمہ:-کوفہ اسلام کا قبہ اور آزمائش کی سرزمین ہے۔

نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله! ما يدفع عن أهل قرية ما يدفع عن هذه يعني الكوفة إلا أصحاب محمد الذين اتبعوه.[3]

ترجمہ:-اللہ رب العزت کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے صحابہ کی حفاظت کے سوا کسی بھی بستی والوں کی حفاظت کوفہ جتنی نہیں کی جاتی۔

---

(۱) فتوح البلدان: ذکر تمصیر الکوفۃ، ص ۲۸۳

(۲) المستدرك على الصحيحين، ومن مناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، ج ۳ ص ۹۶، رقم الحدیث: ۴۵۰۶

(۳) الطبقات الکبریٰ: طبقات الکوفیین، ج ۶ ص ۸۷

کوفہ پندرہ سو[۱۵۰۰] صحابہ کرام کی قیام گاہ

سرزمینِ کوفہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں بہت بڑی تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تشریف لائے، جن میں جلیل القدر صحابہ کرام بھی شامل ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ کوفہ میں صحابہ کرام کی ایک پوری جماعت آکر ٹھہری:

نزلها جماعة من كبار الصحابة.(۱)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید علامہ سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر حضرات، نیز صحابہ کرام کی ایک خلقت یہاں آکر مقیم ہوئی:

والكوفة مزلها مثل ابن مسعود وعمار بن ياسر وعلي بن أبي طالب وخلق من الصحابة.(۲)

تابعی کبیر حضرت قتادہ بن دعامہ بصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: حافظ العصر، قدوة المفسرين والمحدثين كان من أوعية العلم، وممن يضرب به المثل في قوة الحفظ، روى عنه ائمة الإسلام۔)(۳) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک ہزار پچاس[۱۰۵۰] اشخاص اور چوبیس[۲۴] وہ صحابہ جو بدر میں شریک تھے کوفہ تشریف لائے:

نزل الكوفة من الصحابة ألف وخمسون منهم أربعة وعشرون بدريون.(۴)

نقاد محدث امام احمد بن عبداللہ عجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ کوفہ میں پندرہ سو[۱۵۰۰] اور قرقیسا میں چھ سو[۶۰۰] صحابہ کرام نے اقامت اختیار کی:

---

(۱) الاستذكار: كتاب الاستئذان، باب ما جاء في المشرق، ج۸ ص۵۲۰

(۲) الإعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ، ص۱۳۹

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: قتادة بن دعامة، ج۵ ص۲۶۹

(۴) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث: معرفة الصحابة، عدد الصحابة، ج۳ ص۱۱۱

نزل الكوفة الف وخمس مائة من الصحابة ونزل قرقيسا ست مائة۔[1]

تابعی کبیر امام ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۶ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام، الحافظ، فقيه العراق، أحد الأعلام، فقيه النفس، كبير الشان، كثير المحاسن)[2] فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کرنے والے چودہ ۱۴سو صحابہ کرام میں سے تین ۳سو، اور غزوہ بدر میں شرکت کرنے والوں میں سے ستر ۷۰ صحابہ کوفہ میں آکر آباد ہوئے:

هبط الكوفة ثلاثمائة من أصحاب الشجرة وسبعون من أهل البدر۔[3]

کوفہ میں مقیم صحابہ کرام کی تعداد دیگر شہروں کے مقابلے میں

محدثِ کبیر امام ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''معرفة علوم الحديث'' میں ان مشہور صحابہ کرام کے اسماء ذکر کئے ہیں جو آپ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ سے دیگر شہروں کی طرف منتقل ہوگئے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ابتداء ان صحابہ کرام کے ناموں سے کی جو مدینہ منورہ سے کوفہ آکر آباد ہوئے، چنانچہ سینتالیس ۴۷ صحابہ کرام کے اسماء مع ولدیت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهؤلاء أكثرهم بالكوفة دُفنوا۔[4]

ان کے علاوہ امام حاکم رحمہ اللہ نے دیگر شہروں میں بسنے والے صحابہ کرام کے جو نام ذکر کئے ہیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱- مکہ میں چھبیس ۲۶ صحابہ کرام نے اقامت اختیار کی۔

۲- بصرہ میں چھتیس ۳۶ صحابہ کرام نے اقامت اختیار کی۔

۳- مصر میں سترہ ۱۷ صحابہ کرام نے اقامت اختیار کی۔

---

(۱) فتح القدير لابن همام: كتاب الطهارة، فصل في البئر، ج ۱ ص ۱۰۳

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: ابراهيم النخعي أبو عمران، ج ۴ ص ۵۲۰، ۵۲۱

(۳) الطبقات الكبرى: طبقات الكوفيين، ج ۶ ص ۸۹

(۴) معرفة علوم الحديث: النوع الثاني والأربعين، ص ۱۹۰، ۱۹۱

۴- شام میں پینتیس ۳۵ صحابہ کرام نے اقامت اختیار کی۔

۵- جزیرہ میں تین ۳ صحابہ کرام نے اقامت اختیار کی۔

۶- خراسان میں پانچ ۵ صحابہ کرام نے اقامت اختیار کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے سب سے زیادہ تعداد کوفہ میں آنے والوں کی ذکر کی ہے۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے ایک سو پینتیس ۱۳۵ صحابہ کرام کے اسماء اور ان میں سے بعض کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں۔ (۱)

مؤرخ خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۰ھ) نے اپنی کتاب "الطبقات" میں کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے ایک سو چھپن ۱۵۶ صحابہ کرام کے نام کی فہرست مرتب کی ہے۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ جب عہدۂ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے سیاسی طور پر خلافت کے استحکام کے لئے دار الحکومت کو بوجوہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کرنا ضروری سمجھا، اس طرح سرزمین کوفہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے چار سال یہیں پر گزارے، آپ نے اپنی رہائش کوفہ کی ایک جگہ رحبہ میں رکھی جو بعد میں "رحبة علی" کے نام سے مشہور ہوئی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فَدَخَلَهَا عَلِيٌّ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ لِثِنْتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ رَجَبٍ سَنَةَ سِتٍّ وَثَلَاثِيْنَ فَقِيْلَ لَهُ: انْزِلْ بِالْقَصْرِ الْأَبْيَضِ، فَقَالَ: لَا! أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَكْرَهُ نُزُولَهُ فَأَنَا أَكْرَهُهُ لِذَلِكَ. فَنَزَلَ فِي الرَّحْبَةِ. (۳)

---

(۱) دیکھئے تفصیلاً: الطبقات الکبریٰ: طبقات الکوفیین، تسمیة من نزل الکوفة من أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج۶ ص ۸۲ تا ۱۳۰

(۲) دیکھئے تفصیلاً: الطبقات: تسمیة من نزل الکوفة من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، ج۱ ص ۲۲۳ تا ۲۳۷

(۳) البدایة والنهایة: دخلت سنة ست وثلاثین من الهجرة، ج۷ ص ۲۸۲

ترجمہ:- حضرت علی پیر کے روز سن ۳۶ھ رجب کی بارہویں تاریخ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ سے عرض کیا گیا: آپ (سابقہ حکمرانوں کی اقامت گاہ) سفید محل میں تشریف فرما ہوں، تو آپ نے فرمایا: نہیں! بے شک عمر بن خطاب اس میں رہنے کو ناپسند کرتے تھے، اس لئے میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ پس آپ نے رحبہ (کشادہ زمین) میں قیام گاہ اختیار کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ میں داخل ہوئے تو کوفہ کی سرزمین علم وحکمت سے خوب سیراب ہو چکی تھی۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ الَّتِي كَانَتْ دَارَهُ كَانُوا قَدْ تَعَلَّمُوا الْإِيمَانَ وَالْقُرْآنَ وَتَفْسِيرَهُ وَالْفِقْهَ وَالسُّنَّةَ مِنَ ابْنِ مَسْعُودٍ وَغَيْرِهِ قَبْلَ أَنْ يَقْدَمَ عَلِيٌّ الْكُوفَةَ۔ (۱)

ترجمہ:- بے شک کوفہ جو حضرت علی کا دارالخلافہ تھا، وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے پیشتر ہی حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ سے ایمان، قرآن، تفسیر القرآن، فقہ اور سنت کا علم سیکھ چکے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد سے اس شہر میں مزید علم کی آبیاری ہو گئی اور کوفہ میں علم وحکمت کے چشمے پھوٹنے لگے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا ظَهَرَ عِلْمُ عَلِيٍّ وَفِقْهُهُ فِي الْكُوفَةِ بِحَسَبِ مُقَامِهِ فِيهَا عِنْدَهُمْ مُدَّةَ خِلَافَتِهِ (۲)

ترجمہ:- جس قدر عرصہ حضرت علی کی خلافت کا کوفہ میں گزرا آپ کا علم اور فقہ خوب یہاں ظاہر ہوا۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) منہاج السنۃ النبویۃ: فصل کلام الرافضی أن علم الطریقۃ منسوب إلی علی، ج ۷ ص ۵۲۷

(۲) منہاج السنۃ النبویۃ، کان أعلم الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۷ ص ۴۹۹

كان أغلب قضاياه بالكوفة.[1]

ترجمہ:- حضرت علی کے اکثر فیصلے کوفہ میں صادر ہوئے۔

مرجعِ علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد

تابعی کبیر امام حارثہ بن مُضَرِّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كتب إلينا عمر بن الخطاب: إني قد بعثت إليكم عمار بن ياسر أميرا، وعبدالله بن مسعود معلّما ووزيرا. وهما من النجباء من أصحاب محمد من أهل بدر فاسمعوا. وقد جعلت ابن مسعود على بيت مالكم فاسمعوا فتعلموا منهما واقتدوا بهما. وقد آثرتكم بعبدالله على نفسي.[2]

ترجمہ:- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا کہ میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر کو امیر، اور عبداللہ بن مسعود کو معلم و وزیر بنا کر بھیج دیا ہے۔ یہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری (اور چودہ) نجباء صحابہ میں سے ہیں، پس تم ان کی اطاعت کرو۔ میں نے ابن مسعود کو تمہارے بیت المال پر وزیر بھی مقرر کر دیا ہے، سو تم ان دونوں حضرات کی اتباع کرو، ان سے سیکھو اور ان کی پیروی کرو۔ میں نے اپنی نسبت عبداللہ بن مسعود کو تم پر ترجیح دی ہے۔

امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حمص تشریف لے گئے:

فحدره عمر إلى الكوفة، وكتب إليهم: إني والله الذي لا إله إلا هو آثرتكم به على نفسي فخذوا منه.

ترجمہ:- تو حضرت عمر نے انہیں (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کو) کوفہ بھیج دیا، اور کوفہ والوں کی طرف لکھا کہ مجھے اللہ ربّ العزت کی قسم جس کے سوا کوئی معبود

(۱) حجة الله البالغة: المبحث السابع، باب كيفية تلقي الأمة الشرع من النبي صلى الله عليه وسلم، ج ۱ ص ۲۲۸

(۲) المستدرك على الصحيحين: كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب عمار بن ياسر، ج ۳ ص ۴۳۸

نہیں! میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے لئے اپنی جان پر ترجیح دی ہے، سو تم ان سے دین سیکھ لو!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجنے کا مقصد اہلِ کوفہ کی اعلیٰ ترین علمی وفقہی تربیت کرنا تھا، تا کہ کوفہ والے جہاں عسکری لحاظ سے اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت ہوئے ہیں، اسی طرح علمی لحاظ سے بھی ان میں یگانہ روزگار اَفراد پیدا ہوں، جو تعلیمی میدان میں بھی آئندہ آنے والے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

۱- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اُس وقت سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا آرہا ہوں جب سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

خذوا القرآن من أربعة: من عبدالله بن مسعود، وسالم، ومعاذ بن جبل وأبي بن كعب.(۱)

ترجمہ:- تم قرآن ان چار سے سیکھو: عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ بن جبل اور اُبی بن کعب۔

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رضيت لأمتي ما رضي لها ابن أم عبد و كرهت لأمتي ما كره لها ابن أم عبد.(۲)

ترجمہ:- میں اپنی اُمّت سے (اس امر پر) راضی ہوں جس سے ابنِ اُمِّ عبد (عبداللہ بن مسعود) راضی ہے، اور اپنی اُمّت سے (اس امر پر) ناخوش ہوں جس سے ابنِ اُمِّ عبد (عبداللہ بن مسعود) ناخوش ہے۔

۳- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں بغیر مشورے کے تمہارے

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب المناقب، باب مناقب سالم مولی أبي حذیفة، ج ۵ ص ۲۷، رقم الحدیث: ۳۷۵۸

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: کتاب المناقب، باب ما جاء في عبدالله بن مسعود، ج ۹ ص ۲۹۰، رقم الحدیث: ۱۵۵۶۸

ئے خلیفہ کا انتخاب کروں تو وہ عبداللہ بن مسعود ہوں گے:

لَوِ اسْتَخْلَفْتُ أَحَدًا عَنْ غَيْرِ مَشْوَرَةٍ لَاسْتَخْلَفْتُ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ۔ (۱)

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد آثرت أهل الكوفة بابن أمّ عبد على نفسي إنه من أطولنا فوقا كُنَيْفٌ مُلِئَ علما.

ترجمہ:- میں نے اپنے علمی مقابلے میں اہلِ کوفہ کے لئے ابنِ اُمِّ عبد (عبداللہ بن مسعود) کو ترجیح دی ہے۔ بے شک وہ ہم سب میں زیادہ سمجھ دار اور علم سے معمور شخص ہیں۔

۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

عالم القرآن والسنة. (۲)

ترجمہ:- وہ قرآن اور سنت کے عالم ہیں۔

۶- امام یحییٰ بن سعید تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آکر پوچھا کہ میری بیوی کا دودھ میرے پیٹ میں چلا گیا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ تم پر حرام ہوگئی ہے! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس فتوے پر، نہیں کہا: غور کیجئے آپ اس شخص کو کیا فتویٰ دے رہے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رضاعت (کی حرمت) صرف دو سال کی عمر تک ہوتی ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا:

لا تسألوني عن شيء ما كان هذا الحبر بين أظهركم. (۳)

---

(۱) مسند أحمد، مسند علي بن أبي طالب، ج ۲ ص ۱۴۰، رقم الحديث: ۷۳۹

(۲) حلية الأولياء، ترجمة: عبدالله بن مسعود، ج ص ۱۲۹

(۳) موطا مالك: كتاب الرضاع باب ما جاء في الرضاعة بعد الكبر، ج ۲ ص ۶۰۶

ترجمہ:- جب تک تم میں یہ عظیم عالم موجود ہیں مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کیا کرو۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسی بلند علمی مقام کے سبب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی علمی تربیت کے لئے آپ کو کوفہ بھیج دیا۔

۷-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علی رُؤوس الاشہاد فرمایا کرتے تھے: اس خدا کی قسم! جس کے بغیر کوئی دُوسرا معبود نہیں! قرآنِ کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شانِ نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے:

وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ، وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَ أُنْزِلَتْ،(۱)

۸-حضرت حذیفہ بن یمان (متوفی ۳۶ھ) سے کسی نے پوچھا کہ تمام صحابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عادات میں اور چال ڈھال میں سب سے زیادہ قریب کون ہے کہ ہم ان سے علم حاصل کریں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

مَا أَعْرِفُ أَحَدًا أَقْرَبَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ۔(۲)

ترجمہ:- میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عادات میں اور چال ڈھال میں ابنِ اُمّ عبد (حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ) سے زیادہ قریب ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی انتھک محنتوں کے سبب کوفہ علم و حکمت سے بھر گیا

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ کی تعمیرِ نو سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر دور تک یہیں رہ کر اہلِ کوفہ کو قرآن وسنّت وفقہ کی تعلیم دیتے رہے، آپ نے دن رات محنت کر کے شہر کوفہ کو فقہاء ومحدثین سے بھر دیا، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو حضرت

(۱) صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶ ص۸۷، رقم الحدیث: ۵۰۰۲

(۲) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، ج۵ ص۲۸، رقم الحدیث: ۳۷۶۲

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کے سبب شہرِ کوفہ علم وحکمت سے جگمگا رہا تھا۔

دامادِ رسول، خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ) جب شہرِ کوفہ میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا:

رحم الله ابن أم عبد، قد ملأ هذه القرية علما (۱)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ ابنِ اُمِ عبد (عبداللہ بن مسعود) پر رحم فرمائے انہوں نے اس بستی (کوفہ) کو علم سے بھر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ کوفہ کے رُشد وہدایات کے چراغ تھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی علمی کاوشوں کو یوں سراہا:

أصحاب عبد الله سرج هذه القرية. (۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں۔

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (متوفی ۹۵ھ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کے متعلق فرماتے ہیں:

أصحاب عبد الله سرج هذه القرية. (۳)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں۔

ابراہیم بن یزید تیمی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ساٹھ شیوخ تھے:

كان فينا ستون شيخا أصحاب عبد الله. (۴)

محدثِ کبیر امام شعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کے شانِ تفقہ کے پیشِ نظر فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کے فقہاء میں صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو پہچانتا ہوں:

---

(۱) نصب الراية: المقدمة منزلة الكوفة من علوم الاجتهاد، ج۱ ص۱۵

(۲) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: عبد الله بن مسعود، ج۳۳ ص۵۴

(۳،۴) الطبقات الكبرى: طبقات الكوفيين، ج۶ ص۹۰

ما كنت أعرف فقهاء الكوفة إلا أصحاب عبد الله.(۱)

حضرت خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ میں بہت زیادہ علم پھیلایا اوران کی ایک بہت بڑی تعداد کو فقیہ بنادیا:

فبث عبد الله فيهم علما كثيرا، وفقه منهم جما غفيرا.(۲)

مشہور محدّث امام ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ اس شہرِ کوفہ کے چراغ اور بلند پایہ اہلِ علم ہیں:

أصحابه سرج القرية وأعلامها.(۳)

شہرِ کوفہ کا تعارف علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ کی نگاہ میں

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) کوفہ کا تعارف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوفہ علماء، عابدین، فضلاء، اُدَباء، فقہاء اور اہلِ علم کا مسکن تھا:

وكان بها العلماء والعباد والفضلاء وأهل الأدب والفقهاء وأهل العلم.(۴)

اہلِ کوفہ کا فضل وکمال اور علمی برتری

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۴ھ) فرماتے ہیں:

الكوفة قبة الإسلام وأهل الإسلام.(۵)

ترجمہ:- کوفہ اِسلام اور مسلمانوں کا قبہ ہے۔

شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ کوفہ مشہور ومعروف شہر ہے، یہ فضیلت کا گھر اور فضلاء کے لئے جائے محل ہے اس کی تعمیر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی:

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الشعبي عامر بن شراحيل، ج ۴ ص ۳۰۹

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: عبد الله بن مسعود، ج ۱ ص ۱۵۸

(۳) معرفة الصحابة: ترجمة: عبد الله بن مسعود، ج ۳ ص ۱۷۶۵

(۴) الاستذكار: كتاب الاستئذان، باب ما جاء في المشرق، ج ۸ ص ۵۲۰

(۵) الطبقات الكبرى، طبقات الكوفيين، ج ۶ ص ۸۶

وَالْكُوفَةُ هِيَ الْبَلْدَةُ الْمَعْرُوفَةُ وَدَارُ الْفَضْلِ وَمَحَلُّ الْفُضَلَاءِ بَنَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ (۱)

محدّث کبیر امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام الكبير، حافظ العصر، شيخ الإسلام، وحمل عنهم علما جما، انتهى إليه علو الإسناد) (۲) فرماتے ہیں کہ:

خذوا المناسك عن أهل مكة وخذوا القراءة عن أهل المدينة وخذوا الحلال والحرام عن أهل الكوفة۔ (۳)

ترجمہ:۔ حج کے مسائل اہلِ مکہ سے، قراءت اہلِ مدینہ سے، اور حلال وحرام کا علم اہلِ کوفہ سے حاصل کرو۔

علم تفسیر میں بھی کوفہ کو برتری حاصل تھی، چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (متوفی ۹۵ھ) جو کوفہ کے رہنے والے تھے، (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ: الإمام، الحافظ، المقرئ، المفسر، الشهيد، أحد الأعلام) (۴) ان کے متعلق جلیل القدر تابعی امام قتادہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸ھ) فرماتے ہیں:

كان سعيد بن جبير أعلمهم بالتفسير۔ (۵)

ترجمہ:۔ تمام تابعین میں حضرت سعید بن جبیر تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو جو اہلِ کوفہ میں سے ہیں "أعلم الناس بالتفسير" (لوگوں میں تفسیر کو سب سے زیادہ جاننے والے) قرار دیا ہے۔ (۶)

---

(۱) المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: كتاب الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، ج ۴ ص ۱۷۵

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة، سفيان بن عيينة، ج ۸ ص ۴۵۴

(۳) معجم البلدان: الكوفة، ج ۴ ص ۴۹۳

(۴) سير أعلام النبلاء، ترجمة: سعيد بن جبير، ج ۴ ص ۳۲۱

(۵) الإتقان في علوم القرآن: النوع الثمانون في طبقات المفسرين، ج ۴ ص ۲۴۱

(۶) مجموع الفتاوىٰ: مقدمة التفسير، ج ۱۳ ص ۳۴۶

حضرت محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) کوفہ میں موجود طالبانِ حدیث اور وہاں کے فقہاء کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ الْكُوفَةَ فَرَأَيْتُ فِيهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ يَطْلُبُونَ الْحَدِيثَ وَأَرْبَعَمِائَةٍ قَدْ فَقِهُوا۔[1]

ترجمہ:- میں نے کوفہ آکر دیکھا کہ چار ہزار طلبہ علم حدیث حاصل کررہے ہیں اور چار سو حضرات فقیہ ہو چکے ہیں۔

مندرجہ بالا روایت سے شہر کوفہ میں ہزاروں محدثین اور سینکڑوں فقہاء کی موجودگی کا علم ہوا۔ نیز چار ہزار محدثین اور چار سو فقہاء کا تقابلی جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوئی کہ علم حدیث حاصل کرنے والے کثیر افراد ہوتے ہیں جبکہ فہم وبصیرت کی بنا پر احادیث سے استنباط کرنے والے افراد ہر جگہ اور ہر زمانے میں قلیل ہوتے ہیں، کیونکہ حدیث کے معانی کو سمجھنا بہ نسبت روایت کرنے کے مشکل اور ادق کام ہے۔

فن قراءت کے سات بڑے ائمہ میں سے تین ائمہ شہر کوفہ کے رہنے والے تھے۔

۱-امام عاصم بن ابی النجود اسدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷ھ)۔

۲-امام حمزہ بن حبیب الزیات التیمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۸ھ)۔

۳-ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)۔

علوم عربیت اور صرف ونحو فنون کی تدوین بھی کوفہ وبصرہ ان دو شہروں میں ہوئی، ان مذکورہ فنون کی کتابوں میں ان شہروں کے علماء کے علاوہ کسی اور جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا مگر شاذ ونادر ہی۔

کوفہ علم الحدیث کا ایک عظیم الشان مرکز!

اہل کوفہ کے ہاں جب محدثین کی آمد ہوتی تو فوراً ان کے پاس جمع ہو جاتے، جس طرح پروانے شمع کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں، اور احادیث رسول سننے کے لئے التماس کرتے تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے دل ودماغ کو معطر کرسکیں۔

---

(۱) المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، باب من کرہ کثرۃ الروایۃ، ص ۵۶۰

امام شعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) جو اصلاً کوفہ کے باشندے تھے، فرماتے ہیں:[۱]

لَمَّا قَدِمَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ الْكُوفَةَ أَتَيْنَاهُ فِي نَفَرٍ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[۲]

ترجمہ:- جب صحابی رسول حضرت عدی بن حاتم کوفہ تشریف لائے تو ہم کوفہ کے فقہاء کی جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے درخواست کی کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث سماعت کی ہیں وہ ہم کو بھی سنا دیجئے! جس پر انہوں نے ہمیں حدیث سنائی۔

علمائے کوفہ جو اکثر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، ان کو احادیثِ مبارکہ سننے اور حفظ کرنے کا شوق اس قدر زیادہ تھا کہ یہ علم حدیث کی سماعت کے لئے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی طرف اسفار کرتے، اور مدینہ منورہ میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے ارشادِ نبوی سماعت فرماتے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

لِأَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللهِ كَانُوا يَرْحَلُونَ مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْ عُمَرَ وَيَسْمَعُونَ مِنْهُ.[۳]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کوفہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کر کے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تحصیلِ علم اور احادیث حاصل کیا کرتے تھے:

وَكَانُوا يَذْهَبُونَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَيَأْخُذُونَ عَنْ عُمَرَ وَعَائِشَةَ.[۴]

تعبیر الرؤیا میں گہری دسترس رکھنے والے تابعیٔ کبیر امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ

---

(۱) چنانچہ ان کے متعلق تفصیلاً دیکھئے: تاریخ مدینۃ دمشق: ترجمۃ: عامر بن شراحیل الشعبی الکوفی، ج ۲۵ ص ۳۳۵

(۲) سنن ابن ماجہ: باب فی القدر، ج ۱ ص ۳۴، رقم الحدیث: ۸۷

(۳) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: من مدح العلو وذم النزول، ص ۱۲۳

(۴) منہاج السنۃ النبویۃ: فصل قال الرافضی: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: العلم فی الصغر... إلخ، ج ۷ ص ۵۲۶

(متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طالب علم تھے:

قَدِمْتُ الْكُوفَةَ وَبِهَا أَرْبَعَةُ آلَافٍ يَطْلُبُونَ الْحَدِيثَ (۱)

مشہور مورخ امام ابن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے "طبقات ابن سعد" کی چھٹی جلد میں شہر کوفہ کے علماء کا تذکرہ کیا ہے جس میں صحابہ، تابعین، اتباع تابعین کا ایک طویل تذکرہ ہے، امام ابن سعد "طبقات الکوفیین" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

تسمية من نزل الكوفة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن كان بها بعدهم من التابعين وغيرهم من أهل الفقه والعلم.

مصنف نے اس کے تحت رقم الترجمہ: ۱۸۲۳ سے لے کر رقم الترجمہ: ۲۸۲۴ تک ایک ہزار ایک اساطین علم کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

اس کتاب میں دوسرے شہر کے علماء کا تذکرہ ان کے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

محدث کبیر، صاحب مستدرک امام حاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) اپنی کتاب "معرفة علوم الحدیث" جس کی انچاسویں نوع جس کا عنوان ہے:

ذِكْرُ النَّوْعِ التَّاسِعِ وَالْأَرْبَعِينَ مِنْ مَعْرِفَةِ عُلُومِ الْحَدِيثِ هَذَا النَّوْعُ مِنْ هَذِهِ الْعُلُومِ مَعْرِفَةُ الْأَئِمَّةِ الثِّقَاتِ الْمَشْهُورِينَ مِنَ التَّابِعِينَ وَأَتْبَاعِهِمْ مِمَّنْ يُجْمَعُ حَدِيثُهُمْ لِلْحِفْظِ، وَالْمُذَاكَرَةِ وَالتَّبَرُّكِ بِهِمْ، وَبِذِكْرِهِمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْغَرْبِ. (۳)

ترجمہ:- انچاسویں نوع تابعین اور اتباع تابعین میں سے اُن ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث کی معرفت کہ جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں، اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کی شہرت مشرق سے لے کر مغرب تک ہے۔

---

(۱) تدریب الراوی: النوع الثالث والتسعون: معرفة الحفاظ، ج ۲ ص ۹۳۷

(۲) اہل علم حضرات تسکین قلوب کے لئے تفصیلاً دیکھیں: الطبقات الکبری: طبقات الکوفیین، ج ۶ ص ۸۶ تا ۳۷۸

(۳) معرفة علوم الحدیث: النوع التاسع والأربعین، ص ۲۴۰

اس نوع میں امام حاکم رحمہ اللہ نے تمام مشہور بلادِ اسلامیہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، مصر، شام، یمن، یمامہ، کوفہ، جزیرہ، بصرہ، واسط اور خراسان کے پانچ سو اکیس[۵۲۱] محدثین کے اسماء ذکر کیے ہیں، جن میں مکہ مکرمہ کے اکیس[۲۱] اور مدینہ منورہ کے چالیس[۴۰]، یمن کے چوبیس[۲۴]، اور یمامہ کے چھ جب کہ کوفہ کے محدثین کے دو سو دس[۲۱۰] اسماء تفصیلاً ذکر کیے ہیں، امام حاکم رحمہ اللہ نے ان تمام مذکورہ شہروں میں کثرت سے جن اساطینِ علم کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی شہرِ کوفہ ہے جو اس قدر کثرت سے محدثین کی آماجگاہ تھی۔

کوفہ علم الحدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا

حضرت خیثمہ بن ابی سبرۃ تابعی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوا، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی ہم نشینی نصیب ہو، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہنچنے میں میری راہنمائی فرمادی، میں نے ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح شخص کی معیت نصیب ہو جائے تو آپ تک میری رہنمائی کر دی گئی ہے۔ اس پر آپ نے مجھ سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ آپ کا وطن کون سا ہے؟ فرماتے ہیں:

قلت: من أهل الكوفة، جئت ألتمس الخير وأطلبه قال: أليس فيكم سعد بن مالك مجاب الدعوة، وابن مسعود صاحب طهور رسول الله ونعليه وحذيفة صاحب سر رسول الله وعمار الذي أجار الله من الشيطان على لسان نبيه، وسلمان صاحب الكتابين؟ قال قتادة: والكتابان: الإنجيل والفرقان.[۱]

ترجمہ:- میں نے عرض کیا: میں کوفہ سے علم وخیر کی تلاش میں نکلا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا: کیا وہاں سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص) نہیں ہیں جن کی دُعا قبول ہوتی ہے؟ کیا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامانِ طہارت اور نعلین مبارک اُٹھانے والے عبداللہ بن مسعود نہیں ہیں؟ کیا وہاں حضور

(۱) سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب عبد الله بن مسعود، ج ۵ ص ۶۷۳، رقم الحديث: ۳۸۱۱

صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار حذیفہ نہیں ہیں؟ کیا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کی زبان پر شیطان سے محفوظ رہنے والے عمار بن یاسر نہیں ہیں؟ کیا وہاں دو کتابوں (کا علم رکھنے) والے سلمان فارسی نہیں ہیں؟ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ: دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن ہیں۔

سنن ترمذی کے علاوہ باقی تمام کُتبِ حدیث میں تابعیٔ مذکور کے الفاظ ہیں کہ ''جئت ألتمس العلم والخیر'' (میں کوفہ سے علم و خیر کی تلاش میں نکلا ہوں) امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل الفاظ نقل کئے ہیں جو انہوں نے اُس تابعی کے جواب میں استعمال فرمائے:

تسألني وفیکم علماء أصحاب محمد وابن عمه علي بن أبي طالب وفیکم سعد بن مالك.[1]

ترجمہ:- (پوچھنے والے!) تم مجھ سے سوال کر رہے ہو حالانکہ تم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علماء صحابہ موجود ہیں، ان کے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب ہیں، اور تم میں سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص) ہیں (آگے الفاظ درج بالا رقم کردہ حدیثِ مبارکہ کی طرح ہی ہیں)۔

اس روایت میں جمیع صحابہ میں سب سے زیادہ کثیر الروایت صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس سائل کو کسی حدیث سے فیض یاب کرنے کے بجائے اس کی توجہ اس جانب مبذول کرا رہے ہیں کہ جلیل القدر صحابہ کرام جن میں خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ شامل ہیں، حرمین شریفین سے چل کر کوفہ آباد ہو گئے ہیں، لہٰذا ان ہستیوں کی شہرِ کوفہ میں موجودگی کے باعث آپ کو کسی بھی دُوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہی وہ شہر ہے جہاں علم الحدیث، فقہ الحدیث اور ہر طرح کی بھلائی میسّر ہے۔ یہ واقعات ان تابعینِ کرام کے علم دوستی کے بھی عکاس ہیں جو طلبِ علم میں دُنیا کا کونا کونا چھان مارتے اور اس معاملے میں کسی بڑے سے بڑے دُنیوی مفاد کو اپنے راستے میں حائل نہ ہونے دیتے۔

(۱) حلیة الأولیاء، ترجمة: خیثمة بن عبد الرحمن، ج ۴ ص ۱۲۰

امام عفان بن مسلم بصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۰ھ) کوفہ میں علم الحدیث کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقدمنا الكوفة فأقمنا أربعة أشهر، ولو أردنا أن نكتب مائة ألف حديث لكتبناها، فما كتبنا إلا قدر خمسين ألف حديث.(۱)

ترجمہ:- ہم نے کوفہ پہنچ کر چار ماہ قیام کیا، (اس دوران) اگر ہم ایک لاکھ احادیث لکھنا چاہتے تو لکھ لیتے، لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار احادیث لکھیں۔

صاحب السنن امام ابو داود سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۶ھ) فرماتے ہیں:

دخلت الكوفة وأكتب عن أبي سعيد الأشج ألف حديث (في كل يوم) فلما كان الشهر حصل معي ثلاثين ألف حديث.(۲)

ترجمہ:- میں کوفہ داخل ہوا تو امام ابو سعید الاشج سے (روزانہ) ایک ہزار احادیث لکھتا تھا، اس طرح ایک ماہ تک میں نے تیس ہزار احادیث لکھ لیں۔

یہ ہر محدّث کی اپنی استطاعت پر منحصر تھا کہ وہ علم الحدیث کے اس بحرِ بے کنار سے کتنا فیض یاب ہوتا ہے؟ امام عفان رحمہ اللہ نے اس عظیم مرکزِ علم میں چار مہینے گزار کر پچاس ہزار احادیث کا ذخیرہ سمیٹ لیا، جبکہ امام ابو داود رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام عبداللہ رحمہ اللہ کا حال دیکھئے کہ وہ یہاں صرف ایک ماہ ہی رہے اور انہوں نے تیس ہزار احادیث لکھ لیں۔ اس کو اگر چار مہینوں سے ضرب دیں تو ایک لاکھ بیس ہزار احادیث بنتی ہیں، یعنی امام عبداللہ رحمہ اللہ بآسانی چار ماہ میں ایک لاکھ بیس ہزار احادیث لکھ سکتے تھے۔ اس سے شہرِ کوفہ میں علم الحدیث کے متموج سمندروں کی وسعت اور گہرائی کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔

فقہِ حنبلی کے بانی اور صاحبِ مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام عبداللہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا کہ آپ کے خیال میں کس محدّث کا طلبِ حدیث کے لئے دامن پکڑنا چاہئے کہ اس سے احادیث لکھی جائیں؟ یا آپ کے

(۱) المحدث الفاصل بين الراوي والواعي: باب من كره كثرة الرواية، ص ۵۵۹

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو بكر عبدالله بن سليمان، ج ۱۳ ص ۲۲۳

خیال میں کون سے مقامات میں جا کر علم الحدیث کا سماع کیا جائے؟ تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

يرحل يكتب عن الكوفيين والبصريين وأهل المدينة ومكة.(۱)

ترجمہ:- سفر اختیار کر کے کوفیوں، بصریوں، اہلِ مدینہ اور مکہ سے علم حدیث کو لکھنا چاہیے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس قول سے علم الحدیث میں شہرِ کوفہ کی سیادت واولیت اُجاگر ہو رہی ہے، آپ نے علم الحدیث کے عظیم مراکز حرمین شریفین اور بصرہ سے بھی پہلے اہلِ کوفہ کا نام لے کر اس دور کے اور بعد میں آنے والے ہر محدّث پر واضح کر دیا کہ احادیثِ مبارکہ آپ کو کئی علاقوں سے مل جائیں گی مگر کوفہ ان سب میں سرِ فہرست اور درجۂ اوّل میں ہے۔ علم الحدیث میں جو شان کوفہ کو حاصل ہے وہ کسی اور شہر کو حاصل نہیں۔

امیر المؤمنین فی الحدیث اور محدثین کے سرخیل، صاحب الصحیح امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) کوفہ کے مقامِ علم الحدیث کو یوں اُجاگر کرتے ہیں:

دخلت إلى الشام ومصر والجزيرة مرتين، وإلى البصرة أربع مرات، وأقمت بالحجاز ستة أعوام، ولا أحصي كم دخلت إلى الكوفة وبغداد مع المحدثين.(۲)

ترجمہ:- میں ملکِ شام، مصر اور جزیرہ میں علم حدیث لینے کے لیے دو مرتبہ گیا ہوں، بصرہ چار مرتبہ گیا ہوں، اور میں نے چھ سال تک حرمین شریفین (حجاز) میں قیام کیا، لیکن میں محدثین کے ہمراہ کوفہ اور بغداد حدیث لینے کے لئے کتنی مرتبہ گیا ہوں؟ اس کا شمار بھی نہیں کر سکتا۔

یہ بات بڑی قابلِ غور ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کوفہ جا کر جن ائمۂ حدیث سے احادیث لیتے تھے وہ کون حضرات تھے؟ اس وقت کوفہ میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، امام بخاری رحمہ اللہ کی پیدائش امامِ اعظم رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ کی وفات ۱۵۰ ہجری میں ہوئی اور امام بخاری رحمہ اللہ کی ولادت ۱۹۴ ہجری میں ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا کوفہ سے

---

(۱) الرحلة في طلب الحديث: ص ۸۸، رقم: ۱۲

(۲) هدى الساري مقدمة فتح الباري: ذكر عدة ما لكل صحابي في صحيح البخاري... إلخ، ص ۴۷۸

أخذِ حدیث کرنے کا زمانہ یا تو اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے عمر رسیدہ شاگردوں کا تھا، یا ان کے پوتے شاگردوں کا تھا جو کوفہ میں موجود تھے۔

اِمام مالک بن انس اصبحی رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) نے کوفہ کی شانِ علمی پر کیا خوبصورت تبصرہ کیا ہے! اِمام عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سئل مالك عن مسئلة، فأجاب فيها فقال له السائل: إن أهل الشام يخالفونك فيها فيقولون كذا و كذا. فقال: ومتى كان هذا الشأن بالشام، إنما هذا الشأن وقف على أهل المدينة والكوفة.[1]

ترجمہ:- اِمام مالک سے کسی مسئلے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا جواب دیا۔ سائل نے کہا: اہلِ شام کے علاوہ آپ سے اس میں اختلاف کرتے ہیں اور وہ اس کے بجائے یہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: علم کا یہ مقام اہلِ شام کو کیسے حاصل ہو گیا؟ علم کا یہ مقام و مرتبہ تو صرف (دو شہروں) اہلِ مدینہ اور کوفہ کو حاصل ہے۔

پھر آگے اسی صفحے پر اِمام ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) اِمام مالک رحمہ اللہ کا قول کہ کوفہ کو یہ مقام اور شان کس وجہ سے حاصل ہے؟ بیان کرتے ہیں:

لأن شأن المسائل بالكوفة مداره على أبي حنيفة وأصحابه والثوري.[2]

ترجمہ:- کوفہ کے علم کی اس شان کا تاج اِمام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں اور سفیان ثوری کے سر پر ہے۔

اِمام مالک رحمہ اللہ، اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد نہیں بلکہ فقہِ مالکیہ کے بانی اور جلیل القدر فقیہِ مدینہ ہیں۔ آپ کا مندرجہ بالا فرمان ہر طرح کے تعصب سے بالاتر اور حقیقتِ اصیلہ کا برملا اظہار ہے، مندرجہ بالا حقائق نہ صرف کوفہ کے تناظر میں اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کی علمی شان کا مدلل و مستند اظہار ہیں، بلکہ معترضینِ اِمامِ اعظم کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ باہر سے سفر کر کے آنے والے ائمہ حدیث ہزارہا أحادیث کوفہ سے لے جائیں، اور وہاں ساری زندگی بسر کرنے والے

(۱، ۲) جامع بيان العلم وفضله، باب حكم قول العلماء بعضهم في بعض، ج ۲ ص ۱۱۰۷

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو... جو کوفہ میں بسنے والے ہزار ہا محدثین وفقہاء کے لیے مرکز ومحور کی حیثیت رکھتے تھے... یہاں سے صرف سترہ حدیثیں ملی ہوں! ہم ایسی سوچ رکھنے والے پر "إنا للہ وإنا إلیہ راجعون" ہی پڑھ سکتے ہیں۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دس

اساتذہ حدیث کا تعارف

۱-امام ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ

آپ کا اسم گرامی عامر بن شراحیل تھا (متوفی ۱۰۳ھ)، آپ کی کنیت ابوعمرو ہے، کوفہ کے رہنے والے اور شعب ہمدان سے تعلق رکھتے تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے، آپ نے کئی صحابہ مثلاً حضرت علی، سعد بن ابی وقاص، ابوموسیٰ اشعری، اُسامہ بن زید، ابوہریرہ، جابر بن سمرہ، عمران بن حصین، مغیرہ بن شعبہ، نعمان بن بشیر، عبداللہ بن عباس، اُم المومنین حضرت عائشہ، زید بن ارقم، براء بن عازب... رضی اللہ عنہم... وغیرہ ان سب سے آپ نے حدیث کی سماعت کی۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے حالات کے آغاز میں فرماتے ہیں:

وَهُوَ كِبَارٌ: قَيْلٌ مِنْ أَقْيَالِ الْيَمَنِ، الْإِمَامُ، عَلَّامَةُ الْعَصْرِ. قُلْتُ: رَأَى عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَصَلَّى خَلْفَهُ وَسَمِعَ مِنْ عِدَّةٍ مِنْ كُبَرَاءِ الصَّحَابَةِ. (۲)

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے:

أدركت خمسمائة من أصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم.

ترجمہ:- میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہ سے ملاقات کی ہے۔ (۳)

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عامر بن شراحيل، ج ۴ ص ۲۹۴

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عامر بن شراحيل، ج ۴ ص ۲۹۴

(۳) تذكرة الحفاظ ترجمة: أبو عمرو عامر بن شراحيل، ج ۱ ص ۶۳

امام ابن سیرین رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ آیا تو امام شعبی کا بہت بڑا حلقہ تھا، حالانکہ اس وقت بڑی تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے:

قدمت الكوفة وللشعبي حلقة عظيمة وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يومئذ كثير.(۱)

امام ابو مجلز لاحق بن حمید رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی سے بڑا دین میں تفقہ رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا، نہ سعید بن مسیب، نہ طاؤس، نہ حسن بصری اور نہ ہی ابن سیرین:

ما رأيت أحدًا أفقه من الشعبي لا سعيد بن المسيب ولا طاؤس ولا عطاء ولا الحسن ولا ابن سيرين.(۲)

ما كتبت سوداء في بيضاء إلى يومي هذا ولا حدثني رجل بحديث قط إلا حفظته ولا أحببت أن يعيده علي.(۳)

ترجمہ:- میں نے آج تک سفید کاغذ کو لکھنے کی وجہ سے سیاہ نہیں کیا (یعنی میں نے آج تک کاغذ پر کچھ نہیں لکھا)، جب کوئی شخص مجھے کوئی حدیث سناتا تو میں اسے حفظ کر لیتا، اور مجھے کبھی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ وہ اسے میرے سامنے دوبارہ پڑھے۔

تابعی کبیر امام عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶ھ) سے روایت ہے:

مر ابن عمر على الشعبي وهو يحدث بالمغازي فقال: شهدت القوم فلهو أحفظ لها وأعلم بها مني.(۴)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر امام شعبی کے پاس سے گزرے، آپ غزوات کے احوال بیان کر رہے تھے، حضرت ابن عمر نے (ان کو سن کر) فرمایا: میں صحابہ کے ساتھ خود غزوات میں شریک رہا ہوں، لیکن اس (امام شعبی) کو وہ واقعات مجھ سے زیادہ حفظ اور معلوم ہیں۔

(۲،۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو عمرو عامر بن شراحيل، ج۱ ص ۶۴

(۳) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: عامر بن شراحيل، ج۲۵ ص ۳۵۰

(۴) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: عامر بن شراحيل، ج۲۵ ص ۳۵۶

یہی امام شعبی رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ کے سب سے بڑے شیخ ہیں، چنانچہ فنِ اسماء الرجال کے مسلّم امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: هو أكبر شيخ لأبي حنيفة۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''سير أعلام النبلاء'' میں امام صاحب کے اساتذہ میں پہلے نمبر پر عطاء بن ابی رباح اور دُوسرے نمبر پر یہی امام شعبی رحمہما اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ کے شیخ اور حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ کے شیخ اور خسر امام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے امام شعبی رحمہ اللہ کے ترجمے میں ان کے تلامذہ میں امام صاحب کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

أبو حنيفة النعمان بن ثابت (۳)

امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی امام شعبی رحمہ اللہ کو امام صاحب کا حدیث میں شیخ بیان کیا ہے۔ (۴)

امام ابونعیم فضل بن دکین، امام محمد بن عمران العجلی، امام عمر بن شعیب، امام عبداللہ بن ادریس اور امام بخاری رحمہم اللہ کے اقوال کے مطابق امام شعبی رحمہ اللہ کا انتقال ۸۲ سال کی عمر میں سن ۱۰۴ھ میں ہوا۔ (۵)

۲- امام ابوعبداللہ عکرمہ رحمہ اللہ

امام ابوعبداللہ عکرمہ مدنی (متوفی ۱۰۷ھ)، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ بربر قوم سے تعلق رکھتے تھے، حضرت عکرمہ رحمہ اللہ حضرت ابنِ عباس

---

(۱) تذكرة الحفاظ۔ ترجمة: أبو عمرو عامر بن شراحيل، ج۱ ص۶۳

(۲) دیکھئے: سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج۶ ص۳۹۱

(۳) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: عامر بن شراحيل، ج۱۴ ص۳۳

(۴) دیکھئے تفصیلاً: مناقب أبي حنيفة: ج۱ ص۴۷ / تبييض الصحيفة في مناقب أبي حنيفة: ص۳۳

(۵) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: عامر بن شراحيل، ج۱۴ ص۳۹ / التاريخ الكبير: ترجمة: عامر بن شراحيل، ج۶ ص۴۵۰

رضی اللہ عنہما کے علوم کے ترجمان تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے ترجمے کے آغاز میں فرماتے ہیں:

العلامة، الحافظ، المفسر، المدني.

امام ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ سے روایت کی ہے:

حدث عن ابن عباس، وعائشة، وأبي هريرة، وابن عمر، وعبدالله بن عمرو، وعقبة بن عامر، وعلي بن أبي طالب، وجابر بن عبدالله وأبي سعيد الخدري وعدة.[1]

امام ابو شعثاء جابر بن زید بصری رحمہ اللہ (متوفی ۹۳ھ) فرماتے ہیں:

هذا عكرمة مولى ابن عباس، هذا أعلم الناس.[2]

ترجمہ:- یہ عکرمہ حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (متوفی ۹۵ھ) سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنے سے بڑے کسی عالم کو جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

نعم، عكرمة.[3]

ترجمہ:- ہاں! عکرمہ۔

امام شعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں:

ما بقي أحد أعلم بكتاب الله من عكرمة.[4]

ترجمہ:- عکرمہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کو جاننے والا کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت قتادہ بن دعامہ بصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷ھ) نے فرمایا:

أعلم الناس بالحلال والحرام: الحسن، وأعلمهم بالمناسك: عطاء، وأعلمهم بالتفسير: عكرمة.[5]

ترجمہ:- لوگوں میں سب سے زیادہ حلال وحرام کا علم رکھنے والے حسن بصری

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عكرمة أبو عبدالله القرشي، ج ۵ ص ۱۳

(۲، ۳، ۴) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: عكرمة القرشي الهاشمي، ج ۲۰ ص ۲۷۲

(۵) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عكرمة أبو عبدالله القرشي، ج ۵ ص ۱۷

ہیں، ان میں سب سے زیادہ مناسکِ حج کا علم رکھنے والے عطاء ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ تفسیر کا علم رکھنے والے عکرمہ ہیں۔

امام قرۃ بن خالد رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۴ھ) کا بیان ہے:

كان الحسن إذا قدم عكرمة البصرة أمسك عن التفسير والفتيا ما دام عكرمة بالبصرة. [۱]

ترجمہ:- جب عکرمہ بصرہ آتے تو حسن بصری رحمہ اللہ ان کے بصرہ رہنے تک تفسیرِ قرآن کا درس دینے اور فتویٰ نویسی سے رُکے رہتے۔

یہی عکرمہ رحمہ اللہ فنِ تفسیر کے امام، امامِ اعظم رحمہ اللہ کے حدیث میں اُستاذ ہیں، امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے۔ [۲]

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے بھی امام صاحب کے شیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ [۳]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی دُوسری تصنیف ...جو صحاح ستہ کے رجال سے متعلق ہے... میں امام صاحب رحمہ اللہ کے تین نمایاں اساتذہ کا تذکرہ کیا: امام عطاء بن ابی رباح، امام نافع، امام عکرمہ رحمہم اللہ۔ [۴]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے شیوخ میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ [۵]

یہ علم وفضل کا آفتاب وماہتاب سن ۱۰۷ھ میں مدینہ منورہ میں غروب ہوا۔ [۶]

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: عکرمۃ المدنی الهاشمی، ج۱ ص ۷۳

(۲) دیکھئے تفصیلاً: تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۲۹ ص ۴۱۹

(۳) دیکھئے: سیر أعلام النبلاء- ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۶ ص ۳۹۱

(۴) الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة. ترجمة. النعمان بن ثابت، ج۲ ص ۳۲۲

(۵) دیکھئے: تبييض الصحيفة في مناقب أبي حنيفة: ذكر ما روى عنهم الإمام أبو حنيفة من التابعين فمن بعدهم، ص ۵۱

(۶) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: عکرمۃ المدنی الهاشمی، ج۱ ص ۷۳

۳-امام ابوجعفر محمد بن علی المعروف امام باقر رحمہ اللہ

آپ کا نام محمد، والد کا نام علی، دادا کا نام حسین، پردادا کا نام علی (رضی اللہ عنہم) ہے، آپ کی کنیت "ابوجعفر" المعروف امام محمد باقر (متوفی ۱۱۴ھ)، آپ سن ۵۶ھ میں ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حیات میں پیدا ہوئے، امام ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام اور اکابر تابعین سے روایت حدیث کی ہے:

وعن ابن عباس، وأم سلمة، وعائشة مرسلاً. وعن ابن عمر، وجابر، وأبي سعيد، وعبد الله بن جعفر، وسعيد بن المسيب، وأبيه زين العابدين، ومحمد ابن الحنفية، وطائفة.(۱)

آپ کا لقب "باقر" ہے، "باقر" کہتے ہیں اس شخص کو جو کسی چیز کو توڑ کر اس کے اندر کی چیز (مغز) کو نکال لائے، چونکہ آپ بھی علم کی باریکیوں کو خوب جانتے تھے اس لئے آپ کو بھی "باقر" کہا جاتا ہے:

اشتهر بالباقر من قولهم بقر العلم يعني شقه فعلم أصله وخفيه.(۲)

امام ابن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) امام باقر رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

كان ثقة كثير الحديث.

ترجمہ:- آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔

امام عجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

مدني تابعي ثقة.(۳)

ترجمہ:- آپ ثقہ، مدنی اور تابعی ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے ان کے تذکرے کا آغاز ان القابات سے کیا ہے:

الإمام الثبت أحد الأعلام.

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو جعفر الباقر محمد بن علي، ج ۴ ص ۴۰۱

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو جعفر الباقر محمد بن علي، ج ۱ ص ۹۴

(۳) تهذيب التهذيب: ترجمة: محمد بن علي بن الحسين، ج ۹ ص ۳۵۰

نیز آپ کے تذکرے میں نقل کرتے ہیں:

وعدہ النسائی وغیرہ فی فقہاء التابعین بالمدینۃ.[۱]

ترجمہ:- امام نسائی اور دیگر ائمہ نے آپ کا شمار مدینہ کے فقہاء میں کیا ہے۔

امام ابن خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) امام باقر رحمہ اللہ کے علمی مقام و مرتبے کے متعلق فرماتے ہیں:

کان الباقر عالما سیدا کبیرا, وانما قیل له الباقر لأنه تبقر فی العلم أی توسع, والتبقر: التوسع.[۲]

ترجمہ:- امام باقر رحمہ اللہ بڑے عالم اور عظیم سردار تھے، آپ کو "الباقر" کا لقب اس لئے دیا گیا کہ آپ نے علم میں وسعت حاصل کی۔

یہی امام باقر رحمہ اللہ، امام صاحب رحمہ اللہ کے علم حدیث میں شیخ تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے امام صاحب کے شیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔[۳]

امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے امام صاحب کے شیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔[۴]

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے بھی امام صاحب کے شیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔[۵]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے شیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔[۶]

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: أبو جعفر الباقر محمد بن علی، ج۱ ص۹۳

(۲) وفیات الأعیان: ترجمۃ: محمد الباقر، ج۴ ص۱۷۴

(۳) دیکھئے: الجرح والتعدیل: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج۸ ص۴۴۹

(۴) دیکھئے: تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج۲۹ ص۴۱۹

(۵) دیکھئے: سیر أعلام النبلاء: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج۶ ص۳۹۲

(۶) دیکھئے: تہذیب التہذیب: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج۱۰ ص۴۴۹

امام ابو نعیم، امام سعید بن عفیر، امام مصعب الزبیر رحمہم اللہ اور دیگر محدثین کے نزدیک آپ کا وصال سن ۱۱۴ھ میں ہوا۔ [۱]

۴- امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ

آپ کا اسم گرامی عطاء بن ابی رباح اور کنیت "ابو محمد" تھی (متوفی ۱۱۴ھ)، صحیح قول کے مطابق آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام سے روایت حدیث کی ہے:

حدث عن عائشة، وأم سلمة، وأم هانئ وأبي هريرة وابن عباس، وحكيم بن حزام، ورافع بن خديج وزيد بن أرقم وزيد بن خالد الجهني، وصفوان بن أمية، وابن الزبير، وعبدالله بن عمرو، وابن عمر، وجابر، ومعاوية، وأبي سعيد، وعدة من الصحابة. [۲]

صحابہ کرام سے ملاقات کرنے کو حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بذات خود یوں بیان کرتے ہیں:

أدركت مائتين من أصحاب رسول الله. [۳]

ترجمہ:- میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو صحابہ کرام کو پایا۔

جب اہل مکہ میں سے کوئی شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھتا تو آپ فرماتے:

يَا أَهْلَ مَكَّةَ تَجْتَمِعُونَ عَلَيَّ وَعِنْدَكُمْ عَطَاءٌ. [۴]

ترجمہ:- اے اہل مکہ! تم اپنے ہاں عطاء کے ہوتے ہوئے بھی (مسئلہ پوچھنے کے لئے) میرے پاس جمع ہو جاتے ہو؟

امام عمرو بن سعید رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۰ھ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

---

(۱) سير أعلام النبلاء، ترجمة: أبو جعفر الباقر محمد بن علي، ج۴ ص۴۰۹/ الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة، أبو جعفر محمد بن علي، ص۱۳۴

(۲، ۳، ۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة، عطاء بن أبي رباح، ج۵ ص۸۱

قدم ابن عمر مکة فسألوه فقال تجمعون لی المسائل وفیکم عطاء۔ (1)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر مکہ تشریف لائے، تو لوگوں نے آپ سے مسائل پوچھنے شروع کر دیئے، اس پر آپ نے فرمایا: تم میرے لئے مسائل جمع رکھتے ہو حالانکہ تم میں عطاء موجود ہیں۔

امام ابوجعفر محمد باقر رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۴ھ) نے فرمایا:

مابقی علی وجه الأرض أعلم بمناسك الحج من عطاء. (2)

ترجمہ:- رُوئے زمین پر حج کے مسائل عطاء سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) اپنے شیخ کے متعلق فرماتے ہیں:

ما رأیت فیمن لقیت أفضل من عطاء بن أبی رباح (3)

ترجمہ:- میں جن لوگوں سے ملا ہوں ان میں سے عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

یہی عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، امام صاحب رحمہ اللہ کے علم حدیث میں شیخ تھے۔ چنانچہ امام ابنِ ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے امام صاحب رحمہ اللہ کے شیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (4)

امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے تلامذہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کا اسم گرامی نمایاں ذکر کیا ہے۔ (5)

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام صاحب رحمہ اللہ کے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا:

(1، 2) تذکرة الحفاظ: ترجمة. عطاء بن أبی رباح، ج۱ ص ۷۶

(3) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: عطاء بن أبی رباح، ج۵ ص ۸۳

(4) دیکھئے: الجرح والتعدیل: ترجمة. النعمان بن ثابت، ج۸ ص ۴۴۹

(5) دیکھئے: تهذیب الکمال فی أسماء الرجال: ترجمة: عطاء بن أبی رباح، ج۲۰ ص ۷۵

وروی عن: عطاء بن أبي رباح، وهو أكبر شيخ له وأفضلهم على ما قال.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے، اور وہ ان کے سب سے بڑے اور افضل شیخ تھے، جیسا کہ خود امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سب سے پہلے انہی کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

امام صاحب رحمہ اللہ جب اپنے شیخ کے درس میں شریک ہوتے تو آپ کے شیخ دیگر طلبہ کو ہٹا کر آپ کے لئے جگہ بنواتے اور آپ کو اپنے قریب بٹھاتے، امام حارث بن عبدالرحمن رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶ھ) فرماتے ہیں:

كُنَّا نَكُون عِنْدَ عَطاء بَعْضُنَا خلف بعض فَإذا جَاءَ أبو حنيفَة أوسع لَهُ وَأدْنَاهُ.[3]

ترجمہ:- ہم حضرت عطاء کے حلقۂ درس میں ایک دوسرے کے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابوحنیفہ آجاتے تو حضرت عطاء آپ کے لئے جگہ بنواتے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے۔

امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نے تصریح کی ہے:

أكثر عن عطاء أبو حنيفة الرواية.[4]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۶ ص ۳۹

(۲) دیکھئے: تهذيب التهذيب: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۰ ص۴۴۹

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ذكر ما روى عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص۸۹

(۴) مناقب أبي حنيفة: ج۱ ص۷۹

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا انتقال صحیح قول کے مطابق سن ۱۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔(۱)

۵-امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ

آپ کا اسم گرامی حکم بن عتیبہ، کنیت ابوعمرو، یا ابوعبداللہ تھی (متوفی ۱۱۵ھ)، یمن کے مشہور قبیلہ کندہ سے تعلق رکھنے کی بنا پر آپ کو ''کندی'' کہا جاتا تھا، آپ حافظ حدیث، ممتاز فقیہ اور اہل کوفہ کے شیخ تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

الحافظ، الفقیہ أبو عمرو الکندی شیخ الکوفۃ۔(۲)

اور ''سیر أعلام النبلاء'' میں آپ کا تذکرہ ان القابات میں کیا:

الإمام الکبیر، عالم أہل الکوفۃ۔(۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق آپ نے درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

امام ابوجحیفہ سوائی، امام قاضی شریح، امام ابراہیم نخعی، امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، امام سعید بن جبیر، امام ابووائل شقیق بن سلمہ، امام مصعب بن سعد، امام طاؤس، امام عکرمہ، امام مجاہد، امام ابوضحیٰ، امام علی بن حسین زین العابدین، امام ابوشعثاء محاربی، امام عامر شعبی، امام عطاء بن ابی رباح، امام سالم بن ابی جعد، امام قیس بن حازم، امام ابراہیم تیمی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ سے۔(۴)

امام حکم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی، آپ خود فرماتے ہیں:

خرجت علی جنازۃ وأنا غلام، فصلی علیہا زید بن أرقم۔(۵)

ترجمہ:- میں بچپن میں ایک جنازے میں شریک ہوا تو اس کی نمازِ جنازہ حضرت زید بن ارقم نے پڑھائی۔

تابعینِ کرام اور محدثینِ عظام نے امام حکم رحمہ اللہ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: عطاء بن أبی رباح، ج۱ ص۷۶

(۲) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: الحکم بن عتیبۃ، ج۱ ص۸۸

(۳،۴) سیر أعلام النبلاء: ترجمۃ: الحکم بن عتیبۃ الکندی، ج۵ ص۲۰۸

(۵) سیر أعلام النبلاء: ترجمۃ: الحکم بن عتیبۃ الکندی، ج۵ ص۲۱۱

۱-امام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) سے روایت ہے کہ میں حج کرنے گیا تو منیٰ میں میری ملاقات عبدہ بن ابولبابہ سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے پوچھا:

هل لقيت الحكم؟ قلت: لا! قال: فألقه فما بين لابتيها أحد أفقه من الحكم.(۱)

ترجمہ:-کیا آپ کی ملاقات حکم سے ہوئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔انہوں نے کہا: پس آپ ان سے ملاقات کریں کیونکہ (مکہ کے ان) دو کناروں کے درمیان حکم سے بڑا فقیہ کوئی نہیں ہے۔

۲-امام مغیرہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶ھ) آپ کا علمی مقام یہاں تک بیان فرماتے ہیں:

كان الحكم إذا قدم المدينة أخلوا له سارية النبي صلى الله عليه وسلم يصلي إليها.(۲)

ترجمہ:-جب امام حکم مدینہ منورہ تشریف لاتے تو لوگ ان کے نماز پڑھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستون مبارک خالی کردیتے تھے۔

۳-امام مجاہد بن رُومی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۲ھ) فرماتے ہیں:

ما كنت أعرف فضل الحكم إلا إذا اجتمع علماء الناس في مسجد منى نظرت إليهم، عيال عليه.(۳)

ترجمہ:-مجھے امام حکم کی فضیلت کا حقیقی ادراک اس وقت ہوتا جب دُنیا بھر کے علماء ان کے پاس منیٰ کی مسجد میں جمع ہوتے، تو مجھے محسوس ہوتا کہ یہ سب علماء ان کے عیال ہیں۔

۴-امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

ما كان بالكوفة بعد إبراهيم والشعبي مثل الحكم وحماد.(۴)

---

(۱) الجرح والتعديل: باب الحاء، الحكم بن عتيبة، ج ۳ ص ۱۲۴

(۲) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: الحكم بن عتيبة الكندي، ج ۷ ص ۱۱۸

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الحكم بن عتيبة، ج ۵ ص ۲۰۹

(۴) الجرح والتعديل: باب الحاء، الحكم بن عتيبة، ج ۳ ص ۱۲۴

ترجمہ:-کوفہ کے اہلِ علم میں ابراہیم نخعی اور شعبی کے بعد حکم اور حماد کی مثل کوئی عالم نہیں ہے۔

۵-امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سوال کیا:

من أثبت الناس في إبراهيم، قال: الحكم بن عتيبة ثم منصور.[1]

ترجمہ:-ابراہیم نخعی کی احادیث میں تمام لوگوں سے زیادہ کون قابلِ اعتماد ہے؟ انہوں نے فرمایا: حکم بن عتیبہ پھر منصور۔

امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذۂ حدیث میں امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کا اسمِ گرامی کا ذکر کیا ہے۔[2]

امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ میں امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کا نام ذکر کیا ہے۔[3]

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذۂ حدیث میں امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کا نام ذکر کیا ہے۔[4]

امام شعبہ، امام ابونعیم رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کے قول کے مطابق امام حکم رحمہ اللہ کا انتقال ۱۱۵ھ میں ہوا۔[5]

۶-امام نافع مولیٰ ابنِ عمر رحمہ اللہ

آپ کا نام نافع بن ہرمز، کنیت ابوعبداللہ (متوفی ۱۱۷ھ)، یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہونے کی وجہ سے "مولیٰ ابنِ عمر" کہلاتے ہیں۔

---

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: الحكم بن عتيبة الكندي، ج ۷ ص ۱۱۸

(۲) دیکھئے: مناقب أبي حنيفة: ج ۱ ص ۳۲

(۳) دیکھئے: تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۱۸

(۴) دیکھئے: سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ٦ ص ۳۹۱

(۵) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الحكم بن عتيبة، ج ۵ ص ۲۱۲

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نقل کرتے ہیں کہ آپ نے درج ذیل صحابہ کرام سے روایت حدیث کی ہے:

۱۔حضرت عبداللہ بن عمر۔ ۲۔حضرت ابوہریرہ۔
۳۔حضرت ابوسعید خدری۔ ۴۔حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر۔
۵۔حضرت رافع بن خدیج۔ ۶۔حضرت عائشہ صدیقہ۔
۷۔حضرت اُمّ سلمہ۔[۱] (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نگاہ میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے نافع کی وجہ سے ہم پر احسان فرمایا ہے۔

امام عبیداللہ بن عمر بن حفص رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۷ھ) سے روایت ہے:

أن عمر بن عبد العزيز بعث نافعًا إلى مصر يعلمهم السنن.[۲]

ترجمہ:- امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے (اپنے دورِ حکومت میں) امام نافع کو مصر میں لوگوں کو سنن سکھانے کے لئے بھیجا۔

امام مالک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) آپ سے علم حدیث پڑھنے کے معمول کو بیان فرماتے ہیں:

كنت آتي نافعًا وأنا غلام حديث السن معي غلام فينزل ويحدثني وكان يجلس بعد الصبح في المسجد لا يكاد يأتيه أحد فإذا طلعت الشمس قام.[۳]

ترجمہ:- میں بچپن میں ایک غلام کے ساتھ حضرت نافع کے ہاں علم حدیث پڑھنے کے لئے حاضر ہوتا، تو آپ بالا خانے سے نیچے تشریف لاکر مجھے حدیث پڑھاتے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتے، کسی کو آپ سے ہم کلام ہونے کی ہمت نہ ہوتی، جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ (مسندِ حدیث سے) اُٹھ جاتے۔

---

(۱) تهذيب التهذيب: حرف النون من اسمه نافع، ج۱۰ ص ۴۰۳
(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: نافع ابو عبدالله العدوي، ج۱ ص ۷۶
(۳) تهذيب التهذيب: حرف النون من اسمه نافع، ج۱۰ ص ۴۲۲

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كنت إذا سمعت من نافع يحدث عن ابن عمر لا أبالي أن لا أسمعه من غيره۔[1]

ترجمہ:- جب میں حضرت عبداللہ بن عمر کی کوئی حدیثِ مبارکہ نافع کے طریق سے سن لوں تو پھر مجھے کسی دوسرے سے اس حدیث کے سننے میں کوئی پروا نہیں ہوتی (یعنی یہ طریق اتنا مضبوط اور قوی ہے کہ کسی دوسرے کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا)۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر محدثین فرماتے ہیں کہ أصح الأسانيد (سب سے زیادہ صحیح سند) وہ ہے جو حضرت نافع رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کریں۔[2]

امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ)، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)، امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ)، امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ)، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) ان کبار محدثین حضرات کی تحقیق کے مطابق امام نافع رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم حدیث میں شیخ تھے۔[3]

امام نافع رحمہ اللہ کا وصال ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں ۱۱۷ھ میں ہوا۔

۷- امام ابنِ شہاب زہری رحمہ اللہ

آپ کا پورا نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب القرشی الزہری ہے (متوفی ۱۲۴ھ)، آپ کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی، آپ مدینہ کے رہنے والے اور اپنے زمانے کے اَجل حافظِ حدیث تھے، امام مالک کے اَجل اَساتذہ میں سے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

---

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: نافع مولى عبدالله بن عمر، ج ۲۹ ص ۳۰۳

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة. نافع أبو عبدالله العدوي، ج ۱ ص ۷۶

(۳) دیکھیے تفصیل: الجرح والتعديل: حرف النون، ترجمة: النعمان، ج ۸ ص ۴۴۹/ تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۵/ تهذيب الأسماء واللغات: ترجمة: أبو حنيفة، ج ۲ ص ۲۱۶/ تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۱۹/ سير أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۱

نے تدوینِ حدیث کا جو بورڈ تشکیل دیا، آپ اس کے سربراہ مقرر ہوئے تھے، اس سے اس دور میں آپ کے مقام و مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ نے درج ذیل کبار اور صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱-حضرت ابوہریرہ۔
۲-حضرت عبداللہ بن عمر۔
۳-حضرت جابر بن عبداللہ۔
۴-حضرت سہل بن سعد۔
۵-حضرت انس بن مالک۔
۶-حضرت سائب بن یزید۔
۷-حضرت عبداللہ بن ثعلبہ۔
۸-حضرت محمود بن ربیع۔
۹-حضرت محمود بن لبید۔
۱۰-حضرت سنین ابوجمیلہ۔
۱۱-حضرت عامر بن واثلہ۔
۱۲-حضرت عبدالرحمن بن ازہر۔
۱۳-حضرت ربیعہ بن عباد الدیلی۔ (۱) (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ کے سماعِ حدیث کے متعلق امام احمد عجلی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

سمع ابن شهاب من ابن عمر ثلاثة أحاديث. (۲)

ترجمہ:-ابنِ شہاب نے حضرت عبداللہ بن عمر سے تین احادیث کا سماع کیا۔

امام ابنِ شہاب زہری رحمہ اللہ حدیث میں اپنے حافظے کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما استعدت حديثا قط ولا شككت في حديث إلا حديثا واحدا فسألت صاحبي فإذا هو كما حفظت. (۳)

ترجمہ:-میں نے کبھی بھی (پڑھتے وقت استاذ سے) کسی حدیث کو دوبارہ بیان کرنے کے لئے نہیں کہا، اور مجھے سوائے ایک حدیث کے کبھی (کسی حدیث

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: محمد بن مسلم بن عبيدالله، ج۵ ص۳۲۶/ تهذيب التهذيب: ترجمة: محمد بن مسلم بن عبيدالله، ج۹ ص۴۴۵

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: محمد بن مسلم بن عبيدالله، ج۵ ص۳۲۶

(۳) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: محمد بن مسلم، ج۲۵ ص۴۳۵

کے بارے میں) شک نہ ہوا، وہ بھی میں نے اپنے ساتھی سے پوچھی تو اسی طرح تھی جس طرح مجھے یاد تھی۔

تابعینِ کرام اور محدثینِ عظام رحمہم اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱-امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱ھ) فرماتے ہیں:

لم یبق أحد أعلم بسنة ماضیة من الزهری. (۱)

ترجمہ:-زہری سے بڑھ کر سنت کو جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔

۲-امام مکحول شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۳ھ) سے پوچھا گیا:

من أعلم من لقیت؟ قال: ابن شهاب. قال: ثم من؟ قال: ابن شهاب. (۲)

ترجمہ:- آپ جن اہلِ علم سے ملے ہیں ان میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابنِ شہاب! اس نے کہا: پھر کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابنِ شہاب ہی ہیں!

۳-امام لیث بن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۵ھ) کہتے ہیں:

ما رأیت عالما قط أجمع من ابن شهاب ولا أکثر علما منه لو سمعت ابن شهاب یحدث فی الترغیب لقلت: لا یحسن إلا هذا، وإن حدث عن العرب والأنساب قلت: لا یحسن إلا هذا، وإن حدث عن القرآن والسنة کان حدیثه نوعا جامعا. (۳)

ترجمہ:- میں نے کبھی بھی ابنِ شہاب سے زیادہ جامع اور کثرتِ علم رکھنے والا کوئی بھی ایک عالم نہیں دیکھا، اگر میں انہیں ترغیب وترہیب بیان کرتے ہوئے سنتا تو کہتا: یہی اس فن کا حق ادا کر سکتے ہیں، اگر عرب اور انساب کے بارے

(۲،۱) تذکرة الحفاظ: ترجمة: أبوبکر محمد بن مسلم، ج۱ ص ۸۳

(۳) تهذیب الکمال فی أسماء الرجال: ترجمة: محمد بن مسلم، ج۲۶ ص ۴۳۶

میں گفتگو کرتے تو بھی میں کہتا: یہی اس فن کا حق ادا کر سکتے ہیں، اور اگر کتاب وسنت بیان کرتے تو پھر بھی ان کی گفتگو جامع اور مفصل ہوتی۔

۴-امام مالک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

قدم ابن شهاب المدينة فأخذ بيد ربيعة ودخلا إلى بيت الديوان فلما خرجا وقت العصر، خرج ابن شهاب وهو يقول: ما ظننت أن بالمدينة مثل ربيعة وخرج ربيعة يقول: ما ظننت أن أحدا بلغ من العلم ما بلغ ابن شهاب.[1]

ترجمہ:- ابن شہاب مدینہ منورہ تشریف لائے تو (مدینہ کے عالی رتبہ عالم) ربیعہ کو ہاتھ سے پکڑا اور دونوں احباب ایک دفتر میں تشریف لے گئے (اور علمی مباحث میں اتنے مشغول ہوئے کہ) عصر کے وقت باہر نکلے، امام ابن شہاب یہ کہتے ہوئے نکلے: مجھے گمان نہیں تھا کہ مدینہ منورہ میں ربیعہ کے مثل کوئی عالم موجود ہوگا! جب کہ ربیعہ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ: مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی علم کے اس مقام پر پہنچا ہوگا جہاں ابن شہاب پہنچے ہوئے ہیں!

۵-امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

دار علم الثقات على الزهري وعمرو بن دينار بالحجاز، وقتادة ويحيى بن أبي كثير بالبصرة وأبي إسحاق والأعمش بالكوفة. يعني أن غالب الأحاديث الصحاح لا تخرج عن هؤلاء الستة.[2]

ترجمہ:- قابلِ اعتماد رجال احادیث کا علم گھوم پھر کر حجاز میں امام زہری اور عمرو بن دینار، بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر اور کوفہ میں ابو اسحاق اور اعمش کے پاس جمع ہوگیا ہے، یعنی احادیث صحیحہ کی غالب اکثریت ان چھ محدثین کے احاطے سے باہر نہیں ہے۔

امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ)، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) اور علامہ جلال

(۱،۲) تذكرة الحفاظ، ترجمة: أبو بكر محمد بن مسلم، ج۱ص ۸۳

امدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے امام زہری رحمہ اللہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیوخِ حدیث میں شمار کیا ہے۔[1]

امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو امام زہری رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ میں سرفہرست ذکر کیا ہے، جو آپ کی جلالتِ شان کی واضح دلیل ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ کا انتقال رمضان المبارک ۱۲۴ھ میں ہوا۔

۸-امام عمرو بن دینار مکی رحمہ اللہ

آپ کی کنیت ابومحمد اور لقب اَثرم ہے (متوفی ۱۲۶ھ)، آپ مکہ کے بہت بڑے عالم، حافظِ حدیث اور شیخ الحرم تھے، آپ بنو جمح اور مکہ کے ساتھ منسوب ہونے کی وجہ سے جمحی اور مکی کہلاتے ہیں۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ۴۵ یا ۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔

امام عمرو نے درج ذیل صحابہ کرام سے روایت کیا ہے:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس۔	۲-حضرت عبداللہ بن عمر۔
۳-حضرت عبداللہ بن عمرو۔	۴-حضرت عبداللہ بن زبیر۔
۵-حضرت عبداللہ بن صفوان۔	۶-حضرت جابر بن عبداللہ۔
۷-حضرت انس بن مالک۔	۸-حضرت عبداللہ بن جعفر۔
۹-حضرت ابوسعید خدری۔	۱۰-حضرت براء بن عازب۔
۱۱-حضرت ابوہریرہ۔	۱۲-حضرت زید بن ارقم۔
۱۳-حضرت مسور بن مخرمہ۔	۱۴-حضرت عامر بن واثلہ۔[2]

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۹۸ھ) سے روایت ہے کہ امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو امام زہری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴ھ) نے ان کی عیادت کرنے کے بعد جاتے ہوئے کہا:

---

(۱) دیکھیے تفصیل: تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۲۹ ص۴۱۹/ سير أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۶ ص۳۹۲/ طبقات الحفاظ: ترجمة: أبوبكر محمد بن مسلم، ج۱ ص۵۰

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عمرو بن دينار، ج۵ ص۳۰۰، ۳۰۱/ تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: عمرو بن دينار، ج۲۲ ص۶،۵

ما رأيت شيخاً أصح لحديث الجيد من هذا الشيخ (۱)

ترجمہ:- میں نے کسی محدث کو نہیں دیکھا جو اس شیخ (عمرو) سے زیادہ صحیح حدیث کو جاننے والا ہو۔

امام عبداللہ بن ابی نجیح رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱ھ) نے فرمایا:

لم يكن بأرضنا أعلم من عمرو بن دينار ولا في جميع الأرض. (۲)

ترجمہ:- ہماری سرزمین حتیٰ کہ پوری روئے زمین میں عمرو بن دینار سے بڑا کوئی عالم نہیں۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام مسعر رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۳ھ) سے پوچھا:

من رأيت أشد تثبتاً في الحديث ممن رأيت، قال: ما رأيت مثل القاسم بن عبد الرحمن وعمرو بن دينار. (۳)

ترجمہ:- آپ نے جن محدثین کو دیکھا ہے ان میں کس کو آپ نے سب سے زیادہ حدیث میں چھان پھٹک کرنے وال دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے قاسم بن عبدالرحمن اور عمرو بن دینار جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ بن حجاج امیر المومنین فی الحدیث (متوفی ۱۶۰ھ) کو فرماتے ہوئے سنا:

ما رأيت أثبت من عمرو بن دينار ثم سكت ساعة فظن أني أتوهم المشيخة. فقال: ولا الحكم ولا قتادة (۴)

ترجمہ:- میں نے حدیث میں عمرو بن دینار سے بڑھ کر کسی کو قابل اعتماد نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے ایک ساعت خاموش ہو کر سوچا کہیں میں مشائخ پر

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عمرو بن دينار، ج۵ ص ۳۰۳

(۲،۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة. عمرو بن دينار، ج۵ ص ۳۰۲

(۴) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: عمرو بن دينار، ج۲۲ ص۹

بدگمانی تو نہیں کر رہا، پھر آپ نے فرمایا: نہ حکم اور نہ ہی قتادہ کو (میں نے عمرو جیسا دیکھا ہے)۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) امام عمرو کی ثقاہت پر فرماتے ہیں:

عمرو ثقة ثقة ثقة.[1]

ترجمہ:- عمرو ثقہ ہے، ثقہ ہے، ثقہ ہے۔

امام موفق مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ)، امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) کی تحقیق کے مطابق امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حدیث میں شیخ تھے۔[2]

امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ کا انتقال ۱۲۶ھ میں ہوا۔

۹- امام ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ

آپ کا پورا نام ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ الہمدانی الکوفی ہے (متوفی ۱۲۷ھ)، آپ حافظِ حدیث اور کوفہ کے ممتاز عالم تھے، آپ نے اپنی تاریخِ پیدائش کے متعلق فرمایا:

ولدت لسنتين بقيتا من خلافة عثمان، ورأيت علي بن أبي طالب يخطب.[3]

ترجمہ:- حضرت عثمان کی خلافت کے دو سال رہتے تھے کہ میری ولادت ہوئی اور میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔

امام ابو اسحاق رحمہ اللہ نے درج ذیل صحابہ کرام سے روایت کیا ہے:

۱- حضرت علی بن ابی طالب۔ ۲- حضرت مغیرہ بن شعبہ۔
۳- حضرت اُسامہ بن زید۔ ۴- حضرت رافع بن خدیج۔
۵- حضرت نعمان بن بشیر۔ ۶- حضرت جابر بن سمرہ۔

---

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: عمرو بن دينار، ج ۲۹ ص ۱۰

(۲) دیکھئے تفصیلاً: مناقب أبي حنيفة: ج ۱ ص ۳۷ / تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۱۹ / طبقات الحفاظ: ترجمة: عمرو بن دينار المكي ص ۵۰

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو اسحاق السبيعي، ج ۵ ص ۳۹۳

٧-حضرت معاویہ بن ابی سفیان۔ ٨-حضرت عدی بن حاتم۔
٩-حضرت عبداللہ بن عباس۔ ١٠-حضرت براء بن عازب۔
١١-حضرت زید بن ارقم۔ ١٢-حضرت عبداللہ بن عمرو۔
١٣-حضرت ابو جحیفہ السوائی۔ ١٤-حضرت سلیمان بن صرد۔
١٥-حضرت عمارہ بن رویبہ ثقفی۔ ١٦-حضرت عبداللہ بن یزید۔
١٧-حضرت عمرو بن حارث الخزاعی اور دیگر صحابہ کرام۔ (١)

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

محدثین عظام نے امام ابو اسحاق کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

١-ایک شخص نے امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ (متوفی ١٦٠ھ) سے پوچھا:

سمع ابو إسحاق من مجاهد؛ قال: ما كان يصنع هو بمجاهد كان هو أحسن حديثاً من مجاهد ومن الحسن وابن سيرين. (٢)

ترجمہ:-ابو اسحاق نے مجاہد سے سماعتِ حدیث کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: انہیں مجاہد سے کیا غرض ہوتی، وہ تو حدیث میں مجاہد، حسن بصری اور ابن سیرین سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

٢-امام ابو داود طیالسی رحمہ اللہ (متوفی ٢٠٤ھ) فرماتے ہیں:

وجدنا الحديث عند أربعة: الزهري وقتادة وأبي إسحاق والأعمش، فكان قتادة أعلمهم بالاختلاف، والزهري أعلمهم بالإسناد، وأبو إسحاق أعلمهم بحديث علي وابن مسعود، وكان عند الأعمش من كل هذا، ولم يكن عند واحد من هؤلاء إلا ألفين ألفين. (٣)

ترجمہ:-ہم نے علم حدیث کا ذخیرہ ان چار کے پاس پایا: زہری، قتادہ، ابو اسحاق اور اعمش۔ ان میں قتادہ اختلافِ فقہاء اور مذاہبِ علماء کے بڑے

(١) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو إسحاق السبيعي، ج٥ ص ٣٩٣

(٢) الجرح والتعديل: ترجمة: حرف العين، عمرو بن عبدالله السبيعي، ج٦ ص ٢٤٣

(٣) تذكرة الحفاظ، ترجمة: أبو إسحاق السبيعي عمرو بن عبدالله، ج١ ص ٨٧

عالم تھے، زہری ان سب سے زیادہ علم الاسناد جانتے تھے، بواسحاق حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی احادیث کا علم زیادہ رکھتے تھے، اور اعمش ان تمام علوم میں ماہر تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس دو دو ہزار احادیث کا ذخیرہ تھا۔

حافظِ حدیث امام ابوحاتم محمد بن ادریس رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

ثقة، وأحفظ من أبي إسحاق الشيباني، ويشبه بالزهري في كثرة الرواية۔[1]

ترجمہ:- ابو اسحاق سبیعی ثقہ ہیں، ابو اسحاق شیبانی سے زیادہ حدیث یاد رکھنے والے ہیں اور کثرتِ روایت میں زہری سے مشابہت رکھتے ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)، امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ)، امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ)، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) کی تحقیق کے مطابق امام ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علمِ حدیث میں شیخ تھے۔[2]

امام ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ کا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا۔

۱۰- امام ہشام بن عروہ رحمہ اللہ

آپ کا مکمل نام ابوالمنذر ہشام بن عروہ ابن زبیر بن العوام قرشی زبیری ہے (متوفی ۱۴۶ھ)، آپ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے، آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے ممتاز فقیہ تھے، آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت سہل بن سعد اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے، جب کہ درج ذیل صحابہ کرام اور اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو إسحاق السبيعي عمرو بن عبدالله، ج۱ ص ۸۷

(۲) دیکھئے تفصیلاً: تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۵ / تهذيب الأسماء واللغات: ترجمة: أبو حنيفة الإمام، ج۲ ص۲۱۶ / تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۱۹ / سير أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۲

۱- اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ ۲- اپنے والد امام عروہ رحمہ اللہ۔ ۳- اپنی زوجہ فاطمہ بنتِ منذر رضی اللہ عنہا۔ ۴- اپنے بھائی امام عبداللہ بن عروہ رحمہ اللہ۔ ۵- امام عبداللہ بن عثمان رحمہ اللہ۔ ۶- امام عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رحمہ اللہ۔ ۷- امام عمر بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ۔ ۸- امام کریب مولیٰ ابنِ عباس رحمہ اللہ۔ ۹- امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ۔ ۱۰- امام محمد بن مسلم شہاب الزہری رحمہ اللہ۔ [1]

امام ہشام بن عروہ رحمہ اللہ خود بیان فرماتے ہیں:

رأیت جابر بن عبد اللہ وابن عمر ولکل واحد منهما جمة [2]

ترجمہ:- میں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر بن عبداللہ کو دیکھا، ان دونوں میں سے ہر ایک کے کندھوں تک لمبے بال تھے۔

محدثینِ عظام نے امام ہشام رحمہ اللہ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱- امام موسیٰ بن وہیب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قدم علینا هشام بن عروة فکان فینا مثل الحسن وابن سیرین. [3]

ترجمہ:- ہشام بن عروہ ہمارے پاس (بصرہ) آئے تو وہ ہم میں (علمی مقام کے اعتبار سے) امام حسن بصری اور امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ کی طرح تھے۔

۲- امام ابنِ سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) کہتے ہیں:

کان هشام ثقةً ثبتاً، کثیر الحدیث حجةً [4]

ترجمہ:- ہشام ثقہ، پختہ، کثیر الحدیث اور حجت تھے۔

۳- امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) سے پوچھا:

(۱، ۲) تاریخ بغداد: ترجمة: هشام بن عروة، ج ۱۴ ص ۳۷

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: هشام بن عروة، ج ۱۴ ص ۴۰

(۴) تذکرة الحفاظ: ترجمة: هشام بن عروة بن الزبیر بن العوام، ج ۱ ص ۱۰۹

هشام بن عروة أحب إليك عن أبيه أو الزهري؟ فقال: كلاهما. ولم يفضل.[۱]

ترجمہ:- آپ کے نزدیک ہشام بن عروہ اپنے والد سے (روایت کرنے کے اعتبار سے) زیادہ پسندیدہ ہے یا امام زہری؟ انہوں نے فرمایا: دونوں ہی، اور کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دی۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے آپ کے متعلق فرمایا:

ثقة إمام في الحديث.[۲]

ترجمہ:- ثقہ ہیں اور علم حدیث میں امامت کے درجے پر فائز ہیں۔

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، امام مزی (متوفی ۷۴۲ھ)، امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) رحمہم اللہ کی تحقیق کے مطابق امام ہشام بن عروہ رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم حدیث میں شیخ تھے۔[۳]

محدثین کی ایک جماعت کے مطابق امام ہشام رحمہ اللہ کا وصال ۱۴۶ھ میں ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دس محدثین تلامذہ کا تعارف

۱- امام زفر بن ہذیل العنبری رحمہ اللہ

امام زفر رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۸ھ) امام اعظم رحمہ اللہ کے بلند پایہ شاگرد ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام صاحب کے حلقہ درس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے تلامذہ میں سب سے پہلے امام زفر رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے:

تفقه به جماعة من الكبار منهم زفر بن هذيل وأبو يوسف.[۴]

(۱،۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: هشام بن عروة بن الزبير بن العوام، ج۱ ص۱۰۹

(۳) دیکھیے تفصیلاً: تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۵ / تهذيب الأسماء واللغات: ترجمة: أبو حنيفة الإمام، ج ۲ ص ۲۱۶ / تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۱۹ / سير أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۲

(۴) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۱۹

ترجمہ:-- امام ابوحنیفہ سے کبار علماء کی جماعت نے فقہ کا علم حاصل کیا، ان میں زُفر بن ہذیل اور ابو یوسف ہیں۔

آپ والد کی طرف سے عربی النسل اور والدہ کی طرف سے فارسی النسل تھے، اسی طرح آپ عربی اور عجمی دونوں خصوصیات کے حامل تھے، والد کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد عدنان سے جاملتا ہے۔[1]

آپ ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اور آپ کے والد اصفہان کے حاکم رہے ہیں، آپ کے والد اُموی خلیفہ یزید بن ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت سے اصفہان کے حاکم چلے آرہے تھے، اور ۱۲۸ھ تک اس عہدے پر فائز رہے۔[2]

امام زُفر رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۱۰ھ میں اصفہان میں ہوئی، جہاں آپ کے والد حاکم تھے، یہیں آپ کی نشوونما ہوئی اور پھر آپ اپنے بھائی جو بصرہ میں مقیم تھے ان کی وفات کے بعد ان کی میراث کے سلسلے میں بصرہ گئے، تو وہاں کے لوگوں نے آپ کے فضل وکمال سے متاثر ہو کر آپ کو بصرہ ہی میں ٹھہرالیا، چنانچہ امام ابنِ ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے مشہور حافظ الحدیث امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ امام زُفر اپنے بھائی کی میراث کے سلسلے میں بصرہ گئے تو اہلِ بصرہ آپ کے ساتھ چمٹ گئے اور آپ کو واپس نہیں جانے دیا:

وقع الی البصرة في ميراث أخيه تشبث به أهل البصرة فلم يدعوه يخرج من عندهم.[3]

امام زُفر رحمہ اللہ نے امام ابو ایوب سختیانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱ھ)، امام یحییٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۳ھ)، امام اعمش رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۸ھ)، امام سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۶ھ) سے علم حدیث حاصل کیا۔ امام زُفر رحمہ اللہ نے پہلے علم حدیث میں مہارت حاصل کی اور پھر علم فقہ کی طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فقہ اور قیاس میں مکمل عبور حاصل کیا، پھر اس حوالے سے

---

(۱) تفصیلاً آپ کے سلسلۂ نسب کے لئے ملاحظہ فرمائیں: وفيات الأعيان: ترجمة: زفر بن الهذيل الحنفي، ج ۲ ص ۳۱۷، ۳۱۸

(۲) طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها: ترجمة: زفر بن الهذيل بن قيس، ج ۱ ص ۵۰۳

(۳) الجرح والتعديل: حرف الزاء، ترجمة: زفر بن الهذيل، ج ۳ ص ۶۰۹

علمی حلقوں میں آپ کی شہرت ہوئی، چنانچہ محمد بن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں:

وكان قد سمع الحديث ونظر في الرأي فغلب عليه ونسب إليه۔ (١)

ترجمہ:- آپ نے حدیث کا سماع کیا اور رائے (فقہ) میں مہارت حاصل کی، اور رائے (فقہ) آپ پر غالب آگئی، اور آپ اسی کی طرف منسوب ہوگئے۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ (متوفی ٦٨١ھ) فرماتے ہیں:

وكان من أصحاب الحديث.

ترجمہ:- آپ اصحاب حدیث (محدثین) میں سے تھے۔ (٢)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اشتغل أولا بعلم الحديث ثم غلب عليه الفقه والقياس.

ترجمہ:- امام زُفر پہلے علم حدیث حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، پھر آپ پر فقہ اور قیاس کا غلبہ ہوگیا۔ (٣)

فنِ اسماء الرجال کے مسلّم امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) امام زُفر رحمہ اللہ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلْفَقِيْهُ الْمُجْتَهِدُ الرَّبَّانِيُّ الْعَلَّامَةُ أَبُو الْهُذَيْلِ.

نیز آپ فرماتے ہیں:

قُلْتُ: هُوَ مِنْ بُحُوْرِ الْفِقْهِ وَأَذْكِيَاءِ الْوَقْتِ.

ترجمہ:- میں (امام ذہبی) کہتا ہوں کہ امام زُفر فقہ کے سمندر اور وقت کے ذہین ترین لوگوں میں سے تھے۔

نیز علم حدیث میں آپ کی دسترس کو ان الفاظ میں بیان کیا:

وَكَانَ يَدْرِي الْحَدِيْثَ وَيُتْقِنُهُ.

ترجمہ:- آپ علم حدیث میں سمجھ اور پختگی رکھتے تھے۔

---

(١) الطبقات الكبرى: الطبقة السابعة: ترجمة: زفر بن الهذيل، ج٦ ص٣٦١

(٢) وفيات الأعيان: ترجمة: زفر بن الهذيل، ج٢ ص٣١٨

(٣) البداية والنهاية، سنة ثمان وخمسين ومائة، ج١٠ ص٣٧

وفورِ علم کے ساتھ عبادت وریاضت میں آپ بے مثال تھے، علم وعمل کے جامع شخص تھے:

وَكَانَ مِمَّنْ جَمَعَ الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ۔ (۱)

ترجمہ:- امام زُفر ان لوگوں میں سے تھے جو علم اور عمل کے جامع تھے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

قُلْتُ: كَانَ هٰذَا الْإِمَامُ مُنْصِفًا فِي الْبَحْثِ مُتَّبِعًا۔ (۲)

ترجمہ:- میں (امام ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ امام بحث ومباحثے میں انصاف پسند اور (سنّت کے) متبع تھے۔

واضح رہے کہ کبارِ محدثین اور ائمہ حدیث نے روایت حدیث میں آپ کی ثقاہت کو تسلیم کیا، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صدوق وثقه غير واحد۔ (۳)

ترجمہ:- آپ صدوق (روایت حدیث میں نہایت سچے) ہیں اور کئی محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔

امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۷ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

كان ثقة مامونا۔ (۴)

ترجمہ:- امام زُفر (حدیث میں) ثقہ اور قابلِ اعتماد تھے۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) نے بھی آپ کی توثیق کی ہے:

وثقه غير واحد وابن معين۔ (۵)

ترجمہ:- امام زُفر کو کئی محدثین نے ثقہ کہا ہے، خصوصاً امام یحییٰ بن معین نے۔

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) نے اپنی مشہور تصنیف ''کتاب الثقات'' میں

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: زفر بن الهذيل، ج۸ ص۳۸ تا ۴۱

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: زفر بن الهذيل، ج۸ ص۴۰

(۳) المغني في الضعفاء: حرف الزاء، ترجمة: زفر بن الهذيل، ص۲۳۸

(۴) الجرح والتعديل: حرف الزاء، ترجمة: زفر بن الهذيل، ج۳ ص۶۰۹

(۵) لسان الميزان: حرف الزاء، ترجمة: زفر بن الهذيل، ج۲ ص۴۷۶

امام زُفر رحمہ اللہ کو پختہ کار محدّث اور حافظ الحدیث شمار کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

کان متقنا حافظا۔ (۱)

ترجمہ:- امام زُفر پختہ کار محدّث (اور) حافظ الحدیث تھے۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) کی معروف کتاب ''الثقات'' جس میں انہوں نے سولہ سو ساٹھ[۱۶۶۰] ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے، اس کتاب میں انہوں نے رقم الترجمہ: ۴۱۳ پر امام زُفر رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے، اور آپ کے متعلق امام یحییٰ بن معین اور امام ابونعیم فضل بن دکین کے توثیقی اقوال نقل کئے ہیں۔ (۲)

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

کَانَ زفر ذا عقل ودین وفھم وورع وَکَانَ ثِقَۃً فِی الْحَدِیثِ.

ترجمہ:- امام زُفر عقل مند، دین دار، سمجھ دار، پرہیزگار اور حدیث میں ثقہ تھے۔ (۳)

ناسخ ومنسوخ روایات کی پہچان میں آپ کو گہری دسترس تھی، چنانچہ مشہور محدّث ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۷ھ) فرماتے ہیں: میں امام زُفر کے سامنے احادیث پیش کرتا اور آپ ان میں سے ناسخ ومنسوخ روایات کی نشان دہی کرتے، علمِ حدیث میں یہ بالغ نظری بہت کم محدثین کو حاصل ہوتی ہے:

كُنْتُ أَعرِضُ الأَحَادِيثَ عَلَى زُفَرَ، فَيَقُوْلُ: هذَا نَاسِخٌ، هذَا مَنْسُوخٌ، هذَا يُؤْخَذُ بِهِ، هذَا يُرْفَضُ. (۴)

امام زُفر رحمہ اللہ نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے صرف فقہ ہی نہیں بلکہ احادیث بھی روایت کی ہیں، امام صاحب سے ''کتاب الآثار'' جس طرح آپ کے دیگر تلامذہ نے روایت کی ہے، اسی طرح امام زُفر رحمہ اللہ نے بھی آپ سے روایت کی ہے، پھر آپ سے ''کتاب الآثار'' کی

---

(۱) لسان المیزان: حرف الزاء، ترجمۃ: زفر بن الھذیل، ج ۲ ص ۴۷۶

(۲) دیکھئے: الثقات لابن شاھین: حرف الزاء، زفر بن الھذیل، ص ۹۳

(۳) الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ: حرف الزاء، ترجمۃ: زفر بن الھذیل، ج ۱ ص ۲۴۴

(۴) سیر أعلام النبلاء، ترجمۃ: زفر بن الھذیل، ج ۸ ص ۴۰

روایت آپ کے تین شاگردوں نے کی ہے:

۱-شداد بن حکیم بلخی، ۲-ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی، ۳-حکم بن ایوب رحمہم اللہ

پہلے دو نسخوں کا ذکر امام حاکم نیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے کیا ہے فرماتے ہیں:

نُسْخَةٌ لِزُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ الْجُعْفِيِّ تَفَرَّدَ بِهَا عَنْهُ شَدَّادُ بْنُ حَكِيمٍ الْبَلْخِيُّ، وَنُسْخَةٌ أَيْضًا لِزُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ الْجُعْفِيِّ تَفَرَّدَ بِهَا أَبُو وَهْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُزَاحِمٍ الْمَرْوَزِيُّ عَنْهُ.[1]

ترجمہ:- زُفر بن ہذیل جعفی کا ایک نسخہ جس کو ان سے شداد بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں، اور امام زُفر ہی کا ایک اور نسخہ جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی روایت کرتے ہیں۔

تیسرے نسخے کا ذکر ابوالشیخ اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۹ھ) نے کیا ہے:

أَحْمَدُ بْنُ رُسْتَةَ بْنِ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ كَانَ عِنْدَهُ السُّنَنُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ عَنْ زُفَرَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ.[2]

ترجمہ:- احمد بن رُستہ جو محمد بن مغیرہ کے نواسے ہیں ان کے پاس سنن تھی، جس کو وہ اپنے نانا محمد سے، اور وہ حکم بن ایوب سے، اور وہ زُفر سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے یہاں "کتاب الآثار" کو "السنن" کے نام سے ذکر کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صرف وہی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں جو احکامِ فقہ سے متعلق ہیں، اس لئے اس کو باصطلاحِ محدثین "کتبِ سنن" میں داخل کیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے یہ بلند پایہ شاگرد علم حدیث وفقہ دونوں کے آفتاب وماہتاب تھے، البتہ آپ کی شہرت فقہ کے اعتبار سے زیادہ ہوئی۔

امام زُفر رحمہ اللہ کے علم حدیث وفقہ میں اساتذہ وتلامذہ، آپ کے متعلق اہلِ علم کی آراء، فقہی مسائل میں آپ کے اقوال اور نکتہ رس جوابات، نیز آپ کے متعلق گراں قدر معلومات کے

(۱) معرفة علوم الحديث: النوع الثامن والثلاثين، ص ۱۶۳

(۲) طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليهم: ترجمة: أحمد بن رستة بنت محمد، ج ۴ ص ۱۵۷

لئے مطالعہ کریں، مشہور محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) کی تصنیفِ لطیف "لمحات النظر فی سیرۃ الإمام الزفر" جو ۱۴۲۵ھ میں "دار الکتب العلمیۃ" سے طبع ہے۔

۲- امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ

نام: عبداللہ، کنیت: ابوعبدالرحمٰن (متوفی ۱۸۱ھ)، والد کا نام: المبارک، اور دادا کا نام: واضح الحنظلی ہے۔ مرو کے رہنے والے ہیں اسی وجہ سے ان کو مروزی کہتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۱۸ھ یا ۱۱۹ھ میں ہوئی، امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے آپ کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں کیا ہے:

الإمام المجمع علیٰ إمامته وجلالته فی کل شیء، الذی تستنزل الرحمة بذکره وترتجا المغفرة بحبه، وهو من تابعی التابعین۔[1]

ترجمہ:- وہ امام جن کی امامت وجلالت پر ہر شئی میں اجماع کیا گیا ہے، جن کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، اور جن کی محبت سے مغفرت کی اُمید کی جاسکتی ہے، اور آپ اَتباعِ تابعین میں سے تھے۔

محدثین آپ کو "امیر المؤمنین" فی الحدیث کہتے ہیں، آپ صحاحِ ستہ کے ائمہ رُوات واجلہ شیوخ میں سے ہیں، آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اخص اصحاب وتلامذہ میں سے تھے، امام صاحب کے انتقال تک آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوئے، آپ امام صاحب کے بڑے معتقد تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

الإِمَامُ، شَيْخُ الإِسْلَامِ، عَالِمُ زَمَانِهِ، وَأَمِيْرُ الأَتْقِيَاءِ فِي وَقْتِهِ الحَافِظُ، الغَازِي، أَحَدُ الأَعْلَامِ، وَصَنَّفَ التَّصَانِيْفَ النَّافِعَةَ الكَثِيْرَةَ.

ترجمہ:- امام، شیخ الاسلام، اپنے زمانے کے (بڑے) عالم، اپنے وقت کے متقیوں کے پیشوا، حافظ الحدیث، غازی، (کبار) علماء میں سے ایک، آپ نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں۔

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے ابنِ مبارک رحمہ اللہ کے اَساتذۂ حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اِسمِ گرامی کو ذکر کیا ہے، نیز آپ فرماتے ہیں:

---

(۱) تهذیب الأسماء واللغات، ترجمة: عبدالله بن المبارك، ج۱ ص۲۸۵

وَقَدْ تَفَقَّهَ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِأَبِي حَنِيفَةَ، وَهُوَ مَعْدُودٌ فِي تَلَامِذَتِهِ۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابن المبارک نے امام ابو حنیفہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی، اور وہ ان کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْلَا أَنَّ اللهَ قَدْ أَدْرَكَنِي بِأَبِي حَنِيفَةَ وَسُفْيَانَ لَكُنْتُ بِدْعِيًّا (۲)

ترجمہ:- اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے امام ابو حنیفہ اور امام سفیان ثوری سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث اور اثر میں فقہ کی ضرورت پڑ جائے تو امام مالک، سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کی رائے معتبر ہوگی، پھر فرماتے ہیں:

وَأبو حنيفة أحسنهم وأدقهم فطنة وأغوصهم على الْفِقْه وَهُوَ أفقه الثَّلَاثَة۔ (۳)

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ ان میں ذہانت میں سب سے اچھے اور دقیق مسائل جاننے والے تھے، اور فقہ میں زیادہ گہرائی میں اُترنے والے تھے، اور تینوں میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے تھے۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ جو علم فقہ میرے پاس ہے، وہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سیکھا ہے:

وتعلمت الفقه الَّذِي عندي من أبي حنيفة۔ (۴)

امام صاحب کے مخالفین کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِذَا سَمِعْتُهُمْ يَذْكُرُونَ أَبَا حَنِيفَةَ بِسُوءٍ سَاءَنِي ذَلِكَ، وَأَخَافُ عَلَيْهِمُ الْمَقْتَ مِنَ اللهِ تَعَالَى۔ (۵)

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عبدالله ابن المبارك، ج ۸ ص ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۰۸

(۲) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۳۰

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۳

(۴) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۵۳

(۵) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۳۶

ترجمہ:- جب یہ لوگ امام ابوحنیفہ کا تذکرہ برائی سے کرتے ہیں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے، اور میں ڈرتا ہوں کہ امام صاحب کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کہیں ان لوگوں پر اللہ کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ابن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ حدیث چار ہیں: سفیان ثوری، امام مالک، حماد بن زید اور ابن مبارک رحمہم اللہ:

اَلْأَئِمَّةُ أَرْبَعَةٌ: سُفْيَانُ، وَمَالِكٌ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ الْمُبَارَكِ.

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کے حالات میں اور عبداللہ بن مبارک کے حالات میں غور کیا کہ اگر صحابہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ اور آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی فضیلت حاصل نہ ہوتی تو ابن مبارک رحمہ اللہ ان کے برابر ہوتے:

نَظَرْتُ فِي أَمْرِ الصَّحَابَةِ وَأَمْرِ عَبْدِ اللهِ فَمَا رَأَيْتُ لَهُم عَلَيْهِ فَضْلًا، إِلَّا بِصُحْبَتِهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَزْوِهِمْ مَعَهُ.

ایک مرتبہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے اصحاب نے جمع ہو کر آپ کے فضائل و کمالات شمار کیے تو سب نے طے کیا کہ آپ میں حسب ذیل کمالات و خصائل جمع تھے:

۱-علم، ۲-فقہ، ۳-ادب، ۴-علم نحو، ۵-علم لغت، ۶-زہد، ۷-فصاحت و بلاغت، ۸-شعر و شاعری، ۹-قیام اللیل، ۱۰-کثرت سے عبادت، ۱۱-فریضہ حج کی کثرت سے ادائیگی، ۱۲-جہاد میں شرکت، ۱۳-بے مثال شجاعت و بہادری، ۱۴-گھڑسواری، ۱۵-جسمانی قوت و طاقت، ۱۶-لایعنی کاموں اور باتوں کو ترک کرنا، ۱۷-عدل و انصاف، ۱۸-اپنے اصحاب سے کم اختلاف رکھنا:

تَعَالَوْا نَعُدُّ خِصَالَ ابْنِ الْمُبَارَكِ مِنْ أَبْوَابِ الْخَيْرِ. فَقَالُوا: الْعِلْمُ، وَالْفِقْهُ، وَالْأَدَبُ، وَالنَّحْوُ وَاللُّغَةُ، وَالزُّهْدُ وَالْفَصَاحَةُ، وَالشِّعْرُ، وَقِيَامُ اللَّيْلِ، وَالْعِبَادَةُ وَالْحَجُّ، وَالْغَزْوُ، وَالشَّجَاعَةُ، وَالْفُرُوسِيَّةُ، وَالْقُوَّةُ، وَتَرْكُ الْكَلَامِ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ، وَالْإِنْصَافُ، وَقِلَّةُ الْخِلَافِ عَلَى أَصْحَابِهِ.

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ رب کعبہ کی قسم! میری آنکھوں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جیسا شخص نہیں دیکھا:

وربّ هذا البيت! ما رأت عيناي مثل ابن المبارك.

آپ کے متعلق مزید توثیقی اقوال، اکابر اہلِ علم کی آراء، آپ کے اساتذہ وتلامذہ کا تذکرہ، آپ کے علمی اسفار و واقعات، آپ کے عمدہ اقوالِ زرّیں، نیز بیش بہا معلومات کے لئے تفصیلاً دیکھیں: سیر أعلام النبلاء۔ (۱)

بندے کے ناقص مطالعے کے مطابق حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ وہ واحد شخصیت ہیں جن پر رجال کی کسی کتاب میں کوئی جرح موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

۳-امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ

آپ کا نام یعقوب اور کنیت ابویوسف ہے (متوفی ۱۸۲ھ)، آپ کی ولادت ۱۱۳ھ میں معدن العلم والفقہ کوفہ میں ہوئی، آپ کا آبائی تعلق مدینہ منورہ کے انصار خاندان سے ہے، اور آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

أَبُو يُوسُف يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ حَبْتَة الْأَنْصَارِيّ. (۲)

آپ کے جدِّ اعلیٰ حضرت سعد بن حبتہ انصاری رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول ہیں، اور ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے، آپ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے چوٹی کے شاگرد تھے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ أَكْبَرَ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ. (۳)

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ أَنْبَلُ تَلَامِذَتِهِ وَأَعْلَمُهُمْ. (۴)

ترجمہ:- آپ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز اور سب سے بڑے عالم تھے۔

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عبدالله بن المبارك بن الواضح، ج۸ ص ۳۷۸ تا ۴۲۱

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: يعقوب بن إبراهيم، ج ۱۴ ص ۲۴۶

(۳) البداية والنهاية: ترجمة: القاضي أبو يوسف، ج۱۰ ص ۱۹۳

(۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة: القاضي أبو يوسف، ج۸ ص ۵۳۶

آپ جب امام صاحب کے پاس حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کررہے تھے، اس وقت آپ کی مالی حالت انتہائی خستہ تھی، امامِ اعظم رحمہ اللہ نے اپنی بصیرت وفراست سے آپ کی پیشانی پر علم وفضل کے آثار دیکھے، اور آپ کے علم حاصل کرنے کا شوق ملاحظہ کیا تو آپ کے اخراجات اپنے ذمے لے لئے، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ جب تعلیم حاصل کرنے میں لگے تو آپ کے والد غریب تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آپ کو مسلسل سینکڑوں درہم دے کر آپ کی امداد کرتے رہے۔ (۱)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سترہ سال امامِ اعظم رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا ہوں:

صَحِبْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ سَبْعَ عَشَرَ سَنَةً. (۲)

آپ کے مشہور شیوخ الحدیث یہ ہیں:

ابو اسحاق الشیبانی، سلیمان التیمی، یحیٰی بن سعید الانصاری، سلیمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عبید اللہ بن عمر العمری، حنظلہ بن ابی سلیمان، عطاء بن السائب، محمد بن اسحاق بن یسار، حجاج بن ارطاۃ، لیث بن سعد اور ایوب بن عتبہ رحمہم اللہ۔ (۳)

آپ کے بلند پایہ حافظے کا یہ عالم تھا کہ کئی محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ صرف ایک ہی مجلس میں پچاس احادیث مع اسناد یاد کر لیتے تھے:

وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ: كَانَ يَحْفَظُ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ خَمْسِيْنَ حَدِيْثًا بِأَسَانِيْدِهَا. (۴)

آپ تاریخِ اسلام کے سب سے پہلے "قاضی القضاۃ" تھے، آپ سے پہلے یہ لقب اسلام میں متعارف ہی نہ تھا، شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ أَجَلُّ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَوَّلُ مَنْ لُقِّبَ قَاضِيَ الْقُضَاةِ (۵)

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: القاضي أبو يوسف، ج ۸ ص ۵۳۶

(۲،۳) تاريخ بغداد: ترجمة: يعقوب بن إبراهيم، ج ۱۴ ص ۲۵۴

(۴) شذرات الذهب: سنة اثنتين وثمانين ومائة، ج ۲ ص ۳۶۹

(۵) مجموع الفتاوى: مسألة إجماع أهل المدينة، ج ۲۰ ص ۳۰۴

ترجمہ:- امام ابو یوسف جو کہ امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں، اور پہلے وہ شخص ہیں جن کو "قاضی القضاۃ" کے لقب سے پکارا گیا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی علم حدیث میں جلالت شان کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ محدثِ کبیر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أول ما طلبت الحديث ذهبت الى أبي يوسف القاضي ثُمَّ طلبنا بعد فكتبنا عن الناس.[1]

ترجمہ:- جب میں نے علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تو اس کی تحصیل کے لئے سب سے پہلے امام ابو یوسف قاضی کی خدمت میں پہنچا، پھر اور لوگوں سے احادیث لکھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ کے علم حدیث میں سب سے پہلے اُستاذ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہیں۔

علم حدیث اور فنِ رجال کے مسلّم تین ائمہ جن پر علم حدیث کا مدار ہے، اور جن کی جلالتِ شان سب کے ہاں مسلّم ہے، یعنی امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)، امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، علی بن المدینی (متوفی ۲۳۴ھ) رحمہم اللہ، ان تینوں ائمہ کا اتفاق ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ روایت حدیث میں ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں۔

چنانچہ احمد بن کامل قاضی رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۰ھ) فرماتے ہیں:

ولم يختلف يحيى بن مَعِين وأحمد بن حنبل وعلي بن المَدِيني في ثقته في النقل.[2]

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کا استنباطِ حدیث میں مقام و مرتبے کا اندازہ درج ذیل واقعے سے لگایئے:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام سلیمان بن مہران اعمش (متوفی ۱۴۸ھ) نے مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو میں نے انہیں اس کا درست جواب دے دیا، انہوں نے

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ: یعقوب بن إبراهيم، ج ۱۴ ص ۲۵۷

(۲) تاریخ بغداد: ترجمۃ: یعقوب بن إبراهيم، ج ۱۴ ص ۲۴۷

مجھ سے (حیران ہوکر) کہا: آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا ہے؟ میں نے کہا: فلاں حدیث سے جسے آپ ہی نے ہم سے بیان کیا ہے اور میں نے ان سے حدیث ذکر کردی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا:

یا یعقوب! إنی لأحفظ هذا الحدیث قبل أن یجتمع أبواك. فما عرفت تأویله حتی الآن.[1]

ترجمہ:- یعقوب! مجھے یہ حدیث اس وقت سے یاد ہے جب کہ ابھی تمہارے والدین بھی مجتمع نہ ہوئے تھے، مگر اس کا مطلب میں ابھی سمجھا ہوں۔

اس قول سے قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی جلالتِ علمی اور انتہا درجہ فہم حدیث کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام اعمش رحمہ اللہ کا شمار امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شیوخ میں ہوتا ہے، اس کے علاوہ صحاح ستہ کے راوی اور سینکڑوں احادیث کے بھی حافظ ہیں، لیکن فہم حدیث کے لئے انہوں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرف رُجوع کیا۔ اس واقعے سے یہ بھی پتا چلا کہ قاضی صاحب صرف فقیہِ حدیث ہی نہ تھے، بلکہ عظیم حافظِ حدیث بھی تھے، تب ہی تو انہوں نے فوراً امام اعمش رحمہ اللہ کو ان ہی کے طریق سے حدیث کا حوالہ دے دیا، شاگرد کی اس عالی قدر و منزلت میں درحقیقت امامِ اعظم رحمہ اللہ کی عظمت پوشیدہ ہے جن کے فیوضاتِ علمی کی وجہ سے وہ اس درجے پر متمکن ہوئے۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ نے بھی اپنے اس شاگردِ خاص کا علمی مرتبہ بیان کیا ہے، امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیات میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو جان لیوا مرض لاحق ہوا، تو ہم نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی عیادت کی، جب آپ ان کے پاس سے اُٹھے تو ان کے گھر کے دروازے کی دہلیز پر ہاتھ رکھ کر افسردہ انداز میں بولے:

إن یمت هذا الفتی، فإنه أعلم من علیها وأومأ إلی الأرض.[2]

ترجمہ:- اگر یہ نوجوان فوت ہو جائے، پھر زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ تو رُوئے زمین پر بسنے والوں میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

حسن بن ابو مالک رحمہ اللہ اور عباس بن ولید رحمہ اللہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم

---

(۱) الأنساب للسمعانی: حرف القاف، باب القاف والألف، ج ۱۰ ص ۳۰۸ / مناقب الإمام أبی حنیفة وصاحبیه: ص ۶۳

(۲) سیر أعلام النبلاء، ترجمة: القاضی أبو یوسف یعقوب بن ابراهیم، ج ۸ ص ۵۳۶

محدث ابو معاویہ محمد بن خازم رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۵ھ) کے پاس حجاج بن اَرطاۃ سے مروی احادیث کو سمجھنے اور سیکھنے جاتے تھے، ابو معاویہ نے ہم سے کہا: کیا تمہارے ہاں قاضی ابو یوسف نہیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، وہ تو ہم میں موجود ہیں! آپ نے فرمایا:

أتتركون أبا يوسف وتكتبون عني؟ كنا نختلف إلى الحجاج فكان أبو يوسف يحفظ والحجاج يملي علينا فإذا خرجنا كتبنا من حفظ أبي يوسف.[1]

ترجمہ:- کیا تم ابو یوسف کو چھوڑ کر مجھ سے احادیث لکھ رہے ہو؟ (ان کا تو یہ حال ہے کہ) ہم حجاج بن اَرطاۃ کے پاس جایا کرتے تھے، تو حجاج جو کچھ ہمیں إملا کراتے تھے ابو یوسف اسے یاد کر لیتے تھے، پھر ہم ان کے درس سے آتے تو ابو یوسف کے حافظے سے سب کچھ لکھ لیتے۔

إمام ابو معاویہ محمد بن خازم رحمہ اللہ عظیم محدث تھے جن کی ثقاہت پر اعتبار کرتے ہوئے ائمۂ صحاح ستہ نے ان سے کل ایک ہزار اٹھاون (۱۰۵۸) متصل احادیث روایت کی ہیں، وہ قاضی ابو یوسف کے بلند پایہ حفظِ حدیث کی گواہی دے رہے ہیں کہ ہم بھی ان کے خوشہ چیں ہوتے تھے، جس إمامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہونہار شاگرد کا یہ حال ہو، خود ان کے حافظے کا عالم کیا ہوگا؟ مزید تائید کے لئے درج ذیل روایت بھی مطالعہ فرمائیں:

إمامِ اعظم کے شاگرد امام حسن بن زیاد اللؤلؤی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ حج پر گئے تو وہ راستے میں بیمار ہو گئے، تو ہم نے بئرِ میمون پر پڑاؤ ڈالا، إمام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ان کی عیادت کرنے کے لئے وہاں آئے، تو آپ نے ہم سے کہا: ابو محمد (یعنی سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ) سے علم حدیث حاصل کرو، انہوں نے ہم سے چالیس احادیث بیان کیں، پھر جب سفیان چلے گئے تو إمام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ہم سے فرمایا:

خذوا ما روى لكم، اقرَأ عليها الأربعين حديثًا حفظًا على سِنّه وضعفه وعِلّته وشغله بسفره. وفي رواية قال: حدّثنا بالأربعين حديثًا بسنده

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، أخبار أبي يوسف، ص ١٠١

ومتنه حفظًا، وتعجبنا من سرعة حفظه مع علّته وشغله بسفره (۱)

ترجمہ:- انہوں نے تم سے جو احادیث روایت کی ہیں اسے تھام لو، پھر آپ نے ہم سے اپنے بڑھاپے، کمزوری، بیماری اور شغلِ سفر کے باوجود وہ چالیس احادیث بیان کردیں۔ ایک روایت میں ہے کہ امام حسن بن زیاد نے فرمایا: آپ نے ہمیں چالیس احادیث مع سند ومتن زبانی سنادیں، ہمیں آپ کی بیماری اور شغلِ سفر کے باوجود اس قدر سرعتِ حفظ پر بڑا تعجب ہوا۔

اس روایت سے اتنا اندازہ تو ہر صاحب عقل وشعور لگا سکتا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ علم الحدیث میں حد درجہ رغبت رکھتے تھے۔ تب ہی تو انہوں نے ضعفِ عمری، نقاہتِ مرض اور سفر کی شدید تھکاوٹ کے باوجود چالیس احادیث سن کر فوراً اپنے شاگردوں کو سنادیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالی نے انہیں لاجواب حافظے سے نوازا تھا، اسی وجہ سے انہوں نے ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر چالیس احادیث بیان کردیں۔

سید المحدثین امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی حدیث میں ثقاہت کا یوں اظہار فرماتے ہیں:

ما رأيت في أصحاب الرأي أثبت في الحديث، ولا أحفظ ولا أصح رواية من أبي يوسف. (۲)

ترجمہ:- میں نے اصحاب الرائے میں حدیث میں سب سے زیادہ پختہ، سب زیادہ حافظِ حدیث اور سب سے زیادہ صحیح روایت بیان کرنے والا ابو یوسف سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) بیان کرتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ بصرہ میں دو مرتبہ تشریف لائے، پہلی مرتبہ ۱۷۶ھ میں آئے تو میں ان کے پاس نہ آسکا، اور دوسری بار ۱۸۰ھ میں تشریف لائے تو ہم ان کے پاس حاضری دیا کرتے تھے:

فكان يحدث بعشرة أحاديث وعشرة رأي وأراه قال: ما أجد على

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار أبي يوسف، ص ۱۰۱

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: القاضي أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم، ج ۸ ص ۵۳۷

أبي يوسف شيئاً إلا حديث هشام في الحجر وكان صدوقاً [1]

ترجمہ:- آپ دس احادیث بیان کرنے کے ساتھ ان پر دس تبصرے بھی کرتے اور میں قاضی ابو یوسف کو دیکھتا کہ آپ مقام حجر میں ہشام کے طریق سے مروی ہی حدیث بیان کرتے اور آپ نے ہمیشہ صدق بیانی سے کام لیا۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

كَانَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ يُثْنِيْ عَلَيْهِ وَيُوَثِّقُهُ. [2]

ترجمہ:- امام یحییٰ بن معین آپ کی تعریف کرتے اور آپ کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) امام یحییٰ بن معین کے شاگرد امام محمد بن عباس دوری رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۱ھ) سے نقل کرتے ہیں:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان أبو يوسف القاضي يميل إلى أصحاب الحديث كثيراً، وكتبنا عنه ولم يزل الناس يكتبون عنه. [3]

ترجمہ:- امام ابو یوسف محدثین کی طرف بہت زیادہ میلان رکھتے تھے، اور ہم نے ان سے حدیثیں لکھیں اور دیگر لوگ (محدثین) بھی ہمیشہ ان سے حدیثیں لکھتے رہے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: وہ (روایت حدیث میں) صدوق (انتہائی سچے) ہیں:

سألت أبي عن أبي يوسف فقال: صدوق [4]

امام نسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) اپنی کتاب "الضعفاء" میں فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں:

---

(۱) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۶۵

(۲) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ترجمة: أبو يوسف القاضي، ص ۱۷۲

(۳،۴) الجرح والتعديل: باب الياء، ترجمة: يعقوب بن إبراهيم، ج ۹ ص ۲۰۱

وقال النسائی فی کتاب الضعفاء لما ذکر أصحاب أبی حنیفة أبو یوسف رحمه الله ثقة۔ (۱)

امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''الثقات'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ شیخ اور پختہ کار محدث تھے:

وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال: کان شیخا متقنا۔ (۲)

امام مزنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں: هُوَ أَتْبَعُهُمْ لِلْحَدِيثِ۔ (۳)

علامہ محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی ایک فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے، اور آپ احادیث کو یاد کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے، چنانچہ کسی محدث کے پاس جاتے تو ایک ہی مجلس میں پچاس ساٹھ حدیثیں زبانی یاد کر لیتے، پھر وہاں سے اُٹھ کر وہی حدیثیں دیگر لوگوں کو (زبانی) لکھوا دیتے، نیز آپ کثیر الحدیث تھے:

كَانَ أَبُو يُوسُفَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْقَاضِي فَقِيهًا عَالِماً حَافِظاً ذُكِرَ أَنَّهُ كَانَ يُعْرَفُ بِحِفْظِ الْحَدِيثِ فَيَحْفَظُ خَمْسِينَ وَسِتِّينَ حَدِيثاً ثُمَّ يَقُومُ فَيُمْلِيهَا عَلَى النَّاسِ، وَكَانَ كَثِيرَ الْحَدِيثِ۔ (۴)

بلند پایہ محدث امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) ایک حدیث کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں:

وأبو یوسف ثقة۔ (۵)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ کے تعارف میں آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱،۲) لسان المیزان: حرف الیاء، من اسمه یعقوب، ج۶ ص ۳۰۱

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة یعقوب بن ابراهیم، ج ۱۴ ص ۲۴۹

(۴) الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: ترجمة: أبو یوسف القاضی، ص ۱۷۲

(۵) السنن الکبری: کتاب الحیض، باب المستحاضة تغسل عنها أثر الدم...الخ، ج۱ ص ۵۱۲، رقم الحدیث: ۱۶۳۵

أَبُو يُوسُفَ أَعْلَمُهُمْ بِالْحَدِيثِ.[1]

ترجمہ:- امام ابو یوسف ان سب میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الثقات" جس میں ۱۶۶۰ ثقہ راویوں کا تذکرہ ہے، اس کتاب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اسم گرامی کا بھی نمایاں تذکرہ کیا ہے۔[2]

مشہور مؤرخ علامہ ابن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس احادیث کثرت کے ساتھ تھیں:

وكان عند أبي يوسف حديث كثير.[3]

مؤرخ اسلام علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مفصل حالات اور آپ کے متعلق اہل علم کے توثیقی اقوال قدرے تفصیل کے ساتھ دس صفحات میں نقل کیے ہیں، نیز آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

كَانَ فَقِيهًا عَالِمًا حَافِظًا.[4]

ترجمہ:- آپ فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے۔

فن اسماء الرجال کے امام جن کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هو من أهل الإستقراء التام في نقد الرجال.

ترجمہ:- حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے ہیں جو رجال کے پرکھنے میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔

یہی امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

هُوَ الإِمَامُ، الْمُجْتَهِدُ، الْعَلَّامَةُ، الْمُحَدِّثُ، قَاضِي الْقُضَاةِ.[5]

---

(۱) مجموع الفتاوى: مسألة إجماع أهل المدينة، ج ۲۰ ص ۳۰۸

(۲) دیکھیے: الثقات: باب النون، رقم الترجمة ۱۳۷۷، ص ۲۴۱

(۳) الطبقات الكبرى: ترجمة: أبو يوسف القاضي، ج ۷ ص ۲۲۸

(۴) وفيات الأعيان: ترجمة القاضي أبو يوسف، ج ۶ ص ۳۷۸ تا ۳۹۰

(۵) سير أعلام النبلاء، ترجمة القاضي أبو يوسف، ج ۸ ص ۵۳۵

اسی طرح آپ کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهُوَ أَنْبَلُ تَلَامِذَتِهِ وَأَعْلَمُهُمْ۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابو یوسف آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز اور ان میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

نیز آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

بَلَغَ أَبُو يُوسُفَ مِنْ رِئَاسَةِ الْعِلْمِ مَا لَا مَزِيْدَ عَلَيْهِ۔ (۲)

ترجمہ:- امام ابو یوسف علم کی اس ریاست تک پہنچے کہ اس سے آگے نہیں پہنچا جا سکتا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی بلند پایہ تصنیف ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، اور آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات سے کیا ہے:

الإمام العلامة فقيه العراقين۔ (۳)

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی ایک اہم تصنیف ''المعین فی طبقات المحدثین'' میں ''طبقة سفيان بن عيينة ووكيع'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو محدثین کے طبقات میں شمار کیا ہے۔ (۴)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے مناقب میں مستقل ایک تصنیف فرمائی جس کا نام ''مناقب أبي حنيفة وصاحبيه'' ہے، یہ کتاب محقق العصر علامہ زاہد الکوثری اور علامہ ابوالوفاء افغانی رحمہما اللہ کی تحقیق کے ساتھ ''احياء المعارف النعمانيه، حیدر آباد دکن'' سے ۱۴۰۸ھ میں چھپی ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کے جو اُصول وضوابط مقرر کئے تھے، ان کو آپ نے سب سے پہلے کتابی صورت میں مدوّن کیا، چنانچہ امام طلحہ بن جعفر رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۸ھ) فرماتے ہیں:

وأوّل من وضع الكتب في أصول الفقه على مذهب أبي حنيفه وأملى

(۱،۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: القاضي أبو يوسف، ج۸ ص۵۳۵

(۳) تذكرة الحفاظ، ترجمة: القاضي أبو يوسف، ج۱ ص۲۱۳

(۴) دیکھئے: المعين في طبقات المحدثين، رقم الترجمة: ۷۳۳ ص۷۱

المسائل ونشرها، وبث علم أبي حنيفه في أقطار الأرض. (۱)

ترجمہ:- امام ابو یوسف پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق اُصولِ فقہ میں کتابیں لکھیں، اور مسائلِ فقہ کو لکھوا کر ان کو دُنیا میں پھیلایا، اور امام ابوحنیفہ کے علم کو دُنیا کے کونے کونے میں پہنچایا ہے۔

علامہ ابن ندیم (متوفی ۴۳۸ھ) نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دس سے زائد تصانیف کے نام شمار کروائے ہیں۔ (۲)

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی چھوٹی بڑی بہت سی تالیفات ہیں جن میں مشہور "کتاب الآثار، کتاب الخراج الرد علی سیر الأوزاعی، اختلاف ابن أبي ليلى وأبي حنيفة" زیادہ ہیں۔

مسجدِ حرام میں منصبِ وعظ کے حامل شیخ یحییٰ الغزی رحمہ اللہ ۹۰۸ھ میں جب شہر زبید پہنچے، تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے تین سو مجلدات میں امالی ابو یوسف شہر غزہ کے ایک کتب خانے میں دیکھی، وہ جگہ صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تالیفات کے لئے مخصوص تھی۔ (۳)

صاحب "کشف الظنون" نے بھی لکھا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے امالی تین سو مجلدات میں تھے:

وفي كشف الظنون: أن الأمالي لأبي يوسف في ثلاث مائة مجلد. (۴)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات، واقعات، آپ کے متعلق اہلِ علم کے توثیقی اقوال، فنِ حدیث وفقہ میں آپ کا مقام ومرتبہ، اور آپ کے متعلق گرانقدر علمی مواد کے لئے اہلِ علم حضرات دیارِ مصر کے مشہور محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) کی تصنیف لطیف "حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي" کا مطالعہ فرمائیں۔

۴- امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ رحمہ اللہ

نام: یحییٰ، والد کا نام: زکریا، کنیت: ابوسعید (متوفی ۱۸۲ھ)، آپ کی پیدائش تقریباً ۱۲۵ھ

(۱) وفيات الأعيان: ترجمة: القاضي أبو يوسف، ج۶ص ۳۸۲

(۲) دیکھئے: الفهرست: الفصل الثاني في أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ص ۲۵۳

(۳،۴) حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي: مولفاته في غاية الكثرة، ص ۹۲، ۹۳

میں ہوئی، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

الْحَافِظُ، الْعَلَمُ، الْحُجَّةُ وَكَانَ مِنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ.

آپ کے اساتذہ میں: ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید الانصاری، امام حجاج بن ارطاۃ، امام شعبہ، امام ابن اسحاق رحمہم اللہ وغیرہ۔

آپ کے تلامذہ میں: امام یحییٰ بن آدم، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابوبکر ابن ابی شیبہ، امام ابوکریب، امام احمد بن منیع رحمہم اللہ وغیرہ۔[1]

آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، اور کثرتِ تلمذ کی وجہ سے ''صاحب أبي حنيفة'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کا اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تذکرة الحفاظ'' میں آپ کا تذکرہ کرنا ہی آپ کے بلند پایہ محدّث ہونے کی دلیل ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا:

الحافظ، الثبت، المتقن، الفقيه كان إماما صاحب تصانيف.

پھر آگے فرمایا:

صاحب أبي حنيفة.[2]

ترجمہ:- آپ امام صاحب کے تلامذہ میں سے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے جن چالیس تلامذہ نے آپ کی فقہ سے متعلق کتب کی تدوین کی ان میں سے جو دس متقدم تلامذہ ہیں ان میں ایک امام یحییٰ بن زکریا رحمہ اللہ بھی ہیں، آپ کی مجلس میں تحریر وکتابت کی خدمت ان کے سپرد تھی۔[3]

علم حدیث میں ان کے بلند مقام اور عظمتِ شان کی گواہی تمام اجلّہ محدثین نے دی ہے۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بعد

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: يحيى ابن زكريا بن أبي زائدة، ج۸ ص ۳۳۷، ۳۳۸

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: يحيى بن زكريا بن أبي زائدة، ج۱ ص۹۶

(۳) دیکھئے: الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: أسد بن عمرو بن عامر، ج۱ ص ۱۳۰

کوفہ میں آپ سے زیادہ کوئی اثبت (پختہ کار محدث) نہیں تھا:

لم یکن بالکوفة بعد سفیان الثوری أثبت منه

نیز انہوں نے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا کے زمانے میں علم ان پر آکر ختم ہو گیا:

انتهى العلم إلى يحيى بن أبي زائدة في زمانه.[1]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ رحمہ اللہ علم حدیث میں مہکتی ہوئی معطر دلہن کی طرح ہیں:

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ حَمَّادِ بْنِ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ فِي الْحَدِيثِ مِثْلُ الْعَرُوسِ الْعَطِرَةِ.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ)، اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں:

وَقَالَ أَحْمَدُ وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: ثِقَةٌ.

امام بخاری کے استاذ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ راویوں میں سے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِيِّ: هُوَ مِنَ الثِّقَاتِ.

امام احمد عجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیث اور فقہ دونوں کے جامع تھے، اور امام یحییٰ رحمہ اللہ کو کوفہ کے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، آپ فقہ میں مفتی اور حدیث میں پختہ کار محدث اور سنت کے متبع تھے:

وَقَالَ أَحْمَدُ الْعِجْلِيُّ: ثِقَةٌ، جُمِعَ لَهُ الْفِقْهُ وَالْحَدِيثُ، وَيُعَدُّ مِنْ حُفَّاظِ الْكُوفِيِّينَ، مُفْتِياً، ثَبْتاً، صَاحِبَ سُنَّةٍ.

امام نسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور پختہ محدث تھے:

وَقَالَ النَّسَائِيُّ: ثِقَةٌ ثَبْتٌ.

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ یہ مستقیم الحدیث اور ثقہ تھے:

وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: مُسْتَقِيمُ الْحَدِيثِ ثِقَةٌ.

---

(۱) تذکرة الحفاظ: ترجمة: یحیی بن زکریا بن أبی زائدة، ج ۱ ص ۱۹۶

آپ کے متعلق مزید اجلہ محدثین کے توثیقی اقوال، اور آپ سے متعلق گراں قدر معلومات کے لئے تفصیلاً سير أعلام النبلاء کا مطالعہ کریں۔ (۱)

۵-امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ

امام محمد رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) کے خاندان کا تعلق دمشق کے علاقے "الغوطہ" کے وسط میں واقع قصبہ "حرستا" سے تھا، پھر آپ کے والد شام سے ہجرت کر کے عراق آگئے، اور عراق کے شہر "واسط" میں سکونت اختیار کرلی، امام محمد رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۳۲ھ میں یہیں واسط میں ہوئی، اور پھر آپ کوفہ تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ (۲)

امام محمد رحمہ اللہ نے جن ائمۂ اعلام سے علم حاصل کیا ہے، ان میں سرفہرست امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، چنانچہ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

وجالس أبا حنيفة وسمع منه ونظر في الرأي. (۳)

ترجمہ:-امام محمد نے امام ابوحنیفہ کی مجالست اختیار کی، اور ان سے حدیث کی سماعت کی اور رائے (فقہ) میں کمال حاصل کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت کو لازم پکڑا، اور ان سے فقہ اور علم حدیث کو حاصل کیا:

وَلَازَمَ أَبَا حَنِيفَةَ وَحَمَلَ عَنْهُ الْفِقْهَ وَالْحَدِيثَ (۴)

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

وَكَانَ مِنْ أَذْكِيَاءِ الْعَالَمِ. (۵)

ترجمہ:-امام محمد دنیا کے ذکی اور ذہین ترین لوگوں میں سے تھے۔

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: يحيى بن زكريا بن أبي زائدة، ج ۸ ص ۳۳۹

(۲) الأنساب للسمعاني: باب الشين والياء، الشيباني، ج ۸ ص ۲۰۰ / وفيات الأعيان: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۴ ص ۸۴

(۳) الطبقات الكبرى: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۷ ص ۲۴۲

(۴) تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة: حرف الميم، محمد بن الحسن، ج ۲ ص ۱۷۴

(۵) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۸۰

امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن کریم امام محمد کی لغت میں اُترا ہے تو آپ کی فصاحت کی وجہ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں:

لَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُوْلَ أَنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِلُغَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ لَقُلْتُهُ لِفَصَاحَتِهِ۔ (۱)

امام محمد رحمہ اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بُلند پایہ حافظہ عطا فرمایا تھا، آپ نے چودہ سال کی عمر میں صرف سات دن کے اندر مکمل قرآنِ کریم حفظ کیا۔ (۲)

امام محمد رحمہ اللہ کے شیوخ حدیث میں امامِ اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام زُفر، امام سفیان ثوری، امام مسعر بن کدام، امام مالک، سفیان بن عیینہ، امام زمعہ بن صالح، امام شعبہ بن الحجاج، امام اوزاعی، امام عبد اللہ بن مبارک اور دیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ ہیں۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ نے آپ کے اَساتذہ حدیث کی تعداد ستر سے زائد بتلائی ہے۔ (۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کے تلامذہ میں سرِفہرست امام شافعی رحمہ اللہ کا ذکر کیا، اور فرمایا آپ نے ان سے بہت علم حاصل کیا، آپ کے تلامذہ میں امام ابو عبید، ہشام بن عبید اللہ، احمد بن حفص، عمرو بن ابی عمرو الحرانی، علی بن مسلم الطوسی رحمہم اللہ وغیرہ۔ (۴)

امام محمد کو صرف دو سال امامِ اعظم رحمہ اللہ سے اِستفادے کا موقع ملا، اس قلیل مدت میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور امام صاحب جیسے ماہر اور قابلِ فخر اُستاذ کی صحبت کی بدولت بہت کچھ حاصل کرلیا تھا، لیکن مزید علم کے شوق کے سبب امام صاحب کی وفات (۱۵۰ھ) کے بعد آپ کے لائق شاگرد، علم حدیث اور فقہ کے مسلّم امام، جناب امام ابو یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) کی مجالست اختیار کی اور ان سے دِینی علوم کی تکمیل کی۔

علامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۲ ص ۱۷۲
(۲) دیکھئے: بلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشيباني: مبدأ أمره واتصاله بأبي حنيفة، ص ۱۵۲
(۳) دیکھئے: بلوغ الأماني: شيوخه في الحديث، ص ۱۵۳
(۴) دیکھئے: سير أعلام النبلاء: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۹ ص ۱۳۵

وحضر مجلس أبي حنيفة سنتين ثم تفقه على أبي يوسف صاحب أبي حنيفة۔ (۱)

ترجمہ:- امام محمد دو سال امام ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر رہے، پھر (امام صاحب کی وفات کے بعد) آپ نے امام ابو یوسف جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

امام محمد رحمہ اللہ نے علم فقہ کی تعلیم کی ابتدا امام اعظم رحمہ اللہ سے کی، اور اس کی تکمیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کی ہے، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

وَأَخَذَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ بَعْضَ الْفِقْهِ وَتَمَّمَ الْفِقْهَ عَلَى الْقَاضِي أَبِي يُوسُفَ. (۲)

ترجمہ:- امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے کچھ فقہ کا علم حاصل کیا اور اس کی تکمیل قاضی ابو یوسف سے کی۔

امام محمد رحمہ اللہ خود اپنے علمی ذوق وشوق کے بارے میں فرماتے ہیں:

خلف أبي ثلاثين ألفا درهم، فأنفقت خمسة عشر ألفاً على النحو والشعر، وخمسة عشر ألفاً على الحديث والفقه۔ (۳)

ترجمہ:- میرے والد نے وراثت میں تیس ہزار درہم چھوڑے، ان میں سے میں نے پندرہ ہزار نحو وشعر، اور باقی پندرہ ہزار حدیث وفقہ پر خرچ کر دیئے۔

فقہ شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) نے امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا:

جالسته عشر سنين، وحملت من كلامه حمل جمل، لو كان كلمنا على قدر عقله ما فهمنا كلامه ولكنه كان يكلمنا على قدر عقولنا (۴)

---

(۱) وفيات الأعيان: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۴ ص ۱۸۴

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة محمد بن الحسن، ج ۹ ص ۱۳۴

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار محمد بن الحسن الشيباني ص ۱۲۹

(۴) الجواهر المضية: ترجمة: مناقب الإمام محمد بن الحسن، ج ۱ ص ۵۲۸

ترجمہ:- میں نے دس سال ان کی شاگردی اختیار کی، اور میں نے ان سے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ اگر اسے تحریری شکل دی جائے تو اسے اُٹھانے کے لئے اُونٹ درکار ہوگا، اگر وہ اپنی عقل کے مطابق گفتگو کرتے تو ہم ان کے کلام کو نہ سمجھ پاتے، لیکن وہ ہم سے ہماری عقلوں کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

ما رأيت أعقل ولا أفقه ولا أزهد ولا أورع ولا أحسن نطقًا وايرادًا من محمد بن الحسن۔ (۱)

ترجمہ:- میں نے سب سے زیادہ عاقل، سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ زاہد، سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے اچھا بولنے والا اور کلام کو وضاحت سے بیان کرنے والا محمد بن حسن سے بڑھ کو کسی کو نہیں دیکھا۔

امام محمد رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے اہلِ اسلام کی اکثریت کے دستورِ عمل ''فقہِ حنفی'' کو کتابی صورت دے کر پوری دُنیا کو اس سے رُوشناس کرایا، آپ نے اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے علوم کو دُنیا میں پھیلایا، چنانچہ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

وهو الذي نشر علم أبي حنيفه وإنما ظهر علم أبي حنيفة بتصانيفه۔ (۲)

ترجمہ:- اِمام محمد نے اِمام ابوحنیفہ کے علم کو پھیلایا، اور بے شک اِمام ابوحنیفہ کا علم آپ کی تصانیف کے ذریعے ظاہر ہوا ہے۔

اِمام محمد رحمہ اللہ کے تلامذہ میں دُوسری صدی کے مجدّد، ائمہ اَربعہ میں سے تیسرے بڑے امام، ایک عظیم مجتہد اِمام شافعی رحمہ اللہ نے اِمام موصوف سے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کا علم حاصل کیا، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وانتهت رياسة الفقه بالعراق إلى أبي حنيفة، فأخذ عن صاحبه محمد بن الحسن حمل جمل ليس فيها شيء إلّا وقد سمعه عليه۔ (۳)

---

(۱) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۸۷

(۲) الفوائد البهية في تراجم الحنفية: ترجمة: محمد بن الحسن، ص ۲۶۸

(۳) توالي التاسيس لمعالي محمد بن إدريس: ص ۷۳

ترجمہ:-عراق میں فقہ کی ریاست امام ابوحنیفہ پر آ کر ختم ہوئی، امام شافعی نے آپ کی فقہ کو آپ کے شاگرد امام محمد بن الحسن سے اخذ کیا، اور امام شافعی نے ان سے ایک اُونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا، اور اس علم میں سے کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کا انہوں نے امام محمد سے سماع نہ کیا ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، اور آپ کی جلالتِ شان کے معترف تھے، آپ نے فرمایا: میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی عقل مند نہیں دیکھا:

مَارَأَيْتُ أَعْقَلَ مِنْهُ.[1]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أعانني الله برجلين بابن عيينة في الحديث وبمحمد في الفقه.[2]

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کے ذریعے میری مدد فرمائی، حدیث میں ابن عیینہ، اور فقہ میں امام محمد کے ذریعے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليس لأحد علي منة في العلم وأسباب الدنيا ما لمحمد علي.[3]

ترجمہ:-علم اور دُنیاوی اسباب کے معاملے میں مجھ پر امام محمد کا جتنا احسان ہے اتنا کسی اور کا نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا:

وما رأيت رجلاً أعلم بالحرام والحلال والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن.[4]

ترجمہ:-میں نے امام محمد جیسا حلال وحرام، ناسخ ومنسوخ کو جاننے والا اور ان کی علتوں کو پہچاننے والا نہیں دیکھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کے ساتھ اکثر علمی مذاکرے کرتے رہتے، اور نہایت

---

(۱) البداية والنهاية: سنة تسع وثمانين ومائة، ج۱۰ص۲۱۹

(۲،۳) بلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشيباني: رحلة الشافعي إلى محمد بن الحسن، ص۱۹۳

(۴) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار أبي عبدالله محمد بن الحسن، ص۱۲۸

علمی سوالات کرتے، امام محمد رحمہ اللہ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا جواب مرحمت فرماتے، امام شافعی رحمہ اللہ اس پر بڑے حیران ہوتے، آپ نے فرمایا:

وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا سُئِلَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فِيهَا نَظَرٌ إِلَّا رَأَيْتُ الْكَرَاهَةَ فِي وَجْهِهِ إِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ۔ (۱)

ترجمہ:- میں نے جب بھی کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا تو اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا سوائے محمد بن حسن کے۔

ائمہ متبوعین میں امام شافعی رحمہ اللہ کے بعد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کا مقام و مرتبہ ہے، یہ علم حدیث اور رجال کے امام بھی امام محمد رحمہ اللہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے، چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام احمد رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابراہیم حربی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۵ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ دقیق مسائل کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ امام محمد بن حسن کی کتابوں سے:

إبراهيم الحربي قال سألت أحمد بن حنبل، هذه المسائل الدقائق من اين لك، قال: من كتب محمد بن الحسن۔ (۲)

امام شافعی رحمہ اللہ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ سے روایت حدیث بھی کی ہے، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

وأما الشافعي فاحتج بمحمد بن الحسن في الحديث۔ (۳)

ترجمہ:- امام شافعی نے امام محمد بن حسن سے حدیث میں حجت پکڑی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی مسند میں امام محمد رحمہ اللہ سے چھ احادیث مروی ہیں، مندرجہ ذیل مقامات پر: کتاب البحيرة والسائبة/كتاب الديات والقصاص/كتاب الوصايا، ص ۲۳۸، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۸۴۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی مسند

---

(۱) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: أخبار الشافعي، باب في طلب العلم، ص ۶۹

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۲ ص ۱۷۴

(۳) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص: ۹۳

میں ان کی امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کردہ احادیث موجود ہیں۔ [1]

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے "جامع الصغیر" خود امام محمد رحمہ اللہ سے لے کر لکھی ہے جو ان کی مشہور تصنیف ہے، اور فقہِ حنفی کی بنیادی کُتب میں سے ہے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا اسے لکھنا بتلاتا ہے کہ وہ خود حنفی المذہب تھے اور امام محمد رحمہ اللہ سے کسبِ فیض حاصل کرنے والوں میں سے تھے:

وقال عباس الدوري عن ابن معين: كتبت الجامع الصغير عن محمد بن الحسن۔ [2]

امام محمد رحمہ اللہ کے اساتذہ میں شیخین رحمہ اللہ کے بعد امام دارالہجرت مالک بن انس رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) ہیں، آپ نے مدینہ منورہ میں ان کے پاس تین سال رہ کر ان سے موطا مالک کا سماع کیا، اور خود ان کے الفاظ میں سات سو احادیث ان سے سنیں۔ امام محمد رحمہ اللہ کی زیادہ تر شہرت اگرچہ ایک فقیہ اور مجتہد کی حیثیت سے ہوئی، لیکن اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ فقہ کی طرح علمِ حدیث میں بھی ایک بلند مقام پر فائز تھے، اور آپ نے کئی اکابر محدثین سے علمِ حدیث کا سماع کیا، چنانچہ علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام محمد نے امام مالک، امام سفیان ثوری، اور دیگر محدثین رحمہم اللہ سے بکثرت احادیث لکھی تھیں:

كتب عن مالك كثيرًا من حديثه وعن الثوري وَغَيْرِهِمَا۔ [3]

آپ کے محدّث ہونے کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ فنِ اسماء الرجال کے مسلّم امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کو محدثین کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ [4]

امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ) نے بھی امام محمد رحمہ اللہ کی توثیق کی ہے، چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن علی ابن المدینی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے امام محمد

---

(۱) تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۲ ص ۱۷۳

(۲) معاني الأخيار: باب الميم، ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۳ ص ۵۳۰

(۳) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ترجمة: محمد بن الحسن، ص ۱۷۳

(۴) دیکھئے: المعين في طبقات المحدثين: طبقة سفيان بن عيينة ووكيع، ص ۶۸

رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ روایت حدیث میں صدوق یعنی انتہائی سچے ہیں۔ (۱)

امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب "غرائب حدیث مالك" میں امام محمد رحمہ اللہ کو ثقہ حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، چنانچہ محدثِ جلیل امام زیلعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) نے امام موصوف کی مذکورہ کتاب سے ایک حدیث کے متعلق ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

حَدَّثَ بِهٖ عِشْرُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الثِّقَاتِ الْحُفَّاظِ مِنْهُمْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِي، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ، وَعَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَابْنُ وَهْبٍ وَغَيْرُهُمْ (۲)

ترجمہ:- اس حدیث کو (امام مالک سے) بیس عدد ثقہ حفاظِ حدیث نے بیان کیا ہے، جن میں سے امام محمد بن حسن شیبانی، امام یحییٰ بن سعید القطان، امام عبداللہ بن مبارک، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، اور امام ابن وہب وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کو ائمۂ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (۳)

امام محمد رحمہ اللہ احادیثِ مبارکہ اور آثار کی اس قدر اتباع کرتے تھے کہ احادیث کی موجودگی میں آپ قیاس کو درست نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "الحجة على أهل المدينة" میں اس مسئلے میں کہ نماز میں قہقہہ ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ آپ لکھتے ہیں:

لَوْلَا مَا جَاءَ مِنَ الْآثَارِ كَانَ الْقِيَاسُ عَلٰى مَا قَالَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَلٰكِنْ لَا قِيَاسَ مَعَ أَثَرٍ وَلَيْسَ يَنْبَغِيْ إِلَّا أَنْ يَّنْقَادَ لِلْآثَارِ. (۴)

ترجمہ:- اگر حدیث و آثار سے قہقہہ سے وضو ٹوٹنا ثابت نہ ہوتا تو قیاس کا فیصلہ وہی ہوتا جو اہلِ مدینہ کہتے ہیں، لیکن حدیث واثر کی موجودگی میں قیاس کی کوئی

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن الحسن، ج۲ ص۱۷۸

(۲) نصب الراية: كتاب الصلاة باب صفة الصلاة، ج۱ ص۳۰۸

(۳) دیکھئے: الملل والنحل الفصل الخامس المرجئة، ج۱ ص۱۴۶

(۴) الحجة على أهل المدينة: باب افتتاح الصلوة باب الضحك في الصلوة، ج۱ ص۲۰۴

گنجائش نہیں، ہم کو صرف آثار کے پیچھے چلنا اور انہیں کی پیروی کرنی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ علم حدیث وفقہ کی طرح دیگر علومِ عربیت، صَرف، نحو، حساب، شعر وشاعری، لغتِ عربیہ میں بھی آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی، چنانچہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

وكان أيضا مقدّما في علم العربية والنحو والحساب والفطنة۔ (۱)

ترجمہ:- امام محمد علومِ عربیہ، نحو، حساب اور فطانت میں بھی فوقیت رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں آپ قرآنِ کریم کے بھی بہت بڑے عالم تھے، چنانچہ امام ابوعبید رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت أعلم بكتاب الله من محمد بن الحسن۔ (۲)

ترجمہ:- میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام محمد بن الحسن سے بڑھ کر کتاب اللہ (قرآنِ کریم) کا عالم ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَعْلَمَ بِكِتَابِ اللهِ مِنْ مُحَمَّدٍ كَأَنَّهُ عَلَيْهِ نَزَلَ۔ (۳)

ترجمہ:- میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو امام محمد سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہو، (امام محمد کے پاس قرآنِ کریم کا علم اس قدر تھا کہ) گویا کہ قرآنِ کریم اُترا ہی آپ پر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تمام علوم میں ماہر اور باکمال شخص تھے۔ آپ کے حالاتِ زندگی، شیوخِ حدیث، تلامذۂ حدیث، اہلِ علم کے آپ کے متعلق توصیفی وتوثیقی اقوال، اور آپ کی گراں قدر تصنیفات کے متعلق اہلِ علم حضرات، محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) کی تصنیف "بلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشيباني" کا مطالعہ کریں۔

---

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۲ ص ۴۴

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: محمد بن الحسن، ج ۲ ص ۱۷۲

(۳) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۸۱

۶-قاضی حفص بن غیاث نخعی رحمہ اللہ

نام: حفص، والد کا نام: غیاث، کنیت: ابوعمر (متوفی ۱۹۴ھ)، آپ کی پیدائش ۱۱۷ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ حدیث میں عاصم احول، سلیمان التیمی، ابومالک اشجعی رحہم اللہ وغیرہ ہیں، آپ کے تلامذہ میں نامور محدثین شامل ہیں، مثلاً: یحییٰ بن سعید القطان، امام ابن مہدی، امام یحییٰ بن یحیی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام علی بن خشرم، امام ابن نمیر، امام ابوکریب، امام ہارون بن اسحاق رحہم اللہ وغیرہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، اَلْحَافِظُ، اَلْعَلَّامَةُ، قَاضِي الْكُوْفَةِ وَمُحَدِّثُهَا.

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں:

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ: ثِقَةٌ.

امام عجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ، علم حدیث میں قابل اطمینان اور فقیہ ہیں:

وَقَالَ الْعِجْلِيُّ: ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ فَقِيْهٌ.

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ بِالْكُوْفَةِ مِثْلَ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ: حِزَامٍ، وَحَفْصٍ، وَابْنِ أَبِيْ زَائِدَةَ كَانَ هٰؤُلَاءِ أَصْحَابَ حَدِيْثٍ.

ترجمہ:-کوفہ میں میں نے تین محدثین کی طرح کسی کو نہیں دیکھا: امام حزام، حفص بن غیاث، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (جن کا تذکرہ اس سے پہلے ہوا)۔

امام نسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں:

وَقَالَ النَّسَائِيُّ: ثِقَةٌ.

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ: جَمِيْعُ مَا حَدَّثَ بِهٖ حَفْصٌ بِبَغْدَادَ وَالْكُوْفَةِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ حِفْظِهٖ وَلَمْ يُخْرِجْ كِتَابًا. كَتَبُوْا عَنْهُ ثَلَاثَةَ آلَافِ حَدِيْثٍ أَوْ أَرْبَعَةَ آلَافٍ مِنْ حِفْظِهٖ.

ترجمہ:- امام حفص بن غیاث نے بغداد اور کوفہ میں احادیث اپنے حافظے سے بیان کیں، (بلند پایہ حافظے کی وجہ سے) کتاب نکال کر دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ محدثین نے آپ سے تین ہزار، یا چار ہزار احادیث لکھیں جو آپ نے اپنے حافظے سے بیان کیں۔

مندرجہ بالا اقوال اور مزید اجلہ محدثین کے آپ کے متعلق توثیقی اقوال کے لئے تفصیلاً "سیر أعلام النبلاء" دیکھیں۔[1]

موصوف امام صاحب کے ان خصوصی تلامذہ میں سے تھے جن پر آپ کو کافی اعتماد تھا، اور آپ ان کو اپنے دل کی تسکین اور اپنے غموں کا مداوا قرار دیتے تھے، چنانچہ علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ ابْنُ غِيَاثٍ النَّخَعِيُّ الْكُوفِيُّ قَاضِيهَا، بَلْ وَقَاضِي بَغْدَادَ أَيْضًا، وَصَاحِبُ الإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ الَّذِي قَالَ لَهُ فِي جَمَاعَةٍ: أَنْتُمْ مَسَارُّ قَلْبِي وَجَلَاءُ حُزْنِي.[2]

ترجمہ:- امام حفص بن غیاث نخعی کوفی، جو کوفہ اور بغداد کے قاضی تھے، یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، اور آپ کے تلامذہ کی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ میرے دل کی تسکین اور میرے غم کا مداوا ہو۔

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) نے آپ کو امام صاحب کے طبقۂ اُولیٰ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے:

قُلْتُ: حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ مَعْدُودٌ فِي الطَّبَقَةِ الأُولَى مِنْ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ.[3]

علامہ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

---

(۱) سیر أعلام النبلاء، ترجمة: حفص بن غياث بن طلق، ج۹ ص۲۲، ۳۳

(۲) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث: كتابة التسميع وشروطه، ج۳ ص۱۱۳

(۳) معرفة أنواع علوم الحديث: النوع الخامس والعشرون، ص۲۰۷

(متوفی ۹۱۱ھ) علامہ تقی الدین التمیمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۰ھ) نے بھی آپ کو امام صاحب رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ میں شمار کیا ہے۔(۱)

۷-امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ

نام: وکیع، والد کا نام: جراح، کنیت: ابوسفیان (متوفی ۱۹۷ھ)، آپ کی پیدائش ۱۲۹ھ کو ہوئی، آپ کے اساتذہ میں مشہور ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، امام ابن جریج، زکریا بن ابی زائدہ، امام اوزاعی، سفیان بن عیینہ، مسعر بن کدام، امام شعبہ رحمہم اللہ وغیرہ۔

آپ کے تلامذہ میں کبار محدثین شامل تھے، مثلاً امام سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، یحیی بن معین، امام اسحاق، امام ابوکریب، امام احمد بن منیع رحمہم اللہ وغیرہ۔

یہ ایک جلیل القدر محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا:

اَلإِمَامُ، الْحَافِظُ، مُحَدِّثُ الْعِرَاقِ، أَحَدُ الأَعْلَامِ. وَكَانَ مِنْ بُحُوْرِ الْعِلْمِ، وَأَئِمَّةِ الْحِفْظِ.

امام یحیی بن اکثم رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں امام وکیع کے ساتھ رہا، وہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات کو ایک قرآن کریم تلاوت کیا کرتے تھے:

صَحِبْتُ وَكِيْعاً فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَكَانَ يَصُوْمُ الدَّهْرَ، وَيَخْتِمُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ.

امام ابن سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ امام وکیع ثقہ، حدیث میں قابل اطمینان، اونچے درجے اور بلند مقام والے کثیر الحدیث محدث تھے:

كَانَ وَكِيْعٌ ثِقَةً، مَأْمُوْناً، عَالِياً، رَفِيْعاً، كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ، حُجَّةً.

(۱) دیکھیے تفصیلاً: الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: حفص بن غياث، ج ۱ ص ۲۲۲ / تدريب الراوي: النوع الخامس والعشرون، ج ۱ ص ۵۲۴ / الطبقات السنية في تراجم الحنفية: ترجمة: حفص بن غياث، ج ۱ ص ۲۶۱

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام وکیع رحمہ اللہ اپنے زمانے میں اس طرح تھے جیسے امام اوزاعی رحمہ اللہ اپنے زمانے میں تھے:

وَكِيعٌ فِي زَمَانِهِ كَالْأَوْزَاعِيِّ فِي زَمَانِهِ.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو علم کو زیادہ محفوظ کرنے والا ہو، اور امام وکیع رحمہ اللہ سے بڑھ کر حافظ الحدیث ہو:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَوْعَى لِلْعِلْمِ وَلَا أَحْفَظَ مِنْ وَكِيعٍ.

امام ابن عمار رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام وکیع رحمہ اللہ کے زمانے میں کوفہ میں ان سے بڑھ کر فقیہ اور حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں تھا:

مَا كَانَ بِالْكُوفَةِ فِي زَمَانِ وَكِيعٍ أَفْقَهُ وَلَا أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ مِنْ وَكِيعٍ.

آپ کے متعلق مزید اجلہ محدثین کے توثیقی اقوال اور گراں قدر معلومات کے لئے تفصیلاً "سیر أعلام النبلاء" دیکھیں۔[1]

علم حدیث کے یہ بلند پایہ محدث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، آپ کی تمام احادیث ان کو حفظ تھیں، انہوں نے آپ سے کثرت سے احادیث سنیں اور انہیں اپنے بے مثل حافظے میں محفوظ کیا، اسی طرح فقہی مسائل میں یہ آپ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، چنانچہ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أُقَدِّمُهُ عَلَى وَكِيعٍ وَكَانَ يُفْتِي بِرَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ وَكَانَ يَحْفَظُ حَدِيثَهُ كُلَّهُ وَكَانَ قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ حَدِيثًا كَثِيرًا.[2]

ترجمہ:- میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو امام وکیع پر ترجیح دوں، اور یہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، امام صاحب کی تمام احادیث ان کو یاد تھیں، اور آپ سے انہوں نے کثرت کے ساتھ احادیث سُن رکھی تھیں۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: وكيع بن الجراح، ج ۹ ص ۱۴۰ تا ۱۶۶

(۲) جامع بيان العلم وفضله، باب ما جاء في ذم القول في دين الله تعالى بالرأي، ج ۲ ص ۱۰۸۲

ما رأيت أفضل منه يقوم الليل ويسرد الصوم ويفتي بقول أبي حنيفة.[1]

ترجمہ:- میں نے امام وکیع سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، آپ رات کو قیام کرتے اور دن میں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، اور امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

اس کتاب میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

الإمام الحافظ الثبت محدث العراق أحد الأئمة الأعلام.

امام صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جن حضرات نے علم حاصل کیا، ان میں ایک امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ بھی تھے، اور آپ کے قول کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے:

فمن أخذ عنه العلم وكان يفتي بقوله وكيع بن الجراح.[2]

علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے بھی آپ کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، اور اختصاراً آپ کے حالات بھی نقل کئے ہیں۔[3]

۸- امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ

نام: یحییٰ، والد کا نام: سعید، کنیت: ابوسعید (متوفی ۱۹۸ھ)، آپ کی پیدائش ۱۲۵ھ میں ہوئی، علم حدیث میں آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں: سلیمان التیمی، ہشام بن عروہ، سلیمان الاعمش، ابن ابی عروبہ، امام شعبہ، سفیان ثوری، یحییٰ بن سعید الانصاری، زکریا بن ابی زائدہ، محمد بن عجلان رحمہم اللہ وغیرہ۔ آپ کے تلامذہ میں: معتمر بن سلیمان، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام ابوبکر بن ابی شیبہ، امام احمد، امام اسحاق، امام سلیمان الشاذکونی رحمہم اللہ وغیرہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

---

(۱) تذکرة الحفاظ: ترجمة: وكيع بن الجراح، ج۱ ص۲۲۳

(۲) أخبار أبي حنيفه وأصحابه طبقات أصحاب أبي حنيفة، ص۱۵۵

(۳) دیکھئے: الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: وكيع بن الجراح، ج۲ ص۲۰۸، ۲۰۹

اَلْإِمَامُ الْكَبِيرُ، أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحَدِيثِ، الْحَافِظُ، وَانْتَهَى إِلَيْهِ الْحِفْظُ، وَتَكَلَّمَ فِي الْعِلَلِ وَالرِّجَالِ، وَتَخَرَّجَ بِهِ الْحُفَّاظُ.(۱)

فن حدیث اور اسماء الرجال کے یہ عظیم الشان امام بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے، انہوں نے آپ سے علم حدیث وفقہ دونوں میں استفادہ کیا، آپ کا اپنا بیان ہے:

جالسنا والله أبا حنيفة وسمعنا منه، وكنت والله إذا نظرت إليه عرفت في وجهه أنه يتقي الله عزَّ وجلَّ.(۲)

ترجمہ:- ہم امام ابوحنیفہ کی مجلسِ درس میں بیٹھتے ہیں اور ان سے حدیثیں سنی ہیں، اللہ کی قسم! جب میں ان کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا تو ان کے چہرے سے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

لا نكذب الله ما سمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة، وقد أخذنا بأكثر أقواله.(۳)

ترجمہ:- ہم اللہ کی تکذیب نہیں کرتے، ہم نے امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی، اور ہم نے ان کے اکثر اقوال کو لیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ فِي الْفُرُوعِ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ.(۴)

امام ذہبی رحمہ اللہ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، الْحَافِظُ، مُحَدِّثُ الْعِرَاقِ أَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْأَعْلَامِ.

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة يحيى القطان بن سعيد، ج ۹ ص ۱۷۶

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۵۱

(۳) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۳۳

(۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة: يحيى القطان بن سعيد، ج ۹ ص ۱۷۶

پھر آگے فرماتے ہیں: یہ امام وکیع اور امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ دونوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے:

ويفتي بقول أبي حنيفة، وكان يحيى القطان يفتي بقول أبي حنيفة أيضا.(۱)

حدیث میں ان کا پایہ اس قدر بلند ہے کہ ائمۂ حدیث ان کے سامنے احتراما کھڑے ہوتے، اور احادیث کے متعلق ان سے سوالات کرتے تھے، چنانچہ امام اسحاق ابن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كنت أرى يحيى القَطَّان يُصَلِّي العَصْر ثُمَّ يَستَنِد إلى أصل مَنَارَة المَسْجِد فيقف بَين يَدَيْهِ علي بن المَدِينِي والشاذ كوني وَعَمرو بن خَالِد وَأحمد ابن حَنبَل وَيحيى بن معين يسألونه عَن الحَدِيث وهم قيام على أرجلهم إلى أن تجب صَلَاة المغرب.(۲)

ترجمہ:- امام یحییٰ بن سعید عصر کی نماز کے بعد درسِ حدیث دینے کے لئے بیٹھتے تو امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام شاذ کونی، امام عمرو بن خالد عصر سے لے کر مغرب تک ان کے سامنے احتراما کھڑے رہتے، اور احادیث کے متعلق آپ سے سوالات کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت بعيني مثل يحيى بن سعيد القطان.

ترجمہ:- میں نے یحییٰ بن سعید جیسا شخص نہیں دیکھا۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بالرجال منه.

ترجمہ:- میں نے فنِ اسماء الرجال کو یحییٰ بن سعید سے زیادہ جاننے والے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: وكيع بن الجراح، ج ۱ ص ۲۲۴

(۲) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: يحيى بن سعيد، ج ۲ ص ۲۱۲

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

أقام يحيى القطان عشرين سنة يختم كل ليلة.

ترجمہ:- بیس سال سے آپ کا معمول ہے کہ ہر رات ایک قرآن کریم تلاوت کرتے ہیں۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لم يفت الزوال في المسجد يحيى بن سعيد أربعين سنة۔ (۱)

ترجمہ:- چالیس سال تک آپ کا یہ معمول رہا کہ زوال سے قبل ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔

یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے فنِ اسماء الرجال کے فن کو مدون کیا، فنِ رجال میں سب سے پہلے انہوں نے لکھا، پھر ان کے تلامذہ امام یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے اس فن میں لکھا، پھر ان کے تلامذہ نے اس فن میں لکھا، اس طرح یہ سلسلہ چلا۔ یہ بلند پایہ محدث، اور امام الجرح والتعدیل بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے ہیں۔ (۲)

۹- امام حسن بن زیاد لؤلؤی رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں صاحبین کے بعد جو زیادہ مشہور ہوئے وہ حسن بن زیاد لؤلؤی ہیں (متوفی ۲۰۴ھ)، آپ عراقی الاصل اور عرب کے مشہور قبیلہ ''الںبطی'' سے تعلق رکھتے تھے، چونکہ آپ کے آباء واجداد ''اللؤلؤ'' موتیوں کا کاروبار کرتے تھے اس لئے آپ کو ''اللؤلؤی'' بھی کہا جاتا ہے، آپ کی پیدائش ۱۱۶ھ میں معدن العلم والفقہ کوفہ میں ہوئی، اور یہیں سے آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، یہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ جب آپ نے اپنے علمی سفر کا آغاز کیا اس وقت کوفہ کی مسندِ درس پر امام اعظم رحمہ اللہ جلوہ افروز تھے، چنانچہ آپ باقاعدگی کے ساتھ امام صاحب کے درس میں شریک ہونے لگے، اور آپ سے فقہ وحدیث دونوں علوم میں خوب استفادہ کیا۔

چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں فرماتے ہیں:

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة يحيى بن سعيد، ج ۱ ص ۲۱۸، ۲۱۹

(۲) ميزان الاعتدال في نقد الرجال: مقدمة، ج ۱ ص ۱

تَفَقَّهَ بِهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْكِبَارِ مِنْهُمْ: اَلْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ.

ترجمہ:-آپ سے کبار اہل علم کی ایک جماعت نے فقہ سیکھی، ان میں سے ایک امام حسن بن زیاد بھی ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کے تلامذہ میں چھٹے نمبر پر آپ کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

علم فقہ میں آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ امام یحیٰی بن آدم رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ) جو کہ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہا اللہ جیسے محدثین کے اُستاذ ہیں وہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أفقه من الحسن بن زياد. (۲)

ترجمہ:-میں نے حسن بن زیاد سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کو ''اَلْعَلَّامَةُ، فَقِيْهُ الْعِرَاقِ'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں:

اَلْعَلَّامَةُ فَقِيْهُ الْعِرَاقِ أَبُوْ عَلِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ صَاحِبُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ. وَكَانَ أَحَدَ الْأَذْكِيَاءِ الْبَارِعِيْنَ فِي الرَّأْيِ. (۳)

امام صاحب کے تلامذہ میں فقہی جزئیات اور تفریعات کے بیان کرنے میں آپ سب سے زیادہ فوقیت رکھتے تھے، چنانچہ شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ شمس الْأَئِمَّة السَّرخسِي الْحسن بن زِيَاد الْمُقدم فِي السُّؤَال والتفريع. (۴)

ترجمہ:-امام حسن بن زیاد فقہی سوالات اور تفریعات (جزئیات مسائل) بیان کرنے میں فوقیت رکھتے تھے۔

آپ جس طرح فقہ میں بلند مقام رکھتے تھے، اسی طرح علم حدیث میں آپ کا مرتبہ نہایت بلند و بالا تھا، آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ سے

---

(۱) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۲۰

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار الحسن بن زياد، ص ۱۳۵

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الحسن بن زياد، ج ۹ ص ۵۴۳

(۴) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: الحسن بن زياد، ج ۱ ص ۱۹۳

علم حدیث کا بھی سماع کیا، چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أحد أصحاب حنيفة الفقيه حدث عن أبي حنيفة۔ (۱)

ترجمہ:- آپ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے، اور آپ نے امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔

امام صاحب کی روایت کردہ احادیث کے آپ حافظ تھے، چنانچہ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) فرماتے ہیں:

وكان حافظاً لروايات أبي حنيفة۔ (۲)

ترجمہ:- آپ امام ابوحنیفہ کی روایت کردہ احادیث کے حافظ تھے۔

اسی طرح آپ نے مشہور محدث امام ابن جریج رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) سے بارہ ہزار وہ احادیث لکھیں جن کی طرف فقہاء محتاج ہیں:

كتبت عن ابن جريج اثني عشر ألف حديث كلها يحتاج إليها الفقهاء۔ (۳)

اندازہ کیجئے کہ صرف ایک محدث سے آپ نے بارہ ہزار احادیث لکھی ہیں تو دیگر محدثین سے کس قدر احادیث آپ نے نقل کی ہوں گی۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) اپنی بلند پایہ کتاب ''الثقات'' میں امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے، آپ کے ترجمے میں امام ابن جریج رحمہ اللہ کے حوالے سے روایت بھی نقل کی ہے، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ آپ سے اسماعیل بن موسیٰ الفزاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ (۴)

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۶ھ) نے اپنی بلند پایہ تصنیف ''مستخرج أبو عوانة'' میں آپ کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ (۵)

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: الحسن بن زیاد، ج ۷ ص ۳۲۵

(۲،۳) الأنساب: باب اللام والواو، اللؤلؤي، ج ۱۱ ص ۲۳۰

(۴) الثقات لابن حبان: باب الحاء، ترجمة: الحسن بن زیاد، ج ۸ ص ۱۶۸

(۵) مثلاً دیکھئے: مستخرج أبو عوانة: كتاب الإيمان، بيان الأعمال والفرائض اللتي إذا أداها، ج ۱ ص ۲۰

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (متوفی ۱۳۵۳ھ) غیر مقلد لکھتے ہیں:

حافظ ابوعوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے۔ (۱)

امام حاکم نیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے بھی اپنی مشہور کتاب "المستدرک علی الصحیحین" میں "کتاب البر والصلة" کے تحت آپ سے حدیث کی تخریج کی ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ امام لولوی رحمہ اللہ سے مروی احادیث شیخین رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔ (۲)

امام احمد بن عبدالحمید الحارثی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۹ھ) فرماتے ہیں:

ما رأیت أحسن خلقا من الحسن بن زیاد ولا أقرب مأخذا ولا أسهل جانبا قال وکان الحسن یکسو ممالیکه مما یکسو نفسه. (۳)

ترجمہ:- میں نے امام حسن بن زیاد سے زیادہ اچھے اخلاق والا کوئی شخص نہیں دیکھا، اور نہ ہی میں نے آپ سے زیادہ قریب المأخذ (جس سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا جائے) اور آپ سے زیادہ نرم خو کوئی شخص نہیں دیکھا، (اس کے ساتھ آپ فقہ، علم، زہد اور ورع میں بھی بلند پایہ مقام رکھتے تھے)، اور آپ اپنے غلاموں کو ویسے ہی کپڑے پہناتے تھے جیسے کپڑے خود پہنتے تھے۔

اس میں امام حارثی رحمہ اللہ نے آپ کی بڑی عمدہ توثیق کی ہے، اور آپ کے علمی وعملی تمام خوبیوں کو بڑے عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) اپنی مشہور کتاب "إعلام الموقعین عن رب العالمین" میں متعدد مقامات پر آپ کی روایت کردہ احادیث کو بطور استدلال کے ذکر کیا ہے، اور آپ پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی ہے، مثلاً: "الکذب فی غیر الشهادة" اس عنوان کے تحت ان سے روایت نقل کی ہے:

---

(۱) تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۱۲۲

(۲) دیکھئے: المستدرک علی الصحیحین: کتاب البر والصلة، اما حدیث محمد بن عتیق، ج ۴ ص ۱۷۴

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار الحسن بن زیاد، ص ۱۳۵

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اللُّؤْلُؤِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ فَتَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَجُلَانِ. (۱)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حوالے سے تین روایات نقل کی ہیں، ان میں ایک روایت امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کے حوالے سے آپ نے نقل کی ہے:

وَرَوَى الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ زُفَرَ وَأَبِي حَنِيفَةَ: أَنَّهُ إِنْ اشْتُرِطَ عَلَيْهِ فِي نَفْسِ الْعَقْدِ. (۲)

غیر مقلدین کے أستاذ العلماء مولانا محمد گوندلوی لکھتے ہیں:

محدثین کا ایک روایت کو نقل کر کے اِستدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ (۳)

شارح بخاری وہدایہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) آپ کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

كان الحسن بن زياد محبًا للسنة جدًا مشهورًا بالدين المتين، كثير الفقه والحديث، عفيف النفس، فمن هذه صفاته كيف يرمى بالكذب. (۴)

ترجمہ:- امام حسن بن زیاد سُنّتِ نبوی کے ساتھ انتہائی محبت کرنے والے، دینِ متین کے ساتھ مشہور، کثیر الفقہ، کثیر الحدیث اور پاک دامن انسان تھے، جو شخص ان صفات کے ساتھ متصف ہو اس کو بعض لوگوں کے اِلزامات کی وجہ سے کیسے مجروح کیا جاسکتا ہے؟

امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات، علمِ حدیث وفقہ میں آپ کے اساتذہ وتلامذہ، آپ کے متعلق اہلِ علم کی آراء، آپ سے مروی ساٹھ احادیث سند ومتن کے ساتھ۔ اور آپ پر کی گئی تمام جرحوں کے تحقیقی جوابات، اور گراں قدر معلومات کے لئے مطالعہ کریں،

---

(۱) إعلام الموقعين: فصل: شهادة الزور، الكلب كبيرة، ج۱ ص ۱۷۳
(۲) إعلام الموقعين، فصل مخرج من جوزوا الحيل، ج ۳ ص ۲۳۳
(۳) التحقيق الراسخ: ص ۵۵
(۴) مغانى الأخيار فى شرح أسامى رجال معانى الآثار: ترجمة: الحسن بن زياد، ج ۱ ص ۱۹۷

دیار مصر کے مشہور محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) کی تصنیف لطیف ''الإمتاع بسیرۃ الإمامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع'' جو ۱۴۲۵ھ میں ''دارالکتب العلمیۃ'' سے چھپی ہے۔

۱۰-إمام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ

نام: مکی، والد کا نام: ابراہیم، کنیت: ابوسکن (متوفی ۲۱۵ھ)، آپ کی پیدائش ۱۲۶ھ میں ہوئی، إمام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''سیر أعلام النبلاء'' میں ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

الإمامُ الحافظُ الصّادِقُ مُسْنِدُ خُراسان.

آپ کے مشہور اساتذۂ حدیث: إمام ابن جریج، بہز بن حکیم، ہشام بن حسان، مالک بن انس، إمام ابوحنیفہ، حنظلہ بن ابی سفیان رحمہم اللہ وغیرہ۔ آپ کے محدثین تلامذہ: إمام بخاری، امام احمد بن حنبل، إمام یحیٰی بن معین، معمر بن محمد، ابراہیم بن زہیر، احمد بن نصر مقری رحمہم اللہ وغیرہ۔

إمام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی دونوں شہرۂ آفاق تصنیفات میں امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے اساتذۂ حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اِسم گرامی کو ذکر کیا ہے۔ (۱)

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) کے سسر اور امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) کے شیخ إمام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے بھی إمام صاحب کے تلامذہ میں آپ کا اِسم گرامی ذکر کیا ہے۔ (۲)

شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) إمام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے محدثین اساتذہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے إمام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے چار

---

(۱) دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: مکی بن إبراھیم، ج۱ ص۳۶۸ / سیر أعلام النبلاء: ترجمۃ: مکی بن إبراھیم، ج۹ ص۵۴۹

(۲) دیکھئے: تھذیب الکمال فی أسماء الرجال: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج۲۹ ص۴۲۱

(۳) دیکھئے: تھذیب التھذیب: ترجمۃ: مکی بن ابراھیم بن بشیر، ج۱۰ ص۲۹۳

محدثین اساتذہ کا ذکر کیا ہے، اس میں پہلے نمبر پر امام جعفر صادق رحمہ اللہ اور دوسرے نمبر پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ پابندگی کے ساتھ امام صاحب کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے، انہوں نے امام صاحب سے علم فقہ کے حصول کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں آپ سے احادیث بھی روایت کیں، چنانچہ امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں:

هو مكي بن إبراهيم البلخي، إمام بلخ، دخل الكوفة سنة أربعين ومائة ولزم أبي حنيفة رحمه الله وسمع منه الحديث والفقه وأكثر عنه الرواية۔ (۲)

ترجمہ:- مکی بن ابراہیم بلخی جو اہلِ بلخ کے امام ہیں، یہ ۱۴۵ھ میں کوفہ میں داخل ہوئے، اور امام ابوحنیفہ کے درس میں باقاعدگی سے حاضر ہونے لگے، اور آپ سے حدیث اور فقہ کی سماعت کی، اور انہوں نے آپ سے بہت زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ أَعْلَمَ أَهْلِ زَمَانِهِ. (۳)

نیز آپ فرماتے ہیں کہ اہلِ کوفہ کے ساتھ میری نشست وبرخاست ہوئی لیکن میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی متقی انسان نہیں دیکھا:

جالست الكوفيين فما رأيت أورع من أبي حنيفة. (۴)

امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ نے سترہ کبار تابعین سے علم حاصل کیا، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

---

(۱) دیکھئے: طبقات الحفاظ: ترجمة: مكي بن إبراهيم، ص ۱۶۳

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق، ج ۱، ص ۱۷۹

(۳) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه، ص ۳۲

(۴) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳، ص ۳۵۶

وَكَتَبْتُ عَنْ سَبْعَةَ عَشَرَ نَفْساً مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَوْ عَلِمْتُ أَنَّ النَّاسَ يَحْتَاجُوْنَ إِلَيَّ لَمَا كَتَبْتُ دُوْنَ التَّابِعِيْنَ عَنْ أَحَدٍ

ترجمہ:- میں نے سترہ تابعین سے علم حاصل کیا، اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ لوگ میری طرف (علم میں) محتاج ہوں گے تو میں تابعین کے علاوہ کسی اور سے علم حاصل نہ کرتا۔

امام ابنِ سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور روایت حدیث میں پختہ محدث تھے:

وَكَانَ ثِقَةً ثَبْتاً فِي الْحَدِيْثِ.

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ ثقہ ہیں:

سَأَلْتُ أَحْمَدَ عَنْ مَكِّيٍّ فَقَالَ: ثِقَةٌ.

امام عجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں:

وَقَالَ الْعِجْلِيُّ: ثِقَةٌ.

امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور مامون ہیں:

قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: مَكِّيٌّ: ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ.

مذکورہ بالا اقوال اور مزید توثیقی اقوال کے لئے تفصیلاً ''سیر أعلام النبلاء'' دیکھیں۔[1]

امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کو سب سے پہلے تحصیلِ علم کی طرف متوجہ کرنے والے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، اسی وجہ سے آپ فرماتے ہیں:

فلا أزال أدعو لأبي حنيفة في دبر كل صلوة وعند ما ذكرته لأن الله تعالى ببركته فتح لي باب العلم۔[2]

ترجمہ:- میں ہر نماز کے بعد، نیز جب بھی امام ابوحنیفہ کا ذکر کرتا ہوں تو ان کے

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: مكي بن إبراهيم، ج۹ ص ۵۴۹ تا ۵۵۳

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق، ص ۳۱۸

لئے دُعا کرتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا ہے۔

یہی امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ تلمیذ امام اعظم، امام بخاری رحمہ اللہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں بائیس ثلاثی روایات میں سے گیارہ روایات ان سے نقل کی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کی سب سے اعلیٰ سند ثلاثی ہے۔ اصطلاح محدثین میں ثلاثی اس روایت کو کہا جاتا ہے جس میں تین واسطے ہوں، ان روایات میں امام بخاری رحمہ اللہ اور آپ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کی بائیس ثلاثی روایات پانچ راویوں سے مروی ہیں، جن میں مکی بن ابراہیم، ابو عاصم ضحاک بن مخلد، محمد بن عبداللہ انصاری، خلاد بن یحییٰ، عصام بن خالد رحمہم اللہ شامل ہیں، ان پانچوں راویوں سے مروی ثلاثیات کی ترتیب درج ذیل ہے:

۱- امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) سے چھ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

۲- خلاد بن یحییٰ رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) سے ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔

۳- عصام بن خالد رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۴ھ) سے بھی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔

۴- محمد بن عبداللہ انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) سے تین احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

۵- امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) سے گیارہ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے چار ہزار شیوخ

۱- امام ابو عبداللہ بن ابی حفص الکبیر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے تلامذہ کا آپس میں ایک مناقشہ ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

فجعل أصحاب الشافعي يفضلون الشافعي على أبي حنيفة. فقال أبو عبدالله بن أبي حفص: عدّوا مشائخ الشافعي كم هم، فيعدو فبلغوا ثمانين، ثم عدّوا مشائخ أبي حنيفة من العلماء والتابعين فبلغوا أربعة آلاف. فقال أبو عبدالله: هذا من أدنى فضائل أبي حنيفة.(۱)

ترجمہ:- (ایک وقت میں) امام شافعی کے شاگرد امام شافعی کو امام ابوحنیفہ پر

---

(۱) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج ۱ ص ۳۸ / مناقب أبي حنيفة للكردري: ج ۱ ص ۶۸

فضیلت دینا شروع ہو گئے، ابو عبداللہ بن ابی حفص نے شوافع سے کہا: تم امام شافعی کے اساتذہ گن کر بتاؤ وہ کتنے ہیں؟ وہ گننے لگے تو اساتذۂ شافعی کی کل تعداد اَسّی تھی۔ پھر اَحناف نے امام ابوحنیفہ کے علماء اور تابعین اساتذہ کو شمار کیا تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ اس پر ابو عبداللہ نے کہا: یہ امام ابوحنیفہ کی (امام شافعی سمیت بقیہ اَئمہ پر) اَدنیٰ سی فضیلت ہے۔

۲- امام سیف الائمہ سائلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور و معروف ہے:

أن أبا حنيفة تلمذ عند أربعة آلاف من شيوخ أئمة التابعين.(۱)

ترجمہ:- بے شک امام ابوحنیفہ نے چار ہزار شیوخ اَئمہ تابعین کے ہاں زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔

۳- امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی امام ابوحفص الکبیر رحمہ اللہ کے حوالے سے امام اعظم رحمہ اللہ کے شیوخ کی تعداد کو چار ہزار بیان کیا ہے۔(۲)

۴- امام ابن حجر مکی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) نے امام اعظم رحمہ اللہ کے شیوخ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

هم كثيرون لا يسع هذا المختصر ذكرهم، وقد ذكر منهم الإمام أبو حفص الكبير أربعة آلاف شيخ، وقال غيره: له أربعة آلاف شيخ من التابعين فما بالك بغيرهم.(۳)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے کثیر اَساتذہ ہیں جن کا ذکر اس مختصر کتاب میں نہیں آسکتا۔ امام ابوحفص الکبیر نے ان میں سے آپ کے چار ہزار شیوخ کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے: صرف آپ کے تابعین شیوخ کی تعداد چار ہزار ہے، ان کے علاوہ کا اندازہ آپ خود کر لیں۔

اَئمہ کرام کے اقوال پر مبنی درج بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے

---

(۱) جامع المسانيد: الباب الأول في شيء من فضائله النوع السابع، ج ۱، ص ۳۳

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب الرابع، ص ۶۳

(۳) الخيرات الحسان: الفصل السابع، ص ۳۶

کم از کم چار ہزار شیوخ تھے، اور محدثین نے یہاں تک لکھا ہے کہ یہ چار ہزار سارے شیوخ تابعین تھے۔ اگر امام صاحب ہر تابعی سے بھی ایک ایک حدیث لیں تو آپ کی چار ہزار احادیث تو یہیں پوری ہو جاتی ہیں، جب کہ آپ کے اساتذہ تو اس کے علاوہ بھی کثرت سے تھے۔ اسی طرح تابعین کے علاوہ آپ کے جن شیوخ کے ناموں کا احاطہ نہیں ہو سکا ان کو بھی ملا لیا جائے تو فقط اساتذہ کی تعداد کے اعتبار سے ہی آپ تک ہزار ہا احادیث پہنچتی ہیں، حالانکہ ان تابعین میں سے کثیر حضرات ہزار ہا احادیث کا ذخیرہ رکھتے تھے، اور امام صاحب کی اپنے شیوخ کے ساتھ نسبتِ تلمذ سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام صاحب نے ان سے کس حد تک احادیث حاصل کی ہوں گی۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شیوخِ حدیث کے اسمائے گرامی

۱- خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے امامِ اعظم کے پندرہ شیوخ کے نام لکھے ہیں جن سے آپ نے سماعِ حدیث کیا۔(۱)

۲- امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نے "أما مشائخ أبي حنيفة من التابعين وغيرهم رحمهم الله تعالى" کا عنوان قائم کر کے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے دو سو اُنتالیس ۲۳۹ شیوخِ حدیث کے اسماء تحریر کیے ہیں۔(۲)

۳- امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے پچھتر ۷۵ شیوخِ حدیث کے نام درج کیے ہیں۔(۳)

۴- عظیم نقاد محدث امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے چالیس ۴۰ شیوخِ حدیث کے نام لکھے ہیں۔(۴)

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۲۵

(۲) مناقب أبي حنيفة: ج ۱ ص ۳۷ تا ۳۸

(۳) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۱۸، ۴۱۹

(۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۱، ۳۹۲

۵- امام ابن بزاز کردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے ایک سو کیانوے[۱۹۱] شیوخِ حدیث کے نام رقم کیے ہیں۔ (۱)

۶- حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے سولہ[۱۶] شیوخِ حدیث کے نام درج کیے ہیں۔ (۲)

۷- علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے چھہتر[۷۶] شیوخِ حدیث کے نام لکھے ہیں۔ (۳)

۸- امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے تحقیق کرکے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تین سو چھ[۳۰۶] شیوخِ حدیث کے نام حروفِ تہجی کے اعتبار سے لکھے ہیں۔ (۴)

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے مشائخ و شیوخ کی جو فہرستیں ائمہ نے اپنی کتابوں میں درج کی ہیں، ان میں ہر ایک نے اپنی تحقیق کے مطابق آپ کے شیوخ کے نام بیان کئے ہیں۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کبار تابعین اساتذہ حدیث

امام صاحب رحمہ اللہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ نے مشائخ کی ایک بہت بڑی تعداد سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، نیز آپ کے اساتذہ کسی مخصوص شہر یا علاقے کے رہنے والے نہیں تھے، بلکہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، شام، یمن وغیرہ تمام بلادِ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے تھے، امامِ اعظم رحمہ اللہ کے اساتذہ کا پہلا طبقہ صحابہ کرام کا ہے، پھر کبار تابعین کا ہے، آپ نے اکابر تابعین کی جماعت سے سماعت اور روایتِ حدیث بھی کی ہے۔

علامہ محمد بن احمد ابن عبد الہادی مقدسی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

روى عن جماعة من سادات التابعين وأئمتهم. (۵)

---

(۱) مناقب أبي حنيفة: ج۱ ص۷۸ تا ۹۷

(۲) تهذيب التهذيب: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۰ ص۴۴۹

(۳) تبييض الصحيفة في مناقب أبي حنيفة: ذكر من روى عنهم الإمام أبو حنيفة من التابعين فمن بعدهم، ص۳۵ تا ۶۰

(۴) عقود الجمان في مناقب أبي حنيفة النعمان: الباب الرابع، ۶۳ تا ۸۷

(۵) مناقب الأئمة الأربعة: ص۵۸

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے ساداتِ تابعین اور ائمہ تابعین سے روایت کی ہے۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے عنوان قائم کیا ہے "شیوخ أبی حنیفة وأصحابه" اس کے تحت امام صاحب کے محدثین تابعین اساتذہ کرام کے اسماء ذکر کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

وَسَمِعَ الْحَدِيثَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ بِمَكَّةَ، وَعَطِيَّةَ الْكُوفِيِّ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ، وَعِكْرِمَةَ، وَنَافِعٍ، وَعَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، وَقَتَادَةَ بْنِ دِعَامَةَ، وَأَبِي الزُّبَيْرِ، وَمَنْصُورٍ، وَأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ. (۱)

ان اسماء کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وعدد كثير من التابعين. (۲)

ان مذکورہ حضرات کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے تابعین سے روایت کی ہے۔

امام محمد بن عبدالرحمن ابن الغزی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تقریباً چار ہزار شیوخ تابعین سے اخذِ علم کیا:

واخذ عن نحو أربعة آلاف شيخ من التابعين. (۳)

اساتذہ کی کثرتِ تعداد کے باوجود آپ نے علم حدیث میں اس قدر احتیاط کی ہے کہ بجز ثقہ اور عادل کے کسی سے روایت نہیں لی، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) بالسند آپ کا بیان نقل کرتے ہیں:

آخُذُ الْآثَارَ الصِّحَاحَ عَنْهُ الَّتِي فَشَتْ فِي أَيْدِي الثِّقَاتِ عَنِ الثِّقَاتِ. (۴)

ترجمہ:- میں نے صرف ان ہی صحیح احادیث کو لیا ہے جن کو ثقہ راوی ثقہ راویوں سے نقل کرتے آئے ہیں۔

(۱،۲) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۱۹

(۳) ديوان الإسلام: الفصل الثالث في الكني: ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج ۲ ص ۱۵۲

(۴) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۳۴

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اکثر اساتذہ روایت ودرایت دونوں کے جامع تھے

امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ آپ کے اکثر اساتذہ حدیث اور فقہ دونوں کے جامع تھے، چنانچہ محدثِ کبیر ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

إن أكثر مشايخ الإمام كانوا جامعين بين الرواية والدراية [1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے اکثر اساتذہ روایت ودرایت دونوں کے جامع تھے۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے خود ہی کبار تابعین میں سے اپنے بعض شیوخ اور اساتذہ کے اسمائے گرامی بھی بیان کئے ہیں، امام ابوعبداللہ بن داود کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ آپ کو کن اکابر ائمہ سے شرف تلمذ حاصل ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

قَالَ: اَلْقَاسِمَ وَسَالِمًا وَطَاوُسًا، وَعِكْرِمَةَ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ دِينَارٍ، وَالْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ، وَعَمْرَو بْنَ دِينَارٍ، وَأَبَا الزُّبَيْرِ، وَعَطَاءً، وَقَتَادَةَ، وَإِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيَّ، وَنَافِعًا، وَأَمْثَالَهُمْ [2]

ترجمہ:- قاسم (بن محمد بن ابی بکر) سالم (بن عبداللہ بن عمر) طاوس (بن کیسان)، عکرمہ، مکحول، عبداللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابوزبیر (محمد بن مسلم) عطاء بن ابی رباح، قتادہ، ابراہیم، شعبی، نافع اور ان جیسے دوسرے بزرگوں سے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے انہی عادل اور ثقہ شیوخ کے متعلق علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تین مسانید دیکھنے کا موقع ملا، میں نے ان میں دیکھا:

لا يروي حديثا إلا عن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم كالأسود وعلقمة، وعطاء، وعكرمة، ومجاهد، ومكحول، والحسن البصري وأضرابهم فكل

---

(۱) شرح مسند أبي حنيفة: مقدمة، ص۹

(۲) مسند أبي حنيفة للحصكفي: كتاب الفضائل، ص۱۸۹، الناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب لاہور

الرواة الذين هم بينه وبين رسول الله عدول، ثقات، أعلام، أخيار، ليس فيهم كذاب ولا متهم بكذب۔[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ ثقات، عدول اور خیار تابعین کے سوا کسی سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کرتے، یہ تابعین وہی ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے خیر القرون میں شمار کیا گیا ہے، ان میں اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان جیسے دُوسرے اکابر تابعین شامل ہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان سارے رُواۃ عدول، ثقات، نہایت بلند پایہ اور بہترین اوصاف کے حامل تھے، ان میں سے کوئی بھی کذاب اور متہم بالکذب نہیں تھا۔

امام شعرانی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کو جو علمی کمال حاصل ہے، وہ ان کے بعد کسی اور امام کو نصیب نہیں ہوا، کیونکہ ان کے سب رُوات اکابر تابعین ہیں، جو خیر القرون میں شمار ہونے کی بنا پر ثقاہت اور عدالت کے ساتھ متصف ہیں۔

امام صاحب کے چند اکابر شیوخ حدیث کے نام درج ذیل ہیں:

عطاء بن ابی رباح، ابواسحاق سبیعی، محارب بن دثار، عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج، عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس، نافع مولیٰ ابنِ عمر، عامر بن شراحیل شعبی، عطیہ عوفی، عدی بن ثابت، عمرو بن دینار، سلمہ بن کہیل، قتادہ بن دعامہ، منصور بن معتمر، امام محمد بن علی باقر، امام جعفر صادق، سماک بن حرب رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ۔[2]

امام صاحب کی ذہانت اور علمی حرص وطلب سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ جن کبارِ محدّث تابعین کے پاس آپ نے سالہا سال تک قیام کیا، اور ان سے علمِ حدیث اَخذ کیا وہ ایک ایک، دودو، یا چند اَحادیث پر مشتمل ہوگا، یہ دراصل آپ کے علمی کمال پر بہتانِ عظیم ہے۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے علمِ حدیث میں اَساتذہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اَساتذۂ حدیث میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ہیں ان کے

(۱) الميزان الكبرى: ج۱ ص۶۸

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۳ ص۳۲۵ / مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص۹

علاوہ کوئی نہیں، یعنی سب اساتذہ اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جس کی خیریت کی زبانِ نبوت نے گواہی دی۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حدیث میں اساتذہ کے نام لکھتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں:

وعدد كثير من التابعين.[۱]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے چھہتر ۷۶ اساتذہ کے نام ذکر کیے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی رحمہ اللہ نے حاشیہ میں ان تمام حضرات کے مختصر حالات بھی درج کیے ہیں۔[۲]

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے حروفِ تہجی کی ترتیب پر نہایت تفصیل کے ساتھ تمام اساتذہ کے نام ذکر کیے ہیں۔[۳]

علامہ احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

في ذكر شيوخه هم كثيرون لا يسع هذا المختصر ذكرهم وقد ذكر منهم الإمام أبو حفص الكبير أربعة آلاف.[۴]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے اساتذہ اس قدر زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں ان سب کا تذکرہ نہیں ہوسکتا، امام ابوحفص کبیر نے ان میں سے چار ہزار اساتذہ ذکر کیے ہیں۔

محدّثِ کبیر ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

واعلم أن له مشايخ كثيرة من الصحابة والتابعين وأتباعهم وصلت جملتهم أربعة آلاف.[۵]

---

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، شيوخ أبي حنيفة، ص۱۹

(۲) دیکھیے تفصیلاً: تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ذكر من روى عنهم الإمام أبو حنيفة من التابعين فمن بعدهم، ص۲۵ تا ۶۲

(۳) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان، ص۶۳ تا ۸۷

(۴) الخيرات الحسان، الفصل السابع، ذكر شيوخه، ص۳۶

(۵) شرح مسند أبي حنيفة، مقدمة، ص۸

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے اساتذہ صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین میں بہت ہیں، جن کی مجموعی تعداد چار ہزار ہے۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے اساتذۂ حدیث کی عظمت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اساتذہ کے معاملے میں سب ائمۂ حدیث سے ممتاز کرنے والی چیز صحابہ کرام اور کبار تابعین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا ہے۔

یہ اساتذہ ہی کی عظمت ہے جس کا اظہار خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سربراہ حکومت عباسیہ ابوجعفر منصور کے سامنے کیا:

دخل أبو حنيفة يوما على المنصور، وعنده عيسى بن موسى، فقال للمنصور: هٰذا عالم الدنيا اليوم، فقال له: يا نعمان! عمن أخذت العلم، قال: عن أصحاب عمر، عن عمر، وعن أصحاب علي، عن علي، وعن أصحاب عبدالله، عن عبدالله، وما كان في وقت ابن عباس على وجه الأرض أعلم منه، قال: لقد استوثقت لنفسك.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ، ابوجعفر منصور کے پاس آئے اس وقت دربار میں عیسیٰ بن موسیٰ موجود تھے، عیسیٰ نے امیر المؤمنین کو مخاطب کر کے کہا: اے امیر المؤمنین! ''هذا عالم الدنيا اليوم'' یہ آج تمام دُنیا کے عالم ہیں، ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا: اے نعمان! تم نے کن لوگوں کا علم حاصل کیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا: امیر المؤمنین! میں نے حضرت عمر، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس کے اصحاب سے علم حاصل کیا ہے۔ تو ابوجعفر نے کہا: آپ تو علم کی ایک مضبوط چٹان پر کھڑے ہیں۔

''تذکرۃ الحفاظ'' میں اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے مشائخ

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے وہ مشائخ جن کو امام ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے:

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ذکر خبر ابتداء أبي حنيفة بالنظر في العلم، ج ۱۳ ص ۳۳۵

۱-ایوب بن ابی تمیمہ ابو بکر سختیانی رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۳۱ھ
۲-الحکم بن عتیبہ ابو محمد الکوفی رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۱۵ھ
۳-ربیعہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۳۶ھ
۴-زید بن ابی انیسہ رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۲۵ھ
۵-سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۰۶ھ
۶-شیبان بن عبد الرحمن ابو معاویہ رحمہ اللہ	طبقہ خامسہ	۱۶۴ھ
۷-طاؤس بن کیسان ابو عبد الرحمن الیمانی رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۰۶ھ
۸-عامر الشعبی ابو عمر الہمدانی رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۰۴ھ
۹-عبد اللہ بن دینار ابو عبد الرحمن رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۲۷ھ
۱۰-عبد الرحمن ہرمز رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۱۷ھ
۱۱-عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۳۶ھ
۱۲-عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۱۴ھ
۱۳-عطاء بن یسار رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۱۳ھ
۱۴-عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۰۷ھ
۱۵-عمرو بن دینار الحافظ ابو محمد رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۲۶ھ
۱۶-عمرو بن عبد اللہ ابو اسحاق رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۲۷ھ
۱۷-القاسم بن معین بن عبد الرحمن رحمہ اللہ	طبقہ خامسہ	۱۷۵ھ
۱۸-قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ	طبقہ خامسہ	۱۱۷ھ
۱۹-مبارک بن فضالہ القرشی رحمہ اللہ	طبقہ خامسہ	۱۳۰ھ
۲۰-محمد بن المنکدر ابو عبد اللہ القرشی رحمہ اللہ	طبقہ خامسہ	۱۳۰ھ
۲۱-مسلم بن قندس ابو الزبیر المکی رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۲۸ھ
۲۲-محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۲۴ھ
۲۳-منصور بن المعتمر ابو عتاب الکوفی رحمہ اللہ	طبقہ رابعہ	۱۳۲ھ
۲۴-نافع مولیٰ ابنِ عمر ابو عبد اللہ رحمہ اللہ	طبقہ ثالثہ	۱۱۷ھ

۲۵-ہشام بن عروہ القرشی رحمہ اللہ طبقہ رابعہ ۱۳۶ھ

۲۶-یحییٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ طبقہ رابعہ ۱۴۳ھ

یہ وہ حفاظِ حدیث ہیں جن کے تراجم امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھے ہیں۔[1]

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ طالبِ علم کی حیثیت سے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں سولہ ۱۶ سال کی عمر میں حج کیا، اور اسی حج میں تفقہ فی الدین کے موضوع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد سنا:

من تفقه فی دین الله کفاه الله همه ورزقه من حیث لا یحتسب.

ترجمہ:- جس نے اللہ کے دین میں فقاہت پیدا کی، اللہ اس کے رنج وغم میں کافی ہے، اور اس کو ایسے مقام سے رزق دے گا جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

وحججت مع أبی سنة ست حلقة عظیمة. فقلت لأبی حلقة من هذه؛ قال: حلقة عبدالله بن الحارث بن جزء الزبیدی صاحب النبی صلی الله علیه وسلم. فتقدمتُ فسمعته یقول: سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من تفقه فی دین الله کفاه الله تعالی همه ورزقه من حیث لا یحتسب.[2]

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کی زمانۂ طالب علمی میں علمِ حدیث میں سبقت

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بیس سال کی عمر میں علمِ حدیث حاصل کرنا شروع کیا، اور جس محنت وکوشش سے انہوں نے اس علم کو حاصل کیا ان کے ہم عصروں میں سے بہت ہی کم نے اس محنت سے حاصل کیا ہوگا۔

---

(۱) ''امامِ اعظم اور علم حدیث'' ص ۳۶۹، ۳۷۰

(۲) جامع المسانید: الباب الثالث الفصل الأول: التعریض علی الحسنات والتحذیر عن السیئات، ج، ص ۸۹

علامہ عبدالکریم بن محمد السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) فرماتے ہیں:

واشتغل بطلب العلم وبالغ فيه حتى حصل له مالم يحصل لغيره [۱]

ترجمہ:- امام صاحب طالب علمی میں مشغول ہوئے تو اس درجہ ہوئے کہ جس قدر ان کو علم حاصل ہوا دوسروں کو نہ ہو سکا۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) حافظ الحدیث امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ جو زمانہ طالب علمی میں کوفہ کے اندر امام صاحب کے رفیقِ درس تھے، ان سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رفیقِ درس تھا، وہ علمِ حدیث کے طالب علم بنے تو حدیث میں ہم سے آگے نکل گئے، یہی حال زُہد و تقویٰ میں ہوا، اور فقہ کا معاملہ تو تمہارے سامنے ہے:

قال مسعر بن كدام: طلبت مع أبي حنيفة الحديث، فغلبنا وأخذنا في الزهد، فبرع علينا وطلبنا معه الفقه، فجاء منه ما ترون. [۲]

طلبِ حدیث کے لئے اَسفار

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے علم حدیث کے حصول کے لئے اَسفار بھی کیے، چنانچہ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وعنى بطلب الآثار وارتحل في ذلك. [۳]

امام صاحب رحمہ اللہ نے علم حدیث کی جانب خصوصی توجہ کی اور اس کے لئے اسفار کئے۔

مزید یہ بھی لکھتے ہیں:

إن الإمام أبا حنيفة طلب الحديث وأكثر منه في سنة مائة وبعدها. [۴]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث کی تحصیل کی بالخصوص ۱۰۰ھ اور اس کے بعد کے زمانے میں اس اخذ وطلب میں بہت زیادہ سعی کی۔

---

(۱) الأنساب: باب الراء والألف، الرائي، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۶۵

(۲) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص: ۴۳

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۲

(۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۶

صدر الائمہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے طلب علم میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا اور اکثر سال سال بھر کے قریب قیام رہتا تھا۔ [1]

امام اعظم کا اپنے وقت کے چاروں علمی شہروں کے اکابر اہل علم سے استفادہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نورنظر نے جب آپ سے سوال کیا کہ حصول علم کے لئے کن ممالک کے اسفار کئے جائیں، تو آپ نے فرمایا: کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرف:

یرحل یکتب عن الکوفیین والبصریین وأهل المدینة ومکة. [2]

امام احمد رحمہ اللہ نے مذکورہ فرمان میں سب سے پہلے کوفہ کا تذکرہ کر کے اس کی سیاست واولیت کی اہمیت کو اُجاگر کر دیا۔

اپنا مولد ومسکن ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے امام اعظم رحمہ اللہ شہر کوفہ میں موجود علم حدیث کے تمام چشموں سے سیراب ہوئے، جب آپ علم حدیث حاصل کرنے لگے تو اس میں بہت جلد ترقی کی اور اپنے تمام ساتھیوں پر فوقیت حاصل کر گئے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کے رفیق سفر امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۵ھ) کا بیان نقل کیا ہے:

طَلَبْتُ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ الْحَدِيثَ فَغَلَبَنَا وَأَخَذْنَا فِي الزُّهْدِ فَبَرَعَ عَلَيْنَا وَطَلَبْنَا مَعَهُ الْفِقْهَ فَجَاءَ مِنْهُ مَا تَرَوْنَ. [3]

ترجمہ: - میں نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا، وہ ہم پر غالب آگئے، ہم زہد وتقویٰ میں مشغول ہوئے تو وہ ہم پر فوقیت لے گئے، اور جب ہم نے ان کے ساتھ فقہ حاصل کرنا شروع کیا تو اس میں انہوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا تو وہ تمہارے سامنے ہے۔

شہر کوفہ محدثین اور حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا، امام صاحب رحمہ اللہ نے یہاں کے تقریباً تمام محدثین سے استفادہ کیا، اور بڑی جستجو اور لگن کے ساتھ اخذ حدیث میں مصروف رہے یہاں

(۱) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج ۱ ص ۵۹

(۲) الرحلة في طلب الحديث: ص ۸۸

(۳) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۴۳

تک کہ کوفہ کی تمام احادیث کو جمع کر لیا۔ چنانچہ صدر الائمہ مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نے جلیل القدر محدث امام یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ) سے بہ سند نقل کیا ہے:

كان النعمان جمع حديث أهل بلده كله فنظر إلى آخر فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ:۔نعمان بن ثابت نے اپنے شہر کی تمام احادیث کو جمع کیا، پس آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل لیتے تھے۔

حافظ حدیث امام حسن بن صالح رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۹ھ) بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ عَارِفًا بِحَدِيثِ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَفِقْهِ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَكَانَ حَافِظًا لِفِعْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَخِيرَ الَّذِي قُبِضَ عَلَيْهِ مِمَّا وَصَلَ إِلَى أَهْلِ بَلَدِهِ.(1)

ترجمہ:۔امام ابو حنیفہ تمام اہلِ کوفہ کے علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے امام تھے، اور اپنے شہر کے رہنے والے محدثین تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال سے متعلق پہنچنے والی تمام احادیث کے حافظ تھے۔

امام حسن بن صالح رحمہ اللہ کے اس قول سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ کوفہ میں موجود جمیع محدثین اور فقہاء کے علم الحدیث اور فقہ الحدیث پر امام اعظم رحمہ اللہ کی خوب نظر تھی، اور بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عملِ مبارک کے حافظ تھے، اس قول سے آپ کی عظیم محدثانہ شان اور فقیہانہ بصیرت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

أنا عالم بعلم أهل الكوفة.

ترجمہ:۔میں اہلِ کوفہ کے علم کا عالم ہوں۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے کوفہ کے علمی سرچشموں سے سیراب ہونے کے بعد حرمین شریفین کے اساطین علم سے استفادہ کیا اور متفرق طور پر تقریباً دس سال کا عرصہ وہاں گزارا۔

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ما روي عن أبي حنيفة في الأصول التي بنى عليها مذهبه، ص ۲۵

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے زندگی میں پچپن حج کئے

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حرمین کا پہلا سفر سن ۹۶ھ میں سولہ سال کی عمر میں کیا، اس حج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے حدیثِ رسول سننے کی سعادت حاصل کی۔(۱)

یہ آپ کی زندگی کا پہلا حج تھا، اس کے بعد یعنی سن ۹۶ھ سے لے کر سن ۱۵۰ھ تک ہر سال مسلسل آپ نے حج کیا ہے، آپ نے پچپن ۵۵ حج کئے، اس روایت کو امام یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ) نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا:

حج ابو حنیفة خمسا وخمسین حجة.(۲)

آپ نے ہر سال حج کیا، صرف اپنے بچپن اور لڑکپن کے ابتدائی پندرہ سال جن میں آپ نے کوئی حج نہیں کیا۔

بعض حضرات نے امام صاحب کے حجوں کی تعداد کو مبالغہ قرار دیا اور یہ کہہ کر رد کردیا کہ یہ ناممکن ہے، لیکن یہ اُن کی غلط فہمی ہے، ان ظاہر بینوں نے خیر القرون کے دور کو اپنے دور پر، اور سلف صالحین کو اپنے اُوپر قیاس کیا، ہم چند سلف صالحین کا بطورِ نمونہ تذکرہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کتنی کثرت کے ساتھ حج کئے۔

دس اکابر سلفِ صالحین جنہوں نے زندگی میں کثرت کے ساتھ حج کئے

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے گیارہ حج کئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیارہ حج کئے:

---

(۱) یہ واقعہ مکمل تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں: جامع المسانید، ج ۱ ص ۲۳ / مسند الإمام الأعظم: کتاب العلم، ص ۲۰ / جامع بیان العلم وفضله: باب جامع في فضل العلم، ج ۱ ص ۲۰۳

(۲) مناقب أبي حنیفة: ج ۱ ص ۲۵۳ / الجواهر المضیة في طبقات الحنفیة: ج ۲ ص ۴۹۵

عن ابن عباس قال: حججت مع عمر بن الخطاب إحدی عشرة حجة.(۱)

۲- حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ نے اسّی حج کئے

اسود بن یزید رحمہ اللہ (متوفی ۷۵ھ) نے اپنی زندگی میں اَسّی ۸۰ مرتبہ حج کئے:

حَجَّ الأَسْوَدُ بْنُ يَزِيدَ ثَمَانِينَ.(۲)

۳- حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے چالیس حج کئے

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ (متوفی ۹۴ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: "اَلإِمَامُ، العَلَمُ، عَالِمُ أَهْلِ المَدِيْنَةِ، وَسَيِّدُ التَّابِعِيْنَ فِي زَمَانِهِ")۔(۳)

یہی سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں چالیس مرتبہ حج کیا ہے:

سمعت ابن المسيب يقول: حججت أربعين حجة.(۴)

۴- حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ نے ساٹھ حج کئے

حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۹ھ) نے اپنی زندگی میں ساٹھ مرتبہ حج کیا:

حَجَّ عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ سِتِّينَ.(۵)

۵- امام مکی بن ابراہیم بن بشیر رحمہ اللہ نے ساٹھ حج کئے

امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ اور "صحیح بخاری" میں موجود گیارہ ثلاثی روایات کے راوی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید امام مکی بن ابراہیم بن بشیر رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ساٹھ مرتبہ حج کیا ہے:

سمعت مكيا يقول: حججت ستين حجة.(۶)

---

(۱) الطبقات الكبرى: ترجمة: عبدالله بن العباس، ج ص ۱۶۳

(۲) التاريخ الكبير: ج ۳ ص ۶۲، رقم الحديث: ۳۸۳۵

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: سعيد بن المسيب، ج ۴ ص ۲۱۷

(۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة: سعيد بن المسيب، ج ۴ ص ۲۲۲

(۵) التاريخ الكبير: ج ۳ ص ۱۵۹، رقم: ۳۲۲۶

(۶) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: مكي بن ابراهيم بن بشير، ج ۶۰ ص ۲۳۵

۶-امام سعید بن سلیمان ابوعثمان الواسطی رحمہ اللہ نے ساٹھ حج کیے

امام سعید بن سلیمان ابوعثمان الواسطی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ساٹھ مرتبہ حج کیا ہے:

یقول: حججت ستین حجة. (۱)

۷-امام علی بن موفق رحمہ اللہ نے پچاس حج کیے

امام علی بن موفق رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے پچاس سے زیادہ حج ادا کیے، اور ان کا ایصال ثواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور اپنے والدین کو کیا:

قَالَ: عَلِي بْن موفق حججت نیفا وخمسین حجة فجعلت ثوابها للنبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولأبي بكر وعمر وعثمان وعلي ولأبوي. (۲)

۸-امام علی بن عبدالحمید بن عبداللہ رحمہ اللہ نے چالیس حج کیے

امام علی بن عبدالحمید بن عبداللہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں چالیس مرتبہ حلب مقام سے فریضہ حج ادا کرنے گیا ہوں، اور ہر مرتبہ پیدل گیا ہوں، اور پیدل لوٹ کر آیا ہوں:

أني حججت أربعين حجة على رجلي من حلب ذاهبا وراجعا. (۳)

۹-امام جعفر بن محمد نصیر بن القاسم رحمہ اللہ نے ساٹھ حج کیے

امام جعفر بن محمد نصیر بن القاسم رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۸ھ) کے متعلق امام محمد بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ساٹھ مرتبہ حج کیا:

قَالَ مُحَمَّد ابن الْحُسَيْن: حج جعفر ستين حجة. (۴)

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: سعيد بن سليمان أبو عثمان الواسطي، ج۹ ص۸۷

(۲) طبقات الحنابلة: ترجمة: علي بن موفق أبو الحسن، ج۱ ص۲۳۱

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: علي بن عبد الحميد بن عبد الله، ج۱۲ ص۳۰

(۴) تاریخ بغداد: ترجمة: جعفر بن محمد نصير بن القاسم، ج۷ ص۲۳۷

۱۰- امام حسن بن مسعود رحمہ اللہ نے اسی حج کئے

امام حسن بن مسعود رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۸ھ) انتقال کے وقت فرمانے لگے کہ میں نے بیت اللہ کی مجاورت میں اسی سال گزارے، اور اسی مرتبہ حج ادا کیا، اور بیس ہزار عمرے ادا کئے، اور ہر دن طواف میں ایک قرآن کریم ختم کیا:

جاورت هذا البيت ثمانين سنة وحججت ثمانين حجة واعتمرت عشرين ألف عمرة وختمت القرآن في الطواف في كل يوم ختمة.[1]

تلك عشرة كاملة.

اب سوال یہ ہے کہ آیا ان بلند پایہ محدثین اور سلف کی یہ تعداد بھی مبالغے پر محمول ہے یا ان حضرات نے کذب بیانی سے کام لیا ہے؟ معاذ اللہ!

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا پہلا سفرِ حج

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سب سے پہلا حج سن ۹۶ھ میں اپنے والد محترم حضرت ثابت رحمہ اللہ کے ساتھ کیا، اس بارے میں ان سے بذاتِ خود درج ذیل روایت مروی ہے:

روى أبو حنيفة قال: ولدت سنة ثمانين وحججت مع أبي سنة ست وتسعين وأنا ابن ست عشرة سنة فلما دخلت المسجد الحرام رأيت حلقة عظيمة فقلت لأبي: حلقة من هذه؟ قال: حلقة عبدالله بن جزء الزبيدي صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقدمت فسمعته يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من تفقه في دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسب.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا، اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ ہجری میں ۱۶ سال کی عمر میں حج کیا، پس جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا، سو میں نے اپنے والد

(۱) طبقات الفقهاء الشافعية لابن الصلاح ترجمة: الحسن بن مسعود، ج ۱ ص ۴۵۳

(۲) جامع المسانيد: الباب الثالث الفصل الأول، ج ۱ ص ۸۹

سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی کا حلقہ درس ہے، پس میں آگے بڑھا اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

یہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کا حرمین کی طرف پہلا سفر تھا جو آپ نے ۹۶ھ میں سولہ سال کی عمر میں کیا، ایک روایت کے مطابق آپ نے پچپن ۵۵ حج کیے، یوں آپ نے ۹۶ھ سے لے کر ۱۵۰ھ تک ہر سال حج کے لیے سفرِ حجاز کیا، صرف بچپن اور لڑکپن کے پندرہ سال چھوڑے جن میں آپ نے حج نہ کیا۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کا حرمین شریفین میں مجموعی طور پر دس سال قیام

آج جدید دور میں ہمیں سفر کرنے کے جدید سے جدید ترین ذرائع اور سہولتیں میسر ہیں، مثلاً ہوائی جہاز، ریلوے اور بسیں ہیں جن کے باعث ہمارا سفر انتہائی آرام دہ اور آسان ہو گیا ہے، جبکہ کم وبیش تیرہ سو سال پہلے تک ان جدید ذرائع آمد و رفت کا نام و نشان تک نہ تھا، سفر کرنا انتہائی تکالیف اور مشکلات سے پُر تھا، یہی حال سفرِ حج کا بھی ہے۔

مصائبِ سفر کی زیادتی کے باعث اگر ایک سفرِ حج کی مدت بمعہ قیامِ حرمین ۲ ماہ بھی فرض کر لی جائے تو سفرِ حج اور قیامِ حرمین کا یہ عرصہ ایک سو دس ماہ یعنی تقریباً ۹ سال بنتا ہے۔ کوئی شخص اس عرصۂ قیام کو کم کرنا چاہے تو اگر عرصۂ قیام کو ایک مہینہ بھی کر لیں تو اس کا نصف ساڑھے چار سال بنتا ہے۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے حرمین شریفین میں قیام کی کم از کم مدت اس سے ہرگز کم نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ امام صاحب حرمین شریفین میں جائیں اور وہاں محدثین کی صحبتوں سے فیضیاب نہ ہوتے ہوں، جبکہ وہاں حج بھی کرنا ہو تو امام صاحب کی وہاں مدتِ قیام کم از کم چار سال بن جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ قیامِ حرمین اس قیام کے علاوہ ہے جس کا ذکر سطورِ ذیل میں علیحدہ سے آ رہا ہے، اور جو حرمین شریفین کے مستقل قیام پر مبنی ہے۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ حج کے ان سفروں کے علاوہ بھی

مزید چھ سال مستقل طور پر حرمین شریفین میں قیام پذیر رہے۔ ۱۳۰ھ میں، بنو اُمیہ کے حکمران مروان ثانی نے کوفہ کا گورنر یزید بن عمر ابن ہبیرہ کو مقرر کیا، اور اس کو لکھا کہ ابو حنیفہ کو مجبور کرو کہ وہ ہماری حکومت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنیں یا وزیر خزانہ بن جائیں۔ ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو حاکم وقت کا پیغام سنایا اور منصب سنبھالنے پر مجبور کیا، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس پاداش میں اس نے آپ کو قید اور کوڑوں کی سزا سنائی۔ ہر روز قید خانے سے نکال کر آپ کو کوڑے لگائے جاتے۔

امام اعظم رحمہ اللہ ۱۳۰ھ میں بنو اُمیہ کی ظالمانہ روش سے پریشان ہو کر نقل مکانی کر کے حرمین شریفین چلے گئے تھے۔ اس عرصے کے دوران آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ قیام کیا۔ آپ ۱۳۰ھ سے لے کر ۱۳۶ھ تک چھ سال حرمین شریفین میں مقیم رہے۔ ان چھ سالوں کے دوران بنو اُمیہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد آپ خلافتِ عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر عبد اللہ بن محمد منصور عباسی کے دور میں واپس تشریف لائے۔

امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) اور علامہ ابن بزاز کردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) نے اس واقعے کو تفصیلاً اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

درج بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ امام اعظم کا کم از کم ساڑھے چار سال حج کے سفروں کا قیام، اور ۱۳۰ھ سے ۱۳۶ھ تک چھ سال مستقل قیام حرمین شریفین میں رہا۔ چھ سال اور ساڑھے چار سال کا عرصہ ملانے سے مجموعی طور پر امام اعظم رحمہ اللہ کا مکہ اور مدینہ میں قیام کا کل عرصہ ساڑھے دس سال تک بنتا ہے، تقریباً گیارہ برس کے اس طویل قیام سے حرمین شریفین میں علم الحدیث کا کون سا ذخیرہ باقی بچ گیا ہوگا جو امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنی جھولی میں جمع نہیں کیا ہوگا۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے بیس سے زائد مرتبہ بصرہ کا سفر کیا

حرمین شریفین اور کوفہ کے بعد اس دور میں علم الحدیث کا تیسرا بڑا مرکز بصرہ تھا، جہاں حضرت عتبہ بن غزوان، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت عبد اللہ بن مغفل المزنی، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو زید انصاری، حضرت عمرو بن اخطب، حضرت ثابت بن زید، حضرت عبد اللہ بن الشخیر، حضرت اقرع بن حابس، حضرت قیس بن عاصم، حضرت عبد اللہ بن

سرجس، حضرت میسرہ بن النجر، حضرت سلمان بن عامر الضبی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔[1]

امام صاحب نے درج بالا تمام صحابہ کرام کا علمی فیض اپنے بصرے کے اکابر شیوخ امام حسن بن یسار بصری، عاصم بن سیمان اَحول، بکر بن عبداللہ مزنی، ثابت بن اسلم بُنانی، قتادہ بن دعامہ، میمون بن سیاہ، شعبہ بن حجاج رحمہم اللہ سمیت دیگر اکابرین کے ذریعے حاصل کیا۔

صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کا علمی فیض سمیٹنے کے لئے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ۲۰ مرتبہ بصرہ کا سفر کیا۔ کوفہ کی طرح جو علم الحدیث بصرہ میں تھا آپ نے اسے بیس مرتبہ سے زائد سفر کر کے حاصل کیا۔

امام یحییٰ بن شیبان رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

دخلت البصرة نيفا وعشرين مرة منها ما أقيم سنة وأقل وأكثر.[2]

ترجمہ:- میں بصرہ میں بیس سے زائد مرتبہ گیا، ان سفروں کے دوران میں وہاں سال یا سال سے کم یا سال سے زیادہ عرصہ قیام کرتا۔

خلاصۂ بحث یہی ہے کہ اپنا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے امام اعظم رحمہ اللہ کوفہ میں موجود علم الحدیث کے تمام چشموں سے سیراب ہوئے۔ اس کے بعد جو علم الحدیث سرزمینِ حجاز یعنی مکہ و مدینہ میں تھا، اس کو ذخیرۂ علم کا حصہ بنایا، اس کے ساتھ ساتھ آپ نے خصوصاً بصرہ میں موجود علم الحدیث کو بھی اپنے سینے میں محفوظ کیا۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تلامذۂ حدیث

تفقہ فی الدین اور فقہ القرآن والحدیث کی بدولت امام صاحب کے گرد بیک وقت ہزارہا شاگردوں کا جمگھٹا ہوتا تھا جو آپ کے فیضانِ علمی سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی صحیح تعداد کو جاننا بے حد مشکل ہے کیونکہ آپ کے تلامذہ ساری دُنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے تھے۔

---

(۱) معرفة علوم الحديث: النوع الثاني والاربعون، ص ۱۹۱

(۲) مناقب أبي حنيفة: ج ۱ ص ۵۹ / الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية، ج ۱ ص ۳۶۸

۱-محدّثِ کبیر امام الجرح والتعدیل محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) امام اعظم رحمہ اللہ کے محدثین تلامذہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنه من المحدثین والفقهاء عدة لا یحصون.[1]

ترجمہ:-امام ابوحنیفہ سے اتنے محدثین اور فقہاء نے روایت کیا ہے جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۲-امام احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) نے بھی اسی حقیقت کو اپنے الفاظ میں تحریر کیا ہے:

الفصل الثامن فی ذکر الآخذین عنه الحدیث والفقه: قیل: استیعابهم متعذر لا یمکن ضبطه. وقد ذکر منهم بعض متأخری المحدثین فی ترجمته نحو الثمانمائة مع ضبط أسمائهم ونسبهم.[2]

ترجمہ:-آٹھویں فصل: امام ابوحنیفہ سے حدیث اور فقہ حاصل کرنے والوں کا بیان: علماء نے کہا کہ امام صاحب کے شاگردوں کا احاطہ مشکل ہے ان کُل کو ضبطِ تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں۔ بعض متاخرین محدثین امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں ان کے آٹھ سو (۸۰۰) کے قریب شاگردوں کے اسماء اور نسب کو احاطہ تحریر میں لائے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے عظیم وجلیل القدر محدث، فقیہ اور مجتہد سے یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ ان کے ہزارہا تلامذہ اور اصحاب نہ ہوں؟ ان کے تو ایک ایک حلقۂ درس میں طالبانِ علم کا ایک بہت بڑا مجمع ہوتا تھا۔

بعض محدثین اور مؤرخین نے تحقیق کر کے اپنی کتب میں درج کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اَخذِ حدیث، روایتِ حدیث اور فہمِ حدیث حاصل کرنے والے شاگردوں اور تلامذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔

۳-علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) اپنی کتاب ''الجواهر المضیئة'' کے

(۱) مناقب الإمام أبي حنیفة وصاحبیه: ص ۲۰

(۲) الخیرات الحسان: الفصل الثامن: ص ۲۷

خطبے میں امام اعظم رحمہ اللہ کے کُل تلامذہ کی تعداد لکھتے ہیں:

روی عن أبي حنيفة ونقل مذهبه نحو من أربعة آلاف نفر.[1]

ترجمہ:- تقریباً چار ہزار افراد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا اور فقہ حنفی کو نقل کیا۔

۴- امام قرشی رحمہ اللہ مذکورہ بالا کتاب کے ''الباب الثالث'' میں پھر امام اعظم رحمہ اللہ کے محدثین تلامذہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنه الجم الغفير وقد تقدم في أول خطبة كتابي الجواهر هذا أنه روى عنه نحو أربعة آلاف نفس.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ سے جمّ غفیر نے روایت کیا، اور میری اسی کتاب ''الجواہر'' کے خطبے میں گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے تقریباً چار ہزار نفوس نے روایت کیا۔

امام صاحب کے بعض محدثین تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

سفیان بن سعید ثوری، عبداللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشیم بن بشیر، وکیع بن جراح، عباد بن عوام، جعفر بن عون، جریر بن حازم، مسلم بن خالد، ابومعاویہ، ابوعبدالرحمٰن مقری، یزید بن ہارون، علی بن عاصم، قاضی ابویوسف، محمد بن حسن شیبانی، عمرو بن محمد عنقزی، عبدالرزاق بن ہمام اور دیگر ائمہ حدیث رحمہم اللہ۔[3]

امام صاحب کے شیوخ حدیث اور تلامذۂ حدیث کی کثرت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ہزارہا احادیث کے حافظ ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے چھیانوے تلامذہ کے اسمائے گرامی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کی تعداد کئی ہزار ہے، ان کے معاصرین میں کسی محدث یا فقیہ کے تلامذہ کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے۔

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: مقدمة، ج ۱ ص ۳

(۲) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: فصل في ذكر مولده ووفاته، ج ۱ ص ۲۸

(۳) تاريخ بغداد: ترجمة النعمان بن ثابت: ج ۱۳ ص ۳۲۵

علامہ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے تقریباً آپ کے ۹۶ تلامذہ کے نام ذکر کیے ہیں:

روى عنه: إبراهيم بن طهمان، والأبيض بن الأغر بن الصباح المنقرى، وأسباط بن محمد القرشي، وإسحاق بن يوسف الأزرق، وأسد بن عمرو البجلي القاضي، وإسماعيل بن يحيى الصيرفي، وأيوب بن هانئ الجعفي، والجارود بن يزيد النيسابوري، وجعفر بن عون، والحارث بن نبهان، وحبان بن علي العنزي، والحسن بن زياد اللؤلؤي، والحسن بن فرات القزاز، والحسين بن الحسن بن عطية العوفي، وحفص بن عبدالرحمٰن البلخي القاضي، وحكام بن سلم الرازي، وأبو مطيع الحكم بن عبدالله البلخي، وابنه حماد بن أبي حنيفة، وحمزة بن حبيب الزيات، وخارجة بن مصعب السرخسي، وداود بن نصير الطائي، وأبو الهذيل زفر بن الهذيل التميمي، وزيد بن الحباب العكلي، وسابق الرقي، وسعد بن الصلت قاضي شيراز، وسعيد بن أبي الجهم القابوسي، وسعيد بن سلام بن أبي الهيفاء العطار البصري، وسلم بن سالم البلخي، وسليمان بن عمرو النخعي، وسهل بن مزاحم، وشعيب بن إسحاق الدمشقي، والصباح بن محارب، والصلت بن الحجاج الكوفي، وأبو عاصم الضحاك بن مخلد، وعامر بن الفرات النسوي، وعائذ بن حبيب، وعباد بن العوام، وعبدالله بن المبارك، وعبدالله بن يزيد المقرئ، وأبو يحيى عبدالحميد بن عبدالرحمٰن الحماني (ت)، وعبدالرزاق بن همام، وعبدالعزيز بن خالد الترمذي، وعبدالكريم بن محمد الجرجاني، وعبدالمجيد بن عبدالعزيز بن أبي رواد، وعبدالوارث بن سعيد، وعبيدالله بن الزبير القرشي، وعبيدالله بن عمرو الرقي، وعبيدالله بن موسى، وعتاب بن محمد بن شوذب، وعلي بن ظبيان الكوفي القاضي، وعلي بن عاصم الواسطي، وعلي بن مسهر، وعمرو بن محمد العنقزي، وأبو

قطن عمرو بن الهيثم القطعي، وعيسى بن يونس (س)، وأبو نعيم الفضل بن دكين، والفضل بن موسى السيناني، والقاسم بن الحكم العرني، والقاسم بن معن المسعودي، وقيس بن الربيع ومحمد بن أبان العنبري الكوفي، ومحمد بن بشر العبدي، ومحمد بن الحسن بن أتش الصنعاني، ومحمد بن الحسن الشيباني، ومحمد بن خالد الوهبي، ومحمد ابن عبدالله الأنصاري، ومحمد بن الفضل بن عطية، ومحمد بن القاسم الأسدي، ومحمد بن مسروق الكوفي، ومحمد بن يزيد الواسطي، ومروان بن سالم، ومصعب بن المقدام، والمعافى بن عمران الموصلي، ومكي بن إبراهيم البلخي، وأبو سهل نصر بن عبدالكريم البلخي المعروف بالصيقل، ونصر بن عبدالملك العتكي، وأبو غالب النضر بن عبدالله الأزدي، والنضر بن محمد المروزي، والنعمان بن عبدالسلام الأصبهاني، ونوح بن دراج القاضي، وأبو عصمة نوح بن أبي مريم، وهشيم بن بشير، وهوذة بن خليفة، والهياج بن بسطام البرجمي، ووكيع بن الجراح، ويحيى بن أيوب المصري، ويحيى بن نصر بن حاجب ويحيى ابن يمان، ويزيد بن زريع، ويزيد بن هارون، ويونس بن بكير الشيباني، وأبو إسحاق الفزاري، وأبو حمزة السكري، وأبو سعد الصاغاني، وأبو شهاب الحناط، وأبو مقاتل السمرقندي، والقاضي أبو يوسف.[1]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے تقریباً ستر ۷۰ صفحات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کے نام ذکر کئے ہیں، جنہوں نے مندرجہ ذیل ملکوں اور شہروں سے آ کر امام صاحب سے علم حاصل کیا:

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، دمشق، بصرہ، کوفہ، واسط، موصل، جزیرہ، رقہ، نصیبین، رملہ، مصر، یمن، بحرین، بغداد، کرمان، اصفہان، استرآباد، حلوان، ہمدان، نہاوند، رے، قومس، دامغان،

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹، ص ۴۲۰تا۴۲۲

طبرستان، جرجان، بخارا، سمرقند، صغانیان، ترمذ، بلخ، ہرات، قہستان، خوارزم، مدائن، حمص وغیرہ۔ امام صاحب کے تلامذہ کی تفصیلی فہرست کے لئے ”عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان“ کا مطالعہ کریں۔ (۱)

اربابِ فضل وکمال کا اجتماع

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں علماء وفضلاء کی ایک بڑی جماعت شریک ہوتی تھی، ان میں ہر علم وفن کے مشاہیر حضرات شریک ہوتے تھے، امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) نے فرمایا:

كيف يقدر أبو حنيفة يُخطئ ومعه مثل أبي يوسف وزفر في قياسهما، ومثل يحيى بن أبي زائدة وحفص بن غياث وحبان ومندل في حفظهم الحديث، والقاسم بن معن في معرفته باللغة العربية، وداود الطائي، وفُضيل بن عياض في زهدهما وورعهما؛ من كانَ هؤلاء جلساؤه لم يكد يُخطئ لأنه إن أخطأ ردوه إلى الحق. (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کسی دینی معاملے میں غلطی کیسے کرسکتے ہیں؟ جب کہ ان کے ہاں مجلسِ درس میں ہر علم وفن کے اہلِ کمال موجود ہوتے ہیں، امام ابویوسف، امام زُفر بن ہذیل، امام محمد بن حسن جیسے قیاس واجتہاد میں ماہر، یحییٰ بن ابی زکریا، حفص بن غیاث، حبان بن علی، اور مندل بن علی جیسے حدیث کی معرفت وحفظ میں ماہر، قاسم بن معن جیسے لغت وعربیت میں، داود بن نصر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے جو زُہد وتقویٰ میں اپنا مثل نہیں رکھتے ہیں، جس شخص کے حلقۂ درس میں ایسے اہلِ علم شریک رہتے ہوں وہ غلطی کیسے کرسکتا ہے؟ اگر کوئی ایسی بات ہوگی تو یہ حضرات رہنمائی کریں گے۔

---

(۱) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب الخامس، ص ۸۸ تا ۱۵۹

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: یعقوب بن إبراهيم أبو يوسف القاضي، ج ۱۴ ص ۲۵۰

نو سلاسلِ حدیث جن کی انتہا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ہوتی ہے

۱- امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) کا فنِ حدیث میں مقام اس درجے کا تھا کہ کبار محدثین کرام ان کے شاگرد تھے، امام احمد، علی بن مدینی، عبداللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابن ابی شیبہ، یحییٰ بن اکثم رحمہم اللہ جیسے بڑے محدّث ان کے شاگرد تھے، اور امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

ویفتی بقول أبي حنیفة۔ (۱)

۲- امام بخاری رحمہ اللہ، امام احمد بن منیع رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام احمد بن منیع رحمہ اللہ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۳- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۴- حافظ ابو نعیم اور امام ابو یعلی اور امام ابو القاسم رحمہم اللہ فنِ حدیث میں بشر بن ولید رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور بشر بن ولید رحمہ اللہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۵- امام ترمذی اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام مسلم رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام احمد رحمہ اللہ اسد بن عمرو قاضی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور اسد بن عمرو رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۶- امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۷- امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: وکیع بن الجراح، ج ۱ ص ۲۲۳

احمد رحمہ اللہ فضل بن دکین رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور فضل بن دکین رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۸- امام طبرانی اور ابن عدی رحمہ اللہ ابوعوانہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور ابوعوانہ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ جو امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ ہیں، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۹- امام بخاری رحمہ اللہ علی بن الجعد رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور علی بن الجعد رحمہ اللہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ (۱)

علمِ حدیث میں مہارت و امامت

حافظ الحدیث یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أبو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالما صدوق اللسان أحفظ أهل زمانه. (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ پاکیزہ سیرت، متقی، پرہیزگار، عالم، صداقت شعار اور اپنے زمانے میں بہت بڑے حافظِ حدیث تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة زاهدا عالما راغبا في الآخرة صدوق اللسان أحفظ أهل زمانه. (۳)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ پرہیزگار، عالم، آخرت کے راغب، بڑے راست باز اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابوعبدالرحمٰن مقری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو ان الفاظ کے ساتھ کرتے تھے:

أخبرنا شاهان شاه.

ہمیں علم حدیث کے شہنشاہ نے خبر دی۔

---

(۱) امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور معترضین، ص: ۰ تا ۱۶

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه ذكر ما روي في زهده، ص: ۴۸

(۳) مناقب أبي حنيفة، ج ا، ص ۹۵ بحوالہ ما تمس إليه الحاجة، ص ۱۰

یہ حافظ ابوعبدالرحمٰن مقری رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خاص شاگرد ہیں، انہوں نے امام صاحب رحمہ اللہ سے نوسو ۹۰۰ احادیث سنی ہیں:

سمع من الإمام تسع مائة حديث.[1]

امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں، مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اُٹھائیں:

عندي صناديق الحديث ما أخرجت منها إلا اليسير الذي ينتفع به.[2]

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) امام صاحب رحمہ اللہ کی عظیم محدثانہ حیثیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم رحمك الله أن الإمام أبا حنيفة من كبار حفاظ الحديث وقد تقدم أنه أخذ عن أربعة آلاف شيخ من التابعين وغيرهم وذكره الحافظ الناقد أبو عبدالله الذهبي في كتابه المتمتع طبقات الحفاظ من المحدثين منهم ولقد أصاب وأجاد ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه فإنه أول من استنبطه من الأدلة.[3]

ترجمہ:-معلوم ہونا چاہئے کہ امام ابوحنیفہ کبار حفاظِ حدیث میں سے ہیں، اور یہ بات گزرچکی ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار شیوخ تابعین وغیرہ سے تحصیلِ علم کیا ہے، اور حافظ ناقد امام ذہبی نے اپنی مفید ترین کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حفاظ محدثین میں امام صاحب کا بھی ذکر کیا ہے، یہ ان کا انتخاب بہت خوب اور نہایت دُرست ہے، اگر امام صاحب تکثیرِ حدیث کا مکمل اہتمام

---

(۱) مناقب أبي حنيفة للكردري: ج ۲ ص ۲۱۶

(۲) مناقب أبي حنيفة: ج ۱ ص ۹۵، بحوالہ ما تمس إليه الحاجة: ص ۱۰

(۳) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث والعشرون، ص ۳۱۹

نہ کرتے تو مسائلِ فقہیہ کے اِستنباط کی اِستعداد ان میں نہ ہوتی، جبکہ دلائل سے مسائل کا اِستنباط سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا ہے۔

علم دس حضرات پر دائر ہے

امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں علم کا مدار تین حضرات ہیں: امام مالک، امام لیث بن سعد، امام سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ:

قال الشافعي: العلم يدور على ثلاثة: مالك والليث وابن عيينة.[1]

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں ان تینوں مذکورہ ائمۂ حدیث کے ساتھ مزید سات حضرات اور بھی ہیں:

قلت: بل وعلى سبعة معهم، وهم: الأوزاعي والثوري ومعمر وأبو حنيفة وشعبة والحمادان.[2]

امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام معمر، امام ابوحنیفہ، امام شعبہ، امام حماد بن زید، حماد بن سلمہ رحمہم اللہ پر علم دائر ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں امام ذہبی رحمہ اللہ جو بقول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نقدِ رجال میں اِستقرائے تام کے مالک تھے، ان اکابر ائمۂ حدیث کے زُمرے میں جن پر علومِ حدیث دائر ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی شمار کر رہے ہیں، یہ امام صاحب کے کبار محدثین کے صف میں ہونے کی کتنی بڑی دلیل ہے، اور یہ کس قدر معتبر شہادت ہے اس کا اندازہ اہلِ علم ہی کر سکتے ہیں۔

علمِ شریعت کے مدوّنِ اوّل

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

أنه أول من دون علم الشريعة ورتبها أبوابا، ثم تبعه مالك بن أنس في ترتيب الموطأ ولم يسبق أباحنيفة أحد لأن الصحابة والتابعين لم يضعوا في علوم الشريعة أبواباً مبوبة ولا كتباً مرتبةً، وإنما يعتمدون

(۱، ۲) سير أعلام النبلاء، ترجمة: مالك بن أنس إمام دار الهجرة، ج ۸ ص ۹۴

على قوة حفظهم فلما رأى أبو حنيفة العلم منتشرا وخاف عليه الضياع دوّنه فجعله أبوابا۔[1]

ترجمہ: سب سے پہلے امام ابوحنیفہ نے علم شریعت کی تدوین کی اور ابواب میں اس کی ترتیب دی ہے، پھر امام مالک نے موطا میں ان کی پیروی کی ہے، امام ابوحنیفہ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا، کیونکہ حضراتِ صحابہ کرام وتابعین نے علوم شریعت میں ابواب اور کتابوں کی ترتیب کا کوئی اہتمام نہیں کیا، وہ تو صرف اپنے حافظے پر اعتماد کرتے تھے، جب امام ابوحنیفہ نے علوم کو منتشر دیکھا اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہوا تو ابواب میں اس کو مدوّن کیا۔

علامہ احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

أنه أول من دوّن علم الفقه ورتبه أبوابا وكتبا على ما هو عليه اليوم، وتبعه مالك في موطئه ومن قبله إنما كانوا يعتمدون على حفظهم، وهو أول من وضع كتاب الفرائض وكتاب الشروط۔[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے سب سے پہلے فقہ کی تدوین کی ہے اور اس کو ابواب اور کتب میں مرتب کیا ہے جیسا کہ آج موجود ہے، پھر ان کی پیروی امام مالک نے موطا میں کی ہے، اس سے قبل لوگ حافظے پر بھروسہ کرتے تھے، اور سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط بھی امام ابوحنیفہ ہی نے وضع کی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایتِ حدیث کے لئے شرط

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) اپنی سند سے علامہ یحیٰی بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی

---

(۱) تبییض الصحیفة بمناقب الإمام أبي حنیفة: الإمام أبو حنیفة أول من دوّن علم الشریعة، ص: ۱۲۹

(۲) الخیرات الحسان: الفصل الثاني عشر، الصفات التي تمیز بها على من بعده، ص: ۳۳

حدیث پائے لیکن اسے یاد نہیں تو وہ کیا کرے؟ علامہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:

كان أبو حنيفة يقول: لا تحدث إلا بما تعرف وتحفظ.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اس کو بیان کرنے کا مجاز نہیں ہے، وہ صرف وہی حدیث بیان کرسکتا ہے جو اسے یاد ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

سمعت سفيان الثوري يقول: كان أبو حنيفة شديد الأخذ للعلم ذابا عن حرم الله أن تستحل يأخذ بما صح عنده من الأحاديث التي كان يحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم وبما أدرك عليه علماء الكوفة ثم شنع عليه قوم يغفر الله لنا وله.[2]

ترجمہ:- میں نے سفیان ثوری سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ امام ابوحنیفہ علم کے حاصل کرنے میں بے حد مدافعت کرنے والے تھے، اور وہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی ہو اور صحیح ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیا کرتے تھے، اور اس فعل کو جس پر انہوں نے علمائے کوفہ کو عمل پایا ہوتا تھا، مگر پھر بھی ایک قوم نے بلاوجہ ان پر طعن کیا، اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت فرمائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تمام علوم میں مہارت

امام صاحب رحمہ اللہ کے مناقب نگاروں نے لکھا ہے:

كان الإمام أبو حنيفة آخذا من العلوم بأوفر نصيب. أما علم الكلام فقد تقدم أنه بلغ فيه مبلغا يشار إليه بالأصابع وناهيك به أنه سلم إليه علم النظر والقياس وإصابة الرأي حتى قالوا فيه أبو حنيفة إمام أهل الرأي. وأما علم الأدب والنحو فبلغ فيه الغاية ولا

(۱) الكفاية في علم الرواية: باب ذكر من روى عنه من السلف إجازة الرواية من الكتاب الصحيح، ص ۲۳۱

(۲) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ترجمة: عيسى بن يونس، ص ۱۴۲

التفات إلى ما قاله بعض أعدائه فقد ذكر الملك المعظم عيسى بن أيوب في الرد عليه من المسائل الفقهية التي بنى أبو حنيفة أقواله فيها على علم العربية ما إن وقفت عليه لرأيت العجب العجاب من تمكنه في هذا العلم وحسن استنباطه وأما الشعر فقد رووا عنه من نظمه أشياء عظيمة النفع. وأما القراءات فقد أفردوا بالتاليف قراءات انفرد بها ورووها عنه بالأسانيد وهي مذكورة مشهورة في كتب التفاسير وغيرها وممن أفردها أبو القاسم الزمخشري.[1]

ترجمہ:- آپ نے علوم کا بہت بڑا حصہ پایا تھا، علم کلام میں تو آپ کی طرف انگلیاں اُٹھتی تھیں۔ قیاس اور اصابتِ رائے تو کمال پر تھی یہاں تک کہ آپ کو ''امام اہل الرائے'' کا خطاب بلاشرکتِ غیر دیا گیا۔ علم ادب اور عربیت میں بھی کمال حاصل تھا، بہت سے مسائلِ فقہیہ کی بنیاد ہی عربیت پر ہے، اور کیوں نہ ہو جب کہ ان کی عربیت کے خلاف ان کے مخالفین نے جو باتیں کہی ہیں عیسیٰ بن ایوب رحمہ اللہ نے ان کا رَدّ ان ہی مسائلِ فقہیہ کو ذکر کر کے کیا ہے۔ شعر گوئی کے سلسلے میں ان سے نظم نقل کی گئی ہے جو کثیر النفع ہے۔ علم قراءت کے سلسلے میں لوگوں نے مستقل تصنیفات کی ہیں، اور کتبِ تفسیر وغیرہ میں بھی ان کی سند سے قراءتیں مذکور ہیں، جیسے کہ علامہ زمخشری نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ثقاہت وعدالت

فنِ اسماء الرجال کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق سوال کیا گیا، کیا وہ حدیث میں ثقہ تھے؟ تو حضرت نے فرمایا: ثقہ تھے، ثقہ تھے، اللہ کی قسم! ان کی شان اس سے بہت بلند و بالا تھی کہ وہ جھوٹ کہتے:

حدثنا أحمد بن الصلت الحماني قال: سمعت يحيى بن معين وهو يسأل

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان، ص: ۱۶۵

عن أبي حنيفة أثقة هو في الحديث؛ قال: نعم ثقة ثقة. والله! أورع من أن يكذب، وهو أجل قدرا من ذلك.(۱)

امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ علی بن المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، حماد بن زید، وکیع بن جراح، عباد بن عوام، جعفر بن عون رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں:

وقال علي بن المديني: أبو حنيفة روى عنه الثوري وابن المبارك وحماد بن زيد وهشيم ووكيع بن الجراح وعباد بن العوام وجعفر بن عون، وهو ثقة لا بأس به.(۲)

علامہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ تھے، صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو ان کو از بر یاد ہوتی تھی، اور جو حدیث ان کو یاد نہ ہوتی تو وہ اس کو بیان نہ کرتے تھے:

كان أبو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلا بما يحفظ، ولا يحدث بما لا يحفظ.(۳)

محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۲ھ) حدیث کی سند کے راویوں پر بحث کرتے ہوئے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) کے متعلق فرماتے ہیں:

(يحيى بن سعيد) هذا هو القطان إمام الجرح والتعديل وأول من صنف فيه، قاله الذهبي. وكان يفتي بمذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى وتلميذه وكيع بن الجراح تلميذ للثوري وهو أيضاً حنفي ونقل ابن معين: أن القطان سئل عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى، فقال: ما رأينا أحسن منه رأياً وهو ثقة. ونقل عنه أني لم أسمع أحداً يجرح على أبي

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ذکر ما قالہ العلماء فی ذم رأیہ، ج ۱۳ ص ۴۲۲

(۲) جامع بیان العلم وفضلہ: باب ما جاء فی ذم القول فی دین اللہ تعالیٰ بالرأی، ج ۲ ص ۱۰۸۲

(۳) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ذکر ما قالہ العلماء فی ذم رأیہ، ج ۱۳ ص ۴۲۲

حنیفة رحمه الله تعالیٰ فعُلم أن الإمام الهُمام رحمه الله تعالیٰ لم یکن مجروحاً إلیٰ زمن ابن معین رحمه الله تعالیٰ.[1]

ترجمہ:-یحیی سے مراد یحییٰ بن سعید القطان ہیں جو جرح وتعدیل کے امام ہیں، اور یہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس فن میں کتاب تصنیف کی ہے، ان کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے، اور ان کے شاگرد وکیع بن جراح، حضرت سفیان ثوری کے شاگرد ہیں اور وہ بھی حنفی ہیں۔ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحیی بن سعید القطان سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ہم نے ان سے اچھی رائے والا کوئی نہیں دیکھا، اور وہ ثقہ ہیں۔ علامہ یحییٰ بن معین سے نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے نہیں سنا کہ وہ امام ابوحنیفہ پر جرح کرتا ہو۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ یحییٰ بن معین کے زمانے تک امام صاحب مجروح نہیں تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اکابر اہلِ علم کا سماعتِ حدیث

۱- شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ) کے بارے میں امام کردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

سمع من الإمام تسعمائة حدیث[2]

۲-علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے امام حماد بن زید رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) کے حالات میں نقل کیا ہے:

وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً.[3]

ترجمہ: حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں۔

---

(۱) فیض الباری شرح صحیح البخاری: کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی الله علیه وسلم یتخولهم بالموعظة والعلم، ج۱ ص۲۵۱

(۲) مناقب أبي حنیفة للکردری: ج۲ ص۲۳۱

(۳) الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: ثناء العلماء علی أبي حنیفة حماد بن زید، ج۱ ص۱۳۰

۳- علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ مشہور محدث خالد بن عبد اللہ الواسطی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) کے حالات میں نقل کیا:

وَرَوَى عَنْهُ خَالِدُ الْوَاسِطِيُّ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً.[1]

ترجمہ:- امام خالد الواسطی نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

۴- امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴ھ) سے حافظ حارثی رحمہ اللہ نے بہ سند متصل نقل کیا ہے:

سمعت من أبي حنيفة حديثا كثيراً.[2]

ترجمہ:- میں نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں۔

۵- علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے نقل کیا کہ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) امام وکیع رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) کے متعلق فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أُقَدِّمُهُ عَلَى وَكِيعٍ وَكَانَ يُفْتِي بِرَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ وَكَانَ يَحْفَظُ حَدِيثَهُ كُلَّهُ، وَكَانَ قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ حَدِيثًا كَثِيرًا.[3]

ترجمہ:- میں وکیع پر کسی کو مقدم نہیں کرتا، وکیع امام ابوحنیفہ کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے، اور ان کو امام ابوحنیفہ کی ساری حدیثیں یاد تھیں، وکیع نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں۔

۶- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) کے ترجمے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قُلْتُ: لمحمد بن شجاع الثلجي عَنِ الْحَسَنِ بن زياد اللؤلؤي عَنْ أَبِي حنيفة روايات كثيرة.[4]

---

(۱) الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة، خالد الواسطي، ج۱، ص۱۳۶

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج۱، ص۲۰

(۳) جامع بيان العلم وفضله، باب ما جاء في ذم القول في دين الله تعالى بالرأي، ج۲، ص۱۰۸۲

(۴) تاريخ بغداد: ترجمة: الحسن بن زياد أبو علي اللؤلؤي، ج۷، ص۳۲۸، رقم الترجمة: ۳۸۲۷

ترجمہ:- امام محمد بن شجاع ثلجی نے امام حسن بن زیاد لؤلؤی سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

امام حسین بن حسن بن عطیہ بن سعید رحمہ اللہ کے ترجمے میں امام ابوبکر محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیع رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۶ھ) نے نقل کیا ہے:

كان العوفي كثير الرواية عن أبي حنيفة۔[1]

ترجمہ:- امام حسین بن حسن نے امام ابوحنیفہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

۷- مشہور محدث امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۱ھ) جن کی مشہور تصنیف "مصنف عبدالرزاق" جو گیارہ جلدوں میں محقق العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کی تحقیق سے "المكتب الإسلامي" بیروت سے چھپی ہے، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بکثرت احادیث کا سماع کیا ہے:

وقد سمع منه كثيرا۔[2]

۸- امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے ابومحمد عبداللہ بن محمد بن وہب الدینوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۸ھ) کے ترجمے میں نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) سے پوچھا کہ اے ابوزرعہ! آپ کو امام ابوحنیفہ کی امام حماد سے روایت کردہ کتنی احادیث یاد ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے احادیث سنانے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا:

فقلت: يا أبا زرعة! ما تحفظ لأبي حنيفة عن حماد؛ فسرد أحاديث۔[3]

۹- علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بے شمار محدثین وفقہاء نے روایت نقل کی ہے۔

وَرَوَىٰ عَنْهُ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ عِدَّةٌ لَا يُحْصَوْنَ۔[4]

---

(۱) أخبار القضاة: ذكر قضاة بغداد وأخبارهم، ج ۳ ص ۲۶۷

(۲) الاستذكار: كتاب المكاتب، باب الشرط في المكاتب، ج ۷ ص ۴۲۲

(۳) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو محمد عبدالله بن محمد بن وهب، ج ۲ ص ۲۲۷، رقم الترجمة: ۷۵۶

(۴) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۲۰

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اڑتیس ۳۸ کبار محدثین کرام کے اسمائے گرامی نقل کیے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث روایت کی ہے، ان میں امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ اور صحیح بخاری کے گیارہ ثلاثیات کے راوی مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ، اور چھ ثلاثی روایات کے راوی ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک، سفیان ثوری، ابوبکر بن عیاش، عبدالرزاق بن ہمام رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر ائمہ بھی اس میں شامل ہیں، اِستفادے کی غرض سے میں پوری عبارت نقل کر دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام خود ملاحظہ فرمائیں:

وَرَوَى عَنْهُ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْفُقَهَاءِ عِدَّةٌ لَا يُحْصَوْنَ فَمِنْ أَقْرَانِهِ: مُغِيْرَةُ بْنُ مُقْسِمٍ، وَزَكَرِيَّا بْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ، وَمِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، وَيُوْنُسُ بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ. وَمِنْ بَعْدِهِمْ: زَائِدَةُ، وَشَرِيْكٌ، وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، وَعِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، وَجَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيْعٌ، وَالْمُحَارِبِيُّ، وَأَبُوْ إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ، وَالْمُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، وَزَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، وَسَعْدُ بْنُ الصَّلْتِ، وَمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، وَأَبُوْ عَاصِمٍ النَّبِيْلُ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ، وَحَفْصُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى، وَأَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، وَأَبُوْ نُعَيْمٍ، وَهَوْذَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ، وَأَبُوْ أُسَامَةَ، وَأَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ (۱)

یہ وہ اکابر محدثین ہیں جن میں سے ہر ایک علم حدیث وفقہ کا آفتاب و ماہتاب ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقدِ فن، اسماء الرجال جیسے دقیق فن پر گہری نظر رکھنے والے اِمام کی یہ شہادت اتنی مضبوط ہے کہ اس کا اندازہ اہل علم حضرات ہی کر سکتے ہیں۔

۱۰۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) سے ان کے نامور شاگرد

(۱) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۲۰

علامہ سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) نے امام صاحب کے متعلق نقل کیا ہے:

بأنه كان يرى إنه لا يحدث إلا بما حفظه منذ سمعه إلى أداه فبهذا قلت الرواية عنه وصارت روايته قليلة بالنسبة لذلك وإلا فهو في نفس الأمر كثير الرواية.(۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے یہ شرط لگائی تھی کہ آدمی صرف اس حدیث کو بیان کرنے کا مجاز ہے کہ جو حدیث اس کو سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک برابر یاد ہو، اس شرط کی وجہ سے آپ کی روایات کا دائرہ کم ہو گیا، ورنہ حقیقت میں آپ کثیر الروایات تھے۔

بارہ اکابر اہلِ علم کا اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو أئمۂ حدیث میں شمار کرنا

۱- محدّثِ کبیر اِمام ابوعبداللہ حاکم نیسابوری رحمہ اللہ

محدث کبیر امام ابوعبداللہ حاکم نیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے امام صاحب کو مشہور ائمۂ حدیث میں شمار کیا ہے، انہوں نے اپنی کتاب ”معرفة علوم الحديث“ کی انچاسویں نوع، جس کا عنوان ہے:

هَذَا النَّوْعُ مِنْ هٰذِهِ الْعُلُومِ مَعْرِفَةُ الْأَئِمَّةِ الثِّقَاتِ الْمَشْهُورِينَ مِنَ التَّابِعِينَ وَأَتْبَاعِهِمْ مِمَّنْ يُجْمَعُ حَدِيثُهُمْ لِلْحِفْظِ، وَالْمُذَاكَرَةِ وَالتَّبَرُّكِ بِهِمْ، وَبِذِكْرِهِمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْغَرْبِ.(۲)

ترجمہ:- تابعین اور اتباع تابعین میں سے اُن ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث کی معرفت کہ جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور ان

---

(۱) الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر، توثيق الإمام أبي حنيفة، ج ۲ ص ۹۳۶، ۹۳۷

(۲) معرفة علوم الحديث: ذكر النوع التاسع والأربعين ص ۲۵۵

کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا ہے، اور جن کا تذکرہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہے۔

اس نوع میں انہوں نے تمام مشہور بلادِ اسلامیہ کے ائمہ ثقات کے نام ذکر کیے ہیں، اور کوفہ کے ائمہ کی فہرست میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اسم گرامی کا بھی ذکر کیا ہے۔

۲- شیخ الاسلام علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ائمہ حدیث ہونے کی تصریح کی ہے، چنانچہ ایک مسئلے کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيِّ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ وَأَبِي ثَوْرٍ وَأَبِي عُبَيْدٍ وَهَؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ فِي أَعْصَارِهِمْ.(۱)

ترجمہ:- یہی قول مالک، شافعی، ابوحنیفہ، ثوری، اوزاعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، ابوعبید رحمہم اللہ کا ہے، اور یہ سب اپنے اپنے زمانے میں فقہ اور حدیث کی امامت کا شرف رکھتے تھے۔

نیز امامِ موصوف ایک مسئلے کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ یہی قول امام مالک، شافعی، ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور ان کے اصحاب کا ہے اور یہ سب اپنے اپنے زمانے میں رائے (فقہ) اور حدیث کے امام تھے:

وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِمْ وَهَؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الرَّأْيِ وَالْحَدِيثِ فِي أَعْصَارِهِمْ.(۲)

نیز امام موصوف نے ایک اور مسئلے کے ذیل میں بھی امام صاحب کو فقہ اور حدیث کا امام شمار کیا ہے:

---

(۱) التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد، عبدالله بن أبي بكر بن حزم، الحديث الثالث والعشرون، ج ۱۷ ص ۳۹۷

(۲) الاستذكار، كتاب القرآن، باب الأمر بالوضوء لمن مس القرآن، ج ۲ ص ۴۷۲

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ وَالثَّوْرِيُّ وَجَمَاعَةُ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالْحَدِيثِ.[1]

۳- علامہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی رحمہ اللہ

علامہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اُستاذ حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ اور آپ کے تلامذہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ سب کو ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے:

وحماد بن أبي سليمان، وأبو حنيفة، وأبو يوسف، ومحمد بن الحسن. وهؤلاء كلهم أئمة الحديث.[2]

۴- شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو محدثین، مفسرین، صوفیاء اور فقہاء چاروں طبقے کے امام تسلیم کرتے ہیں:

وَأَمَّا مَنْ لَا يُطْلِقُ عَلَى اللهِ اسْمَ الْجِسْمِ كَأَئِمَّةِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالتَّفْسِيرِ وَالتَّصَوُّفِ وَالْفِقْهِ مِثْلِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَأَتْبَاعِهِمْ.[3]

ترجمہ:- وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ پر اسم جسم کا اطلاق نہیں کرتے مثلاً حدیث، تفسیر، تصوف اور فقہ کے ائمہ جیسے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) اور ان کے متبعین ہیں۔

۵- امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی رحمہ اللہ

امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) صاحب المشکاۃ بھی امام

---

(۱) الاستذکار، کتاب الطهارة باب التيمم، ج ۱ ص ۳۱۴

(۲) الملل والنحل الفصل الخامس: المرجئة: الصالحية، ج ۱ ص ۱۴۶

(۳) منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية الوجه الخامس وفيه الرد التفصيلي، ج ۲ ص ۱۰۵

صاحب کو فنِ حدیث میں امام تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ موصوف آپ کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إماما في علوم الشريعة.(۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ علوم شریعت کے امام تھے۔

ظاہر ہے کہ علومِ شریعہ میں علم حدیث بھی شامل ہے، لہٰذا اس بیان سے آپ کا علم حدیث میں بھی امام ہونا ثابت ہو گیا۔

۶-امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی رحمہ اللہ

امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۴ھ) نے اپنی کتاب "طبقات علماء الحديث" میں آپ کا ترجمہ لکھ کر آپ کے ائمہ محدثین میں سے ہونے کی صاف تصریح کی ہے۔(۲)

۷-عظیم نقاد محدث علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ

فنِ اسماء الرجال کے مسلّم امام، رجال وحدیث پر گہری نظر رکھنے والے، جن کے متعلق حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں: هو من أهل الإستقراء التام في نقد الرجال۔

عظیم نقاد محدث علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے طبقاتِ محدثین پر ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام "المعين في طبقات المحدثين" ہے، موصوف اس کتاب کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

فهذا مقدمة في ذكر أسماء أعلام حملة الآثار النبوية.

ترجمہ:- اس مقدمے میں ان لوگوں کے اسماء کا تذکرہ ہے جو بلند پایہ حاملینِ احادیثِ نبویہ ہیں۔

کتاب کے آخر میں ہے:

---

(۱) الإكمال في أسماء الرجال مع مشكاة المصابيح، ج ۲ ص ۶۲۴، الناشر: قدیمی کتب خانہ

(۲) طبقات علماء الحديث، ج ۱ ص ۲۶۰

وإلى هنا انتهى التعريف بأسماء كبار المحدثين والمسندين.

ترجمہ:- یہاں کبار محدثین اور مسندین کے اسماء کی تعریف اختتام کو پہنچ گئی۔

اس کتاب میں انہوں نے امام صاحب کے اسم گرامی کو نمایاں ذکر کیا ہے، بلکہ آپ کو انہوں نے محدثین کے جس طبقے میں ذکر کیا ہے، اس کا عنوان یوں قائم کیا "طبقة الأعمش وأبي حنيفة" اس سے آپ کا علم حدیث میں بلند پایہ مقام ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے نہایت باخبر ائمہ جرح وتعدیل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اسم گرامی کو بھی ذکر کیا ہے:

فلما كان عند انقراض عامة التابعين في حدود الخمسين تكلم طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف فقال: أبو حنيفة ما رأيت أكذب من جابر الجعفي. (۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، اور اپنی شہرہ آفاق کتاب "تذكرة الحفاظ" میں آپ کا تذکرہ کیا، اگر امام ابوحنیفہ کو علم حدیث میں دسترس اور بلند پایہ مقام حاصل نہ ہوتا تو کبھی امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کا تذکرہ نہ کرتے، کیونکہ آپ نے اپنی اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں کیا جو قليل الحديث ہے، اور اگر کسی قليل الحديث شخص کا ذکر انہوں نے ضمناً کر بھی دیا تو ساتھ یہ بھی وضاحت کردی کہ یہ شخص چونکہ قليل الحديث ہے اس لئے میں نے اس کو حفاظ میں شمار نہیں کیا۔ مثلاً مشہور فقیہ خارجہ بن زید رحمہ اللہ (متوفی ۹۹ھ) کے متعلق یہ فرماتے ہیں:

خارجة بن زيد بن ثابت الأنصاري المدني: أحد الفقهاء من كبار العلماء إلا أنه قليل الحديث فلهذا لم أذكره في الحفاظ. (۳)

ترجمہ:- یہ فقہاء اور کبار علماء میں سے ایک ہیں، لیکن چونکہ قليل الحديث ہیں اس لئے میں نے ان کو حفاظ میں ذکر نہیں کیا۔

---

(۱) المعين في طبقات المحدثين، طبقة الأعمش وأبي حنيفة، ص ۵۱

(۲) ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل: طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف، ص ۱۷۲

(۳) تذكرة الحفاظ: ترجمة: خارجة بن زيد بن ثابت، ج ۱ ص ۷۱، رقم الترجمة: ۸۲

امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک امامِ اعظم رحمہ اللہ بھی خارجہ بن زید کی طرح اگر قلیل الحدیث ہوتے تو آپ کو بھی حفاظِ حدیث میں شمار نہ کرتے، اور اپنی اس کتاب میں "امامِ اعظم" کے لقب کے ساتھ آپ کا تذکرہ نہ کرتے۔[۱]

۸-علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے نامور شاگرد اور آپ کے علوم کے ترجمان علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فنِ حدیث کے ائمہ میں شمار کرتے ہیں:

وَأَمَّا طَرِيقَةُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَأَئِمَّةِ الْحَدِيثِ كَالشَّافِعِيِّ وَالْإِمَامِ أَحْمَدَ وَمَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَالْبُخَارِيِّ وَإِسْحَاقَ فَعَكْسُ هَذِهِ الطَّرِيقِ.[۲]

ترجمہ:-صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ حدیث جیسے امام شافعی، امام احمد، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام بخاری، امام اسحاق بن راہویہ ہیں، ان کا طریقہ ان لوگوں کے طریقے کے برعکس تھا۔

۹-حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ

شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) اپنی کتاب "تقریب التہذیب" کے باب الکنی میں فرماتے ہیں:

ابو حنيفة: النعمان بن ثابت، الإمام المشهور.[۳]

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کا آپ کو "امام" کہنا آپ کے "امام فی الحدیث" ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ یہ کتاب راویانِ حدیث پر مشتمل ہے۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: أبو حنيفة الإمام الأعظم النعمان بن ثابت، ج۱ ص۱۲۶، رقم الترجمة: ۱۶۳

(۲) إعلام الموقعين عن رب العالمين يصار إلى الاجتهاد وإلى القياس عند الضرورة، ج۲ ص۲۰۹

(۳) تقريب التهذيب، باب الكنى حرف الحاء، ج۱ ص۶۳۵، رقم: ۸۰۶۷

۱۰-علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

۱۰-علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے امام صاحب کا تذکرہ حفاظِ حدیث میں کیا ہے۔ (۱)

۱۱-علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ

۱۱- صاحب "سبل الھدی والرشاد" علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق باقاعدہ ایک عنوان قائم کیا ہے:

فی بیان کثرة حدیثه و کونه من أعیان الحفاظ من المحدثین.

ترجمہ:- یہ باب اس بیان میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کثیر الحدیث اور جلیل القدر حفاظ حدیث محدثین میں سے ہیں۔

اس باب کے ذیل میں آپ فرماتے ہیں:

وذكره الحافظ الناقد أبو عبدالله الذهبي في كتابه المتسع طبقات المحدثين منهم. ولقد أصاب وأجاد ولو لا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه فإنه أوّل من استنبطه من الأدلة، وعدم ظهور حديثه في الخارج لا يدل على عدم اعتنائه بالحديث كما زعمه بعض من يحسده وليس كما زعم. (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کو حافظ ناقد ابو عبداللہ ذہبی نے اپنی مبسوط کتاب طبقات المحدثین (تذکرة الحفاظ) میں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، اور تحقیق انہوں نے دُرست اور بہتر کیا ہے، اگر آپ نے علمِ حدیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائلِ فقہ کا استنباط کیسے کر سکتے تھے؟ حالانکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ادلہ شرعیہ (قرآن وحدیث) سے فقہ کو

---

(۱) دیکھئے تفصیلاً: طبقات الحفاظ، الطبقة الخامسة، ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ص۸۰، رقم الترجمة:۱۵۶

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان- الباب الثالث والعشرون، ص۳۱۹، ۳۲۰

مستنبط کیا ہے، اور آپ کی اَحادیث کا خارج میں ظاہر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ کا حدیث کے ساتھ شغف نہیں تھا، جیسا کہ آپ کے بعض حاسدین کا غلط گمان ہے۔

۱۲- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی شافعی رحمہ اللہ

۱۲- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۲ھ) امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

إنه من أهل الشان. (۱)

ترجمہ:- بے شک امام ابوحنیفہ اہلِ فنِ حدیث (محدثین) میں سے ہیں۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ محدِّث بنانے والے تھے

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

أول من أقعدني للحديث وفي رواية: أول من صيرني محدثا أبو حنيفة وقال سفيان: قدمت الكوفة فقال أبو حنيفة: إن هذا أعلم الناس بحديث عمرو بن دينار فاجتمعوا علي فحدثتهم. (۲)

ترجمہ:- سب سے پہلے جس شخص نے مجھے حدیث کے لئے بٹھایا، اور ایک روایت میں ہے کہ اوّل جس شخص نے مجھے محدث بنایا وہ امام ابوحنیفہ ہیں، میں کوفہ آیا تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ یہ شخص (سفیان بن عیینہ) عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے مروی روایات کے لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں، سو لوگ میرے پاس جمع ہوگئے اور میں نے ان کو حدیثیں بیان کیں۔

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جلالتِ شان کی بڑی دلیل ہے، اور تعدیلِ رجال میں

---

(۱) عقد الجواهر الثمين مع شرحه الفضل المبين- ص ۱۰۶

(۲) مرآة الجنان: سنة ثمان وتسعين ومائة ترجمة: سفيان بن عيينه، ج ۱ ص ۳۵۲

ان کے قول پر لوگوں کے اعتماد میں بھی، پس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نہ صرف محدث تھے، بلکہ وہ لوگوں کو محدث بنانے والے تھے:

وفیه دلیل عظیم علیٰ جلالة أبي حنیفة فی علم الحدیث واعتماد الناس علیٰ قوله تعدیل الرجال فلم یکن محدثا فقط بل کان ممن یجعل الرجال محدثین۔ (۱)

متفق علیہ شخصیت کے متعلق جرح مردود ہے

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

الصواب عندنا أن من ثبتت إمامته وعدالته و کثر مادحوه ومزکوه وندر جارحوه وکانت هناك قرینة دالة علیٰ سبب جرحه من تعصب مذهبي أو غیره فإنا لا نلتفت إلی الجرح فیه ونعمل فیه بالعدالة وإلا فلو فتحنا هذا الباب وأخذنا بتقدیم الجرح علیٰ إطلاقه لما سلم لنا أحد۔ (۲)

ترجمہ:- ہمارے نزدیک صحیح اور درست بات یہ ہے کہ جس کی امامت وعدالت ثابت ہو جائے اور اس کی مدح کرنے والے زیادہ، جرح کرنے والے کم ہوں اور کوئی قرینہ بھی اس بات پر دلالت کرے کہ اس شخصیت پر جو جرح کی گئی وہ مذہبی تعصب یا کسی دیگر دنیوی اغراض کی وجہ سے کی گئی ہے، جیسا کہ ہم عصروں میں ہوتا ہے، تو ایسی جرح قابل قبول نہیں ہے، اگر اس کا دروازہ کھول دیا جائے تو کوئی شخص بھی جرح سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

والصحیح فی هذا الباب أن من صحت عدالته وثبتت فی العلم إمامته وبانت ثقته وبالعلم عنایته لم یلتفت فیه إلی قول أحد (۳)

(۱) قواعد فی علوم الحدیث: أبو حنیفة إمام ثقة حافظ للحدیث مکثر عنه، ص ۳۱۲

(۲) قاعدة فی الجرح والتعدیل: من ثبتت إمامته وعدالته و کثر مادحوه، ص ۱۹

(۳) جامع بیان العلم وفضله، باب حکم قول العلماء بعضهم فی بعض، ج ۲ ص ۱۰۹۳

ترجمہ:- اس باب کے اندر درست بات یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کی عدالت، دیانت داری، ثقاہت اور علم دوستی واضح ہو، ایسے شخص کے بارے میں کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

علامہ محمد بن ابراہیم المعروف ابن الوزیر رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

أنه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وأمانته۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت داری تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أن الضابط ما نقوله من أن ثابت العدالة لا يلتفت فيه إلى قول من تشهد القرائن بأنه متحامل عليه إما لتعصب منهبي أو غيره (۲)

ترجمہ:- ضابطہ یہ ہے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں کہ جس کی عدالت ثابت ہو اس کے بارے میں اس شخص کی بات قابلِ التفات ہی نہیں ہے جس سے متعلق قرائن یہ شہادت دیتے ہوں کہ وہ زیادتی یا تعصبِ مذہبی وغیرہ کی وجہ سے الزام قائم کرتا ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس شخص کی عدالت، دیانت، ثقاہت ثابت ہو تو پھر کسی شخصِ واحد کی جرح سے جو کہ متعصب یا متشدد ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اگر ہر شخص کی جرح کا اعتبار کرلیا جائے تو پھر اس اُمت میں کوئی شخص بھی جرح سے نہیں بچ سکے گا، جب جرح بھی مبہم ہو اور مذہبی تعصب، عناد، یا حسد کی بناء پر ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

بندے نے ۷۷ اکابر اہلِ علم کی آراء، جو ان شاء اللہ! آگے آئیں گی، جن میں امام دارِ ہجرت مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، امام اعمش، امام وکیع بن جراح، امام مکی بن ابراہیم، امام ابوعاصم النبیل، امام عمر بن راشد، عمرو بن دینار، امام مسعر بن کدام، امام داود

(۱) الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم، الوهم الحادي عشر، ج۱، ص۳۰۸

(۲) طبقات الشافعية الكبرى: ترجمة: أحمد بن صالح المصري أبو جعفر الطبري، قاعدة في الجرح والتعديل، ج۲، ص۹

الطائی، امام شعبہ بن حجاج، امام عطاء بن ابی رباح، فضیل بن عیاض، سفیان بن عیینہ، امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان، امام حفص بن عبدالرحمٰن، امام حسن بن صالح، امام ابن سماک، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام یحییٰ بن آدم، عبداللہ بن داود، امام علی بن مدینی، امام ابو یوسف، امام ابن الوزیر الیمانی، علامہ ابنِ عبدالبر مالکی، علامہ ابنِ تیمیہ، علامہ ابنِ قیم، علامہ تاج الدین سبکی، امام ذہبی، حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور دیگر اکابر محدثین وفقہاء رحمہم اللہ کے اقوال باحوالہ نقل کئے ہیں جو انہوں نے امام صاحب کے متعلق کہے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی اگر کسی راوی کے ثقہ ہونے کی گواہی دے تو اسے قبول کرلیا جاتا ہے، لیکن اتنی بڑی جماعت امام صاحب کی ثقاہت کی گواہی دے رہی ہے تو چند متعصبین یا متشددین کی جرح کی وجہ سے ان اکابر اہلِ علم کی ان شہادتوں کو رَدّ کردیا جاتا ہے، جب کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی مدح میں ان اکابر نے کتابیں لکھیں ہیں جو خود اس لائق تھے کہ ان کی شان میں کتابیں لکھی جائیں۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کی مدح وتوصیف کرنے والوں کی کثرت

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة" میں پہلے چھبیس "۲۶" اکابر محدثین وفقہاء کے امام صاحب کی توثیق وتوصیف سے متعلق تفصیلی اقوال نقل کئے، پھر اکتالیس "۴۱" علم وفضل کے آفتاب ومہتاب کے اسماء نقل کئے ہیں کہ یہ سب امام صاحب رحمہ اللہ کی مدح کرتے ہیں گویا ۶۷ اکابر اہلِ علم، امام صاحب کی مدح وتوصیف کرتے ہیں۔ (۱)

بندے نے اکابر اہلِ علم کے توثیقی اقوال باحوالہ نقل کردیئے ہیں، جن میں فقہائے کرام، محدثینِ عظام، ائمہ جرح وتعدیل، شوافع، حنابلہ، مالکیہ، علمائے احناف رحمہم اللہ کی کثیر تعداد میں شہادتیں نقل کردی ہیں جو منصف مزاج قاری کے لئے کافی وشافی ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم وفضل، امامت وشہرت کے جس بلند وبالا مقام پر ہیں، ان کی عظمتِ شان بذاتِ خود انہیں ائمہ جرح وتعدیل کی انفرادی تعدیل وتوثیق سے بے نیاز کردیتی ہے۔

---

(۱) دیکھئے تفصیل کے ساتھ: الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص ۱۹۳ تا ۲۳۳ المكتبة الغفورية العاصمة

علامہ ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

وجملته أن الراوي لا يخلو إما أن يكون معلوم العدالة أو معلوم الفسق أو مجهول الحال فإن كانت عدالته معلومة كالصحابة أو أفاضل التابعين كالحسن وعطاء والشعبي والنخعي وأجلاء الأئمة كمالك وسفيان وأبي حنيفة والشافعي وأحمد وإسحاق ومن يجري مجراهم وجب قبول خبره ولم يجب البحث عن عدالته (۱)

ترجمہ:- جرح وتعدیل کے باب میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ راوی کی یا تو عدالت معلوم ومشہور ہوگی یا اس کا فاسق ہونا معلوم ہوگا، یا وہ مجہول الحال ہوگا، اگر اس کی عدالت معلوم ہو جیسے کہ حضرات صحابہ کرام یا افاضل تابعین، جیسے حسن بصری، عطاء بن رباح، عامر شعبی، ابراہیم نخعی یا ان جیسے بزرگ ترین ائمۂ دین جیسے امام مالک، سفین ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور جو ان کے ہم درجہ ہیں، تو ان کی خبر قبول کی جائے گی اور ان کی عدالت وتوثیق کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

ونعتقد أن أبا حنيفة ومالكا والشافعي وأحمد والسفيانين والأوزاعي وإسحاق بن راهويه وداود الظاهري وابن جرير وسائر أئمة المسلمين على هدى من الله في العقائد وغيرها ولا التفات إلى من تكلم فيهم بما هم بريئون منه فقد كانوا من العلوم اللدنية والمواهب الإلهية والإستنباط الدقيقة والمعارف الغزيرة والدين والورع والعبادة والزهادة والجلالة بالمحل لا يسامى (۲)

ترجمہ:- ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، داود ظاہری، ابن جریر طبری اور

---

(۱) اللمع في أصول الفقه، باب القول في الجرح والتعديل، ص ۷۷

(۲) جمع الجوامع للسبكي: ج ۳ ص ۴۴۱

سارے ائمہ مسلمین رحمہم اللہ عقائد و اعمال میں منجانب اللہ ہدایت پر تھے اور
ان ائمہ دین پر ایسی باتوں کی حرف گیری کرنے والے جن سے یہ بزرگانِ دین
بری تھے مطلقاً لائقِ التفات نہیں ہیں، کیونکہ یہ حضرات علوم لدنی، خدائی عطایا،
باریک اِستنباط، معارف کی کثرت اور دین و پرہیزگاری، عبادت وزُہد کے
اس مقام پر تھے جہاں پہنچا نہیں جاسکتا۔

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی توثیق اور آپ کی مدح وتوصیف کرنے والوں کی تعداد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے:

الذين رووا عن أبي حنيفة ووثقوه وأثنوا عليه أكثر من الذين تكلموا فيه.[1]

علامہ ابن الوزیر یمانی کے قلم سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مفصل دِفاع

علامہ محمد بن ابراہیم بن علی المعروف ابن الوزیر یمانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ "آپ علم حدیث میں کامل نہیں تھے اس لئے کہ آپ نے ضعیف رُوات سے روایت لی ہے" اس کہنے والے کی غرض صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم حدیث میں شک ڈالنا ہے، وگرنہ امام ابوحنیفہ کا فضل وعدالت، تقویٰ وامانت تواتر سے ثابت ہے، اگر کسی نے علم اور تأمل کے بغیر فتویٰ دیا ہے تو یہ اس کی عدالت میں جرح اور دیانت وامانت میں قدح اور اس کی عقل ومروّت میں سبک سری ہے۔ اس لئے جس شے کو انسان نہیں جانتا یا اچھی طرح نہیں جانتا اس کے جاننے اور اس میں حاذق ہونے کا دعویٰ کرنا جاہلوں اور بے وقوفوں کی عادت ہے، اہلِ خساست ودنائت میں حیا اور مروت نہیں ہوتی، وہ ایسا دعویٰ اور ایسی جرأت کرسکتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے مناقب اور مناقب کی وجوہ میں ایسے قبیح عیب کی سیاہی نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کے علم کی روایت ودرایت کی کتابوں کو مدون کرکے اسلام کے خزانہ علمی میں داخل کیا گیا، اور اس کا معنی یہ ہے کہ علماء نے امام ابوحنیفہ کے اِجتہاد کو اچھا جانا اور پہچانا ہے، اس لئے کہ علماء کے لئے ابوحنیفہ کے مذہب کی روایت ابوحنیفہ کے علم واجتہاد کے جاننے کے بعد ہی جائز ہوسکتی ہے، امام ابوحنیفہ کے علم

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ: باب ما جاء فی ذم القول فی دین الله تعالی بالرأی والظن، ج ۲ ص ۱۰۸۲

واجتہاد پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے، اور میری مراد اس بات سے یہ ہے کہ کبار علماء کے مابین امام ابوحنیفہ کے اقوال متداول ہیں۔ یمن، شام، مکہ، شرق وغرب میں تابعین کے زمانے ۱۵۰ھ سے لے کر آج کے دن تک لوگوں میں اور تمام ملکوں میں امام ابوحنیفہ کے اقوال پھیلے ہوئے ہیں، اور اس وقت سے لے کر آج نویں صدی کے شروع تک امام ابوحنیفہ کے اقوال پر اعتماد کیا ہے، ان پر کسی نے انکار نہیں کیا، مسلمان یا تو امام ابوحنیفہ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں یا ان کے اقوال پر انکار کرنے سے خاموش ہیں، اور اس قسم کے مباحث میں اکثر مواضع پر اس طریقے سے اجماع کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے، اہلِ سنت اور غیر اہلِ سنت ہر دو فریق کو امام ابوحنیفہ کی تعظیم واحترام اور تقلید پر اتفاق ہے، اہلِ اعتزال میں ابوعلی، ابوہاشم، ابوالحسن بصری اور زمخشری اس وقت امام ابوحنیفہ کی تقلید سے باہر ہو گئے ہیں جب انہوں نے طلب علم کے بعد اپنی فکر ونظر کو بدل دیا، مگر پھر بھی ان کو حقیقت کے انتساب میں عار نہ تھا۔ اگر امام ابوحنیفہ علم حدیث سے واقف اور علم حدیث میں کمال کے زیور سے آراستہ نہ ہوتے تو علم کے کوہ گراں علماء، امام ابوحنیفہ کے مذہب میں ہرگز شامل نہ ہوتے، جیسے قاضی ابویوسف، محمد بن الحسن، امام طحاوی، ابوالحسن کرخی اور ان کے امثال واضعاف، ہند میں، شام میں، مصر میں، یمن میں، جزیرہ میں، حرمین شریفین اور عراق عرب اور عراق عجم میں ۱۵۰ھ سے لے کر آج تک چھ صدی سے زیادہ عرصہ میں ہزاراہا ہیں، احاطہ نہیں کیے جا سکتے، جہاں جہاں ہیں، گنے نہیں جا سکتے، اہلِ علم وفتویٰ اور اربابِ ورع وتقویٰ علمائے احناف میں موجود ہیں۔[1]

علامہ شعرانی کی نظر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا علم حدیث میں مقام

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) شافعی المسلک ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ کا دفاع ان الفاظ میں کرتے ہیں:

جس نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے دلائل کمزور اور ضعیف ہیں تو میں اس کو جواب دیتا ہوں کہ اے میرے بھائی! میں نے مذاہبِ اربعہ کے دلائل کا مطالعہ کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے دلائل کو خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرنے کا اہتمام کیا ہے، میں نے زیلعی کی کتاب تخریج ہدایہ "نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية" پڑھی ہے، میں نے امام

(۱) الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم، ص: ۱۵۸ تا ۱۶۳

ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے دلائل کو دیکھا ہے، یا تو وہ صحیح احادیث ہیں، یا حسن ہیں، یا ایسی ضعیف احادیث ہیں جن کے طرق کثیرہ ہوں، اور یا وہ حسن سے جا ملتے ہیں، یا صحیح احادیث سے ملتے ہیں۔

میں حُسنِ ظن یا باطن کے علم و اعتقاد سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے جواب نہیں دیتا ہوں، بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال اور آپ کے اصحاب کے اقوال کے تتبع اور گہرے مطالعے کے بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے میں نے جواب دیا ہے، میں نے ''منهج المبين في بيان أدلة مذاهب المجتهدين'' نامی کتاب لکھی ہے، اور میری یہ کتاب اس بات کی پوری ضمانت دیتی ہے کہ میں نے پوری تلاش اور دلائل کے جانچنے کے بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تین مسندوں کے صحیح نسخوں کو پڑھا ہے، جن پر حفاظ کے خطوط ہیں اور آخر میں حافظ دمیاطی کا خط ہے، میں نے دیکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایسے عدول وثقات تابعین سے حدیث کو روایت کرتے ہیں جن کے زمانے کے خیر ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان مسندوں میں اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری رحمہم اللہ جیسے حضرات سے حدیث کو روایت کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین یہ کُل رُواۃ عدول، ثقہ، اور روایات کے خوب جاننے والے ہیں، ان میں کوئی جھوٹا یا متہم بالکذب نہیں ہے، اور خصوصاً ان حضراتِ تابعین کے بارے میں خوب غور وفکر کر لو جن کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے روایت کے لئے پسند فرمایا ہے، اور جن سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شدتِ ورع وتقویٰ اور اُمتِ محمدیہ پر غایت شفقت کے ساتھ دین کے اَحکام کو لیتے ہیں۔ محدثین ائمہ مجتہدین کے رُواۃ میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جو تعدیل وجرح سے بالاتر ہو، اس لئے کہ وہ معصوم تو نہیں ہیں لیکن علمائے شریعتِ محمدیہ کے امین ہیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

ہدایت اور نیکی چاہنے والے تمام ائمہ اَربعہ کا ادب واحترام رکھو، اور جن لوگوں نے ان میں کلام کیا ہے، ان پر دھیان نہ دو، سوائے اس صورت کے کہ جب ان کے خلاف واضح برہان اور دلیل

موجود ہو، تم لوگوں کو برا کہنے اور نکتہ چینی کرنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، بلکہ تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو کہ دین کے ضروری اور لازمی اُمور میں مشغول رہو۔

میرے پاس ایک اچھا خاصا متقی طالبِ علم ائمہ کے آپس کے اِختلاف میں دلچسپی لیتا تھا، اس کی سزا میں اس پر ایک عبرتناک مصیبت پڑی اور اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔

اگر تم سوئے امام ابو حنیفہ کے مذہب کا تتبع کرو جیسا کہ میں نے کیا ہے، تو تم جان لوگے کہ باقی مجتہدین کے مذاہب میں امام ابو حنیفہ کا مذہب سب سے زیادہ صحیح ہے، اگر تم چاہتے ہو کہ آفتاب نصف النہار کی طرح امام ابو حنیفہ کے مذہب کا زیادہ صحیح ہونا تم پر ظاہر ہو جائے تو تم علم اور عمل میں اخلاص اور عقیدے کے ساتھ اہل اللہ اور بزرگانِ دین کے راستے پر چلو۔ (۱)

علمِ جرح وتعدیل میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کا نمایاں مقام

علومِ حدیث میں علمِ جرح وتعدیل کی ایک خاص اہمیت ہے، یہ وہ علم ہے جس میں رُواتِ حدیث کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔ "جرح" کہتے ہیں راوی کے ایسے سقم اور ضعف کو ظاہر کرنا جو اس کی روایت کو مردود قرار دینے کا موجب ہو۔ اور "تعدیل" راوی کی ایسی خوبی اور ثقاہت بیان کرنے کو کہا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی روایت کو قابلِ قبول سمجھا جائے۔ ان دونوں کے مجموعے کا نام علمِ جرح وتعدیل ہے، اور اسی کو "فنِ اسماء الرجال" بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیگر علومِ حدیث کی طرح اس علم میں بھی بُلند پایہ مقام اور عظیم منصب پر فائز ہیں۔

مؤرّخِ اسلام اور حدیث واسماء الرجال کے امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کو ان لوگوں میں سے قرار دیا ہے جن کے اقوال کو جرح وتعدیل میں قبول کیا جاتا ہے، اور جن کا شمار اس فن کے جہابذہ (وہ ائمہ جو رُواۃِ حدیث کو جرح وتعدیل کے اُصولوں پر پرکھتے ہیں) میں ہوتا ہے۔

چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ علمِ جرح وتعدیل کی تاریخ بیان کرتے ہوئے دُوسری ہجری کے اَحوال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) الميزان الكبرى: فصل في تضعيف قول من قال إن أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة غالبا، ص ۶۷، ۶۸

ثم كان في المائة الثانية في أوائلها جماعة من الضعفاء من أوساط التابعين وصغارهم ممن تكلم فيهم من قبل حفظهم، أو لبدعة فيهم كعطية العوفي وفرقد السبخي وجابر الجعفي وأبي هارون العبدي، فلما كان عند انقراض عامة التابعين في حدود الخمسين ومائة تكلم طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف، فقال أبو حنيفة: ما رأيت أكذب من جابر الجعفي، وضعف الأعمش جماعة ووثق آخرين وانتقد الرجال شعبة ومالك.[1]

ترجمہ:- پھر جب دُوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو اس کے اوائل میں اوساط اور صغار تابعین میں سے ضعفاء کی ایک جماعت سامنے آئی، جن پر حافظے کی خرابی یا کسی بدعت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا، جیسا کہ عطیہ عوفی، فرقد سبخی، جابر جعفی اور ابو ہارون عبدی ہیں۔ پھر ۱۵۰ھ کی حدود میں جب اکثر تابعین دُنیا سے رحلت فرما گئے تو جہابذہ (ائمہ ناقدین) کی ایک جماعت نے (راویوں کی) توثیق وتضعیف میں لب کشائی کی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ امام اعمش رحمہ اللہ نے راویانِ حدیث کی ایک جماعت کی تضعیف کی اور کئی لوگوں کو ثقہ قرار دیا، امام شعبہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے بھی رجالِ حدیث پر نقد کیا۔

امام عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) جو حافظ عراقی رحمہ اللہ وغیرہ حفاظِ حدیث کے اُستاذ اور ثقہ محدث ہیں، امام صاحب رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

اعلم أن الإمام أبا حنيفة قد قبل قوله في الجرح والتعديل، وتلقوه عنه علماء هذا الفن وعملوا به كتلقيهم عن الإمام أحمد والبخاري وابن معين وابن المديني وغيرهم من شيوخ الصنعة، وهذا يدلك على عظمته وشأنه وسعة علمه وسيادته.[2]

(۱) ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل: ص ۱۷۳، ۱۷۵

(۲) الجواهر المضية: مقدمة فصل في ذكر مولده ووفاته، ج۱ ص ۳۰

ترجمہ:- جان لو! کہ امام ابوحنیفہ کے قول کو جرح وتعدیل میں قبول کیا گیا ہے، اور اس فن کے علماء نے اس کو اپنایا ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے۔ جیسا کہ وہ امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام یحیی بن معین، امام علی بن مدینی اور اس فن کے دیگر شیوخ کے اقوال کو اپناتے ہیں، اس سے آپ کو (اس فن میں) امام صاحب رحمہ اللہ کی عظمتِ شان، وسعتِ علمی اور بزرگی کا پتا چلے گا۔

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

وكان رحمه الله تعالى بصيرا بعلل الحديث وبالتعديل والتجريح مقبول القول في ذلك.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ عللِ حدیث (روایت میں پوشیدہ نقائص) اور تعدیل وجرح میں پوری بصیرت رکھتے تھے، اور اس علم میں آپ کا قول مقبول ہے۔

محدّثِ جلیل امام محمد مرتضی زبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) امام صاحب رحمہ اللہ کی بابت ارقام فرماتے ہیں:

فأن كلامه مقبول في الجرح والتعديل. وقد عقد ابن عبد البر في كتاب جامع العلم بابا في أن كلام الإمام يقبل في الجرح والتعديل.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا کلام جرح وتعدیل میں قبول کیا جاتا ہے۔ اور امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم" میں مستقل ایک باب اس بارے میں قائم کیا ہے کہ آپ کی بات جرح وتعدیل میں مقبول ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فنِ جرح وتعدیل

فنِ جرح وتعدیل کا تعلق اسماء الرجال سے ہے، اور اسماء الرجال سے پوری واقفیت اور اس میں مہارتِ تامہ کے بعد فنِ جرح وتعدیل کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور بلاشبہ امام صاحب کو اسماء الرجال سے جس قدر واقفیت تھی کبار محدثین بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

---

(۱) عقود الجمان: ص ۱۹۷

(۲) عقود الجواهر المنيفة: باب الرباء، ج ۲ ص ۸

امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) ابو یحییٰ حمانی رحمہ اللہ کے حوالے سے امام اعظم رحمہ اللہ سے جابر جعفی کی تضعیف نقل کرتے ہیں:

حدثنا أبو يحيى الحماني قال: سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت أحدا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح.[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) ابو سعد صغانی رحمہ اللہ کے حوالے سے امام صاحب سے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی توثیق نقل کرتے ہیں:

اے ابوحنیفہ! آپ کی سفیان ثوری سے روایت کرنے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا: ان سے حدیثیں لکھو، کیونکہ وہ ثقہ ہیں، لیکن ان کی وہ حدیثیں نہ لکھو جو وہ ابو اسحاق کے واسطے سے حارث سے نقل کرتے ہیں، اور ان سے جابر جعفی کی حدیثیں بھی نہ لکھو:

أبا سعد الصغاني قام إلى أبي حنيفة، فقال: يا أبا حنيفة! ما تقول في الأخذ عن الثوري، فقال: اكتب عنه فإنه ثقة ما خلا أحاديث أبي إسحاق عن الحارث وحديث جابر الجعفي.[2]

علامہ عبدالقادر بن محمد قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے طلق بن حبیب پر جرح نقل کی ہے:

وقال أبو حنيفة طلق بن حبيب كان يرى القدر.[3]

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) امام ابو جعفر صادق رحمہ اللہ کی توثیق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد.[4]

یہی امام ذہبی رحمہ اللہ نہایت باخبر ائمہ جرح وتعدیل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اسم گرامی کو سرفہرست ذکر کرتے ہیں:

---

(۱) العلل الصغير للترمذي: جواز الحكم على الرجال والأسانيد، ص: ۷۳۹

(۲) دلائل النبوة للبيهقي: فصل في اختلاف الأحاديث، فصل، ج ۱ ص ۴۵

(۳) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: فصل في ذكر مولده ووفاته، فصل، ج ۱ ص ۳۰

(۴) تذكرة الحفاظ: ترجمة، جعفر بن محمد بن علي، ج ۱ ص ۱۲۶

فلما كان عند انقراض عامة التابعين في حدود الخمسين تكلم طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف فقال ابو حنيفة: ما رأيت أكذب من جابر الجعفي وضعف الأعمش جماعة ووثق اخرين وانتقد الرجال شعبة ومالك.[1]

ترجمہ:- معلوم ہوا کہ عہدِ تابعین کے انقراض کے وقت یعنی ۱۵۰ھ کے قریب جن ائمہ کرام نے توثیق یا تضعیفِ رُواۃ پر کام کیا ہے، ان میں سرِفہرست امام ابوحنیفہ ہیں، جنہوں نے جابر جعفی کی تضعیف کی ہے، جب کہ امام اعمش نے ایک جماعت کی تضعیف اور دُوسروں کی توثیق کی ہے، اس طرح امام شعبہ نے رجال کی تنقید کی ہے، اور امام مالک نے بھی۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے زید بن عیاش پر جرح نقل کرتے ہیں:

وقال أبو حنيفة: زيد بن عياش مجهول.

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان پر جرح نقل کی ہے:

قال أبو حنيفة: أتانا من المشرق رأيان خبيثان جهم معطل ومقاتل مشبه وقال محمد بن سماعه عن أبي يوسف عن أبي حنيفة: أفرط جهم في النفي حتى قال أنه ليس بشيء، وأفرط مقاتل في الإثبات حتى جعل الله مثل خلقه.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس مشرق سے دو باطل رائے پہنچی ہیں، ایک جہم کی تعطیل والی رائے، اور دُوسری مقاتل کی تشبیہ والی رائے۔ اور امام ابو یوسف کے واسطے سے جو روایت امام صاحب سے منقول ہے اس میں ہے کہ جہم بن صفوان نے نفی میں اس قدر حد سے تجاوز کیا کہ اللہ تعالیٰ کے

(۱) ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل: طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف، ص۱۷۶

(۲) تهذيب التهذيب: حرف الميم ترجمة: مقاتل بن سليمان بن بشير، ج۱۰ ص۲۸۱

وجود سے بھی انکار کر گئے، اور مقاتل بن سلیمان نے اثبات میں اتنی زیادتی کی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مثل قرار دیا۔

اندازہ کیجئے کہ فنِ اسماء الرجال کے ماہرین رُوات کی توثیق وتضعیف کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آرا نقل کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو فنِ جرح وتعدیل میں بھی خوب دسترس حاصل تھی۔

کیا اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اِمام مالک سے سماعِ حدیث ثابت ہے؟

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے بھی سماعِ حدیث کیا ہے، اور ان کی شاگردی اختیار کی ہے۔ تعجب ہے کہ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اس غلطی کا شکار ہو گئے، چنانچہ لکھتے ہیں:

اِمام صاحب کو طلبِ علمی میں کسی سے عار نہ تھی، اِمام مالک رحمہ اللہ ان سے عمر میں تیرہ سال کم تھے، ان کے حلقۂ درس میں بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیثیں سنیں۔

پھر علامہ ذہبی رحمہ اللہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں اِمام مالک رحمہ اللہ کے سامنے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس طرح مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے جس طرح شاگرد اُستاذ کے سامنے بیٹھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے اِمام مالک رحمہ اللہ خود اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور ان کی تصانیف سے علمی اِستفادہ کرتے تھے۔

اِمام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے صرف دو روایتیں ایسی پیش کی ہیں جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اِمامِ اعظم رحمہ اللہ نے امام مالک سے روایت کی ہیں، لیکن حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) کی یہ رائے ہے کہ یہ روایتیں صحیح سند سے مروی نہیں ہیں، اور اِمامِ اعظم کی امام مالک سے روایت ثابت نہیں ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

لم تثبت روايته عن مالك وإنما أورده الدارقطني والخطيب في الرواية عنه لروايتين وقعت لهما عنه بإسنادين فيهما مقال.[1]

---

(۱) النكت على كتاب ابن الصلاح، النوع الأول الصحيح، ج ۱ ص ۲۶۳

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی امام مالک سے روایت ثابت نہیں ہے، دار قطنی اور خطیب نے اس بات کا دعویٰ دو روایتوں کی وجہ سے کیا ہے جن کی اسناد میں خلل ہے۔

اور اس خلل کا بیان امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے کیا کہ ان سندوں میں عمران بن عبدالرحیم ایک شخص ہے اور یہ وضاع تھا، چنانچہ لکھتے ہیں:

عمران بن عبدالرحيم بن أبي الورد. قال السليماني: فيه نظر، هو الذي وضع حديث أبي حنيفة عن مالك.[1]

یہی وہ شخص ہے جس نے امام ابوحنیفہ کی امام مالک سے روایت وضع کی ہے۔

دراصل حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ جو امام اعظم رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت حدیث کی ہے، بعض سندوں سے حماد کا لفظ رہ گیا ہوگا جس سے یہ غلط فہمی ہوئی اور اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا ہو گئے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن مخلد العطار رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۱ھ) نے روایت کی مکمل سند اس طرح نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنِي أَبُو مُحَمَّدٍ الْقَاسِمُ بْنُ هَارُونَ بْنِ جُمْهُورِ بْنِ مَنْصُورٍ الْأَصْبَهَانِيُّ وَكَتَبَهُ لِي بِخَطِّهِ قَالَ: ثنا أَبُو سَعِيدٍ عِمْرَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَاهِلِيُّ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا بَكْرُ بْنُ الْحَسَنِ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا حَمَّادُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَصُمَاتُهَا إِقْرَارُهَا.[2]

اس سے معلوم ہوا کہ اصل سند میں "حَمَّادُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ" ہے "أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ" نہیں ہے، راوی سے حماد کا لفظ رہ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ اشتباہ ہوا۔ باقی جو امام ذہبی رحمہ اللہ نے اشہب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ

(۱) ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ترجمة: عمران بن عبدالرحيم بن أبي الورد، ج ۳ ص ۲۳۸

(۲) ما رواه الأكابر عن مالك بن أنس، ص ۳۵، رقم الحديث: ۱۶

رحمہ اللہ کو امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے اس طرح دیکھا ہے جیسے بچہ باپ کے سامنے ہوتا ہے، اشہب کا یہ بیان اُصولِ روایت کے لحاظ سے دُرست نہیں ہے، اس لئے کہ اشہب کا سن ولادت ۱۴۵ھ ہے یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ سال تھی، اس عمر میں ان کا مصر سے مدینہ جانا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے دیکھنا انسانی عقل سے بالاتر ہے، اس لئے کہ اتنا کم عمر بچہ اتنا طویل سفر طے کرکے کیسے آسکتا ہے؟ نیز محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کے ترجمے میں جو واقعہ بیان کیا ہے، صحیح نہیں ہے، ہاں! اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے حماد رحمہ اللہ کے متعلق ہو تو شاید دُرست ہو کیونکہ اشہب کی تاریخِ پیدائش ۱۴۵ھ ہے:

فیما یرویه الذهبی فی ترجمة مالك فی تذكرة الحفاظ من أشهب لا یصح إلا إذا كان فی حق حماد بن أبی حنیفة دون أبیه لأن میلاد أشهب ۱۴۵ھ[1]

مرویاتِ امامِ اعظم رحمہ اللہ کی تعداد

چونکہ بعض نادان یہ کہتے کہ امامِ اعظم کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، اس لئے ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے پاس احادیث کا کتنا وافر ذخیرہ تھا۔ امام محمد بن سماعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إن الإمام ذكر فی تصانیفه نیفا وسبعین ألف حدیث، وانتخب الآثار من أربعین ألف حدیث۔[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔

وانتخب أبو حنیفة الآثار من أربعین ألف حدیث[3]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے ”کتاب الآثار“ کا اِنتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے۔

---

(۱) أقوام المسالك فی بحث روایة مالك عن أبی حنیفة وروایة أبی حنیفة عن مالك: ص ۷

(۲) قواعد فی علوم الحدیث: أبو حنیفة إمام ثقة حافظ للحدیث مکہ مکرمہ، ص ۳۰۶

(۳) مناقب أبی حنیفة: ج ۱ ص ۹۵ بحوالہ ما تمس إلیه الحاجة: ص ۱۰

روایتِ حدیث میں امام اعظم رحمہ اللہ کا مقام

ممکن ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ ستر ہزار احادیث کو بیان کرنا اور ''کتاب الآثار'' کا چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کرنا چنداں کمال کی بات نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ، اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں، اور انہوں نے صحیح بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا تھا، پس فنِ حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے مقابلے میں امام اعظم رحمہ اللہ کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ احادیث کی کثرت اور قلت درحقیقت طُرق اور اَسانید کی قلت اور کثرت سے عبارت ہے، ایک ہی متنِ حدیث اگر سو مختلف طُرق اور سندوں سے روایت کیا گیا ہے تو محدثین کی اصطلاح میں اسے ''سو'' حدیثیں کہا جائے گا، حالانکہ ان تمام حدیثوں کا متن واحد ہوگا۔ منکرینِ حدیث انکارِ حدیث کے سلسلے میں یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ ''تمام کتبِ حدیث کی روایت کو اگر جمع کیا جائے تو یہ تعداد کروڑوں کے لگ بھگ ہوگی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری رسالت کی زندگی کے شب و روز پر ان کو تقسیم کیا جائے تو یہ احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے بڑھ جائیں گی، پس اس صورت میں احادیث کی صحت کیونکر قابلِ تسلیم ہوگی؟'' لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ روایت کی یہ کثرت دراصل اَسانید کی کثرت ہے، ورنہ نفسِ احادیث کی تعداد چار ہزار چار سو سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ علامہ محمد بن اسماعیل الصنعانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

> الأحاديث المسندة عن النبي صلى الله عليه وسلم يعني الصحيحة بلا تكرار أربعة آلاف وأربعمائة حديث.[1]
>
> ترجمہ: بلا شبہ وہ تمام مسنداً احادیثِ صحیحہ جو بلا تکرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کی ولادت ۸۰ھ ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ ۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے، اور ان کے درمیان ایک سو سولہ سال کا طویل وقفہ ہے، اور ظاہر ہے کہ اس عرصے میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں اور ایک ایک حدیث کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں اشخاص نے روایت کرنا شروع کر دیا

(۱) توضیح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار، في عدد أحاديث الصحيحين، ج: ، ص ۶۳، ۶۴

تھا۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے زمانے میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم نہیں تھا، اس لئے امامِ اعظم اور بخاری رحمہ اللہ کے درمیان جو روایات کی تعداد کا فرق ہے، وہ دراصل اَسانید کی تعداد کا فرق ہے، نفسِ روایت کا نہیں ہے، ورنہ اگر نفسِ اَحادیث کا لحاظ کیا جائے تو امامِ اعظم رحمہ اللہ کی مرویات امام بخاری رحمہ اللہ سے زیادہ ہیں۔

اس زمانے میں اَحادیثِ نبویہ جس قدر اَسناد کے ساتھ مل سکتی تھیں امامِ اعظم رحمہ اللہ نے ان تمام طُرُق و اَسانید کے ساتھ ان احادیث کو حاصل کر لیا تھا، اور حدیث واثر کسی صحیح سند کے ساتھ موجود نہ تھے، مگر امامِ اعظم رحمہ اللہ کا علم ان میں شامل تھا، وہ اپنے زمانے کے تمام محدثین پر ادراکِ حدیث میں فائق اور غالب تھے، چنانچہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے معاصر اور مشہور محدث امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قال مسعر بن كدام: طلبت مع أبي حنيفة الحديث فغلبنا وأخذنا في الزهد فبرع علينا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون. (۱)

ترجمہ:- میں نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی، لیکن وہ ہم سب پر غالب رہے، اور زُہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں ہم سب سے بڑھ کر تھے، اور ہم نے ان کے ساتھ فقہ حاصل کی اور فقہ میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو۔

نیز محدث بشر بن موسیٰ رحمہ اللہ اپنے اُستاذ و امام ابوعبدالرحمٰن مقری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں:

بشر بن موسى، حدثنا أبو عبد الرحمن المقرئ وكان إذا حدثنا عن أبي حنيفة قال: حدثنا شاهان شاه. (۲)

ترجمہ:- امام مقری جب امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تو کہتے کہ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی ہے۔

ان حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ امامِ اعظم اپنے معاصر محدثین کے درمیان فنِ حدیث میں تمام

---

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص ۴۳

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۴

پر فائق اور غالب تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ان کی نگاہ سے اوجھل نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے تلامذہ انہیں حدیث میں حاکم اور شہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔ اصطلاحِ حدیث میں حاکم اس شخص کو کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مرویات پر متناً وسنداً دسترس رکھتا ہو، مراتبِ محدثین میں یہ سب سے اُونچا مرتبہ ہے، اور امامِ اعظم رحمہ اللہ اس منصب پر یقیناً فائز تھے، کیونکہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی ناواقف ہو، وہ حیاتِ انسانی کے تمام شعبوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات کے مطابق جامع دستور نہیں بنا سکتا۔

امامِ اعظم کے رحمہ اللہ مقامِ حدیث پر ایک شبہ کا ازالہ

گزشتہ سطور میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاتکرار احادیثِ مرویہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے، اور امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق امامِ اعظم رحمہ اللہ نے جو احادیث بلاتکرار بیان فرمائی ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے۔ (۱)

پس امامِ اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں حاکمیت اور حدیث میں ہمہ دانی کا دعویٰ کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چار ہزار احادیث کے بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی چار سو حدیثوں کا امامِ اعظم رحمہ اللہ کو علم بھی نہ ہو، کیونکہ حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی حکایت میں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

یہ خیال رہے کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ نے فقہی تصنیفات میں ان احادیث کو بیان کیا ہے جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں، اور جن کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے عمل کا ایک راستہ متعین فرمایا ہے، جنہیں عرفِ عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن حدیث کا مفہوم سنّت سے عام ہے، کیونکہ احادیث کے مفہوم میں وہ روایات بھی شامل ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک، آپ کے قلبی ارادات، خصوصیات، گزشتہ اُمتوں کے قصص اور مستقبل کی پیشین گوئیاں موجود ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی احادیث سنّت کے قبیل سے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ اَحکام ومسائل کے لئے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پس امامِ اعظم رحمہ اللہ نے جن چار ہزار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا ہے، وہ

(۱) مناقب أبي حنیفة للموفق۔ الباب الثاني والعشرون، ص ۲۸۳

از قبیلِ سنن ہیں، اور جن چار سو احادیث کو امام اعظم نے بیان نہیں فرمایا، وہ ان روایات پر محمول ہیں جو احکام سے متعلق نہیں ہیں، لیکن یہاں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حفاظِ حدیث میں سے ہیں

علامہ محمد بن یوسف الصالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بڑے حفاظِ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں، اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ان کو کہاں سے حاصل ہوتا؟

كان أبو حنيفة من كبار حفاظ الحديث وأعيانهم ولو لا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه (۱)

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے، اپنی اس کتاب کے متعلق خود فرماتے ہیں:

هذه تذكرة بأسماء معدلي حملة العلم النبوي ومن يرجع إلى اجتهادهم في التوثيق والتضعيف والتصحيح والتزييف. (۲)

ترجمہ:- یہ ان حاملینِ علمِ نبوی کا تذکرہ ہے جن کی بارگاہِ علم سے راویانِ حدیث کو ثقاہت اور عدالت کی سند ملتی ہے، اور جن کی رائے راویوں کے ثقہ ہونے، ضعیف ہونے، کھرا ہونے اور کھوٹا ہونے میں فیصلہ کن ہے۔

اگر امام صاحب رحمہ اللہ حفاظِ حدیث میں سے نہ ہوتے تو امام ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقدِ فن کبھی اس کتاب میں آپ کا تذکرہ نہ فرماتے، اور اس کتاب میں آپ کے نام کے ساتھ ''امامِ اعظم'' کا لقب نہ لگاتے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں یہ اُصول پیشِ نظر رکھا ہے اور کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں کیا جس میں مذکورہ بالا اوصاف نہ ہوں، یا وہ قلیل الحدیث ہو، چنانچہ خارجہ بن زید رحمہ اللہ اگرچہ فقہائے سبعہ میں سے ہیں مگر ان کے متعلق صاف فرمادیا کہ یہ قلیل الحدیث ہیں، اس لئے میں نے ان کا حفاظ میں تذکرہ نہیں کیا:

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث والعشرون، ص ۳۱۹

(۲) تذكرة الحفاظ، ج ۱، ص ۷

خارجة بن زيد بن ثابت الأنصاري المدني، أحد الفقهاء من كبار العلماء إلا أنه قليل الحديث فلهذا لم أذكره في الحفاظ۔ (۱)

محدثِ جلیل امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ متقی، پاک باز، عالم، صداقت شعار اور اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے:

كان أبو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالما صدوق اللسان أحفظ أهل زمانه۔ (۲)

علامہ احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين ومن زعم قلته اعتنائه بالحديث فهو إما لتساهله أو حسده۔ (۳)

ترجمہ:- امام ذہبی نے امام ابو حنیفہ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، اور جس نے ان کے بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ وہ حدیث میں کم شان رکھتے تھے تو اس کا یہ خیال تساہل پر مبنی ہے یا حسد پر۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۸ھ) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

ويدل على أنه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه واعتباره ردًّا وقبولًا۔ (۴)

ترجمہ:- آپ علم حدیث میں کبار مجتہدین میں سے تھے، امام ابو حنیفہ کے علم حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مذہب پر ردّاً و قبولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے محدثینِ کرام کا سماعِ حدیث

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) جن کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں:

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: خارجة بن زيد بن ثابت، ج ۱ ص ۷۱

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي في زهده، ص ۴۸

(۳) الخيرات الحسان: الفصل الثلاثون، ص ۹۰

(۴) مقدمة ابن خلدون: الفصل السادس في علوم الحديث، ج ۱ ص ۵۶۲

عبدالله بن المبارك بن واضح. الحافظ. العلامة. شيخ الإسلام. فخر المجاهدين. قدوة الزاهدين.[1]

یہی عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی احادیث بیان کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ کے درس میں شریک ایک شخص نے امام صاحب رحمہ اللہ کی حدیث پر اعتراض کیا تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بہت ناراض ہوئے اور قسم کھائی کہ میں تمہیں ایک مہینے تک سبق نہیں پڑھاؤں گا۔ مکمل واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

كان عبدالله بن المبارك يومًا جالسًا يحدث الناس فقال: حدثني النعمان بن ثابت. فقال بعضهم: من يعني أبو عبدالرحمن؟ فقال: أعني أبا حنيفة مخ العلم! فأمسك بعضهم عن الكتابة. فسكت ابن المبارك هنيهة ثم قال: أيها الناس! ما أسوأ أدبكم. وما أجهلكم بالأئمة. وما أقل معرفتكم بالعلم وأهله. ليس أحد أحق أن يقتدى به من أبي حنيفة لأنه كان إمامًا تقيًا نقيًا ورعًا عالمًا فقيهًا. كشف العلم كشفا لم يكشفه أحد ببصر وفهم وفطنة وتقى. ثم حلف أن لا يحدثهم شهرا.[2]

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مبارک حدیث بیان کر رہے تھے، فرمانے لگے ''حدثنی نعمان بن ثابت'' نعمان بن ثابت نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ کسی نے عرض کیا: اے ابوعبدالرحمٰن (یہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی کنیت ہے) آپ کس کو مراد لے رہے ہیں؟ تو فرمایا: امام ابوحنیفہ کو جو علم کا مخزن ہیں۔ یہ سن کر بعض لوگوں نے حدیث لکھنا بند کر دیا، تو عبداللہ بن مبارک تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! آپ لوگ کتنے بے ادب ہو، ائمہ کرام کے مراتب سے کس قدر ناواقف ہو، علم اور اہل علم سے آپ لوگوں کی معرفت کتنی کم ہے، کوئی بھی امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر اقتدا کے لائق نہیں، اس

(۱) تذکرۃ الحفاظ، ترجمۃ: عبداللہ بن المبارک، ج۱ ص ۲۵۱، ۲۵۲

(۲) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر ص ۱۸۷

لئے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، صاف و بے داغ تھے، پرہیز گار تھے، عالم تھے، فقیہ تھے، انہوں نے علم کو بصیرت، فہم وفراست اور تقویٰ کے ذریعے اس طرح کھول کر بیان کیا جیسا کسی اور نے نہیں کیا۔ اس کے بعد قسم کھائی کہ میں ایک مہینہ سبق نہیں پڑھاؤں گا۔

امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ جن کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حفص بن غياث، الإمام الحافظ، أبو عمر النخعي الكوفي قاضي بغداد. (۱)

یہی حفص بن غیاث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بہت حدیثیں سنیں ہیں:

سمعت من أبي حنيفة حديثًا كثيرًا. (۲)

امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ جن کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكيع بن الجراح بن مليح الإمام، الحافظ، الثبت، محدث العراق. (۳)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ علامہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جسے امام وکیع رحمہ اللہ پر مقدم کروں، اور امام وکیع رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، اور ان کی ساری حدیثیں انہیں حفظ تھیں، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں:

قال يحيى بن معين: ما رأيت أحدا أقدمه على وكيع وكان يفتي برأي أبي حنيفة وكان يحفظ حديثه كله، وكان قد سمع من أبي حنيفة حديثا كثيراً. (۴)

---

(۱) تذکرة الحفاظ: ترجمة: حفص بن غياث، ج ا ص ۲۱۷

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق، ج ا ص ۴۵

(۳) تذکرة الحفاظ: ترجمة: وكيع بن الجراح، ج ا ص ۲۲۳

(۴) جامع بيان العلم وفضله، باب ما جاء في ذم القول في دين الله تعالى بالرأي والظن، ج ۲ ص ۱۰۸۲

امام حماد بن زید رحمہ اللہ جن کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو من أئمة المسلمين من أهل الدين.

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

ليس أحد من أثبت من حماد بن زيد

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

حماد بن زيد بن درهم، الإمام الحافظ، المجود، شيخ العراق.[۱]

یہی امام حماد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے امام صاحب سے بہت سی حدیثیں روایت کیں ہیں:

سليمان بن حرب قال سمعت حماد بن زيد يقول والله! إني لأحب أبا حنيفة لحبه لأيوب وروى حماد بن زيد عن أبي حنيفة أحاديث كثيرة.[۲]

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے محدثین وفقہاء میں سے بے شمار حضرات نے روایت کیا ہے:

روى عنه من المحدثين والفقهاء عدة لا يحصون.[۳]

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی روایتِ حدیث میں احتیاط

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک متواتر حدیث: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" کے پیشِ نظر روایتِ حدیث میں محدثین کی احتیاط اہلِ علم پر مخفی نہیں، محدثینِ کرام روایتِ حدیث کے سلسلے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے تاکہ کوئی غلط قول وفعل آپ کی طرف منسوب نہ ہوجائے، اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے روایتِ حدیث میں بڑے حزم واحتیاط سے کام لیا ہے، چنانچہ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) جو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اساتذہ میں سے ہیں، ان کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) تذكرة الحفاظ، ترجمة: حماد بن زيد بن درهم، ج۱ ص۱۶۷

(۲) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة، حماد بن زيد، ص۱۳۰

(۳) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص:۲۰

وکیع بن الجراح بن ملیح الإمام. الحافظ. الثبت، محدث العراق.[1]

یہی امام وکیع رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو اور کسی نے نہیں کی:

لقد وجد الورع عن أبي حنيفة في الحديث ما لم يوجد عن غيره.[2]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی حدیث پائے لیکن وہ اسے یاد نہیں تو وہ کیا کرے؟ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ وہ اس کو بیان کرنے کا مجاز نہیں ہے، صرف وہی حدیث بیان کر سکتا ہے جو اسے یاد ہو:

وسئل عن الرجل يجد الحديث بخطه لا يحفظه فقال أبو زكريا كان أبو حنيفة يقول لا تحدث إلا بما تعرف وتحفظ.[3]

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ جن کے متعلق امام شعبہ، یحییٰ بن معین اور اہلِ علم کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں، ان کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سفيان بن سعيد بن مسروق الإمام. شيخ الإسلام. سيد الحفاظ.[4]

یہی سفیان ثوری رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حدیث میں احتیاط کے متعلق فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة شديد الأخذ للعلم ذابا عن حرم الله أن تستحل يأخذ بما صح عنده من الأحاديث التي كان يحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم وبما أدرك عليه علماء الكوفة ثم شنع عليه قوم يغفر الله لنا ولهم.[5]

---

(۱) تذكرة الحفاظ، ترجمة: وكيع بن الجراح، ج۱ص ۲۲۳

(۲) مناقب أبي حنيفة: ج۱ص ۱۹۷

(۳) الكفاية في علم الرواية: باب ذكر من روى عنه من السلف إجازة الرواية من الكتاب، ص ۲۳

(۴) تذكرة الحفاظ، ترجمة: سفيان بن سعيد بن مسروق، ج۱ص ۱۵۱

(۵) الانتقاء في فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة، عيسى بن يونس، ص ۱۴۳

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط اور حدودِ الٰہی کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے، اور صرف وہی حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو وہ لیا کرتے تھے، اور اس فعل کو جس پر انہوں نے علمائے کوفہ کو عامل پایا ہوتا تھا، مگر پھر بھی ایک قوم نے بلاوجہ ان پر طعن کیا، اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت فرمائے۔

اس سے جہاں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی زبان سے امام صاحب رحمہ اللہ کا محتاط فی الحدیث ہونا معلوم ہوا، اس طرح ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب رحمہ اللہ پر طعن و تشنیع کو گناہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے تو "یغفر اللہ لنا ولھم" سے مغفرت کی دعا فرمائی۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا طرزِ استدلال

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مسئلہ کو جب کتاب اللہ میں پاتا ہوں تو وہاں سے لیتا ہوں، اور اگر وہاں نہ ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقات کے ہاتھوں شائع ہو چکی ہوں:

إني آخذ بكتاب الله إذا وجدته فما لم أجده فيه أخذت بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات عن الثقات.[1]

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے طرزِ عمل کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور ثقات روایات کرتے چلے آتے ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے اس کو لیتے ہیں:

يأخذ بما صح عنده من الأحاديث التي كان يحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم.[2]

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه ما روى عن أبي حنيفة في الأصول اللتي بنى عليها مذهبه، ص ۲۴

(۲) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء. ثناء العلماء على أبي حنيفة. عيسى بن يونس، ص ۱۴۲

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے اُصولِ اَخذ وقبول حدیث

پہلی صدی ہجری میں اسلامی سلطنت جوں جوں وسعت اختیار کرتی گئی اسی طرح علمی مراکز بھی پھیلتے اور بڑھتے چلے گئے، امام اعظم رحمہ اللہ کے عہد تک مجموعہ احادیث، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کی وساطت سے اسلامی سلطنت کے ہر ہر گوشے تک پہنچ چکے تھے اور ان احادیثِ مبارکہ پر عمل جاری تھا۔

آغاز میں صرف مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ میں ہی صحابہ کرام اور ان کے تلامذہ کے ذریعے حدیث کی روایت بیان کرنے اور قبول کرنے کا رواج تھا، لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفہ بسایا تو صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت کوفہ میں آباد ہوگئی۔ اس جماعت کے سالارِ قافلہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، یہاں آپ نے ایک بہت بڑا علمی حلقہ قائم کر دیا اور جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو وہاں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے علمی حلقہ قائم کیا، یہ حلقے حدیث کی روایت کو فروغ دیتے رہے یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری کے اِختتام پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حکومت سنبھالی، آپ کے دور میں خلفائے راشدین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ادوار میں قائم کیے گئے منظم ومنضبط ادارے درہم برہم ہو چکے تھے، صرف چند نجی اور اِنفرادی سطح کے اِدارے موجود تھے، آپ نے حاملینِ حدیث کے دُنیا سے اُٹھ جانے کے خوف سے مشہور محدّث محمد بن مسلم بن شہابؔ زہری رحمہ اللہ کو متفرق ومنتشر اَحادیثِ مبارکہ جمع کرنے کا حکم دیا، امام زہری رحمہ اللہ نے یہ کام بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی سے شروع کر تو دیا، مگر ۱۰۱ھ میں سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا، نتیجۃً جمعِ اَحادیث کا کام بھی متاثر ہوا، لیکن اِمام زہری رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ نے بھرپور مساعی کرکے یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اب ضرورت اس امر کی تھی کہ ان روایات میں جو اختلافات ہیں انہیں دُور کر لیا جائے اور ان کی چھان بین کرکے ان پر بحث وتمحیص کرلی جائے۔

اس صورتِ حال میں ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی جو ایک طرف تو علمِ روایت کی امین ہو، اور دُوسری طرف درایت میں بھی اسے بُلند مرتبہ حاصل ہو، چنانچہ اس دور میں اِمامِ اَعظم رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم کام کے لئے منتخب فرمایا، آپ علمِ حدیث کے معروف شیوخ

سے استفادہ بھی کر چکے تھے، نیز علومِ عقلیہ مثلاً علم الکلام وغیرہ میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے، امام زہری رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں، آپ نے حجازِ مقدس میں کئی سال قیام کر کے وہاں کے شیوخ اور علمی حلقوں سے بھی علم حدیث حاصل کیا تھا، کوفہ میں حضرت ابنِ مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نیز ان کے تلامذہ کی روایات بھی آپ کے پاس محفوظ تھیں، مگر اس نازک موقع پر آپ کے مدنظر روایت سے استنباط واستخراج اور استدلال کا عظیم کام تھا، لیکن استنباط واستخراج سے پہلے چونکہ ان روایت کے اخذ وقبول کا مرحلہ تھا، اس لئے اس مقصد کے لئے امامِ اعظم رحمہ اللہ نے چند بنیادی اصول وضع کئے جن میں سے چند چیدہ چیدہ درج ذیل ہیں۔

راوی کا ضبطِ صدر

محدثینِ کرام کے ہاں حدیث صحیح کے لئے پانچ شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱۔تمام راوی عادل یعنی ثقہ اور معتبر ہوں۔

۲۔تمام روای تام الضبط ہوں، یعنی حدیث کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح یاد رکھتے ہوں، یا لکھ کر محفوظ کر دیا ہو۔

۳۔سند متصل ہو، یعنی کوئی راوی چھوٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔حدیث معلل نہ ہو، یعنی اس حدیث میں کوئی علتِ خفیہ نہ ہو، علتِ خفیہ سے مراد یہ ہے کہ حدیث بظاہر صحیح سالم ہو، مگر اس میں کوئی ایسی پوشیدہ کمزوری اور عیب ہو جو صحت پر اثر انداز ہو۔

۵۔شاذ نہ ہو، شاذ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کا روای ثقہ تو ہے، مگر اس کی روایت اوثق راوی کی روایت کے خلاف ہے، علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں یہی پانچ چیزیں محدثین کے نزدیک صحیح حدیث کی حقیقت میں معتبر ہیں:

فهذه الخمسة هي المعتبرة في حقيقة الصحيح عند المحدثين.[1]

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ محدثین کی بیان کردہ شرطوں کو ضروری قرار دینے کے ساتھ ضبط کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، چنانچہ وہ ضبطِ صدر کو راوی کے لئے اتنا ضروری قرار دیتے ہیں کہ راوی کے لئے حدیث بیان کرنے میں اس کو بنیادی شرط بتاتے ہیں کہ حدیث کی روایت صرف وہ شخص کرے جو

(۱) توضیح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار، أقسام الحديث، ج۱ ص ۲۳

حدیث کے سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک حدیث کا حافظ ہو، امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ) نے بہ سندِ متصل امام صاحب سے یہ اصول نقل کیا ہے:

وقال الطحاوي: حدثنا سليمان بن شعيب، حدثنا أبي قال: أملى علينا أبو يوسف قال: قال أبو حنيفة: لا ينبغي للرجل أن يحدث من الحديث إلا ما يحفظه من يوم سمعه إلى يوم يحدث به[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ حدیث بیان کرے مگر صرف وہ شخص بیان کرے جو سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک حدیث کا حافظ ہو۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اپنا بھی یہی معمول تھا کہ صرف وہ حدیثیں بیان کرتے تھے جن کے وہ حافظ ہیں اور جن کے وہ حافظ نہیں ہیں بیان نہیں کرتے تھے:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان أبو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلا ما يحفظ ولا يحدث بما لا يحفظ.[2]

روایتِ حدیث کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس احتیاط کو محدثین نے تشدد فی الروایۃ سے تعبیر کیا، حالانکہ قبولیتِ حدیث کے لئے حفظ وضبطِ راوی کی شرط وہ وصف ہے جس کی بنا پر امام ابوحنیفہ دیگر محدثین اور علمائے اُصول سے ممتاز ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

فمن المشددين من قال: لا حجة إلا فيما رواه من حفظه وتذكره روى عن مالك وأبي حنيفة.[3]

ترجمہ:- ضبط کے سلسلے میں انتہائی احتیاط برتنے والوں کا موقف یہ ہے کہ کوئی حدیث اس وقت تک حجت اور دلیل نہیں ہوسکتی جب تک راوی اپنی یاد اور حافظے سے روایت نہ کرے۔

---

(۱) شرح مسند أبي حنيفة: مقدمة، ص ۷

(۲) تاريخ بغداد، ترجمة: النعمان بن ثابت ذكر ما قاله العلماء في ذم رأيه، ج ۱۳ ص ۴۲۲

(۳) التقريب والتيسير: النوع السادس والعشرون، ص ۴۷

یہی بات علامہ ابنِ صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

من مذاهب التشديد مذهب من قال لا حجة إلا فيما رواه الراوي من حفظه وتذكره وذلك مروي عن مالك وأبي حنيفة (۱)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) امام اعظم رحمہ اللہ کا روایت حدیث میں یہ اُصول بیان کرنے کے بعد دُوسرے محدثین سے اس کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ مذہب بڑا ہی سخت ہے، اگر اس معیار کے پیشِ نظر صحیحین کا جائزہ لیا جائے تو نصف راوی ایسے ملیں گے جو حافظے کی شرط پر پورے نہ اُتریں گے:

هذا مذهب شديد، وقد استقر العمل على خلافه. فلعل الرواة في الصحيحين ممن يوصف بالحفظ لا يبلغون النصف. (۲)

جسے ''سختی'' کہا جا رہا ہے، اسی کا نام ''اِحتیاط'' ہے، اور اس کے علاوہ کوئی وجہ نہیں کہ علمِ حدیث میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کی جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس احتیاط کا کبار محدثین نے اِقرار کیا ہے، چنانچہ امام وکیع رحمہ اللہ جو حدیث میں امام احمد، علی بن المدینی، امام یحییٰ بن معین، عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کے اُستاذ ہیں، فرماتے ہیں: جیسی احتیاط حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے کسی دُوسرے نے نہیں کی ہے:

سمعت وكيعا يقول: لقد وجد الورع عن أبي حنيفة في الحديث ما لم يوجد عن غيره. (۳)

حدیث کو متقین کی جماعت روایت کرے

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

قد كان الإمام أبو حنيفة يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله

(۱) معرفة أنواع علوم الحديث المعروف مقدمة ابن الصلاح، النوع السادس والعشرون، ص ۲۰۸

(۲) تدريب الراوي في شرح تقريب النووي: النوع السادس والعشرون، ج۱ ص ۵۲۷

(۳) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج۱ ص۱۹۷

صلى الله عليه وسلم قبل العمل به أن يرويه عن ذلك الصحابي جميع أتقياء عن مثلهم وهكذا.[1]

جو حدیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو، اس کی بابت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کو متقی لوگوں کی ایک جماعت اس صحابی سے برابر نقل کرتی آئی ہو۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے حدیث کی قبولیت کے لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جس شرط کا ذکر کیا ہے، وہ بصراحت خود امام صاحب سے منقول ہے، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی سند سے امام اعظم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

آخذ بكتاب الله فما لم أجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات عن الثقات، فإن لم أجد، فبقول أصحابه آخذ بقول من شئت، وأما إذا انتهى الأمر إلى إبراهيم والشعبي والحسن وعطاء، فأجتهد كما اجتهدوا.[2]

ترجمہ:- میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے لیتا ہوں، اور ان کی صحیح احادیث جو کہ ثقات ہی کے ذریعے شائع ہوئی ہوں، پھر اگر یہاں بھی نہ ملے تو حضور کے اصحاب سے جس کا قول چاہتا ہوں اختیار کر لیتا ہوں، لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، اور عطاء تک آجاتا ہے تو جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا ہے میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے واضح انداز میں بتلا دیا کہ قرآن کریم کے بعد ان کے نزدیک ایسی حدیث لائق حجت ہیں جسے ثقہ راویوں نے دوسرے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہو۔

امام سفیان ثوری امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اصول نقل کرتے ہیں:

يأخذ بما صح عنده من الأحاديث التي كان يحملها الثقات.[3]

---

(۱) الميزان الكبرى للشعراني، ج۱ ص۲۶

(۲) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص۳۴

(۳) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة، عيسى بن يونس، ص۱۳۲

ترجمہ:- امام اعظم رحمہ اللہ وہ روایات لیتے ہیں جو آپ کے نزدیک صحیح ہوتی ہے جنہیں ثقہ راویوں کی جماعت نے اخذ وروایت کیا ہو۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف وہی روایات لیں جنہیں روایۃً اور عملاً شہرت حاصل ہوگئی تھی، آپ کے دور میں چونکہ تابعین اور کبار تبع تابعین کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، اس لئے آپ کو جتنی روایات ملیں وہ کم سے کم واسطوں سے ملیں، آپ کی روایات میں وحدانیات، ثنائیات، ثلاثیات موجود ہیں، جب کہ بعد کے محدثین کے پاس یہ روایات چھ چھ یا سات سات واسطوں سے انہیں ملیں، نیز امام صاحب نے ان روایات پر عمل کرتے ہوئے تابعین اور کبار تبع تابعین کو بچشم خود دیکھا، جب کہ بعد کے محدثین کو یہ موقع نہ مل سکا، ان کے پاس جتنی روایات آئی وہ وسائط کی کثرت کے ساتھ آئی ہیں۔

روایت بالمعنیٰ اور امامِ اعظم رحمہ اللہ

متقدمین اور متأخرین سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر روایت کرنے والا حافظ اور عارف نہ ہو تو اس کے لئے روایت بالمعنیٰ جائز نہیں ہے۔

جب کوئی راوی حدیث بالمعنیٰ روایت کرنا چاہے تو اگر وہ الفاظ اور مقاصدِ روایت سے آگاہ نہ ہو تو سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لئے روایت بالمعنیٰ جائز نہیں، اسے روایت باللفظ ہی کرنا چاہئے:

فإن لم يكن عالما عارفا بالألفاظ ومقاصدها، خبيرا بما يحيل معانيها، بصيراً بمقادير التفاوت بينها فلا خلاف أنه لا يجوز له ذلك، وعليه أن لا يروى ما سمعه إلا على اللفظ الذى سمعه من غير تغيير. (۱)

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إن لم يكن عالماً بالألفاظ ومقاصدها، خبيراً بما يحيل معانيها لم يجز له الرواية بالمعنى بلا خلاف، بل يتعين اللفظ الذى سمعه (۲)

---

(۱) معرفة أنواع علوم الحديث، المعروف بمقدمة ابن الصلاح: النوع السادس والعشرون، ص ۲۱۳

(۲) التقريب والتيسير، النوع السادس والعشرون، ص ۷۴

ترجمہ:- اگر الفاظ اور مقاصد سے نا آشنا ہو اور معانی کے ڈھانچے سے ناواقف ہو، تو بالاتفاق اس کے لئے روایت بالمعنی ناجائز ہے، بلکہ اس کے لئے متعین ہے کہ انہی الفاظ کے ساتھ روایت کرے جس طرح اس نے سنا ہے۔

لیکن علماء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ اگر راوی عالم وعارف ہو تو کیا اس کے لئے روایت بالمعنی کی کوئی گنجائش ہے؟

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اکثر سلف کی طرف نسبت کر کے لکھا ہے کہ وہ اسے بھی ناجائز کہتے ہیں۔

قال كثير من السلف وأهل التحري في الحديث: لا تجوز الرواية على المعنى بل يجب مثل تأدية اللفظ بعينه من غير تقديم ولا تأخير ولا زيادة ولا حذف وقد ذكرنا بعض الروايات عمن ذهب إلى ذلك ولم يفصلوا بين العالم بمعنى الكلام وموضوعه وما ينوب منه مناب بعض وما لا ينوب منابه وبين غير العالم بذلك. (۱)

ترجمہ:- اکثر اسلاف اور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہیں، بلکہ نہایت ضروری ہے کہ روایت باللفظ ہو، اس میں کسی قسم کی کوئی کمی یا زیادتی اور کسی طرح کی تقدیم اور تاخیر نہ کی جائے، اس موضوع پر کچھ روایات ہم پیش کر چکے ہیں، ان اکابر نے عالم اور غیر عالم میں اس موضوع پر کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

وقال جمهور السلف والخلف من الطوائف منهم الأئمة الأربعة: يجوز بالمعنى في جميعه إذا قطع بأداء المعنى. (۲)

ترجمہ:- سلف اور خلف کی اکثریت جن میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ بھی شامل ہیں،

---

(۱) الكفاية في علم الرواية: باب ذكر الحجة في إجازة رواية الحديث على المعنى، ص ۹۸

(۲) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: النوع السادس والعشرون، الرابع إذا لم يكن الراوي عالماً، ج ۱ ص ۵۳۲

ان کی رائے یہ ہے کہ روایت بالمعنی اس راوی کے لئے جائز ہے جو حدیث کے صحیح مفہوم کو سمجھتا اور اسے ادا کر سکتا ہو۔

لیکن علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی یہ رائے دُرست نہیں، اس لئے کہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دونوں روایت بالمعنی کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ روایت بالمعنی مطلقاً جائز نہیں، امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے، آپ کا یہ ارشاد ہے کہ صرف اس راوی کی روایت اپنے پاس لکھتا ہوں جو اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات کو جانتا ہو، یہ بات آپ نے اس سوال کے جواب میں فرمائی تھی کہ آپ نے راویوں کی بہت بڑی تعداد سے ملاقات کے باوجود ان سے استفادہ کیوں نہیں کیا؟ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ کا ان لوگوں سے روایت نہ لینا جو متقی اور پرہیزگار تھے لیکن تحدیث نہیں جانتے تھے، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ روایت لینے میں انتہائی محتاط تھے اور روایت باللفظ کے قائل تھے:

قال القرطبي: وهو الصحيح من مذهب مالك ويدل على ذلك قوله لا أكتب إلا على رجل يعرف ما يخرج من رأسه وذلك في جواب من قال له: لم لم تكتب عن الناس وقد أدركتهم متوافرين؟ وكذلك تركه الأخذ عمن لهم فضل وصلاح إذا كانوا لا يعرفون ما يحدثون به (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ) کی ایک روایت کو مدنظر رکھ کر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ روایت بالمعنی کے جواز کے قائل نہ تھے، امام طحاوی رحمہ اللہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وقال الطحاوي: حدثنا سليمان بن شعيب، حدثنا أبي قال: أملى علينا أبو يوسف قال: قال أبو حنيفة: لا ينبغي للرجل أن يحدث من الحديث إلا ما يحفظه من يوم سمعه إلى يوم يحدث به. (۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی راوی کے لئے حدیث کا بیان کرنا مناسب نہیں جب

---

(۱) توجيه النظر إلى أصول الأثر، الفصل السابع في رواية الحديث بالمعنى، ج ۲ ص ۲۸۴

(۲) شرح مسند أبي حنيفة: مقدمة ص ۷

تک کہ اسے سماع کے دن سے روایت کے دن تک وہ حدیث یاد نہ ہو:

وحاصله: أنه لم يجوز له الرواية بالمعنى، ولو كان مرادفاً للمبنى خلافاً للجمهور من المحدثين.[1]

امام اعظم روایت بالمعنی کو جائز نہیں سمجھتے تھے، چاہے وہ مرادف الفاظ ہی کیوں نہ ہو، جمہور محدثین کا یہ مسلک نہیں، ان کے ہاں روایت بالمعنی جائز ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی موقف کی تائید ان الفاظ میں کی ہے:

إذا وجد سماعه في كتابه ولا يذكره فعن أبي حنيفة وبعض الشافعية لا يجوز روايته.[2]

اگر حدیث راوی کے پاس کتاب میں لکھی ہوئی ہو، لیکن اسے زبانی یاد نہ ہو، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ روایت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے بیان سے امام اعظم رحمہ اللہ کے اس موقف کی جس کی نشاندہی ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کی ہے، مزید روشنی پڑتی ہے، چنانچہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا: اگر کسی شخص کے پاس اپنی لکھی ہوئی حدیث ہو، لیکن وہ اسے زبانی یاد نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس حدیث کا آدمی حافظ اور عارف نہ ہو اسے بیان نہ کرے:

وسئل عن الرجل يجد الحديث بخطه لا يحفظه فقال أبو زكريا: كان أبو حنيفة يقول لا تحدث إلا بما تعرف وتحفظ.[3]

علامہ عبدالعزیز بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۰ھ) فرماتے ہیں:

عزیمت یہ ہے کہ راوی سماع اور فہم کے وقت سے تحدیث وروایت کے وقت تک متن کو پوری طرح یاد رکھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک اخبار وشہادت میں بھی یہی ہے:

---

(۱) شرح مسند أبي حنيفة، مقدمه، ص ۷

(۲) التقريب والتيسير: النوع السادس والعشرون، ص ۴۳

(۳) الكفاية في علم الرواية، باب ذكر من روى عنه من السلف إجازة الرواية من الكتاب، ص ۲۳۱

العزيمة أن يحفظ المسموع من وقت السماع إلى وقت الأداء [1]

روایت بالحفظ کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور ان کے معاصرین رحمہم اللہ نے جو موقف اپنایا یہ دراصل انتہائی احتیاط پر مبنی ہے، ان کے دور میں چونکہ روایاتِ حدیث سے استنباط اور استخراج کا کام ہو رہا تھا، لہذا ضروری تھا کہ ہر روایت کو اچھی طرح جانچ لیا جائے، ورحتی الامکان یہ کوشش ہو کہ صحیح روایت سے استنباط ہو، نیز اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کی حدیث میں احتیاط کس قدر زیادہ ہے۔

وجوہِ ترجیح اور اِمامِ اعظم رحمہ اللہ

دو حدیثیں اگر صحت وقوت کے لحاظ سے یکساں اور ہم پلہ ہوں، لیکن اپنے مضمون کے لحاظ سے باہم متعارض ہوں تو ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کے مقابلے میں کسی ایسے سہارے سے جس میں خود مستقل طور پر حجت بننے کی صلاحیت نہ ہو، راجح قرار دیا جائے، جن سہاروں کے ذریعے سے ترجیح کا عمل کیا جاتا ہے، ان کو محدثین کی اصطلاح میں ''وجوہِ ترجیح'' کہتے ہیں۔

ابوبکر محمد بن موسیٰ المعروف حازمی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۴ھ) نے پچاس وجہ ترجیحات نقل کی ہیں۔ [2]

علامہ ابو اسحاق ابناسی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۲ھ) نے علامہ حازمی رحمہ اللہ کی پچاس ذکر کردہ وجہ ترجیحات اختصار کے ساتھ نقل کی ہیں، چند وجہ ترجیحات کا مزید اضافہ بھی کیا ہے۔ [3]

ایک سو دس وجوہِ ترجیح

''التقييد والإيضاح'' کے حاشیہ میں ایک سو دس[11] وجہ ترجیحات کا ذکر ہے، اس سے زیادہ وجہ ترجیحات تلاشِ بسیار کے باوجود بندے کی نظر سے نہیں گزریں، اس قدر کثیر تعداد میں وجہ ترجیحات کا یکجا ملنا عموماً مشکل ہوتا ہے، اس لئے اہلِ علم کے فائدے کے لئے ان تمام وجوہِ ترجیح کو نقل کیا جاتا ہے، چونکہ عبارت سہل ہے اس لئے ترجمہ نہیں کیا:

---

(۱) كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، بيان شرائط الراوي، باب الكتابة والخط، ج ۳ ص ۵۲

(۲) دیکھئے تفصیل: الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار، وجوه الترجيحات، ص ۹ تا ۲۳

(۳) دیکھئے تفصیل: الشذا الفياح من علوم ابن الصلاح، النوع السادس والعشرون، ج ۲ ص ۴۷۳ تا ۴۷۷

ووجوه الترجيحات تزيد على المائة وقد رأيت عدها مختصرا فأبدأ بالخمسين التى عدها الحازمى ثم أسرد بقيتها على الولاء. الأول: كثرة الرواة. الثانى: كون أحد الراويين أتقن وأحفظ. الثالث: كونه متفقا على عدالته. الرابع: كونه بالغا حالة التحمل. الخامس: كون سماعه تحديثا والآخر عرضا. السادس: كون أحدهما سماعا أو عرضا والآخر كتابة أو وجادة أو مناولة. السابع: كونه مباشرا لما رواه. الثامن: كونه صاحب القصة. التاسع: كونه أحسن سياقا واستقصاء. العاشر: كونه أقرب مكانا من النبى حالة تحمله. الحادى عشر: كونه أكثر ملازمة لشيخه. الثانى عشر: كونه سمعه من مشايخ بلده. الثالث عشر: كون أحد الحديثين له مخارج. الرابع عشر: كون إسناده حجازيا. الخامس عشر: كون رواته من بلد لا يرضون بالتدليس. السادس عشر: دلالة ألفاظه على الاتصال كسمعت وحدثنا. السابع عشر: كونه مشاهدا لشيخه عند الأخذ. الثامن عشر: كون الحديث لم يختلف فيه. التاسع عشر: كون راويه لم يضطرب لفظه. العشرون: كون الحديث متفقا على رفعه. الحادى والعشرون: كونه متفقا على اتصاله. الثانى والعشرون: كون راويه لا يجيز الرواية بالمعنى. الثالث والعشرون: كونه فقيها. الرابع والعشرون: كونه صاحب كتاب يرجع اليه. الخامس والعشرون: كون أحد الحديثين نصا وقولا والآخر ينسب اليه استدلالًا واجتهادًا. والسادس والعشرون: كون القول يقارنه الفعل. السابع والعشرون: كونه موافقا لظاهر القرآن. الثامن والعشرون: كونه موافقا لسنة أخرى. التاسع والعشرون: كونه موافقا للقياس. الثلاثون: كونه معه حديث آخر مرسل أو منقطع. الحادى والثلاثون: كونه عمل به الخلفاء الراشدون. الثانى والثلاثون: كونه معه عمل الأمة. الثالث والثلاثون: كون ما تضمنه من الحكم

منطوقا. الرابع والثلاثون: كونه مستقلا لا يحتاج إلى إضمار. الخامس والثلاثون: كون حكمه مقرونا بصفة والآخر بالاسم. السادس والثلاثون: كونه مقرونا بتفسير الراوي. السابع والثلاثون: كون أحدهما قولا والآخر فعلا فيرجح. الثامن والثلاثون: كونه لم يدخله التخصيص. التاسع والثلاثون: كونه غير مشعر بنوع قدح في الصحابة. الأربعون: كونه مطلقا والآخر ورد على سببه. الحادي والأربعون: كون الإشتقاق يدل عليه دون الآخر. الثاني والأربعون: كون أحد الخصمين قائلًا بالخبرين. الثالث والأربعون: كون أحد الحديثين فيه زيادة. الرابع والأربعون: كونه فيه احتياط للفرض وبراءة الذمة. الخامس والأربعون: كون أحد الحديثين له نظير متفق على حكمه. السادس والأربعون: كونه يدل على التحريم والآخر على الإباحة. السابع والأربعون: كونه يثبت حكما موافقا لما قبل الشرع فقيل هو أولى وقيل هما سواء. الثامن والأربعون: كون أحد الخبرين مسقطا لحد فقيل هو أولى وقيل لا يرجح. التاسع والأربعون: كونه إثباتا يتضمن النقل عن حكم العقل والآخر نفيا يتضمن الإقرار على حكم العقل.

الخمسون: كون الحديثين في الأقضية وراوي أحدهما علي أو في الفرائض وراوي أحدهما زيد أو في الحلال والحرام وراوي أحدهما معاذ وهلم جرا فالصحيح الذي عليه الأكثرون الترجيح بذلك. الحادي والخمسون: كونه أعلا إسنادا. الثاني والخمسون: كون راويه عالما بالعربية. الثالث والخمسون: كونه عالما باللغة. الرابع والخمسون: كونه أفضل في الفقه أو العربية أو اللغة. الخامس والخمسون: كونه حسن الإعتقاد. السادس والخمسون: كونه ورعا. السابع والخمسون: كونه جليسا للمحدثين أو غيرهم من العلماء.

الثامن والخمسون: كونه أكثر مجالسة لهم. التاسع والخمسون: كونه عرفت عدالته بالاختبار والممارسة وعرفت عدالة الآخر بالتزكية أو العمل على روايته الستون: كون المزكى زكاه وعمل بخبره وزكى الآخر وروى خبره. الحادي والستون: كونه ذكر سبب تعديله. الثاني والستون: كونه ذكرا. الثالث والستون: كونه حرا

الرابع والستون: شهرة الراوي. الخامس والستون: شهرة نسبه. السادس والستون: عدم التباس اسمه. السابع والستون: كونه له إسم واحد على من له إسمان فأكثر الثامن والستون: كثرة المزكين. التاسع والستون: كثرة عدد المزكين. السبعون: كونه دام عقله فلم يختلط.

هكذا أطلقه جماعة وشرط في المحصول مع ذلك أنه لا يعلم هل رواه في حال سلامته أو اختلاطه. الحادي والسبعون: تأخر إسلام الراوي وقيل عكسه وبه جزم الآمدي. الثاني والسبعون: كونه من أكابر الصحابة. الثالث والسبعون: كون الخبر حكى سبب وروده إن كانا خاصين فإن كانا عامين فبالعكس. الرابع والسبعون: كونه حكى فيه لفظ الرسول. الخامس والسبعون: كونه لم ينكره راوي الأصل أو لم يتردد فيه.

السادس والسبعون: كونه مشعرا بعلو شأن الرسول وتمكنه. السابع والسبعون: كونه مدنيا والآخر مكي الثامن والسبعون: كونه متضمنا للتخفيف وقيل بالعكس. التاسع والسبعون: كونه مطلق التاريخ على المؤرخ بتاريخ مؤخر. الثمانون: كونه مؤرخا بتاريخ مؤخر على مطلق التاريخ. الحادي والثمانون: كون الراوي تحمله في الإسلام على ما تحمله راويه في الكفر أو شك فيه. الثاني والثمانون: كون الحديث لفظه فصيحا والآخر ركيكا. الثالث والثمانون: كونه بلغة قريش.

الرابع والثمانون: كون لفظه حقيقة. الخامس والثمانون: كونه أشبه بالحقيقة. السادس والثمانون: كون أحدهما حقيقة شرعية والآخر حقيقة عرفية أو لغوية السابع والثمانون: كون أحدهما حقيقة عرفية والآخر حقيقة لغوية. الثامن والثمانون: كونه يدل على المراد من وجهين.

التاسع والثمانون: كونه يدل على المراد بغير واسطة. التسعون: كونه يومئ إلى علة الحكم. الحادي والتسعون: كونه ذكر معه معارضة. الثاني والتسعون: كونه مقرونا بالتهديد. الثالث والتسعون: كونه أشد تهديدا. الرابع والتسعون: كون أحد الخبرين يقل فيه اللبس. الخامس والتسعون: كون اللفظ متفقا على وضعه لمسماه. السادس والتسعون: كونه منصوصا على حكمه مع تشبيهه لمحل آخر. السابع والتسعون: كونه مؤكدا بالتكرار. الثامن والتسعون: كون أحد الخبرين دلالته بمفهوم الموافقة والآخر بمفهوم المخالفة وقيل بالعكس. التاسع والتسعون: كونه قصد به الحكم المختلف فيه ولم يقصد بالآخر ذلك. المائة: كون أحد الخبرين مرويا بالإسناد والآخر معزوا إلى كتاب معروف. الحادي بعد المائة: كون أحدهما معزوا إلى كتاب معروف والآخر مشهور.

الثاني بعد المائة: كون أحدهما اتفق عليه الشيخان. الثالث بعد المائة: كون العموم في أحد الخبرين مستفادا من الشرط والجزاء والآخر من النكرة المنفية. الرابع بعد المائة: كون الخطاب في أحدهما تكليفيا وفي الآخر وضعيا. الخامس بعد المائة: كون الحكم في أحد الخبرين معقول المعنى. السادس بعد المائة: كون الخطاب في أحدهما شفاهيا فيقدم على خطاب الغيبة في حق من ورد الخطاب عليه. السابع بعد المائة: كون الخطاب على الغيبة فيقدم على الشفاهي في

حق الغائبين. الثامن بعد المائة: كون أحد الخبرين قدم فيه ذكر العلة وقيل بالعكس. التاسع بعد المائة: كون العموم في أحدهما مستفادا من الجمع المعرف فيقدم على المستفاد من ما ومن. العاشر بعد المائة: كونه مستفادا من الكل فيقدم على المستفاد من الجنس المعرف لاحتمال العهد وثم وجوه أخر للترجيح في بعضها نظر وفي بعض ما ذكر أيضا نظر وإنما ذكرت هذا أيضا منها لقول المصنف أن وجوه الترجيح خمسون فأكثر والله أعلم.[1]

فقاہت سے متصف رُوات کی احادیث کو شیوخِ محدثین پر ترجیح ہوگی

اگر دو حدیثیں صحیح ہونے کے باوجود باہم متعارض ہو جائیں تو کیا ان میں سے کسی ایک کو اسی بنا پر راجح قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس کے بیان کرنے والے علم وفکر اور فقہ ونظر کی دولت سے مالا مال ہیں؟ اس حد تک سب متفق ہیں کہ روایوں میں فقاہت یقیناً وجہِ ترجیح ہے۔

چنانچہ علامہ حازمی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۴ھ) نے ایک وجہ ترجیح یہی نقل کی ہے کہ دو حدیثوں کے راوی اگر حفظ وضبط میں ہم پلہ ہوں تو فقہاء کی روایت کو ترجیح ہوگی:

الوجه الثالث والعشرون: أن يكون رواة أحد الحديثين مع تساويهم في الحفظ والإتقان فقهاء عارفين باجتناء الأحكام من مثمرات الألفاظ. فالاسترواح إلى حديث الفقهاء أولى.

وحكى علي بن خشرم قال: قال لنا وكيع: أي الإسنادين أحب إليكم: الأعمش عن أبي وائل عن عبد الله. أو سفيان عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله؛ فقلنا: الأعمش عن أبي وائل عن عبد الله فقال: يا سبحان الله الأعمش شيخ، وأبو وائل شيخ وسفيان فقيه، ومنصور فقيه، وإبراهيم فقيه، وعلقمة فقيه، وحديث يتداوله الفقهاء خير من أن يتداوله الشيوخ.[2]

---

(۱) التقييد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح. النوع السادس والعشرون، ص ۲۸۷، ۲۸۹

(۲) الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار: الوجه الثالث والعشرون، ص ۱۵

ترجمہ:- وجوہ ترجیح میں سے ایک یہ ہے کہ دو حدیثوں میں سے کسی ایک کے بیان کرنے والے اگر حفظ وضبط میں ہم پلہ ہوں لیکن ان میں سے ایک کے راوی فقہاء ہوں، تو فقہاء کی روایت کو ترجیح ہوگی، علی بن خشرم محدث فرماتے ہیں کہ ہم سے امام وکیع نے کہا کہ ان دو سندوں میں سے تمہیں کون سی سند پسند ہے؟ ''أعمش عن أبي وائل عن عبدالله'' یا ''سفیان عن منصور عن إبراهیم عن علقمة عن عبدالله'' کا سلسلہ زیادہ پسند ہے؟ امام وکیع نے فرمایا کہ اس سند میں اعمش اور ابووائل شیوخ حدیث میں ہیں، اور دوسری سند میں سفیان، منصور، ابراہیم اور علقمہ فقیہ ہیں، اور وہ حدیث جو فقہاء کی راہ سے آئے بلاشبہ اس حدیث سے بہتر ہے جو محدثین کی وساطت سے آئے۔

علامہ ابوالسعادات مجدالدین المعروف ابن اثیر رحمہ اللہ (متوفی ۶۰۶ھ) نے اس موقع پر بڑی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ یہ سلسلۂ روایت فقہاء کی سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک رباعی ہے، اور محدثین کی سند سے ثنائی ہے، یعنی فقہاء کی سند میں چار راوی ہیں، اور محدثین کی سند میں صرف دو راوی ہیں، اس کے باوجود صرف راویوں کی فقاہت کی وجہ سے فقہاء کی روایت کو راجح قرار دیا گیا ہے:

عن أبي وائل عن عبدالله بن مسعود، أو سفيان عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله، فقلنا: الأعمش عن أبي وائل، فقال: يا سبحان الله! الأعمش شيخ وأبو وائل شيخ وسفيان فقيه، ومنصور فقيه، وإبراهيم فقيه وعلقمة فقيه، وحديث يتداوله الفقهاء، خير من حديث يتداوله الشيوخ.

فهذا من طريق الفقهاء رباعي إلى ابن مسعود وثنائي من طريق المشايخ، ومع ذلك قدم الرباعي لأجل فقه رجاله.[1]

---

(۱) جامع الأصول في أحاديث الرسول: الباب الثالث الفرع الرابع في المسند والاسناد، ج ۱ ص ۱۴

معلوم ہوا کہ اگر دو حدیثوں میں تعارض ہو جائے اور باعتبارِ سند دونوں قوی ہوں، لیکن سند کے ایک سلسلے میں شیوخ حدیث ہوں اور دُوسرے سلسلے میں فقہائے کرام ہوں تو خود محدثین کے نزدیک بھی فقہاء کی روایت کا پلڑا بھاری ہوگا اگرچہ محدثین کی روایت کو علوِ سند کا مقام بھی حاصل ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

الفقهاء وهم أعلم بمعاني الحديث. (۱)

ترجمہ:- فقہائے کرام معانی حدیث زیادہ جانتے ہیں۔

ابنِ ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نقل کرتے ہیں:

كان حديث الفقهاء أحب إليهم من حديث المشيخة. (۲)

ترجمہ:- فقاہتِ حدیث سے متصف رُوات کی احادیث مجھے شیوخ حدیث سے مروی راویوں سے زیادہ پسند ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ويرجح بأن يكون رواته فقهاء لأن عناية الفقيه بما يتعلق بالأحكام أشد من عناية غيره بذلك. (۳)

ترجمہ:- حدیث کو اس کے راوی کے فقیہ ہونے کی بنا پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ فقہاء کی مرکزی توجہ احکام پر دُوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

ثالثها: فقه الراوي سواء كان الحديث مرويا بالمعنى أو اللفظ؛ لأن الفقيه إذا سمع ما يمتنع حمله على ظاهره بحث عنه حتى يطلع على ما يزول به الإشكال. (۴)

---

(۱) سنن الترمذی: أبواب الجنائز، باب ما جاء في غسل الميت، ج ۱ ص ۱۹۳

(۲) الجرح والتعديل: باب في عدول حاملي العلم إنهم ينفون عنه التعريف والانتحال، ج ۲ ص ۲۵

(۳) الكفاية في علم الرواية، باب القول في ترجيح الأخبار ص ۴۳۶

(۴) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، النوع السادس والثلاثون، ج ۲ ص ۶۵۵

ترجمہ:- وجوہِ ترجیح میں سے تیسری وجہ فقہِ راوی بھی ہے، چاہے حدیث کی روایت باللفظ ہو یا بالمعنی ہو، کیونکہ فقیہ جب کوئی ایسی بات سنتا ہے جسے ظاہر پر محمول کرنا دُشوار ہو تو اس کے بارے میں بحث وتمحیص سے کام لیتا ہے، تا آنکہ وہ ایسی چیز پر مطلع ہو جاتا ہے جس سے راہ کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

بہر حال ان تمام حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی فقہِ راوی کا وجہِ ترجیح ہونے میں محدثین اور فقہاء کا نقطۂ نظر ایک ہے، البتہ اختلاف اس میں ہے کہ اگر دونوں روایتیں صحیح ہوں اور دونوں میں تعارض ہو، اور ایک کے راوی فقہاء ہوں اور دُوسری روایت متعدّد طُرق سے مروی ہو تو اس میں اختلاف ہے، محدثین کے نزدیک متعدّد طُرق سے مروی روایت کو راجح قرار دیا جائے گا، جب کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فقہاء کی روایت کو راجح قرار دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جب امام اوزاعی رحمہ اللہ سے رَفعِ یدین کی روایت کے متعلق گفتگو ہوئی تو امام صاحب نے اسی اُصول کو اُپنایا تھا:

أنه اجتمع مع الأوزاعي بمكة في دار الحناطين كما حكى ابن عيينة فقال الأوزاعي: ما بالكم لا ترفعون عند الركوع والرفع منه فقال: لأجل أنه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شيء. فقال الأوزاعي: كيف لم يصح وقد حدثني الزهري عن سالم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة وعند الركوع وعند الرفع منه. فقال أبو حنيفة: حدثنا حماد عن إبراهيم عن علقمة والأسود عن عبدالله بن مسعود أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه إلا عند افتتاح الصلاة ثم لا يعود لشيء من ذلك فقال الأوزاعي: أحدثك عن الزهري عن سالم عن أبيه وتقول حدثني حماد عن إبراهيم؟ فقال أبو حنيفة: كان حماد أفقه من الزهري وكان إبراهيم أفقه من سالم، وعلقمة ليس بدون من ابن عمر في الفقه وإن كانت لابن عمر صحبة وله فضل صحبة، وعبدالله عبدالله.[1]

---

(۱) فتح القدير: كتاب الصلوة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۳۱

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ کے دار الحناطین میں جمع ہوئے، گفتگو کے دوران امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا: آپ رُکوع میں جاتے وقت اور اس سے اُٹھتے وقت رَفعِ یدین کیوں نہیں کرتے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اس لئے کہ رَفعِ یدین رُکوع میں جاتے اور اُٹھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (یہاں صحت کی نفی مراد نہیں بلکہ اَولویت کی نفی مراد ہے)۔ امام اوزاعی نے فرمایا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے زہری نے بتایا اور انہوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت، رُکوع کو جاتے اور اُٹھتے وقت رَفعِ یدین کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ نے جواب دیا: مجھے حماد نے بتایا اور انہوں نے ابراہیم سے سُنا، اور ابراہیم نے علقمہ سے اور اَسود سے، اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت رَفعِ یدین کرتے تھے اور پھر اسے نہیں دُہراتے تھے۔ امام اوزاعی نے پھر جواب میں کہا: میں آپ کو زہری، سالم اور ان کے والد کی روایت سُناتا ہوں اور آپ مجھے حماد اور ابراہیم کی روایت سُناتے ہو؟ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہے، ابراہیم، سالم سے بڑھ کر عالم تھے، اور اگر صحابی ہونے کا پاس نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ علقمہ، عبداللہ بن عمر سے زیادہ فقیہ تھے، اور عبداللہ بن مسعود تو آخر عبداللہ ہیں اُن کا کیا کہنا!

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ترکِ رَفعِ یدین کی روایت کو فقاہت کی بنا پر، اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے رَفعِ یدین کی روایت کو علوِ سند کی وجہ سے ترجیح دی، اور ہمارے نزدیک راجح مذہب بھی یہی ہے کہ فقاہتِ راوی کو ترجیح دی جائے گی:

فرجح بفقه الرواة كما رجح الأوزاعي بعلو الإسناد وهو المذهب المنصور عندنا (۱)

(۱) فتح القدیر: کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، ج۱ ص۳۱۱

علامہ عبدالعزیز بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۰ھ) فرماتے ہیں:

وما ذكرنا مذهب عامة الأصوليين من أصحابنا وأصحاب الشافعي فقد ذكر في المحصول وغيره أن رواية الفقيه راجحة على رواية غير الفقيه وقال قوم هذا الترجيح إنما يعتبر في خبرين مرويين بالمعنى أما المروي باللفظ فلا. والحق أنه يقع به الترجيح مطلقا.[1]

ترجمہ:- ہم نے جو ذکر کیا اکثر اُصولیین کا مذہب ہے، ہمارے ائمۂ اَحناف اور اَصحابِ شوافع میں سے، "المحصول" اور دیگر کُتب میں یہ بات ذکر کی گئی ہے فقاہتِ حدیث سے متصف رُوات کی روایت راجح ہوں گی، ان پر جو فقاہتِ حدیث سے متصف نہیں ہیں (یعنی صرف محدّث ہیں)، ایک قوم نے کہا کہ یہ وجہِ ترجیح اس وقت ہوگی جب دونوں احادیث روایت بالمعنی ہوں، اگر روایت باللفظ ہوں تو یہ وجہِ ترجیح نہیں ہوگی، لیکن حق بات یہ ہے کہ وجہِ ترجیح مطلق ہوگی، (یعنی اس کے لئے روایت بالمعنی یا روایت باللفظ کی کوئی شرط نہیں ہے، بلکہ راجح بات یہی ہے کہ فقاہتِ رُوات وجہِ ترجیح ہے)۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

ترجمہ:- راجح مذہب اَحناف کے نزدیک افقہیت یعنی راوی کا فقیہ ہونا ہے، اکثریت نہیں ہے۔

أن المذهب المنصور عند علمائنا الحنفية الأفقهية دون الأكثرية.[2]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فقاہت وجہِ ترجیح ہے جب کہ دیگر محدثین کے نزدیک کثرتِ طُرق وجہِ ترجیح ہے۔

---

(۱) كشف الأسرار شرح أصول البزدوي: شرائط الراوي، باب تفسير شروط الراوي وتقسيمها، ج۲ ص۳۹۷

(۲) شرح الشرح نخبة الفكر في مصطلحات أهل الأثر: الناسخ والمنسوخ، ص۳۸۵

''مُناوَلہ'' اور امامِ اعظم رحمہ اللہ

''مناولہ'' کہا جاتا ہے کہ محدث طالب علم کو اپنی مسموعات پر مشتمل کتاب دے اور یہ کہے کہ ''تم اسے میری جانب سے روایت کرو!'' یا طالب علم کو کتاب کا مالک بنادے، یا لکھنے کے لئے کتاب عاریۃً دے یا، طالبِ علم شیخ کے پاس اپنی مسموعات کی کتاب لے کر آئے اور شیخ اسے دیکھ کر طالبِ علم کو کہہ دے کہ ''تمہیں اس کتاب کے مشتملات کی میری جانب سے روایت کی اجازت ہے!'' اس کو ''عرض المناولہ'' کہتے ہیں، اب محدثین کے ہاں یہ سوال پیدا ہوا کہ بلحاظِ قوت اس کا کیا حکم ہے؟

وهذه المناولة كالسماع في القوة عند الزهري، وربيعة، ويحيى بن سعيد الأنصاري، ومجاهد، والشعبي، وعلقمة وإبراهيم، وأبي العالية، وأبي الزبير، وأبي التوكل، ومالك، وابن وهب، وابن القاسم، وجماعات آخرين، والصحيح أنها منحطة عن السماع والقراءة، وهو قول الثوري، والأوزاعي، وابن المبارك، وأبي حنيفة، والشافعي، البويطي، والمزني، وأحمد، وإسحاق، ويحيى بن يحيى۔ (1)

ترجمہ:- امام زہری، امام ربیعہ، یحییٰ بن سعید الانصاری، مجاہد، شعبی، علقمہ، ابراہیم، ابو العالیہ، ابوالزبیر، ابوالتوکل، مالک، ابنِ وہب، ابن القاسم رحمہم اللہ ان سب کی رائے یہ ہے کہ مناولہ قوت میں تحمل روایت کی پہلی قسم سماع کے برابر اور ہم پلہ ہے، دُوسری طرف امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، بویطی، مزنی، امام احمد، اسحاق، یحییٰ بن یحییٰ رحمہم اللہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مناولہ کا درجہ سماع اور قراءت علی الشیخ دونوں سے کمتر ہے۔

امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

ترجمہ:- فقہائے اسلام جو اسلام میں حلال وحرام کا فتویٰ دیتے ہیں، وہ

---

(1) التقریب والتیسیر: النوع الرابع والعشرون، ص: ۶۲

عرضِ مناولہ کو سماع قرار نہیں دیتے ہیں، جیسے امام شافعی حجاز میں، امام اوزاعی شام میں، امام بویطی اور مزنی مصر میں، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور امام احمد بن حنبل عراق میں، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن یحییٰ اور اسحق بن راہویہ مشرق میں۔

أما فقهاء الإسلام الذين أفتوا في الحلال والحرام، فإن فيهم من لم ير العرض سماعا. وبه قال الشافعي المطلبي بالحجاز والأوزاعي بالشام والبويطي والمزني بمصر وأبو حنيفة وسفيان الثوري وأحمد بن حنبل بالعراق ابن المبارك ويحيى بن يحيى، وإسحاق بن راهويه بالمشرق [1]

علامہ ابنِ صلاح رحمہ اللہ (متوفی ٦٤٣ھ) فرماتے ہیں:

والصحيح: أن ذلك غير حال محل السماع وأنه منحط عن درجة التحديث لفظا، والإخبار قراءة. [2]

ترجمہ:—صحیح بات یہ ہے کہ مناولہ کا مقام سماع عن الشیخ اور قراءت علی الشیخ دونوں سے کم تر ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مناولہ، سماع عن الشیخ، اور قراءت علی الشیخ کے ہم پلہ نہیں ہے، بلکہ درجے میں ان دونوں قسموں سے کم تر ہے۔

أخبارِ آحاد میں بظاہر تعارض اور امامِ اعظم رحمہ اللہ کی تطبیقات

دینِ اسلام کے أحکام بالکل صاف اور واضح ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (متوفی ٧٩٠ھ) فرماتے ہیں کہ شریعت کے أحکام میں یقینی بات ہے کہ کوئی تعارض نہیں ہے:

لأن الشريعة لا تعارض فيها ألبتة. [3]

---

(١) معرفة علوم الحديث: النوع الثاني والخمسين، ص ٢٥٩

(٢) معرفة أنواع علوم الحديث المعروف بمقدمة ابن الصلاح، النوع الرابع والعشرون، القسم الرابع، ص ١٩٧

(٣) الموافقات، كتاب الاجتهاد، النظر الأول، ج ٥ ص ٣٤١

لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی زندگی کی پوری تاریخ ہم تک شہور وسنین کی تعیین اورایام کی ترتیب سے نہیں پہنچی اور جو کچھ صحابہ کے ذریعے پہنچا اس میں بھی بعض کو راویوں نے روایت بالمعنی کیا ہے، اس لئے بظاہر ہماری نگاہوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے، حالانکہ درحقیقت شریعت کے اُحکام میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

تعارض کا حاصل یہ ہے:

أن یأتی حدیثان متضادان فی المعنی ظاهراً. (۱)

ترجمہ:- دو حدیثوں کے درمیان معنی کے اعتبار سے ظاہری طور پر تعارض ہے۔

اَحادیث کے درمیان تعارض کو دُور کرنا یہ کام صرف محدثین کا نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ فقیہ ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إنما یکمل له الأئمة الجامعون بین الحدیث والفقه والأصولیون الغواصون علی المعانی. (۲)

ترجمہ:- یہ کام زیب ہے ان ائمہ کے لئے جن میں حدیث وفقہ کی شان جامعیت پائی جاتی ہو، اور وہ اُصولیین جو معانی کی گہرائیوں میں اُترے ہیں۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ) تطبیق روایت کے متعلق ضابطہ نقل کرتے ہیں:

أولی الأشیاء بنا إذا روی حدیثان عن رسول الله صلی الله عليه وسلم فاحتملا الاتفاق واحتملا التضاد أن نحملها علی الاتفاق لا علی التضاد. (۳)

ترجمہ:- ہمارے نزدیک اَولیٰ بات یہ ہے کہ جب دو اَحادیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوں اور دونوں میں تطبیق کا بھی احتمال ہو، اور بظاہر تعارض کا بھی احتمال ہو، تو ہم ان روایات کو تطبیق پر محمول کریں گے۔

---

(۱) التقریب والتیسیر: النوع السادس والثلاثون، ص ۹۰

(۲) التقریب والتیسیر: النوع السادس والعشرون، ص ۹۰

(۳) شرح معانی الآثار: کتاب الکراهة، باب الشرب قائماً، ج ۴ ص ۲۷۳

ہبہ سے متعلق روایات

۱-حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہبہ دے کر واپس لینے والا ایسا ہے جیسا کہ کتا قے کر کے چاٹ لے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ. (۱)

۲-آپ نے ارشاد فرمایا: ہبہ کر کے واپس لینے کا حق کسی کو نہیں ہے، سوائے والد کے کہ وہ اپنے بیٹے کو ہبہ دے کر واپس لے سکتا ہے:

أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَرْجِعُ أَحَدُكُمْ فِي هِبَتِهِ إِلَّا الْوَالِدُ مِنْ وَلَدِهِ. (۲)

۳-آپ نے فرمایا: جو شخص ہبہ کرے وہی ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا بدل نہ پائے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ أَحَقُّ بِهِبَتِهِ مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا. (۳)

جن لوگوں نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صرف ظاہری سطح کو دیکھا کہ ہبہ دے کر واپس لینے کو کتے کی قے چاٹنے سے تشبیہ دی ہے، انہوں نے ہبہ واپس لینے کے متعلق حرمت کا فیصلہ کر دیا، اس لئے کہ قے ناپاک ہوتی ہے، اور ناپاک چیز حرام ہے، اس لئے ہبہ دے کر واپس لینا بھی حرام ہے، لیکن امام اعظم رحمہ اللہ نے یہاں صرف یہ نہیں دیکھا کہ قے سے تشبیہ دی ہے، بلکہ تشبیہ پر غور کر کے بتلایا کہ قے واقعی ناپاک ہوتی ہے، اور ناپاک چیز حرام بھی ہوتی ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشبیہ دی ہے وہ یہ نہیں کہ ہبہ دے کر واپس لینے والا اس شخص کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹے، بلکہ تشبیہ یہ ہے کہ ہبہ دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹے، ظاہر

---

(۱) صحيح البخاري: كتاب الهبة، باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها، ج ۳ ص ۱۵۸، رقم الحديث، ۲۵۸۹

(۲) سنن ابن ماجه: كتاب الهبات، باب من أعطى ولده ثم رجع فيه، رقم الحديث ۲۳۷۸، ج ۲ ص ۷۹۶

(۳) سنن ابن ماجه- كتاب الهبات، باب من وهب هبة رجاء ثوابها، رقم الحديث: ۲۳۸۷، ج ۲ ص ۷۹۸

ہے کہ ئے حرام ہے، لیکن کُتّے کے لئے حرام نہیں ہے، کیونکہ حلت وحرمت کا تعلق مکلّف ہونے سے ہے، اور کُتا مکلف نہیں ہے، اس لئے حدیث کا تقاضا ہے کہ ہبہ کی واپسی مکروہ ہے، اور خلافِ اولیٰ ہے، نیز یہ کراہت بھی اس وقت ہے جب کہ موہوب لہ واہب کا قریبی رشتہ دار نہ ہو، اور موہوب لہ کی جانب سے واہب کو اس کا کوئی بدل نہ ملا ہو، یہ دو شرطیں امام صاحب نے ان دو حدیثوں کی وجہ سے لگائیں جن کا اُوپر ذکر ہوا، اب تمام روایات میں تطبیق ہو گئی۔

سؤر الکلب سے متعلق روایات

۱۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے برتن میں کُتا منہ ڈال دے تو چاہئے کہ اسے سات بار دھوڈالو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا (۱)

۲۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کُتا جب برتن میں منہ ڈالے تو اسے تین یا پانچ یا سات بار دھوڈالو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَلْبِ يَلَغُ فِي الْإِنَاءِ أَنَّهُ يَغْسِلُهُ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا (۲)

۳۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کُتا برتن میں منہ ڈالے تو اسے گرا کر تین مرتبہ دھودو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَأَهْرِقْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. (۳)

۴۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ بھی یہی ہے کہ پانی گرا کر اس برتن کو تین مرتبہ دھوڈالو:

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب الوضوء، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الإنسان، رقم الحدیث: ۱۷۲، ج ۱، ص ۴۵

(۲) سنن الدار قطنی: کتاب الطهارة، باب ولوغ الکلب فی الإناء، رقم الحدیث: ۱۹۳، ج ، ص ۱۰۸

(۳) نصب الرایة: کتاب الطهارات، الحدیث الرابع والأربعون، ج ، ص ۱۳۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاهْرِقْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (۱)

اب پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے، جب کہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار ہے چاہے تو تین مرتبہ دھوئیں یا پانچ یا سات مرتبہ، اور تیسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ برتن کو تین مرتبہ دھونا ہے، اور یہی راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ بھی ہے، تو امام اعظم رحمہ اللہ نے ان تمام روایات کے درمیان تطبیق اس طرح دی ہے کہ تین مرتبہ دھونا واجب ہے، اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے، تاکہ تمام روایات پر عمل ہو جائے۔

علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) فرماتے ہیں:

طهارة الإناء الذي ولغ الكلب فيه لا تتوقف على السبع بل تثبت قبل السبع بالثلاث على ما ذكره الحاكم في إشارته وهو أيضا مقتضى نقل بعضهم عن أبي حنيفة وجوبها واستحباب الأربعة بعدها. (۲)

ترجمہ:- جس برتن میں کُتّے نے منہ ڈال دیا اس کا پاک ہونا سات پر موقوف نہیں، بلکہ وہ سات سے پہلے ہی تین سے پاک ہو چکا ہے، جیسا کہ حاکم نے بتایا ہے، اور یہی تقاضا ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا جس میں کہا ہے کہ تین مرتبہ دھونا واجب ہے اور سات مرتبہ مستحب ہے۔

سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا؟

۱- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ (۳)

۲- عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّخَعِيِّ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوبَكْرٍ. (۴)

---

(۱) سنن الدارقطني: كتاب الطهارات، باب ولوغ الكلب في الإناء، رقم الحديث: ۱۹۶، ج ۱، ص ۱۰۹

(۲) التقرير والتحبير: انقسام دلالة اللفظ إلى المنطوق والمفهوم، أقسام المفهوم، ج ۱، ص ۱۲۷

(۳) المعجم الكبير للطبراني: باب العين، طاؤس عن ابن عباس، رقم الحديث: ۱۰۹۲۳، ج ۱۱، ص ۲۵

(۴) فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: فضائل أبي بكر الصديق، ما روي أن أول من أسلم، رقم: ۲۶۵، ج ۱، ص ۲۲۵

۳- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ: أَنَّ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ۔ [1]

۴- قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: وَقَالَ آخَرُونَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ۔ [2]

پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے۔

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے۔

تیسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا ہے۔

چوتھی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے۔

اب ان تمام روایات کے درمیان تطبیق حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دی ہے، فرمایا: آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، اور عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے، اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے:

وقد أجاب أبو حنيفة رحمه الله بالجمع بين هذه الأقوال بأن أول من أسلم من الرجال الأحرار أبوبكر، ومن النساء خديجة، ومن الموالي زيد بن حارثة، ومن الغلمان علي بن أبي طالب رضي الله عنه۔ [3]

حدیثِ مسند اور مرسل

تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند متصل ہو۔

علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقي: أبواب المبعث، باب من تقدم إسلامه من الصحابة، ج ۲ ص ۱۶۳

(۲) البداية والنهاية- فصل أول من أسلم من متقدمي الإسلام والصحابة وغيرهم، ج ۳ ص ۳۹

(۳) البداية والنهاية: فصل أول من أسلم من متقدمي الإسلام والصحابة وغيرهم، ج ۳ ص ۳۹

أما الحديث الصحيح: فهو الحديث المسند الذي يتصل إسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط إلى منتهاه ولا يكون شاذا ولا معللا۔[1]

ترجمہ:۔ حدیثِ صحیح وہ ہے جس کی سند متصل ہو، اور اسے نقل کرنے والے راوی سند کی ابتداء سے انتہا تک تمام عادل اور ضابط ہوں، اور وہ روایت شاذ اور معلل نہ ہو۔

لہٰذا محدثین ہر اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں جس کی سند منقطع ہو، اسی وجہ سے اس سے استدلال نہیں کر سکتے۔ اسی طرح حدیثِ مُرسل کو بھی محدثین نے ناقابلِ حجت قرار دیا ہے، کیونکہ تابعی، صحابی کے واسطے کے بغیر براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرے تو اسے ''ارسال'' کہتے ہیں، یہ بھی انقطاع ہی کی ایک قسم ہے، مثلاً سعید بن مسیب، ابنِ سیرین اور حسن بصری رحمہم اللہ کی مُرسل روایات۔ سند کے متصل ہونے کی شرط تیسری صدی کے محدثین نے لگائی ہے، کیونکہ اس دور تک سند میں چھ یا سات واسطے آگئے تھے، ان میں ارتباط و اتصال کا سُراغ لگانا بے حد ضروری ہو گیا تھا، امامِ اعظم رحمہ اللہ چونکہ عہدِ تابعین سے ہیں جب کہ ان کے درمیان صرف دو یا تین واسطے تھے، لہٰذا کسی التباس کا ہونا بہت مشکل تھا، اسی وجہ سے اس دور کی مسند اور مُرسل دونوں احادیث مقبول تھیں۔

علامہ ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

وأجمع التابعون بأسرهم على قبول المرسل، ولم يأت عنهم إنكاره، ولا عن أحد من الأئمة بعدهم إلى رأس المائتين.[2]

ترجمہ:۔ تمام تابعین کا مُرسل روایت کے قبولیت پر اجماع ہے، تابعین میں سے کسی نے بھی (اس کی حجت کا) انکار نہیں کیا، اور نہ ان کے بعد دوسری صدی تک ائمہ میں سے کسی ایک نے (اس کی حجیت کا) انکار کیا ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) نے اہلِ مکہ کے نام اپنے ایک خط میں بھی اسی کا ذکر کیا ہے:

---

(۱) معرفة أنواع علوم الحديث: النوع الأول: معرفة الصحيح من الحديث، ص ۱۲

(۲) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي۔ النوع التاسع۔ المرسل، ج ۱ ص ۲۲۳

أما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثوري ومالك والأوزاعي حتى جاء الشافعي فتكلم فيها.[1]

ترجمہ:- مُرسل روایات سے اگلے علماء دلیل پکڑتے (اور استدلال کرتے تھے) جیسے سفین ثوری، امام مالک، امام اوزاعی، یہاں تک کہ امام شافعی آئے اور انہوں نے اس میں کلام کیا۔

دراصل پہلی اور دُوسری صدی میں تلامذہ کو اَساتذۂ کرام پر حددرجہ اعتماد تھا اور یہ اعتماد ان کے اِتقان وتقویٰ کی بنا پر تھا، حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

ولا شك أن الغالب على حملة العلم النبوي في ذلك الزمان العدالة.[2]

اسی لئے صحابہ کرام کی مَراسیل بلا اِختلاف حجت ہیں۔

چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ مُرسلِ صحابی جمہور علماء کے نزدیک حجت ہے:

فالحديث صحيح وغايته أن يكون مرسل صحابي وهو حجة عند الجمهور.[3]

اِمام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

ومراسيل الصحابة رضي الله عنهم حجة لأنهم ثقات لا يتهمون.[4]

ترجمہ:- صحابہ کرام کی مُرسل روایات حجت ہیں، اس لئے کہ صحابہ کرام سب ثقہ ہیں۔

اِمام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

فمراسيل الصحابة مقبولة وكذلك مراسيل كبار التابعين إذا

---

(۱) التعليقات على شروط الأئمة الخمسة: ص ۳۵

(۲) تنقيح الأنظار في علوم الآثار: ص ۱۴۸

(۳) نيل الأوطار: أبواب الجمعة، باب من تجب ومن لا تجب، ج ۳ ص ۱۶۵

(۴) المجموع شرح المهذب: كتاب الديات، باب الديات، ج ۹ ص ۴۴

انضم إليها ما يؤكدها من عدالة رجال من أرسل منهم حديثه وشهرتهم واجتناب رواية الضعفاء والمجهولين. (۱)

ترجمہ:۔صحابہ کرام کی مُرسل روایات مقبول ہیں، اسی طرح مراسیل کبار تابعین بھی مراسیلِ صحابہ کی طرح حجت ہیں، جب کہ ان راویوں میں عدالت اور شہرت ہو، اور کمزور ومجہول کی روایت سے اجتناب ہو۔

درج بالا مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے دور میں مُرسل اور مسند احادیث دونوں متداول تھیں، امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی موطا میں سینکڑوں مُرسل روایات درج کی ہیں، اور ان میں کوئی فرق روا نہیں رکھا، لیکن ان کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے ''الرسالۃ'' میں مراسیل کی حجیت پر گفتگو کی ہے اور انہیں بعض شرائط سے مشروط کردیا، مراسیل کو رد نہیں کیا، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، آپ کی شرائط محض احتیاط کے لئے ہیں ورنہ آپ نے کبار تابعین کی مُرسل روایت کو قبول کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، لہٰذا یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف مسند اور مُرسل احادیث کے بارے میں وہی ہے جو اس عہد کے جمہور محدثین فقہاء اور علماء کا تھا۔

سماع عن الشیخ اور قراءت علی الشیخ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک راجح صورت

اخذ حدیث کے آٹھ متداول طرق میں سے ایک طریقہ سماع اور ایک قراءت ہے۔ محدثین کے نزدیک سماع یہ ہے کہ شاگرد اُستاذ کے الفاظ سنے، جسے ''قراءت الشیخ'' بھی کہتے ہیں، خواہ اُستاذ کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو، یا اپنے حافظے سے، خواہ وہ شاگرد کو املا کرائے یا نہ کروائے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

سماع لفظ الشيخ، وهو إملاء وغيره من حفظ ومن كتاب وهو أرفع الأقسام عند الجماهير. (۲)

---

(۱) كتاب القراءة خلف الإمام: ذكر خبر آخر يحتج به من لا يعلم، رقم الحديث: ۳۳۲، ص ۲۰۱

(۲) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: النوع الرابع والعشرون، أقسام طرق تحمل الحديث، ج ۱، ص ۴۲۸

ترجمہ:- شیخ کے الفاظ کا سماع کرنا خواہ کسی کتاب سے پڑھ کر سنا رہا ہو، یا کسی اور طریقے سے، (یعنی بغیر مخطوطے کے سنا رہا ہو، اور ان دونوں صورتوں میں یہ تحدیث شیخ کے) حافظے سے ہوگی یا مخطوطے سے، اور یہ جمہور علماء کے نزدیک اَخذ وتحدیث کا سب سے اعلیٰ طریقہ ہے۔

علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ یہ تمام اَقسام میں اعلیٰ وأرفع ہے:

سواء أحدث من كتابه أو من حفظه بإملاء أو بغير إملاء وهو أرفع الأقسام وأعلاها.[1]

شیخ اپنے مخطوطے سے تحدیث کرے یا حافظے سے، دونوں برابر ہیں، اسی طرح راوی اپنے پاس کتابۃً ضبط کرے یا بالصدر ضبط کرے، دونوں جائز ہیں۔

قراءت سے مراد یہ ہے کہ شاگرد کو کوئی چیز یاد ہو، یا کتاب سے پڑھ کر شیخ کو سنائے، اسے ''قراءت علی الشیخ'' اور ''عرض'' یعنی پیش کرنا بھی کہتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

(القراءة على الشيخ ويسميها أكثر المحدثين عرضا) من حيث إن القارئ يعرض على الشيخ ما يقرؤه.[2]

ترجمہ:- شیخ کے سامنے پڑھنے کو اکثر محدثین نے ''عرض'' کا نام دیا ہے، اس حیثیت سے کہ پڑھنے والا جو کچھ پڑھتا ہے وہ شیخ پر پیش کرتا ہے۔

اَخذ وتحمل حدیث کے یہ دونوں طریقے جائز اور حکماً برابر ہیں، لیکن تقابل کی صورت میں محدثین سماع کو قراءت پر ترجیح دیتے ہیں، حافظ ابن الصلاح، علامہ زین الدین عراقی، حافظ ابنِ کثیر اور امام نووی وغیرہ نے اپنی کتب میں یہی موقف اپنایا ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ کا یہی نظریہ ابھی گزرا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قراءت کی صورت سماع کے مقابلے میں قابل ترجیح ہے۔

---

(۱) توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار، في بيان أقسام التحمل، ج ۲ ص ۱۸۶

(۲) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: النوع الرابع والعشرون، أقسام طرق تحمل الحديث، ج ۱ ص ۴۲۳

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نقل کرتے ہیں:

قال أبو يوسف: قال أبو حنيفة لأن اقرء على المحدث أحب إلیَّ من أن يقرأ علیَّ.[1]

ترجمہ:- امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ اگر میں شیخ کے رُو برو پڑھوں تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ شیخ پڑھے اور میں سنوں۔

حسن بن زیاد رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے:

الحسن بن زياد قال: كان أبو حنيفة يقول: قراءتك على المحدث أثبت وأوكد من قراءته عليك إنه إذا قرأ عليك فإنما يقرأ على ما في الصحيفة. وإذا قرأت عليه فقال: حدث عني ما قرأت فهو تاكيد.[2]

ترجمہ:- تمہارا شیخ کے سامنے پڑھنا سماع کے مقابلے میں زیادہ ثابت اور مؤکد ہے، کیونکہ جب شیخ تمہارے سامنے پڑھے تو وہ صرف کتاب ہی سے پڑھے گا، اور جب تم پڑھو گے تو وہ کہے گا کہ میری طرف سے تم وہ روایت کرو جو تم نے پڑھا ہے، اس لئے یہ مزید تاکید ہوگی۔

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے بارے میں لکھتے ہیں:

وعن مالك وأبي حنيفة وابن أبي ذئب أنها أقوى.[3]

ترجمہ:- امام مالک، امام ابوحنیفہ، اور ابنِ ابی ذئب کہتے ہیں کہ قراءت افضل واقویٰ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے بھی یہی بات نقل کی ہے:

والثابت عن أبي حنيفة وابن ابي ذئب وهو رواية عن مالك.[4]

---

(۱) الكفاية في علم الرواية: ذكر الرواية عمن كان يختار القراءة على المحدث، ص ۲۷۶

(۲) فتح المغيث بشرح الفية الحديث: أقسام التحمل والأخذ الثاني: القراءة على الشيخ، ج ۲ ص ۱۷۹

(۳) اختصار علوم الحديث: النوع الرابع والعشرون القسم الثاني: القراءة على الشيخ ص ۱۱۰

(۴) التقريب والتيسير: النوع الرابع والعشرون، ص ۵۵

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ، ابن ابی ذئب، اور امام مالک کا مسلک یہ ہے (کہ قراءت علی الشیخ کو سماع پر ترجیح دی جائے)۔

علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) نے بھی یہی بات لکھی ہے:

فنقل عن أبي حنيفة وابن أبي ذئب وغيرهما ترجيح القراءة على الشيخ على السماع من لفظه.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ اور ابن ابی ذئب وغیرہ کا موقف یہ نقل کیا جاتا ہے کہ قراءت علی الشیخ کو سماع پر ترجیح حاصل ہے۔

عام طور پر راوی اس حدیث کو جسے اس نے سماع کے ذریعے اخذ کیا ہے، ''حدثنی'' یا ''حدثنا'' کے صیغے سے روایت کرتا ہے، اور جو حدیث قراءت سے اخذ کرتا ہے اسے ''أخبرنی'' یا ''أخبرنا'' کے صیغے سے روایت کرتا ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قراءت سے اخذ کردہ حدیث کو بھی ''حدثنا'' کہہ کر روایت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک راوی نے اگر حدیث کو قراءت علی الشیخ کے طور پر حاصل کیا ہو تو کیا اس کے لئے ''حدثنا'' کہہ کر روایت کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس کے لئے جائز ہے، اس کا ''حدثنی'' کہنا ایسا ہے جیسا کسی کے سامنے اقراری دستاویز پڑھی جائے اور وہ کہہ دے کہ اس نے میرے سامنے دستاویز کے مشمولات کا اقرار کیا ہے:

قال: وسمعت أبا يوسف قال: سألت أبا حنيفة عن رجل عرض على رجل حديثا هل يجوز يحدث به عنه؛ قال: نعم يجوز أن يقول: حدثني فلان وسمعت فلانا وهذا مثل قول الرجل يقرأ عليه الصك فيقر به.[2]

امام ابوعاصم النبیل رحمہ اللہ (جو امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں جن سے صحیح بخاری میں چھ ثلاثی روایات مروی ہیں) فرماتے ہیں:

(۱) معرفة انواع علوم الحديث: النوع الرابع والعشرون، القسم الثاني، ص ۱۳۷

(۲) الكفاية في علم الرواية، باب ذكر الرواية عمن كان يختار القراءة على المحدث، ج۱، ص ۲۷۹

سألت مالك بن أنس وابن جريج وسفيان الثوری وأبا حنيفة عن الرجل يقرأ على الرجل الحديث فيقول حدثنا، قالوا: لا بأس به[1]

ترجمہ:- میں نے امام مالک، ابن جریج، سفیان ثوری، اور امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ ایک راوی اگر قراءت علی الشیخ کے طور پر حاصل کرلے تو کیا اسے روایت کرتے وقت ''حدثنا'' کہنا جائز ہے؟ سب کا جواب مجھے یہی ملا ''لا بأس به'' کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام ابوقطن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال أبو حنيفة: اقرأ علی وقل: حدثنی، لو رأيت عليك فی هذا شيئا ما أمرتك به۔[2]

ترجمہ:- مجھ سے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میرے سامنے حدیث کو پڑھو، پھر ''حدثنا'' کہہ کر روایت کرو، اگر میں اس میں کسی قسم کا کوئی حرج سمجھتا تو تمہیں کبھی بھی اس کی اجازت نہ دیتا۔

پس ثابت ہوا کہ قراءت کے ذریعے روایت کا اخذ کرنا سماع کے مقابلے میں راوی کے لئے کتنا مفید اور متن کے لئے کتنا موزوں اور مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبار محدثین اور فقہاء نے قراءت سے اخذ کردہ حدیث کو ''حدثنا'' کہہ کر روایت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قيل: إن مذهب الزهری ومالك وابن عيينة ويحيی القطان والبخاری وجماعات من المحدثين ومعظم الحجازيين والكوفيين۔[3]

ترجمہ:- امام زہری، امام مالک، امام ابن عیینہ، امام یحییٰ القطان، امام بخاری اور محدثین رحمہم اللہ کی ایک جماعت اور حجاز اور کوفہ کے اکابرین سماع اور قراءت کو حکماً ایک درجہ دینے کے قائل ہیں۔

(۲،۱) الكفاية فی علم الرواية، باب ذكر الرواية عمن أجاز أن يقال فی أحاديث العرض، ج ۱ ص ۳۰۷

(۳) التقريب والتيسير: النوع الرابع والعشرون، ص ۵۶

راوی کی توثیق کے لئے صرف ایک محدّث کی گواہی بھی کافی ہے

بعض محدثین کے نزدیک کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کم از کم دو محدثین اس کی ثقاہت وعدالت کی گواہی دیں، لیکن جمہور محدثین کی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردِ رشید امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک راوی کے ثقہ ہونے کے لئے صرف ایک محدث کی گواہی بھی کافی ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

ونقل عن أبي حنيفة وأبي يوسف الاكتفاء بالواحد في التزكية في الشهادة وكذا في الرواية، وإنما اكتفوا بالواحد لأنه إن كان المزكي للراوي ناقلًا عن غيره فهو من جملة الأخبار، وإن كان اجتهادًا من قِبَل نفسه فهو بمنزلة الحاكم، وفي الحالتين لا يشترط التعدد.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے منقول ہے کہ گواہ کی طرح راوی کے لئے بھی صرف ایک شخص کا تزکیہ (توثیق) کافی ہے، اس لئے کہ راوی کا تزکیہ کرنے والا اگر یہ تزکیہ کسی دوسرے شخص سے نقل کر رہا ہے تو اخبار کی اقسام میں سے ہے، اور اگر وہ خود اپنے اجتہاد سے راوی کا تزکیہ کر رہا ہے تو پھر وہ حاکم کے قائم مقام ہے، اور ان دونوں صورتوں میں تعدّد (کثرت) شرط نہیں ہے۔

ثقہ کی زیادتی مقبول ہے

اگر کسی راوی نے اپنے اُستاذ سے حدیث نقل کرتے وقت کوئی ایسی بات زائد نقل کر دی جو اس کے دیگر ساتھی نقل نہیں کرتے، تو اب اگر یہ راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی یہ زیادتی قابلِ قبول ہے، امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس مسئلے میں آپ کے ہم نوا ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) ہیں:

الذي فصله إمام الحرمين في البرهان فقال: بعد أن حكى عن الشافعي وأبي حنيفة رحمهما الله قبول زيادة الثقة فقال هذا عندي فيما إذا

(۱) شرح شرح نخبة الفكر ، أحكام الجرح والتعديل، ص ۷۳۲

سکت الباقون، فإن صرحوا بنفي ما نقله هذا الراوي مع إمكان اطلاعهم فهذا يوهن قول قائل الزيادة [1]

ترجمہ:- امام الحرمین نے اپنی کتاب ''البرهان'' میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ سے ثقہ راوی کی زیادتی کے مقبول ہونے کے قول کو نقل کرنے کے بعد اس کی یہ تفصیل بیان کی ہے کہ میرے نزدیک یہ اس پر محمول ہے کہ جب باقی راوی اس زیادتی کو بیان کرنے سے سکوت کریں، اور اگر وہ صراحتاً اس راوی کی زیادتی کی نفی کردیں اور ان کا اس زیادتی پر مطلع ہونا ممکن بھی ہو تو پھر اس زیادتی کو نقل کرنے والے کا قول ضعیف قرار پائے گا۔

''خبرِ واحد'' اور امامِ اعظم رحمہ اللہ

سادہ الفاظ میں ''خبرِ واحد'' اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی ایک یا دو، یا اس سے زیادہ ہوں، مگر اس میں شہرت کے اسباب نہ ہوں۔ الدکتور محمود الطحان خبرِ واحد کے بارے میں لکھتے ہیں:

لغة: الآحاد جمع أحد بمعنى الواحد وخبر الواحد هو ما يرويه شخص واحد. إصطلاحا: هو ما لم يجمع شروط التواتر. [2]

ترجمہ:- آحاد، أحد کی جمع ہے، واحد (ایک) کے معنی میں مستعمل ہے، اور خبرِ واحد اس خبر کو کہتے ہیں جس کو ایک راوی روایت کرے۔ اصطلاحاً جو متواتر کی شرائط پر پوری نہ اُترتی ہو۔

امامِ اعظم نے أخبارِ آحاد کو سب سے پہلے قابلِ استدلال قرار دیا ہے۔

امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) لکھتے ہیں:

ابا حمزة السكري يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: إذا جاء الحديث عن

---

(۱) النکت علی مقدمة ابن الصلاح: النوع السادس عشر: معرفة زيادات الثقات، ج ۲ ص ۶۹۳

(۲) تیسیر مصطلح الحدیث: ص ۲۱

النبي صلى الله عليه وسلم لم نحل عنه إلى غيره وأخذنا به وإذا جاء عن الصحابة تخيرنا وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم.(۱)

ابوحمزہ رحمہ اللہ کو ابن البزاز کردری رحمہ اللہ نے امام اعظم کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں انہیں حفاظِ حدیث کے طبقۂ خامسہ میں شمار کیا ہے، ان کا نام محمد بن میمون مروزی رحمہ اللہ ہے، لہٰذا ان کی رائے امام اعظم کے بارے میں نہایت قیمتی ہے۔

موفق مکی رحمہ اللہ اسی سلسلے میں ایک اور روایت بیان کرتے ہیں:

وسمعت هذا الحديث أيضاً في مسند أبي حنيفة برواية عبدالله بن المبارك وعن أبي حنيفة فقال: إذا جاء الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين وباقي سواء.(۲)

علامہ موفق مکی رحمہ اللہ اپنے اس موقف کی تائید میں امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول بھی لاتے ہیں:

عجباً للناس يقولون إني أفتي بالرأي ما أفتي إلا بالأثر.(۳)

امام اعظم رحمہ اللہ کے اس مسلک کو علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۶ھ) نے بھی ذکر کیا ہے:

هذا أبو حنيفة يقول ما جاء عن الله تعالى فعلى الرأس والعينين وما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعاً وطاعة وما جاء عن الصحابة تخيرنا من أقوالهم ولم نخرج عنهم وما جاء عن التابعين فهم رجال ونحن رجال.(۴)

بعض ائمۂ حدیث نے امام اعظم پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بہت سی احادیث کو ناقابل عمل قرار دے کر چھوڑ دیا ہے، اس کا جواب علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اس طرح دیا ہے:

(۱،۲) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج ۱ ص ۷۷

(۳) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج ۱ ص ۷۷

(۴) الإحكام في أصول الأحكام: الباب الثاني والعشرون، فصل فيمن قال ما لا يعرف فيه خلاف فهو إجماع، ج ۴ ص ۸۸

استجازوا الطعن على أبي حنيفة لرده كثيرا من أخبار الآحاد العدول لأنه كان يذهب في ذلك إلى عرضها على ما اجتمع عليه من الأحاديث ومعاني القرآن فما شذ عن ذلك رده وسماه شاذا [1]

ترجمہ:- اکثر اہلِ حدیث نے ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اکثر صحیح اخبارِ آحاد کو رَدّ کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک جب حدیث اور قرآن کو جمع کرنے سے تعارض واقع ہوتا ہے تو وہ خبرِ واحد کو چھوڑ دیتے ہیں اور اسے شاذ کہتے ہیں۔

خبرِ واحد کے سلسلے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) محدثین کے موقف کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

وعلى العمل بخبر الواحد كان كافة التابعين ومن بعدهم من الفقهاء الخالفين في سائر أمصار المسلمين إلى وقتنا هذا ولم يبلغنا عن أحد منهم إنكار لذلك ولا اعتراض عليه فثبت أن من دين جميعهم وجوبه إذ لو كان فيهم من كان لا يرى العمل به لنقل إلينا الخبر عنه بمذهبه فيه والله أعلم. [2]

ترجمہ:- خبرِ واحد پر عمل کرنے میں تمام تابعین کا اتفاق ہے، اور تابعین کے بعد آج تک کے مختلف بلاد کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے، ہمارے علم میں کوئی بھی اس کا منکر نہیں، نہ ہی اس پر آج تک کسی نے اعتراض کیا ہے، ان کا یہ اتفاق بتا رہا ہے کہ ان سب کے نزدیک اس پر عمل واجب ہے، اگر کہیں بھی انکار ہوا ہوتا تو تاریخ میں ضرور اس کا ذکر ہوتا۔

چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے عصر وعہد میں حدیثِ نبوی میں دروغ گوئی کا آغاز ہو گیا تھا، اس لئے آپ نے دین میں حزم واحتیاط کے پیشِ نظر خبرِ واحد کی قبولیت کے لئے کڑی شرطیں عائد کی ہیں، آپ کی عائد کردہ شرائط حسبِ ذیل ہیں:

(۱) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة عيسى بن يونس ص ۱۴۹
(۲) الكفاية في علم الرواية: باب ذكر بعض الدلائل على صحة العمل بخبر الواحد، ص ۳۱

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ حدیث ان اُصول وضوابط کے خلاف نہ ہو، جو شرعی مآخذ کی چھان بین کے بعد آپ نے مقرر کئے تھے، جب خبرِ واحد ان سے معارض ہوگی تو اسے چھوڑ کر دونوں دلیلوں میں سے اقویٰ پر عمل کیا جائے گا۔

۲- دُوسری شرط یہ ہے کہ حدیث ظواہر کتاب اور اس کے عمومات سے متصادم نہ ہو، جب احادیث ان کے متعارض یا خلاف ہوگی تو ظاہرِ کتاب پر عمل کیا جائے گا اور حدیث متروک العمل ٹھہرے گی، البتہ جب حدیث کسی مجمل قرآنی حکم کی وضاحت کرے، یا جدید حکم کی وضاحت کرے، یا جدید حکم کی تصریح کرے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

۳- تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث کسی قولی یا فعلی حدیثِ مشہور کے خلاف نہ ہو۔

۴- چوتھی شرط یہ ہے کہ کسی اپنی ہم مرتبہ حدیث کے خلاف نہ ہو، اگر دونوں باہم متعارض ہوں گی تو ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی، مثلاً دونوں راوی صحابی ہوں مگر ایک فقیہ تر ہو، یا ایک فقیہ اور دُوسرا غیرفقیہ ہو، یا ایک نوجوان اور دُوسرا بوڑھا ہو، کیونکہ اس میں خطا کا اِمکان ہوتا ہے، اس لئے حدیثِ مرجوح کے مقابلے میں راجح پر عمل کیا جاتا ہے۔

۵- پانچویں شرط ہے کہ راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ ہو، مثلاً ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے، یہ ان کے اپنے فتوے کے خلاف ہے۔

۶- حدیث کے متن یا سند میں کوئی ایسا اضافہ نہ ہو جو کسی دُوسری روایت میں موجود نہ ہو، تو اس روایت پر عمل کیا جائے گا جس میں اضافہ نہ ہو، دِین میں اِحتیاط پر عمل کرتے ہوئے۔

۷- حدیث کا تعلق کسی ایسے معاملے سے نہ ہو جو لوگوں میں کثیر الوقوع ہو، اس لئے کہ اس صورت میں حدیث کا مشہور یا متواتر ہونا ضروری ہے۔

۸- جب کسی مسئلے میں دو صحابہ کرام میں اختلاف ہو تو دونوں میں سے ایک نے اس حدیث سے اِستدلال کرنا ترک نہ کردیا ہو جسے ان میں سے ایک نے روایت کیا ہو، اس لئے کہ اگر وہ حدیث ثابت ہوتی تو ان میں سے ضرور ایک اس سے اِستدلال کرتا۔

۹- علمائے سلف میں سے کسی نے اس حدیث پر تنقید نہ کی ہو۔

۱۰- جب حدود و عقوبت کے سلسلے میں روایات مختلف ہوں تو اس روایت پر عمل کیا جائے

جس میں خفیف سزا کا حکم دیا گیا ہو۔

۱۱۔صحابہ وتابعین اس حدیث پر بلا تخصیص دیار عامل رہے ہوں۔

۱۲۔راوی اپنی تحریر کے بجائے اپنے حافظے پر اعتماد کرے۔[1]

خلاصہ بحث

یہ ہیں وہ شرائط جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خبر واحد کے سلسلے میں اس کی صحت اور اس پر عمل کرنے کے لیے ضروری قرار دی ہیں، بعض محدثین نے آپ سے اس سلسلے میں اختلاف بھی کیا ہے، اور بعض ائمہ آپ کے خلاف بھی ہیں، تاہم یہ شرائط امام صاحب کے موقف کی صداقت کی آئینہ دار ہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے بیان کیے ہوئے بے شمار مسائل میں سے چند اُصول وقواعد بیان کیے گئے ہیں، ورنہ روایات کے قبول ورَدّ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی تمام شروط کا احاطہ کرنا بے حد مشکل ہے۔ بہر حال ان قواعد سے امام اعظم رحمہ اللہ کی جس عمیق نظر، اصابتِ فکر اور انتہائی احتیاط کا پتا چلتا ہے وہ اہلِ علم وبصیرت پر مخفی نہیں ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعد میں آنے والے محدثین نے امام اعظم کی شروط کی روشنی میں روایات کو پرکھا ہے، اگر تعصب کو چھوڑ کر تمام محدثین امام اعظم کے وضع کردہ اُصول وشرائط پر متفق ہو جاتے تو آج ہمارا ذخیرۂ حدیث موضوع اور بے اصل روایات سے بالکل منزّہ اور پاک ہوتا۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقام سَلَف اَکابر اہلِ علم کی نظر میں

۱۔امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی نظر میں

حارث بن عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۴ھ) کے پاس بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آتے تو ان کے لیے جگہ بناتے اور اپنے قریب بٹھاتے:

---

(۱) السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي، ج۱، ص ۴۲۳، ۴۲۴

عن الحارث بن عبد الرحمن قال: كنا نكون عند عطاء بعضنا خلف بعض فإذا جاء أبو حنيفة أوسع له وأدناه (١)

۲-امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی نظر میں

حماد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم عمرو بن دینار (متوفی ۱۲۶ھ) کے پاس آتے تھے، جب امام ابوحنیفہ آجاتے تو عمرو بن دینار ان کی طرف متوجہ ہوجاتے اور ہمیں چھوڑ دیتے، تو ہم امام ابوحنیفہ سے کہتے تو وہ عمرو بن دینار سے عرض کرتے، تب وہ حدیث بیان فرماتے تھے:

حماد بن زيد قال: كنا نأتي عمرو بن دينار فيحدثنا فإذا جاء أبو حنيفة أقبل عليه وتركنا حتى نسأل أبا حنيفة أن يكلمه وكان يقول: يا أبا محمد احدثهم فيحدثنا. (٢)

۳-امام رقبہ بن مصقلہ رحمہ اللہ کی نظر میں

رقبہ بن مصقلہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم میں اس طرح گھسے کہ ان سے پہلے کوئی نہیں گھسا، پھر کیا تھا جس چیز کا ارادہ کیا، حاصل ہوگئی:

عن رقبة ابن مصقلة قال: خاض أبو حنيفة في العلم خوضا لم يسبقه إليه أحد فأدرك ما أراده. (٣)

۴-امام ابوایوب سختیانی رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت حماد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو امام ابوایوب سختیانی (متوفی ۱۳۱ھ) کے پاس رخصت ہونے کے لئے آیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ کوفہ کے فقیہ ابوحنیفہ نے حج کا ارادہ کیا ہے، ان کو میرا سلام کہہ دینا:

حماد بن زيد يقول: أردت الحج فأتيت أيوب أودعه فقال: بلغني أن

---

(١) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ذكر ما روى عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص۸۹

(٢) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ذكر ما روى عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص۸۰

(٣) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان، الباب العاشر، ص۲۰۷

فقیه أهل الکوفة أبا حنیفة یرید الحج فإذا لقیته فأقرئه مني السلام.[1]

۵-امام مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مغیرہ بن مقسم (متوفی ۱۳۶ھ) مجھ کو ملامت کرتے تھے جب میں امام ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تھا، اور فرماتے تھے کہ برابر حاضر ہوا کرو، ان کی مجلس سے غیر حاضر مت رہو، کیونکہ ہم لوگ حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوتے تھے تو وہ اس علم کی ہمارے لئے وضاحت نہیں کرتے تھے بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لئے کرتے تھے:

عن جریر قال: کان المغیرة یلومني إذا لم أحضر مجلس أبي حنیفة ویقول لي: ألزمه ولا تغب عن مجلسه فإنا کنا نجتمع عند حماد فلم یکن یفتح لنا من العلم ما کان یفتح له.[2]

۶-امام اعمش رحمہ اللہ کی نظر میں

امام اعمش رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۷ھ) سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا اچھا جواب نعمان بن ثابت دے سکتے ہیں، میرا یقین ہے کہ ان کے علم میں برکت عطاء کی گئی ہے:

وروی عن الأعمش: أنه سئل عن مسألة فقال: إنما یحسن هذا النعمان بن ثابت الخزاز، وأظنه بورك له في علمه.[3]

۷-امام ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ کی نظر میں

ابوحمزہ ثمالی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ابوجعفر محمد بن علی (متوفی ۱۴۸ھ) کے پاس تھے کہ امام ابوحنیفہ تشریف لائے اور بہت سے مسئلے پوچھے، محمد بن علی نے ان کے جوابات دیئے، جب امام ابوحنیفہ چلے گئے تو امام جعفر نے ہم سے فرمایا کہ ان کا طور طریق اور سیرت کتنی اچھی ہے، اور ان کی فقہ کتنی بڑھی ہوئی ہے:

---

(۱) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء علی أبي حنیفة، أیوب السختیاني، ص ۱۲۵

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنیفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۷

(۳) سیر أعلام النبلاء: أبوحنیفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۴۰۳

عن أبي حمزة الثمالي قال: كنا عند أبي جعفر محمد بن علي فدخل عليه أبو حنيفة فسأله عن مسائل فأجابه محمد ابن علي ثم خرج أبو حنيفة فقال لنا أبو جعفر ما أحسن هديه وسمته وما أكثر فقهه (۱)

۸- امام ابنِ اَبی لیلیٰ رحمہ اللہ کی نظر میں

علی بن جعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم پہلے ابنِ ابی لیلی (متوفی ۱۴۸ھ) کے پاس حصولِ علم کے لئے جایا کرتے تھے، مگر جب میں نے ان سے کچھ سختی معلوم کی تو پھر ان کے پاس جانا چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کے پاس جایا کرتا تھا، کچھ عرصے کے بعد ابن ابی لیلی سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے انہوں نے پوچھا: اے یعقوب! تیرا صاحب کیسا ہے؟ میں نے کہا: صالح ہے اس پر انہوں نے کہا: پس انہیں کی صحبت لازم پکڑ، کیونکہ تُو ان جیسا علم وفقہ میں کسی کو نہیں دیکھے گا:

عن علي بن الجعد قال: سمعت أبا يوسف يقول: كنا نختلف أولا إلى ابن أبي ليلى فوقعت إلى منه جفوة فتركت الاختلاف إليه وجعلت الاختلاف إلى أبي حنيفة فلقيني ابن أبي ليلى فقال: يا يعقوب! كيف صاحبك؟ فقلت: صالح! فقال لي: الزمه فإنك لم تر مثله فقها وعلما. (۲)

۹- امام عبد اللہ بن عون رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت عبد اللہ بن عون رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رات کو بیدار رہنے والے عبادت گزار ہیں۔ کسی نے کہا: وہ تو آج ایک بات کہتے ہیں پھر کل اس سے رُجوع کر لیتے ہیں! عبد اللہ بن عون رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ان کی پرہیزگاری کی دلیل ہے، کیونکہ وہ خطا سے صواب کی طرف لوٹ آتے ہیں، اگر ورع وتقویٰ نہ ہوتا تو اپنی غلطی کے اُوپر جم جاتے اور اعتراض کو دفع کرتے:

---

(۱) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، باب ذكر ما انتهى إلينا من ثناء العلماء على أبي حنيفة، ص ۱۲۴

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق، ج ۲ ص ۳۵

عبداللہ بن عون وذکر أبا حنیفة فقال: ذاك صاحب لیل وعبادة. قال فقال: بعض جلسائه إنه یقول الیوم قولا ثم یرجع غدا. فقال ابن عون: فهذا دلیل علی الورع لا یرجع من قول إلی قول إلا صاحب دین ولولا ذلك لنصر خطأه ودافع عنه.[۱]

۱۰-امام المغازی محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی نظر میں

یونس بن بکیر رحمہ اللہ جو ائمہ صحاح کے رُوات میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق (متوفی ۱۵۰ھ) جب کوفہ آئے تو ہم لوگ اکثر ان سے ذکرِ غزوات سُنا کرتے تھے، اور وہ ان دنوں بسا اوقات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس ٹھہرتے تھے اور مسائل پیش آمدہ کا ان سے استفادہ کرتے تھے:

عن یونس بن بکیر یقول: قدم محمد بن إسحاق الکوفة فکنا نسمع عنه المغازی وربما زار أبا حنیفة فیما بین الأیام ویطیل المکث عنده ویهادیه فی مسائل تنوبه.[۲]

۱۱-امام ابنِ جریج رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ابنِ جریج رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے نعمان فقیہ کوفہ کے بارے میں یہ خبر ملی ہے کہ وہ بڑے پرہیزگار، اپنے دین اور علم کی حفاظت کرنے والے ہیں، اہلِ دُنیا آخرت والوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علم میں ان کی عجیب شان ہوگی:

قال ابن جریج: بلغنی عن النعمان فقیه أهل الکوفة انه شدید الورع صائن لدینه ولعلمه لا یؤثر أهل الدنیا علی أهل الآخرة وأحسبه سیکون له فی العلم شأن عجیب.[۳]

امام ابنِ جریج رحمہ اللہ کے سامنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر آیا تو انہوں نے لوگوں سے

---

(۱) أخبار أبی حنیفة وأصحابه، ذکر ما روی عن أعلام المسلمین وأئمتهم فی فضل أبی حنیفة ص۷۹

(۲) مناقب أبی حنیفة للموفق، ج۲ ص۳۳

(۳) أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ذکر الروایات فی ورع أبی حنیفة ص۴۴

فرمایا کہ چپ ہو جاؤ، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں، تین مرتبہ فرمایا:

ذكر أبو حنيفة عند ابن جريج فقال: اسكتوا إنه لفقيه إنه لفقيه إنه لفقيه.(۱)

۱۲- امام معمر رحمہ اللہ کی نظر میں

امام معمر رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ میں امام ابوحنیفہ سے بات کرسکتا ہو، یا اس کو قیاس اور نصوص کی وضاحت پر ان سے زیادہ قدرت ہو، اور اللہ کے دین میں کوئی شک کی بات داخل ہو اس کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے:

سمعنا معمرا يقول: ما أعرف رجلا يحسن يتكلم في الفقه أو يسعه أن يقيس ويشرح لمخلوق النجاة في الفقه أحسن معرفة من أبي حنيفة، ولا أشفق على نفسه من أن يدخل في دين الله شيئا من الشك من أبي حنيفة.(۲)

۱۳- امام ابوجعفر رازی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ابوجعفر رازی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ اور ان سے بڑھ کر پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا:

عبد الله بن أبي جعفر الرازي قال: سمعت أبي يقول: ما رأيت أحدا أفقه من أبي حنيفة وما رأيت أحدا أورع من أبي حنيفة.(۳)

۱۴- امام حسن بن عمارہ رحمہ اللہ کی نظر میں

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حسن بن عمارہ (متوفی ۱۵۳ھ) کو امام ابوحنیفہ کی سواری کی رکاب پکڑے ہوئے دیکھا، اور حسن بن عمارہ کا امام صاحب کو خطاب کرکے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے زیادہ بلیغ، غور و فکر کرنے والا اور حاضر جواب کسی کو

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۱۹۳

(۲،۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ذكر ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۳۹

نہیں پایا، بے شک آپ اپنے وقت کے تمام فقہاء کے سردار ہیں، اور یہ بات یقینی ہے، اور جن لوگوں نے آپ پر طعن کیا ہے وہ سراسر حسد کی وجہ سے کیا ہے:

رأيت الحسن بن عمارة آخذا بركاب أبي حنيفة وهو يقول: والله! ما أدركنا أحدا تكلم في الفقه أبلغ ولا أصبر، ولا أحضر جوابا منك، وإنك لسيد من تكلم في وقتك غير مادفع وما يتكلمون فيك إلا الحسد [۱]

۱۵- امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ کی نظر میں

امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان ابوحنیفہ کو واسطہ کر دیا مجھے امید ہے کہ اس کو کوئی خوف نہیں اور اس نے اپنی احتیاط میں کوئی کمی نہیں کی:

كان مسعر يقول: من جعل أبا حنيفة بينه وبين الله رجوت أن لا يخاف ولا يكون فرط في الاحتياط لنفسه. [۲]

امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ علم حدیث حاصل کیا تو وہ ہم پر غالب آ گئے، ہم نے ترکِ دنیا کو اپنایا تو وہ اس میں بھی فوقیت لے گئے، اس کے بعد ان کے ساتھ فقہ حاصل کی تو ان کا فقہی کمال تمہارے سامنے ہے:

قال: قال مسعر بن كدام: طلبت مع أبي حنيفة الحديث، فغلبنا وأخذنا في الزهد، فبرع علينا وطلبنا معه الفقه، فجاء منه ما ترون. [۳]

امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں صرف دو آدمیوں پر رشک کرتا ہوں، امام ابوحنیفہ پر ان کی فقہ میں اور حسن بن صالح پر ان کے زہد میں:

مسعر بن كدام يقول: ما أحسد أحدا بالكوفة إلا رجلين: أبو حنيفة في فقهه، والحسن بن صالح في زهده. [۴]

---

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۴۷

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۳۹

(۳) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۴۳

(۴) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة: ج ۱۳ ص ۳۳۹

۱۶- سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کی نظر میں

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۶ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، توانہوں نے فرمایا: مجھے ابوحنیفہ کے علم کثیر، خدمتِ خلق، اور علوم کی گہرائی کی خبریں ملی ہیں، کاش! آپ لوگ ان سے فائدہ اُٹھاتے:

عن سفيان بن عيينة قال: أتينا سعيد بن أبي عروبة فقال: قد أخبرت بأمر أبي حنيفة و كثرة علمه وفوائده وغزارة ما لديه فلو أصبتم منه.[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن ابی عروبہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا: ابومحمد! (یہ سفیان بن عیینہ کی کنیت ہے) میں نے ان جیسا علم نہیں دیکھا جو ہمارے پاس آپ کے شہر کوفہ سے ابوحنیفہ کی طرف سے آرہا ہے، میں بڑا مشتاق ہوں کہ اللہ اس علم کو جو ابوحنیفہ کے پاس ہے مؤمنین کے قلوب میں منتقل فرمادے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لئے فقہ کا عجیب دروازہ کھول دیا ہے، جیسے کہ وہ اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے ہوں:

عن سفيان بن عيينة قال: أتيت سعيد بن أبي عروبة فقال: يا أبا محمد! ما رأيت مثل هذا العلم الذي يأتينا من بلادك من أبي حنيفة لوددت أن الله تعالى أخرج العلم الذي معه إلى قلوب المؤمنين فلقد فتح الله لهذا الرجل من الفقه شيئا كأنه خلق له.[2]

۱۷- اِمام اوزاعی رحمہ اللہ کی نظر میں

اِمام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا تھے، لیکن جب حج کے موقع پر ان سے ملاقات ہوئی تو اس کے بعد فرمانے لگے: مجھے ابوحنیفہ پر، اور ان کے کثرتِ علم اور وفورِ عقل پر رشک آیا، میں اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرتا ہوں کہ میں ان کے متعلق کھلی غلطی پر تھا، تم ان کو لازم پکڑو، وہ اس کے بالکل برخلاف ہیں جو ان کے متعلق مجھے باتیں پہنچی تھیں:

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۳

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۲

لقيت الأوزاعي بعد ذلك فقال: غبطت الرجل بكثر علمه ووفور عقله واستغفر الله لقد كنت في غلط ظاهر الزم الرجل فإنه بخلاف ما بلغني عنه.(١)

۱۸- اِمام حارث بن مسلم رحمہ اللہ کی نظر میں

حارث بن مسلم رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ کا ایک دن ہمارے زمانے کے بعض علماء کی ساری زندگی سے بہتر ہے، اس لئے کہ ابوحنیفہ کا علم عام لوگوں کے نفع کے لئے ہے، اور دُوسروں کے علم سے لوگوں نے زیادہ نفع نہیں اُٹھایا:

عن الحارث بن مسلم قال: يوم من أبي حنيفة خير من عمر بعض علماء أهل زماننا وذلك أن علم أبي حنيفة نفع عامة الناس وعلم غيره لم ينتفع به كثير أحد.(٢)

۱۹- اِمام زُفر بن ہذیل رحمہ اللہ کی نظر میں

اِمام زُفر بن ہذیل رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں اِمام ابوحنیفہ کی خدمت میں بیس ۲۰ سال سے زیادہ رہا، میں نے ان سے بڑھ کر لوگوں کا خیرخواہ اور مہربان کسی کو نہیں دیکھا، انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کردیا تھا، سارا دن تو وہ علم میں مشغول رہتے تھے، مسائل اور نئے نئے پیش آمدہ استفتاء آتے اور وہ ان کا جواب دیتے، جب مسندِ درس سے اُٹھتے تو مریض کی تیمارداری، جنازے میں شریک ہونا، کسی فقیر کی غم خواری، یا کسی مسلمان بھائی سے ملاقات، یا اور کسی حاجت روائی کے لئے چل دیتے، جب رات ہوتی تو عبادت، تلاوتِ قرآنِ کریم اور نماز کے لئے تنہائی اختیار کرتے، موت تک ان کا یہی طریقہ رہا:

عن الإمام زفر قال: جالست أبا حنيفة أكثر من عشرين سنة فلم أر أحدا أنصح للناس منه ولا أشفق عليهم منه كان بذل نفسه لله تعالى

(١) یہ واقعہ مکمل تفصیل کے ساتھ دیکھئے: عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ١٩٢

(٢) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ٢٠٠

أما عامة النهار فهو مشتغل فى العلم وفى المسائل وتعليمها وفيما يسئل من النوازل وجواباتها وإذا قام من المجلس عاد مريضا أو شيع جنازة أو واسى فقيرا أو وصل أخا أو سعى فى حاجة فإذا كان الليل خلى للعبادة والصلاة وقراءة القرآن فكان هذا سبيله حتى توفى (۱)

۲۰-عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ کی نظر میں

عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۹ھ) فرماتے ہیں کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان حدِ فاصل امام ابوحنیفہ ہیں، جو ان سے محبت اور دوستی رکھتا ہے، ہم جان لیتے ہیں کہ یہ اہلِ سنت والجماعت میں سے ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بدعتی ہے:

بيننا وبين الناس أبو حنيفة فمن أحبه وتولاه علمنا أنه من أهل السنة ومن أبغضه علمنا أنه من أهل البدعة. (۲)

۲۱-امام داود طائی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام داود طائی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ) کے سامنے امام ابوحنیفہ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ایسا ستارہ ہے جس سے رات کو راستہ چلنے والا راستہ پاتا ہے، اور وہ علم ہے جس کو مومنین کے دلوں نے قبول کرلیا ہے:

ذكر أبو حنيفة بين يدي داود الطائى فقال: ذلك نجم يهتدى به السارى وعلم تقبله قلوب المؤمنين. (۳)

۲۲-امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ) امام ابوحنیفہ کے بارے میں حُسنِ ظن رکھتے تھے، ان پر بہت رحم کرتے تھے کیونکہ حاسدان کو بہت ستاتے تھے:

---

(۱) عقود الجمان فى مناقب الإمام أبى حنيفة النعمان: الباب العاشر ص ۲۰۸

(۲) عقود الجمان فى مناقب الإمام أبى حنيفة النعمان ص ۲۰۳

(۳) أخبار أبى حنيفة وأصحابه ذكر ما روى عن أعلام المسلمين وأئمتهم فى فضل أبى حنيفة ص ۸۳

شبابة بن سوار قال: شعبة حسن الرأی فی أبی حنیفة کثیر الترحم علیه.(۱)

۲۳-امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی نظر میں

محمد بن بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سفیان ثوری (متوفی۱۶۱ھ) اور امام ابوحنیفہ کے پاس آتا جاتا تھا، جب امام ابوحنیفہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ تو میں عرض کرتا کہ سفیان ثوری کے پاس سے، تو فرماتے: تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علقمہ اور اسود آجاتے تو ان کے علم کے محتاج ہوتے۔ پھر میں سفیان ثوری کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ تو میں عرض کرتا ابوحنیفہ کے پاس سے، تو وہ فرماتے: بلاشبہ آپ روئے زمین پر سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آئے ہو:

حدثنی محمد بن بشر، قال: کنت أختلف إلی أبی حنیفة، وإلی سفیان فآتی أبا حنیفة، فیقول لی: من أین جئت؛ فأقول: من عند سفیان فیقول: لقد جئت من عند رجل لو أن علقمة والأسود حضرا لاحتاجا إلی مثله فآتی سفیان، فیقول لی: من أین جئت؛ فأقول: من عند أبی حنیفة، فیقول: لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض.(۲)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوحنیفہ کی مخالفت کرے وہ اس بات کا محتاج ہے کہ ان سے اونچے درجے کا ہو، اور ان سے زیادہ علم والا ہو، لیکن اس کا پایا جانا بہت مستبعد ہے:

سمعت سفیان الثوری یقول: إن الذی یخالف أبا حنیفة یحتاج أن یکون أعلی منه قدرا وأوفر علما، وبعید ما یوجد ذلك.(۳)

۲۴-امام سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی نظر میں

سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۷ھ) نے فرمایا کہ لوگو! سنو میں مکہ مکرمہ میں ابوحنیفہ

---

(۱) مناقب الإمام أبی حنیفة وصاحبیه، ص۴۹

(۲) تاریخ بغداد، ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قیل فی فقه أبی حنیفة، ج ۱۳ ص ۳۴۴

(۳) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر، ص۱۹۵

کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ وہ جو چاہتے ہیں اس کے کہنے پر قادر ہیں، علم کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتے ہیں، اور جو چاہتے ہیں نکالتے ہیں، یہ فن ان کے لئے بہت آسان ہے:

عن الإمام سعيد بن عبد العزيز قال: أما إني كنت مع أبي حنيفة بمكة فرأيته يضع لسانه حيث شاء يغوص في غوامض العلم فيستخرج منه ما يريد ورأيت هذا الباب سهلا عليه.(۱)

۲۵- امام محمد بن میمون رحمہ اللہ کی نظر میں

محمد بن میمون رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ کے زمانے میں ان سے بڑھ کر نہ کوئی پرہیزگار تھا، نہ تارکِ دُنیا، نہ صاحبِ معرفت اور نہ فقیہ، خدا کی قسم! ان سے علم حاصل کرنے کے بدلے اگر مجھے ایک لاکھ اشرفیاں ملتیں تو مجھے کوئی خوشی نہ ہوتی:

محمد بن ميمون قال: لم يكن في زمن أبي حنيفة أعلم ولا أورع ولا أزهد ولا أعرف ولا أفقه منه وتالله! ما سرني بسماعي عنه مائة ألف دينار.(۲)

۲۶- امام حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۷) کوفہ کے جلیل القدر محدّث تھے، امام ذہبی نے انہیں "الإمام، القدوة الفقيه العابد" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

امام صاحب کے معاصر ہونے کے باوجود آپ سے حدیث وفقہ دونوں کا علم حاصل کیا ہے، آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

كَانَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ فَهِمًا عَالِمًا مُتَثَبِّتًا فِي عِلْمِهِ إِذَا صَحَّ عِنْدَهُ الْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْدُهُ إِلَى غَيْرِهِ (۳)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت عقل مند، عالم اور اپنے علم میں پختہ تھے،

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۸

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۳

(۳) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة، الحسن بن صالح بن حي، ص ۱۲۸

جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر آپ کسی اور طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ شَدِيدَ الْفَحْصِ عَنِ النَّاسِخِ مِنَ الْحَدِيثِ وَالْمَنْسُوخِ فَيَعْمَلُ بِالْحَدِيثِ إِذَا ثَبَتَ عِنْدَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ أَصْحَابِهِ وَكَانَ عَارِفًا بِحَدِيثِ أَهْلِ الْكُوفَةِ۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ حدیث ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں بہت شدت سے کام لیتے تھے، اور جب آپ کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی تو آپ اس پر ضرور عمل پیرا ہوتے تھے، نیز آپ اہلِ کوفہ کی احادیث کے عالم بھی تھے۔

۲۷- امام خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ کی نظر میں

خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ فقہ میں ایسے ہیں جیسے چکی میں کھونٹی (کہ چکی اس پر گھومتی ہے، ایسے ہی فقہاء کے اقوال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے گرد گھومتے ہیں) ان کی مثال اس ماہر کی طرح ہے جو کھرا کھوٹا سونا پرکھتا ہے:

عن خارجة بن مصعب قال: أبو حنيفة فى الفقهاء كقطب الرحى وكالجهبذ الذى ينقد الذهب۔ (۲)

۲۸- امام حازم مجتہد رحمہ اللہ کی نظر میں

امام حازم مجتہد رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۹ھ) فرماتے ہیں:

عن حازم المجتهد قال: كلمت أبا حنيفة فى باب الزهد والعبادة واليقين والتوكل والإجتهاد ففسر لى كل باب منها على حدة وميز من كل فن منها تمييزا ظاهرا ووجدته عالما بهذه الأبواب عاملا بها وكان

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ما روى عن أبي حنيفة فى الأصول التى بنى عليها مذهبه، ص ۲۵

(۲) عقود الجمان فى مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۳

إماما للفقهاء إماما للزهاد إماما للعباد إماما لأصحاب اليقين والتوكل والإجتهاد عارفا بهذه الأمور كلها [1]

ترجمہ:- میں نے ابوحنیفہ سے زُہد، عبادت، یقین، توکّل اور اجتہاد کے ابواب پر گفتگو کی، اللہ اکبر! انہوں نے ہر بات کی علیحدہ علیحدہ تفسیر کی اور ہر فن کو اچھی طرح دُوسرے سے بالکل جدا کرکے بیان کیا، میں نے ان کو ان ابواب کا عالم پایا، سبحان اللہ! وہ تو فقہاء، زُہاد، عباد، اَصحابِ یقین، اَصحابِ توکّل اور اَصحابِ اِجتہاد سب کے امام نکلے، ان سب اُمور کے عارفِ کامل تھے۔

۲۹- اِمام خدیج بن معاویہ رحمہ اللہ کی نظر میں

یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدیج بن معاویہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۱ھ) جب ابوحنیفہ کا تذکرہ کرتے تو بڑی تعظیم سے کرتے اور بڑی تعریف کرتے، میں نے عرض کیا: یہ کیا معاملہ ہے؟ جب آپ ابوحنیفہ کا ذکر کرتے ہیں تو بڑی تعظیم کرتے ہیں اور بڑی تعریف کرتے ہیں اور جب کسی اور کا ذکر کرتے ہیں تو کچھ نہیں؟ انہوں نے فرمایا: ابوحنیفہ کا مقام ان کے علم سے نفع اُٹھانے میں اور لوگوں کے مقام کی طرح نہیں، اس لئے ان کے تذکرے کے وقت خصوصیت کے ساتھ ان کی بزرگی اور مدح سرائی کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو ان کے حق میں دُعا کی رغبت ہو:

عن يحيى بن آدم قال: كان خديج ابن معاوية إذا ذكر أبا حنيفة عظمه ومدحه فقلت له: ما لك إذا ذكرت أبا حنيفة عظمته ومدحته وإذا ذكرت غيره لم تذكره بشيء؛ قال: لأن منزلته ليس منزلة غيره فيما انتفع الناس بعلمه فأخصه عند ذكره بذلك ليرغب الناس في الدعاء له. [2]

۳۰- اِمام زہیر بن معاویہ رحمہ اللہ کی نظر میں

عبداللہ بن عبدالرحمن یشکری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں زہیر بن معاویہ (متوفی ۱۷۳ھ) کی

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص۲۰۹

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص۲۰۷

خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا: کہاں سے تشریف لا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ابوحنیفہ کے پاس سے! فرمانے لگے: سبحان اللہ! آپ کا ان کی خدمت میں ایک دن بیٹھنا میرے پاس ایک مہینہ بیٹھنے سے بہتر ہے:

عن عبدالله بن أبي عبدالرحمن اليشكري قال: دخلت على زهير بن معاوية فقال: من أين أقبلت؟ قلت: من عند أبي حنيفة. فقال: سبحان الله! لمجالستك إياه يوما واحدا أنفع لك من مجالستي شهرا (١)

۳۱- امام نوح بن ابی مریم رحمہ اللہ کی نظر میں

ابوعصمہ نوح بن ابی مریم رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ فقہاء میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ صاحب علم میں نے کسی کو نہیں دیکھا:

عن أبي عصمة نوح بن أبي مريم قال: لم أر في الفقهاء أعلم من أبي حنيفة. (٢)

۳۲- امام قاسم بن معن رحمہ اللہ کی نظر میں

ایک شخص نے امام قاسم بن معن رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۵ھ) سے کہا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ کے غلاموں میں سے ہوں؟ امام قاسم بن معن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کی مجلس سے زیادہ کوئی مجلس نفع بخش نہیں، اور فرمایا کہ آؤ چلیں! جب وہ امام صاحب کے پاس آئے تو وہ شخص آپ سے چمٹ گیا اور فرمایا کہ اس جیسا شخص میں نے نہیں دیکھا، آپ پرہیزگار اور بڑے سخی تھے:

قيل للقاسم بن معن بن عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود: ترضى أن تكون من غلمان أبي حنيفة؛ قال: ما جلس الناس إلى أحد أنفع من مجالسة أبي حنيفة وقال له القاسم: تعال معي إليه؛ فجاء فلما جلس إليه لزمه. وقال: ما رأيت مثل هذا. وكان أبو حنيفة ورعا سخيا. (٣)

---

(١) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ٢٠٣

(٢) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ٢٠٣

(٣) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت مناقب أبي حنيفة، ج ١٣ ص ٣٣٨

۳۳-اِمام قاضی شریک رحمہ اللہ کی نظر میں

قاضی شریک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۷ھ) فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة طويل الصمت، كثير الفكر، دقيق النظر في الفقه لطيف الاستخراج في العلم والعمل والبحث، وكان يصبر على من يعلمه وإن كان الطالب فقيرا أغناه وأجرى عليه وعلى عياله حتى يتعلم، فإذا تعلم قال له: قد وصلت إلى الغنى الأكبر بمعرفة الحلال والحرام.[1]

ترجمہ:- ابوحنیفہ طویل خاموشی، کثیر التفکر، فقہ میں خوب گہرائی کے ساتھ غور وفکر کرنے والے تھے، علم وعمل اور بحث ومباحثہ میں نہایت باریک بین تھے، طلبہ کے ساتھ بہت صبر کرتے تھے، اگر طالب علم محتاج ہوتا تو اس کو مال دار بنادیتے، زمانۂ طالب علمی تک اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لئے وظیفہ جاری کردیتے، جب وہ علم حاصل کرلیتا تو فرماتے: اب تم حلال اور حرام کو جان کر بڑی مال داری (غنائے اکبر) تک پہنچ گئے ہو۔

۳۴-اِمام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ فقیہ تھے، فقہ میں مشہور تھے، پرہیزگاری میں معروف تھے، بڑے مال دار تھے، جو ان کے پاس جاتا اس پر فضل فرماتے، ان کی بڑی شہرت تھی، رات دن علومِ دینیہ کی تعلیم پر صبر کرنے والے تھے، اکثر خاموش رہتے تھے، کم بولتے، البتہ جب کوئی مسئلہ حلال اور حرام کا آجاتا تو بہت اچھی طرح حق پر دلائل قائم فرماتے، بادشاہوں سے دُور بھاگنے والے تھے:

الفضيل بن عياض يقول: كان أبو حنيفة رجلا فقيها معروفا بالفقه، مشهورا بالورع واسع المال، معروفا بالإفضال على كل من يطيف به صبورا على تعليم العلم بالليل والنهار، حسن الليل كثير الصمت

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه ذكر ما روي في سماحة أبي حنيفة وسخاءه، ص ۵۹

قلیل الکلام حتی ترد مسألة فی حلال أو حرام فکان یحسن أن یدل علی الحق هاربا من مال السلطان.[۱]

۳۵-امام مالک رحمہ اللہ کی نظر میں

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: جی ہاں! میں نے ان کو ایسا پایا کہ اگر وہ اس ستون کے متعلق تم سے دعویٰ کرے کہ یہ سونے کا ہے تو اس کو دلائل سے ثابت کر دے:

أخبرنا أحمد بن الصباح قال: سمعت الشافعي محمد بن إدريس قال: قيل لمالك بن أنس: هل رأيت أبا حنيفة؟ قال: نعم، رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته.[۲]

۳۶-امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی نظر میں

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ سب لوگوں سے بڑھ کر فقیہ تھے، میں نے فقہ میں ان کے مثل کسی کو نہیں دیکھا:

وأما أفقه الناس فأبو حنيفة. ثم قال: ما رأيت في الفقه مثله.[۳]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابن المبارك يقول: إن كان أحد ينبغي له أن يقول برأيه فأبو حنيفة ينبغي له أن يقول برأيه.[۴]

ترجمہ:-اگر کسی کو اپنی رائے سے دین کی بابت کچھ کہنا مناسب ہوتا تو ابوحنیفہ اس مرتبے کے ہیں کہ ان کو اپنی رائے سے کہنا مناسب ہونا چاہیے تھا۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۰

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۳۸

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۲

(۴) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۳

لو لا أن الله أغاثني بأبي حنيفة وسفيان لكنت كسائر الناس.[1]

ترجمہ:-اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ حدیث بیان کر رہے تھے فرمانے لگے: "حدثني نعمان بن ثابت" نعمان بن ثابت نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے، کسی نے عرض کیا: اے ابوعبدالرحمٰن (یہ عبداللہ بن مبارک کی کنیت ہے) آپ کس کو مراد لے رہے ہیں؟ تو فرمایا: ابو حنیفہ کو جو علم کا مخزن ہیں! یہ سن کر بعض لوگوں نے حدیث لکھنا بند کر دیا، تو عبداللہ بن مبارک تھوڑی دیر خاموش رہے، اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! آپ لوگ کتنے بے ادب ہو، ائمہ کرام کے مراتب سے کس قدر ناواقف، علم اور اہلِ علم سے آپ لوگوں کی معرفت کتنی کم ہے، کوئی بھی امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر اقتدا کے لائق نہیں، اس لئے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، صاف و بے داغ تھے، پرہیزگار تھے، عالم تھے، فقیہ تھے، انہوں نے علم کو بصیرت، فہم و فراست اور تقویٰ کے ذریعے اس طرح کھول کر بیان کیا جیسا کسی اور نہیں کیا، اس کے بعد قسم کھائی کہ (اس بے ادبی کی وجہ سے) میں ایک مہینے تک تمہیں سبق نہیں پڑھاؤں گا:

كان عبدالله ابن المبارك يوما جالسا يحدث الناس فقال حدثني النعمان بن ثابت، فقال بعضهم: من يعني أبو عبد الرحمن، فقال: أعني أبا حنيفة مخ العلم! فأمسك بعضهم عن الكتابة. فسكت ابن المبارك هنيهة ثم قال: أيها الناس ما أسوأ أدبكم. وما أجهلكم بالأئمة، وما أقل معرفتكم بالعلم وأهله ليس أحد أحق أن يقتدى به من أبي حنيفة لأنه كان إماما تقيا نقيا ورعا عالما فقيها. كشف العلم كشفا لم يكشفه أحد ببصر وفهم وفطنة وتقى ثم حلف أن لا يحدثهم شهرا.[2]

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص۱۸۸

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص۱۸۹

۳۷-امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ابو یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں میں امام ابوحنیفہ کے لئے اپنے والدین سے پہلے دُعا کرتا ہوں:

إبراهيم بن مسلمة الطيالسي قال: سمعت أبا يوسف يقول: إني لأدعو لأبي حنيفة قبل أبوي.[1]

یحیٰ بن اکثم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کا جواب دیتے اور فرماتے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے، جو شخص امام ابوحنیفہ کو اپنے اور اللہ کے درمیان کر دے گا وہ اپنے دین میں مخلص ہو جائے گا:

يحيى بن أكثم قال: كان أبو يوسف إذا سئل عن مسألة أجاب فيها وقال هذا قول أبي حنيفة ومن جعله بينه وبين ربه فقد استبرأ لدينه.[2]

۳۸-امام یزید بن زریع رحمہ اللہ کی نظر میں

امام یزید بن زریع رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) کے سامنے جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر مبارک ہوتا تو فرماتے کہ تیز رفتار سواریاں ان کے فتاویٰ کو بہت دُور تک لے اڑیں:

كان يزيد بن زريع يقول: وذكر أبوحنيفة هيهات طارت بفتياه المغال الشهب.[3]

۳۹-امام عبدالعزیز بن ابی سلمہ رحمہ اللہ کی نظر میں

عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۴ھ) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو ہم نے ان سے مسائل کے سلسلے میں گفتگو کی، وہ بہترین دلیلوں سے استدلال کرتے تھے، ان پر کوئی عیب نہیں، ہم سب رائے وقیاس سے بحث کرتے اور آپ اس کی دلیل دیتے تھے:

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۰

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۳

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۷

عن عبدالعزیز بن أبی سلمة الماجشون قال: قدم أبو حنیفة المدینة فکلمناہ فی مسائله فکان یحتج بحجج حسان فلا عیب علیه فی ذلك کلنا تکلم بالرأی واحتج له۔ [1]

۴۰- امام عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ کی نظر میں

سلیمان شاذکونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) نے مجھ سے کہا کہ ہرگز ہرگز ابوحنیفہ کے بارے میں کوئی بری بات مت کہنا، اور جو کوئی ان کے بارے میں کوئی بری بات کہہ رہا ہو، ہرگز ہرگز اس کی تصدیق مت کرنا، اس لئے کہ اللہ کی قسم! میں نے ان سے افضل اور ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا:

عن سلیمان الشاذکونی قال: قال لی عیسی بن یونس: لا تتکلمن فی أبی حنیفة بسوء ولا تصدقن أحدا یسیئ القول فیه واللہ ما رأیت أفضل منه ولا أفقه منه۔ [2]

۴۱- امام یوسف بن خالد سمتی رحمہ اللہ کی نظر میں

یوسف بن خالد رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ ہم عثمان بتی رحمہ اللہ کے پاس بصرہ میں بیٹھا کرتے تھے، جب کوفہ آئے تو ابوحنیفہ کے پاس بیٹھنے لگے، بھلا کہاں سمندر اور کہاں چھوٹی سی نہر! کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ان کا ذکر کرتا اور کہتا کہ میں نے ان جیسا دیکھا ہے، ان کو علم میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی، ان پر لوگ بہت حسد کرتے تھے:

یوسف بن خالد السمتی یقول: کنا نجالس عثمان البتی بالبصرة فلما قدمنا الکوفة جالسنا أبا حنیفة فأین البحر من السواقی فلا یقول أحد یذکرہ إنه رأی مثله ما کان علیه فی العلم کلفة وکان محسودا۔ [3]

---

(۱) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر ص ۲۰۷

(۲) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر ص ۱۹۷

(۳) أخبار أبی حنیفة وأصحابه ذکر ما روی فی محنة أبی حنیفة بحسد الناس علیه ص ۹۳

۴۲-امام فضل بن موسیٰ سینانی رحمہ اللہ کی نظر میں

فضل بن موسیٰ سینانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۲ھ) سے پوچھا گیا کہ جو لوگ ابوحنیفہ کی برائی اور غیبت میں لگے رہتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ وہ علم لائے جس کو یہ لوگ جانتے ہیں اور وہ علم بھی لائے جس کو یہ لوگ نہیں جانتے ہیں، اور نہیں چھوڑا ان کے لئے کچھ بھی، پس لوگ ان سے حسد کرنے لگے:

حاتم بن آدم قال: قلت للفضل بن موسى السيناني: ما تقول في هؤلاء الذين يقعون في أبي حنيفة؛ قال: إن أبا حنيفة جاءهم بما يعقلونه وبما لا يعقلونه من العلم ولم يترك لهم شيئا فحسدوه.[1]

۴۳-امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ کی نظر میں

امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا:

مليح بن وكيع يقول: سمعت أبي يقول: ما لقيت أحدا أفقه من أبي حنيفة، ولا أحسن صلاة منه.[2]

۴۴-امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا کہ کسی کو نہیں دیکھا:

ابن عيينة يقول: ما مقلت عيني مثل أبي حنيفة.[3]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة، الفضل بن موسى السيناني، ص ۱۳۶

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۵

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، مناقب أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۳۶

من أراد المغازی فالمدینة ومن أراد المناسك فمكة ومن أراد الفقه فالكوفة ويلزم أصحاب أبي حنيفة.[1]

ترجمہ:- جو شخص علم مغازی جاننا چاہے وہ مدینہ منورہ کا رُخ کرے، جو مناسک حج سیکھنا چاہے وہ مکہ مکرمہ کی راہ لے، اور جو علم فقہ پسند کرے اسے کوفہ جانا چاہئے اور اصحاب ابی حنیفہ کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھنا چاہئے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء چار ہیں:

العلماء أربعة ابن عباس فی زمانه والشعبی فی زمانه وأبو حنيفة فی زمانه والثوری فی زمانه.[2]

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عباس، امام شعبی، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانے میں امام ہے۔

۴۵- امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کی نظر میں

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کی تکذیب نہیں کرسکتے کہ ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر ہم نے سنا:

يحيى بن معين يقول: سمعت يحيى القطان يقول: لا نكذب الله ربما أخذ بالشيء من رأى أبي حنيفة.[3]

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ علامہ یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے:

يحيى القطان يفتي بقول أبي حنيفة.[4]

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کس قدر اچھی باتیں ہیں جو ابوحنیفہ نے فرمائی ہیں:

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ماروی عن أعلام المسلمين وأئمتهم فی فضل أبي حنيفة، ص ۸۲

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ماروی عن أعلام المسلمين وأئمتهم فی فضل أبي حنيفة، ص ۸۳

(۳) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ماقيل فی فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۵

(۴) تذكرة الحفاظ: ترجمة: وكيع بن الجراح بن مليح، ج ص ۲۲۳

یحیی بن سعید یقول: کم من شیء حسن قد قاله أبو حنیفة.[1]

۴۶-امام حفص بن عبدالرحمٰن بلخی رحمہ اللہ کی نظر میں

حفص بن عبدالرحمٰن بلخی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹ھ) فرماتے ہیں: میں نے ہر قسم کے علماء، فقہاء، زہاد اور اہلِ ورع کی صحبت میں رہا، لیکن ان تمام اوصاف کا مجموعہ سوائے ابوحنیفہ کے کوئی نہیں دیکھا:

قال حفص بن عبدالرحمن: جالست أنواع الناس من العلماء والفقهاء والزهاد وأهل الورع منهم فلم أر أحدا فيهم أجمع لهذه الخصال من أبي حنيفة.[2]

۴۷-امام ابوضمرہ رحمہ اللہ کی نظر میں

حسن بن بہلول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوضمرہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۰ھ) سے متعدد ابوحنیفہ کا تذکرہ بڑی اچھائی سے کررہے تھے، بڑا تعجب ہے کہ ایسے مشغلے کے ساتھ ایسی عبادت کس طرح ہوتی تھی؟

عن الحسن بن بهلول قال: سمعت أبا ضمرة يذكر أبا حنيفة بالجميل ويقول العجب منه كيف تهيأ له العبادة مع شغله ذلك.[3]

۴۸-امام ابویحییٰ حمانی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ابویحییٰ حمانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ کے ہم عصروں میں سے جس کا بھی ابوحنیفہ سے کسی خیر میں مقابلہ کیا تو ابوحنیفہ کو اس سے افضل پایا، میں کبھی کسی بزرگ سے نہیں ملا جو ابوحنیفہ سے زیادہ افضل، پرہیزگار اور فقہ کا جاننے والا ہو:

ما ضممت أبا حنيفة إلى أحد من أهل زمانه ممن لقيتهم وممن لم ألقهم في كل باب من أبواب الخير إلا رأيت لأبي حنيفة الفضل عليهم

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج: ۱۳، ص ۳۴۵

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق، ج ۱، ص ۲۵

(۳) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۷

وما لقیت أحدا قط أفضل منه ولا أروع منه ولا أفقه منه.(۱)

۴۹- امام شافعی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں ماہر ہونا چاہے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہوگا:

من أراد أن یتبحر فی الفقه فهو عیال علی أبی حنیفة.(۲)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں:

الناس عیال علی أبی حنیفة فی الفقه.(۳)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص نے ابو حنیفہ کی کتابوں کو نہیں دیکھا، وہ نہ علم میں ماہر ہو سکتا ہے اور نہ فقیہ ہو سکتا ہے:

من لم ینظر فی کتب أبی حنیفة لم یتبحر فی العلم ولا یتفقه.(۴)

۵۰- امام نضر بن شمیل رحمہ اللہ کی نظر میں

امام نضر بن شمیل رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ سے غفلت میں تھے، ابو حنیفہ نے اس کا دروازہ کھول کر لوگوں کو نیند سے بیدار کر دیا، انہوں نے فقہ کو واضح اور منقح کیا:

وعن النضر بن شمیل قال: کان الناس نیاما عن الفقه حتی أیقظهم أبو حنیفة بما فتقه وبینه ولخصه.(۵)

۵۱- امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کی نظر میں

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) سے پوچھا گیا کہ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری میں سے کون بڑا فقیہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: سفیان ثوری حفظِ حدیث میں بڑھے ہوئے ہیں اور امام ابو حنیفہ فقہ میں:

---

(۱) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر، ص ۱۹۶

(۲، ۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قیل فی فقه أبی حنیفة، ج ۱۳ ص ۳۴۶

(۴) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر، ص ۱۸۷

(۵) تهذیب الأسماء واللغات: حرف الحاء، أبو حنیفة الإمام، ج ۲ ص ۲۱۶

سئل یزید بن هارون: أیما أفقه أبو حنیفة أو سفیان؟ قال سفیان أحفظ للحدیث، وأبو حنیفة أفقه۔ [1]

تمیم بن منتصر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں یزید بن ہارون کی خدمت میں تھا، ابوحنیفہ کا ذکر آیا تو ایک شخص نے امام صاحب کی شان میں گستاخی کی، یزید بن ہارون بڑی دیر تک گردن جھکائے رہے، لوگوں نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے، کچھ فرمایئے! فرمانے لگے: امام ابوحنیفہ متقی تھے، جو عیب ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ ان سب سے پاک تھے، اپنے وقت میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، ان کے ہم عصروں میں سے جس کو بھی میں نے پایا سب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا:

حدثنا تمیم بن المنتصر قال: کنت عند یزید بن هارون فذکر أبو حنیفة فنال إنسان منه فأطرق طویلا قالوا رحمك الله حدثنا فقال: کان أبو حنیفة تقیا نقیا زاهدا عالما صدوق اللسان أحفظ أهل زمانه سمعت کل من أدرکته من أهل زمانه یقول إنه ما رأی أفقه منه۔ [2]

۵۲-ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ کی نظر میں

ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۱ھ) فرماتے ہیں:

عن أبي سلیمان الجوزجاني قال: کان أبو حنیفة سهل الله تعالیٰ له هذا الشأن یعني الفقه وتبین له وکان یتکلم أصحابه في مسألة من المسائل ویکثر کلامهم وترتفع أصواتهم ویأخذون في کل فن وأبو حنیفة ساکت فإذا أخذ أبو حنیفة في شرح ما کانوا فیه سکتوا کأن لیس في المجلس أحد وفیهم الرتوت من أهل الفقه والمعرفة وکان یتکلم أبو حنیفة یوما وهم سکوت فلما فرغ أبو حنیفة من کلامه قال واحد منهم سبحان من أنصت الجمیع لك قال أبو سلیمان: کان أبو

(۱) تاریخ بغداد، ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قیل في فقه أبي حنیفة، ج ۱۳ ص ۳۴۲

(۲) أخبار أبي حنیفة وأصحابه ذکر ما روي في زهده، ص ۳۸

حنیفة عجبا من العجب وإنما رغب عن كلامه من لم يقرأ عليه.[1]

ترجمہ:- ابوحنیفہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فقہ کو اور واضح کر دیا تھا، ان کا طریقہ یہ تھا کہ ان کے اصحاب کسی مسئلے میں گفتگو شروع کرتے، بات بڑھ جاتی، آواز بلند ہو جاتی تھی، ہر پہلو پر بحث کرتے تھے، اور ابوحنیفہ خاموشی سے سنتے رہتے، پھر جب ابوحنیفہ اس کی شرح شروع کرتے تو تمام شاگرد ایسے خاموش ہو جاتے گویا مجلس میں کوئی ہے ہی نہیں، حالانکہ ان میں فقہ اور علم کے پہاڑ موجود ہوتے ہیں، صرف ابوحنیفہ بولتے، پھر جب وہ خاموش ہوتے، تو ان میں بعض شاگرد بول اُٹھتے: پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کے لئے ہم سب کو خاموش کر دیا! ابوسلیمان جوزجانی نے فرمایا: ابوحنیفہ عجیب دوراں میں سے تھے، ان کے کلام سے وہی آدمی منہ پھیر سکتا ہے جو ناواقف ہو یا اس کی سمجھ نہ رکھتا ہو۔

۵۳- امام ابو عاصم رحمہ اللہ کی نظر میں

نصر بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو عاصم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) سے کہا: آپ کے نزدیک ابوحنیفہ بڑے فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ تو انہوں نے فرمایا: ابوحنیفہ میرے نزدیک ابن جریج سے بھی زیادہ فقیہ ہیں، ان سے زیادہ فقہ پر قادر شخص میری آنکھوں نے نہیں دیکھا:

عن نصر بن علي قال: قلت لأبي عاصم: أبو حنيفة عندك أفقه أم سفيان؛ قال: هو والله! عندي أفقه من ابن جريج ما رأت عيني رجلا أشد اقتدارا منه على الفقه.[2]

۵۴- امام عبداللہ بن داود خریبی رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن داود الخریبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کے لئے دُعا کریں، اس کے بعد انہوں نے امام صاحب کی

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۵

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۶

سنن اور فقہ کی حفاظت کا تذکرہ کیا:

سمعت عبداللہ بن داود الخریبی یقول: یجب علی أھل الإسلام أن یدعوا اللہ لأبی حنیفۃ فی صلاتھم قال: وذکر حفظہ علیھم السنن والفقہ۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن داود الخریبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں دو طرح کے ہیں، حاسد، جاہل، میرے نزدیک جاہل حاسد سے اچھی حالت میں ہے:

سمعت ابن داود یقول: الناس فی أبی حنیفۃ حاسد وجاھل وأحسنھم عندی حالا الجاھل۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن داود الخریبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ اندھے پن اور جہالت سے نکل جائے اور یہ کہ فقہ کی حلاوت اس کو میسّر ہو تو اسے چاہئے کہ ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے:

عبداللہ بن داود قال: من أراد أن یخرج من ذل العمی والجھل ویجد لذۃ الفقہ فلینظر فی کتب أبی حنیفۃ۔ (۳)

۵۵-امام شدّاد بن حکیم رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت شدّاد بن حکیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا:

شداد بن حکیم یقول: ما رأیت أعلم من أبی حنیفۃ۔ (۴)

۵۶-امام عبداللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) جب امام ابوحنیفہ سے مروی روایت

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت ما قیل فی فقہ أبی حنیفۃ، ج ۱۳ ص ۳۴۴

(۲) تھذیب الکمال فی أسماء الرجال: ترجمۃ: النعمان بن ثابت التیمی ج ۲۹ ص ۴۳۱

(۳) أخبار أبی حنیفۃ وأصحابہ: ذکر ما روی عن أعلام المسلمین وأئمتھم فی فضل أبی حنیفۃ، ص ۸۵

(۴) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت ما قیل فی فقہ أبی حنیفۃ، ج ۱۳ ص ۳۴۴

بیان کرتے تو فرماتے کہ علم کے بادشاہوں کے بادشاہ نے روایت بیان کی ہے:

حدثنا أبو عبدالرحمن المقرى وكان إذا حدثنا عن أبي حنيفة قال: حدثنا شاهنشاه.(۱)

۵۷-امام خلف بن ایوب رحمہ اللہ کی نظر میں

خلف بن ایوب رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ علم اللہ جل جلالہ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا گیا، پھر ان کے پاس سے صحابہ کی طرف منتقل ہوا، پھر صحابہ سے تابعین کی طرف، پھر تابعین سے ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کی طرف چلا گیا، اب جس کا جی چاہے راضی ہو جس کا جی چاہے ناراض ہو:

محمد بن سلمة يقول: قال خلف بن أيوب: صار العلم من الله تعالى إلى محمد صلى الله عليه وسلم ثم صار إلى أصحابه، ثم صار إلى التابعين، ثم صار إلى أبي حنيفة وأصحابه فمن شاء فليرض، ومن شاء فليسخط.(۲)

۵۸-امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کی نظر میں

امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ حضرت مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) کہ جن سے صحیح بخاری میں گیارہ (۱۱) ثلاثی روایات مروی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے:

مكي بن إبراهيم ذكر أبا حنيفة فقال: كان أعلم أهل زمانه.(۳)

۵۹-امام ابوخزیمہ رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ابوخزیمہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۷ھ) کے سامنے جب امام ابوحنیفہ کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے بہترین فاضل آدمی کا تذکرہ کیا:

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۴

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، مناقب أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۳۶

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۵

عن عمر بن محمد قال: سمعت أبا خزيمة وذكر عنده أبو حنيفة فقال ذكرتم رجلا خيرا فاضلا.[1]

۶۰- امام فضل بن دکین رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۹ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ مسائل میں غوطہ لگانے والے تھے:

قال: كان أبو حنيفة صاحب غوص في المسائل.[2]

۶۱- امام حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا کہ اگر تم پرہیزگاری چاہتے ہو تو سفیان ثوری کو لازم پکڑو، اور اگر باریک ترین مسائل پر مطلع ہونا چاہتے ہو تو امام ابوحنیفہ کو لازم پکڑو:

إذا أردت الورع فسفيان وإذا أردت تلك الدقائق فأبو حنيفة.[3]

۶۲- امام عبید اللہ بن محمد المعروف بابنِ عائشہ رحمہ اللہ کی نظر میں

جلیل القدر محدث امام احمد بن حنبل، امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کے اُستاذ جن کے متعلق امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حافظ الحدیث اور انساب عرب کے عالم تھے:

كان حافظا عالما بأنساب العرب.[4]

امام ابن عائشہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) کے شاگرد فرماتے ہیں کہ ہم ان کی مجلس درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی، اس پر مجلس میں سے کسی شخص نے کہہ دیا کہ ہمیں ان کی حدیث نہیں چاہئے، امام ابنِ عائشہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

أما إنكم لو رأيتموه لأردتموه وما أعرف لَهُ ولكم مثلا إلا ما قَالَ الشَّاعِر:

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۶

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۴

(۳) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۳

(۴) تهذيب التهذيب: حرف العين، ترجمة: عبيد الله بن محمد بن حفص، ج ۷ ص ۴۵

أقلوا عليه ويحكم لا أبا لكم

من اللوم أو سدوا المكان الذی سدا [1]

ترجمہ: تم لوگوں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا نہیں ہے، اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو ضرور ان کو چاہنے لگتے، تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

تمہارے لئے برا ہو، اور تمہارے والدین مرجائیں، اس پر ملامت کرنا کم کرو،

یا اس جگہ کو پُر کرو جس کو اس نے پُر کیا تھا۔

یعنی وہ کام کر کے دکھاؤ جو امام اعظم رحمہ اللہ نے کیا تھا۔

۶۳- امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی نظر میں

فنِ اسماء الرجال کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ فقہاء چار ہیں: امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام مالک، امام اوزاعی رحمہم اللہ:

سمعنا يحيى بن معين يقول: الفقهاء أربعة أبو حنيفة وسفيان ومالك والأوزاعي. [2]

علامہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک معتبر و پسندیدہ قراءت حمزہ کی قراءت ہے، اور فقہ ابوحنیفہ کی ہے، میں نے لوگوں کو اس پر پایا ہے:

يحيى بن معين يقول: القراءة عندي قراءة حمزة والفقه فقه أبي حنيفة على هذا أدركت الناس. [3]

۶۴- امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: أَبُو حَنِيفَةَ رَوَى عَنْهُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ

(۱) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، باب من ذكر من وفور عقل أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۶۵

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۷

(۳) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۶

وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَهُشَيْمٌ وَوَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ لَا بَأْسَ بِهِ. [۱]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشیم بن بشیر، وکیع بن جراح اور عباد بن عوام رحمہم اللہ جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے، اور امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں اور ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۶۵- امام ابوشیبہ رحمہ اللہ کی نظر میں

عثمان بن شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابوشیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ مسجد میں اس جگہ بیٹھے اور کچھ انہوں نے فرمایا، بعض لوگوں نے کہا: ان کو چھوڑ دو ہم نہیں سمجھتے کہ ان کی بات پل پار جاسکے گی، میرے والد ابوشیبہ نے فرمایا کہ چند ہی دن گزرے تھے کہ ان کا کلام سننے کے لیے لوگ اطراف واکناف سے آنے لگے:

عن عثمان بن أبي شيبة قال: سمعت أبي يقول: جلس أبو حنيفة ههنا في المسجد فتكلم بما تكلم به فقال بعضهم: دعوه فما نرى أن كلامه يجاوز الجسر قال أبي: فما أتت عليه الأيام والليالي إلا قليلا حتى ضرب إليه من الآفاق. [۲]

۶۶- امام ابراہیم بن ابومعاویہ رحمہ اللہ کی نظر میں

ابراہیم بن معاویہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ انصاف کی تعریف کرتے تھے اور انصاف ہی کی بات کہتے تھے، انہوں نے لوگوں کے لئے علم کا راستہ اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا اور لوگوں کے سامنے علم کی شرح کردی، علم کی مشکلات کو واضح کردیا، کون ہے جو علم میں ان کے مقام تک پہنچا؟ علم سے ایسی ہدایت کسی کو نہ ملی جیسی ان کو ملی، ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اور ان کا احسان ہم سب پر ہے:

كان أبو حنيفة يصف العدل ويقول به ويبين للناس سبل العلم

---

(۱) جامع بيان العلم وفضله: باب ما جاء في ذم القول في دين الله تعالى بالرأي، ج ۲ ص ۱۰۸۲

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۸

وطرقه وشرح لهم معانيه وأوضح لهم مشكلاته فمن بلغ في العلم مبلغه أو من يهتدي به مثل ما اهتدى عظمت منة الله عليه ومنته علينا۔(۱)

۶۷- امام اسد بن حکیم رحمہ اللہ کی نظر میں

اسد بن حکیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی بدگوئی صرف جاہل، یا بدعتی ہی کرسکتا ہے:

عن أسد بن حكيم قال: لا يقع في أبي حنيفة إلا جاهل أو مبتدع۔(۲)

۶۸- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ابوبکر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) سے سنا وہ فرما رہے تھے: ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قرآن مخلوق ہے، میں نے کہا: الحمد للہ! اے ابوعبد اللہ (یہ امام احمد بن حنبل کی کنیت تھی) کیا وہ علم کے اُونچے مقام پر تھے؟ تو اس پر امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: سبحان اللہ! وہ علم، پرہیزگاری، دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت کو ترجیح دینے میں ایسے مقام پر تھے کہ ان کے اس مقام پر کوئی نہیں پہنچ سکتا:

ثنا أبو بكر المروزي، سمعت أبا عبد الله أحمد بن حنبل، يقول: لم يصح عندنا أن أبا حنيفة، قال: القرآن مخلوق، فقلت: الحمد لله يا أبا عبد الله، هو من العلم بمنزلة؛ فقال: سبحان الله! هو من العلم والورع والزهد وإيثار الدار الآخرة بمحل لا يدركه فيه أحد۔(۳)

۶۹- امام محمد بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی نظر میں

امام محمد بن عبد العزیز رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ ہم ائمہ میں سے کسی بھی امام کو ایسا نہیں پاتے جو اہلِ اسلام کے اُمور کو اتنی عظمت دیتا ہو جتنی امام ابوحنیفہ دیتے ہیں:

(۱، ۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان، الباب العاشر، ص ۲۰۵

(۳) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص ۴۳

عن محمد بن عبد العزیز قال: لم نجد أحدا فی الأئمة یعظم أمور أهل الشهادة ما کان یعظمه أبو حنیفة۔ (۱)

۷۰-امام یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ کی نظر میں

یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ، علم وعمل، جود وسخا اور قرآنی اخلاق سے مزین فرمایا ہے:

أبو حنیفة زینه الله بالفقه والعلم والعمل والسخاء والبذل وأخلاق القرآن التی کانت فیه۔ (۲)

۷۱-امام احمد بن عبد اللہ العجلی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام عجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) تیسری صدی کے عظیم محدث گزرے ہیں، انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحدیث" ہے، اس کتاب میں انہوں نے ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام صاحب کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ (۳)

۷۲-صاحب السنن امام ابوداود رحمہ اللہ کی نظر میں

صاحب السنن امام ابوداود رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحم کرے وہ امام تھے:

رحم الله أبا حنیفة کان إماما۔ (۴)

۷۳-امام محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشا بوری رحمہ اللہ کی نظر میں

امام حاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) کی شخصیت علم حدیث میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، "المستدرک علی الصحیحین" اور "معرفة علوم الحدیث" کے مصنف ہیں، موصوف نے اپنی

---

(۱) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۹

(۲) أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ذکر ما روی فی سماحة أبی حنیفة وسخائه، ص ۵۹

(۳) معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحدیث: ج ۲ ص ۳۱۴، رقم الترجمة: ۱۸۵۳

(۴) الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، باب قول أبی داؤد السجستانی فیه، ص ۳۲

موخر الذکر کتاب کی اُنچاس ۴۹ نمبر نوع میں جس کا عنوان ہے:

هٰذَا النَّوْعُ مِنْ هٰذِهِ الْعُلُوْمِ مَعْرِفَةُ الْأَئِمَّةِ الثِّقَاتِ الْمَشْهُوْرِيْنَ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَأَتْبَاعِهِمْ مِمَّنْ يُجْمَعُ حَدِيْثُهُمْ لِلْحِفْظِ وَالْمُذَاكَرَةِ وَالتَّبَرُّكِ بِهِمْ، وَبِذِكْرِهِمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْغَرْبِ۔ (۱)

ترجمہ:- تابعین اور اتباع تابعین میں سے ان ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث کی معرفت کہ جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں، اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کی شہرت مشرق سے مغرب تک ہے۔

اس نوع میں انہوں نے تمام مشہور بلادِ اسلامیہ کے ائمہ ثقات کے نام ذکر کئے ہیں، اور کوفہ کے ائمہ حدیث کی فہرست میں امام ابو حنیفہ کے اسمِ گرامی کا بھی نمایاں ذکر کیا ہے۔

موصوف نے اس کتاب کی چوالیسویں ۴۴ نمبر نوع میں جس کا عنوان ہے:

ذِكْرُ النَّوْعِ الرَّابِعِ وَالْأَرْبَعِيْنَ مِنْ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ هٰذَا النَّوْعُ مِنْ هٰذِهِ الْعُلُوْمِ مَعْرِفَةُ أَعْمَارِ الْمُحَدِّثِيْنَ مِنْ وِلَادَتِهِمْ إِلَى وَقْتِ وَفَاتِهِمْ۔ (۲)

محدثین کی ولادت سے لے کر وفات تک ان کی عمروں کی معرفت۔

اس نوع میں انہوں نے مشہور محدثین کی سنِ ولادت اور سنِ وفات نقل کی ہے، چنانچہ اس نوع میں مشہور محدثین کے ساتھ امام صاحب کا بھی سنِ ولادت اور سنِ وفات ذکر کر کے واضح الفاظ میں آپ کے محدث ہونے کی تصریح کی ہے۔

نیز انہوں نے سترہ ۱۷ نمبر نوع کے ذیل میں صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین میں سے مشہور محدثین کی اولاد کا ذکر کیا ہے، اس مقام پر آپ کی اولاد کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ آپ کے محدث ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (۳)

۴۷- علامہ ابنِ ندیم کی نظر میں

علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق المعروف ابنِ ندیم (متوفی ۴۳۸ھ) امام ابو حنیفہ کے متعلق

(۱) معرفة علوم الحديث: ذكر النوع التاسع والأربعين، ص ۲۴۰

(۲) معرفة علوم الحديث: ذكر النوع الرابع والأربعين، ص ۲۰۲

(۳) معرفة علوم الحديث: ذكر النوع السابع عشر، ص ۵۱

فرماتے ہیں کہ امام صاحب تابعین میں سے تھے، کیونکہ آپ نے کئی ایک صحابہ سے ملاقات کی ہے، اور امام صاحب اس اُمّت کے پرہیزگار اور زاہد لوگوں میں سے تھے:

وکان من التابعین لقی عدۃ من الصحابۃ وکان من الورعین الزاھدین۔ (۱)

امام ابوحنیفہ کا علم بحر و بر، مشرق و مغرب دور و قریب ہر جگہ پھیل چکا ہے:

أبو حنیفۃ. والعلم برا وبحرا شرقا وغربا بعدا وقربا تدوینہ۔ (۲)

۷۵- علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الإمام الحافظ الناقد الفقیہ العلامۃ المنصف حافظ المغرب أبو عمر یوسف بن البر فی کتابہ الاستغناء فی الکنی قال رحمہ اللہ تعالٰی: کان أبو حنیفۃ فی الفقہ إماما حسن الرأی والقیاس لطیف الاستخراج جید الذھن حاضر الفھم ذکیا ورعا عاقلا إلا أنہ کان منھبہ فی أخبار الآحاد العدول أن لا یقبل منھا ما خالف الأصول المجمع علیھا فأنکر علیہ أھل الحدیث ذلک وذموہ وأفرطوا وحسدہ من أھل وقتہ من بغی علیہ واستحل الغیبۃ فیہ۔ (۳)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ فقہ میں امام تھے، حسن الرائے والقیاس تھے، باریک سے باریک مسئلے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے، غضب کے ذہین، سخن فہم، عالی دماغ، ذکی، پرہیزگار اور نہایت ہی عقل مند تھے، البتہ ان کا مذہب تھا کہ اخبارِ آحاد اگرچہ عادل کی ہوں جب متفق علیہ اُصول کے خلاف ہوں تو قبول نہیں کرتے تھے، اس لئے اَصحابِ حدیث نے ان پر عیب لگایا، ان کی بُرائی بیان کی اور اس معاملے میں حد سے بڑھ گئے، ہم عصروں نے حسد کیا، ان کے

(۱،۲) الفھرست: الفن الثانی فی أخبار أبی حنیفۃ وأصحابہ، ج:۱ ص۲۵۱

(۳) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفۃ النعمان: الباب العاشر، ص۲۰۹، ۲۱۰

خلاف علم بغاوت بلند کیا، ان کی غیبت کو حلال قرار دیا۔

۷۶- شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کی نظر میں

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانے میں علم حدیث کے سب سے بڑے امام تھے:

كان أعلم أهل عصره بالحديث.[1]

۷۷- علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے ایک بحث کے ضمن میں امام ابوحنیفہ کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے، وہ ان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے قابل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کسی نے ائمہ حدیث میں شمار نہیں کیا، علامہ شہرستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الحسن بن محمد بن علي بن أبي طالب، وسعيد بن جبير، وطلق بن حبيب، وعمرو بن مرة، ومحارب بن زياد، ومقاتل بن سليمان، وذر، وعمرو بن ذر، وحماد بن أبي سليمان، وأبو حنيفة، وأبو يوسف، ومحمد بن الحسن، وقديد بن جعفر وهؤلاء كلهم أئمة الحديث، لم يكفروا أصحاب الكبائر بالكبيرة، ولم يحكموا بتخليدهم في النار خلافاً للخوارج والقدرية.[2]

ترجمہ:- حسن بن محمد بن ابی طالب، سعید بن جبیر، طلق بن حبیب، عمرو بن مرۃ، محارب بن دثار، مقاتل بن سلیمان، ذر، عمرو بن ذر، حماد بن سلیمان، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، قدید بن جعفر رحمہم اللہ یہ سب ائمہ حدیث ہیں، اصحاب کبائر کو گناہ کبیرہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے ہیں، اور یہ حکم نہیں دیتے کہ اصحاب کبائر ہمیشہ جہنم میں ہوں گے، اور خوارج اور قدریہ ان کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ اصحاب کبائر ہمیشہ جہنم میں ہوں گے۔

---

(۱) أصول السرخسي: فصل في بيان شرائط الراوي حدا وتفسيرا وحكما، ج۱ ص ۳۵۰

(۲) الملل والنحل: الفصل الخامس، المرجئة الصالحية، ج ص ۱۳۶

۷۸- علامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ شمس الدین احمد بن محمد المعروف ابنِ خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وكان عالماً زاهداً عابداً ورعاً تقياً كثير الخشوع دائم التضرع إلى الله تعالى.[۱]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ عالم، زاہد، عبادت گزار، متقی، پرہیزگار، کثرت سے (عبادت میں) خشوع وخضوع قائم کرنے والے، دائمی طور پر اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔

۷۹- شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی نظر میں

۱- شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) ائمہ اربعہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف سب کے امام تھے:

أئمة أهل الحديث والتفسير والتصوف والفقه مثل الأئمة الأربعة وأتباعهم.[۲]

۲- ائمہ اسلام جو دین میں امامت کے ساتھ معروف ہیں، جیسے امام مالک، سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف رحمہم اللہ اور انہی کے مثل دیگر علماء اور تمام اہلِ سنت:

وأئمة الإسلام المعروفون بالإمامة في الدين كمالك والثوري والأوزاعي والليث بن سعد والشافعي وأحمد وإسحاق وأبي حنيفة وأبي يوسف وأمثال هؤلاء، وسائر أهل السنة.[۳]

---

(۱) وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان: حرف النون ترجمة النعمان بن ثابت، ج ۵ ص ۴۱۰.

(۲) منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية: الوجه الخامس وفيه الرد التفصيلي، ج ۲ ص ۱۰۵

(۳) منهاج السنة النبوية: الوجه السابع التعليق على قوله وانه تعالى غير مرئي ولامدرك، ج ۲ ص ۳۱۶

۳- ائمہ فقہاء، اہلِ مدینہ کے امام مالک، کوفہ کے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری، مکہ کے امام ابنِ جریج، اور دیگر ائمہ، بصرہ کے حماد بن سلمہ اور حماد بن زید، اور شام کے امام اوزاعی رحمہم اللہ:

أئمة الفقهاء فمالك عالم أهل المدينة. والثوري وأبو حنيفة وغيرهما من أهل الكوفة. وابن جريج وغيره من أهل مكة. وحماد بن سلمة وحماد بن زيد من أهل البصرة والأوزاعي وطبقته بالشام.[1]

۸۰- امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی رحمہ اللہ کی نظر میں

محدّث کبیر، ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے مصنف، علامہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) امام صاحب کے فضائل ومناقب بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

فانه كان عالما عاملا ورعا زاهدا عابدا. إماما في علوم الشريعة. والغرض بإيراد ذكره في هذا الكتاب وإن لم نرو عنه حديثا في المشكاة للتبرك به لعلو مرتبته ووفور علمه.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ عالم باعمل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علومِ شریعت میں امام تھے۔ اگرچہ ہم نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں آپ کی کوئی حدیث نقل نہیں کی، لیکن اس کتاب (الاکمال) میں ہم آپ کا تذکرہ اس لئے کر رہے ہیں تاکہ آپ سے تبرک حاصل کیا جائے، کیونکہ آپ عالی المرتبت اور وافر العلم (کثیر العلم) تھے۔

۸۱- امام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ کی نظر میں

یوسف بن عبد الرحمٰن المعروف امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) امام ابوحنیفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کو فقیہ اہل العراق کے لقب سے یاد کرتے ہیں، پھر آپ کے اساتذہ اور تلامذہ کی طویل فہرست نقل کرتے ہیں، آپ کی توثیق میں فنِ اسماء الرجال کے ماہرین کے مدحیہ اقوال نقل کرتے ہیں:

---

(۱) مجموع الفتاوىٰ: علم السلوك، بدعة القدرية ورد الصحابة عليها، ج:۱۰، ص ۳۶۲

(۲) الإكمال في أسماء الرجال مع مشكاة المصابيح، ج ۳ ص ۶۲۳

النعمان بن ثابت التیمي، أبو حنیفة الکوفي فقیه أهل العراق، وإمام أصحاب الرأي وقیل: رأی أنس بن مالك.(۱)

۸۲-امام محمد بن احمد بن عبدالهادی مقدسی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ ابن عبدالهادی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۴ھ) نے ائمۂ اربعہ کے حالات پر "مناقب الأئمة الأربعة" کے نام سے مستند کتاب لکھی، اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب کو سب سے پہلے لکھا، اور آپ کے تعارف کا آغاز ان کلمات سے کیا: أحد الأئمة الأعلام، فقیه العراق۔

پھر تفصیل سے آپ کے مناقب بیان کئے۔(۲)

نیز انہوں نے محدثین وحفاظ حدیث کے حالات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام "طبقات علماء الحدیث" ہے، اس کتاب میں آپ کے ترجمہ کا آغاز "الإمام، فقیه العراقیین" کے القاب سے کیا، پھر آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وکان إماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، کبیر الشأن، لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب.(۳)

ترجمہ:- آپ امام، پارسا، عالم، عامل، عبادت گزار اور کبیر الشان تھے۔ آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنی تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

۸۳-علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ کی نظر میں

۱-فنِ اسماء الرجال کے امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے حالات میں مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی "مناقب الإمام أبي حنیفة وصاحبیه" امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اکابر اہلِ علم کی آراء اس میں جمع کی ہیں، یہ کتاب

(۱) تهذیب الکمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت التیمي، ج۲۹ص۴۱۷ تا ۴۴۵

(۲) دیکھئے تفصیلا: مناقب الأئمة الأربعة: ترجمة: الإمام أبو حنیفة، ص۵۸ تا ۷۸

(۳) طبقات علماء الحدیث، ج۱ص۲۶۰، الناشر: مؤسسة الرسالة

''احياء المعارف النعمانية حيدر آباد الدکن بالهند'' سے شائع ہوئی ہے۔

۲-أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي الإمام، فقيه الملة، عالم العراق۔[1]

۳-النعمان بن ثابت زوطا الإمام أبو حنيفة فقيه العراق رأى أنسا وسمع عطاء ونافعا وعكرمة۔[2]

۴- امام ذہبی رحمہ اللہ نے محدثین کے طبقات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

۵-أبو حنيفة الإمام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي مولاهم الكوفي مولده سنة ثمانين رأى أنس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة۔ وكان إماما ورعا عالما عاملا متعبدا كبير الشأن لا يقبل جوائز السلطان بل يتجر ويكتسب۔[4]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ (جو فقہائے کرام اور ائمۂ رُشد وہدایت میں ''امامِ اعظم'' (کے لقب سے معروف ہیں) آپ اہلِ عراق کے فقیہ تھے، نام نعمان بن ثابت، آپ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا جب وہ کوفہ تشریف لائے، آپ اپنے وقت کے امام تھے، متقی، پرہیزگار، عالم اور علم پر عمل کرنے والے، عبادت گزار، بلند مرتبے والے، آپ بادشاہوں کے تحفے تحائف قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ تجارت کرتے اور کسبِ حلال سے جو میسّر آتا (اسے استعمال کرتے)۔

اندازہ کیجئے آپ کی عظمتِ شان کا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ جیسا ماہرِفن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ''امامِ اعظم'' کے لقب کے ساتھ یاد کر رہا ہے۔

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج۶ ص۳۹۰

(۲) الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة: حرف النون ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۲ ص۳۲۲

(۳) دیکھئے: المعين في طبقات المحدثين طبقة الأعمش وأبي حنيفة أبو حنيفة نعمان بن ثابت فقيه الكوفة، ص۵۱

(۴) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو حنيفة الإمام الأعظم النعمان بن ثابت، ج۱ ص۱۲۷

۶- امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وکان من أذکیاء بنی آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء. وکان لا یقبل جوائز الدولة۔(۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ بنی آدم کے اذکیاء میں سے تھے۔ آپ نے فقہ، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت کو جمع کیا، آپ بادشاہوں کے تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔

۷- امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تاریخ الإسلام'' میں امام صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار وقت کے کثرت سے سخاوت کرنے والے اولیاء اللہ اور ذکی لوگوں میں ہوتا تھا، اور اس کے ساتھ عبادت، تہجد کا اہتمام، کثرت سے قرآنِ کریم کی تلاوت اور قیام اللیل آپ کا معمول تھا:

وکان معدودا فی الأجواد الأسخیاء والأولیاء الأذکیاء، مع الدین والعبادة والتهجد وکثرة التلاوة وقیام اللیل.(۲)

امام صاحب کے طویل حالات اور آپ کے متعلق اکابر اہلِ علم کی آراء نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کے حالات اور آپ کے مناقب (اتنی کثرت کے ساتھ کے ہیں) اس تاریخ میں انہیں بیان کرنا ممکن نہیں، میں نے آپ کے حالات ومناقب میں دو جزؤں میں الگ سے کتاب تصنیف کی ہے:

قلت: وأخبار أبی حنیفة رحمه الله ومناقبه لا یحتملها هذا التاریخ فإنی قد أفردت أخباره فی جزئین.(۳)

۸- امام ذہبی رحمہ اللہ نہایت باخبر ائمہ جرح وتعدیل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اسم گرامی کو بھی ذکر کرتے ہیں، اور آپ نے جو جابر جعفی پر جرح کی ہے اس کا تذکرہ بھی کرتے ہیں:

فلما کان عند انقراض عامة التابعین فی حدود الخمسین تکلم طائفة

(۱) العبر فی تاریخ من غبر، سنة خمسین ومائة، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱ ص ۱۶۴

(۲) تاریخ الإسلام: سنة خمسین ومائة، حرف النون، ترجمه: النعمان بن ثابت، ج۹ ص ۳۰۶

(۳) تاریخ الإسلام: سنة خمسین ومائة، حرف النون، ترجمه: النعمان بن ثابت، ج۹ ص ۳۱۳

من الجهابذة فی التوثيق والتضعيف. فقال ابو حنيفة: ما رأيت أكذب من جابر الجعفی.[1]

۸۴-امام علی بن عثمان ماردینی المعروف ابن الترکمانی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ ابن الترکمانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۰ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

وإن تكلم فيه بعضهم فقد وثقه كثيرون، وأخرج له ابن حبان فی صحيحه واستشهد به الحاكم ومثله فی دينه وورعه وعلمه لا يقدح فيه كلام أولئك.[2]

ترجمہ:-آپ کے بارے میں اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے، امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں آپ سے حدیث تخریج کی ہے، اور امام حاکم نے "المستدرک" میں آپ کی حدیث سے استشہاد کیا ہے، لہٰذا آپ جیسے دین دار، پارسا اور اہل علم شخص کے بارے میں ان بعض لوگوں کا کلام کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

۸۵-علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور آپ کے علوم وافکار کے ترجمان علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ائمہ حدیث میں شمار کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ رہا صحابہ اور تابعین کا طریقہ اور ائمہ حدیث جیسے امام شافعی، امام احمد، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام بخاری رحمہم اللہ:

وأما طريقة الصحابة والتابعين وأئمة الحديث كالشافعی والإمام أحمد ومالك وأبی حنيفة وأبی يوسف والبخاری.[3]

پہلا قول فقہائے کوفہ کا ہے، ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب شامل ہیں، اور

---

(۱) ذکر من يعتمد قوله فی الجرح والتعديل: تكلم طائفة من الجهابذة فی التوثيق والتضعيف، ص ۱۷۶

(۲) الجوهر النقی مع السنن الکبریٰ للبيهقی: باب من قتل من ارتد عن الإسلام أو امرأة، ج ۸ ص ۲۰۳

(۳) إعلام الموقعين عن رب العالمين: يصار إلى الاجتهاد وإلى القياس عند الضرورة، ج ۲ ص ۲۰۲

دوسرا قول فقہائے حجاز کا ہے ان میں امام شافعی اور امام مالک شامل ہیں:

بالقول الأول فقهاء الكوفة منهم أبو حنيفة وأصحابه وبالثاني: فقهاء الحجاز منهم: الشافعي ومالك.[1]

۸۶-علامہ علاء الدین مغلطائی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ علاء الدین مغلطائی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

أبو حنيفة وقد أثنى عليه وزكاه الجماء الغفير من الأئمة والعلماء المتأخرين.[2]

ترجمہ:- ائمہ (کبار) اور علمائے متاخرین کے جم غفیر نے امام ابوحنیفہ کی تعریف وتوثیق کی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے بتیس ۳۲ اکابر محدثین اور اہل علم کے اسماء ذکر کئے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توصیف وتوثیق کی ہے۔

۸۷-علامہ خلیل بن ایبک صفدی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۴ھ) نے اپنی معتبر تاریخ میں امام صاحب کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز اَلْإِمَامُ، اَلْعَلَمُ (علم کے پہاڑ) سے کیا ہے، آگے فرماتے ہیں:

وَكَانَ خزازاً يُنفق من كيسه وَلَا يقبل جوائز السُّلْطَان تورعاً وَله دَار وضِياعٌ ومعاش متسع وَكَانَ معدوداً فِي الأجواد الأسخياء الألباء الأذكياء مَعَ الدّين وَالْعِبَادَة والتهجد وَكَثْرَة التِّلَاوَة وَقيام اللَّيْل رَضِي الله عَنهُ.

اس کے بعد آپ کے متعلق متعدد محدثین کرام کے توصیفی اقوال نقل کئے، اور خود بھی آپ

---

(۱) زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في وصف حجة النبي صلى الله عليه وسلم، بحث في إحرام عائشة وهي حائض، ج ۲ ص ۱۵۶

(۲) إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۲ ص ۵۶

کے علمی مقام اور دیگر کمالات کو خوب واضح بیان کیا ہے۔ اہلِ علم حضرات اصل کتاب کی طرف مراجعت کریں۔ (۱)

۸۸۔ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ کی نظر میں

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) امام صاحب کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هو الإمام أبو حنيفة واسمه النعمان بن ثابت التيمي مولاهم الكوفي، فقيه العراق، وأحد أئمة الإسلام، والسادة الأعلام، وأحد أركان العلماء، وأحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبوعة، وهو أقدمهم وفاة لأنه أدرك عصر الصحابة، ورأى أنس بن مالك، قيل وغيره۔ (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ ان چار ائمہ میں ایک ہیں جن کے مذاہب کی اتباع کی جاتی ہے، اور آپ وفات کے اعتبار سے ان سب سے مقدم ہیں، کیونکہ آپ نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا، اور حضرت انس بن مالک کو دیکھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کے علاوہ اور صحابہ کرام کی بھی زیارت کی۔

۸۹۔ علامہ محمد بن ابراہیم یمانی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ محمد بن ابراہیم المعروف ابن الوزیر یمانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت داری تواتر کے ساتھ ثابت ہے:

أنه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وأمانته۔ (۳)

۹۰۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی نظر میں

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اکابر اہلِ علم کے مدحیہ اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب بہت زیادہ

---

(۱) الوافي بالوفيات، ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج ۲۷ ص ۹۱ تا ۹۶

(۲) البداية والنهاية: سنة خمسين ومائة، ترجمة: الإمام أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۱۰ ص ۱۱۴

(۳) الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم: الوهم الحادي عشر، ج ۱ ص ۳۱۶

ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں جنت الفردوس میں ٹھکانہ عطا فرمائے:

ومناقب الإمام أبي حنيفة كثيرة جدا فرضي الله تعالى عنه وأسكنه الفردوس آمين.[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کتاب میں کنیتوں کے ذیل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو "الفقیہ" اور "الإمام" کے لقب سے یاد فرمایا:

أبو حنيفة: الفقيه اسمه النعمان بن ثابت الإمام المشهور.[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو "فقیہ العصر" کے لقب سے یاد کرتے ہیں:

فقيه العصر أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي الخزاز.[3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے آپ کو "الإمام" اور "فقیہ مشہور" کے لقب سے یاد کیا:

النعمان ابن ثابت الكوفي أبو حنيفة الإمام يقال أصلهم من فارس فقيه مشهور من السادسة مات سنة خمسين ومائة على الصحيح وله سبعون سنة.[4]

۹۱-علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) کبار تابعین میں سے ہیں، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کرے گا سوائے جاہل اور حاسد کے:

كان أبو حنيفة، رضي الله عنه، من سادات التابعين، رأى أنس بن مالك، ولا يشك فيه إلا جاهل وحاسد.[5]

---

(۱) تهذيب التهذيب: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۰ ص ۴۵۲

(۲) تهذيب التهذيب: الكنى، حرف الحاء، من كنيته أبو حنيفة، ج ۱۲ ص ۸۰

(۳) تبصير المنتبه بتحرير المشتبه: حرف الجيم، مشتبه النسبة من هذا الحرف، ج ۱ ص ۳۳۲

(۴) تقريب التهذيب: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، رقم: ۷۱۵۳

(۵) مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۳ ص ۱۳۲، رقم: ۲۳۷۱

۹۲-امام جمال الدین ابن تغری بردی رحمہ اللہ کی نظر میں

مؤرخ باکمال، تاریخ اور رجال پر گہری نظر رکھنے والے جمال الدین تغری رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۴ھ) امام صاحب کے تعارف کا آغاز ''الإمام الأعظم'' کے لقب سے کرتے ہیں، پھر آپ کے متعلق فرمایا:

بوع في الفقه والرأي وساد أهل زمانه بلا مدافعة في علوم شتى [1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے فقہ اور رائے میں کمال حاصل کیا اور آپ متعدد علوم میں اپنے تمام معاصرین کے سرخیل ہیں۔

۹۳-علامہ صفی الدین خزرجی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اُمت کے فقیہ اور اہلِ عراق کے امام تھے:

النعمان بن ثابت الفارسي أبو حنيفة إمام العراق وفقيه الأمة. [2]

۹۴-علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بڑے حفاظِ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں، اگر وہ حدیث نہ جانتے ہوتے تو مسائلِ فقہ میں ان کو استنباط کا ملکہ کیسے حاصل ہوتا:

كان أبو حنيفة من كبار حفاظ الحديث وأعيانهم ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه. [3]

۹۵-علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

(۱) النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، ما وقع من الحوادث سنة خمسين ومائة، ج ۲ ص ۱۳

(۲) خلاصة تذهيب تهذيب الكمال: حرف النون، من اسمه النعمان، ص ۴۰۲

(۳) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث والعشرون، ص ۳۱۹

مذہب تدوین کے اعتبار سے سب سے مقدم ہے، اور بعض اہلِ کشف نے فرمایا کہ اختتام کے اعتبار سے آپ کا مذہب سب سے آخر میں ختم ہوگا، تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین کی امامت اور عبادت کے لئے چُنا:

مذهبه أي أبي حنيفة أوّل المذاهب تدوينًا وآخرها انقراضًا كما قاله بعض أهل الكشف قد اختاره الله تعالى إماما لدينه وعباده.[1]

۹۶-علامہ تقی الدین بن عبدالقادر الغزی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ تقی الدین بن عبدالقادر التمیمی الغزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۰ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں فرماتے ہیں:

الإمام الأعظم: هو إمام الأئمة، وسراج الأمة، وبحر العلوم والفضائل، ومنبع الكمالات والفواضل، عالم العراق، وفقيه الدنيا على الإطلاق، ومن لا تنظر العيون مثله، ولا ينال مجتهد كماله وفضله.[2]

ترجمہ:- آپ امامِ اعظم ہیں، ائمہ کے امام ہیں، اُمت کے چراغ ہیں، علوم اور فضائل کے سمندر ہیں، کمالات اور فضیلتوں کے سرچشمہ ہیں، عراق کے عالم ہیں، علی الاطلاق اہلِ دُنیا کے فقیہ ہیں، آنکھوں نے آپ کے مثل کوئی نہیں دیکھا، اور کوئی مجتہد آپ کے فضل وکمال کو نہ پاسکا۔

۹۷-علامہ ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۹ھ) فرماتے ہیں:

وكان من أذكياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء، وكان لا يقبل جوائز الدولة، بل ينفق ويؤثر من كسبه.[3]

---

(۱) الميزان الكبرى: ج ۱ ص ۵۹

(۲) الطبقات السنية في تراجم الحنفية: ترجمة: الإمام الأعظم أبوحنيفة، ج ۱ ص ۲۴

(۳) شذرات الذهب في أخبار من ذهب: سنة خمسين ومائة، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱ ص ۲۲۹

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ بنوآدم کے اذکیاء میں سے تھے، آپ نے فقہ، عبادت، تقویٰ اور سخاوت کو جمع کیا، آپ بادشاہوں کے تحائف قبول نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کسبِ حلال کما کر لوگوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔

۹۸-علامہ اسماعیل العجلونی شافعی رحمہ اللہ کی نظر میں

علامہ عجلونی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۲ھ) ایک محدث اور عظیم المرتبت شافعی عالم ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''عقد اللآلی والمرجان فی ترجمة الإمام أبی حنیفة النعمان'' میں امام صاحب کے متعلق فرمایا:

فهو رضي الله عنه حافظ، حجة، فقيه.

اس میں علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے امام صاحب کو حافظ الحدیث قرار دینے کے ساتھ آپ کے متعلق ''حجۃ'' فرمایا۔لفظ ''حجۃ'' الفاظ توثیق میں سے ہے، یہ لفظ ''ثقة'' سے بھی اعلیٰ ہے۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ لفظ ''الحجة'' ثقہ سے اعلیٰ ہے:

إن الحجة فوق الثقة.[1]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی یہی الفاظ بعینہٖ نقل کیے ہیں۔[2]

۹۹-علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی نظر میں

غیر مقلدین کے پیشوا اور مقتدا، علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب ''التاج المکلل من جواهر مآثر الطراز الآخر والأول'' میں آپ کا شاندار تذکرہ کیا ہے، جو کہ ان کے نزدیک آپ کے محدث ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ یہ کتاب علمائے محدثین کے حالات پر ہے، جیسا کہ انہوں نے شروع کتاب میں لکھا ہے کہ میں اس کتاب میں اہل العلم بالحدیث کے احوال نقل کروں گا، لہٰذا انہوں نے امام صاحب کا تذکرہ محدث ہونے کی حیثیت سے کیا ہے، نیز امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

---

(۱) تذکرة الحفاظ: ترجمة: أبو أحمد الحاكم محمد بن محمد بن احمد النيسابوري، ج ۳ ص ۱۲۳

(۲) دیکھئے: طبقات الحفاظ: الطبقة الثانية عشرة، ج ۱ ص ۳۸۹

كان عالما، زاهدا، عابدا، ورعا، تقيا، كثير الخشوع دائم التضرع إلى الله تعالى.

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام صاحب کے نقائص میں جو رطب و یابس جمع کی ہیں، ان کے متعلق علامہ نواب صدیق حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خطیب اگر ان سے اعراض کرتے اور ان کا ذکر نہ کرتے تو یہ بہتر تھا، پس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر امام کے دین اور ورع میں شک نہیں کیا جا سکتا:

وقد ذكر الخطيب في تاريخه منها شيئا كثيرا ثم أعقب ذلك بذكر ما كان الأليق تركه والأضراب عنه فمثل هذا الإمام لا يشك في دينه ولا في ورعه.[1]

۱۰۰-امام خیر الدین زرکلی رحمہ اللہ کی نظر میں

خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی الزرکلی (متوفی ۱۳۹۶ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ حنفیہ کے امام ہیں، فقیہ، مجتہد، محقق ہیں، اہل سنت والجماعت کے چار ائمہ میں سے ایک امام ہیں:

النعمان بن ثابت التيمي بالولاء، الكوفي أبو حنيفة: إمام الحنفية، الفقيه المجتهد المحقق أحد الأئمة الأربعة عند أهل السنة.[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مدح میں علامہ خوارزمی رحمہ اللہ کے اشعار

شهدت لنعمان الإمام بسبقه في
العلم والتقوى بنو الأيام
وتألبت وتظاهرت في مدحه
فرق الهدى وأئمة الاسلام

(۱) دیکھیے تفصیلاً: التاج المکلل: ترجمۃ: الإمام أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ص ۳۴۷، ۳۴۸

(۲) الأعلام للزركلي: حرف النون، ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۸ ص ۳۶

أهل الحجاز مع العراق بأسره
مدحوه مثل مديح أهل الشام
بل كل أهل الأرض قد مدحوا
الرضى مدحاً يجد على مدى الأعوام
نادوا بأن أبا حنيفة للتقى والعلم
صار إمام كل إمام
أهل الإمام من الشريعة والتقى
ومن العبادة أوفر الأقسام
لله قد مدحوه إذ لم تدعهم نحو
المديح شوافع الأرحام
عرفت ملوك الحق حق علومه
فثنوا اليه أعنة الأعظام[1]

ترجمہ:- اہلِ زمانہ نے نعمان بن ثابت کے لئے شہادت دی کہ وہ علم اور تقویٰ میں سب سے سبقت لے گئے، ہدایت یافتہ جماعتیں اور ائمۂ اسلام ان کی مدح سرائی پر رہے، اور مدح سرائی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے، تمام حجازی اور عراقی لوگوں نے ان کی تعریف کی ایسے جیسے اہلِ شام کی، بلکہ تمام رُوئے زمین کے لوگوں نے ان سے خوش ہوکر ان کی ایسی تعریف کی جو زمانے کے گزرنے سے پُرانی نہ ہوگی، بلکہ نئی شگفتگی کے ساتھ دل کو تازگی بخشے گی، وہ سب پکار اُٹھے کہ امام ابوحنیفہ تقویٰ اور علم میں اماموں کے امام ہیں، امام ابوحنیفہ نے شریعت، تقویٰ، عبادت کا سب سے بڑا حصہ حاصل کرلیا، اللہ والوں نے ان کی مدح اللہ کے لئے کی، کیونکہ اس مدح پر کوئی رشتہ ناتا نہیں اُبھار رہا تھا، حقانیت کے بادشاہوں نے ان کے علوم کے حق کو پہچان لیا اس لئے تعظیم کی لگام ان کی طرف پھیردی۔

---

(۱) عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان: الباب العاشر، ص ۳۱۰

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقام فقہائے کرام کی نظر میں

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے اگر وہ آپ سے یہ کہے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو دلائل سے اسے سونے کا ثابت کرسکتا ہے:

قيل لمالك بن أنس: هل رأيت أبا حنيفة؟ قال: نعم، رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته.(۱)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں:

الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة.(۲)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو چاہے کہ فقہ میں کمال پیدا کرے تو وہ امام ابوحنیفہ کا محتاج ہے:

من أراد أن يتبحر في الفقه فهو عيال على أبي حنيفة.(۳)

امام ابوحنیفہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو فقہی بصیرت سے نوازا گیا ہے:

كان أبو حنيفة ممن وفق الفقه.(۴)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں کو نہیں دیکھے گا وہ فقہ میں تبحر نہیں ہوسکتا:

من لم ينظر في كتب أبي حنيفة لم يتبحر في الفقه.(۵)

علامہ ابوبکر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے، امام ابوبکر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: الحمد للہ! اے ابوعبداللہ! (یہ امام احمد رحمہ اللہ کی کنیت ہے) کیا ان کا علم میں بڑا مقام ہے؟ تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمانے لگے: سبحان اللہ! امام ابوحنیفہ

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۳۸

(۲) تهذيب التهذيب: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۰ ص ۴۵۰

(۳، ۴) تاریخ مدينة دمشق: حرف الميم، ترجمة: مقاتل بن سليمان أبو الحسن البلخي، ج ۶۰ ص ۱۱۷

(۵) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۷

علم، زہد، تقویٰ طلب آخرت میں ایسے بلند مقام پر ہیں جس کو کوئی دوسرا نہیں پا سکتا:

ثنا أبو بكر المروزي، سمعت أبا عبد الله أحمد بن حنبل يقول: لم يصح عندنا أن أبا حنيفة قال: القرآن مخلوق، فقلت: الحمد لله يا أبا عبد الله هو من العلم بمنزلة، فقال: سبحان الله! هو من العلم والورع والزهد وإيثار الدار الآخرة بمحل لا يدركه فيه أحد. (1)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مدح میں عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے اشعار

حسن بن ربیع نے کہا: میں نے عبد اللہ مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) سے سنا وہ فرما رہے تھے:

رأيت أبا حنيفة كل يوم
يزيد نباهة ويزيد خيرا
وينطق بالصواب ويصطفيه
إذا ما قال أهل الجور جورا
يقايس من يقيسه بلب
ومن ذا تجعلون له نظيرا
كفانا فقد حماد وكانت
مصيبتنا به أمرا كبيرا
رأيت أبا حنيفة حين يؤتى
ويطلب علمه بحرا غزيرا
إذا ما المشكلات تدافعتها
رجال العلم كان بها بصيرا (2)

۱- میں نے ابو حنیفہ کو دیکھا کہ ان میں ہر دن شرافت اور خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔

۲- اور وہ صحیح بات کہتے ہیں اور اسی کو اختیار کرتے ہیں جب کہ اہلِ جور نیڑھی بات کرتے ہیں۔

۳- وہ اس شخص سے قیاس کی بحث کرتے ہیں جو آپ سے عقل کی بات کرے، وہ کون ہے جس کو تم ان کی نظیر بناتے ہو۔

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص: ۴۳

(۲) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة عبد الله بن المبارك، ص ۱۳۲

۴-انہوں نے ہمارے لئے حضرت حماد کے فقدان کا مداوا کیا، حالانکہ حماد کی جدائی ہمارے لئے ایک بڑی مصیبت تھی۔

۵-میں نے ان کو گہرا سمندر دیکھا جب کہ کوئی ان کے پاس آتا تھا اور علم کا طلبگار ہوتا تھا۔

۶-جب کہ علماء مسائل کو ایک دوسرے پر ٹالتے تھے، آپ ان سے واقف تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر طعن کرنے والوں کے متعلق یحییٰ بن معین کے اشعار

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) سے اگر امام ابوحنیفہ پر طعن کرنے والے کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ یہ دو شعر پڑھتے تھے:

حَسَدُوا الْفَتٰى إِذْ لَمْ يَنَالُوا سَعْيَهُ

فَالْقَوْمُ أَضْدَادٌ لَهُ وَخُصُوْمُ

ترجمہ:- جب اس جوان کے مرتبے کو نہ پہنچ سکے تو اس سے حسد کرنے لگے، اور ساری قوم اس کی مخالف اور دشمن ہے۔

كَضَرَائِرِ الْحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا

حَسَدًا وَبُغْضًا إِنَّهُ لَدَمِيْمُ (۱)

ترجمہ:- جس طرح حسینہ کے چہرے کو دیکھ کر اس کی سوکنیں حسد اور عداوت کی بنا پر کہتی ہیں کہ یہ بدصورت ہے۔

شعراء کا خراجِ عقیدت

الفقه منا إن أردت تفقها

والجود والمعروف للمنتاب

ترجمہ:- اگر تم کو تفقہ کی خواہش ہے تو ہم سے فقہ سیکھو اور عطا اور بھلائی بار بار آنے والے کے لئے ہے۔

وإذا ذكرت أبا حنيفة فيهم

خضعت له في الرأي كل رقاب

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي في محنة أبي حنيفة بحسد الناس له، ص ۱۶۵

ترجمہ:- اور اگر ان میں ابوحنیفہ کا ذکر کرو تو قیاس میں سب کی گردنیں ان کے سامنے جھک جاتی ہیں۔

هذا مذهب النعمان خير المذاهب
كذا القمر الوضاح خير الكواكب

ترجمہ:- یہ نعمان کا مذہب، مذاہب میں بہتر مذہب ہے، جیسے چمکتا ہوا چاند کواکب میں بہتر ہے۔

تفقه في خير القرون مع التقى
فمذهبه لا شك خير المذاهب

ترجمہ:- مبارک قرون میں تقویٰ کے ساتھ تفقہ حاصل کیا، پس آپ کا مذہب بے شک مذاہب میں بہتر ہے۔

أيا جبلي نعمان إن حصى كما
لتحصى وما تحصى فضائل نعمان[1]

ترجمہ:- اے نعمان نام کے دو پہاڑو! تمہاری کنکریاں گنی جاسکتی ہیں، اور نعمان کے فضائل نہیں گنے جاسکتے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علمائے اہلِ حدیث کی نظر میں

۱- مولانا داود غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ائمۂ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے، اُمّت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی، ہمارے نزدیک ائمۂ دین کے لئے جو شخص سوء ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوتِ قلبی کی علامت ہے، اور میرے نزدیک اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے، ہمارے نزدیک ائمۂ دین کی ہدایت ودرایت پر اُمّت کا اجماع ہے۔[2]

(۱) الجواهر المضية: ترجمة: الإمام الأعظم أبو حنيفة، ج ۲ ص ۴۵۵
(۲) داود غزنوی، ص: ۳۷۳

۲-ائمہ کرام کا ان (مولانا داود غزنوی رحمہ اللہ) کے دل میں انتہائی احترام تھا، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے، ایک دن میں (مولانا محمد اسحاق) ان کی خدمت میں حاضر تھا، جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی، بڑے دردناک لہجے میں فرمایا: مولوی اسحاق! جماعتِ اہلِ حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابو حنیفہ، ابو حنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتے ہیں، جو لوگ اتنے جلیل القدر (تابعی) امام کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہوسکتی ہے" یا غربة العلم، إنما أشكو بثي وحزني إلى الله!"(۱)

۳-حضرت مفتی حسن رحمہ اللہ نے ایک بار مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا، وہ واقعہ یوں تھا:

امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا، جس میں اہلِ حدیث حضرات کی اکثریت تھی، وہاں عبد العلی نامی ایک مولوی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتا تھا، وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ سے پڑھا کرتا تھا، ایک بار مولوی عبد العلی نے کہا کہ ابو حنیفہ سے تو میں اچھا ہوں اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ اس بات کی اطلاع مولانا عبد الجبار کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے، انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا انہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبد العلی) کو مدرسے سے نکال دو، وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیا تو مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ عنقریب مرتد ہو جائے گا۔ مفتی محمد حسن راوی ہیں (اس واقعے کے) کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا، اس واقعے کے بعد کسی نے مولانا عبد الجبار غزنوی سے سوال کیا: حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا؟ فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے

(۱) داود غزنوی، ص ۱۲۷

سامنے آگئی کہ "من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب" "جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں! میری نظر میں! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ولی اللہ تھے، جب اللہ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے، اس لئے ایسے شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا![1]

۴- مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر و گرد و نواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں، یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے۔[2]

۵- مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ کے دل میں بھی امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں ایک دفعہ کچھ غبار آ گیا تھا، خود لکھتے ہیں:

(میں نے) حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق تحقیقات شروع کیں تو مختلف کُتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا، جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا "ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ" کا نظارہ ہو گیا، معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرتِ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے، اس سے استغفار کروں، میں نے کلمات دُہرانے شروع کئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نُور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا، اس وقت سے میری حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حُسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی، اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حُسنِ عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور آپ کی مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرینِ معارجِ قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے: "اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ﴿۱۲﴾" (النجم) میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا، اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سُود ہے۔ "ھٰذا واللہ ولی الھدایۃ" اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے

---

(۱) داود غزنوی، ص ۱۹۱، ۱۹۲

(۲) الکتاب المجید، ص ۸

خصوصاً ائمۂ متبوعین سے حسنِ ظن رکھیں اور گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں، کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجبِ خسران ونقصان ہے:

نسئل الله الكريم حسن الظن والتأدب مع الصالحين ونعوذ بالله العظيم من سوء الظن بهم فإنه عرق الرفض والخروج وعلامة المنافقين ولنعم ما قيل:

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم شد از لطفِ ربّ![1]

۶۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے فرمایا: مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں، میں کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا، اختلافِ مذاق ومشرب کے سبب سے احناف سے میری گفتگو رہتی تھی، ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا تھا کہ تم اہلِ حدیث لوگ ائمۂ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو، میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سیّد نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمۂ دین کے حق میں بے ادبی کرے، چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔ علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم ''معیار الحق'' میں امام صاحب رحمہ اللہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے: ''إمامنا وسيدنا أبوحنيفة النعمان أفاض الله عليه شآبيب العفو والغفران'' نیز فرماتے ہیں: ان (امام صاحب) کا مجتہد ہونا اور متبعِ سُنّت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے، ان کے فضائل میں آیت کریمہ: ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ'' (الحجرات: ۱۳) زینت بخش مراتب ان کے لئے ہیں۔

۷۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں، لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیرآبادی کی صحبت وتلقین سے یہ بات یقین کے رُتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگانِ دین

(۱) تاریخ اہلِ حدیث، ص ۷۲

خصوصاً حضرات ائمۂ متبوعین سے حُسنِ عقیدت نزولِ برکات کا ذریعہ ہے۔ (۱)

۸-مولانا محمد ابراہیم صاحب حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کے متعلق لکھتے ہیں:

آپ ائمۂ دین کا بہت ادب کرتے تھے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمۂ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے، اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ (۲)

۹-نعیم بن حماد خزاعی حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں ہیں "وضع کتباً فی الرد علی الحنفیه" جس نے حنفیوں کے رَدّ میں کئی کتابیں تصنیف کیں، یہ شخص امام صاحب کے حسد میں یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ جھوٹی حدیثیں بھی گھڑ لیا کرتا تھا اور امام صاحب کی عیب گوئی میں جھوٹی حکایتیں بھی گھڑ لیتا، جو سب کی سب جھوٹ ہیں۔ (۳)

مولانا سیالکوٹی نے مکمل بحث کے بعد لکھا کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں کہ اس کی روایت کی بنا پر حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے بزرگ "امام" کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد الرجال "امامِ اعظم" کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آپ کی نہایت تعریف کرتے ہیں، آپ کے حق میں لکھتے ہیں:

فقیه العراق، وأحد أئمة الإسلام، والسادة الأعلام، وأحد أركان العلماء، وأحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبوعة، وهو أقدمهم وفاة لأنه أدرك عصر الصحابة، ورأى أنس بن مالك، قيل وغيره. (۴)

نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) ثقہ تھے، اہل الصدق سے تھے، کذب سے متہم نہ تھے۔ نیز عبداللہ بن داود الخریبی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا: لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نمازوں میں حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لئے دُعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا۔

(۱) تاریخ اہلِ حدیث، ص ۷۱، ۷۲

(۲) تاریخ اہلِ حدیث، ص ۷۳۳

(۳) میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۵۳۶ / تهذیب التهذیب: ج ۲ ص ۴۶۳ بحوالہ تاریخ اہلِ حدیث، ص ۶۴

(۴) البدایة والنهایة: ج ۱۰ ص ۱۱۴ / تاریخ اہلِ حدیث، ص ۶۳

یہ شخص (نعیم بن حماد) گرفتار ہوا اور وہیں فوت ہوا:

فجر باقیادہ فألقی فی حفرة ولم یکفن ولم یصل علیہ فعل ذالك به صاحب ابن أبی داود.[1]

۱۰- عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا سید تجمل حسین بہاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ایک غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مکہ مکرمہ گئے، اور حضرت قبلہ عالم مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مونگیری رحمہ اللہ بھی وہیں تھے، مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خواب میں میری حاضری ہوئی اور مجلس مبارک میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم ان (یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ) سے بدظن ہو، قصور معاف کراؤ! میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قدموں پر گر کر معاف کرایا۔[2]

۱۱- ایک غیر مقلد طالب علم مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا، اس نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی کی، اس پر اور طالب علموں نے اسے مارا، اس واقعے کی مولانا نذیر حسین سے شکایت بھی کی، حضرت والا نے فرمایا کہ اس نے امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کیے تھے، اس پر طلبہ کو غصہ آ گیا۔ یہ سُن کر مولوی صاحب نے فرمایا کہ واقعی یہ اس کی بڑی بے جا حرکت تھی۔[3]

۱۲- آرہ میں بیٹھے ہوئے ایک غیر مقلد نے دورانِ گفتگو حضرت ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی کچھ تنقیص کی، مولانا نذیر حسین صاحب نے اسے ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے، ہمارا منہ نہیں کہ ان کی شان میں کچھ کہہ سکیں۔[4]

"الناس فی أبی حنیفة حاسد أو جاهل" یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں بُری رائے رکھنے والے کچھ لوگ تو حاسد ہیں اور کچھ ان کے مقام سے بے خبر ہیں۔[5]

---

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۳ ص ۳۱۵، و دیکھئے: امام صاحب کی گستاخی کی وجہ سے نماز جنازہ اور کفن اور قبر تک سے محروم رہا۔

(۲) کمالات، ص ۱۷

(۳،۴) داود غزنوی، ص ۳۸۰

(۵) داود غزنوی، ص: ۳۷۸/ "تجلیات صفدر"، ج ۱: ص ۲۱۱ سے ۲۱۷ تک

"کتاب الآثار"

"کتاب الآثار" دُوسری صدی کی کتاب ہے، جو ابواب پر مرتب اور مدوّن ہوئی، اور اس میں صرف انہی احادیث، آثار وفتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے جن کی روایت ثقات، اُتقیائے اُمت میں برابر چلی آرہی ہے۔ "کتاب الآثار" کا موضوع صرف احادیثِ احکام ہیں، جن سے مسائل فقہ کا اِستنباط ہوتا ہے، اس لئے وہ سینکڑوں مختلف ابواب جو صحیحین، سنن اور دیگر کتبِ حدیث میں مذکور ہیں، "کتاب الآثار" میں نہیں ملیں گے، کیونکہ ان ابواب کا تعلق فقہیات سے نہیں ہے۔ "کتاب الآثار" کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح صرف اپنے ہی شہر پر منحصر نہیں ہیں، بلکہ اس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، غرض یہ ہے کہ حجاز وعراق دونوں شہروں کی مرویات اس میں یکساں موجود ہیں۔

"کتاب الآثار" کا اِنتخاب

صدر الائمہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نقل کرتے ہیں کہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" کا انتخاب چالیس ہزار اَحادیث سے کیا ہے:

وانتخب أبو حنيفة الآثار من أربعين ألف حديث۔ (۱)

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد اَحادیث بیان کی ہیں، اور چالیس ہزار اَحادیث سے "کتاب الآثار" کا انتخاب کیا ہے:

وعن محمد بن سماعة أن الإمام ذكر في تصانيفه نيفا وسبعين ألف حديث وانتخب الآثار من أربعين ألف حديث۔ (۲)

"کتاب الآثار" کا طریقِ تالیف

"کتاب الآثار" کا طریقِ تالیف، تعلیم کُتب اور تعلیم روایات کا نہیں، بلکہ بذریعہ درس واملائے شیوخ کا ہے، تمام علوم اور مہمات فنونِ عربیہ کے لئے صدرِ اوّل میں یہی طریقہ رائج تھا کہ

(۱) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج۱ ص۹۵

(۲) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: حرف اللام، فصل في اعتقاده، ج۱ ص۴۷۳

تلامذہ اپنے حفظ و یادداشت کے لئے اساتذہ کے امالی یا ان کا خلاصہ لکھ لیا کرتے تھے، لیکن آگے چل کر یہ طریقہ اس قدر مقبول ہوا کہ اقسامِ تصنیف میں سے ایک خاص قسم بن گیا اور خود اساتذہ اور علمائے فن اپنی مرویات بطور تصنیف مرتب کرنے لگے، اس طرح کہ حلقۂ درس میں مطالب و مسائل املا کراتے اور ساتھ ساتھ خود بھی لکھتے جاتے، یا پہلے مجموعہ مرتب کر لیتے اور پھر اسی سے املا کرواتے۔ حدیث میں یہ طریقہ تمام علوم سے زیادہ رائج اور مقبول ہوا، اور محدثین کے ہاں اسے ایک خصوصی مقام حاصل ہوا، چنانچہ محدثین نے سماع من لفظ الشیخ کی دو مختلف صورتوں میں سے ایک قسم املا کو قرار دیا، اور یہ محدثین کی بیان کردہ ان تمام قسموں میں سے جو تحمل حدیث کے لئے مشہور ہیں ایک اعلیٰ قسم ہے، جمہور کے نزدیک یہ قسم تمام اقسام میں سب سے زیادہ اعلیٰ ہے:

القسم الأول: السماع من لفظ الشيخ، وهو ينقسم إلى إملاء وتحديث من غير إملاء، وسواء كان من حفظه أو من كتابه، وهذا القسم أرفع الأقسام عند الجماهير (١)

''کتاب الآثار'' کے چار نسخوں کا تعارف

''کتاب الآثار'' کو امامِ اعظم رحمہ اللہ سے آپ کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، ان میں ہر ایک نسخہ اس کے راوی کی طرف منسوب ہو گیا ہے، ''کتاب الآثار'' کے ویسے تو کئی نسخے ہیں لیکن ان میں سے چار زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ نسخہ امام زُفر بن ہذیل رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۸ھ)

۲۔ نسخہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ)

۳۔ نسخہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

۴۔ نسخہ امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ)

۱۔ نسخہ امام زُفر بن ہذیل رحمہ اللہ

امام زُفر رحمہ اللہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، ان کا قدرے تفصیلی

(١) معرفة أنواع علوم الحديث: النوع الرابع والعشرون، ص ١٣٢

تعارف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں گزر چکا ہے، امام زُفر سے "کتاب الآثار" کی روایت آپ کے مشہور تین تلامذہ نے کی:

۱۔ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی رحمہ اللہ۔
۲۔شداد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ۔
۳۔حکم بن ایوب رحمہ اللہ۔

پھر امام ابو وہب محمد بن مزاحم رحمہ اللہ سے "کتاب الآثار" کو آپ کے دو تلامذہ نے نقل کیا:

۱۔احمد بن بکر بن سیف جصینی رحمہ اللہ۔
۲۔محمد بن سریج رحمہ اللہ۔

احمد بن بکر جصینی رحمہ اللہ کے نقل کردہ نسخے کا ذکر متعدد محدثین نے کیا ہے، مثلاً حافظ امیر ابنِ ماکولا رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۵ھ) امام ابوسعد سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) اور امام یاقوت حموی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۶ھ)، ان تمام حضرات نے "کتاب الآثار" کے اس نسخے کا تذکرہ کیا:

أحمد بن بكر بن سيف أبو بكر الجصيني ثقة يميل إلى أهل النظر، روى عن أبي وهب عن زفر بن الهذيل عن أبي حنيفة كتاب الآثار.[۱]

ترجمہ:۔احمد بن بکر بن سیف ابوبکر جصینی جو کہ ثقہ ہیں، اور اہلِ نظر (فقہائے احناف) کی طرف میلان رکھتے ہیں، انہوں نے ابو وہب مروزی سے انہوں نے امام زُفر بن ہذیل سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

علامہ ابنِ اثیر جزری رحمہ اللہ (متوفی ۶۳۰ھ) نے بھی اس نسخے کا ذکر کیا ہے:

ينسب إليها أبو بكر أحمد بن بكر بن سيف الجصيني ثقة يروي عن أبي وهب عن زفر بن الهذيل عن أبي حنيفة كتاب الآثار.[۲]

ترجمہ:۔اس نسبت کی طرف ابوبکر احمد بن بکر بن سیف جصینی منسوب ہیں جو

---

(۱) الإكمال في رفع الارتياب: حرف الحاء، باب الجصيني، ج ۳ ص ۳۹/ الأنساب: باب الجيم والصاد الجصيني، ج ۲ ص ۲۸۴/ معجم البلدان: باب الجيم والصاد جصين، ج ۲ ص ۱۳۱

(۲) اللباب في تهذيب الأنساب: باب الجيم والصاد، ج، ص ۲۸۱

ثقہ ہیں، اور وہ ابووہب سے وہ امام زُفر سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کرتے ہیں۔

علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینی رحمہ اللہ کے ترجمے میں اس نسخے کا تذکرہ کیا ہے:

یروی عن أبي وهب عن زفر بن الْهُذَيْل عن أبي حنيفة رضي الله عنه كتاب الآثار.[1]

ترجمہ:-احمد بن بکر جصینی نے ابووہب سے، اور انہوں نے امام زُفر سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

امام ابووہب رحمہ اللہ کے دُوسرے شاگرد محمد بن سریج کے نقل کردہ نسخے کا تذکرہ امام ابن ماکولا رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۵ھ) نے کیا ہے:

وَمُحَمَّد بن سُرَيج يروي عن أبي وهب مُحَمَّد بن مُزَاحِم نُسْخَة زفر بن الْهُذَيْل.[2]

ترجمہ:-محمد بن سریج نے ابووہب محمد بن مزاحم سے امام زُفر کا نسخہ (کتاب الآثار) روایت کیا ہے۔

امام زُفر کے دُوسرے شاگرد شداد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخے کا ذکر امام ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے کیا ہے:

شَدَّادُ بْنُ حَكِيمٍ مِنْ قُدَمَاءِ شُيُوخِ بَلْخَ سَمِعَ أَبَا جَعْفَرٍ الرَّازِيَّ وَالثَّوْرِيَّ وَأَقْرَانَهُمَا، سَمِعَ مِنْهُ الْقُدَمَاءُ مِنْ شُيُوخِهِمْ، وَرَوَى نُسْخَةً عَنْ زُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ وَهُوَ صَدُوقٌ.

ترجمہ:-شداد بن حکیم بلخ کے قدیم شیوخ میں سے ہیں، انہوں نے ابوجعفر رازی، سفیان ثوری اور ان کے معاصرین سے روایت کی ہے، جب کہ خود ان سے ان کے قدیم شیوخ نے بھی حدیث کا سماع کیا ہے، اور انہوں نے امام

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: أحمد بن بكر بن سيف، ج ۱ ص ۶۲

(۲) تهذيب مستمر الأوهام: حرف السين سريج، ج ۱ ص ۲۷۲

زُفر بن ہذیل سے (کتاب الآثار) کا نسخہ بھی روایت کیا ہے، اور یہ صدوق راوی ہیں۔[1]

محدثِ کبیر امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے بھی امام زُفر رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا دونوں تلامذہ یعنی امام ابووہب مروزی اور شداد بن حکیم رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

نُسْخَةٌ لِزُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ الْجُعْفِيِّ تَفَرَّدَ بِهَا عَنْهُ شَدَّادُ بْنُ حَكِيمٍ الْبَلْخِيُّ وَنُسْخَةٌ أَيْضًا لِزُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ الْجُعْفِيِّ تَفَرَّدَ بِهَا أَبُو وَهْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُزَاحِمٍ الْمَرْوَزِيُّ عَنْهُ.[2]

ترجمہ:- امام زُفر بن ہذیل کا (کتاب الآثار کا) ایک نسخہ ہے، جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی نے روایت کیا ہے، اسی طرح امام زُفر کا (کتاب الآثار کا) ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابووہب محمد بن مزاحم مروزی روایت کرتے ہیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) نے بھی اس نسخے کی ایک روایت نقل کی ہے۔[3]

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند تالیف کی ہے، اس میں ''شداد بن حکیم عن زُفر عن أبي حنيفة'' کے نسخے کے حوالے سے پانچ روایات ذکر کی ہیں جو اسی سند سے مروی ہیں۔[4]

امام زُفر رحمہ اللہ کے تیسرے شاگرد حکم بن ایوب رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ ''کتاب الآثار'' کا ذکر امام ابوالشیخ اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۹ھ) نے احمد بن رُستہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں کیا ہے:

---

(۱) الإرشاد فی معرفة علماء الحديث، ترجمة: شداد بن حكيم، ج ۳ ص ۹۳۱

(۲) معرفة علوم الحديث: ذكر النوع الثامن والثلاثين، ص ۱۶۳

(۳) دیکھئے تفصیلاً: المعجم الصغير: باب الحاء، من اسمه الحسن، ج ۱ ص ۲۲۸ / المعجم الأوسط، باب الحاء، من اسمه الحسن، ج ۳ ص ۳۷۷

(۴) مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم: ص ۱۶۲، ۱۶۷، ۱۷۹، ۲۴۰، ۲۶۵

أَحْمَدُ بْنُ رُسْتَةَ ابْنِ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ كَانَ عِنْدَهُ السُّنَنُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ عَنْ زُفَرَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ۔[1]

ترجمہ:- احمد بن رُستہ جو محمد بن مغیرہ کے نواسے ہیں، ان کے پاس ایک سنن تھی، جس کو وہ اپنے نانا محمد بن مغیرہ سے، وہ حکم بن ایوب سے، وہ امام زُفر بن ہذیل سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے۔

امام ابوالشیخ نے یہاں کتاب الآثار کو "السنن" کے نام سے ذکر کیا ہے، اس لئے اس کتاب میں صرف وہی احادیث نقل کی گئی ہیں جن کا تعلق اُحکامِ فقہ سے ہے، اس لئے اس کو بہ اِصطلاحِ محدثین کُتبِ سنن میں داخل کیا جاتا ہے، امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ترجمے کے متصل بعد اس نسخے کی دو روایات بھی نقل کی ہیں۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس نسخے کی بھی ایک روایت نقل کی ہے۔[2]

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے اپنی کتاب "تاریخ أصبهان" میں اس نسخے کی چھ روایات نقل کی ہیں۔[3]

۲- نسخہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ میں ایک امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہیں، ان کا تعارف بھی امام صاحب کے تلامذہ میں گزر چکا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے "کتاب الآثار" کو ان کے صاحبزادے امام یوسف رحمہ اللہ اور آپ کے شاگرد امام عمرو بن ابی عمرو رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، امام یوسف کے روایت کردہ نسخہ "کتاب الآثار" کا ذکر امام عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے کیا ہے:

وروى كتاب الآثار عن أبيه عن أبي حنيفة وهو مجلد ضخم۔[4]

ترجمہ:- امام یوسف نے اپنے والد امام ابو یوسف سے، اور انہوں نے امام

---

(۱) طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها: ترجمة. أحمد بن رسته، ج ۳ ص ۱۵۷

(۲) دیکھئے: المعجم الصغير: باب الألف من اسمه أحمد، ج ۱ ص ۱۱۷

(۳) دیکھئے تفصیلاً: تاریخ أصبهان: ترجمة: أحمد بن رسته، ج ۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱، ۳۵۰، ۳۷۳، ج ۲ ص ۲۲۲

(۴) الجواهر المضية: ترجمة: يوسف بن يعقوب بن إبراهيم، ج ۲ ص ۲۵۳

ابوحنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے، جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

یہ نسخہ اب مولانا ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۵ھ) صدر "مجلس احیاء المعارف النعمانیہ، حیدرآباد، دکن" کی تصحیح وتحقیق کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

امام عمرو بن ابی عمرو کے روایت کردہ "کتاب الآثار" کو علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے جامع المسانید میں "نسخة أبي يوسف" کے نام سے نقل کیا ہے، اور اس نسخے کی اسناد بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تک نقل کردی ہے۔(۱)

نوٹ:- امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک "کتاب الآثار" اور دوسرا "مسند أبي يوسف" کا نسخہ منقول ہے، جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی صرف مرفوع روایات ہیں، آیا یہ دونوں ایک نسخے ہیں یا الگ الگ؟ اس کے لئے دیکھیں "مسانید امامِ اعظم" کے عنوان کے ذیل میں دوسری مسند یعنی مسند امام ابو یوسف کے تحت۔

۳- نسخہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ

امام محمد رحمہ اللہ امام صاحب کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، ان کا تعارف بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں گزر چکا ہے؛ "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں یہ سب سے مشہور، متداول اور مقبول ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) اس نسخے کے تعارف میں فرماتے ہیں:

وَالْمَوْجُودُ مِن حَدِيثِ أَبِي حَنِيفَةَ مُفْرَداً إِنَّمَا هُوَ كِتَابُ الآثَارِ الَّتِي رَوَاهَا مُحَمَّدُ بنُ الْحَسَنِ عَنهُ.(۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی حدیث پر مستقل جو تصنیف ہے وہ "کتاب الآثار" ہے جس کو آپ سے امام محمد بن حسن نے روایت کیا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ سے اس نسخے کو ان کے کئی تلامذہ نے روایت کیا ہے، مطبوعہ نسخہ امام ابوحفص کبیر اور ابو سلیمان جوزجانی رحمہ اللہ کا روایت کردہ ہے۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ

---

(۱) جامع المسانید الباب الثانی اما المسند الحادی عشر، ج۲ ص ۸۳

(۲) تعجیل المنفعة: مقدمة، ج۱ ص ۲۳۹

(متوفی ۸۷۹ھ) نے بھی "کتاب الآثار" کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے۔[1]

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے "کتاب الآثار" کے عنوان کے تحت اس نسخے کا بھی ذکر کیا ہے، اور اس پر لکھی گئی شروحات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[2]

علامہ کتانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۵ھ) نے ان الفاظ میں "کتاب الآثار" کا ذکر کیا ہے:

وكتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشيباني صاحب أبي حنيفة وأحد رواة الموطأ وهو مرتب على الأبواب الفقهية في مجلدة لطيفة.[3]

ترجمہ:- کتاب الآثار امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی سے مروی ہے، جو موطا مالک کے رُوات میں سے ایک راوی ہیں، یہ ایک جلد میں ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اس نسخے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وصله محمد بن الحسن في كتاب الآثار عن أبي حنيفة.[4]

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے بھی امام محمد رحمہ اللہ سے مروی "کتاب الآثار" کا ذکر کیا ہے:

رواه محمد بن الحسن في كتاب الآثار.[5]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی "کتاب الآثار" کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے:

وروى محمد بن الحسن في الآثار عن أبي حنيفة.[6]

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے تو "مرقاۃ المفاتیح" میں

---

(۱) تاج التراجم: ترجمة: محمد بن الحسن، ص ۴۸

(۲) کشف الظنون: باب الکاف، کتاب الآثار، ج ۲ ص ۱۳۸۴

(۳) الرسالة المستطرفة: كتب مرتب على الأبواب الفقهية، ص ۴۲

(۴) فتح الباري: كتاب الإكراه، باب يمين الرجل لصاحبه أنه أخوه إلخ، ج ۱۲ ص ۳۵۴

(۵) عمدة القاري: كتاب مواقيت الصلوة، باب جهر الإمام بالتامين، ج ۶ ص ۵۱

(۶) سنن ابن ماجہ: أبواب ما جاء في الجنائز، باب ما جاء في غسل النبي صلى الله عليه وسلم، ص ۱۰۶، حاشیہ نمبر ۳ کے تحت

متعدد مقامات پر ”کتاب الآثار“ کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے:

روى محمد بن الحسن في كتاب الآثار۔ (۱)

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۳ھ) نے ”تحفة الأحوذي“ میں متعدد مقامات پر اس نسخے کا حوالہ دیا ہے:

روى محمد بن الحسن في الآثار عن أبي حنيفة۔ (۲)

علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) نے متعدد مقامات میں ”کتاب الآثار“ کے اس نسخے کا حوالہ دیا ہے:

رواه محمد بن الحسن في كتاب الآثار۔ (۳)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ”الدراية في تخريج أحاديث الهداية“ میں بھی متعدد مقامات پر ”کتاب الآثار“ کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

۴۔نسخہ امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ

امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں، انہوں نے بھی آپ سے ”کتاب الآثار“ روایت کی ہے، امامِ موصوف سے اس نسخے کو ان کے شاگرد امام محمد بن شجاع ثلجی (جن کو بلخی بھی کہا جاتا ہے) روایت کرتے ہیں، ”کتاب الآثار“ کا یہ نسخہ ”کتاب الآثار“ کے تمام نسخوں میں سب سے بڑا نسخہ ہے، اور اس میں دیگر نسخوں کی نسبت زیادہ احادیث ہیں۔

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے بھی اس نسخے کی کثرتِ احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

---

(۱) مرقاة المفاتيح: كتاب الصلوة، باب ما على الإمام، ج ۳ ص ۸۷۳، ج ۳ ص ۱۲۷۹، ج ۶ ص ۲۳۳۰

(۲) تحفة الأحوذي: أبواب البيوع، باب ماجاء في السلف في الطعام، ج ۴ ص ۴۴۹، ج ۱ ص ۴۶۸، ج ۳ ص ۹۱، ج ۳ ص ۲۹۳، ج ۳ ص ۱۱۹، ج ۴ ص ۵۳۹، ج ۵ ص ۵۰۷

(۳) نصب الراية: كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۵۲، ج ۱ ص ۳۰، ج ۲ ص ۳۲۵، ج ۲ ص ۳، ج ۲ ص ۳۱، ج ۲ ص ۱۳۱، ج ۲ ص ۱۳۱، ج ۲ ص ۲۲۳، ج ۲ ص ۲۶۱، ج ۲ ص ۲۴۳، ج ۲ ص ۲۶۸، ج ۳ ص ۲۰۲، ج ۳ ص ۱۹

(۴) چند ایک مقامات یہ ہیں: الدراية: ج ص ۳۷، ۱۲۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۵۵، ۲۸۴، ج ۲ ص ۱۳، ۴۵، ۷۳، ۷۷، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۳۶، ۱۵۹، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۸۶، ۲۰۰، ۲۳۸، ۲۴۹، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۳

لمحمد بن شجاع الثلجي عن الحسن بن زياد اللؤلؤي عن أبي حنيفة روايات كثيرة

ترجمہ:- امام محمد بن شجاع ثلجی نے امام حسن بن زیاد لؤلؤی سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ (۱)

امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مرویات کی تعداد چار ہزار بتلائی ہے، چنانچہ امام حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

كان أبو حنيفة يروي أربعة آلاف حديث ألفين لحماد وألفين لسائر المشيخة. (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی مرویات کی تعداد چار ہزار ہے، جن میں سے دو ہزار روایات امام حماد رحمہ اللہ سے اور دو ہزار دیگر مشائخ سے مروی ہیں۔

قرین قیاس یہی ہے کہ انہوں نے اپنے اس نسخے میں امام صاحب کی ان تمام مرویات کو جمع کیا ہوگا، اس لئے یہ نسخہ دیگر نسخوں سے بڑا ہے، نیز امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ امام صاحب کی روایت کردہ احادیث کے حافظ تھے:

كان حافظا لروايات أبي حنيفة. (۳)

ترجمہ:- آپ امام ابوحنیفہ کی روایت کردہ احادیث کے حافظ تھے۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ نے بھی جامع المسانید میں اس نسخے کی بعض احادیث کو نقل کیا ہے، اور امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ تک اپنی سند بھی ذکر کردی ہے۔ (۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس نسخے کا ذکر کیا ہے:

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: الحسن بن زياد اللؤلؤي، ج ۷ ص ۳۲۸

(۲) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج ۱ ص ۹۶

(۳) الأنساب للسمعاني: باب اللام والواو، اللؤلؤي، ج ۱۱ ص ۲۳۰

(۴) جامع المسانيد: الباب الثاني، أما المسند السابع، ج ۱ ص ۸۱

روى عن محمد بن شجاع البلخي عن الحسن بن زياد اللؤلؤي عن أبي حنيفة كتاب الآثار.[1]

ترجمہ:- انہوں نے امام محمد بن شجاع بلخی سے، انہوں نے امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے ''کتاب الآثار'' کو روایت کیا ہے۔

فائدہ:- ''لسان المیزان'' کے مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت اس طرح موجود ہے:

محمد بن إبراهيم بن حسن البغوي روى عن محمد بن نجيح البلخي عن الحسن بن زياد اللؤلؤي عن محمد بن الحسن عن أبي حنيفة كتاب الآثار.

اس عبارت میں تین طرح کی اغلاط ہیں: ا- محمد بن ابراہیم بن جیش البغوی کے بجائے محمد بن ابراہیم بن حسن البغوی غلط چھپ گیا۔ ۲- محمد بن شجاع کے بجائے محمد بن نجیح غلط چھپ گیا۔ ۳- حسن بن زیاد اور ابی حنیفہ کے درمیان ''عن محمد بن الحسن'' کا اضافہ ہو گیا ہے جو یقیناً غلط ہے، یہاں یہ اضافہ نہیں ہے، بہر حال ناشر نے یہاں تصحیح کا اہتمام نہیں کیا ہے۔[2]

نوٹ:- یاد رہے کہ امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے دو نسخے مروی ہیں، ایک ''کتاب الآثار'' کا، دُوسرا مسند ابی حنیفہ کا، اس دُوسرے نسخے میں آپ نے صرف مرفوع روایات کو جمع کیا تھا، جس طرح کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ سے دونوں نسخے مروی ہیں، ''مسانید امام اعظم رحمہ اللہ'' کے تحت إن شاء اللہ! باحوالہ بات آئے گی۔

''کتاب الآثار'' کے نسخے کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کیا ہے، جیسا کہ ''لسان المیزان'' کے حوالے سے بات گزر چکی ہے، اور ''مسند أبي حنيفة'' کے نام سے موسوم نسخے کا ذکر دکتور فواد سیزگین نے کیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ اس کا مخطوطہ بغداد کے ''مکتبة الاوقاف'' میں موجود ہے۔[3]

نیز حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے بھی امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کے ''مسند ابی حنیفة'' کا تذکرہ کیا ہے۔[4]

---

(۱) لسان الميزان: ترجمة: محمد بن إبراهيم بن حسن، ج ۵ ص ۳۱

(۲) ماخوذ مع تغییر یسیر ''امام ابن ماجہ اور علم حدیث'' ص ۱۷۳، ۱۷۵

(۳) تاريخ التراث العربي: ج ۳ ص ۳۲

(۴) كشف الظنون، مسند الإمام الأعظم، ج ۲ ص ۱۲۸۰

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نسخے ہوں، واللہ اعلم بالصواب!

امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی کتاب الآثار کا نسخہ کئی اَجلّہ محدثین کی مرویات میں شامل ہے، شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا، اس نسخے کی اسانید واجازات کو محدث علی بن عبد المحسن حنبلی رحمہ اللہ نے اپنے "ثبت" میں اور حافظ ابنِ طولون رحمہ اللہ نے "الفهرست الأوسط" میں، اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی رحمہ اللہ نے "عقود الجمان" میں، اور محدث ایوب خلوتی رحمہ اللہ نے اپنے "ثبت" میں، اور خاتمۃ الحفاظ مُلّا علی عابد سندھی رحمہ اللہ نے "حصر الشارد فی أسانید الشیخ محمد عابد" میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے ان سب کو "الامتاع" میں جمع کر دیا ہے۔[1]

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) نے آپ سے مروی ساٹھ روایات کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔[2]

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) کے پیش نظر بھی یہ نسخہ تھا، آپ نے اپنی مشہور کتاب "إعلام الموقعین" میں کئی مقام پر آپ کی روایت کردہ احادیث کو بطور استدلال کے ذکر کیا ہے، مثلاً: "الکذب فی غیر الشهادة" اس عنوان کے تحت ان سے یہ روایت نقل کی:

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اللُّؤْلُؤِيُّ: حدثنا أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، فَتَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَجُلَانِ... الخ.[3]

"کتاب الآثار" کے رِجال پر لکھی گئی کتابیں

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اس کتاب کے رجال پر دو کتابیں لکھی ہیں "الإیثار بمعرفة رواة الآثار"، "تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة"۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ "الإیثار بمعرفة رواة الآثار" کے مقدمے میں فرماتے ہیں کہ بعض ساتھیوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں "کتاب الآثار" بروایت امام محمد کے رجال پر لکھوں، میں نے ان کی یہ درخواست قبول کی اور حروف تہجی کے اعتبار سے رجال کے احوال لکھے، جن اکابر کا

(۱) دیکھئے تفصیلاً: الإمتاع بسیرة الإمامین الحسن بن زیاد وصاحبه محمد بن شجاع، ص ۴۷ تا ۵۲

(۲) دیکھئے: الإمتاع بسیرة الإمامین الحسن بن زیاد وصاحبه محمد بن شجاع: ص ۲۹ تا ۳۸

(۳) إعلام الموقعین: فصل شهادة الزور، الکذب کبیرة، ج ۱ ص ۱۷۴

تذکرہ "تهذیب الکمال فی أسماء الرجال" میں ہے ان کا صرف نام ذکر کیا، کیونکہ "تہذیب" میں ہر راوی کے حالات تفصیلاً موجود تھے، اور جن کے حالات نہیں تھے اختصار کے ساتھ ان کے حالات اور ان کی تعدیل وتوثیق سے متعلق اقوال نقل کردیے، اور میں نے اس کا نام "الإیثار بمعرفة رواة الآثار" رکھا۔(۱)

"الإیثار" کا یہ نسخہ اب محقق سید کسروی حسن کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں "دار الکتب العلمیة" سے ۱۴۱۳ھ میں چھپ چکا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی دوسری کتاب "تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة" ہے، اس کتاب میں انہوں نے ائمۂ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کی کتابوں میں جو رجال ہیں، صرف ان کے حالات پر لکھا ہے، حافظ نے اس کتاب میں زیادہ تر استفادہ ابو عبداللہ محمد بن علی بن حمزہ الحسینی الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۵ھ) کی کتاب "التذکرة بمعرفة رجال الکتب العشرة" سے کیا ہے، اس کتاب میں صحاح ستہ اور ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ کے رجال کے متعلق حالات تھے، حافظ نے صرف ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ کے رجال کے حالات کو الگ سے جمع کیا، چونکہ صحاح ستہ کے رجال سے متعلق حافظ کی دو کتابیں موجود ہیں "تهذیب التهذیب، تقریب التهذیب" حافظ نے ان راویوں کو حذف کردیا جن کا ذکر کتب ستہ کے رجال میں آچکا تھا، اس لئے دوبارہ ان کے حالات اس کتاب میں نہیں لکھے، اس کتاب میں ائمۂ اربعہ کے ان رجال کا تذکرہ ہے جن کا ذکر کتب ستہ کے رجال میں نہیں تھا۔

حافظ نے اس میں علامہ شمس الدین ابو المحاسن محمد بن علی بن حسن الحسینی الدمشقی (متوفی ۷۶۵ھ) کی تصنیف "الإکمال فی ذکر من له روایة فی مسند الإمام أحمد من الرجال سوی من ذکر فی تهذیب الکمال" سے کچھ دیگر فوائد واضافی معلومات بھی اس میں ذکر کی ہیں، نیز ان سے جو سہو ہوئے ہیں ان کی اصلاح کردی ہے۔

"التذکرة" کی معلومات نقل کرنے کے بعد اپنا جو بھی اضافہ کیا ہے، اس کو لفظ "قلت" سے ذکر کیا ہے، پوری کتاب حروفِ معجم پر بڑی دقیق ترتیب سے مرتب کی گئی ہے، سب سے پہلے

---

(۱) الإیثار بمعرفة رواة الآثار: مقدمة، ص ۳۵

راویوں کو ان کے ناموں کے اعتبار سے مرتب کیا ہے، پھر کنیت سے مشہور افراد کا تذکرہ ہے، اس کے بعد ابنِ فلاں سے مشہور راویوں کا ذکر ہے، اور پھر خواتین کے تراجم ہیں۔

حافظ رحمہ اللہ کی یہ کتاب گراں قدر عمدہ معلومات پر مشتمل ہے، حقیقت یہ ہے کہ حافظ کی دو مختصرات یعنی "تقريب التهذيب"، "تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة" ایسی کتابیں ہیں جن میں قرونِ فاضلہ کے اکثر و بیشتر راویوں کے حالات کا اجمالی تعارف ہو جاتا ہے، اور اس فن کی بڑی مطول کتابوں سے فی الجملہ بے نیاز کر دیتی ہے، حافظ کی یہ کتاب اب دو جلدوں میں شیخ اکرام اللہ امداد الحق کی عمدہ تحقیقات سے "دار البشائر" سے ۱۹۹۶ء میں چھپی ہے۔

علامہ ابو جعفر الکتانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۵ھ) صحاحِ ستہ اور ائمۂ اربعہ کی کتابوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ دس وہ کتابیں ہیں جن پر دینِ اسلام کا مدار ہے:

فهذه هي كتب الأئمة الأربعة وبإضافتها إلى الستة الأولى تكمل الكتب العشرة التي هي أصول الإسلام وعليها مدار الدين.(۱)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی "تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة" کا ذکر ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے بھی کیا ہے:

تعجيل المنفعة برواية رجال الأئمة الأربعة يعني: المذاهب للشيخ شهاب الدين أبي الفضل: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، المتوفى: سنة ٨٥٢هـ اثنتين وخمسين وثمانمائة.(۲)

"کتاب الآثار" کے رجال پر علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) نے بھی کتاب لکھی ہے، تلاشِ بسیار کے باوجود بندے کو اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ملا، لیکن اس کتاب کا ذکر علامہ سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) نے کیا ہے:

وللزين قاسم الحنفي رجال كل من الطحاوي والموطأ لمحمد بن الحسن والآثار ومسند أبي حنيفة لابن المقرى.(۳)

---

(۱) الرسالة المستطرفة: كتب الأئمة الأربعة أرباب المذاهب المتبوعة، ص ۱۹

(۲) كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: باب التاء، تعجيل المنفعة، ج ۱ ص ۴۱۸

(۳) الإعلان بالتوبيخ: كتب رجال الحديث، ص ۱۲۶

علامہ ابوجعفر الکتانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۵ھ) نے بھی اس نسخے کا ذکر کیا ہے:

وللشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی وھو المسمی: بالإیثار فی رجال معانی الآثار۔ (۱)

''کتاب الآثار'' کی شروحات

۱- ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے نقل کیا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' بروایت امام محمد کی شرح لکھی ہے:

کتاب الآثار للإمام: محمد بن الحسن وھو مختصر علی ترتیب الفقہ ذکر فیہ: ما روی عن أبی حنیفۃ من الآثار وعلیہ شرح للحافظ الطحاوی الحنفی۔ (۲)

۲- شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) نے ''کتاب الآثار'' کے متعلق خود امام محمد رحمہ اللہ کی شرح کا حوالہ دیا ہے:

فقد ذکر محمد فی شرح الآثار أنہ بالخیار إن شاء فعل وإن شاء لم یفعل۔ (۳)

۳- علامہ ابوالفضل محمد خلیل بن احمد رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۶ھ) نے علامہ ابوالفضل نورالدین علی بن مردان العمری الموصلی الشافعی رحمہ اللہ کے حالات میں ''کتاب الآثار للإمام محمد'' پر ان کی شرح کا ذکر کیا ہے:

ولہ تألیفات لطیفۃ منھا شرح کتاب الآثار للإمام محمد وشرح الفقہ الأکبر للإمام الأعظم ولہ علی کل فن تعلیقات۔ (۴)

۴- مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۴ھ) کی ایک نادر تالیف ''التعلیق المختار علی کتاب الآثار'' ہے، یہ کتاب ''رحیم اکیڈمی'' سے شائع ہوئی ہے، اس

(۱) الرسالۃ المستطرفۃ: کتب فی بیان حال الرواۃ غیر الکتب المتقدمۃ ص ۲۰۹

(۲) کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون: باب الکاف، کتاب الآثار، ج ۲ ص ۱۴۸۳

(۳) المبسوط: کتاب الصلاۃ باب الوضوء والغسل، ج ۱ ص ۸۰

(۴) سلک الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر: حرف العین ترجمۃ: علی العمری، ج ۳ ص ۲۳

کتاب میں حنفی مذہب کی تاریخ، کتبِ حدیث کی اہمیت، اور ان کے مراتب ودرجات، ''کتاب الآثار'' کا مرتبہ ومقام، لفظِ ''اثر'' کی تحقیق، تعدادِ احادیث، ''کتاب الآثار'' میں امام محمد کا اندازِ بیان واستدلال، بحثِ جرح وتعدیل، بحثِ ارسالِ حدیث وغیرہ کا ذکر ہے۔

۵- محقق العصر علامہ ابوالوفا افغانی صدر ''احیاء المعارف النعمانیۃ حیدرآباد الدکن بالھند'' نے ''کتاب الآثار'' کی شاندار شرح لکھی ہے، تمام روایات کی تحقیق وتخریج بھی ہے، فقہاء کے اختلافات کو بھی نہایت بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے، ''جامع المسانید'' اور ''کتاب الآثار'' کے دیگر نسخوں کا بھی ذکر کرتے ہیں، دیگر کتبِ حدیث سے احناف کے دلائل کو باحوالہ ذکر کرتے ہیں، کتاب کے شروع میں ۱۳۹ صفحات پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ ہے، جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر، امام صاحب کے شیوخ، آپ کے اخلاق، سخاوت، تقویٰ، آپ کی فقہی بصیرت، امام محمد رحمہ اللہ کے حالات، ''کتاب الآثار'' اور اس کے متعدد نسخے اور ان کی نشاندہی، امام صاحب کی مسانید کا ذکر ہے، اور اس کے علاوہ یہ نہایت گراں قدر علمی مباحث پر مشتمل ایک عمدہ شرح ہے، جو اب ''دار الکتب العلمیۃ'' سے دو جلدوں میں چھپی ہے۔

۶- حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہان پوری رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل کے ساتھ ایک مبسوط ومحققانہ شرح لکھی ہے، جس کا نام ''قلائد الأزھار علی کتاب الآثار'' ہے، جو تین ضخیم جلدوں میں ہے، اس شرح کے متعلق علامہ ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شرحا حسنا لله در مثله.

بندے کی ناقص رائے کے مطابق موجودہ ''کتاب الآثار'' کی شروحات میں اس سے مفصل ومدلل شرح نظر سے نہیں گزری، ''جامعہ دار العلوم کراچی'' کی لائبریری میں یہ شرح موجود ہے، کاش! کوئی عالم جو فنِ حدیث، رجالِ حدیث اور فقہ پر دسترس رکھتا ہو، اس شرح پر کام کرکے اس کو تحقیق وتخریج کے ساتھ عمدہ طباعت سے شائع کرے، کتاب نایاب بھی ہے اور نہایت گراں قدر علمی کتاب ہے۔

۷- شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ کی ''المختار شرح کتاب الآثار'' ہے، یہ ''کتاب الآثار'' کا اردو ترجمہ ہے اور ساتھ مختصر شرح بھی ہے۔

۸- حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب مدظلہم کی ''الأزھار علی کتاب الآثار'' دو ضخیم

جلدوں میں اُردو زبان میں مفصّل ومدلل شرح ہے، شروع میں تقریباً ۲۵۰ صفحات پر مشتمل علم حدیث سے متعلق نہایت مبسوط مقدمہ ہے، شرح میں حلِّ لغات بھی ہے، تمام اختلافی مسائل کی نہایت مفصّل شرح ہے، ہر مسئلے کو عنوان کے تحت دلائل کے ساتھ لکھا ہے، اُردو زبان میں ''کتاب الآثار'' کی اس قدر مفصّل شرح بندے کی نظر سے نہیں گزری۔

۹۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب صدیقی مدظلہم کی اُردو زبان میں ''روضۃ الأزھار شرح کتاب الآثار'' کے نام سے مختصر شرح ہے، اس میں مذکورہ اختلافی مسائل کو دلائل کے ساتھ لکھا ہے، جس صحابی یا تابعی سے روایت مروی ہے باحوالہ اختصار کے ساتھ ان کے حالات بھی لکھتے ہیں، حلِّ لغات، مصادر اور مراجع کا بیان بھی ہے، ۲۳۶ صفحات پر مشتمل یہ شرح ''مکتبہ جامعہ بنوریہ'' سے چھپی ہے۔

''کتاب الآثار'' کے متعلق عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی رائے

امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' کو ثقہ اور معزز لوگوں سے روایت کیا ہے، جو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے:

روی الآثار عن نبل ثقات غزار العلم مشیخۃ.[1]

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کی اَحادیث میں سے ''کتاب الآثار'' موجود ہے، جسے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے:

والموجود من حدیث أبي حنیفۃ مفردا إنما ھو کتاب الآثار التي رواھا محمد بن الحسن عنہ.[2]

''کتاب الآثار'' کے متعلق عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے اَشعار

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کے ترجمے کا آغاز امام ذہبی رحمہ اللہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

---

(۱) مناقب أبي حنیفۃ: ج ۲ ص ۱۹۱

(۲) تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ: مقدمۃ، ج ۱ ص ۲۳۹

عبداللہ بن المبارك بن واضح الحافظ، العلامة، شيخ الإسلام، فخر المجاهدين، قدوة الزاهدين، التاجر السفار صاحب التصانيف النافعة والرحلات الشاسعة۔[1]

یہی عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

سعيد المروزي قال: سمعت ابن المبارك يقول:

لقد زان البلاد ومن عليها
إمام المسلمين أبو حنيفة
بآثار وفقه في حديث
كآثار الزبور على الصحيفة
فما في المشرقين له نظير
ولا بالمغربين ولا بالكوفة[2]

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کتاب الآثار کے متعلق فرماتے ہیں:

روى آثاره فأجاب فيها
كطيران الصقور من المنيفة
ولم يك بالعراق له نظير
ولا بالمشرقين ولا بكوفة[3]

ترجمہ:- انہوں نے آثار کو روایت کیا تو ایسی بلند پرواز دکھائی کہ جیسے شکاری پرندے بلند مقام پر پرواز کر رہے ہوں، سو نہ عراق میں ان کی کوئی نظیر تھی نہ مشرق ومغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

اسنادِ حدیث اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے

طلبِ اسناد اس اُمت کی خصوصیت ہے، جنہوں نے حدیثِ رسول کی حفاظت اور دین

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: عبدالله بن المبارك، ج ۱ ص ۲۰۲
(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روى من الشعر في مدح أبي حنيفة، ص ۹۱
(۳) مناقب أبي حنيفة: ج ۲ ص ۱۹۰

کو محفوظ کرنے کے لئے اس کا اہتمام کیا، دُنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جنہوں نے اپنے نبی ورسول کی ہدایتوں کو، یا دین کی حفاظت کے لئے اس قدر اہتمام کیا ہو جتنا کہ اس اُمت نے کیا ہے۔

۱- امام ابوبکر محمد بن احمد رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۰ھ) فرماتے ہیں:

بلغني أن الله خص هذه الأمة بثلاثة أشياء لم يعطها من قبلها: الإسناد والأنساب والإعراب. (۱)

ترجمہ:- مجھے یہ بات پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں اس اُمت کو عنایت فرمائیں جو کہ ان سے پہلے کسی اُمت کے پاس نہیں، اسناد، انساب، اعراب۔

۲- امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) فرماتے ہیں:

وليس لأمة من الأمم إسناد كإسنادهم، يعني هذه الأمة. (۲)

ترجمہ:- اُمتوں میں سے کسی اُمت کے پاس بھی اسناد نہیں، جس طرح کہ اس اُمت کے پاس ہے۔

۳- امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

لم يكن في أمة من الأمم منذ خلق الله آدم أمناء يحفظون آثار الرسل إلا في هذه الأمة. (۳)

ترجمہ:- حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کوئی اُمت ایسی نہیں ہے جو اپنے نبی کے آثار کی حفاظت اس طرح کرتی ہو جس طرح کہ یہ اُمت کرتی ہے۔

۴- شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَعِلْمُ الْإِسْنَادِ وَالرِّوَايَةِ مِمَّا خَصَّ اللهُ بِهِ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَهُ سُلَّمًا إِلَى الدِّرَايَةِ. فَأَهْلُ الْكِتَابِ لَا إِسْنَادَ لَهُمْ..... وَإِنَّمَا الْإِسْنَادُ لِمَنْ أَعْظَمَ اللهُ عَلَيْهِ الْمِنَّةَ. (۴)

---

(۱) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: خصائص أمة النبي صلى الله عليه وسلم، ج ۲ ص ۴۱۶

(۲) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: أقوال الأئمة في هذا العلم، ج ۱ ص ۱۶۶

(۳) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: عبدالله بن عبدالكريم أبوزرعة الرازي، ج ۳۸ ص ۳۰

(۴) مجموع الفتاوى: مقدمة: ج ۱ ص ۹

ترجمہ:- علم الاسناد اور روایت ایسی خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کو خاص عنایت کی ہے، اس کو درایت کے لئے سیڑھی بنایا، پس اہلِ کتاب کے پاس کوئی اِسناد نہیں ہے، علمِ اِسناد (اس اُمت پر) اللہ کے اِحسانات میں سے ایک بہت بڑا اِحسان ہے۔

۵- شارحِ مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:-

أصل الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هٰذه الأمة.[۱]

ترجمہ:- اس اُمت کی عمدہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اِسناد کا حامل ہونا ہے۔

محدثینِ عظام کی نظر میں سندِ حدیث کی اہمیت

اِمام ابنِ سیرین رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذه الأحاديث دين فانظروا عمن تأخذونها.[۲]

ترجمہ:- اَحادیثِ مبارکہ دین ہے، لہٰذا یہ دیکھو کہ تم یہ دین کس سے لے رہے ہو؟

اِمام سفیان ثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۱ھ) اِسناد کو مومن کے ہاتھ میں بمنزلہ قتل کرنے والے کے ہاتھ میں تلوار سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا:

الْإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ سِلَاحٌ فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُقَاتِلُ.[۳]

ترجمہ:- اِسناد مومن کا ہتھیار ہے، جب اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو وہ کس طرح لڑے گا؟

امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) سند کو دین کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) شرح نخبة الفكر للقاري: العلو المطلق، ص ۶۱۷

(۲) الجرح والتعديل: الأخبار أنها من الدين، ج ۲ ص ۱۵

(۳) شرف أصحاب الحديث: الأسانيد هي الطريق إلى معرفة أحكام الشريعة، ص ۴۲

الإِسْنَادُ عِنْدِي مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الإِسْنَادُ لَقَالَ: مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ. [۱]

ترجمہ:- اِسناد میرے نزدیک دین کا جزء ہے، اگر اِسناد کا وجود نہ ہوتا تو ہر شخص جو چاہتا سو کہتا۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

لا تنظروا إلى الحديث ولكن انظروا إلى الإسناد فإن صح الإسناد وإلا فلا تغتروا بالحديث إذا لم يصح الإسناد. [۲]

ترجمہ:- حدیث کی طرف دیکھنے سے پہلے سند کی طرف دیکھو، اگر سند صحیح ہے تب تو ٹھیک ہے، ورنہ اگر سند صحیح نہ ہو تو حدیث سے دھوکا نہ کھانا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

معرفة الرجال نصف العلم لان الحديث سند ومتن والسند عبارة عن الرواة فمعرفتهم نصف العلم. [۳]

ترجمہ:- راویانِ حدیث کی معرفت نصف علم ہے، اس لئے کہ حدیث سند اور متن کے مجموعے کا نام ہے، اور سند کا مطلب راویانِ حدیث ہوتا ہے، لہٰذا ان کی معرفت نصف علم ہے۔

محدثینِ کرام کے ہاں اسنادِ عالی کا مقام

علوِ سند ایک محدث کے لئے قابلِ فخر اعزاز ہے، کیونکہ سند جتنی عالی ہوگی اتنا ہی اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے کم ہوں گے، جس قدر واسطے کم ہوں گے تو اس سند میں خطا اور نسیان کے احتمالات کم ہوں گے، جس قدر وسائط زیادہ ہوں گے تو اس میں خطا کے احتمالات نسیاناً یا عمداً زیادہ ہوں گے، اس بنا پر محدثینِ کرام اس کے حصول کے لئے انتہائی مشقت برداشت کر کے دُور دراز مقامات کا سفر کرتے تھے، اور طلبِ علو کا بڑا اہتمام کرتے تھے، بلکہ یہ نسبت صحابہ کرام سے چلی آ رہی ہے، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ

(۱) شرف أصحاب الحديث: الأسانيد هي الطريق إلى معرفة أحكام الشريعة، ص ۴۱

(۲) تهذيب الكمال: أقوال الأئمة في هذه العلم، ج ۱ ص ۱۶۵

(۳) المحدث الفاصل بين الراوي والواعي، ص ۳۲۰

رضی اللہ عنہ کا واقعہ محض ایک حدیث کی معلومات کے لئے کافی مشہور ہے:

حضرت ابوایوب انصاری کا واقعہ متعدد طرق کے ساتھ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے "الرحلة في طلب العلم" میں نقل کیا ہے۔ (۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا کتاب میں نقل کیا ہے، نیز امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے بھی اس واقعے کو نقل کیا ہے۔ (۲)

اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزاری، اور آپ کے سینکڑوں ارشادات کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا، لیکن اس کے باوجود صرف ایک حدیث کے لئے انہوں نے کس قدر طویل اَسفار کئے، جب کہ اس وقت سفر کے لئے کوئی آرام دہ سہولیات بھی موجود نہیں تھیں، اس سے جہاں صحابہ کرام کی آپ کے ارشادات سے محبت ولگن کا اندازہ ہوتا ہے وہیں علوِ سند کے لئے سفر کا مندوب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

طلب علو الإسناد من الدين. (۳)

ترجمہ: علوِ سند کا طلب کرنا دین کا حصہ ہے۔

محدثِ کبیر امام حاکم نیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

طلب الإسناد العالي سنة صحيحة. (۴)

ترجمہ:- اسنادِ عالی کی طلب سُنّتِ صحیحہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ آپ سے اَحادیث سننے کے باوجود مدینہ منورہ کا سفر کرتے اور وہاں جاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں دوبارہ سنتے تھے، یہ صرف علوِ سند کے لئے وہ کوفہ سے مدینہ کا طویل سفر کرتے تھے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) دیکھئے: الرحلة في طلب الحديث: ۱۱۸ تا ۱۲۴

(۲) دیکھئے: الأدب المفرد: باب المعانقة، ص ۳۳۷، رقم الحديث: ۹۷۰

(۳) الرحلة في طلب الحديث: ص ۸۹

(۴) معرفة علوم الحديث: النوع الأول، ص ۵

طَلَبُ الْإِسْنَادِ الْعَالِي سُنَّةٌ عَمَّنْ سَلَفَ، لِأَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانُوا يَرْحَلُونَ مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْ عُمَرَ وَيَسْمَعُونَ مِنْهُ. (۱)

ترجمہ:- اِسنادِ عالی کی طلب سلف کی سُنّت ہے، اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ (آپ سے اَحادیث سننے کے باوجود) کوفہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرتے تھے اور حضرت عمر سے علم حاصل کرتے اور حدیثیں (دوبارہ) سنتے تھے۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) سے مرض الوفات میں کسی نے پوچھا: آپ کی کیا خواہش ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ گھر خالی ہو اور سند عالی ہو:

أَنَّ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قِيلَ لَهُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: مَا تَشْتَهِي؟ قَالَ: بَيْتٌ خَالِي، وَإِسْنَادٌ عَالِي. (۲)

سندِ عالی اور سندِ نازل

''سندِ عالی'' اس سند کو کہتے ہیں جس میں راویوں کی تعداد دُوسری سند کے مقابلے میں (جس سے وہی روایت مروی ہو) کم ہو۔

''سندِ نازل'' اس سند کو کہتے ہیں جس میں راویوں کی تعداد دُوسری سند کے مقابلے میں (جس سے وہی روایت مروی ہو) زیادہ ہو۔

علامہ بیقونی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۰ھ) شعر کی صورت میں عالی اور نازل کے درمیان فرق واضح کرتے ہیں:

وَكُلُّ مَا قَلَّتْ رِجَالُهُ عَلَا
وَضِدُّهُ ذَاكَ الَّذِي قَدْ نَزَلَا (۳)

ترجمہ:- ہر وہ روایت جس میں راویوں کی تعداد کم ہو، وہ سند عالی ہے، اور اس کی ضد (یعنی جس میں راویوں کی تعداد زیادہ ہو) وہ سند نازل ہے۔

ایک مثال سے سندِ عالی اور نازل کے درمیان فرق سمجھیں:

(۱) الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع: من مدح العلو وذم النزول، ج۱ ص ۱۲۳
(۲) مقدمة ابن الصلاح: النوع التاسع والعشرون، ص ۲۵۶
(۳) المنظومة البيقونية: ص۹، شعر نمبر: ۱۴

أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ.(۱)

یہی روایت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مسند أحمد'' میں اس سند کے ساتھ روایت کی ہے:

حدثنا سفيان قال: حدثني عبدالله بن دينار سمعت ابن عمر يقول: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم بيع الولاء وعن هبته.(۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند میں دو راوی ہیں، یعنی عطاء بن یسار رحمہ اللہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کی سند میں تین راوی ہیں، سفیان رحمہ اللہ، عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جو سند ہے اس میں راوی دو ہیں، اس لئے یہ سند عالی ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کی سند میں راوی تین ہیں، اس لئے یہ سند نازل ہے۔

فقہائے کرام اور ائمہ صحاحِ ستہ میں امامِ اعظم کی سند سب سے عالی ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فقہائے کرام اور ائمہ صحاحِ ستہ پر دو طرح کا امتیاز حاصل ہے، ایک یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں، جب کہ فقہائے کرام اور ارباب صحاحِ ستہ میں کوئی امام بھی تابعی نہیں ہے، اس خصوصیت میں آپ کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں ہے۔(۳)

آپ کے تابعی ہونے میں وہی شخص شک کرے گا جو بقول علامہ عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) کے: جو جاہل ہوگا یا حاسد ہوگا:

كان أبو حنيفة رضي الله عنه من سادات التابعين، رأى أنس بن مالك ولا يشك فيه إلا جاهل وحاسد.(۴)

امام صاحب کو دوسرا امتیاز یہ حاصل ہے کہ آپ کی سند سب سے عالی ہے، اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیک واسطہ تلمذ رکھنے کا شرف حاصل ہے، یعنی آپ کی سب سے عالی

---

(۱) جامع المسانيد: ج ۲ ص ۱۴۳ / عقود الجواهر المنيفة، ج ۲ ص ۴۰

(۲) مسند أحمد: مسند عبدالله بن عمر، ج ۸ ص ۱۶۵، رقم الحديث: ۵۶۰۳

(۳) مفتاح السعادة ومصباح السيادة، أبو حنيفة نعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۱۷۵

(۴) مغاني الأخيار: الفصل الثالث فيمن رأى أبو حنيفة من الصحابة، ج ۳ ص ۱۲۲

روایات وحدانیات ہیں، جب کہ ائمہ متبوعین اور اَربابِ صحاح ستہ میں یہ شرف کسی کو حاصل نہیں۔

ائمہ اَربعہ میں امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) رحمہا اللہ کی احادیث میں سب سے عالی روایات ثلاثی (یعنی جس میں تین واسطے ہوں) ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) چونکہ تبع تابعین میں سے ہیں، اس لئے ان کی اَحادیث میں سب سے عالی روایات ثنائی (یعنی جس میں دو واسطے ہوں) ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ)، امام ابوداؤد رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ)، امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ)، امام ابنِ ماجہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۳ھ) کی اَحادیث میں سب سے عالی روایات ثلاثی ہیں، جب کہ امام مسلم (متوفی ۲۶۱ھ) اور امام نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) رحمہا اللہ کی اَحادیث میں سب سے عالی روایات رُباعیات (یعنی جس میں چار واسطے ہوں) ہیں۔

ائمہ صحاح ستہ میں سے کسی سے بھی وحدانی یا ثنائی روایات مروی نہیں ہیں، جب کہ امام صاحب سے یہ دونوں مروی ہیں، امام صاحب کی وحدانیات پر کبار اہل علم نے باقاعدہ اجزاء تصانیف کئے ہیں (جن کا ذکر ان شاء اللہ! آگے آئے گا) اور امامِ اعظم رحمہ اللہ کی ثنائیات تو نہایت کثرت کے ساتھ موجود ہیں، آپ سے مروی ثنائی روایات تحقیق وتخریج کے ساتھ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں: "الإمام الأعظم أبو حنيفة والثنائيات في مسانيده"۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کی سند کو عالی قرار دیا ہے، مثلاً امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تذکرے میں "أبو يوسف عن أبي حنيفة عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة عن أبيه" کی سند سے حدیث روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

إسناده متصل عال.[1]

ترجمہ:- اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

امام شمس الدین یوسف بن خلیل حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۸ھ) نے آپ کی عالی السند روایات کو "عوالي الإمام أبي حنيفة" کے نام سے جمع کیا ہے، یہ کتاب دکتور خالد عواد کی تحقیق کے ساتھ "دار الفرفور، دمشق" سے ۱۴۲۲ھ میں طبع ہوچکی ہے۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: القاضي أبو يوسف يعقوب بن ابراهيم، ج۱ص ۲۱۵

۱- وحدانیات

جس سند میں راوی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف صحابی کا واسطہ ہو۔

۲- ثنائیات

جس سند میں راوی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صحابی اور تابعی (یعنی دو رُواۃ) کا واسطہ ہو۔

۳- ثلاثیات

جس سند میں راوی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صحابی، تابعی اور تبع تابعی (یعنی تین رُواۃ) کا واسطہ ہو۔

محدثین کے پاس سب سے اعلیٰ اَسانید ثلاثیات ہیں

یہ بات بڑی اہم ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کی ثنائیات کے علاوہ جتنے بھی محدثین کی کُتب دستیاب ہیں ان سب کی اعلیٰ اَسانید ثلاثیات ہیں۔ امام سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) کی درج ذیل تحقیق کا مطالعہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کی سب سے اعلیٰ اَسانید دو واسطوں سے ثنائیات ہیں، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ سے کثیر اَحادیث تین واسطوں سے مروی ہیں، جنہیں اصطلاحِ حدیث میں ''ثلاثیات'' کہتے ہیں، یہی ثلاثیات امام بخاری رحمہ اللہ سے بائیس[۲۲]، امام ابو داؤد اور ترمذی رحمہما اللہ سے ایک ایک، جب کہ امام ابنِ ماجہ رحمہ اللہ سے پانچ مروی ہیں۔ امام مسلم اور نسائی رحمہما اللہ کی سب سے اعلیٰ اَسانید چار واسطوں سے ہیں، اس سے کم واسطے سے ان کی کوئی حدیث نہیں ہے، انہیں اصطلاحِ حدیث میں ''رُباعیات'' کہا جاتا ہے۔ ( )

مذکورہ کُتب کے علاوہ بعض دیگر کُتبِ حدیث میں بھی بیسیوں ثلاثیات موجود ہیں، ذیل میں ان کی تحقیق ملاحظہ کریں:

( ) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث: العالي والنازل، ج ۳ ص ۳۴۱

۱-امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ثلاثی روایات

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) کی مسند میں "ستائیس" ثلاثی احادیث مروی ہیں، وہ سب کی سب اس سند سے مروی ہیں: مالك بن أنس عن نافع مولى ابن عمر عن عبدالله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی تمام ثلاثیات کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے "سلسلة الذهب فی ما رواه الشافعي عن مالك عن نافع عن ابن عمر" میں درج کیا ہے، اس میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک سو پانچ روایات کو ذکر کیا ہے۔

۲-ابوداود طیالسی رحمہ اللہ سے مروی ثلاثی روایات

امام ابوداود سلیمان بن داود الطیالسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) کی مسند میں بھی ثلاثیات موجود ہیں، ان ثلاثیات کو بعنوان کتاب "الثلاثيات المنتقاة من مسند أبي داود الطيالسي" میں جمع کیا گیا ہے، لیکن کتاب کی عدم دستیابی کے باعث ان کا عدد اور مؤلف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

۳-احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مروی ثلاثی روایات

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کی مسند میں دیگر ائمۂ حدیث کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں ثلاثیات ہیں، یہاں تک کہ ان کا عدد تین سو سے تجاوز کر چکا ہے۔ کل ثلاثیاتِ مسندِ احمد کا صحیح شمار دشوار ہے، کسی محقق نے کہا ہے کہ مسندِ احمد میں تین سو سینتیس (۳۳۷) ثلاثیات ہیں، کسی نے کہا کہ تین سو تریسٹھ (۳۶۳)، اور کسی کا قول تین سو اکتیس (۳۳۱) کا ہے۔

بعض ائمہ نے ثلاثیاتِ احمد کی علیحدہ تخریج بھی کی ہے، ان میں محب الدین اسماعیل بن عمر بن ابی بکر المقدسی (متوفی ۶۱۳ھ) اور ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد المقدسی (متوفی ۶۴۳ھ) شامل ہیں۔ متاخرین میں خصوصاً امام سفارینی (متوفی ۱۱۸۸ھ) نے "شرح ثلاثيات مسند الإمام أحمد" کے نام سے کتاب میں تمام ثلاثیاتِ احمد کو تخریج کیا ہے اور ان کی شرح کی ہے۔

۴-امام عبد بن حمید رحمہ اللہ سے مروی ثلاثی روایات

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۹ھ) کی مسند میں اکیاون ثلاثیات ہیں، اس کا ایک

نسخہ مراکش کے شہر رباط کے محکمۂ مالیات میں ۴۴۲ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۵- اِمام دارمی رحمہ اللہ سے مروی ثلاثی روایات

امام عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۵ھ) کی سنن میں پندرہ[۵] ثلاثیات ہیں۔ ان ثلاثیات دارمی کو ابوعمران عیسیٰ بن عمر بن العباس السمرقندی اور عفیف محمد بن نور الدین الایجی نے جمع کیا ہے۔

۶- اِمام طبرانی رحمہ اللہ سے مروی ثلاثی روایات

اِمام سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) کی ''المعجم الصغیر'' میں تین ثلاثیات ہیں۔

مذکورہ بالا تمام کُتبِ حدیث میں ثلاثیات کو باقی اَحادیث سے اعلیٰ اور افضل گردانا جاتا ہے، محدّثین کی ان ثلاثی اَحادیث کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اِمام سخاوی رحمہ اللہ کی ''فتح المغیث''، اِمام سیوطی رحمہ اللہ کی ''تدریب الراوی''، اِمام سفارینی کی ''شرح ثلاثیات مسند الإمام أحمد''، محمد بن جعفر الکتانی رحمہ اللہ کا ''الرسالۃ المستطرفۃ''، علامہ نواب صدیق حسن خان القنوجی رحمہ اللہ کی ''الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ''، اشرف عبدالرحیم کی ''الثلاثیات فی الحدیث النبوی'' اور خصوصاً عفیف محمد نور الدین الایجی کا رسالہ ''الثلاثیات'' ملاحظہ فرمائیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اِمام بخاری، اِمام مسلم، اِمام ترمذی، اِمام ابوداؤد، امام نسائی، اِمام ابنِ ماجہ، امام ابوداود الطیالسی، امام عبد بن حمید، اِمام دارمی اور اِمام طبرانی رحمہم اللہ سمیت کسی بھی اجل محدّث اور امام فی الحدیث کے پاس ثلاثیات سے کم واسطے کی کوئی ایک بھی حدیث نہیں۔ اس لحاظ سے امام مالک رحمہ اللہ کو ان پر فوقیت حاصل ہے کہ ان سے دو واسطوں سے ثنائیات مروی ہیں، گویا نامور محدّثین میں صرف عالم دارُ الہجرت اِمام مالک رحمہ اللہ واحد شخصیت ہیں جن سے کم از کم دو واسطوں سے اَحادیثِ رسول مروی ہیں۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ سے مروی وُحدانی، ثنائی اور ثلاثی روایات

مندرجہ بالا تفصیلی بحث سے یہ معلوم ہوگیا کہ اِمام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ کُل محدّثین کے

پاس تین واسطوں سے کم سند سے کوئی بھی حدیث نہیں، تو یہ بات بڑی خوش کن اور قلبی اطمینان کا باعث ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو صرف ایک واسطے سے حدیث رسول حاصل ہے۔ گویا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بعد روئے زمین پر کوئی بھی ایسا محدث نہیں جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب طریق یا سب سے چھوٹی سند، ایک واسطے سے ہو۔ ائمۂ حدیث اور فقہاء میں سے یہ شرف صرف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو حاصل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست روایت کرنے کے سبب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امام ابو حنیفہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔ اُصول حدیث میں ایک واسطے سے روایت ہونے والی حدیث کو اصطلاحاً ''وحدان'' اور ''اُحادی'' کہا جاتا ہے۔ نیز امام اعظم رحمہ اللہ سے جس قدر کثرت کے ساتھ ثنائیات اور ثلاثیات مروی ہیں، وہ کسی اور امام سے نہیں ہیں، صرف تین کتبِ حدیث میں امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ثنائیات کی تعداد پانچ سو چھ (۵۰۶) ہے۔ ''جامع المسانید'' میں تین سو چھیاسٹھ (۳۶۶)، ''کتاب الآثار للإمام أبي يوسف'' میں اکیاسی (۸۱)، ''کتاب الآثار للإمام محمد'' میں اُنسٹھ (۵۹) روایات ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ثنائی روایات کو مولانا عبدالعزیز یحییٰ سعدی نے ''الإمام الأعظم أبو حنيفة والثنائيات في مسانيده'' میں عمدہ تحقیق وتخریج کے ساتھ جمع کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی صرف تین کتابوں میں ثلاثی روایات کی تعداد گیارہ سو چھبیس (۱۱۲۶) ہے۔ ''جامع المسانید'' میں چھ سو ستتر (۶۷۷)، ''کتاب الآثار لأبي يوسف'' میں دو سو اکیاون (۲۵۱)، ''کتاب الآثار للإمام محمد'' میں ایک سو اٹھانوے (۱۹۸) روایات ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سے صرف بائیس ''۲۲'' ثلاثی روایات مروی ہیں جب کہ امام اعظم رحمہ اللہ سے گیارہ سو چھبیس (۱۱۲۶) روایات مروی ہیں، ائمۂ صحاح ستہ میں کسی سے بھی ثنائی روایات مروی نہیں ہیں، جب کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پانچ سو چھ (۵۰۶) روایات مروی ہیں، اس کے باوجود بعض متعصب اور متشدد یہ کہتے نہیں تھکتے کہ آپ سے صرف سترہ ۱۷ احادیث مروی ہیں۔

علوِ سند

محدثین میں علوِ سند ہمیشہ ایک قابل فخر چیز سمجھی گئی ہے، کیونکہ روایت میں جس قدر واسطے

کم ہوں گے اسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قُرب زیادہ ہوگا، نیز قلتِ رُواۃ کی بنا پر ان کی چھان بین کم کرنا پڑتی ہے، اور خطاء ونسیان کا احتمال بھی کم ہوجاتا ہے، اس لئے اہل فن کے نزدیک صحت اور علوِ اسناد کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہیں ہوتا، اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کے تذکرے میں علوِ اسناد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے، بلکہ خاص خاص ائمہ کی عالی اَسانید کو تو علماء نے مستقل اجزاء میں علیحدہ مدوّن کردیا ہے۔ (۱)

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کی وحدانیات

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں چونکہ تابعی ہونے کا فخر صرف امام اعظم رحمہ اللہ کو حاصل ہے، اور یہ وہ فخر ہے کہ بقول حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ کے معاصرین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ ان کو بارگاہِ رسالت سے براہِ راست صرف بیک واسطہ تلمذ حاصل ہے، امام صاحب کی ان روایات کو جو آپ نے صحابہ سے سنی ہیں ان کو اُحادیات یا وحدانیات کہتے ہیں۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ سے روایت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سنِ وصال میں اختلاف ہے، حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے وہب بن جریر سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا وصال ۹۵ھ میں ہوا ہے:

وقال وهب بن جرير عن أبيه: مات أنس ٩٥هـ (۲)

مشہور ۹۳ھ ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں امام صاحب رحمہ اللہ بارہا بصرہ گئے تھے، اس لئے اس بات کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی، یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رُؤیت باتفاق ثابت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر ۱۳ سال تھی۔

امام کردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" ، ص ۱۱۵

(۲) تهذيب التهذيب: حرف الألف ترجمة: أنس بن مالك، ج۱ ص ۳۷۶

قال الکردری: جماعة من المحدثین أنکروا ملاقاته مع الصحابة وأصحابه أثبتوه بالأسانید الصحاح الحسان، وهم أعرف بأحواله منهم، والمثبت العدل العالم أولی من النافی. (۱)

ترجمہ:- محدثین کی ایک جماعت نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ کرام سے ملاقات کا انکار کیا ہے، اور ان کے شاگردوں نے اس بات کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے، اور قاعدہ ہے کہ ثابت کرنے والی روایت نفی کرنے والی روایت سے اَولیٰ ومقدم ہوتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفی رضی اللہ عنہ کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

هو أحد من رآه أبو حنیفة من الصحابة وروی عنه ولا یلتفت إلی قول المنکر المتعصب: وکان عمر أبي حنیفة حینئذ سبع سنین، وهو سن التمییز. هذا علی الصحیح إن مولد أبي حنیفة سنة ثمانین، وعلی قول من قال: سنة سبعین یکون عمره حینئذ سبعة عشر سنة. ویستبعد جدا أن یکون صحابي مقیما ببلدة، وفي أهلها من لا یکون رآه وأصحابه أخبر بحاله وهم ثقات في أنفسهم. (۲)

ترجمہ:- عبداللہ بن اَبی اَوفی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جن کی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی، اور ان سے روایت کی، قطع نظر کرتے ہوئے منکر متعصب کے قول سے، امام ابوحنیفہ کی عمر اس وقت سات سال کی تھی، کیونکہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۷۰ھ میں ہوئی، اس قول کی بنا پر اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی، بہر حال سات سال کی عمر بھی فہم وشعور کا سن ہے، اور یہ کیسے

---

(۱) شرح مسند أبي حنیفة: ذکر إسناده عن القاسم بن عبدالرحمن، ص ۵۸۱

(۲) عمدة القاري شرح صحیح البخاري: کتاب الوضوء، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین، ج ۳ ص ۵۲

ہوسکتا ہے کہ ایک صحابی کسی شہر میں رہتے ہوں اور شہر کے رہنے والوں میں ایسا شخص ہو جس نے اس صحابی کو نہ دیکھا ہو؟ اس بحث میں امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کی بات معتبر ہے کیونکہ وہ ان کے احوال سے زیادہ واقف ہیں اور ثقہ بھی ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے روایات جن اسناد سے ثابت ہیں، ان میں بعض راویوں پر اگرچہ جرح کی گئی ہے، تاہم ان میں کوئی راوی ایسا نہیں کہ جس کو باطل اور وضاع قرار دیا گیا ہو، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) اس باب میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) کی رائے پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وحاصل ما ذكره هو وغيره الحكم على أسانيد ذلك بالضعف وعدم الصحة لا بالبطلان وحينئذ فسهل الأمر في إيرادها لأن الضعيف يجوز روايته ويطلق عليه أنه وارد.[1]

ترجمہ:- حافظ ابن حجر اور دوسرے ناقدین نے ان اسانید پر ضعف اور عدمِ صحت کا حکم لگایا ہے، بطلان کا نہیں، اور اب بات آسان ہے اس کا مطلب سمجھنے میں، کیونکہ حدیثِ ضعیف کی روایت جائز ہے اور اس پر روایت کا اطلاق کرنا صحیح ہے۔

نیز مناقب وفضائل میں ضعیف روایت پر عمل کرنا اکثر اہلِ علم کے نزدیک جائز ہے، یہ بھی یاد رہے کہ قوت وضعف ایک اضافی وصف ہے، جو شخص بعض کے نزدیک ضعیف ہو، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر کے ہاں بھی ضعیف ہو، بظاہر بہت مشکل ہے کہ کسی راوی پر جرحاً وتعدیلاً سب اہلِ علم کا اتفاق ہو جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ چھ سو پچیس (۶۲۵) راوی ایسے ہیں جو امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک لائق استدلال ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ ان سے روایت نہیں لیتے:

وعدد من احتج بهم مسلم في المسند الصحيح ولم يحتج بهم البخاري في الجامع الصحيح ستمائة وخمسة وعشرون شيخا.[2]

---

(۱) تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة: ذكر من أدركه من الصحابة، ص۲۶

(۲) المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: مقدمات، فصل، ج۱ ص۱۶

امام صاحب رحمہ اللہ کی "وحدانیات" پر مستقل تالیفات

"وحدانیات" وہ احادیث ہیں جو امام صاحب رحمہ اللہ نے براہِ راست صحابہ کرام سے روایت کی ہیں، ان پر مختلف ادوار میں نامور محدثین نے مستقل تالیفات بھی کی ہیں، اس سلسلے میں جن حضرات کے مستقل جزء مشہور ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱- ابو حامد حضرمی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ)

۲- عبدالرحمن بن محمد سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۹ھ)

۳- حافظ ابوسعد السمان رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۳ھ)

۴- ابو معشر عبدالکریم طبری رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۸ھ)

۵- علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ)

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی ثنائیات

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وحدانیات کے بعد ثنائیات کا درجہ ہے، یعنی وہ احادیث جو آپ نے تابعین سے سنی ہیں اور تابعین نے صحابہ کرام سے۔ ائمہ اربعہ اور مصنفینِ صحاحِ ستہ میں صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ بھی تابعی نہیں ہیں، اس لئے ان کی مرویات میں سب سے عالی سند ثنائی ہے:

مالك عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم.

اس ثنائیات کے شرف میں ائمہ اربعہ اور ائمہ صحاح ستہ میں سوائے امام مالک رحمہ اللہ کے کوئی بھی آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

"کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت امام محمد رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخے کو حاصل ہوئی۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ اس وقت امامِ اعظم رحمہ اللہ کی احادیث میں سے "کتاب الآثار" موجود ہے جسے محمد بن حسن نے روایت کیا ہے:

والموجود من حديث أبي حنيفة مفردا إنما هو كتاب الآثار التي رواها محمد ابن الحسن عنه۔[1]

امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب الآثار'' میں ثنائی روایات حسب ذیل اسانید سے آئی ہیں:

۱-أبو حنيفة عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۲-أبو حنيفة عن أبي الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۳-أبو حنيفة عن عبدالله بن أبي حبيبة قال: سمعت أبا الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

۴-أبو حنيفة عن عبد الرحمن عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۵-أبو حنيفة عن عطية عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۶-أبو حنيفة عن شداد بن عبد الرحمن عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۷-أبو حنيفة عن عاصم عن رجل من أصحابه صلى الله عليه وسلم۔

۸-أبو حنيفة عن مسلم الأعور عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۹-أبو حنيفة عن محمد بن قيس عن أبي عامر أنه كان يهدي النبي صلى الله عليه وسلم۔

۱۰-أبو حنيفة عن عطاء عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ثنائی روایات کو مولانا عبدالعزیز یحییٰ سعدی مدظلہ نے ''الإمام الأعظم أبوحنيفة وثنائيات في مسانيده'' میں جمع کیا ہے، ہر ہر روایت پر تحقیق، تخریج، عمدہ تعلیقات کے ساتھ پہلی مرتبہ اس قدر مربوط انداز میں کام ہوا، اور آپ کی روایات کو ذکر کر کے دیگر کتبِ حدیث کی روایات سے موازنہ بھی کیا، اور وہ روایت دیگر کتبِ حدیث میں جس سند کے ساتھ آئی ہے، اُسے بھی ذکر کیا ہے۔

---

(۱) تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة: مقدمة: ج۱ ص۲۳۹

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی ثلاثیات

"ثنائیات" کے بعد امامِ اعظم رحمہ اللہ کی عالی السند احادیث کا ذخیرہ "ثلاثیات" ہیں، چنانچہ ایسی روایات کی تعداد "جامع المسانید" میں چھ سو ستتر (٦٧٧) ہے، ان میں سے چند مشہور أسانید درج ذیل ہیں:

۱-أبو حنيفة عن عطاء بن السائب عن محارب بن دثار عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۲-أبو حنيفة عن عمرو بن دينار عن جابر بن زيد عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۳-أبو حنيفة عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۴-أبو حنيفة عن بشر بن سليم الكوفي عن مجاهد عن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۵-أبو حنيفة عن عون بن عبدالله بن عتبة عن الشعبي عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۶-أبو حنيفة عن معن بن عبدالرحمٰن عن أبيه عن عبدالله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۷-أبو حنيفة عن عدي بن ثابت عن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۸-أبو حنيفة عن علي بن الأقمر عن مسروق عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۹-أبو حنيفة عن بشر بن سليم الكوفي عن مجاهد عن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۱۰-أبو حنيفة عن الشعبي عن مسروق عن عائشة عن النبي صلى الله عيه وسلم۔

امام شافعی، امام احمد رحمہما اللہ کی کسی تابعی سے ملاقات نہ ہو سکی، اس لئے ان کی مرویات میں سب سے اُونچا مقام "ثلاثیات" کا ہے۔ صحاحِ ستہ کے مؤلفین میں امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابوداود، امام ترمذی رحمہم اللہ نے بعض اَتباعِ تابعین کو دیکھا اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، اس لئے اَسنادِ عالی میں یہ امام شافعی اور امام احمد کے ہم پلہ ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی ثلاثی روایات کی تعداد صرف بائیس ۲۲ ہے اور یہ ان کی مرویات میں سب سے اُونچی مرویات ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کو جن ذرائع سے یہ روایات ملی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

صحیح بخاری میں موجود بیس ۲۰ ثلاثیات کے راوی حنفی ہیں

۱-امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ سے گیارہ احادیث۔

۲-امام ابوعاصم النبیل رحمہ اللہ سے چھ احادیث۔

۳-محمد بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ سے تین احادیث۔

۴-خلاد بن یحییٰ کوفی رحمہ اللہ سے ایک حدیث۔

۵-عصام بن خالد حمصی رحمہ اللہ سے ایک حدیث۔

امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں، ان کو تحصیلِ علم کی طرف امام صاحب نے ہی متوجہ کیا تھا، چنانچہ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کا تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہونے کا واقعہ خود ان کی زبانی سنیے، فرماتے ہیں:

میں بخارا میں تجارت کرتا تھا، ایک بار امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آنا ہوا تو فرمانے لگے: مکی! تم تجارت کرتے ہو، لیکن تجارت میں جب تک علم نہ ہو بڑی خرابی رہتی ہے، علم کیوں نہیں حاصل کرتے ہو؟ اور احادیث قلم بند کیوں نہیں کرتے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مجھے مسلسل اس کی طرف متوجہ کرتے رہے یہاں تک کہ میں تحصیلِ علم میں مشغول ہو گیا، آخر اللہ سبحانہ نے مجھے بہت کچھ عطا کیا، اس لئے میں ہر نماز میں اور جب بھی ان کا ذکر آتا ہے تو ان کے حق میں دعا کرتا ہوں:

لأن الله تعالى ببركته فتح لي باب العلم (۱)

---

(۱) مناقب أبي حنيفة للموفق: الباب السابع والعشرون ص ۲۱۸

امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کو امام صاحب رحمہ اللہ سے خاص عقیدت تھی، ایک بار امام صاحب رحمہ اللہ کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے:

مكي بن إبراهيم ذكر أباحنيفة فقال: كان أعلم أهل زمانه [1]

امام ابوعاصم النبیل رحمہ اللہ جن سے امام بخاری رحمہ اللہ نے چھ ثلاثی روایات نقل کی ہیں، وہ بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، چنانچہ علامہ صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳٦ھ) نے ان کو امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ [2]

علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے بھی ان کو امام صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے:

الضحاك بن مخلد قال الصيمري ومن أصحاب الإمام الضحاك بن مخلد أبو عاصم والضحاك هذا هو المعروف بالنبيل [3]

صحیح بخاری میں موجود بائیس "۲۲" ثلاثی روایات میں سے گیارہ روایات مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ سے، اور چھ ابوعاصم النبیل رحمہ اللہ سے ہیں، یہ دونوں امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ تین روایتیں محمد بن عبداللہ انصاری رحمہ اللہ سے منقول ہیں، یہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ باقی دو روایتوں میں ایک روایت خلاد بن یحییٰ رحمہ اللہ اور ایک روایت عصام بن خالد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ ان کے متعلق تفصیلات ان شاء اللہ! آگے آئے گی۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی رُباعیات

امام مسلم اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی، اس وجہ سے ان کو ان سے کوئی حدیث سننے کا موقع نہیں ملا، اس لیے ان دونوں ائمہ کی سب سے عالی سند رُباعی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مرویات میں رُباعیات بالکل آخری درجے پر ہیں، جو روایت نبوت سے قُرب میں امام مسلم اور امام نسائی کے یہاں درجۂ اوّل پر ہیں ان کی امامِ اعظم رحمہ اللہ کے یہاں آخری

---

(۱) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۳

(۲) دیکھئے: أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ومن أصحاب أبي حنيفة، علي بن مسهر، ص ۱۵۹

(۳) الجواهر المضية في طبقات الحنفية حرف الضاد ترجمة الضحاك بن مخلد، ج ۱ ص ۲۶۴

درجے کی حیثیت ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" میں ایسی روایات نقل کی ہیں مثلاً:

۱- أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن الأسود بن يزيد عن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

۲- أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ سے مروی صرف تین کتابوں میں ثنائی روایات کی تعداد پانچ سو چھ ۵۰۶ ہے

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی بیس ۲۰ ثنائی روایات

امامِ اعظم کو علم الحدیث میں ائمہ صحاح ستہ سمیت دیگر ائمہ حدیث پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ ایک، دو اور تین واسطوں سے جتنی روایات آپ سے مروی ہیں اور کسی امام سے نہیں۔ گزشتہ صفحات میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی وحدانیات کا تذکرہ ہوا، اب اس بحث میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی ثنائیات کا ذکر ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سینکڑوں ثنائی روایت مروی ہیں، ائمہ صحاح ستہ میں سے کسی ایک سے بھی ایک ثنائی روایت بھی مروی نہیں ہے، اس فضیلت میں امام صاحب رحمہ اللہ کو دیگر ائمہ پر فوقیت ہے، امام اعظم رحمہ اللہ کی کثرتِ ثنائیات کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ صرف تین کُتب حدیث میں ثنائیاتِ امام اعظم کی تعداد پانچ سو چھ (۵۰۶) ہے:

۱- جامع المسانيد للإمام خوارزمي: ۳۶۶

۲- كتاب الآثار للإمام أبي يوسف: ۸۱

۳- كتاب الآثار للإمام محمد الشيباني: ۵۹

صرف ان تینوں کُتب میں ثنائیاتِ امامِ اعظم کی تعداد پانچ سو چھ (۵۰۶) ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے سینکڑوں ثنائیات مروی ہوں گی۔

بطور نمونہ کے ہم آپ کی بیس ۲۰ ثنائی روایات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

احادیث کی ترتیب میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ابواب بندی کے نظم کو سامنے رکھا گیا ہے۔

۱- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ تَعَالَى: {وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى} قَالَ: بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ {وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى} قَالَ: بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. (۱)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ''اور اس نے اچھائی کی تصدیق کی'' آپ نے فرمایا: (اس سے مراد) لا إله إلا الله کی تصدیق کرنا ہے۔ ''اور اس نے اچھائی کو جھٹلایا'' آپ نے فرمایا: (اس سے مراد) لا إله إلا الله کو جھٹلانا ہے۔

۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى. (۲)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا إله إلا الله نہ کہہ لیں، پھر جب انہوں نے اس کا اقرار کرلیا تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اموال کو سوائے ان کے حق کے محفوظ کرلیا، اور ان کا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔

۳- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

(۱) جامع المسانيد: الفصل الأول، التعريض على الحسنات والتحذير عن السيئات، ج۱ ص۱۰۶، الناشر: مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۲) جامع المسانيد: الفصل الثاني في الإيمان والتصديق بالقضاء والقدر، ج۱ ص۱۵۵

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ (۱)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی انہی الفاظ سے ایک روایت مروی ہے۔

۴- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ۔ (۲)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس نے (جانتے ہوئے بھی اسے) چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

۵- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ، قَالَ: الصَّلَاةُ فِي مَوَاقِيتِهَا۔ (۳)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا۔

۶- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ:

---

(۱) جامع المسانید: الفصل الأول التعريض على الحسنات والتحذير عن السيئات، ج۱ ص۱۱۲
(۲) جامع المسانید: الفصل الثاني في الإيمان والتصديق بالقضاء والقدر، ج۱ ص۱۰۷
(۳) جامع المسانید: الفصل الأول في مواقيت الصلاة، ج۱ ص۳۶۵

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْفِرُوا بِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلثَّوَابِ.(۱)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی نماز (طلوع فجر کے بعد) سفیدی میں پڑھا کرو کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

۷-رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} و {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ}.(۲)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے چالیس دن یا ایک مہینے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ نماز فجر کی سنت کی دو رکعتوں میں (سورہ اخلاص) "قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ" اور (سورہ کافرون) "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" تلاوت فرماتے۔

۸-رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَجْعَلُوهَا قُبُورًا.(۳)

ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں (نفلی) نمازیں پڑھا کرو اور انہیں قبور مت بناؤ!

۹-رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى فَلَا يَفْتَرِشْ ذِرَاعَيْهِ كَافْتِرَاشِ الْكَلْبِ.(۴)

---

(۱) جامع المسانید: الفصل الأول في مواقيت الصلاة، ج۱ ص۳۷۳

(۲) جامع المسانید: الفصل الثاني في القراءة والقنوت، ج۱ ص۳۸۵

(۳) جامع المسانید: الفصل الأول في صلاة العيدين والجمعة، ج۱ ص۳۴۷

(۴) جامع المسانید: الفصل الخامس في هيئة الصلاة والشك فيها، ج۱ ص۵۱۳

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھے تو وہ (حالتِ سجدہ میں) کتے کی طرح اپنے بازوؤں کو زمین پر مت پھیلائے (بلکہ بازوؤں کو زمین سے بلند رکھے)۔

۱۰- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الْهُذَيْلِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوجِ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ۔ (۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو فجر اور عشاء کی نمازوں کے لئے مسجد میں حاضری کی اجازت دی ہے۔

۱۱- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ۔ (۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی کلمات کہتے جو مؤذن کہتا۔

۱۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ. قِيلَ: فَمَنْ مَاتَ صَغِيرًا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ۔ (۳)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا بچہ (اصل) فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جو بچپن میں ہی فوت ہو جاتا ہے (اس کا معاملہ کیا ہوگا؟) آپ نے

(۱) مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم، باب الغين عن غالب بن الهذيل، ص ۲۱۰

(۲) جامع المسانيد، الفصل الأول في مواقيت الصلاة، ج ۱، ص ۳۷۲

(۳) جامع المسانيد، الفصل الثاني في الإيمان والتصديق بالقضاء والقدر، ج ۱، ص ۲۲۰

فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے جو وہ (دُنیا میں رہ کر) کرنے والے تھے۔

۱۳- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوفٍ فَعَلْتَهُ إِلَى غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ صَدَقَةٌ۔ (۱)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی جسے تم خواہ امیر کے ساتھ کرو یا غریب کے ساتھ کرو، وہ صدقہ ہے۔

۱۴- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ لَمْ يُجَاوِزِ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ۔ (۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ طواف کرتے تو رُکنِ یمانی کو اِستلام کئے بغیر وہاں سے آگے نہ گزرتے۔

۱۵- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ۔ (۳)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خرید و فروخت میں ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

۱۶- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ

---

(۱) جامع المسانید: الفصل الأول التحریض علی الحسنات، ج ۱ ص ۱۰۷

(۲) جامع المسانید: الفصل الثانی فی التلبیة وسائر أفعال الحج، ج ۱ ص ۲۶۹

(۳) جامع المسانید: البیوع الفصل الثانی فی العقود المنہی عنہا، ج ۲ ص ۳۱

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ بِرِيحِ الطِّيبِ إِذَا أَقْبَلَ بِاللَّيْلِ.(۱)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تشریف لاتے تو (فضا میں) خوشبو کے پھیلنے سے آپ کی پہچان ہوتی۔

۱۷- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْكِحُوا الْجَوَارِيَ الشَّبَابَ فَإِنَّهُنَّ أَنْتَجُ أَرْحَامًا وَأَطْيَبُ أَفْوَاهًا وَأَعَزُّ أَخْلَاقًا.(۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوجوان لڑکیوں سے شادی کیا کرو کیونکہ وہ کثرتِ اولاد، شیریں کلام اور اچھے اخلاق کی مالک ہوتی ہیں۔

۱۸- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ.(۳)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر سات آنتوں میں (کھانا) بھرتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں۔

۱۹- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِخْضِبُوا وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ.(۴)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

(۱) جامع المسانید: الفصل الأول التحریض علی الحسنات، ج ۱ ص ۱۰۹

(۲) جامع المسانید: الباب الثالث والعشرون فی النکاح، ج ۲ ص ۱۳۱

(۳) جامع المسانید: الفصل الثالث فی الزهد فی الدنیا والتأسی بأخلاق النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۱ ص ۲۲۹

(۴) جامع المسانید: الفصل الأول التحریض علی الحسنات والتحذیر عن السیئات، ج ۱ ص ۱۱۱

علیہ وسلم نے فرمایا: خضاب لگایا کرو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کیا کرو!

۲۰- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَنْسُوَةٌ شَامِيَّةٌ بَيْضَاءُ.[1]

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفید شامی ٹوپی تھی۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ سے مروی صرف تین کتابوں میں ثلاثی روایات کی تعداد گیارہ سو چھبیس ۱۱۲۶ ہے

اِمامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی بیس ثلاثی روایات

جن خوش نصیب اکابر ائمۂ حدیث سے ثلاثیات مروی ہیں، ان اکابر محدثین میں امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ)، امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ)، امام ابنِ ماجہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۳ھ)، امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ)، امام ابوداود طیالسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ)، امام عبد بن حمید رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۹ھ)، امام دارمی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۵ھ) اور امام طبرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) شامل ہیں۔ جس طرح اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ ثنائیات روایت کرنے کے اعتبار سے جمیع محدثین پر فوقیت حاصل ہے، بعینہٖ یہی حال ثلاثیات کا ہے، اِمام صاحب سے جتنی ثلاثیات مروی ہیں اتنی اور کسی بھی معروف محدث سے نہیں۔

صرف تین کتبِ حدیث میں ثلاثیات اِمامِ اعظم کی تعداد ملاحظہ فرمائیں:

۱- جامع المسانید للإمام الخوارزمی: ۶۷۷

۲- کتاب الآثار للإمام أبی یوسف: ۲۵۱

۳- کتاب الآثار للإمام محمد الشیبانی: ۱۹۸

تینوں کُتب میں کُل ثلاثیات: ۱۱۲۶

بطورِ نمونہ ہم آپ کی بیس ۲۰ ثلاثی روایات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

---

(۱) جامع المسانید: الفصل الثالث فی الزهد فی الدنیا، ج ۱، ص ۲۳۱

١- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: انْهَضُوا بِنَا نَعُودُ جَارَنَا هٰذَا الْيَهُودِيَّ. قَالَ: فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ؟ وَكَيْفَ؟ فَسَأَلَهُ ثُمَّ قَالَ: يَا فُلَانُ! اِشْهَدْ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ! فَنَظَرَ الرَّجُلُ إِلٰى أَبِيهِ وَكَانَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَلَمْ يَرُدَّهُ عَلَيْهِ شَيْئًا فَسَكَتَ. فَقَالَ: يَا فُلَانُ! اِشْهَدْ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ! فَنَظَرَ الرَّجُلُ إِلٰى أَبِيهِ فَلَمْ يُكَلِّمْهُ فَسَكَتَ. ثُمَّ قَالَ: يَا فُلَانُ! اِشْهَدْ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ! فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ: اِشْهَدْ لَهُ. فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَعْتَقَ بِي نَسَمَةً مِنَ النَّارِ.(١)

ترجمہ:- حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے ساتھ آؤ! ہم اپنے اس یہودی پڑوسی کی عیادت کر آئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس آئے تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کیسی طبیعت ہے؟ خیریت دریافت کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: اے فلاں! تم اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس شخص نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے کھڑا تھا، اس نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور وہ خاموش رہا۔ آپ نے مکرر ارشاد فرمایا: اے فلاں! تم اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہودی نے دوبارہ باپ کی طرف نظر اُٹھائی، اس نے اس سے کوئی کلام نہ کیا، لہٰذا وہ پھر خاموش رہا۔ پھر آپ نے سہ بار فرمایا: اے فلاں! تم گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں! تب اس کے باپ نے اس سے کہا: اقرار کرلو! تو اس جوان

(١) کتاب الآثار لشیبانی: ص۷۷، رقم الحدیث: ۳۷۵/ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: باب ما یقول لمرضی أھل الکتاب، ص۵۰۳، رقم الحدیث: ۵۵۳/ مسند الإمام الأعظم. کتاب الإیمان، ص۵

نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے ذریعے ایک انسان کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا۔

۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْإِنْسَانِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ، وَإِذَا سَقُمَتْ سَقُمَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.[1]

ترجمہ:- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ دُرست ہو تو اس کے سبب سارا بدن دُرست ہوتا ہے، اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا بدن بیمار ہوتا ہے، خبردار رہو! وہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے۔

۳- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.[2]

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۴- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ! لِيَكُنْ شِعَارَكِ الْعِلْمُ وَالْقُرْآنُ.[3]

ترجمہ:- حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ نے (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اے عائشہ! علم اور قرآن کو اپنا شعار بناؤ۔

۵- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ

---

(۱) مسند الإمام الأعظم: کتاب الرقاق، ص۲۱۶، ناشر: المیزان، اردو بازار، لاہور

(۲) مسند الإمام الأعظم: کتاب العلم، ص۳۰

(۳) مسند الإمام الأعظم: کتاب الرقاق، ص۲۰

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ (۱)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری طرف عمداً جھوٹ منسوب کیا تو اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ بنانا چاہیے۔

۶- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيٍّ أَبِي الْحَسَنِ الزَّرَّادِ عَنْ تَمَّامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلُوا عَلَيْهِ. فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ قُلْحًا، اِسْتَاكُوا، فَلَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ۔ (۲)

ترجمہ:- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے دانتوں کو زرد دیکھ رہا ہوں، مسواک کیا کرو! اگر مجھے اپنی اُمت پر شاق نہ گزرتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۷- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، وَمَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ قَدَمَيْهِ وَقَالَ: هٰذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (۳)

ترجمہ:- حضرت عبد خیر رحمہ اللہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وضو کیا تو تین بار ہاتھ دھوئے، تین بار کلّی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، تین مرتبہ چہرہ دھویا، تین مرتبہ (کہنیوں تک)

---

(۱) مسند الإمام الأعظم: کتاب العلم، ص ۲۱

(۲) کتاب الآثار لأبي یوسف: باب افتتاح الصلاۃ، ص ۲۸، رقم الحدیث: ۱۳۸

(۳) مسند الإمام الأعظم: کتاب الطهارۃ، ص ۲۷

ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔

٨- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: عَنْ وَائِلٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُحَاذِيَ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.(١)

ترجمہ:- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نماز شروع کرتے وقت) اپنے ہاتھوں کو یہاں تک اٹھاتے کہ وہ آپ کے کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے۔ اور ایک روایت ہے کہ آپ کو نماز (کے شروع) میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا یہاں تک کہ وہ آپ کے کانوں کی لو تک آ گئے۔

٩- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ خَلْفَهُ يَقْرَأُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: أَتَنْهَانِي عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنَازَعَا حَتَّى ذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.(٢)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو ایک شخص آپ کے پیچھے قراءت کرنے لگا، جب کہ ایک صحابیِ رسول اسے نماز میں (امام کے پیچھے) قراءت سے منع کرنے لگا، اس شخص نے کہا: کیا آپ مجھے اللہ کے نبی کے پیچھے

---

(١) مسند الإمام الأعظم: كتاب الصلاة، ص ٤٧

(٢) كتاب الآثار لأبي يوسف: باب افتتاح الصلاة، ص ٢٣، رقم الحديث: ١١٣

پڑھنے سے منع کرتے ہیں؟ پس دونوں کے درمیان تنازعہ ہو گیا، یہاں تک کہ یہ معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

۱۰- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.(۱)

ترجمہ:- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے وقت ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے اور (سجدے سے) اُٹھتے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے اُٹھاتے۔

۱۱- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْإِنْسَانُ يَسْجُدُ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ: جَبْهَتِهِ وَيَدَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَمُقَدَّمِ قَدَمَيْهِ. وَإِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ كُلَّ عُضْوٍ مَوْضِعَهُ وَإِذَا رَكَعَ فَلَا يُدَبِّحْ تَدْبِيحَ الْحِمَارِ.(۲)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان سات ہڈیوں پر سجدہ کرتا ہے: پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی اُنگلیوں کے سروں پر۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ہر عضو کو اس کی اپنی جگہ پر رکھے، اور جب رُکوع کرے تو گدھے کی طرح سر نہ جھکادے (بلکہ رُکوع میں پیٹھ اور گردن کو برابر رکھے)۔

۱۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ أَضْجَعَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى.(۳)

ترجمہ:- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

(۱،۲) مسند الإمام الأعظم: كتاب الصلاة، ص۷۱

(۳) مسند الإمام الأعظم: كتاب الصلاة، ص۷۳

علیہ وسلم جب نماز میں (التحیات میں) بیٹھتے تو بایاں پاؤں پھیلا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

۱۳- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الصَّلَاةِ يَعْنِي التَّشَهُّدَ.[۱]

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ صلاۃ یعنی تشہد سکھایا۔

۱۴- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.[۲]

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنتوں کے علاوہ اور کسی نوافل کا اس قدر سختی سے اہتمام نہ فرماتے۔

۱۵- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَعْدَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ.[۳]

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز ظہر دو رکعات (سنّت) ادا فرمایا کرتے تھے۔

۱۶- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ زُبَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْيَامِيِّ عَنْ ذَرٍّ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي وِتْرِهِ: {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} و {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ} و {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ}.[۴]

---

(۱) مسند الإمام الأعظم: کتاب الصلاۃ، ص ۷۳

(۲) جامع المسانید: الفصل الرابع فی صلاۃ العیدین والجمعۃ والسنن والنوافل، ج ۱ ص ۴۳۶

(۳) مسند الإمام الأعظم: کتاب الصلاۃ، ص ۹۹

(۴) جامع المسانید: الفصل الخامس فی هیئة الصلاۃ والشک فیها، ج ۱ ص ۵۱۵

ترجمہ:- حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (عشاء کے تین) وتروں میں (سورۂ اعلیٰ) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، (سورۂ کافرون) قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، اور (سورۂ اخلاص) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

۱۷- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ وَبَيَانِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَلَا تُغْلَبُوا عَنْ صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا.[1]

ترجمہ:- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم اپنے ربّ کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، تمہیں اس کے دیکھنے کے باعث ایذا نہیں دی جاتی، پس دھیان رکھو کہ (غفلت کی وجہ سے) تم سے طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز (نمازِ فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے والی نماز (نماز عصر) چھوٹنے نہ پائے (کہ کہیں تم دیدارِ الٰہی سے محروم رہ جاؤ)۔

۱۸- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَهَا وَأَرْبَعًا بَعْدَهَا.[2]

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نمازِ جمعہ پڑھے تو اسے چاہئے کہ اس سے پہلے اور بعد میں چار رکعات سنن ادا کرے۔

(۱) مسند الإمام الأعظم: کتاب الإیمان والإسلام، ص ۲۰

(۲) جامع المسانید: الفصل الرابع فی صلاۃ العیدین والجمعۃ، ج ۱ ص ۴۵۷

۱۹- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ إِلَى الْمُصَلَّى فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَ الْعِيدِ وَلَا بَعْدَهَا۔ (۱)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عیدگاہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے (عیدگاہ میں) نہ نماز عید سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔

۲۰- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ إِلَّا وَيَنْظُرُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى خَلْقِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَغْفِرُ اللهُ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔ (۲)

ترجمہ:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کی کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جس میں اللہ عزوجل تین مرتبہ اپنی مخلوق کی طرف (رحمت وشفقت سے) نہ دیکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت فرمادیتا ہے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

خلاصہ بحث

۱- امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے وحدانیات مروی ہیں جو آپ کے معاصرین یا بعد میں آنے والے کسی بھی محدث سے مروی نہیں۔

۲- امام صاحب سے سینکڑوں ثنائیات مروی ہیں جن میں سے ۲۰ گزشتہ صفحات میں نقل کی جاچکی ہیں، لہٰذا یہ بھی آپ کا عظیم الشان خاصہ ہے۔ ثنائیات روایت کرنے میں معروف محدثین میں سے صرف امام مالک رحمہ اللہ آپ کے شریک ہیں۔

۳- امام صاحب سے سینکڑوں ثلاثیات مروی ہیں، ان میں سے بھی ۲۰ گزشتہ صفحات میں نقل کی جاچکی ہیں۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری رحمہم اللہ اور بعض دیگر

(۱) مسند الإمام الأعظم: الفصل الرابع فی صلاۃ العیدین والجمعۃ، ج۱ ص ۴۵۷

(۲) مسند الإمام الأعظم: کتاب الصلاۃ ص ۸۳، ۸۴

ائمۂ حدیث سے ثلاثیات مروی ہیں، لیکن وہ تعداد میں بہت قلیل ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان شخصیات میں سے ایک ہیں جن کو یہ حصہ بھی بہت زیادہ میسر آیا ہے۔

۴- امام صاحب کی احادیات، ثنائیات اور ثلاثیات پر مشتمل تمام مرفوع احادیث نقل کی گئی ہیں، تاکہ امامِ اعظم رحمہ اللہ پر انقطاعِ سند اور ارسال کا الزام رَدّ کیا جا سکے۔

۵- امام صاحب سے مروی تمام اَحادیث بنیادی مآخذ و مراجع سے درج کی گئی ہیں، تاکہ اَسانید کی ثقاہت سے امام صاحب کی بلند پایہ ثقاہت اُجاگر کی جائے۔

۶- ان احادیث کا چناؤ کیا گیا ہے جن میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد، فقہِ حنفی کے مسائل، نیز زُہد وورَع اور تقویٰ وطہارت کا بیان ہے۔

مسانیدِ امامِ اعظم رحمہ اللہ

محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

امامِ اعظم کو علمِ حدیث میں جو رتبہ حاصل ہے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی مسندیں لکھی گئی ہیں کسی اور کی نہیں لکھی گئیں، مسلمانوں میں روایت حدیث کو جو ترقّی ہوئی دُنیا میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں، صحاح، سنن، مستخرجات، جوامع، مسانید، معاجم، اجزاء، طرق وغیرہ مختلف عنوانات قائم ہوئے اور ہر عنوان کے تحت اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے، لیکن خاص کسی ایک ہی شخص کی روایات کو ایک مستقل مجموعے میں علیحدہ قلم بند کرنے کا رواج زیادہ نہیں ہو سکا، محدثین اور حفاظ میں بہت کم ایسے خوش قسمت ہیں کہ جن کی حدیثیں مستقل تصنیفات میں جداگانہ مدوّن کی گئیں، جہاں تک ہم کو معلوم ہے صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک ایسے شخص ہیں جن کی احادیث وروایات کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتنا کیا گیا، نہایت کثرت کے ساتھ ان کی مسندیں لکھی گئیں، اور ائمہ وقت اور حفاظِ حدیث نے ان کی مسندیں لکھیں جو خود اس قابل تھے کہ ان کی مسندیں لکھی جاتیں۔ (۱)

"جامع المسانید"

امام ابوالمؤید محمد بن محمود الخوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے تمام مسانید کو دو ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، علامہ خوارزمی رحمہ اللہ جامع المسانید کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

---

(۱) مسند الإمام الأعظم: مقدمة، ص۹

وقد سمعت بالشام عن بعض الجاهلين مقداره أنه ينقصه ويستصغره ويستعظم غيره ويستحقره وينسبه إلى قلة رواية الحديث ويستدل باشتهار المسند الذي جمعه أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم للشافعي وموطأ مالك ومسند الإمام أحمد وزعم أنه ليس لأبي حنيفة مسند وكان لا يروي إلا عدة أحاديث، فلحقتني حمية دينية ربانية وعصبية حنفية نعمانية فأردت أن أجمع بين خمس عشر من مسانيده التي جمعها له فحول علماء الحديث. (۱)

ترجمہ:۔ میں نے شام میں بعض جاہلوں سے امام ابوحنیفہ کی حدیثوں کی تعداد کے بارے میں ایسی حقیر مقدار کا ذکر سنا جس سے امام ابوحنیفہ کی تحقیر وتنقیص ہوتی تھی، اور اس بنا پر وہ امام صاحب کی طرف قلتِ حدیث کو منسوب کرتے تھے، اور اس قلتِ حدیث کی دلیل میں وہ مسندِ شافعی، موطا مالک اور مسندِ احمد کو پیش کرتے تھے، اور دعویٰ کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی ایسی مسند یا حدیث کی کتاب نہیں ہے، وہ تو صرف چند حدیثیں ہی روایت کرتے تھے، اس پر دینی غیرت وحمیت دامن گیر ہوئی تو میں نے فیصلہ کرلیا کہ بڑے بڑے علمائے حدیث نے امام ابوحنیفہ سے لکھی ہوئی حدیثیں جو پندرہ مسندوں میں جمع ہیں ان کو یکجا کردوں۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں پندرہ حضرات کی مسانید کو جمع کیا ہے، اور مسانید کی ان احادیث کو چالیس فقہی ابواب پر ترتیب کے مطابق ذکر کیا ہے، اب یہ کتاب شیخ نجم الدین محمد الدرکانی کی تحقیق، تخریج، اور عمدہ تعلیقات کے ساتھ دو جلدوں میں "مکتبہ حنفیہ، کانسی روڈ کوئٹہ" سے شائع ہوئی ہے۔

مسانید امامِ اعظم رحمہ اللہ کے متعلق علامہ شعرانی رحمہ اللہ کی رائے

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

(۱) جامع المسانید، مقدمۃ، ج۱، ص۷

وقد منّ الله على بمطالعة مسانيد الإمام أبي حنيفة الثلاثة فرأيته لا يروى حديثا إلا عن أخيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم كالأسود وعلقمة وعطاء وعكرمة ومجاهد ومكحول والحسن البصري وأضرابهم. فكل الرواة الذين هم بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول ثقات أعلام أخيار ليس فيهم كذاب ولا متهم بكذب.[1]

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی مسانیدِ ثلاثہ کا مطالعہ کیا، پس میں نے دیکھا کہ آپ ثقہ اور صادق تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے، یہ وہ ہیں جن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون ہونے کی شہادت دی جیسے اسود، علقمہ، عطاء، مجاہد، عکرمہ، مکحول، حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہم، پس امام ابوحنیفہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راوی عادل، ثقہ اور مشہور اَخیار میں سے ہیں، جن کی طرف کذب کی نسبت بھی نہیں کی جا سکتی اور نہ وہ کذاب ہیں۔

مسانیدِ امامِ اعظم رحمہ اللہ کا تذکرہ دس اکابر اہلِ علم کی تحریرات میں

اکابر اہلِ علم نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی مسانید کا تذکرہ کیا ہے، اور ہر ایک نے اپنی تحقیق کے مطابق ان کی تعداد بھی بتلائی ہے۔

۱- امام ابوبکر محمد بن عبدالغنی المعروف ابنِ نقطہ رحمہ اللہ کی تحریر میں

امام ابوبکر محمد بن عبدالغنی المعروف ابن نقطہ رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۹ھ) معرفة أكثر السنن والمسانيد التي يشتمل هذا الكتاب على معرفة رواتها۔

---

(۱) الميزان الكبرى: فصل في تضعيف قول من قال إن أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة ضعيفة غالبا، ج۱ ص۶۸

اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

وأما المسانيد فمسند أحمد بن حنبل ومسند الشافعي ومسند أبي حنيفة جمعه غير واحد من الحفاظ.[۱]

ترجمہ:- مسانید میں مسندِ احمد بن حنبل، مسندِ شافعی، مسندِ ابی حنیفہ جسے کئی حفاظِ حدیث نے جمع کیا ہے۔

حافظ ابنِ نقطہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسانید کو کئی حفاظِ حدیث نے جمع کیا ہے، نیز معلوم ہو، کہ امام صاحب کی ایک نہیں بلکہ کئی مسانید ہیں، نیز انہیں عام حضرات نے نہیں بلکہ وقت کے حفاظِ حدیث نے جمع کیا ہے۔

۲-امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ کی تحریر میں

امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنی کتاب "جامع المسانید" میں امام صاحب سے مروی پندرہ (۱۵) مسانید کو جمع کیا ہے، اس کتاب کے مقدمے میں آپ فرماتے ہیں:

أردت أن أجمع بين خمسة عشر من مسانيده التي جمعها له فحول علماء الحديث.

ترجمہ:- میں نے ارادہ کیا ہے کہ (اس کتاب میں) امام ابوحنیفہ کی ان پندرہ مسانید کو جمع کروں جنہیں نامور محدثین نے امام صاحب کی نسبت سے جمع کیا ہے۔[۲]

۳-حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تحریر میں

شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنی کتاب "المعجم المفهرس" میں اپنی متعدد اسناد سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی چار مسانید اور آپ کی صحابہ سے روایات پر مبنی دو اجزاء کا ذکر کیا ہے۔

---

(۱) التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد: ج۱ص۲۶

(۲) جامع المسانيد مقدمة، ج۱ص۷

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''نسخة حماد بن أبي حنيفة عن أبيه'' کے عنوان کے تحت ابو محمد عبد العزیز بن محمد بن محمد بن خضر شروطی رحمہ اللہ کے متصل طریق سے امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی مسند کو تخریج کیا ہے۔ (۱)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''مسند أبي حنيفة لأبي محمد الحارثي'' کے عنوان کے تحت شیخ ابو طاہر محمد بن ابی الیمن محمد بن عبد اللطیف بن الکویک رحمہ اللہ کے متصل طریق سے امام حارثی رحمہ اللہ کی مسند کو تخریج کیا ہے۔ (۲)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''مسند أبي حنيفة لأبي بكر ابن المقري'' کے عنوان کے تحت ابو الکمال احمد بن علی بن عبد الحق کے متصل طریق سے امام ابو بکر ابن المقری رحمہ اللہ کی مسند کو تخریج کیا۔ (۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مسند أبي حنيفه جمع الحافظ أبي علی الحسن بن علی المطرز'' کے متصل طریق سے ابو علی البکری رحمہ اللہ کی مسند کو تخریج کیا ہے۔ (۴)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''جزء فيه حديث أبي حنيفة عمن لقي من الصحابة'' کے عنوان کے تحت امام ابو الحسن علی بن احمد بن عیسیٰ رحمہ اللہ کے جمع شدہ جزء الحدیث کی تخریج کی ہے، اس جزء کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صراحتاً سماعِ حدیث ثابت ہے، اور وہ حدیث یہ ہے:

سمعت أنس بن مالك يقول: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.

اس روایت میں امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کو صراحتاً بیان کیا ہے۔ (۵)

---

(۱) پوری اسناد تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص۲۶۹، رقم:۱۱۲۱

(۲) پوری اسناد کے ساتھ تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص۲۷۱، رقم:۱۱۲۹

(۳) پوری اسناد کے ساتھ تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص۲۷۲، رقم:۱۱۳۰

(۴) مکمل سند کے ساتھ تفصیلاً دیکھیں: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص۲۷۲، رقم:۱۱۳۱

(۵) مکمل سند کے ساتھ تفصیلاً دیکھیں: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص۲۷۲، رقم:۱۱۳۲

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''رواية أبي حنيفة عن الصحابة لأبي معشر الطبراني'' کے عنوان کے تحت امام ابو معشر طبرانی رحمہ اللہ کے جمع شدہ جزء الحدیث کی تخریج کی ہے۔[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی چار مسانید اور آپ کی صحابہ سے روایات پر مبنی دو اجزاء کا تذکرہ کیا ہے۔

۴- امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ کی تحریر میں

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے اپنی کتاب ''عقود الجمان'' کے باب نمبر ۲۳ میں امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ۱۷ مسانید کو درج ذیل فصل کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے:

فصل: في بيان المسانيد التي خرجها الحفاظ من حديثه والذي اتصل بنا منها سبعة عشر مسندا.[2]

ترجمہ:- امامِ اعظم کی ان مسانید کا بیان جن کی حفاظِ حدیث نے تخریج کی ہے، اور ان میں سے جو مسانید ہم تک متصل ہیں ان کی تعداد سترہ ہے۔

۵- حافظ شمس الدین محمد بن طولون رحمہ اللہ کی تحریر میں

حافظ شمس الدین محمد بن طولون رحمہ اللہ (متوفی ۹۵۳ھ) ''الفهرست الأوسط'' میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی سترہ مسانید کی اسانید اپنے سے لے کر ان کے مؤلفین تک ذکر کر دی ہیں۔[3]

۶- امام ابنِ حجر مکی شافعی رحمہ اللہ کی تحریر میں

۶- امام ابنِ حجر مکی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

وقد خرج الحفاظ من أحاديثه مسانيد كثيرة اتصل بنا كثير منها كما هو مذكور في مسندات مشائخنا.[4]

ترجمہ:- حفاظِ حدیث نے امام ابوحنیفہ کی احادیث کی بڑی کثرت سے

(۱) مکمل سند کے ساتھ دیکھیں: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص ۲۷۲، رقم: ۱۱۳۳

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث والعشرون، ص ۳۲۲

(۳) تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب، ص ۱۵۶

(۴) الخيرات الحسان: الفصل الثلاثون، ص ۹۱

مسانید تخریج کی ہیں، اور ان میں سے اکثر کی مسانید ہم تک متصل ہیں، جیسا کہ ہمارے مشائخ کی مسانید میں مذکور ہے۔

۷-امام ابوالصبر ایوب الخلوتی رحمہ اللہ کی تحریر میں

امام ابوالصبر ایوب الخلوتی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۷۱ھ) نے امام اعظم رحمہ اللہ کی سترہ مسانید کی اسانید اپنے سے لے کر ان کے مؤلفین تک ذکر کر دی ہیں۔ (۱)

۸-علامہ سیّد محمد مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ کی تحریر میں

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے اپنی کتاب "عقود الجواهر المنيفة" کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

أخرجته على مسانيد الإمام الأربعة عشر المنسوبة إليه من تخاريج الأئمة۔ (۲)

ترجمہ:- میں نے اس کتاب کو امام ابوحنیفہ سے منسوب ان چودہ مسانید سے تخریج کیا ہے جنہیں ائمہ حدیث نے جمع کیا ہے۔

۹-علامہ محمد بن جعفر الکتانی رحمہ اللہ کی تحریر میں

علامہ محمد بن جعفر الکتانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۵ھ) نے علامہ خوارزمی رحمہ اللہ کے حوالے سے آپ کی پندرہ مسانید کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

۱۰-علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ کی تحریر میں

دیار مصر کے مشہور محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) نے امام اعظم کی اکیس مسانید کی نشان دہی فرمائی ہے۔ (۴)

تلك عشرة كاملة

---

(۱) الرسالة المستطرفة: كتب الأئمة الأربعة، ص۱۶

(۲) عقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة: مقدمة، ص۵

(۳) الرسالة المستطرفة: كتب الأئمة الأربعة، ص۱۶

(۴) تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب، ص۱۵۶

اُنتیس ۲۹ مسانیدِ امامِ اعظم اوران کے مصنّفین کا تعارف

۱۔مسند امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ (۱۷۶ھ)

۲۔مسند امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ)

۳۔مسند امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

۴۔مسند امام حسن بن زیاد اللؤلؤی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ)

۵۔مسند امام محمد بن مخلد الدوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۱ھ)

۶۔مسند امام حافظ احمد بن محمد بن سعید المعروف ابنِ عقدہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۲ھ)

۷۔مسند امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد ابن ابی العوام سعدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۵ھ)

۸۔مسند امام عمر بن حسن اشنانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۹ھ)

۹۔مسند امام محمد عبداللہ بن محمد یعقوب حارثی بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۰ھ)

۱۰۔مسند امام حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۵ھ)

۱۱۔مسند امام ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۹ھ)

۱۲۔مسند امام طلحہ بن محمد بن جعفر رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۰ھ)

۱۳۔مسند امام محمد بن ابراہیم بن علی بن زاذان اصبہانی مقری رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۱ھ)

۱۴۔مسند امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بغدادی المعروف دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ)

۱۵۔مسند امام ابوالحفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف ابنِ شاہین رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ)

۱۶۔مسند امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۹۵ھ)

۱۷۔مسند امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ)

۱۸۔مسند امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۲ھ)

۱۹۔مسند امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب بصری ماوردی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۰ھ)

۲۰۔مسند امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)

۲۱۔مسند امام ابواسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۱ھ)

۲۲۔مسند امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن حسین بن محمد بن خسرو بلخی رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۲ھ)

۲۳۔مسند امام ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۵۳۵ھ)

۲۴۔مسند امام ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ)

۲۵۔مسند امام علی بن احمد بن مکی رازی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۸ھ)

۲۶۔مسند امام محمد بن محمد بن عثمان بلخی بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۳ھ)

۲۷۔مسند امام ابوعلی حسن بن محمد بن محمد بکری رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۶ھ)

۲۸۔مسند امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ)

۲۹۔مسند امام ابوالمہدی عیسیٰ بن محمد بن احمد جعفری ثعالبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۲ھ)

۱۔مسندِ امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لختِ جگر اور آپ کے اکلوتے صاحبزادے امام حماد رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۶ھ) کو اپنے والد گرامی کی مسند جمع کرنے کا شرف حاصل ہے۔ امام حماد کی کنیت ابواسماعیل ہے، امام حماد فقیہ اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ زُہد وتقویٰ کے پیکر بھی تھے، علامہ صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) امام حماد کے متعلق فرماتے ہیں:

وَكَانَ الْغَالِب عَلَيْهِ الدّين والورع والزهد مَعَ علم بالفقه وَكِتَابَة للْحَدِيث.[1]

ترجمہ:۔علم فقہ اور کتابتِ حدیث کے ساتھ ساتھ امام حماد پر دین داری اور زُہد وورع کا بھی غلبہ تھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

كَانَ ذَا عِلْمٍ وَدِيْنٍ وَصَلاَحٍ وَوَرَعٍ تَامٍّ.[2]

ترجمہ:۔آپ صاحب علم، دین دار، صالح اور پیکرِ تقویٰ تھے۔

علامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) ان کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ومن أصحاب أبي حنيفة، ص ۱۵۸

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۴۰۳

وکان من الصلاح والخیر علی قدم عظیم۔ (۱)

امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے امام حماد رحمہ اللہ کا تذکرہ اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" میں کیا، لیکن ان پر کوئی جرح نہیں کی، یہ ان کے عادل ہونے کی واضح دلیل ہے، اگر ان میں معمولی ضعف کا بھی شبہ ہوتا تو امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اپنے تعنت اور حنفیہ کے خلاف شدت کی وجہ سے کبھی خاموش نہ رہتے۔ (۲)

امام محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے چار مشائخ کے متصل طرق سے مسندِ حماد تک سند بیان کی ہے، وہ چار شیوخ یہ ہیں:

۱۔ تقی الدین یوسف بن احمد اسکاف رحمہ اللہ۔

۲۔ موفق الدین ابوعبداللہ محمد بن ہارون ثعلبی رحمہ اللہ۔

۳۔ جمال الدین ابوالفتح نصر اللہ بن محمد بن الیاس انصاری رحمہ اللہ۔

۴۔ نجم الدین ابوغالب مظفر بن محمد بن الیاس رحمہ اللہ۔ (۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنے شیخ ابومحمد عبدالعزیز بن محمد بن محمد بن خضر شروطی رحمہ اللہ کے طریق سے متصل سند کے ساتھ امام حماد رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

صاحب "سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی اپنے شیخ ابوفارس بن عمر کی شافعی رحمہ اللہ کی متصل سند سے امام حماد رحمہ اللہ کی مسند کا ذکر کیا ہے۔ (۵)

۲۔ مسندِ امام قاضی ابویوسف رحمہ اللہ

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے قابلِ فخر اور ہونہار شاگرد امام ابویوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ)

(۱) وفيات الأعيان: ترجمة: حماد بن أبي حنيفة، ج ۲ ص ۲۰۵

(۲) الجرح والتعديل: باب الحاء حماد، ج ۳ ص ۱۴۹

(۳) جامع المسانيد: الباب الثاني اما المسند الثالث عشر، ج ۱ ص ۸۳

(۴) المعجم المفهرس: حرف الحاء، رقم: ۱۱۳۲

(۵) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث والعشرون المسند الثالث عشر، ص ۳۳۰

نے بھی اپنے اُستاذ کی مسند کو جمع کیا۔ علم حدیث میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی جلالتِ شان اَجلّۂ محدثین کے ہاں مسلّم ہے، جیسا کہ ماقبل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے دس محدثین تلامذہ کے عنوان کے تحت یہ بات تفصیلاً گزر چکی ہے، امام علی بن صالح رحمہ اللہ جب بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کوئی حدیث نقل کرتے تو فرماتے:

حدثني فَقِيه الْفُقَهَاء وقاضي الْقُضَاة وسيد العلماء أبو يُوسُف.[1]

ترجمہ:- مجھے فقیہ الفقہاء، قاضی القضاۃ اور علماء کے سردار امام ابو یوسف نے حدیث بیان کی ہے۔

محدثِ کبیر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) سب سے پہلے علم حدیث کی ابتدا کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

أول ما طلبت الحديث ذهبت إلى أبي يوسف القاضي، ثُمَّ طلبنا بعد فكتبنا عن الناس.[2]

ترجمہ:- میں سب سے پہلے علم حدیث کی طلب میں قاضی امام ابو یوسف کے پاس گیا، پھر اس کی طلب میں (باقی) لوگوں کے پاس جا کر لکھا۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے تین شیوخ سے متصل سند کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ کیا ہے، آپ کے تین شیوخ کے نام یہ ہیں:

۱- امام ابو یوسف بن ابی الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی رحمہ اللہ۔

۲- شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم رحمہ اللہ۔

۳- ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقا رحمہ اللہ۔[3]

علامہ محمد بن یوسف بن صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی اپنے شیخ ابو الفضل عبد الرحیم بن محمد اوجاقی رحمہ اللہ کے طریق سے "مسندِ ابی یوسف" کا ذکر کیا ہے۔[4]

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار أبي يوسف يعقوب بن إبراهيم، ص ۱۰۰

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: يعقوب بن إبراهيم، ج ۱۴ ص ۲۵۷

(۳) جامع المسانيد الباب الثاني أما المسند الحادي عشر، ج ۱ ص ۸۳

(۴) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث والعشرون، المسند الحادي عشر، ص ۳۲۹

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ''کتاب الآثار'' کے نسخے کا تذکرہ علامہ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے ان الفاظ میں کیا ہے:

وروى كتاب الآثار عن أبيه عن أبي حنيفة وهو مجلد ضخم. (۱)

ترجمہ:- امام یوسف نے اپنے والد امام ابو یوسف سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے ''کتاب الآثار'' کو روایت کیا ہے جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

یہ نسخہ مولانا ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ ''صدر مجلس إحیاء المعارف النعمانیہ، حیدرآباد، دکن'' کی تصحیح وتحقیق کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

مندرجہ بالا حوالے سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ''کتاب الآثار'' کا نسخہ الگ ہے اور ''مسند أبي یوسف'' کا نسخہ الگ ہے، جس کا علامہ خوارزمی اور علامہ صالحی رحمہ اللہ نے تذکرہ کیا ہے۔

دورِ حاضر کے دو محققین علماء کی رائے بھی یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ ہیں:

۱- دیارِ مصر کے محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی جو تصانیف ہم تک پہنچی ہیں ان میں ایک ''کتاب الآثار'' ہے جو فقہی دلائل پر مشتمل ہے، ''کتاب الآثار'' کا یہ نسخہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کے اَجلّہ تلامذہ نے روایت کیا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک مسند بھی ہے جو ان سے روایت کی گئی ہے، لیکن ہم اس پر مطلع نہ ہو سکے، چونکہ یہ مسند مطبوعہ نہیں ہے، اس لئے فی الحال دستیاب نہیں، ورنہ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے:

فمما وصل إلينا كتاب الآثار في أدلة الفقه روى أجلها عن أبي حنيفة.
وله مسند آخر يروى عنه في الكتب ولم نطلع عليه. (۲)

۲- عظیم محقق علامہ محمد امین اورکزئی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی یہ ہے کہ ''کتاب الآثار'' اور ''مسند أبي یوسف'' دونوں الگ الگ ہیں۔ آپ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ''کتاب الآثار'' کا جو نسخہ روایت کیا ہے اس میں کچھ تصرفات جواز قبیل

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية، ترجمة: يوسف بن يعقوب، ج ۲ ص ۲۲۴
(۲) حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي: مؤلفاته في غاية الكثرة، ص ۹۲

اضافات اور کمی کی صورت میں اپنی طرف سے کیے ہیں، اس وجہ سے اس کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ نسخہ ان کے صاحبزادے یوسف نے روایت کیا ہے، امام ابویوسف رحمہ اللہ کی اس کے علاوہ ایک ''مسند أبي يوسف'' ہے، جس میں امام صاحب سے مروی صرف مرفوع روایات نقل کی ہیں، اور اس کو ''نسخہ أبي يوسف'' بھی کہا جاتا ہے، یہ مسند امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد عمرو بن عمرو رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ ''جامع المسانيد'' میں علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے اس کو ''مسند أبي يوسف'' کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور اس میں سے جو روایات ذکر کی ہیں اس میں کوئی بھی موقوف روایت نہیں ہے سب مرفوع ہیں، (ورنہ تو ''کتاب الآثار'' میں موقوف روایات بھی ہیں، معلوم ہوا کہ دونوں الگ ہیں)۔ (۱)

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''البناية شرح الهداية'' میں ''مسند أبي يوسف'' کہہ کر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایک ہی کتاب کے دو نام ہوں، ایک نے ''کتاب الآثار'' اور دوسرے نے ''مسند أبي يوسف'' کے نام سے ذکر کیا ہو، علامہ ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ نے بھی ''کتاب الآثار'' کے مقدمے میں اس احتمال کا ذکر کیا ہے:

> ويحتمل والله أعلم أن يكون كتابا واحدا رواه عنه عمرو ويوسف كلاهما، ويسمى باسمين كروايات الموطأ.
>
> ترجمہ:- اور اس بات کا احتمال ہے، (اور اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے) کہ ایک ہی کتاب کو عمرو بن عمرو اور یوسف بن یعقوب نے روایت کیا ہو، اور اسے دو نام دے دیئے گئے ہوں، جس طرح کہ موطأ مالک کی مرویات کے ساتھ ہوا ہے۔

۳- مسندِ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ

امام ذہبی رحمہ اللہ ''سير أعلام النبلاء'' میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

---

(۱) مسانيد الإمام أبي حنيفة: مسند الإمام أبي يوسف، ص ۸۷

(۲) البناية شرح الهداية: فصل في الاستنجاء، ج ۱ ص ۷۳۵

العلامة، فقيه العراق، صاحب أبي حنيفة، وكان مع تبحره في الفقه، يضرب بذكائه المثل.

آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بلند پایہ شاگردِ رشید ہیں، آپ سے امامِ اعظم رحمہ اللہ کی احادیث سے متعلق دو کتابیں مروی ہیں:

۱- کتاب الآثار۔ ۲- مسندِ ابی حنیفہ۔

۱- امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب الآثار'' کا نسخہ تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مشہور، متداول اور مقبول ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) اس نسخے کے تعارف میں فرماتے ہیں:

وَالْمَوْجُود من حديث أبي حنيفة مُفردا إِنَّمَا هُوَ كتاب الآثار الَّتِي رَوَاهَا مُحَمَّد بن الْحسن عَنهُ.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کی حدیث پر مستقل جو تصنیف ہے وہ ''کتاب الآثار'' ہے جس کو آپ سے امام محمد بن حسن نے روایت کیا ہے۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) نے بھی ''کتاب الآثار'' کے اس نسخے کا ذکر کیا ہے۔[2]

حاجی خلیفہ چلپی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے بھی ''کتاب الآثار'' کے اس نسخے کا جو امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، اور اس پر لکھی گئی شروحات کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

علامہ کتانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۵ھ) نے ان الفاظ میں ''کتاب الآثار'' کا تذکرہ کیا ہے:

كتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشيباني صاحب أبي حنيفة واحد رواة الموطأ المتوفىسنة تسع وثمانين ومائة وهو مرتب على الأبواب الفقهية في مجلدة لطيفة.[4]

---

(۱) تعجيل المنفعة: مقدمة، ج۱ ص۲۳۹

(۲) تاج التراجم: ترجمة: محمد بن الحسن، ص۴۸

(۳) كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، كتاب الآثار، ج۲ ص۱۳۸۴

(۴) الرسالة المستطرفة: كتب مرتبة على الأبواب الفقهية، ص۳۲

''کتاب الآثار'' کا یہ نسخہ اب علامہ ابو الوفاء افغانی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ۱۳۵۵ھ میں مصر سے شائع ہوا۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے تین شیوخ سے متصل سند کے ساتھ امام محمد رحمہ اللہ کی مسند کو ''نسخۃ محمد'' کہہ کر اس کا تذکرہ کیا ہے، آپ کے تین شیوخ یہ ہیں:

۱- ابو محمد یوسف بن ابی الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی رحمہ اللہ۔

۲- محمد ابراہیم بن محمود بن سالم رحمہ اللہ۔

۳- ابو عبداللہ محمد بن علی بن بقار رحمہ اللہ۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے امام محمد کی ''کتاب الآثار'' کو اپنے چار شیوخ کی متصل اسناد کے ساتھ الگ ذکر کیا ہے۔[1]

علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی امام محمد رحمہ اللہ کی دونوں تصانیف کا تذکرہ کیا ہے۔

۱- امام صالحی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کی مسند کا ذکر اپنے شیخ عبدالعزیز بن عمر بن محمد ہاشمی رحمہ اللہ کی متصل سند کے ساتھ کیا ہے۔

۲- امام صالحی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب الآثار'' کا ذکر دو طرق کے ساتھ کیا ہے۔[2]

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ اور امام صالحی رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' اور ''مسند إمام محمد'' دونوں کا الگ الگ تذکرہ کیا ہے، اور ان تک اپنی متصل اسانید بھی ذکر کی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مجموعے الگ الگ ہیں۔

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) کی تحقیق کے مطابق بھی یہ دو الگ الگ مجموعے ہیں، اس لئے آپ نے دونوں کا الگ الگ تذکرہ کیا ہے:

منها كتاب الآثار يروي فيه عن أبي حنيفة أحاديث مرفوعة وموقوفة

---

(۱) جامع المسانید: الباب الثانی اما المسند الثانی عشر، ج۱ ص ۸۳، ۸۴

(۲) دیکھئے: عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث والعشرون المسند الثاني عشر، المسند الرابع عشر، ص ۳۳۵، ۳۳۳

ومرسلة. وكذلك لمحمد مسند أبي حنيفة المعروف بنسخة محمد. (۱)

ترجمہ:- امام محمد کی تصانیف میں سے ایک ''کتاب الآثار'' ہے جو امام ابوحنیفہ کی مرویات پر مشتمل ہے، اس میں مرفوع، موقوف، اور مرسل ہر قسم کی روایات موجود ہیں، اسی طرح امام محمد کی ''مسندِ ابی حنیفہ'' ہے جو ''نسخۂ محمد'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے تلمیذِ خاص علامہ محمد امین اورکزئی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی یہی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ نے امام صاحب سے مروی صرف مرفوع روایات کا انتخاب کیا اور اسے الگ سے ''مسند أبي حنيفة'' کے نام سے جمع کیا اور اسے ''نسخة محمد'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ (۲)

۴- مسندِ امام حسن بن زیاد اللؤلؤی رحمہ اللہ

امام حسن بن زیاد اللؤلؤی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بلند پایہ شاگردِ رشید ہیں، علم حدیث کے ساتھ ان کے شغف کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ صرف ایک محدث امام ابن جریج رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) سے انہوں نے بارہ ہزار احادیث لکھیں:

كتبت عن ابن جريج اثنى عشر ألف حديث كلها يحتاج إليها الفقهاء. (۳)

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے اپنے چار شیوخ کے طرق سے متصل سند کے ساتھ امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی جمع کردہ ''مسند أبي حنيفة'' کو نقل کیا ہے، امام خوارزمی رحمہ اللہ کے ان چار شیوخ کے نام یہ ہیں:

۱- ابو محمد یوسف بن عبد الرحمن بن علی الجوزی رحمہ اللہ۔

۲- ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم رحمہ اللہ۔

۳- ابو نصر الاغر بن ابی الفضائل رحمہ اللہ۔

(۱) بلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشيباني: كتب محمد بن الحسن ومصنفاته، ص ۲۰۰

(۲) مسانيد الإمام أبي حنيفة: مسند الإمام محمد، ص ۹۳

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الحسن بن زياد، ج ۹ ص ۵۴۴

۴- ابوعبداللہ محمد بن علی بن بقار رحمہ اللہ۔[1]

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنے چار شیوخ سے امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ تک کی جمع کردہ مسند کو متصل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، امام صالحی رحمہ اللہ کے چار شیوخ یہ ہیں:

۱- ابویحییٰ زکریا بن محمد بن احمد انصاری رحمہ اللہ۔

۲- جمال الدین ابراہیم قلقشندی رحمہ اللہ۔

۳- ابومحمد عبدالرحیم بن محمد حنفی رحمہ اللہ۔

۴- ابوحفص عمر بن علاء الدین صیرفی رحمہ اللہ۔[2]

حاجی خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے بھی "کشف الظنون" میں امام لؤلؤی کی مسند امام اعظم کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

۵- مسندِ امام محمد بن مخلد الدوری رحمہ اللہ

ان کا نام: محمد، والد کا نام: مخلد، کنیت: ابوعبداللہ، عطاء کی نسبت سے مشہور ہیں (متوفی ۳۳۱ھ)، ان کی پیدائش ۲۳۳ھ میں ہوئی، ان کے مشہور اساتذۂ حدیث: ابوالسائب سلم بن جنادہ، یعقوب بن ابراہیم دورقی، فضل بن یعقوب، ابوحذافہ سہمی، زبیر بن بکار، حسن بن عرفہ، صاحب الصحیح امام مسلم بن حجاج رحمہم اللہ ہیں، ان کے بلند پایہ محدثین تلامذہ: حافظ ابوالعباس بن عقدہ، محمد بن حسین آجری، محمد بن المظفر، ابوعمر بن حیویہ، صاحب السنن امام ابوالحسن دارقطنی رحمہم اللہ ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ان کا تذکرہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

محمد بن مخلد بن حفص الإمام، المفید الثقة، مسند بغداد أبو عبد الله الدوري.

---

(۱) جامع المسانید: الباب الثانی، اما المسند السابع، ج ۱ ص ۸۱

(۲) عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: الباب الثالث والعشرون، المسند السابع، ص ۳۲۵، ۳۲۶

(۳) کشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج ۲ ص ۱۶۸۰

نیز اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں:

وكان معروفا بالثقة والصلاح والاجتهاد فى الطلب.[1]

ترجمہ:- آپ علم حدیث میں ثقاہت، صالحیت اور طلب و جستجو میں حد درجہ محنت جیسی اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ اپنی مشہور کتاب "سیر أعلام النبلاء" میں ان القابات کے ساتھ کیا:

الإمام الحافظ الثقة القدوة أبو عبدالله الدورى

نیز اس کتاب میں چند سطر بعد فرماتے ہیں:

وَكَتَبَ مَالا يُوصَف كَثْرَةً مَعَ الْفَهمِ وَالمَعْرِفَةِ وَحسن التَّصَانِيف.

ترجمہ:- انہوں نے فہم و معرفت کے ساتھ اتنی کثرت سے لکھا ہے کہ جس کا شمار ممکن نہیں، انہوں نے بہترین تصانیف مرتب کیں۔

آپ کے علمی و عملی مقام و مرتبے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وَكَانَ مَوْصُوفاً بِالْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ وَالصِّدْقِ وَالاجْتِهَادِ فِى الطَّلَبِ. طَالَ عُمُرُهُ وَاشْتُهِرَ اسْمُهُ، وَانْتَهَى إِلَيْهِ الْعُلُوُّ مَعَ القَاضِى المَحَامِلِى بِبَغْدَادَ.[2]

ترجمہ:- آپ علم حدیث، صالحیت، صدق اور طلب و جستجو میں حد درجے محنت جیسی اعلیٰ صفات سے متصف تھے، آپ کو طویل عمر نصیب ہوئی، آپ کے نام کو (علمی اعتبار سے) خوب شہرت حاصل ہوئی، بغداد میں قاضی محاملی کے باوجود علوِ مرتبت کی انتہا آپ پر ہوئی۔

یہ شہادتیں کسی عام آدمی کی نہیں بلکہ حدیث و رجالِ حدیث کے بلند پایہ نقاد محدث کی ہیں۔

صاحب السنن امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) امام ابن مخلد رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور قابلِ اعتماد محدث ہیں:

ثقة مامون.

(۱) تذكرة الحفاظ، ترجمة: محمد بن مخلد بن حفص، ج ۳ ص ۳۳

(۲) سير أعلام النبلاء، ترجمة: محمد بن مخلد بن حفص، ج ۱۵ ص ۲۵۶، ۲۵۷

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

وكان أحد أهل الفهم، موثوقا به في العلم، متسع الرواية، مشهورا بالديانة، موصوفا بالأمانة، مذكورا بالعبادة۔ (۱)

ترجمہ:- یہ اہلِ فہم (سمجھ دار لوگوں) میں سے تھے، جو علم حدیث میں معتبر، روایت بیان کرنے میں وسیع، دین داری میں مشہور، امانت داری کے ساتھ متصف اور عبادت گزاری میں نمایاں تھے۔

یہ بلند پایہ محدث بھی امام اعظم رحمہ اللہ کی مسند لکھنے والوں میں سے ہیں، بلکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی احادیث کو ایک مسند کی صورت میں جمع کیا، جس کا نام "جمع حديث أبي حنيفة" ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے "تاریخ بغداد" میں کئی ائمہ کے حالات کے ذیل میں امام ابن مخلد رحمہ اللہ کی "مسند أبي حنيفة" کا تذکرہ کیا ہے، انہوں نے محمد بن احمد بن الجہم بن صالح رحمہ اللہ کے تذکرے میں لکھا:

روى عنه: محمد بن مخلد الدوري في مسند أبي حنيفة۔ (۲)

ترجمہ:- محمد بن مخلد الدوری نے ان سے مسند ابی حنیفہ میں روایت کیا ہے۔

نیز خطیب بغدادی رحمہ اللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کے تذکرے میں بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے:

روى عنه: محمد بن مخلد الدوري في مسند أبي حنيفة۔ (۳)

نیز خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے احمد بن محمد بن جہم البلخی رحمہ اللہ کے ترجمے میں بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے:

روى عنه: محمد بن مخلد الدوري في مسند أبي حنيفة۔ (۴)

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن مخلد بن حفص، ج ۳ ص ۸۰

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن أحمد بن الجهم، ج ۱ ص ۳۰۲

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن عبدالله بن عبدالرحمن، ج ۳ ص ۳۸

(۴) تاریخ بغداد: ترجمة: أحمد بن محمد بن جهم، ج ۵ ص ۱۶۹

ترجمہ: محمد بن مخلد الدوری نے ان سے مسند ابی حنیفہ میں روایت کیا ہے۔

علامہ عبدالکریم ابو سعد سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے محمد بن الحسن بن الوزاع رحمہ اللہ کے ترجمے میں امام ابن مخلد الدوری رحمہ اللہ کی "مسند أبي حنيفة" کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

روى عنه: محمد بن مخلد الدوري في مسند أبي حنيفة رحمه الله. [1]

۲- امام ابو العباس احمد بن محمد المعروف امام ابنِ عقدہ رحمہ اللہ

آپ کا اسم گرامی: احمد، والد کا نام: محمد، ابنِ عقدہ کے نام سے معروف ہیں (متوفی ۳۳۲ھ)، آپ کی کنیت ابو العباس ہے، عقدہ آپ کے والد گرامی قدر مشہور نحوی محمد بن سعید کا لقب ہے۔ آپ کی ولادت کوفہ میں ۲۴۹ھ میں ہوئی، آپ ایک بلند پایہ حافظِ حدیث، علومِ حدیث کے ماہر اور صاحبِ تصنیف بزرگ تھے، آپ کے مشہور اساتذۂ حدیث: ابو جعفر محمد بن عبید اللہ، احمد بن عبدالحمید حارثی، حسن بن علی بن عفان، احمد بن ابی خیثمہ، ابوبکر بن ابی الدنیا، ابراہیم بن عبداللہ القصار رحمہم اللہ ہیں۔

آپ کے بلند پایہ محدثانہ حیثیت کی وجہ سے اکابر محدثین نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے، جن میں چند یہ ہیں: حافظ ابوبکر بن جعابی، حافظ عبداللہ بن عدی جرجانی، صاحب المعاجم علامہ طبرانی، محمد بن المظفر، صاحب السنن علامہ دارقطنی، حافظ ابو حفص بن شاہین، عبداللہ بن موسیٰ ہاشمی، محمد بن ابراہیم المقری رحمہم اللہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

اَلْحَافِظُ الْعَلَّامَةُ، أَحَدُ أَعْلَامِ الْحَدِيْثِ، وَنَادِرَةُ الزَّمَانِ، وَصَاحِبُ التَّصَانِيْفِ

آپ سے کوفہ، بغداد، مکہ میں اس قدر کثرت کے ساتھ محدثین اور خلقِ کثیر نے استفادہ کیا ہے کہ جن کا احاطہ بہت مشکل ہے، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَتَبَ مِنْهُ مَا لَا يُحَدُّ وَلَا يوصَفُ عَنْ خَلْقٍ كَثِيْرٍ بِالْكُوْفَةِ وَبَغْدَاد وَمَكَّةَ. [2]

---

(۱) الأنساب: باب الواو والألف الوازعي، ج ۱۳ ص ۲۵۸

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: ابن عقدة أحمد بن محمد، ج ۱۵ ص ۳۴۰

امام ابوالحسن محمد بن عمرو بن یحییٰ علوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن ابوالعباس المعروف ابنِ عقدہ میرے والد کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے کہا: ابوالعباس! لوگ مجھ سے تمہارے حفظِ حدیث کے متعلق کثرت سے پوچھتے ہیں، مجھے بتاؤ کہ آپ کو کتنی احادیث یاد ہیں؟

امام ابوالعباس رحمہ اللہ نے انہیں بتانے سے حیل وحجت سے کام لیا اور اسے ناپسند کیا (عاجزی، تواضع اور بے مثال تقویٰ کی وجہ سے اس بات کو ناپسند کیا کہ اپنی حدیث دانی کا اظہار کسی کے سامنے کریں) انہوں نے جب بار بار اپنا سوال دُہرایا، اور اسی پر مصر رہے اور کہا: جب تک آپ مجھے نہیں بتائیں گے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، تب ابنِ عقدہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

أَحفظُ مائَةَ أَلفِ حديثٍ بِالإسْنَادِ وَالمتنِ، وَأُذَاكِرُ بِثَلاثِ مائَةِ أَلفِ حَدِيثٍ.[1]

ترجمہ:- مجھے اسناد ومتن سمیت ایک لاکھ احادیث یاد ہیں، اور میں تین لاکھ احادیث کے ساتھ مذاکرہ کرتا ہوں۔

صاحب السنن امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجمَعَ أَهْلُ الكُوفَةِ أَنَّهُ لَمْ يُرَ مِنْ زَمَنِ عَبدِاللهِ بنِ مَسْعُودٍ إِلى زَمَنِ أَبِي العَبَّاسِ بنِ عُقْدَةَ أَحفظُ مِنْهُ.[2]

ترجمہ:- اہلِ کوفہ کا اس اَمر پر اجماع ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر ابوالعباس بن عقدہ کے زمانے تک ان سے بڑا کوئی حافظ نہیں دیکھا گیا۔

اندازہ کیجئے کہ ایک لاکھ احادیث کے حافظ اور تین لاکھ احادیث کے ساتھ مذاکرہ کرنے والے اور اپنے زمانے کے حافظ الحدیث جو خود اس لائق تھے کہ ان کی مسانید لکھی جاتیں، لیکن اس کے باوجود وہ امام صاحب کی مسانید لکھ رہے ہیں، یہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بلند پایہ محدث ہونے کی واضح دلیل ہے۔

امام موصوف نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جو مسند لکھی ہے، اس کا نام "أخبار أبي حنيفة

---

(۱) سير أعلام النبلاء، ترجمة: ابن عقدة أحمد بن محمد، ج۱۵ص۳۴۶

(۲) سير أعلام النبلاء: ج۱۵ص۳۴۵

ومسندہ" ہے جیسا کہ امام علی بن انجب المعروف ابن الساعی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۴ھ) نے امام ابن عقدہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں اس کی تصریح کی ہے۔[1]

اس کتاب میں امام ابن عقدہ رحمہ اللہ نے امام صاحب کے مناقب بھی لکھے اور آپ کی روایت کردہ احادیث کو بھی مسند کے نام سے جمع کیا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ابو جعفر طوسی کا ایک قول درج کیا ہے، اس میں انہوں نے حافظ ابن عقدہ رحمہ اللہ کی تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک کتاب "أخبار أبي حنيفة" کا بھی ذکر کیا ہے۔[2]

ابن عقدہ رحمہ اللہ کی اس مسند میں ایک ہزار سے زائد احادیث موجود تھیں، چنانچہ شارح صحیح بخاری وہدایہ، بلند پایہ محدث وفقیہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" میں مسند ابن عقدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن مسند أبي حنيفة لابن عقدة يحتوي وحده على ما يزيد على ألف حديث.[3]

ترجمہ:- امام ابن عقدہ کی اکیلی "مسند أبي حنيفة" ہی کی احادیث ایک ہزار سے زائد ہیں۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان مسانید کے اندر اکثر احادیث کا دارومدار ابو العباس احمد بن محمد بن سعید الہمدانی کوفی المعروف ابن عقدہ رحمہ اللہ پر ہے:

إن مدار أكثر أحاديث هذه المسانيد على أبي العباس أحمد بن محمد ابن سعيد الهمداني الكوفي ابن عقدة.[4]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) ایک راوی کی تحقیق میں حافظ ابن عقدہ رحمہ اللہ کی "مسند أبي حنيفة" سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) الدر الثمين في أسماء المصنفين: ص ۲۸۵

(۲) سير أعلام النبلاء: ج ۱۵ ص ۳۵۲

(۳) تانيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب: ص ۱۵۶

(۴) جامع المسانيد: ج ۲ ص ۳۹۹ بحوالہ مسانيد الإمام أبي حنيفة: ص ۱۳۵

وَالأول أولى فقد صرح بِهِ أَبُو الْعَبَّاس بن عقدَة فساقه من طَرِيق الصَّلْت عَن أبي حنيفَة.[1]

ترجمہ:- پہلی بات بہتر ہے جیسا کہ ابو العباس ابنِ عقدہ نے تصریح کی ہے، اور انہوں نے صلت کے طریق سے امام ابوحنیفہ کی روایت نقل کی ہے۔

۷- مسندِ امام عبد اللہ بن محمد ابی العوام رحمہ اللہ

نام: عبد اللہ، والد کا نام: محمد، کنیت: ابو القاسم ہے، امام ابن ابی العوام رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۵ھ) نے درج ذیل ائمہ سے حدیث کا سماع کیا: صاحب السنن امام نسائی، امام ابو جعفر طحاوی، ابو بشر دولابی، محمد بن جعفر بن امین، محمد بن احمد بن حماد، ابراہیم بن محمد ترمذی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ سے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے صاحب السنن امام نسائی کے ترجمے میں امام عبد اللہ بن ابی العوام رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے انہیں قاضی مصر کا لقب دیا۔[2]

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے امام ابو القاسم عبد اللہ، امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو عبد اللہ صیمری رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ احناف کے متعلق لکھا:

كلهم حنفيون ثقات أثبات نقاد لهم اطلاع كبير.[3]

ترجمہ:- یہ سارے ائمہ حنفی، ثقہ، ثبت اور نقاد محدثین ہیں جنہیں کثیر احادیث کا علم ہے۔

موصوف نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے مناقب میں ایک کتاب "فضائل أبي حنيفة" کے نام سے لکھی ہے، ان کی "مسند أبي حنيفة" اسی کتاب کا ایک بڑا باب ہے جیسا کہ امام صالحی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ "جامع المسانيد" میں پندرہویں مسند، مسندِ امام ابنِ ابی العوام کی ذکر کی ہے، امام خوارزمی رحمہ اللہ نے اس مسند کو اپنے پانچ شیوخ کے متصل طرق سے نقل کیا ہے، آپ کے پانچ شیوخ یہ ہیں:

(۱) تعجيل المنفعة، ترجمة: يونس بن عبد الله بن أبي فروة، ج ۲ ص ۳۹۳، رقم: ۱۲۱۳

(۲) تذكرة الحفاظ: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب، ج ۲ ص ۱۹۴

(۳) عقود الجمان: الباب الثاني، ص ۴۹

۱-نجم الدین ابوالجناب احمد بن عمر بن محمد الخوارزمی رحمہ اللہ۔

۲-نجم الدین ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بلخی رحمہ اللہ۔

۳-رشید الدین ابوالفضل اسماعیل بن احمد عراقی رحمہ اللہ۔

۴-ضیاء الدین صقر بن یحییٰ بن صقر رحمہ اللہ۔

۵-ابونصر الاعز ابن ابی الفضائل فضائل بن ابی نصر رحمہ اللہ۔ (۱)

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ نے بھی اپنے دو شیوخ ابوالفارس بن عمر علوی اور ابوالفضل بن اوجاقی رحمہ اللہ کے طرق سے مسندِ ابنِ ابی العوام کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ابنِ ابی العوام رحمہ اللہ کی "فضائل أبي حنيفة" کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھا ہے:

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الْعَوَّامِ فِي كِتَابِ فَضَائِلِ أَبِي حَنِيفَةَ. (۴)

ترجمہ:-اس حدیث کو امام ابنِ ابی العوام نے "فضائل أبي حنيفة" میں روایت کیا ہے۔

علّامہ ابن الملقن رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۴ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھا ہے:

رَوَاهُ ابْنُ أَبِي الْعَوَّامِ فِي كِتَابِ فَضَائِلِ أَبِي حَنِيفَةَ. (۵)

ترجمہ:-اس حدیث کو امام ابی عوام نے "فضائل أبي حنيفة" میں روایت کیا ہے۔

---

(۱) جامع المسانيد: الباب الثاني اما المسند الخامس عشر، ج ۱ ص ۸۵

(۲) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند الخامس عشر، ص ۳۳۳

(۳) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۲۲

(۴) نصب الراية: كتاب الحج، باب الجنايات، ج ۳ ص ۱۴۰

(۵) البدر المنير: باب سنن الإحرام، الحديث السابع عشر، ج ۶ ص ۱۵۹

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) ایک حدیث کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

وَوَصله ابن أبي العَوام وَابن خسرو في مُسْند أبي حنيفة.[1]

ترجمہ:- امام ابن ابی العوام اور امام ابنِ خسرو نے اپنی اپنی مسندِ ابی حنیفہ میں اس حدیث کو موصولاً روایت کیا ہے۔

۸- مسندِ امام عمر بن حسن اشنانی رحمہ اللہ

نام: عمر، والد کا نام: حسن، کنیت: ابوالحسن، المعروف حافظ اشنانی (متوفی ۳۳۹ھ)۔ یہ بڑے پائے کے جلیل القدر محدث اور حافظِ حدیث تھے، ان کی پیدائش ۲۵۹ھ کو ہوئی، امام اشنانی رحمہ اللہ کے چند جلیل القدر اساتذہ حدیث یہ ہیں:

حافظ ابراہیم حربی، محمد بن یحییٰ مدائنی، محمد بن مسلمہ واسطی، ابو اسماعیل ترمذی، ابوبکر بن ابی الدنیا، محمد بن شداد رحمہم اللہ۔ آپ کے چند جلیل القدر تلامذہ: امام ابنِ عقدہ، محمد بن المظفر، ابوعمرو بن سماک، صاحب السنن امام دارقطنی، حافظ ابنِ شاہین، ابوالقاسم بن حبابہ وغیرہ، رحمہم اللہ۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) امام اشنانی رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وهذا رجل من جلة الناس، ومن أصحاب الحديث المجودين، وأحد الحفاظ له، وحسن المذاكرة بالأخبار.[2]

ترجمہ:- امام اشنانی اپنے دور کے جلیل القدر لوگوں اور محدثین میں شمار ہوتے ہیں، حفاظِ حدیث میں سے ایک ہیں اور احادیث کا بہت اچھا مذاکرہ کرنے والے ہیں۔

نیز خطیب بغدادی رحمہ اللہ ان کے مقامِ حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں:

وقد حدث حديثا كثيرا وحمل الناس عنه قديما وحديثا.[3]

ترجمہ:- انہوں نے کثیر احادیث بیان کی ہیں، اور لوگوں نے ان سے قدیم اور جدید (ہر دو طبقوں سے روایت ہونے والی) احادیث حاصل کی ہیں۔

(۱) الدراية في تخريج أحاديث الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات في الإحرام، ج ۲ ص ۴۵

(۲، ۳) تاریخ بغداد: ترجمة عمر بن حسن بن علي، ج ۱۱ ص ۲۷

امام موصوف نے بھی امام اعظم رحمہ اللہ کی احادیث کی مسند لکھی ہے، چنانچہ علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے تین شیوخ کے طرق سے متصل سند کے ساتھ امام عمر اشنانی رحمہ اللہ کی "مسند أبي حنيفة" کو نقل کیا ہے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ کے تین شیوخ یہ ہیں:

۱- تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن اسکاف رحمہ اللہ۔

۲- ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم رحمہ اللہ۔

۳- ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقار رحمہ اللہ۔ (۱)

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی اپنے دو شیوخ: ابو الفضل عبد الرحیم بن محمد بن محمد ارجانی، اور ابو حفص عمر بن حسن بن عمر ثوری رحمہ اللہ کے طرق سے متصل اسناد کے ساتھ امام عمر اشنانی رحمہ اللہ کی مسند کی تخریج کی ہے۔ (۲)

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے "کشف الظنون" میں امام اشنانی رحمہ اللہ کی مسند کا ذکر کیا ہے۔ (۳)

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے "عقود الجواهر المنيفة" کے مقدمے میں امام عمر اشنانی رحمہ اللہ کی مسند کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

۹- مسندِ امام عبد اللہ بن محمد حارثی رحمہ اللہ

آپ کا نام: عبد اللہ، والد کا نام: محمد، کنیت: ابو محمد (متوفی ۳۴۰ھ)، آپ کا تعلق ماوراء النہر سے ہے، آپ کی پیدائش ۲۵۸ھ میں ہوئی، آپ "اُستاذ" کے لقب کے ساتھ معروف تھے۔ امام حارثی رحمہ اللہ کے چند محدثین اساتذہ: عبد اللہ بن واصل، عبد الصمد بن فضل، محمد بن لیث سرخسی، عمران بن فرینام، فضل بن محمد شعرانی، محمد بن علی الصائغ وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ کے مشہور تلامذۂ حدیث: ابو طیب عبد اللہ بن محمد، محمد بن حسن بن منصور نیشاپوری، احمد بن محمد بن یعقوب فارسی،

---

(۱) جامع المسانيد: الباب الثاني اما المسند الثامن، ج ۱ ص ۸۱

(۲) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند الثامن، ص ۳۲۷

(۳) كشف الظنون مسند الإمام الأعظم، ج ۲ ص ۱۶۸۰

(۴) عقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة: مقدمة، ص ۶

ابوعبداللہ بن مندہ، ابوالعباس بن عقدہ وغیرہ رحمہم اللہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلشَّيْخُ، اَلْإِمَامُ، اَلْفَقِيْهُ، اَلْعَلَّامَةُ، اَلْمُحَدِّثُ، عَالِمُ مَاوَرَاءِ النَّهْرِ۔

نیز آگے نقل کرتے ہیں:

وَكَانَ ابْنُ مَنْدَةَ يحسن الْقَوْلَ فِيْهِ۔ (۱)

ترجمہ:- حافظ ابنِ مندہ ان کا تذکرہ اچھے الفاظ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کی جلالتِ شان کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وكان محدثاً جوالاً، رأساً في الفقه، صنف التصانيف۔ (۲)

ترجمہ:- آپ محدث تھے، طلبِ علم میں بہت سفر کرنے والے تھے، اور آپ فقہ میں سرخیل تھے، آپ نے کئی تصانیف لکھیں۔

علامہ سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) امام حارثی رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

كان شيخاً مكثراً من الحديث۔ (۳)

ترجمہ:- آپ بزرگ تھے اور کثرت سے احادیث روایت کرنے والے تھے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنی کتاب "جامع المسانید" میں امام حارثی رحمہ اللہ کے علمی مقام کے متعلق فرمایا:

من طالع مسنده الذي جمعه للإمام أبي حنيفة، علم تبحره في علم الحديث وإحاطته بمعرفة الطرق والمتون۔ (۴)

ترجمہ:- جو شخص بھی امام حارثی کی مسندِ ابی حنیفہ کا مطالعہ کرے گا، وہ ان کے علم الحدیث میں تبحر اور حدیث کے متون وطرق میں ان کی بلند پایہ معرفت جان لے گا۔

---

(۱) سير أعلام النبلاء، ترجمة: الأستاذ عبدالله بن محمد بن يعقوب، ج۱۵ ص۴۲۴

(۲) العبر في خبر من غبر: سنة أربعين وثلاثمائة، ج۲ ص۶۰

(۳) الأنساب: باب السين والباء، السبذموني، ج۷ ص۵۸

(۴) جامع المسانيد: ج۲ ص۵۲۵ بحوالہ مسانيد الإمام أبي حنيفة: ص۱۱۳

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) ان کو حافظ الحدیث قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے تعارف میں فرماتے ہیں:

أبو محمد الحارثي هو عبدالله بن محمد بن يعقوب الحافظ الحنفي وهو الأستاذ وهو البخاري۔ (۱)

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے اپنے چار شیوخ سے متصل سند کے ساتھ مسند حارثی کو نقل کیا ہے، امام خوارزمی رحمہ اللہ کے چار شیوخ یہ ہیں:

۱- ابو الفضائل جمال الدین عبد الکریم بن عبد الصمد انصاری رحمہ اللہ۔

۲- صفی الدین اسماعیل بن ابراہیم قرشی مقدسی رحمہ اللہ۔

۳- شمس الدین یوسف بن عبد اللہ فرغلی رحمہ اللہ۔

۴- ابو بکر بن محمد فرغانی رحمہ اللہ۔ (۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امام قاسم بن اصبغ اموی قرطبی رحمہ اللہ کے ترجمے میں ان کا وصال ۳۴۰ھ لکھنے کے بعد کہا:

وفيها مات عالم ما وراء النهر ومحدثه الإمام العلامة أبو محمد عبدالله بن محمد بن يعقوب بن الحارث الحارثي البخاري الملقب بالأستاذ جامع مسند أبي حنيفة الإمام وله اثنتان وثمانون سنة. (۳)

ترجمہ:- اسی سال ماوراء النھر کے مشہور عالم اور محدث امام علامہ محمد بن عبد اللہ بن محمد یعقوب بن الحارث حارثی بخاری کا وصال ہوا، جو "الاستاذ" کے لقب سے معروف تھے، انہوں نے مسند امام ابو حنیفہ کو جمع کیا، ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) امام حارثی رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) لسان الميزان: حرف الميم، من كنيته أبو محمد، ج ۷ ص ۱۰۳

(۲) جامع المسانيد: الباب الثاني اما المسند الأول: ج ۱ ص ۷۸

(۳) تذكرة الحفاظ: ترجمة: قاسم بن أصبغ بن محمد، ج ۳ ص ۴۹

وَقد اعتنى الحَافِظ أَبو مُحَمَّد الحَارِثِي وَكَانَ بعد الثلاثمائة بِحَدِيث أبي حنيفَة فَجمعه فِي مجلدة ورتبه على شُيُوخ أبي حنيفَة.[1]

ترجمہ:- تین سو سال بعد حافظِ حدیث ابومحمد الحارثی نے امام ابوحنیفہ کی احادیث پر خصوصی توجہ مرکوز کر کے انہیں ایک جلد میں جمع کر دیا، اور اسے شیوخ ابوحنیفہ کے مطابق ترتیب دیا۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ابوغسان رحمہ اللہ کے حالات کے ذیل میں اس مسند کا تذکرہ کیا ہے:

وَقد أخرج الحارثي هَذَا الحَدِيث فِي مُسْند أبي حنيفَة.[2]

علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے امام حارثی رحمہ اللہ کے حالات میں اس مسند کا تذکرہ کیا ہے:

وصنف مسند أبي حنيفة.[3]

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے رافع مولی سعد رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے امام حارثی رحمہ اللہ کی مسندِ ابی حنیفہ کا حوالہ دیا ہے:

أخرجه أبو محمد الحارثي في مسند أبي حنيفة.[4]

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے ''عقود الجمان'' میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی سترہ مسانید میں سے پہلی مسند امام حارثی رحمہ اللہ ہی کو اپنے شیوخ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی رحمہ اللہ کے طریق سے متصل سند کے ساتھ درج کیا ہے۔[5]

امام عجلونی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۲ھ) نے ''کشف الخفاء'' میں ''ادرؤا الحدود بالشبهات'' والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا:

---

(۱) تعجيل المنفعة: مقدمة، ج ۱ ص ۲۳۹

(۲) تعجيل المنفعة: حرف الغين، ج ۲ ص ۵۲۳

(۳) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: عبدالله بن محمد بن يعقوب، ج ۱ ص ۲۸۹

(۴) الإصابة في تمييز الصحابة: ترجمة: رافع مولى سعد، ج ۲ ص ۳۷۲

(۵) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون، المسند الأول، ص ۳۲۲، ۳۲۳

رواہ الحارثي في مسند أبي حنيفة عن ابن عباس مرفوعاً۔

ترجمہ:- اس حدیث کو امام حارثی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے مرفوعاً "مسندِ ابی حنیفہ" میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المعجم المفهرس" میں دو طُرُق سے امام حارثی رحمہ اللہ تک اپنی سند ذکر کی ہے، اور مسند کا تذکرہ بڑے واضح الفاظ میں کیا ہے:

مسند أبي حنيفة لأبي محمد الحارثي عبدالله بن محمد۔[1]

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ حافظ حارث رحمہ اللہ کی اس مسند کے متعلق فرماتے ہیں:

اور جو شخص بھی ان کی اس مسند کا مطالعہ کرے گا جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مرویات کو جمع کیا ہے، وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طُرُق اسانید و متون پر ان کی نظر کی ہمہ گیری کا قائل ہو جائے گا:

ومن طالع مسنده الذي جمعه للإمام أبي حنيفة علم تبحره في علم الحديث وإحاطته بمعرفة لطرق والمتون۔

حافظ عبداللہ حارثی رحمہ اللہ کی اس کتاب کا اختصار علامہ حصکفی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۰ھ) نے کیا، ان کا اِختصار "مسند ابی حنیفة للحصکفی" کے نام سے مشہور ہے، مُلا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے اس کی شرح لکھی "مسند الأنام في شرح مسند الإمام" کے نام سے، پھر علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) نے امام حارثی رحمہ اللہ کی اصل مسند کو اَبواب پر مرتب کیا، بعد کے دور میں علامہ محمد عابد السندی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۷ھ) نے مسندِ حصکفی کو جو مسندِ حارثی کی تلخیص ہے، ابوابِ فقہیہ پر مرتب کیا، یہی کتاب آج کل "مسندِ امامِ اعظم" کے نام سے مشہور و متداول اور درسِ نظامی میں شامل ہے۔

امام حارثی رحمہ اللہ کا انتقال (۳۴۰ھ) میں ۸۲ سال کی عمر میں ہوا۔

۱۰-مسندِ امام عبداللہ بن عدی جرجانی رحمہ اللہ

آپ کا نام: عبداللہ، والد کا نام: عدی، کنیت: ابواحمد (متوفی ۳۶۵ھ)، آپ کی پیدائش

(۱) المعجم المفهرس: حرف الحاء، ج۱ص ۲۷۱، رقم: ۱۱۲۹

۲۷۷ھ میں ہوئی، جرجان سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر محدث اور حافظِ حدیث ہیں۔ علمِ حدیث کے لئے آپ نے پانچ بڑے اسفار کئے، انہوں نے پہلی مرتبہ ۲۹۰ھ میں حدیث کا سماع کیا اور طلبِ حدیث میں ۲۹۷ھ میں مختلف ممالک کا سفر شروع کیا، آپ نے درج ذیل ائمہ حدیث سے روایت کیا: بہلول بن اسحاق تنوخی، محمد بن یحییٰ مروزی، عبدالرحمٰن بن قاسم دمشقی، جعفر بن محمد فریابی، ابوعبدالرحمٰن نسائی، صاحب المسند ابویعلی موصلی، صاحب الصحیح ابوبکر بن خزیمہ، ابوعروبہ، عمران بن موسیٰ بن مجاشع وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ کے چند محدثین تلامذہ: ابوسعد مالینی، حسن بن رامین، محمد بن عبداللہ بن عبدکویہ، حمزہ بن یوسف سہمی، ابوالحسین احمد بن العالی رحمہم اللہ۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، اَلْحَافِظُ، اَلنَّاقِدُ، الْجَوَّالُ أَبُوْ أَحْمَدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَدِيٍّ. (۲)

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کے شاگرد حمزہ بن یوسف سہمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۷ھ) بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عَدِيٍّ حَافِظاً مُتْقِناً، لَمْ يَكُنْ فِيْ زَمَانِهِ أَحَدٌ مِثْلُهُ. (۳)

ترجمہ:- امام ابن عدی حافظِ حدیث اور پختہ محدث تھے، ان کے زمانے میں کوئی بھی ان جیسا نہ تھا۔

امام حمزہ سہمی رحمہ اللہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) سے کہا کہ ضعیف رُوات کے حالات پر کوئی تصنیف ہونی چاہئے، انہوں نے مجھ سے کہا:

أَلَيْسَ عِنْدَكَ كِتَابُ ابْنِ عَدِيٍّ؟ قُلْتُ: بَلٰى. قَالَ: فِيْهِ كِفَايَةٌ، لَا يُزَادُ عَلَيْهِ. (۴)

ترجمہ:- کیا تمہارے پاس ابنِ عدی کی کتاب "الکامل فی ضعفاء الرجال" نہیں ہے؟ میں نے کہا: میرے پاس ہے! انہوں نے فرمایا: وہ اس موضوع پر کافی ہے، اس پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔

امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۴ھ) نے آپ کے متعلق فرمایا:

ابْنُ عَدِيٍّ حَافِظٌ لَا بَأْسَ بِهِ. (۵)

(۱تا۵) سیر أعلام النبلاء، ترجمة: ابن عدی عبداللہ بن عدی، ج۱۶ص ۱۵۴

ترجمہ:- ابنِ عدی کے حافظِ حدیث ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

یہ بات یادر ہے کہ "الکامل فی ضعفاء الرجال" میں تمام ضعیف راویوں کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ اس میں بہت سے ثقہ راویوں کا بھی ذکر آ گیا، یہاں تک کہ شیخین کے رجال کا بھی اس میں ذکر ہے، اس لئے صرف اس کتاب کو دیکھ کر کسی راوی کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں ہر اس راوی کا ذکر کیا ہے جس پر کسی نے کلام کیا ہو، اگر چہ وہ ثقہ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ علامہ ابنِ عدی رحمہ اللہ نے خود امام احمد بن صالح المصری اور عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ کے ترجمے میں فرمایا کہ میں نے اگر یہ شرط نہ لگائی ہوتی کہ میں ہر اس شخص کا ذکر کروں گا جس پر کلام ہوا ہو تو میں کبھی ان کا تذکرہ نہ کرتا، ان کی جلالتِ شان اور ثقاہت کی وجہ سے:

ولولا أني شرطت في الكتاب أن كل من تكلم فيه متكلم ذكرته وإلا كنت لا أذكره [1]

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کے اپنے اس اعتراف سے بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے ہر متکلم فیہ راوی کا ذکر کیا ہے، اگر چہ وہ ثقہ کیوں نہ ہو، امام ابنِ عدی نے تو حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ مشہور تابعی کا ذکر بھی اپنی اس کتاب میں کیا ہے، حالانکہ ان کے مناقب صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر شخص سے فرمایا تھا کہ ان سے اپنے لئے دُعا کروانا۔

صحیح بخاری کے راوی ابوسلیمان البصری رحمہ اللہ جن کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دو مرتبہ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں، امام یحییٰ بن معین، امام نسائی، امام ابوحاتم رازی، رحمہم اللہ ان تینوں اسماء الرجال کے ماہرین نے باوجود یہ کہ متشدد بھی ہیں، ان کی توثیق کی ہے، لیکن امام ابنِ عدی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ ضعفاء میں کیا ہے:

أبو سُلَيْمَانَ الْبَصْرِيّ قَالَ أَحْمد بن حَنْبَل ثِقَة ثِقَة وَوَثَّقَهُ بن معِين

---

(۱) الكامل، ترجمة: عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز، ج۵ ص۴۳۸، رقم: ۱۱۰۲/الكامل، ترجمة: أحمد بن صالح المصري، ج۱ ص۲۹۵، رقم: ۲۱

وَالنَّسَائِيُّ وَأَبُو حَاتِمٍ وابن سعد وَغَيْرهم وَأما ابن عدى فَذكره فِي الضُّعَفَاء.[1]

صحیح مسلم کے راوی امام حمید بن ہلال کا ذکر بھی اس کتاب میں ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: امام حمید بن ہلال رحمہ اللہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، اور بصرہ کے ثقہ راویوں میں سے ہیں، میں (امام ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ ان سے صحیح مسلم میں روایت موجود ہے، چونکہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل میں ان کا ذکر کیا ہے تو اس لئے میں نے بھی ان کا ذکر کیا ہے ورنہ یہ روای قابلِ حجت ہیں:

حميد بن هلال من جلة التابعين وثقاتهم بالبصرة قلت: روايته عنه في مسلم. وهو في كامل ابن عدي مذكور. فلهذا ذكرته وإلا فالرجل حجة.[2]

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل، آپ کے صاحبزادے حماد اور خود آپ کے متعلق فرمایا کہ یہ تینوں ضعیف ہیں۔[3]

بڑی حیرت کی بات ہے کہ فن رجال میں نمایاں مقام رکھنے کے باوجود اس قدر غفلت اور لاپروائی کہ ایک ہی جملے میں بغیر کسی سبب ضعف کے تینوں ائمہ پر حکم لگا دیا گیا، یہ رویہ اہلِ علم کے شایانِ شان نہیں ہے۔ آخر یہ ضعیف ہیں تو کوئی وجہ ضعف بھی ہوگی، اسے ذکر کیا جائے یہ کیوں ضعیف ہیں؟ جب کہ امام صاحب کے متعلق تعدیل مفسر موجود ہے، اکابر اہلِ علم نے آپ کی توثیق کی ہے، آپ کی امامت وعدالت وثقاہت تو متفق علیہ ہے۔

علامہ محمد بن ابراہیم المعروف ابن الوزیر یمانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں:

انه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وأمانته.[4]

---

(۱) فتح الباري: الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب، ج۱ ص۴۴۳

(۲) ميزان الاعتدال: ترجمة: حميد بن هلال، ج۱ ص۶۱۶، رقم: ۲۳۴۵

(۳) الكامل: ترجمة: إسماعيل بن حماد، ج۱ ص۵۰۹

(۴) الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم، ج۱ ص۳۰۸

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ کی فضیلت، عدالت، تقویٰ اور امانت داری تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

علامہ ابن البر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنَّ مَنْ صَحَّتْ عَدَالَتُهُ وَثَبَتَتْ فِي الْعِلْمِ إِمَامَتُهُ وَبَانَتْ ثِقَتُهُ وَبِالْعِلْمِ عِنَايَتُهُ لَمْ يُلْتَفَتْ فِيهِ إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ۔ (۱)

ترجمہ:- اس باب میں دُرست بات یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کی عدالت، دیانت داری، ثقاہت اور علم دوستی واضح ہو، ایسے شخص کے بارے میں کسی کے قول کی طرف اِلتفات نہیں کیا جائے گا۔

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی یہ جرح مبہم ہے، اور جرحِ مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) لکھتے ہیں:

أَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ وَمِنْهُمُ الْحَنَفِيَّةُ وَأَكْثَرُ الْمُحَدِّثِينَ وَمِنْهُمُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ لَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ إِلَّا مُبَيَّنًا سَبَبُهُ كَأَنْ يَقُولَ الْجَارِحُ فُلَانٌ شَارِبُ خَمْرٍ أَوْ آكِلُ رِبًا۔ (۲)

ترجمہ:- اکثر فقہائے کرام جن میں ائمہ احناف، اکثر محدثینِ کرام جن میں امام بخاری و مسلم بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ جرح اس وقت قابلِ قبول ہوگی جب سببِ جرح بیان کیا جائے، جیسا کہ جارح کہے کہ فلاں شخص شراب پیتا ہے، یا سود کھاتا ہے تو اب جرح قبول ہوگی۔

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی اس جرح کے متعلق محقق العصر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قلت: قول ابن عدی إن كان مقبولا فی إسماعيل وحماد إذا بين سببه

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ: باب حکم قول العلماء بعضہم فی بعض، ج ۲ ص ۱۰۹۳

(۲) التقریر والتحبیر: الباب الثالث: السنۃ فصل فی شرائط الراوی مسألۃ لا یقبل الجرح إلا مبینا سببہ، ج ۲ ص ۲۵۸

الضعف لعدم اعتبار الجرح المبهم فهو غير مقبول قطعاً في أبي حنيفة.[1]

ترجمہ:- جب تک اسماعیل اور حماد کے بارے میں سببِ ضعف بیان نہ کیا جائے تو اس وقت تک ابنِ عدی کی جرح مقبول نہیں، کیونکہ جرحِ مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لیکن یہ جرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں یقینی طور پر غیر مقبول ہے۔

بہر حال اگر یہ جرح بالفرض والمحال تسلیم کر بھی لی جائے تو یہ ان کے ابتدائی دور کی بات ہے جب انہوں نے ''الکامل'' لکھی تھی، لیکن جب وہ مصر گئے اور وہاں سرخیلِ احناف امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ) سے ملاقات اور ان کی صحبت کے نتیجے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فقہِ حنفی کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی تو پھر انہوں نے اپنے سابقہ تمام نظریات سے رُجوع کیا، اور پھر باقاعدہ انہوں نے امام صاحب کی مسند روایات کو جمع کیا، شاید اس کے کفارے میں انہوں نے ''مسند ابی حنیفة'' تصنیف کی، اور امام صاحب کی مسند روایات کو یکجا کیا۔

محدّث ناقد علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

وكان ابن عدي على بعده عن الفقه والنظر والعلوم العربية، طويل اللسان في أبي حنيفة وأصحابه ثم لما اتصل بأبي جعفر الطحاوي وأخذ عنه تحسنت حالته يسيراً حتى ألف مسنداً في أحاديث أبي حنيفة.[2]

ترجمہ:- امام ابن عدی فقہ، نظر (استخراج واستنباط میں غور وفکر) اور علومِ عربیہ سے دُور رہنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں زبان دراز تھے، پھر جب امام ابوجعفر طحاوی سے ملے اور ان سے اَخذِ علم کیا تو ان کی حالت قدرے اچھی ہوگئی، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ کی مسند تالیف کی۔

نیز بلند پایہ محقق، رجال اور اُصولِ حدیث پر گہری نظر رکھنے والے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ

---

(۱) الفوائد البهية في تراجم الحنفية، ترجمة: اسماعيل بن حماد ص ۸۱

(۲) تانيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب: ص ۱۲۹

رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے بھی اپنے اُستاذ کے حوالے سے یہ بات "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" کے حاشیے میں نقل کی ہے۔[۱]

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی اس مسند کا تذکرہ کئی اہلِ علم نے کیا ہے، سلطان الملک المعظم علامہ یحییٰ بن ابوبکر ایوبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۴ھ) نے اپنی کتاب "السهم المصيب فی كبد الخطيب" میں امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ کیا ہے۔[۲]

مؤرخِ اسلام امام ابن العدیم رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۰ھ) نے بھی امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وقد نظرت فی مسانيد أبي حنيفة رضي الله عنه وهي مسندة الذي جمعه الحافظ أبو أحمد بن عدي.[۳]

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے "جامع المسانید" میں اپنے شیخ ابو محمد حسن بن احمد بن ہبۃ اللہ کے طریق سے متصل سند کے ساتھ امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی مسند کی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۴]

امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے "عقود الجمان" میں امامِ اعظم کی مسانید کو بیان کرتے ہوئے "المسند السادس" کے تحت امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ کیا، امام صالحی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ ابوحفص عمر بن حسن بن عمر نووی رحمہ اللہ کے طریق سے متصل اسناد کے ساتھ اس مسند کی تخریج کی ہے۔[۵]

۱۱۔ مسندِ امام محمد بن مظفر رحمہ اللہ

نام: محمد، والد کا نام: مظفر، کنیت: ابوالحسین (متوفی ۳۷۹ھ)، آپ کی ولادت بغداد ۲۸۶ھ میں ہوئی، ۳۰۵ھ میں انہوں نے حدیث کا سماع شروع کیا، جب کہ ان کی عمر ۱۴ سال تھی، طلبِ

---

(۱) دیکھیے: الرفع والتکمیل، ص ۳۳۰، ۳۳۱

(۲) السهم المصيب فی كبد الخطيب، ص ۱۱۲

(۳) بغية الطلب فی تاريخ حلب: ترجمة الحسين بن علي بن يزيد بن داود، ج ۶ ص ۲۷۱۰

(۴) جامع المسانيد: الباب الثاني، اما المسند السادس، ج ۱ ص ۸۱

(۵) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند السادس، ص ۳۲۵

حدیث میں مصر، شام، جزیرہ وعراق کا سفر کیا۔ آپ نے درج ذیل ائمہ حدیث سے روایت کی: حامد بن شعیب بلخی، ابوبکر بن باغندی، ابوالقاسم بغوی، ہیثم بن خلف دوری، قاسم بن زکریا المطرز، احمد بن حسن الصوفی، محمد بن جریر طبری، عبداللہ بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ کے چند محدثین تلامذہ: ابوحفص بن شاہین، ابوحسن علی بن عمر دارقطنی، ابوبکر البرقانی، محمد بن ابو الفوارس، ابوعبدالرحمن سلمی، ابونعیم اصبہانی، حسن بن محمد خلال، ابوقاسم تنوخی وغیرہ رحمہم اللہ۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

اَلشَّیْخُ الْحَافِظُ الْمُجَوِّدُ مُحَدِّثُ الْعِرَاقِ أَبُو الْحُسَیْنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ. (۲)

صاحب السنن امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ)، امام ابن المظفر رحمہ اللہ کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے، قاضی محمد بن عمر بن اسماعیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رأیت أبا الحسن الدارقطنی یعظم أبا الحسین بن المظفر ویجله ولا یستند بحضرته. (۳)

ترجمہ:- میں نے دیکھا کہ ابوالحسن دارقطنی امام ابوالحسین بن المظفر کی بے حد تعظیم وتکریم کرتے، اور ان کی موجودگی میں ٹیک لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

وکان حافظا فهما، صادقا مکثرا. (۴)

ترجمہ:- آپ حافظِ حدیث ذہین، صادق اور کثیر احادیث بیان کرنے والے تھے۔

موصوف کے کثیر الحدیث اور بے مثال حافظے کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں کہ ایک دفعہ امام ابن ابی الفوارس رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۲ھ) نے ان سے ایک روایت کے متعلق پوچھا جو "باغندی عن ابن زید المذاری عن عمرو بن عاصم" کی سند سے مروی ہے، تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث میرے پاس نہیں ہے۔ امام ابن ابی الفوارس رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ دیکھ لیجئے! شاید آپ کے پاس ہو؟ تو آپ نے فرمایا:

(۱،۲) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: محمد بن المظفر بن موسی، ج ۱۶ ص ۴۱۸، ۴۱۹

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن المظفر بن موسی، ج ۴ ص ۲۷، ۲۸

(۴) تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن المظفر بن موسی، ج ۴ ص ۲۸

لو كان عندي لكنت أحفظه، عندي عن الباغندي مائة ألف حديث ما فيها هذا.

ترجمہ:- اگر یہ حدیث میرے پاس ہوتی تو مجھے یاد ہوتی، میرے پاس باغندی سے مروی ایک لاکھ احادیث ہیں لیکن ان سے مروی یہ حدیث میرے پاس نہیں ہے۔[۱]

حافظ ابوبکر احمد بن محمد البرقانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۵ھ)، امام ابن المظفر رحمہ اللہ کے کثیر الحدیث ہونے کو یوں بیان فرماتے ہیں:

كتب الدارقطني عن ابن المظفر ألف حديث وألف حديث وألف حديث فعدد ذلك مرات.[۲]

ترجمہ:- میں نے دارقطنی کے طریق سے امام ابن المظفر سے ایک ہزار احادیث لکھیں، پھر ہزار احادیث لکھیں، پھر ہزار احادیث لکھیں، انہوں نے اس طرح کئی مرتبہ عدد گنوایا۔

اس قدر بلند پایہ محدث، حافظِ حدیث، علم حدیث و رجالِ حدیث میں گہری دسترس رکھنے والے عظیم المرتبت انسان جو صرف ایک محدث امام باغندی رحمہ اللہ کی ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے، تو دیگر محدثین کی کس قدر احادیث ان کے حافظے میں محفوظ ہوں گی! وقت کے اس جلیل القدر محدث نے بھی امام صاحب کی مسند لکھی جو حدیث میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کے بلند پایہ مقام پر منہ بولتا ثبوت ہے۔

امام محمد بن عبد الغنی بغدادی المعروف ابنِ نقطہ حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۹ھ) امام محمد بن مظفر رحمہ اللہ کا تعارف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمع مسند أبي حنيفة۔[۳]

ترجمہ:- انہوں نے مسند ابی حنیفہ کو جمع کیا۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: محمد بن المظفر بن موسیٰ، ج ۳ ص ۲۹۔

(۲) تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر: ترجمۃ: محمد بن المظفر بن موسیٰ، ج ۵۶ ص ۷

(۳) التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید: ترجمۃ: محمد بن المظفر، ج ۱ ص ۱۳

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے چار شیوخ سے متصل سند کے ساتھ مسند ابن المظفر کو نقل کیا ہے، ان کے چار شیوخ یہ ہیں:

۱-ابو محمد یوسف ابن ابی الفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی رحمہ اللہ۔

۲-ابوالمظفر یوسف بن علی بن حسن رحمہ اللہ۔

۳-علی بن معالی رحمہ اللہ۔

۴-عبداللطیف المعروف النجمی رحمہ اللہ۔ (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے مسند ابن المقری کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ابوالحسین بن المظفر رحمہ اللہ کی "مسند أبي حنيفة" کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی اپنی متصل سند کے ساتھ مسند ابن المظفر کا ذکر کیا ہے، انہوں نے اس مسند کو اپنے دو شیوخ محدث ابو الفارس عبدالعزیز ابنِ نجم الدین علوی رحمہ اللہ اور حافظ ابوفضل بن بکر شافعی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ (۳)

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے مسند ابن ابی المظفر کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

۱۲-مسندِ امام طلحہ بن محمد بغدادی رحمہ اللہ

نام: طلحہ، والد کا نام: محمد، کنیت: ابوالقاسم (متوفی ۳۸۰ھ)۔ آپ کی پیدائش ۲۹۱ھ میں ہوئی، علم حدیث میں آپ نے درج ذیل ائمہ حدیث سے روایت کیا: عمر بن اسماعیل ثقفی کوفی، محمد بن عباس، عبداللہ بن زیدان، محمد بن حسین الاشنانی، ابوقاسم بغوی، ابوبکر بن ابی داؤد اور دیگر ائمہ سے، رحمہم اللہ۔ آپ سے درج ذیل محدثین نے روایت کیا: فقیہ عمر بن ابراہیم ازہری، ابو محمد الخلال، علی بن حسن تنوخی، حسن بن علی جوہری وغیرہ رحمہم اللہ۔ (۵)

---

(۱) جامع المسانید: الباب الثانی: اما المسند الثالث، ج۱ ص۷۹

(۲) تعجیل المنفعۃ: مقدمۃ، ج۱ ص۲۴۰

(۳) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند الثالث، ص۳۲۳

(۴) دیکھئے: کشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج۲ ص۱۶۸۰

(۵) تاریخ بغداد: ترجمۃ: طلحۃ بن محمد بن جعفر، ج۹ ص۳۵۶

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ میں کرتے ہیں:

الشَّاهِدُ الشَّيْخُ العَالِمُ الأَخْبَارِيُّ المُؤَرِّخُ أَبُو القَاسِمِ البَغْدَادِيُّ المُقْرِئُ. (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

طلحة بن محمد الشاهد بغدادي مشهور في زمن الدارقطني صحيح السماع (۲)

ترجمہ:- طلحہ بن محمد شاہد بغدادی، امام دارقطنی کے زمانے کے مشہور اور صحیح السماع محدث ہیں۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ، امام طلحہ رحمہ اللہ کی ثقاہت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كان مقدم العدول والثقات الأثبات في زمانه. (۳)

ترجمہ:- آپ اپنے زمانے کے عدول، ثقات اور پختہ محدثین میں سب سے مقدم تھے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے دوسری مسند جو آپ تک متصل سند سے بیان کی ہے وہ یہی امام طلحہ رحمہ اللہ کی تالیف کردہ ہے۔ امام خوارزمی رحمہ اللہ نے اس مسند کو اپنے تین شیوخ سے نقل کیا ہے:

۱- یوسف بن عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ۔

۲- قاضی فخر الدین نصر اللہ بن علی بن عبدالرشید رحمہ اللہ۔

۳- ابو منصور عبدالقادر بن ابونصر قزوینی رحمہ اللہ۔ (۴)

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی اپنے شیخ قاضی ابوحفص عمر بن

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: طلحة بن محمد بن جعفر، ج۱۶ ص۳۹۶

(۲) میزان الاعتدال: ترجمة: طلحة بن محمد، ج۲ ص۳۴۲

(۳) جامع المسانید: ترجمة: طلحه بن محمد، ج۲ ص۶۷۳

(۴) جامع المسانید: الباب الثانی: اما المسند الثانی، ج۱ ص۷۹

حسن بن عمر ثوری مصری رحمہ اللہ کے طریق سے متصل سند کے ساتھ امام طلحہ رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے امام ابو القاسم طلحہ بن محمد رحمہ اللہ کی ''مسند أبي حنيفة'' کا ذکر کیا ہے۔(۲)

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۶ھ) نے بھی ان کی مسند کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ وہ اس مسند کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومسنده الذي جمعه أبو القاسم طلحة بن محمد بن جعفر الشاهد.

ترجمہ:- یہ حدیث امام ابو حنیفہ کی مسند جس کو امام ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر نے تصنیف کیا ہے، اس میں مروی ہے۔(۳)

علامہ علی بن عبد اللہ المعروف سمہودی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی اس مسند کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

رواه أبو القاسم طلحة بن محمد في مسند أبي حنيفة (۴)

مشہور مؤرخ امام ابن العدیم حلبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۰ھ) نے اس مسند کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

ومسنده الذي جمعه أبو القاسم طلحة بن محمد بن جعفر الشاهد (۵)

۱۳- مسندِ امام محمد بن ابراہیم مقری

نام: محمد، والد کا نام: ابراہیم، کنیت: ابو بکر (متوفی ۳۸۱ھ)، آپ اصبہان کے ممتاز حافظِ حدیث، ثقہ، صدوق اور طلبِ حدیث میں کثرت سے سفر کرنے والے تھے، ابن المقری کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۸۵ھ میں ہوئی، اور ۳۰۰ھ میں پہلی مرتبہ انہوں نے حدیث کا سماع کیا۔

---

(۱) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون، المسند الثاني، ص ۳۲۳

(۲) كشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج ۲ ص ۱۶۸۰

(۳) شفاء السقام في زيارة خير الأنام، ص ۲۲۱

(۴) وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى: الفصل الثالث في توسل الزائر، الحال الرابع، ج ۴ ص ۱۹۸

(۵) بغية الطلب في تاريخ حلب: ترجمة: الحسن بن علي بن يزيد، ج ۶ ص ۲۷۱۰

آپ کے مشہور محدثین اساتذہ: محمد بن نصیر بن ابان، محمد بن علی فرقدی، عمر بن ابی غیلان، ابوبکر باغندی، حافظ ابویعلی احمد بن علی موصلی، احمد بن یحیٰی بن زہیر، امام ابوجعفر طحاوی رحمہم اللہ۔ آپ کے چند محدثین تلامذہ: حافظ ابواسحاق بن حمزہ، ابوالشیخ ابن حیان، حافظ ابونعیم اصبہانی، مؤرخ حمزہ بن یوسف سہمی، محمد بن عمر البستال، ابوزید محمد بن سلامہ، طاہر بن محمد بن احمد، ابوالطیب عبدالرزاق وغیرہ، رحمہم اللہ۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

الشَّیْخُ الحَافِظُ الجَوَّالُ الصَّدُوْقُ مُسْنِدُ الوَقْتِ. (۲)

امام ابن المقری رحمہ اللہ علم حدیث کے حصول کی خاطر اپنے اسفار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

طِفتُ الشَّرقَ وَالغربَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ. (۳)

ترجمہ:- میں نے (علم حدیث کی خاطر) چار مرتبہ مشرق تا مغرب سفر کیا۔

نیز فرماتے ہیں:

دَخَلتُ بَيْتَ المَقدِسِ عَشرَ مَرَّاتٍ، وَحَجَجتُ أَرْبَعَ حِجَاتٍ، وَأَقَمتُ بِمَكَّةَ خَمْسَةً وَعِشرِيْنَ شَهْراً. (۴)

ترجمہ:- میں نے دس مرتبہ بیت المقدس حاضری دی، چار حج کئے، اور پچیس مہینے مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔

حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) آپ کی ثقاہت اور کثرتِ حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

مُحَدِّثٌ كَبِيرٌ ثِقَةٌ أَمِينٌ صَاحِبُ مَسَانِيدَ وَأُصُولٍ، سَمِعَ بِالعِرَاقِ وَالشَّامِ وَمِصْرَ مَا لَا يُحْصَى كَثْرَةً. (۵)

ترجمہ:- آپ محدثِ کبیر، ثقہ، امین، صاحبِ مسانید اور اُصول ہیں، آپ

(۱تا۴) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: ابن المقری محمد بن إبراهيم، ج۱۶ ص ۳۹۸

(۵) تاریخ أصبهان: ترجمة: محمد بن ابراهيم بن علی، ج۲ ص ۲۶۷

نے عراق، شام اور مصر میں اتنی کثرت سے احادیث کا سماع کیا ہے جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

امام ابن نقطہ حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۹ھ) نے امام ابن المقری رحمہ اللہ کی اس مسند کا ذکر کیا ہے:

وجمع مسند أبي حنيفة.[1]

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام ابن المقری رحمہ اللہ کے تعارف میں لکھا:

قد صنف مسند أبي حنيفة.[2]

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے ناصر بن محمد بن ابوالفتح رحمہ اللہ کے ترجمے میں بھی اس مسند کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:

أَنَّ نَاصِراً سَمِعَ مُسْنَدَ أَبِي حَنِيفَةَ لابْنِ المُقْرِئِ مِنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ الإِخْشِيذِ.[3]

ترجمہ:۔یقیناً ناصر نے ابن المقری کی مسند ابی حنیفہ کا اسماعیل بن اخشیذ سے سماع کیا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) مسانیدِ امام ابوحنیفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكذلك خرج المرفوع منه الحافظ أبو بكر بن المقري وتصنيفه أصغر من تصنيف الحارثي.[4]

ترجمہ:۔اس طرح حافظ ابوبکر بن مقری نے امام ابوحنیفہ سے مرفوع أحادیث کی تخریج کی ہے،ان کی تصنیف حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے۔

---

(۱) التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد ترجمة: محمد بن إبراهيم بن علي، ج ۱ ص ۲۷

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: ابن المقرى ابوبكر محمد بن إبراهيم، ج ۳ ص ۱۲۱

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: ناصر بن محمد، ج ۲۱ ص ۳۰۶

(۴) تعجيل المنفعة: مقدمة: ج ۱ ص ۲۴۰

نیز حافظ نے "التلخیص الحبیر" میں بھی اس مسند کا تذکرہ کیا ہے:

رواہ ابن المقری فی مسند أبی حنیفۃ۔[1]

نیز حافظ نے اس مسند کا تذکرہ کر کے اس کے مؤلف امام ابن المقری رحمہ اللہ تک اپنا سلسلۂ سند بھی ذکر کیا ہے:

حافظ کے الفاظ یہ ہیں:

مسند أبی حنیفۃ لأبی بکر ابن المقری.[2]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) امام ابن المقری رحمہ اللہ کی تصنیفات میں "مسند أبی حنیفۃ" کا تذکرہ کرتے ہیں:

صاحب المعجم الکبیر ومسند أبی حنیفۃ والأربعین[3]

حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) نے امام ابن المقری رحمہ اللہ کی مسند کو ترتیب دیا جیسا کہ ان کے شاگرد علامہ سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) نے اس کا تذکرہ کیا ہے:

وترتیب مسند أبی حنیفۃ لابن المقری.[4]

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے اپنے شیوخ قاضی ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری رحمہ اللہ اور حافظ ابو الفضل بن ابی بکر رحمہ اللہ کے طریق سے مسند ابن المقری کی تخریج کی ہے۔[5]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے بھی ابن المقری کی مسند کا ذکر کیا ہے:

وروی ابن المقری فی مسند أبی حنیفۃ۔[6]

۱۴۔ مسندِ امام ابنِ شاہین رحمہ اللہ

آپ کا نام: عمر، والد کا نام: احمد، کنیت: ابو حفص ہے (متوفی ۳۸۵ھ)۔ آپ ابن شاہین

---

(۱) التلخیص الحبیر: کتاب الحج، باب سنن الإحرام، ج ۲ ص ۵۲۳، رقم ۱۰۰۳

(۲) المعجم المفہرس: حرف الحاء، ج ۱ ص ۲۷۴، رقم: ۱۱۳۰

(۳) طبقات الحفاظ: ترجمۃ: ابن المقری محمد بن إبراہیم ص ۳۸۸

(۴) الضوء اللامع لأہل القرن التاسع: ترجمۃ: قاسم بن قطلوبغا، ج ۶ ص ۱۸۶

(۵) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند السادس عشر ص ۳۳۳، ۳۳۴

(۶) نیل الأوطار: أبواب مواقیت الإحرام، باب التلبیۃ وصفتہا وأحکامہا، ج ۴ ص ۳۸۰

کے نام سے معروف ہیں، جو آپ کے نانا احمد بن محمد بن یوسف بن شاہین شیبانی کی جانب نسبت ہے۔ آپ اصلاً خراسان کے علاقے مروز کے رہنے والے تھے، لیکن بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی، آپ کی ولادت ۲۹۷ھ میں ہوئی، انہوں نے ۳۰۸ھ میں پہلی مرتبہ حدیث کا سماع کیا، آپ کے چند مشہور اساتذہ حدیث یہ ہیں: ابوبکر محمد بن محمد باغندی، ابو القاسم بغوی، ابو خبیب عباس بن البرتی، شعیب بن محمد الذراع، ابو علی محمد بن سلیمان مالکی، ابوبکر بن زیاد و دیگر ائمہ رحمہم اللہ۔

آپ سے درج ذیل محدثین نے استفادہ کیا: ابوبکر محمد بن اسماعیل الوراق، ابوسعد مالینی، ابوبکر البرقانی، ، ابو محمد الجوہری، ابو القاسم التنوخی، ابو طالب العشاری رحمہم اللہ۔[۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

الشَّيْخُ، الصَّدُوْقُ، الحَافِظُ، العَالِمُ، شَيْخُ العِرَاقِ، وَصَاحِبُ التَّفْسِيْرِ الكَبِيْرِ.[۲]

امام ابن ماکولا رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۵ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

هُوَ الثِّقَةُ، الأَمِيْنُ، سَمِعَ بِالشَّامِ، وَالعِرَاقِ، وَفَارِسَ، وَالبَصْرَةِ، وَجَمَعَ الأَبْوَابَ وَالتَّرَاجِمَ وَصَنَّفَ كَثِيْراً[۳]

ترجمہ:- ثقہ مامون ہیں، انہوں نے شام، فارس اور بصرہ میں حدیث کا سماع کیا، انہوں نے مسائل و احکام اور علماء کے تراجم جمع کیے، نیز بہت سی کتب تصنیف کیں۔

امام ابو الفتح محمد بن احمد بن ابی الفوارس رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۲ھ) فرماتے ہیں:

ثقة مأمون صنف ما لم يصنفه أحد.[۴]

ترجمہ:- آپ ثقہ مامون ہیں، آپ جتنی کسی نے بھی کتب تصنیف نہیں کیں۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ کو تالیفِ کتب میں خصوصی ملکہ حاصل تھا، آپ کثرتِ تالیف کے ساتھ مشہور ہیں، آپ اپنی تصانیف کے متعلق فرماتے ہیں:

صنفتُ ثلاثمائة مصنف وثلاثين مصنفًا، منها التفسير الكبير ألف

(۱تا۳) سیر أعلام النبلاء، ترجمة: ابن شاهين عمر بن أحمد بن عثمان، ج۱۶ص ۴۳۱،۴۳۲

(۴) تذکرة الحفاظ، ترجمة: ابن شاهين ابوحفص عمر بن أحمد، ج۳ص ۱۳۰

جزء، ومنها المسند ألف وثلاثمائة جزء، والتاريخ مائة وخمسون جزءًا، والزهد مائة جزء.[1]

ترجمہ:- میں نے تین سو تیس کتب لکھی ہیں، ان میں سے تفسیر کبیر ایک ہزار جزء پر، مسند ایک ہزار تین سو جزء پر، تاریخ ڈیڑھ سو اجزاء پر مشتمل ہے۔

امام ابنِ شاہین رحمہ اللہ اپنی کتب کے لئے خریدی گئی سیاہی کے متعلق فرماتے ہیں:

حَسبتُ مَا اشتريتُ بِهِ الحِبْرَ إِلى هٰذَا الوَقْتِ، فَكَانَ سبعَ مائَةِ دِرْهَمٍ. قَالَ الدَّاوُودِيُّ: وَكُنَّا نشتري الحِبْرَ أَرْبَعَةَ أَرْطَالٍ بِدِرْهَمٍ.[2]

ترجمہ:- میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک میں سات سو درہم کی سیاہی خرید چکا ہوں۔ امام داودی کہتے ہیں: ہم ایک درہم سے چار ارطال (تقریباً دو سیر) سیاہی خریدتے تھے۔

امام ابنِ شاہین رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند کو جمع کیا۔ محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں:

كان الخطيب نفسه حينما رحل إلى دمشق استصحب معه مسند أبي حنيفة للدارقطني، ومسند لابن شاهين، ومسنده للخطيب نفسه.[3]

ترجمہ:-خطیب بغدادی نے جب دمشق کا سفر کیا تھا تو اس وقت وہ امام دارقطنی کی مسندِ ابی حنیفہ، امام ابنِ شاہین کی مسندِ ابی حنیفہ اور خود اپنی تالیف مسندِ ابی حنیفہ ساتھ لے کر گئے تھے۔

۱۵- مسندِ امام دارقطنی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ (متوفی ۳۸۵ھ)، بغداد کے رہنے والے مشہور حافظِ حدیث ہیں، آپ علم کے روشن مینار اور اپنے زمانے کے حافظ تھے، آپ کی [illegible]ت بغداد کے ایک محلے دارقطن میں ۳۰۶ھ میں ہوئی، اسی

(۱، ۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: ابن شاهين ابوحفص عمر بن أحمد، ج ۳ ص ۱۳۰

(۳) تانيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب: ص ۱۵۶

نسبت سے ''دارقطنی'' کہلاتے ہیں، آپ کی تصنیف ''سنن دارقطنی'' کتب حدیث میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔ آپ نے مشرق تا مغرب سفر کر کے کثیر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا جن میں سے بعض نمایاں نام درج ذیل ہیں:

ابو القاسم بغوی، یحییٰ بن محمد بن صاعد، ابن ابو داؤد سجستانی، ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی، قاضی بدر بن ہیثم، احمد بن اسحاق بن بہلول، احمد بن قاسم فرائضی، محمد بن قاسم محاربی، علی بن عبد اللہ بن مبشر رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ حدیث۔

اکابر ائمہ حدیث اور محدثین نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کے علمی مقام پر تبصرہ کیا ہے، صاحب المستدرک امام حاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) بیان کرتے ہیں:

صار الدارقطني أوحد عصره في الحفظ والفهم والورع. وإماماً في القراءة والنحويين. وأقمت في سنة سبع وستين وثلاث مائة ببغداد أربعة أشهر، و كثر اجتماعنا. فصادفته فوق ما وصف لي. وسألته عن العلل والشيوخ. وله مصنفات يطول ذكرها. فأشهد أنه لم يخلف على أديم الأرض مثله.[1]

ترجمہ:- دارقطنی حفظ، فہم اور ورع میں فرید الدہر تھے، آپ قُرّاء اور نحاۃ کے امام تھے، میں نے ۳۶۷ھ میں بغداد میں چار مہینے قیام کیا تو اس دوران ان سے اکثر ملاقات کا شرف حاصل رہا، میں نے جیسا سنا تھا ان کو اس سے بڑھ کر پایا، میں نے ان سے عللِ حدیث اور شیوخ کے متعلق بہت سے سوالات کئے، ان کی کئی تصانیف ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے پیچھے پوری روئے زمین پر اپنے جیسا کوئی شخص نہیں چھوڑا۔

حافظ عبد الغنی بن سعید ازدی رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۹ھ) بیان کرتے ہیں:

أحسن الناس كلاماً على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة:

---

(۱) تذكرة الحفاظ، ترجمة أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد، ج ۳، ۱۳۲

علی بن المدینی فی وقته، وموسی بن هارون فی وقته، وعلی بن عمر الدارقطنی فی وقته۔[1]

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک پر سب سے بہتر کلام کرنے والے تین لوگ ہیں: علی بن مدینی اپنے زمانے میں، موسیٰ بن ہارون اپنے دور میں، اور علی بن عمر دارقطنی اپنے وقت میں۔

امام ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۲ھ) بیان کرتے ہیں:

شهدت بالله أن شيخنا الدارقطني لم يخلف على أديم الأرض مثله في معرفة حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذلك الصحابة والتابعين وأتباعهم۔[2]

ترجمہ:- میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ دارقطنی نے حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح صحابہ، تابعین اور تبع تابعین (کے احوال) کی معرفت میں اپنے پیچھے پوری دھرتی میں اپنے جیسا کوئی نہیں چھوڑا۔

۴- قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ طبری رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

كان الدارقطني أمير المؤمنين في الحديث، وما رأيت حافظا ورد بغداد إلا مضى إليه وسلّم له۔[3]

ترجمہ:- دارقطنی امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، میں نے کوئی حافظِ حدیث ایسا نہیں دیکھا جو بغداد آیا ہو اور ان کے پاس سلام کے لئے حاضر نہ ہوا ہو۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ سے درج ذیل محدثینِ عظام نے روایت کیا ہے:

حافظ ابوعبداللہ حاکم، حافظ ابوبکر برقانی، حمزہ بن محمد بن طاہر، ابوحامد اسفرائینی، تمام رازی، حافظ عبدالغنی ازدی، حافظ ابونعیم اصبہانی، ابومحمد خلال، ابوالقاسم بن محسن، قاضی ابوالطیب طبری، حمزہ بن یوسف سہمی اور دیگر اکابرینِ اہلِ علم نے، رحمہم اللہ۔

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: أبو الحسن علی بن عمر، ج ۱۶ ص ۴۵۴

(۲) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: أبو الحسن علی بن عمر، ج ۱۶ ص ۴۵۷

(۳) تاریخ مدینة دمشق: ترجمة: علی بن عمر بن أحمد، ج ۴۳ ص ۱۰۱

امام دارقطنی رحمہ اللہ کئی گراں قدر تصانیف کے مصنف ہیں۔ان میں ''السنن''، ''العلل الواردة فی الأحادیث النبویة'' اور ''المؤتلف والمختلف فی أسماء الرجال'' جیسی کتب شامل ہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسند کو بھی جمع کیا۔
محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۷۱ ۱۳ھ) لکھتے ہیں:

كان الخطيب نفسه حينما رحل إلى دمشق استصحب معه مسند أبي حنيفة للدارقطني۔[1]

ترجمہ:۔خطیب بغدادی جس وقت بذاتِ خود سفر کر کے دمشق گئے تو ان کے پاس امام دارقطنی کی مسندِ ابوحنیفہ بھی تھی۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) جب بغداد سے دمشق گئے تو ان کے ساتھ بہت سی کتب تھیں جو مسانید، فوائد، امالی اور منثور وغیرہا پر مشتمل تھیں۔ان تمام کتب کی فہرست ان کے شاگرد محمد بن احمد بن محمد اندلسی، مالکی رحمہ اللہ نے مرتب کی تھی جس کا نام ''تسمية ما ورد به الخطيب دمشق من الكتب من روايته'' رکھا گیا، اس کتاب میں انہوں نے کل ۴۷۷ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، جس میں خود خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی ۶۳ تصانیف ہیں، اس کتاب کا قدیم مخطوط ''مکتبہ ظاہریہ، دمشق'' میں مجلد نمبر ۱۸ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۳۲ میں موجود ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتب پر مشتمل یہ فہرست، رسالے کی شکل میں ڈاکٹر محمود طحان کی تصنیف ''الحافظ الخطيب البغدادي وأثره في علم الحديث'' مطبوعہ ''دار القرآن الكريم بیروت'' ۱۴۰۱ھ کے ضمن میں شائع ہو چکی ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے مسندِ ابی حنیفہ کو تصنیف کرنے پر یہ بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنی ''السنن'' میں تقریباً ۱۳۰ احادیث آپ کے طریق سے روایت کی ہیں۔

۱۶۔مسندِ امام ابنِ مندہ رحمہ اللہ

آپ کا نام: محمد، والد کا نام: اسحاق، کنیت: ابوعبداللہ (متوفی ۳۹۵ھ)، آپ اصبہان کے

---

[1] تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب، ۱۵۶

رہنے والے بے مثل حافظِ حدیث تھے، آپ کا سنِ ولادت ۳۱۰ یا ۳۱۱ھ ہے، آپ نے سب سے پہلے حدیث کا سماع ۳۱۸ھ میں کیا۔

آپ کے چند اکابر شیوخ حدیث: عبدالرحمن بن یحییٰ، عبداللہ بن ابراہیم مقری، محمد بن حسین قطان، عبداللہ بن یعقوب کرمانی، جعفر بن محمد بن موسیٰ، احمد بن زکریا مقدسی، اسماعیل صفار، ابوعلی محمد بن احمد السیدانی، حافظ ابوحاتم بن حبان، حافظ ابوعلی نیشاپوری وغیرہم۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا:

اَلْإِمَامُ، اَلْحَافِظُ، اَلْجَوَّالُ، مُحَدِّثُ الْإِسْلَامِ، اَلْحَافِظُ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ.[1]

حافظ ابواسحاق بن حمزہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ مِثْلَ أَبِي عَبْدِ اللهِ بْنِ مَنْدَةَ.

ترجمہ:- میں نے ابوعبداللہ بن مندہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) کے پاس امام ابن مندہ رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے:

كَانَ جَبَلًا مِنَ الْجِبَالِ.

ترجمہ:- آپ علم کے پہاڑ تھے۔

امام جعفر بن محمد المستغفری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۲ھ) فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْفَظَ مِنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ بْنِ مَنْدَةَ.

ترجمہ:- میں نے ابوعبداللہ بن مندہ سے بڑھ کر کوئی حافظِ حدیث نہیں دیکھا۔

مذکورہ اقوال کے لئے دیکھیں: سیر أعلام النبلاء۔[2]

امام ذہبی رحمہ اللہ کی زبانی آپ کے طویل اسفار، کثرتِ تصانیف اور آپ کے علمی مقام کا حال سنیں:

لما رجع من الرحلة الطويلة كانت كتبه عدة أحمال حتى قيل: إنها

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: ابو عبدالله محمد بن اسحاق، ج ۱۷ ص ۲۸، ۲۹

(۲) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: أبو عبدالله محمد بن إسحاق، ج ۱۷ ص ۳۲، ۳۸

كانت أربعين جملًا. وما بلغنا أن أحدًا من هذه الأمة سمع ما سمع ولا جمع ما جمع. وكان ختام الرحالين وفرد المكثرين مع الحفظ والمعرفة والصدق وكثرة التصانيف.(۱)

ترجمہ:- جب آپ طویل سفر سے واپس لوٹے تو کئی اُونٹ آپ کی کتب سے بھرے ہوئے تھے، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ وہ چالیس اُونٹ تھے، ہمیں نہیں معلوم کہ اس اُمت میں کسی ایک نے بھی اس قدر احادیث کا سماع کیا ہو جتنا انہوں نے کیا، اور اتنا علم جمع کیا ہو جتنا انہوں نے جمع کیا، کثرتِ اسفار آپ پر ختم ہیں، نیز حفظ، معرفت، صدق اور کثرتِ تصانیف کی خوبیوں کے ساتھ آپ کثرت سے احادیث روایت کرنے والوں میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔

امام ابنِ مندہ رحمہ اللہ کی گراں قدر تصانیف میں ''مسند أبي حنيفة'' بھی شامل ہے، ڈاکٹر فواد سیزگین نے مسانیدِ ابوحنیفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ابنِ مندہ رحمہ اللہ کی مسند کا بھی ذکر کیا ہے، ان کے مطابق مسندِ ابی حنیفہ ابنِ مندہ کا یہ نسخہ (مخطوطے کی صورت میں) باتفیا جکارتا، کی لائبریری میں کتبِ حدیث کے تحت رقم ٦٧٦ کے زیرِ عنوان محفوظ ہے۔(۲)

نیز امام حارثی رحمہ اللہ کی مسندِ ابی حنیفہ کو بھی حافظ ابنِ مندہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، مسندِ حارثی میں پہلی حدیث ہی امام ابنِ مندہ رحمہ اللہ نے حارثی کے طریق سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل بیان کی ہے۔(۳)

نیز امام ابنِ مندہ رحمہ اللہ کی کتاب ''فتح الباب في الكنى والألقاب'' کے محقق ابوقتیبہ نظر محمد الفاریابی نے اس کتاب کے مقدمے میں اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔(۴)

۱۷- مسندِ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ

نام: احمد، والد کا نام: عبد اللہ، کنیت: ابونعیم (متوفی ۴۳۰ھ)، آپ رجب المرجب ۳۳۶ھ

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: ابن منده أبو عبد الله محمد بن اسحاق، ج ۳ ص ۱۵۸

(۲) تاريخ التراث العربي: ج ۳ ص ۴۳

(۳) مسند أبي حنيفة: ص ۱۹، رقم ۱

(۴) فتح الباب في الكنى والألقاب: ص ۸

میں اصبہان میں پیدا ہوئے، امام ابونعیم کے والد عبداللہ علم وفن کے بڑے دلدادہ تھے، انہوں نے اپنے فرزند کو نہایت کم سنی ہی میں تحصیلِ علم اور سماع حدیث کے مقدس، بابرکت مشغلے میں لگادیا تھا، چنانچہ ۳۴۴ھ میں ابونعیم نے احادیث کا باقاعدہ سماع شروع کردیا تھا، آپ نے محدثین کی کثیر تعداد سے روایت کیا ہے جن میں چند کے نام درج ذیل ہیں:

امام ابوعبداللہ بن جعفر، قاضی ابواحمد العسال، محمد بن معمر ذہلی، مخلد بن جعفر دقیقی، احمد بن یوسف نصیبی، فاروق بن عبدالکبیر خطابی، ابوبکر عبداللہ بن یحییٰ اور دیگر ائمہ حدیث سے، رحمہم اللہ۔

آپ کے چند محدثین تلامذہ کے اسمائے گرامی: ابوبکر خطیب بغدادی، ابوبکر محمد بن ابراہیم مستملی، ہبۃ اللہ بن محمد شیرازی، ابوسعد محمد بن محمد مطرز، ابوالفضائل محمد بن احمد، ابوالعلاء حسین بن عبداللہ رحمہم اللہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

اَلْإِمَامُ. اَلْحَافِظُ الثِّقَةُ اَلْعَلَّامَةُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ. وَصَاحِبُ الْحِلْيَةِ.[1]

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ کے شاگرد خطیب بغدادی رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ أَحداً أُطْلِقُ عَلَيْهِ اسْمُ الحِفْظِ غَيْرَ رَجُلَيْنِ، أَبُو نُعَيْمٍ الأَصْبَهَانِيُّ وَأَبُو عَازِمِ العَبْدُوِي.[2]

ترجمہ:- سوائے دو شخصوں کے کسی ایک پر بھی میں نے حفظ حدیث کا اطلاق ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، وہ دو شخص: ابونعیم الاصبہانی اور ابوحازم عبدوی ہیں۔

امام حمزہ بن عباس علوی رحمہ اللہ (متوفی ۵۱۶ھ) کی روایت سے محدثین کی زبانی امام ابونعیم رحمہ اللہ کا علم الحدیث میں بلند رتبہ ملاحظہ فرمائیں:

كَانَ أَصْحَابُ الحَدِيثِ يَقُوْلُوْنَ: بَقِيَ أَبُو نُعَيْمٍ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً بِلَا نَظِيرٍ لَا يُوجَدُ شرقاً وَلا غرباً أَعْلَى مِنْهُ إِسْنَاداً، وَلا أَحفَظَ مِنْهُ. وَكَانُوا يَقُوْلُوْنَ:

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو نعيم أحمد بن عبد الله، ج ۱۷ ص ۴۵۳

(۲) سير أعلام النبلاء: ج ۱۷ ص ۴۵۸

لَمَّا صَنَّفَ كِتَابَ الحِلْيَةِ حُمِلَ الكِتَابُ إِلَى نَيْسَابُوْرَ حَالَ حَيَاتِهِ فَاشْتَرَوْهُ بِأَرْبَعِ مِائَةِ دِيْنَارٍ۔ (۱)

ترجمہ:- محدثین فرماتے ہیں کہ ابونعیم نے بے مثل چودہ سال گزارے کہ مشرق و مغرب میں ان سے بہترین سند اور ان جیسا حافظِ حدیث کوئی نہیں ملتا تھا، محدثین یہ بھی کہتے تھے: جس وقت ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیۃ الأولیاء'' کو تصنیف کیا اور اسے اپنی زندگی میں ہی نیشاپور لے کر گئے، تو ائمہ نے چار سو دینار میں اس کتاب کو خریدا (آج کے دور میں ان کی مالیت لاکھوں روپے بنتی ہے)۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلإِمَامُ الجَلِيْلُ الحَافِظُ أَبُو نعيم الأَصْبَهَانِيُّ الصُّوفِيُّ الجَامِعُ بَيْنَ الْفِقْهِ والتصوف وَالنِّهَايَةِ فِي الحِفْظِ والضبط۔ (۲)

آپ حدیث کے علاوہ فقہ و تصوف میں بھی جامع کمالات تھے، تصوف و سلوک سے ان کی دلچسپی خاندانی تھی، ان کے نانا محمد بن یوسف مشہور اہل اللہ اور اکابر صوفیاء میں سے تھے، امام ابونعیم رحمہ اللہ کو بھی اس میں کمال تھا، اس پر ان کی شہرۂ آفاق کتاب ''حلیۃ الأولیاء'' شاہد ہے، آپ کی اس کتاب کے متعلق امام ابوطاہر احمد بن محمد رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُصَنَّفْ مِثْلُ كِتَابِ حِلْيَةِ الأَوْلِيَاءِ۔

ترجمہ:- ابونعیم کی کتاب ''حلیۃ الأولیاء'' جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ جیسے کبیر حافظِ حدیث اور محدثِ عصر نے بھی امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مرتبہ علم حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے مروی احادیث کو اپنی مسند میں جمع کیا۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے چار مشائخ سے متصل سند کے

(۱) سیر أعلام النبلاء: ج۱۷ ص۴۵۸

(۲) طبقات الشافعیۃ الکبری: ترجمۃ: أحمد بن عبد اللہ بن أحمد، ج۴ ص۱۸

ساتھ امام ابو نعیم رحمہ اللہ کی "مسند أبي حنيفة" کو روایت کیا ہے، آپ کے چار شیوخ یہ ہیں:

۱- ابو عبد اللہ محمد بن عثمان بن عمر رحمہ اللہ۔

۲- قاضی القضاۃ شہاب الدین ابو علی حسن بن عبد القاہر رحمہ اللہ۔

۳- ضیاء الدین صقر بن یحیٰی بن صقر رحمہ اللہ۔

۴- ابو اسحاق نجیب الدین ابراہیم بن خلیل بن عبد اللہ رحمہ اللہ۔ (۱)

امام محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی اپنے شیخ ابو الفتح جمال الدین ابراہیم بن ابو الفتح قلقشندی رحمہ اللہ کے طریق سے متصل سند کے ساتھ مسندِ ابی نعیم کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲)

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے "مسند الإمام الأعظم" کے عنوان کے تحت مسانیدِ امامِ اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے چوتھے نمبر پر مسندِ ابی نعیم کا بھی ذکر کیا ہے۔ (۳)

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے "عقود الجواهر المنيفة" کے مقدمے میں امام ابو نعیم کی مسندِ ابی حنیفہ کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

امام ابو نعیم رحمہ اللہ کی یہ مسند ابھی "مسند الإمام أبي حنيفة رواية أبي نعيم" کے نام سے "مكتبة الكوثر" ریاض سے ۱۴۱۵ھ میں نظر محمد الفاریابی کی تحقیق کے ساتھ ۲۷۸ صفحات پر مشتمل چھپ چکی ہے۔

۱۸- مسندِ امام احمد بن محمد کلاعی رحمہ اللہ

نام: احمد، والد کا نام: محمد، کنیت: ابو عمر (متوفی ۴۳۲ھ)، قرطبہ سے تعلق رکھنے والے یہ عظیم محدث مظفر عبد الملک ابن ابی عامر کے زمانے میں ۳۹۴ھ میں ان کی ولادت ہوئی، آپ کے چند محدثین اساتذہ: ابو المطرف قنازعی، قاضی یونس بن عبد اللہ، ابو محمد بن بنوش، مکی بن ابی طالب

---

(۱) جامع المسانيد: الباب الثاني اما المسند الرابع، ج۱ ص۸۵

(۲) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند الرابع، ۳۲۳

(۳) كشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج۲ ص۱۶۸۰

(۴) عقود الجواهر المنيفة: مقدمة، ج۱ ص۶

مقری، ابوالقاسم خزرجی، ابوالمطرف بن جرج، ابومحمد بن شقاق اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ۔ [1]

امام ابن بشکوال رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۸ھ) آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وكان مقرءًا فاضلًا ورعًا، عالمًا بالقراءات ووجوهها، ضابطًا لها وألف كتبًا كثيرة في معناها. [2]

ترجمہ:- امام کلاعی قراءت کے مدرّس، صاحبِ فضیلت، پرہیزگار، فنِ قراءت اور ان کے طرق کے عالم تھے، اور ان کو ضبط کرنے والے تھے، آپ نے قراءت کے معانی اور مفاہیم پر کئی کتب تصنیف کیں۔

آپ کا انتقال ہفتے کے دن بوقتِ زوال ۱۰/ذوالقعدہ ۴۳۲ھ کو ہوا۔

تلاشِ بسیار کے باوجود آپ کے تفصیلی حالات بندے کو کسی کتاب میں نہ مل سکے، امام کلاعی رحمہ اللہ نے بھی امامِ اعظم رحمہ اللہ کی مسند کو جمع کیا ہے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے چار شیوخ کے متصل طریق سے امام کلاعی رحمہ اللہ کی مسند کو ذکر کیا ہے، آپ کے چار شیوخ یہ ہیں:

۱-عبداللطیف بن عبدالمنعم حرانی رحمہ اللہ۔

۲-شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ۔

۳-ابوالمنصور عبدالقادر بن ابی نصر قزوینی رحمہ اللہ۔

۴-یوسف بن احمد بن ابی الحسن رحمہ اللہ۔ [3]

امام محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے اپنے دو شیوخ فضل بن ادجاقی رحمہ اللہ اور ابوحفص عمر بن حسن بن عمر نووی رحمہ اللہ کے متصل طرق سے امام کلاعی رحمہ اللہ کی "مسند ابی حنیفۃ" کا تذکرہ کیا ہے۔ [4]

(۱، ۲) الصلة في تاريخ أئمة الأندلس: ترجمة: أحمد بن محمد بن خالد، ص ۵۲، ۵۳

(۳) جامع المسانيد: الباب الثاني، اما المسند التاسع، ج ۱ ص ۸۲

(۴) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون، المسند التاسع، ص ۳۲۸

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے "مسند الإمام الأعظم" کے عنوان کے تحت آٹھویں نمبر پر امام کلاعی رحمہ اللہ کی مسند کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

۱۹-مسندِ امام ابوالحسن ماوردی رحمہ اللہ

آپ کا نام: علی، والد کا نام: محمد، کنیت: ابوالحسن (متوفی ۴۵۰ھ)، آپ کی ولادت ۳۶۴ھ میں ہوئی، آپ وقت کے چیف جسٹس تھے، امام ماوردی رحمہ اللہ نے درج ذیل ائمہ سے علم حدیث حاصل کیا: حسن بن علی بن محمد، محمد بن معلّٰی ازدی، جعفر بن محمد بن فضل، محمد بن عدی بن زجر رحمہم اللہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

اَلْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ، أَقْضَى الْقُضَاةِ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ۔ (۲)

قاضی شمس الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی کتاب "الحاوی" کا مطالعہ کرے گا وہ ان کے تبحرِ علمی اور مذہب کی پہچان کی گواہی دے گا، مذاہب فقہاء خصوصاً فقہِ شافعی اور فروعات پر ان کی گہری نظر تھی:

مَنْ طَالَعَ كِتَابَ الْحَاوِيْ يَشْهَدُ لَهُ بِالتَّبَحُّرِ وَمَعْرِفَةِ الْمَذْهَبِ۔ (۳)

آپ کی زندگی میں للّٰہیت، اخلاص، رضائے الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ نے اپنی زندگی میں اپنی تصنیفات میں سے کسی کا اظہار نہیں کیا، جب وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک قابلِ اعتماد شخص کو بتایا کہ میرے مکان میں فلاں جگہ پر میری کتابیں پڑی ہیں جو میری تصنیف کردہ ہیں۔ (۴)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) امام ماوردی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

كان من وجوه الفقهاء الشافعيين، وله تصانيف عدة في أصول الفقه وفروعه وفي غير ذلك. وجعل إليه ولاية القضاء ببلدان كثيرة. (۵)

ترجمہ:- آپ شافعی فقہاء کے رؤس میں شمار ہوتے تھے، آپ کی اصولِ فقہ اور اس کے فروع اور اس کے علاوہ (مختلف موضوعات پر) متعدد تصانیف ہیں، آپ کو بہت سے شہروں پر قضا کے منصب پر فائز کیا گیا۔

(۱) كشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج ۲ ص ۱۶۸۰

(۲تا۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الماوردي أبو الحسن علي بن محمد، ج ۱۸ ص ۶۴

(۵) تاريخ بغداد: ترجمة: علي بن محمد بن حبيب، ج ۱۲ ص ۱۰۱، ۱۰۲

امام ماوردی رحمہ اللہ کی تصانیف میں ایک تصنیف "مسند ابی حنیفۃ" بھی ہے، اس کا ذکر حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے "مسند الإمام الأعظم" کے عنوان کے تحت پندرھویں مسند امام ماوردی رحمہ اللہ کی ذکر کی ہے۔[1]

۲۰- مسندِ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ

آپ کا نام: احمد، والد کا نام: علی، کنیت: ابوبکر (متوفی ۴۶۳ھ)، آپ کی ولادت ۳۹۲ھ میں ہوئی، آپ نے سب سے پہلے ۱۱ سال کی عمر میں حدیث کا سماع کیا، ۲۰ سال کی عمر میں بصرہ اور ۲۳ سال کی عمر میں نیشاپور تشریف لے گئے، آپ نے اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے نیشاپور، اصبہان، رَی، ہمدان، دمشق، بصرہ اور کوفہ کے اسفار کئے۔ آپ کے خطیب کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد بغداد کے ایک گاؤں "درزیجان" میں خطیب جمعہ وعیدین تھے، اس لئے وہ "خطیب" سے مشہور تھے، یہ خطاب آپ کو منتقل ہوگیا، پہلے آپ "ابن الخطیب" تھے، پھر جب اس مقام پر اپنے والد کے بعد خطابت کا کام انجام دیا تو آپ بھی "خطیب" کے نام سے مشہور ہوگئے، حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے اس مقام کا نام "درب ریحان" بتلایا ہے۔[2]

آپ نے جن ماہرینِ فن سے علم حاصل کیا، ان میں قاضی ابوطیب طبری، ابوالحسن محاملی، ابن زرقویہ، حافظ ابونعیم اصبہانی، ابوبکر برقانی، ابوالقاسم ازہری، محمد بن یحییٰ ہمدانی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اَلْإِمَامُ الْأَوْحَدُ الْعَلَّامَةُ الْمُفْتِي، الْحَافِظُ النَّاقِدُ، مُحَدِّثُ الْوَقْتِ، صَاحِبُ التَّصَانِيفِ، وَخَاتِمَةُ الْحُفَّاظِ.[3]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے علمی ذوق کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب وہ چلتے تھے تو اس دوران بھی مطالعہ کرتے تھے تاکہ یہ وقت بھی ضائع نہ ہو:

---

(۱) کشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج ۲ ص ۱۶۸۰

(۲) البدایة والنهایة: سنة ثلاث وستین وأربعمائة، ج ۱۲ ص ۱۲۳ / الخطیب البغدادی وأثره فی علم الحدیث: ص ۳۵

(۳) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: الخطیب أبوبکر أحمد بن علی، ج ۱۸ ص ۲۷۰

كَانَ الحَافِظُ الخَطِيبُ يَمْشِي وَفِي يَدِهِ جُزْءٌ يُطَالعه. [۱]

آپ نے فنِ حدیث کی جو خدمت کی ہے، وہ نا قابلِ فراموش ہے، خاص طور سے اُصولِ حدیث کی مباحث پر جس طرح سے آپ نے کام کیا ہے، کسی دُوسرے نے نہیں کیا، آپ نے اس فن میں گراں قدر تصنیفات لکھیں، یہاں تک کہ حافظ ابنِ نقطہ رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۹ھ) فرماتے ہیں:

كل من أنصف علم أن المحدثين بعد الخطيب عيال على كتبه.

ترجمہ: منصف مزاج یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ خطیب کے بعد آنے والے محدثین ان کی کتابوں کے محتاج ہیں۔

ڈاکٹر محمود طحان نے "الحافظ الخطيب البغدادي وأثره في علم الحديث" میں آپ کی ۸۵ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ کے علمی مقام اور شہرت کے باوجود آپ کی تصنیفات میں موضوع روایت بھی ہیں، چنانچہ فنِ حدیث و رجال کے نقاد محدث امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أحمد بن علي بن ثابت الحَافِظ أبوبكر الخَطِيب تكلم فِيهِ بَعضهم وَهُوَ وَأَبُو نعيم وَكثير من عُلَمَاء الْمُتَأَخِّرين لَا أعلم لَهُم ذَنبا أكبر من روايتهم الْأَحَادِيث الْمَوْضُوعَة فِي تآليفهم غير محذرين مِنْهَا وَهَذَا إِثْم وَجِنَايَة على السّنَن فَالله يعْفُو عَنَّا وعنهم. [۲]

ترجمہ:- حافظ خطیب بغدادی اور ابونعیم اصفہانی اور بہت سے علمائے متاخرین کا گناہ، میں اس سے بڑھ کر نہیں جانتا کہ وہ بے تحاشا اپنی کتابوں میں جعلی راویتیں نقل کرتے ہیں، اور یہ گناہ ہے سُنت و حدیث پر ایک جنایت اور ظلم ہے، سو اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان سب کو معاف فرمائے۔

نیز خطیب بغدادی میں مسلکی تعصب بھی نمایاں طور پر تھا، چنانچہ محدثِ کبیر علامہ اسماعیل بن ابوالفضل الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سمعت اسماعيل ابن أبي الفضل وكان من أهل الكوفة بالحديث يقول:

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ج ۱۸ ص ۲۸۱

(۲) الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم: ص ۵۱

ثلاثة من الحفاظ لا أحبهم لشدة تعصبهم وقلة إنصافهم: الحاكم أبو عبدالله وأبو نعيم الأصبهاني وأبوبكر الخطيب. قَالَ المصنف: لقد صدق إسماعيل وقد كان من كبار الحفاظ ثقة صدوقا۔[1]

ترجمہ:- میں تین حفاظِ حدیث کو پسند نہیں کرتا ہوں ان کے شدّتِ تعصب اور قلیل الانصاف ہونے کی وجہ سے، امام حاکم، امام ابونعیم الاصبہانی، خطیب بغدادی۔ علامہ ابنِ جوزی فرماتے ہیں کہ اسماعیل نے سچ کہا ہے اور یہ حفاظِ حدیث میں سے تھے، ثقہ اور صدوق (نہایت سچ بولنے والے) تھے۔

بظاہر لگتا ہے کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنے سابقہ خیالات سے رُجوع کرلیا تھا، تو پھر کفّارے کے طور پر انہوں نے بھی مسندِ ابی حنیفہ تالیف کی، یہ امام صاحب کی کرامت ہے کہ امام ابنِ عدی، امام دارقطنی، خطیب بغدادی وغیرہم جو ابتدا میں سرسری معلومات کی وجہ سے امام صاحب سے کچھ نالاں تھے، لیکن حقائق واضح ہونے کے بعد ان سب نے اپنے خیالات سے رُجوع کرکے امام صاحب کی مسانید لکھیں، اگر امام صاحب حافظِ حدیث یا حدیث میں معتبر اور ثقہ نہیں تھے تو کبار محدثین نے آپ کی مسند کو کیوں جمع کیا؟ انہیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ جس کے پاس اَحادیث کا ذخیرہ نہیں اس کی طرف اَحادیث منسوب کرکے اپنے لئے جہنّم کا سامان بناتے اور دُنیا میں اتنی مشقت اُٹھاتے...؟

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی اس مسند کا محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) نے تذکرہ کیا ہے:

كان الخطيب نفسه حينما رحل إلى دمشق استصحب معه مسند أبي حنيفة للخطيب نفسه۔[2]

ترجمہ:- جس وقت خطیب بغدادی بذاتِ خود سفر کرکے دمشق تشریف لے گئے تو ان کے پاس خود ان کی تالیف کردہ "مسندِ ابی حنیفة" بھی تھی۔

---

(۱) المنتظم في تاريخ الأمم والملوك: ترجمة: أحمد بن علي بن ثابت، ج۱۶ ص ۱۳۳

مزید تفصیلات کے لئے اس کتاب کے آخر میں اس عنوان کے تحت دیکھیں "تاریخ بغداد نقد و جرح کا اہم ماخذ"

(۲) تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب، ص۱۵۲

۲۱- مسندِ امام عبداللہ بن محمد انصاری رحمہ اللہ

آپ کا نام: عبداللہ، والد کا نام: محمد، کنیت: ابو اسماعیل ہے (متوفی ۴۸۱ھ)، ہرات کے رہنے والے جلیل القدر حافظِ حدیث ہیں۔ آپ میزبانِ رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، آپ کی ولادت ۳۹۶ھ میں ہوئی، علم حدیث میں آپ کے مشہور اساتذہ: ابو منصور محمد بن محمد ازدی، حافظ ابو الفضل محمد بن احمد جارودی، ابو منصور احمد بن ابی العلاء، یحییٰ بن عمار سجستانی، علی بن محمد طرازی رحمہم اللہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات سے کیا ہے:

الإِمَامُ، القُدْوَةُ، الحَافِظُ الكَبِيْرُ، أَبُو إِسْمَاعِيْلَ عَبْدُ اللهِ بنُ مُحَمَّدٍ.[1]

ان کے حفاظِ حدیث میں سے ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ جیسے نقاد محدث نے ان کا ذکر "تذکرۃ الحفاظ" میں "شیخ الإسلام، الحافظ، الإمام، الزاهد" جیسے القابات سے شروع کر کے بڑے مبسوط انداز میں ان کا تعارف لکھا۔

حافظ موتمن بن احمد ساجی رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۷ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

كَانَ آيَةً فِي لِسَانِ التذكيرِ وَالتَّصَوُّفِ، مِن سلاطين العُلَمَاءِ، سَمِعَ بِبَغْدَادَ مِنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الحَسَنِ بن مُحَمَّدٍ الخَلَّالِ، وَغَيْرِهِ يَرْوِي فِي مَجَالِس وَعظِهِ الأَحَادِيثَ بِالإِسْنَادِ، وَيَنْهَى عَنْ تَعلِيقِهَا عَنْهُ. وَكَانَ بارعاً فِي اللُّغَةِ حَافِظاً لِلْحَدِيْثِ.[2]

ترجمہ:- آپ وعظ ونصیحت اور تصوف میں اللہ تعالیٰ کی نشانی تھے، علماء میں آپ کو بادشاہ کا مقام حاصل تھا، آپ نے بغداد میں ابو محمد خلال اور دیگر ائمہ سے سماع کیا تھا، آپ مجلسِ وعظ میں احادیث سند کے ساتھ بیان کرتے، اور اسانید کے بغیر احادیث بیان کرنے سے منع کرتے تھے، آپ لغت میں لاجواب اور حافظِ حدیث تھے۔

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: شیخ الإسلام عبدالله بن محمد، ج ۱۸ ص ۵۰۳

(۲) تذکرۃ الحفاظ: ترجمة: أبو اسماعیل عبدالله بن محمد بن علی، ج ۳ ص ۲۵۰

آپ نے بھی امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مرویات کو جمع کیا، اس کا تذکرہ علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے اپنی کتاب "الجواهر المضية" میں نصر بن سیار کے تعارف میں امام سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) کا درج ذیل جملہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

سمعت كتاب الأحاديث التي رواها أبو حنيفة رضي الله عنه جمع عبدالله بن محمد الأنصاري لجده القاضي صاعد بروايته عنه۔ (۱)

ترجمہ:- میں نے نصر بن سیار سے اَحادیث کی اس کتاب کا بھی سماع کیا جنہیں امام ابوحنیفہ نے روایت کیا جسے عبداللہ بن محمد انصاری نے نصر بن سیار کے دادا قاضی صاعد نے جمع کیا، یہ ان سے روایت کرتے تھے۔

۲۲- مسندِ امام حسین بن محمد بن خسرو بلخی رحمہ اللہ

نام: حسین، والد کا نام: محمد، کنیت: ابوعبداللہ (متوفی ۵۲۲ھ)، آپ بغداد کے بلند پایہ محدث اور اکابر اہلِ علم میں سے تھے، آپ کے محدثین اساتذہ میں: امام ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر حمیدی، ابوعبداللہ مالک بن احمد، ابوالغنائم محمد بن ابی عثمان، ابوالحسن علی بن محمد انباری، ابومحمد قزوینی، ابوشجاع فارس بن حسین، عبدالواحد بن فہد وغیرہم رحمہم اللہ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کیا:

الْمُحَدِّثُ الْعَالِمُ، مُفِيدُ أَهْلِ بَغْدَادَ، جَامِعُ مُسْنَدِ أَبِي حَنِيفَةَ۔ (۲)

حافظ ابن النجار رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

فَقِيه أهل الْعرَاق بِبَغْدَاد في وقته سمع الكثير وَأكثر عَن أَصْحَاب أبي على بن شاذان وَأبي الْقَاسِم بن بشران روى لنا عَنهُ ابن الجوزي۔ (۳)

ترجمہ:- یہ اپنے وقت میں اہلِ عراق کے فقیہ اور کثیر السماع محدث ہیں، اور یہ ابوعلی بن شاذان اور ابو القاسم بن بشران کے اصحاب سے بہت زیادہ

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: نصر بن سيار بن صاعد، ج ۲ ص ۱۹۵

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: ابن خسرو أبو عبدالله الحسين بن محمد، ج ۱۹ ص ۵۹۲

(۳) الجواهر المضية: ترجمة: الحسين بن محمد بن خسرو، ج ۱ ص ۲۱۸

اَحادیث روایت کرتے ہیں، جب کہ ہمیں حافظ ابن الجوزی نے ان سے اَحادیث روایت کی ہیں۔

اِمام اِبنِ خسرو رحمہ اللہ نے بھی اِمام صاحب کی مرویات کو"مسند ابی حنیفة" کے نام سے جمع کیا ہے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے اپنے تین شیوخ کے ذریعے متصل طریق سے مسندِ ابنِ خسرو کا تذکرہ کیا ہے، وہ تین شیوخ یہ ہیں:

۱-صدر کبیر محی الدین ابومحمد یوسف بن عبدالرحمٰن بن علی جوزی رحمہ اللہ۔

۲-ابومحمد ابراہیم بن محمود بن سالم رحمہ اللہ۔

۳-ابوعبداللہ محمد بن علی بن بقار رحمہ اللہ۔ (۱)

حافظ ابوعبداللہ ابنِ نجار رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) نے اپنی تاریخ میں اِمام اِبنِ خسرو رحمہ اللہ کے تعارف میں مسند کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

جمع مسندا لأبي حنيفة. (۲)

علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے امام ابنِ خسرو رحمہ اللہ کے تعارف میں مسند کا تذکرہ کیا ہے:

وهو جامع المسند لأبي حنيفة رضي الله عنه. (۳)

اِمام اِبن العدیم رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۰ھ) نے بھی امام اِبنِ خسرو رحمہ اللہ کی مسند کا ذکر کیا ہے:

ومسنده الذي جمعه أبو عبدالله الحسين بن محمد بن الخسرو البلخي. (۴)

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے اِمام اِبنِ خسرو رحمہ اللہ کے ترجمے میں مسند کا ذکر کیا ہے:

جامع مسند أبي حنيفة. (۵)

---

(۱) جامع المسانيد: الباب الثاني اما المسند العاشر، ج۱ ص ۸۲

(۲) جامع المسانيد: ترجمة: الحسين بن محمد بن خسرو، ج۲ ص ۲۰۵

(۳) الجواهر المضية، ترجمة: الحسين بن محمد بن خسرو، ج۱ ص ۲۱۸

(۴) بغية الطلب في تاريخ حلب: ترجمة: الحسين بن علي بن يزيد، ج۶ ص ۲۷۱۰

(۵) سير أعلام النبلاء، ترجمة، ابن خسرو أبو عبدالله الحسين بن محمد، ج۱۹ ص ۵۹۲

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے مسانید امام اعظم پر تبصرہ کرتے ہوئے مسند ابنِ خسرو کا یوں نمایاں تذکرہ کیا ہے:

وَأَما الَّذِي اعتمد الْحُسَيْنِي عَلَى تَخْرِيج رِجَاله فَهُوَ ابن خسرو كما قدمت وَهُوَ مُتَأَخر وَفِي كِتَابه زيادات على مَا فِي كتابي الْحَارِثِيّ وَابْن الْمُقْرِئ۔ [1]

ترجمہ:- جس مسند پر حسینی امام ابو عبداللہ محمد بن علی بن حمزہ دمشقی نے اپنی کتاب ''التذکرة برجال العشرة'' میں رجال کی تخریج کے لحاظ سے اعتماد کیا ہے، وہ ابنِ خسرو کی ہے، جیسا کہ میں نے پہلے درج کیا، اور وہ بعد کے محدث ہیں، ان کی کتاب میں حارثی اور ابن المقری کی کتابوں کی نسبت زیادہ احادیث ہیں۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے اپنے شیوخ ابو الفضل بن ابی بکر شافعی رحمہ اللہ اور ابو فارس عبدالعزیز بن عمر بن محمد ہاشمی رحمہ اللہ کے طرق سے متصل اسناد کے ساتھ دسویں مسند امام ابنِ خسرو رحمہ اللہ کی ذکر کی ہے۔ [2]

علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) نے ان کے تعارف میں اس مسند کا ذکر کیا ہے:

جامع مسند أبي حنيفة۔ [3]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۰ھ) کی مرویات میں سے یہ مسند بھی ہے، انہوں نے امام ابنِ خسرو تک اس مسند کی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ [4]

۲۳- مسندِ امام محمد بن عبدالباقی انصاری رحمہ اللہ

نام: محمد، والد کا نام: عبدالباقی، کنیت: ابوبکر (متوفی ۵۳۵ھ)، آپ قاضی المرستان کے لقب سے مشہور تھے، ماہ صفر ۴۴۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ نے درج ذیل ائمہ حدیث سے سماعت کی: ابو اسحاق برمکی، علی بن عیسیٰ باقلانی، قاضی ابو الطیب طبری، عمر بن حسین خفاف، قاضی

---

(۱) تعجیل المنفعة: مقدمة: ج ۱ ص ۲۳۰

(۲) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون، المسند العاشر، ص ۳۲۸، ۳۲۹

(۳) تاج التراجم: ترجمة: الحسين بن محمد، ج ۱ ص ۱۶۱

(۴) إتحاف الأكابر بإسناد الدفاتر: ص ۲۱۹

ابویعلی بن فراء، علی بن شیخ ابوطالب کی وغیرہم رحمہم اللہ۔

آپ کے چند محدثین تلامذہ: ابوسعد عبدالکریم بن محمد سمعانی، ابو الفرج عبدالرحمن بن الجوزی، ابوموسیٰ مدینی، سعید بن عطاف، عبداللہ بن مظفر، ابوالقاسم علی ابن عساکر وغیرہم رحمہم اللہ۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات سے کیا:

الشَّيْخُ، الإِمَامُ، العَالِمُ، المُتَفَنِّنُ، الفَرَضِيُّ، العَدْلُ، مُسْنِدُ العَصْرِ، القَاضِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ البَاقِي. (۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثل حافظہ عطا کیا تھا، آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، آپ فرماتے ہیں کہ کوئی علم ایسا نہیں ہے جسے میں نے کُلّاً یا بعضاً حاصل نہ کیا ہو۔ نیز فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی کھیل کود میں ضائع نہیں کیا۔ (۳)

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ الكَثِيرَ وَكَانَ ثِقَةً فَهِماً، ثَبْتاً حُجَّةً، مُتفنناً. (۴)

ترجمہ:- میں نے ان کے سامنے کثیر احادیث پڑھیں، آپ (حدیث میں) ثقہ، ذکی، حجت اور ماہر تھے۔

امام ابوالمظفر عبدالرحیم ابن سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۶۱۷ھ) نے قاضی صاحب کے علمی مرتبے کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

عَارِف بالعلوم متفنن الكَلَام حُلْو المنطق مليح المُجَاوِرَة مَا رَأَيْتُ أجمع للفنون مِنه نظر فِي كل علم وسمعته يَقُول: تَبحت فِي علم تعلمته إِلا الحديث وعلمه. (۵)

ترجمہ:- آپ علوم کے شناسا، کلام کرنے میں ماہر، بولنے میں شیریں اور گفتگو کرنے میں شائستہ وعمدہ تھے، میں نے ان کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: قاضي المرستان محمد بن عبد الباقي، ج ۲۰ ص ۲۴

(۲) سیر أعلام النبلاء، ترجمة: قاضي المرستان محمد بن عبد الباقي، ج ۲۰ ص ۲۳

(۳،۴) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: قاضي المرستان محمد بن عبد الباقي، ج ۲۰ ص ۲۶

(۵) المقصد الأرشد في ذكر أصحاب الإمام أحمد: ترجمة: محمد بن عبد الباقي بن محمد، ج ۲ ص ۴۴۴

کہ تمام فنون ایک ذات میں جمع ہوں، ان کی ہر علم میں نگاہ تھی، اور میں نے انہیں (حدیث سے حد درجہ قلبی لگاؤ کی وجہ سے) یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے حدیث اور علم حدیث کے حصول کے علاوہ ہر علم کی تحصیل پر ندامت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

مشهور معمر عالی الإسناد هو آخر من كان بينه وبين النبي صلى الله عليه وسلم ستة رجال ثقات مع اتصال السماع على شرط الصحيح. [1]

ترجمہ:- آپ عمر رسیدہ مشہور بزرگ ہیں، عالی اسناد سے حدیث بیان کرتے ہیں، اتصالِ سماع کی شرط صحیح کے ساتھ آپ ہی وہ آخری محدث ہیں کہ آپ کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف چھ ثقہ راوی ہیں۔

یہ بلند پایہ محدث بھی ان اکابر اہلِ علم کی فہرست میں داخل ہیں جنہوں نے امام صاحب کی مسند کو جمع کیا ہے۔

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے اپنے چار مشائخ کے طریق سے متصل سند کے ساتھ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کی مسند کا تذکرہ کیا ہے، وہ چار شیوخ یہ ہیں:

۱- احمد بن ابی الحسن العربی رحمہ اللہ۔

۲- ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم رحمہ اللہ۔

۳- ابو محمد یوسف بن عبدالرحمن بن علی بن الجوزی رحمہ اللہ۔

۴- ابو عبداللہ محمد بن علی بن بقار رحمہ اللہ۔ [2]

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کی "مسند ابی حنیفة" کا ذکر کیا ہے۔ [3]

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے "مسند الإمام الأعظم" کے عنوان کے تحت

---

(۱) لسان المیزان: ترجمة: محمد بن عبد الباقي بن محمد، ج۵ ص ۲۴۱

(۲) جامع المسانید: الباب الثانی اما المسند الخامس، ج۱ ص ۸۰

(۳) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند الخامس، ص ۳۲۵

پانچویں نمبر پر اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔(1)

علامہ سید مرتضی زبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے بھی قاضی صاحب کی مسند کا ذکر کیا ہے۔(2)

۲۴۔مسندِ امام ابنِ عساکر رحمہ اللہ

آپ کا اِسمِ گرامی: علی، والد کا نام: حسن، کنیت: ابوالقاسم، المعروف بہ ابنِ عساکر (متوفی ۵۷۱ھ)، آپ دمشق کے بلند پایہ حافظِ حدیث ہیں، آپ کی پیدائش ۴۹۹ھ میں ہوئی، سات سال کی عمر میں آپ نے پہلی مرتبہ حدیث کا سماع کیا، حافظ ابنِ عساکر رحمہ اللہ نے دمشق، بغداد، کوفہ، نیشاپور، اصبہان، ہرات، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مراکزِ علم میں اکابر شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، آپ کے شیوخ کی تعداد ۱۳۰۰ تک ہے، ان میں ۸۰ سے زیادہ خواتین ہیں۔

آپ کے بعض اساتذۂ حدیث:

ابوالقاسم النسیب، سبیع بن قیراط، ابوطاہر حنائی، ابوالقاسم بن حصین، عبداللہ بن محمد غزال، یوسف بن ایوب ہمدانی، تمیم بن ابی سعید جرجانی، عبدالکریم بن حمزہ وغیرہم رحمہ اللہ۔(3)

امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، الْعَلَّامَةُ، الْحَافِظُ الْكَبِيْرُ، الْمُجَوِّدُ مُحَدِّثُ الشَّامِ، ثِقَةُ الدِّيْنِ، أَبُو الْقَاسِمِ الدِّمَشْقِيُّ، الشَّافِعِيُّ، صَاحِبُ تَارِيْخِ دِمَشْقَ.(4)

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات سے کیا:

الإمام، الحافظ الكبير، محدث الشام، فخر الأئمة، ثقة الدين، صاحب التصانيف والتاريخ الكبير.(5)

---

(1) كشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج۲ ص۱۶۸۰

(2) عقود الجواهر المنيفة: مقدمة، ج۱ ص۶

(3) سير أعلام النبلاء: ترجمة- ابن عساكر ثقة الدين أبو القاسم، ج۲۰ ص۵۵۴، ۵۵۵

(4) سير أعلام النبلاء: ترجمة: ابن عساكر ثقة الدين أبو القاسم، ج۲۰ ص۵۵۴

(5) تذكرة الحفاظ، ترجمة: ابن عساكر أبو القاسم علي بن حسن، ج۴ ص۸۲

امام ابوسعد عبدالکریم سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) آپ کے علم حدیث میں بلند پایہ محدثانہ مقام کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

أبو القاسم حافظ ثقة متقن دين خير حسن السمت جمع بين معرفة المتن والإسناد وكان كثير العلم غزير الفضل صحيح القراءة متثبتاً رحل وتعب وبالغ في الطلب وجمع مالم يجمعه غيره وأربى على الأقران،

ترجمہ:- ابوالقاسم حافظ حدیث، ثقہ، متقن، دین دار، نیکوکار اور کریمانہ اخلاق کے مالک تھے، حدیث کے متن واسناد کی معرفت رکھتے تھے، آپ علم وفضل میں بے نظیر اور بے مثال تھے، عمدہ قراءت کرتے تھے، مثبت تھے، آپ نے حصول علم کے لئے سفر کیا اور مقصد کو پانے کے لئے انتہائی جدوجہد کی، آپ نے اتنا علم جمع کیا جتنا اور کوئی بھی نہ کر سکا، جس کی وجہ سے آپ اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے۔ (۱)

حافظ ابن نجار رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) علم حدیث میں آپ کی جلالت شان کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

أبو القاسم إمام المحدثين في وقته انتهت إليه الرياسة في الحفظ والإتقان والثقة والمعرفة التامة وبه ختم هذا الشأن (۲)

ترجمہ:- ابوالقاسم اپنے زمانے میں محدثین کے امام تھے، حفظ واتقان اور ثقاہت ومعرفتِ تامہ کی ان پر انتہا تھی، علم حدیث کا فن ان پر ختم ہوگیا۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) نے آپ کا تذکرہ جن القابات کے ساتھ کیا ہے اس سے بڑھ کر کسی کی تعریف وتوثیق کرنا بظاہر مشکل ہے:

هُوَ الشَّيْخُ الإِمَامُ نَاصِرُ السنة وخادمها وقامع جند الشَّيْطَان بعساكر

---

(۱) تذکرة الحفاظ: ج ۴ ص ۸۴

(۲) تذکرة الحفاظ: ج ۴ ص ۸۶

اجتہادہ وھادمھا إمام أھل الحدیث فی زمانہ وختام الجھابذۃ الحفاظ ولا ینکر أحد منہ مکانتہ والبحر الذی لا ساحل لہ۔ (۱)

جہاں آپ ایک عظیم الشان محدث، جلیل القدر مؤرخ تھے اور علم حدیث میں عظیم المرتبت تھے، وہیں آپ کے اخلاص وللّٰہیت اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے صاحبزادے بہاء الدین فرماتے ہیں کہ میرے والد جماعت اور تلاوت کے بڑے پابند تھے، تمام حالات میں ہر جمعہ کو اور رمضان میں یومیہ قرآنِ کریم ختم کرتے تھے، شب بیداری میں بکثرت ذکر واذکار اور نوافل میں مشغول رہتے، اپنے ہر گزرے ہوئے وقت کا محاسبہ کرتے تھے، نیز آپ صلوٰۃ وصوم کے اتنے پابند تھے کہ چالیس سال تک باجماعت نماز میں بلا عذر کبھی بھی صفِ اوّل سے پیچھے نہ رہے، رمضان المبارک اور عشرۂ ذی الحجہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے، آپ کی زندگی کا ہر لمحہ تصنیف وتالیف یا ذکر واذکار میں گزرتا تھا۔ (۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کی چالیس سے زائد تصنیفات کے نام ذکر کئے ہیں۔ (۳)

آپ کی بے شمار تالیفات میں ''تاریخ مدینۃ دمشق'' ایک عظیم الشان علمی کارنامہ ہے، جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے، آپ کی یہ تصنیف اسّی (۸۰) جلدوں پر مشتمل ہے، جو ''دارالفکر'' سے ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء میں عمرو بن غرامہ کی تحقیق سے چھپ چکی ہے، اس کتاب کی چھ جلدیں فہرست پر مشتمل ہیں، اس کتاب کا اختصار علامہ ابنِ منظور رحمہ اللہ (متوفی ۷۱۱ھ) صاحب ''لسان العرب'' نے ''مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر'' انتیس جلدوں میں کیا، یہ کتاب روحیہ نحاس، ریاض عبدالحمید، محمد مطیع کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۴ء میں ''دارالفکر'' سے چھپی ہے۔

علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ کی تصانیف میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند بھی شامل ہے، اگر علم حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جلالتِ شان مسلّم نہ ہوتی تو علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ جیسا حافظِ حدیث کبھی آپ کی مسند نہ لکھتا۔

---

(۱) طبقات الشافعیۃ الکبری: ترجمۃ: علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ، ج۶ ص ۲۱۵، ۲۱۶

(۲) تذکرۃ الحفاظ: ج۴ ص۸۵

(۳) تفصیل دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ: ج۴ ص ۸۳، ۸۴

امام ذہبی رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ کے ترجمے میں "مسند أبي حنيفة ومكحول" کا بھی تذکرہ کیا ہے۔(۱)

علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۶ھ) نے علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ کے ترجمے میں آپ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے "مسند مكحول وأبي حنيفة" کہہ کر آپ کی مسند کا بھی ذکر کیا ہے۔(۲)

علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۴ھ) نے بھی امام ابنِ عساکر رحمہ اللہ کے ترجمے میں آپ کی تصانیف میں "ومسند مكحول وأبي حنيفة" کہہ کر آپ کی مسند کا ذکر کیا ہے۔(۳)

علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ کی "تاريخ مدينة دمشق" مطبوع "دار إحياء التراث العربي" بیروت ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱ء صفحہ نمبر ۱۱ پر امام ابنِ عساکر رحمہ اللہ کے تعارف میں بھی ان کی مسندِ ابی حنیفہ کا تذکرہ کیا ہے۔

شیخ حسام الدین القدسی نے "تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الإمام أبي الحسن الأشعري" کے مقدمہ ص: ۶ پر امام ابنِ عساکر رحمہ اللہ کی تصانیفات میں مسندِ ابی حنیفہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

۲۵۔مسندِ امام علی بن احمد رازی

امام علی بن احمد بن مکی رازی (متوفی ۵۹۸ھ) کا لقب حسام الدین ہے، آپ مشہور حنفی فقیہ ہیں، آپ نے دمشق میں سکونت اختیار کی اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۔حافظ ابنِ عساکر رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ) امام علی بن احمد کے علمی مقام ومرتبہ کے متعلق لکھتے ہیں:

تفقه بما وراء النهر، وقدم دمشق وسكنها وكان يدرّس في المدرسة

(۱) سير أعلام النبلاء: ج ۲۰ ص ۵۶۱

(۲) معجم الأدباء: ترجمة: علي بن الحسن بن عساكر: ج ۴ ص ۱۷۰۱

(۳) الوافي بالوفيات: ترجمة: الحافظ ابن عساكر الشافعي علي بن الحسن: ج ۲۰ ص ۲۱۹

الصادرية، ويفتي على مذهب أبي حنيفة، ويشهد ويناظر في مسائل الخلاف.[1]

ترجمہ:- آپ نے ماوراء النہر (کے فقیہ حضرات) سے علم فقہ حاصل کیا، بعد ازاں آپ دمشق تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کی، آپ مدرسہ صادریہ میں تدریس کا فریضہ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیتے اور شواہد لاتے تھے، نیز اختلافی مسائل میں مناظرہ کرتے تھے۔

۲- علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) آپ کے علمی مقام پر لکھتے ہیں:

وضع كتاباً نفيساً على مختصر القدوری، سماه "خلاصة الدلائل في تنقيح المسائل"، وهو كتابي الذي حفظته في الفقه، وخرجت أحاديثه في مجلد ضخم، ووضعت عليه شرحاً.[2]

ترجمہ:- آپ نے مختصر قدوری پر "خلاصة الدلائل في تنقيح المسائل" کے نام سے ایک عمدہ کتاب لکھی، یہ وہ کتاب ہے جس کو میں نے فقہ میں حفظ کیا اور ایک ضخیم جلد میں اس کی احادیث کی تخریج کی اور اس پر شرح لکھی۔

ترکی کے نامور فاضل پروفیسر فواد سیزگین نے اپنی کتاب "تاریخ التراث العربی" ج ۳ ص ۴۳ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی مسانید کا تذکرہ کرتے ہوئے آٹھویں مسند کے متعلق لکھا ہے:

عن حسام الدين علي بن أحمد بن مكي الرازي (المتوفى ۵۹۸ھ/۱۲۰۱م، انظر برو كلمان ملحق ۱/۶۳۹)، سراي أحمد الثالث ۳۶۴ (۱۵۸ ورقة، انظر: فهرس ۲: ۱۰۴).

ترجمہ:- یہ مسند حسام الدین علی بن احمد بن مکی رازی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۸ھ/۱۲۰۱ء) سے مروی ہے، بروکلمان کا ضمیمہ نمبر ۱/ ۶۳۹ دیکھیں۔ سرای احمد الثالث کے مکتبہ کا نمبر ۳۶۴ ہے، (۱۵۸ اوراق، فہرست دیکھئے: ۲: ۱۰۴)۔

---

(۱) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: علي بن مالكي أبو الحسن الكلساني، ج ۴۳ ص ۲۵۲

(۲) الجواهر المضية: ترجمة: علي بن أحمد بن مكي، ج ۱ ص ۳۵۳

۲۶-مسندِ امام محمد بن محمد بن محمد بن عثمان بلخی بغدادی رحمہ اللہ

نام: محمد، والد کا نام بھی محمد، کنیت: ابوعبداللہ، لقب: النظام ہے (متوفی ۶۵۳ھ)، انہوں نے طلبِ حدیث میں بخارا، سمرقند، رے اور حلب وغیرہ متعدد مقامات کا سفر کیا، اور وہاں کے اَجلّہ محدثین سے علم حاصل کیا، آپ کے اساتذہ: المؤید الطوسی، مسعود بن مودود الاستر آبادی، اور محمد بن ابراہیم الفاسی وغیرہم رحمہم اللہ۔

ان کے تلامذہ میں مشہور ان کے بیٹے عبدالوہاب اور مشہور محدث حافظ دمیاطی رحمہ اللہ ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کو "مفتي الحنفية" قرار دیا اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کا درس دیا ہے۔[1]

امام محمد بن محمد بلخی بغدادی رحمہ اللہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند لکھی ہے، جس کا نام "جزء أبي حنيفة" ہے، علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے اس مسند کا ان کے صاحبزادے امام عبدالوہاب بن محمد رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۵ھ) سے سماع کیا تھا، چنانچہ حافظ قرشی رحمہ اللہ امام موصوف کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

> قلت وولده عبد الوهّاب بن محمّد حدث عنهُ بجُزء أبي حنيفة رَضِي الله عنهُ سمعته عَنهُ.
>
> ترجمہ:- ان کے بیٹے امام عبدالوہاب بن محمد نے ان سے "جزء ابی حنیفہ" کو روایت کیا ہے، اور میں نے عبدالوہاب سے اس جزء کا سماع کیا تھا۔[2]

۲۷-مسندِ امام ابوعلی البکری رحمہ اللہ

نام: حسن، والد کا نام: محمد، کنیت: ابوعلی، المعروف بہ امام ابوعلی البکری (متوفی ۶۵۶ھ)، آپ کی پیدائش ۵۷۴ھ میں ہوئی، آپ کا سلسلۂ نسب بواسطہ قاسم بن محمد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، آپ نے مختلف ممالک کے طویل اَسفار کرکے وہاں کے کبار محدثین سے استفادہ کیا۔ مکہ میں ابوحفص میانشی رحمہ اللہ سے، دمشق میں ابنِ طبرزد رحمہ اللہ سے، ہرات میں

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: النظام البلخي أبو عبد الله محمد بن محمد، ج ۲۳ ص ۲۹۴

(۲) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: محمد بن محمد بن محمد بن عثمان، ج ۲ ص ۱۲۵

ابوروح ہروی رحمہ اللہ سے، نیسابور میں مؤید طوسی رحمہ اللہ سے، اصبہان میں ابو الفتوح محمد بن محمد رحمہ اللہ سے، مرو میں ابوالمظفر بن سمعانی رحمہ اللہ سے، بغداد میں ابن الاخضر رحمہ اللہ سے۔ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

الشيخ الإمام، المحدث، المفيد، الرحال، المسند، جمال المشائخ صدر الدين أبو علي الحسن بن محمد. (۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں کیا، اس کتاب میں آپ کا تذکرہ کرنا ہی آپ کی علم حدیث میں جلالتِ شان کے لئے کافی تھا، لیکن اس کے باوجود آپ کو ان عظیم القابات سے یاد کیا:

المحدث العالم المفيد الرحال المصنف. (۳)

یہ عظیم محدث بھی امامِ اعظم رحمہ اللہ کی مسانید لکھنے والوں میں شامل ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) بھی اس مسند کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں، اور انہوں نے امام بکری رحمہ اللہ تک اپنی اسناد بھی نقل کر دی ہے، مسند کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

مُسند أبي حنيفة جمع الحافظ أبي عَلِي الحسن بن مُحَمَّد البكري. (۴)

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے اپنے اُستاذ شیخ الاسلام ابوفضل بن ابی بکر شافعی رحمہ اللہ کے متصل طریق سے حافظ ابوعلی بکری رحمہ اللہ کی مسند ابی حنیفہ کا ذکر کیا ہے۔ (۵)

حافظ شمس الدین ابنِ طولون رحمہ اللہ (متوفی ۹۵۳ھ) نے "الفهرست الأوسط" میں اپنے سے لے کر مصنف تک اس مسند کی اسناد ذکر کی ہیں۔ (۶)

(۱، ۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة، البكري أبو ص الحسن بن محمد، ج ۲۳ ص ۳۲۶، ۳۲۷

(۳) تذكرة الحفاظ: ترجمة: البكري أبو علي الحسن بن محمد، ج ۴ ص ۱۵۸

(۴) المعجم المفهرس: حرف الحاء، رقم: ۱۱۳۱، ج ۱ ص ۲۷۲

(۵) عقود الجمان: الباب الثالث والعشرون المسند السابع، ص ۳۳۴

(۶) تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب، ص ۱۵۶

علامہ جمال الدین قاسمی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۲ھ) نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ علامہ محمد سلیمان مغربی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے اپنے ثبت "صلة الخلف" میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جن چار مسانید کی اسانید اپنے سے لے کر ان کے مؤلفین تک ذکر کی ہیں، ان چار مسانید میں سے ایک امام ابوعلی البکری رحمہ اللہ کی تالیف کردہ "مسند ابی حنیفة" بھی ہے۔[1]

۲۸- مسندِ امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ

نام: محمد، والد کا نام: عبدالرحمن، کنیت: ابوالخیر ہے، المعروف بہ امام سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ)، ماہ ربیع الاول ۸۳۱ھ میں قاہرہ مصر کے ایک علاقے بہاء الدین میں باب الفتوح کے قریب پیدا ہوئے، شمالی مصر کے خاندان "سخا" سے تعلق رکھنے کی وجہ سے "سخاوی" کہلاتے ہیں، آپ مسلکاً شافعی المذہب تھے، آپ نے بچپن میں ہی قرآنِ کریم حفظ کیا اور پھر ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح میں سنایا۔

آپ نے چار مشہور ائمہ حدیث وفقہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا:

۱- حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ)

۲- علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ)

۳- محقق علی الاطلاق علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۸۶۱ھ)

۴- علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ)

امام سخاوی کے تلمیذِ رشید شیخ جار اللہ بن فہد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۵۴ھ) نے آپ کے متعلق فرمایا:

وَلَقَدْ وَاللهِ الْعَظِيمِ لم أر في الحفاظ الْمُتَأَخِّرِين مثله ويعلم ذَٰلِك كل من اطلع على مؤلفاته أو شاهده.[2]

ترجمہ:- اللہ ربّ العزت کی قسم! یہ حقیقت ہے کہ متاخرین حفاظِ حدیث میں

---

(۱) الفضل المبین علی عقد الجواہر الثمین: ص ۳۴۸

(۲) البدر الطالع: ترجمة: محمد بن عبدالرحمن بن محمد، ج ۲ ص ۱۸۶،۱۸۵

سے میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا، جس شخص نے بھی ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے یا انہیں دیکھا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے۔

امام ابن عماد حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۹ھ) آپ کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وبرع في الفقه والعربية والقراءات والحديث والتاريخ وشارك في الفرائض والحساب والتفسير وأصول الفقه والميقات وغيرها وأما مقروءاته ومسموعاته فكثيرة جدا لا تكاد تنحصر. وأخذ عن جماعة لا يحصون يزيدون على أربعمائة نفس، وأذن له غير واحد بالإفتاء والتدريس والإملاء.[1]

ترجمہ:- آپ نے فقہ، عربی لغت، قراءات، حدیث اور تاریخ میں مہارت حاصل کی، ان کے علاوہ آپ نے علم میراث، حساب، تفسیر، اصول فقہ اور میقات وغیرہ کو بھی حاصل کیا، آپ نے جو علوم پڑھے یا سنے ان کا احاطہ ناممکن ہے، آپ نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیے وہ بھی شمار سے باہر ہیں، ان کی تعداد چار سو سے زائد بنتی ہے، آپ کو کئی اساتذہ نے افتاء، تدریس اور املا کی اجازت دی ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اکابر ائمہ میں سے تھے:

وَبِالْجُمْلَةِ فَهُوَ من الْأَئِمَّةِ الأكابر.

نیز نقل کرتے ہیں:

وَلا أعلم الآن من يعرف عُلُوم الحَدِيث مثله وَلَا أكثر تصنيفا وَلَا أحسن وَكَذَلِكَ أخذهَا عَنهُ عُلَمَاء الآفاق من الْمَشَايِخ والطلبة والرفاق وَله اليَد الطُّولى فِي المعرفَة بأسماء الرِّجَال وأحوال الرواة وَالْجرْح وَالتَّعْدِيل وَإِلَيْهِ يشار فِي ذَلِك وَلَقَد قَالَ بعض العلمَاء لم يَأْتِ بعد

---

(۱) شذرات الذهب: ترجمة: سنة اثنتين وتسع مائة شمس الدين محمد بن عبد الرحمن، ج ۱۰ ص ۲۳

الحافظ الذهبي مثله سلك هذا المسلك ولم يخلف بعده مثله.[1]

ترجمہ:- میں نہیں جانتا کہ ابھی کوئی علومِ حدیث کو ان کی طرح جانتا ہو، اور میں نہیں جانتا کہ کسی کی ان سے بڑھ کر اور ان سے عمدہ تصانیف ہوں، انہیں فنِ اسماء الرجال، روایت کے احوال، جرح وتعدیل میں خوب دسترس تھی، اور اس فن میں انہی کی طرف مراجعت کے لئے اشارہ کیا جاتا تھا، بعض علماء نے یہاں تک کہا ہے کہ امام ذہبی کے بعد کوئی شخص ان کے مثل نہیں آیا جو ان کے طریقے کے مطابق چلتا ہو، (یعنی امام ذہبی کے بعد اگر کسی شخص کو فنِ حدیث اور اسماء الرجال میں یدِطولیٰ حاصل ہے تو وہ امام سخاوی ہیں جو اس فن کے ماہر شہسوار ہیں) امام سخاوی نے اپنے بعد اپنے مثل کوئی شخص نہیں چھوڑا۔

امام سخاوی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "الضوء اللامع لأهل القرن التاسع" ج:۸، ص:۲ تا ۳۲ تقریباً تیس (۳۰) صفحات میں اپنی خودنوشت سوانح لکھی، اس میں آپ نے اپنی پیدائش سے لے کر تصنیف کے وقت تک تمام اہم اُمور کا تذکرہ کیا، ابتدائی تعلیم، تعلیمی اسفار، شیوخ کا تفصیلی تذکرہ، خصوصاً حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق اور ان سے استفادہ، اپنے ہم عصر علماء کا تذکرہ، اپنی تمام تصانیف کا ذکر، آپ کی یہ سوانح آپ کے بلند و بالا علمی رُتبے پر منہ بولتا ثبوت ہے۔

یہ بلند پایہ عظیم المرتبت شخصیت بھی ان اکابر علماء کی فہرست میں شامل ہے جنہوں نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند کو جمع کیا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے بنفسِ نفیس اپنی تصانیف کا تذکرہ کیا تو اس میں امام ابوحنیفہ سے مروی احادیث پر مشتمل اپنی کتاب "التحفة المنيفة فيما وقع له من حديث الإمام أبي حنيفة" کو بھی شامل کیا ہے۔[2]

شیخ اسماعیل بن محمد امین بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) نے امام سخاوی رحمہ اللہ کے تعارف میں آپ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی اس مسند کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

---

(۱) البدر الطالع: ج۲ ص۱۸۶

(۲) الضوء اللامع لأهل القرن التاسع- ترجمة: محمد بن عبد الرحمن بن محمد: ج۸ ص۱۶

التحفة المنيفة في أحاديث أبي حنيفة [1]

شیخ محمد عبدالحی بن عبدالکبیر المعروف عبدالحی کتانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۸۲ھ) نے امام سخاوی رحمہ اللہ کے تعارف میں آپ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے "التحفة المنيفة في أحاديث أبي حنيفة" کہہ کر اس مسند کا ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ سخاوی رحمہ اللہ کی نہایت مشہور ومعروف تصنیف "المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة" ہے، اس کتاب کے محقق الشیخ عبداللہ محمد الصدیق نے مقدّمے میں علّامہ سخاوی رحمہ اللہ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے "التحفة المنيفة فيما وقع له من أحاديث أبي حنيفة" کہہ کر اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔ [3]

۲۹- مسندِ امام عیسیٰ بن محمد الثعالبی رحمہ اللہ

نام: عیسیٰ، والد کا نام: محمد، کنیت: ابومکتوم وابومہدی، لقب: جاراللہ ہے (متوفی ۱۰۸۰ھ)، مولد کے اعتبار سے مغربی، اصلاً جزائر کے علاقہ ثعالبہ سے تعلق رکھنے کی بناپر ثعالبی کہلائے، آپ مذہب کے لحاظ سے مالکی ہیں، آپ مراکش کے شہر زاوہ میں ۱۰۲۰ھ میں پیدا ہوئے، اور وہیں آپ نے پرورش پائی اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، امام ثعالبی رحمہ اللہ کے چند مشہور اساتذۂ حدیث: عبدالصادق، سعید بن ابراہیم جزائری، زین العابدین تونسی، قاضی شہاب احمد خفاجی، برہان مامونی، شیخ سلطان مزاحی، حافظ شمس الدین بابلی رحمہم اللہ۔

علامہ عبدالملک بن حسین عصامی مکی رحمہم اللہ (متوفی ۱۱۱۱ھ) نے امام ثعالبی رحمہ اللہ کے علمی مقام ومرتبے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> مَوْلَانَا وَسَيِّدِنَا ومأوانا وسندنا شَيخنَا شيخ الْإِسْلَام وَالْمُسلمين خَاتِمَة الْأَئِمَّة الْمُحَقِّقين خَادِم حَدِيث سيد الْمُرْسلين الْجَامِع بَين الْأُصُول وَالْفُرُوع الْحَافِظ لكل متن ومجموع الْحَائِز فضيلتي الْعلم

---

(۱) هدية العارفين أسماء المؤلفين وآثار المصنفين، ج ۲ ص ۲۲۰

(۲) فهرس الفهارس: رقم الترجمة: ۵۶۲، ج ۲ ص ۹۹۰

(۳) المقاصد الحسنة: مقدمة: مؤلفات السخاوي، ص ۱۹

وَالنّسب الحائز طرفی الْکَمَال الغریزی والمکتسب رَئِیس الْعُلُوم العبقری.[1]

ترجمہ:- ہمارے مولیٰ، ہمارے سید، ہمارے ملجا وماویٰ، ہمارے مرجع، ہمارے شیخ، شیخ الاسلام والمسلمین (اپنے زمانے میں) ائمہ محققین کے آخری امام، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خادم، اُصول وفروع کے جامع، ہر متن ومجموعۂ احادیث کے حافظ، علم ونسب کی فضیلت کے حامل، اکتسابِ علم اور حصولِ کمال کی اِنتہا پر فائز، رئیس العلوم اور نابغۂ عصر ہیں۔

حافظ ثعالبی رحمہ اللہ کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث کو کتابی شکل میں مرتب کیا، اس مسند میں انہوں نے اپنے سے لے کر امام صاحب تک سلسلۂ اسناد کو متصل ثابت کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

مسندے برائے امام ابوحنیفہ تالیف کردہ دراں جا عنعنہ متصلا ذکر کردہ درحدیث ازاں جا بطلاں زعم کسانیکہ گویند سلسلۂ احادیث امروز متصل نماندہ واضح تری شود۔[2]

ڈاکٹر فواد سیزگین نے بھی مسانید ابی حنیفہ میں بارہویں مسند ''مسند ثعالبی'' کو درج کیا ہے، وہ اس کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ یہ مسند سید بن عیسیٰ بن محمد ثعالبی سے مروی ہے، جو ۹ عدد اوراق پر مشتمل، استنبول کے ''مکتبہ کوبریلی'' کا مخطوطہ نمبر ۲۲۰ میں موجود ہے۔[3]

خلاصۂ بحث

اُنتیس (۲۹) جلیل القدر ائمۂ حدیث کو یہ شرف اور اِفتخار حاصل ہے کہ انہوں نے امامِ اعظم

---

(۱) سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی، ج ۴ص ۵۱۶

(۲) الانسان العین فی مشائخ الحرمین: ص ۶ بحوالہ ''امام ابن ماجہ اور علم حدیث'': ص ۱۸۱

(۳) تاریخ التراث العربی: ج ۳ ص ۴۴

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مسند کو اپنے اپنے طریق سے جمع کیا، ان اکابر ائمہ میں براہِ راست امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تلامذہ، آپ کے بیٹے حماد، قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی اور حسن بن زیاد لؤلؤی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں، ان کے علاوہ گیارہویں صدی ہجری تک آنے والے اکابر محدثین آپ کی مسند کو تالیف کرتے رہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

چوتھی صدی ہجری میں محمد بن مخلد الدوری، حافظ ابنِ عقدہ، حافظ ابنِ ابی العوام، عمر بن حسن اشنانی، محمد بن یعقوب حارثی، حافظ ابنِ عدی، محمد بن مظفر، طلحہ بن محمد، محمد بن ابراہیم مقری، حافظ دارقطنی، حافظ ابنِ شاہین، حافظ ابنِ مندہ (چوتھی صدی ہجری کو امامِ اعظم رحمہ اللہ کی صدی کہنا لغو نہ ہوگا)۔ پانچویں صدی ہجری میں حافظ ابو نعیم اصبہانی، حافظ ابو بکر احمد بن محمد کلاعی، علی بن محمد ماوردی، حافظ خطیب بغدادی اور عبداللہ بن محمد انصاری۔ چھٹی صدی ہجری میں حافظ محمد بن حسین ابنِ خسرو بلخی، محمد بن عبدالباقی انصاری، حافظ ابنِ عساکر دمشقی اور علی بن احمد مکی۔ ساتویں صدی ہجری میں امام ابو علی حسن بن محمد بکری۔ دسویں صدی ہجری میں حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، اور گیارہوں صدی ہجری میں یہ سعادت امام عیسیٰ بن محمد ثعالبی رحمہم اللہ کے حصے میں آئی۔

ان ائمۂ عظام کے "مسند ابی حنیفة" کو تالیف کرنے پر بھی الگ الگ کثیر حوالے دے گئے ہیں، اس میں صرف امام خوارزمی کی "جامع المسانید"، حافظ شمس الدین ابنِ طولون کی "الفهرست الأوسط" اور امام محمد بن یوسف صالحی کی "عقود الجمان" پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ دیگر کبار محدثین مثلاً حافظ خطیب بغدادی، حافظ ابنِ نقطہ حنبلی، حافظ ابنِ عبدالہادی حنبلی، حافظ شمس الدین ذہبی، حافظ ابنِ حجر عسقلانی، علّامہ شوکانی اور حاجی خلیفہ رحمہم اللہ جیسے اکابرین کی کُتب سے بھی حوالے نقل کئے گئے ہیں، جو اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ ان ائمہ نے "مسند ابی حنیفة" کو تالیف کیا۔

اسی طرح ان تمام ائمہ کے اَحوال اور علمی مقام کو بھی بُلند پایہ کُتبِ رِجال اور جرح وتعدیل سے ثابت کیا گیا ہے، تاکہ کوئی بھی ناواقف، جاہل یا قلیل المطالعہ شخص شکوک وشبہات کے ذریعے ان ائمہ کی توثیق وتوصیف کے بارے میں قارئین کو گمراہ نہ کرسکے۔ ان کُتب میں نمایاں نام یہ ہیں:

قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری کی "أخبار أبي حنيفة وأصحابه"، حافظ خطیب بغدادی کی "تاريخ بغداد"، حافظ ابو سعید عبدالکریم بن محمد سمعانی کی "الأنساب"، حافظ ابنِ عساکر

کی ''تاریخ مدینة دمشق''، حافظ ذہبی کی ''سیر أعلام النبلاء''، ''تذکرة الحفاظ''، حافظ عبدالقادر بن ابی الوفاء قرشی کی ''الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة''، حافظ ابن حجر عسقلانی کی ''تهذیب التهذیب''، ''لسان المیزان''، ''تعجیل المنفعة'' حافظ جلال الدین سیوطی کی ''طبقات الحفاظ'' اور ابن عماد حنبلی کی ''شذرات الذهب'' قابل ذکر ہیں۔

صاحب ''جامع المسانید'' امام خوارزمی رحمہ اللہ کا تعارف

امام ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد بن حسن رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) خوارزم سے تعلق رکھنے والے محدث وحنفی فقیہ ہیں، آپ ۱۲ ذوالحجہ ۵۹۳ھ میں خوارزم میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، ''خطیب خوارزم'' کے لقب سے مشہور ہیں، آپ نے امام نجم الدین طاہر بن محمد حفصی رحمہ اللہ سے علم فقہ سیکھا اور خوارزم میں حدیث کا سماع شروع کیا، بعد ازاں آپ نے بغداد اور دمشق سے بھی علم حاصل کیا۔

''جامع المسانید'' کے مطالعے سے امام خوارزمی رحمہ اللہ کے کثیر شیوخ کا پتا چلتا ہے، جن میں سے چند ائمہ حدیث کا نام درج ذیل ہے:

۱-احمد بن عمر بن محمد خیوقی۔ ۲-صالح بن شجاع مدلجی۔ ۳-ابو نصر اغر بن ابی الفضل۔ ۴-یاقوت بن عبداللہ جوہری۔ ۵-شرف الدین احمد بن مؤید بن موفق بن احمد مکی۔ ۶-ابو الفضل اسماعیل بن احمد۔ ۷-شیخ معمر ضیاء الدین صفر بن یحیی۔ ۸-شرف الدین حسن بن ابراہیم۔ ۹-ابوبکر عبداللہ بن مبارک ہذلی۔ ۱۰-محی الدین یوسف بن ابی الفرج عبدالرحمن اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ۔

امام قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) امام خوارزمی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

> وولي قضاء خوارزم وخطابتها بعد أخذ التتار لها، ثم تركها، وقدم بغداد حاجاً فحج وجاور، ورجع إلى مصر، ثم إلى دمشق، ثم إلى بغداد ودرّس بها. وصنّف "مسانيد الإمام أبي حنيفة" في مجلّدين، جمع فيهما بين خمسة عشر مصنّفاً. وقد رويناه عن قاضي بغداد (هو التاج أحمد الفرغاني النعماني)، عن عمه، عن ابن الصباغ عنه [1]

(۱) تاج التراجم، ترجمة: محمد بن محمود بن محمد، ج ۲ ص ۸۸

ترجمہ:- تاتاریوں کے خوارزم پر قبضے کے بعد آپ کو اس کا قاضی اور خطیب مقرر کیا گیا، بعد ازاں آپ نے اسے چھوڑ دیا اور حج کرنے کی غرض سے بغداد میں قیام پذیر رہے، پھر حج کرنے کے بعد مکہ میں ہی سکونت اختیار کی، اس کے بعد مصر تشریف لے گئے، وہاں سے دمشق، پھر (دوبارہ) بغداد پہنچے اور وہیں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے دو جلدوں میں ''مسانید امام ابی حنیفہ'' تصنیف کی جس میں آپ نے ۱۵ مسانید کو جمع کیا، ہم نے اسے قاضی بغداد تاج احمد فرغانی نعمانی کے طریق سے، انہوں نے اپنے چچا، انہوں نے ابن الصباغ اور انہوں نے آپ سے روایت کیا ہے۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو فقہی عنوانات کے مطابق ترتیب دے کر انہیں چالیس ۴۰ ابواب پر منقسم کیا، امام خوارزمی رحمہ اللہ اپنے اُسلوب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

استخرجته في جمع هذه المسانيد على ترتيب أبواب الفقه في أقرب حد، ونظمها في أقصر عقد بحذف المعاد وترك تكرير الإسناد إلا إذا كان الحديث الواحد مشتملا على مسائل أبواب مختلفة أو اختلف أسانيده ليغلب بحجته العلم المساعد ويدحض شبهة الجاهل المعاند. (۱)

ترجمہ:- میں نے ان مسانید کو ممکنہ حد تک فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے، اور ان کو خاص نظم وضبط میں پرو دیا ہے، اس میں سے تکرار اسناد کو ترک اور معاد (بار بار لوٹائی جانے والی باتوں) کو حذف کر دیا گیا ہے، ہاں! جب کوئی حدیث مختلف فقہی مسائل پر مشتمل ہے یا اس کی اسانید مختلف ہیں تو اس میں یہ لحاظ نہیں رکھا گیا، تاکہ اس کی حجت سے محقق عالم غالب ہو اور جھگڑالو جاہل کا شبہ دور ہو۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ نے جن پندرہ (۱۵) مسانید کی تخریج کی ہے، ان کے مصنفین کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) جامع المسانيد مقدمة، ج ۱ ص ۵۰۳

۱- امام حماد بن امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۶ھ)

۲- امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ)

۳- امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

۴- امام حسن بن زیاد لؤلؤی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ)

۵- امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۵ھ)

۶- امام عمر بن حسن اشنانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۷ھ)

۷- امام ابومحمد عبداللہ بن یعقوب الحارثی رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۰ھ)

۸- امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۵ھ)

۹- امام ابوالخیر محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۹ھ)

۱۰- امام ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۰ھ)

۱۱- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ)

۱۲- امام ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۲ھ)

۱۳- امام ابوبکر ابوعبداللہ محمد بن حسن خسرو رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۶ھ)

۱۴- امام ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۵۳۵ھ)

۱۵- امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) کی دو کتابوں کو امام خوارزمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، ایک ''کتاب الآثار'' اور دوسری ''مسند أبي حنيفة'' جس کو ''نسخة إمام محمد'' کہہ کر نقل کیا۔

مسانیدِ امامِ اعظم پر کی گئی محدثین کی خدمات

مسانیدِ امامِ اعظم صدیوں تک محدثین کے درمیان متداول رہیں اور انہوں نے شہرت و دوام حاصل کی، ان مسانید کی شروحات، تعلیقات لکھی گئیں، اسے فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا، ابواب قائم کیے گئے، اختصارات کیے گئے، زوائد کو حذف کیا گیا، اور ان کے رجال پر مستقل کام ہوا، امام ابوحنیفہ کی مسانید کی جس قدر خدمات اکابر اہلِ علم علماء نے کی ہیں، اس کی نظیر نہیں ملتی، بندہ اب اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتا ہے۔

۱-حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث کے سلسلے میں بہت زیادہ علمی خدمات انجام دیں، آپ نے مسند کی تبویب واختصار بھی کیا، اور اس کی شروحات بھی لکھیں اور رجالِ حدیث پر بھی مستقل تصانیف کیں۔

۱-ترتیب مسند أبي حنيفة لابن المقری۔ ۲-تبویب مسند أبي حنيفة للحارثی۔ ۳-الأمالی علی مسند أبي حنيفة۔ (۲ جلدیں)، یہ مخطوطہ اوقاف لائبریری بغداد میں حدیث نمبر ۷۸۱ کے تحت موجود ہے۔ ۴-شرح جامع المسانيد للخوارزمی۔ ۵-رجال مسند الإمام أبي حنيفة۔ ۶-امام محمد کی موطا امام محمد اور ''کتاب الآثار'' دونوں کے رجال پر آپ نے تصانیف لکھیں۔[1]

۲-امام صدر الدین محمد بن عباد الخلاطی رحمہ اللہ جو امام خوارزمی رحمہ اللہ کے معاصر ہیں، انہوں نے بھی مسندِ ابی حنیفہ کا اختصار کیا ہے اور اس کا نام ''مقصد المسند اختصار مسند أبي حنيفة'' رکھا۔[2]

یاد رہے کہ یہ اختصار مسندِ حارثی کا ہے نہ کہ ''جامع المسانید'' کا جیسا کہ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ کا خیال ہے، اس لئے کہ خوارزمی اور خلاطی رحمہ اللہ معاصر ہیں، اور خلاطی کا امام خوارزمی رحمہ اللہ سے تیرہ سال پہلے انتقال ہوا ہے۔

۳-امام قاضی القضاۃ محمود بن احمد القونوی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) نے اختصار لکھا، ''المعتمد مختصر مسند أبي حنيفة'' کے نام سے، پھر خود ہی اس کی شرح لکھی جس کا نام ''المعتقد شرح المعتمد'' ہے۔[3]

۴-علامہ صدر الدین موسیٰ بن زکریا بن ابراہیم بن محمد بن صاعد الحصکفی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۰ھ) نے مسندِ حارثی کا اختصار کیا، یہ اختصار محدثین کے حلقوں میں بہت مشہور ہوا، اس اختصار میں انہوں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی امام اعظم سے مروی

---

(۱) الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، ترجمة: قاسم بن قطلوبغا، ج۶ ص۱۸۶ تا ۱۸۸، کشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج۲ ص۱۶۸۰

(۲) کشف الظنون: ج۲ ص۱۶۸۰

(۳) الجواهر المضية ترجمة: محمود بن أحمد بن مسعود القونوی، ج۲ ص۱۵۷

روایت کردہ تمام اَحادیث کا، حاطہ ہو جائے، اس سلسلے میں انہوں نے حماد سے روایت شدہ بعض اَحادیث کو مسندِ ابنِ خسرو سے بھی لے کر اس میں شامل کیا ہے، مگر یہ چند ہی اَحادیث ہیں۔ (۱)

۵- امام شرف الدین اسماعیل بن عیسیٰ الاوغانی مکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۲ھ) نے بھی ''جامع المسانید'' کے رجال کے حالات اور امام صاحب کے مناقب بیان کئے ہیں، آپ کی اس تصنیف کا نام ''اختیار اعتماد المسانید فی اختصار بعض رجال الأسانید'' ہے۔ (۲)

۶- امام حافظ الدین محمد بن محمد الکردری المعروف ابن البزازی رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) نے ''زوائد مسند أبي حنیفة'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے ''جامع المسانید'' کی وہ روایات جمع کی ہیں جو صحاح ستہ سے زائد ہیں۔ (۳)

۷- امام عمر بن احمد بن شامع شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۳۹ھ) نے اس کا اختصار ''لقط المرجان من مسند النعمان'' کے نام سے کیا۔ (۴)

۸- علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے اس کی شرح لکھی، جس کا نام ''التعلیقة المنیفة علی مسند أبي حنیفة'' ہے۔ (۵)

۹- شیخ محمد ادریس بن عبدالعلی النجرصی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند کو ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا، اور اس کا نام ''تحصیل المرام بتبویب مسند الإمام'' رکھا، نیز انہوں نے امام صاحب کی چالیس مروی روایت کو ''الأربعین من مرویات نعمان سید المجتهدین'' کے نام سے جمع کیا۔ (۶)

۱۰- علامہ سید مرتضیٰ حسن زبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے ''عقود الجواهر المنیفة فی أدلة الإمام أبي حنیفة'' کے نام سے عمدہ کتاب مرتب کی، اس کتاب میں انہوں نے امام صاحب سے مروی وہ روایات جمع کی ہیں جو اَحکام سے متعلق ہیں، اور ائمہ ستہ نے اپنی مشہور

(۱) مقدمة المحدث النعماني علی مسند أبي حنیفة للحصکفي: ص ا

(۲) کشف الظنون: مسند الإمام الأعظم، ج ۲ ص ۱۶۸۰

(۳) کشف الظنون: ج ۲ ص ۱۶۸۰

(۴) الکواکب السائرة بأعیان المائة العاشرة: ترجمة: عمر بن سعد، ج ۲ ص ۲۲۳

(۵) کشف الظنون: ج ۲ ص ۱۶۸۰

(۶) الثقافة الإسلامیة فی الهند: ص ۱۳۵، ۱۳۶

کتب میں ان سے لفظاً یا معناً موافقت کی ہے، اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ محقق العصر علامہ محمد امین اورکزئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب بہت عمدہ ہے اور اس لائق ہے کہ مدارسِ عربیہ میں اس کو نصاب میں شامل کیا جائے۔

وبالجملة كتابه مفيد جدا حقيق بالاندارج في منهج التعليم الرائج في مدارس العربية ببلادنا.[1]

مسندِ امامِ اعظم کے متداول نسخے کا تعارف

ہمارے ہاں آج کل مسانیدِ امامِ اعظم میں متداول نسخہ امام حارثی رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۰ھ) کا ہے، جس میں انہوں نے امام صاحب کے شیوخ کے لحاظ سے راویات کو جمع کیا، پھر علامہ حصکفی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۰ھ) نے ان روایات میں سے مکرر روایات کو حذف کیا، اور اس کا ایک اختصار کیا جو "مسند أبي حنيفة للحصكفي" کے نام سے مشہور ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے امام حصکفی رحمہ اللہ کی اختصار شدہ مسند امامِ اعظم کی شرح لکھی اور اسے "مسند الأنام في شرح مسند الإمام" کا نام دیا، یہ کتاب "مطبعہ مجتبائی ہندوستان" سے سن ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد ہندوستان کے محدث محمد حسن السنبھلی رحمہ اللہ نے "تنسيق النظام في مسند الإمام" کے نام سے ایک عظیم الشان شرح لکھی، یہ شرح پہلی مرتبہ ۱۳۰۵ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی، یہ شرح ابھی مسندِ امامِ اعظم کے حاشیہ کی صورت میں طبع ہوئی، یہ شرح نہایت مفصل، مدلل اور محقق ہے۔

امام حارثی رحمہ اللہ کی مسند کا اختصار علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے کیا تھا اور یہ اختصار بھی اصل کی طرح امام صاحب کے شیوخ کی ترتیب پر تھا، اب اس ذخیرے سے مطلوبہ حدیث نکالنا کافی مشکل تھا، خصوصاً ان حضرات کے لئے جو امام صاحب کے شیوخ سے واقف نہیں تھے، ان کے لئے اس سے استفادہ کرنا کچھ مشکل تھا، تو علامہ محمد عابد السندی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۷ھ) نے اس کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا تاکہ اس سے استفادہ آسان ہو، اب یہ متداول نسخہ استفادے کی آسان ترین صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے، یہی نسخہ آج کل مسندِ

(1) مسانيد الإمام أبي حنيفة. مختصر المسند للزبيدي ص ۶۰

امامِ اعظم کے نام سے مشہور ہے اور درسِ نظامی میں شامل ہے۔

موصوف نے بھی امام حصکفی رحمہ اللہ کی اختصار شدہ مسندِ امامِ اعظم کی شرح لکھی ہے، جس کا نام "المواهب اللطيفة على مسند الإمام أبي حنيفة" رکھا، اس کتاب کا قلمی نسخہ صوبہ سندھ میں پیر جھنڈو کی لائبریری میں موجود ہے، اور وہیں پر محقق العصر علامہ عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ نے مطالعہ کیا، ان کی رائے اس کتاب کے بارے میں یہ ہے کہ یہ ایک بے نظیر و بے مثال شرح ہے، جس کی مثال شروحِ حدیث میں علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی "فتح الباری" کے بعد نہیں ملتی۔

فائدہ:- الحمد للہ! یہ شرح سات جلدوں میں ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ "دار النور" سے چھپ چکی ہے۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث کے سلسلے میں بہت زیادہ علمی خدمات انجام دیں، آپ نے مسند کی تبویب و اختصار بھی کیا ہے، آپ کی اس فن میں تالیف شدہ کتب درج ذیل ہیں:

۱-ترتيب مسند أبي حنيفة لابن المقري۔

۲-تبويب مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي۔

۳-الأمالي على مسند أبي حنيفة۔

۴-شرح جامع المسانيد للخوارزمي۔

۵-رجال مسند الإمام أبي حنيفة۔

فقہی ابواب کے اعتبار سے مسندِ امامِ اعظم میں روایت کردہ احادیث

ذیل میں مسندِ امامِ اعظم میں روایت کردہ احادیث کا ایک اجمالی جائزہ پیش خدمت ہے، جنہیں ابوابِ فقہیہ کے تحت روایت کیا گیا ہے، اس طرح کتاب پر ایک اجمالی نظر ڈالی جاسکتی ہے کہ اس کتاب میں کس موضوع پر امامِ اعظم رحمہ اللہ سے مروی احادیث کتنی ہیں؟

كتاب الإيمان والإسلام والقدر والشفاعة	۳۰
كتاب العلم	۱۱
كتاب الطهارة	۳۹

كتاب الصلاة	۱۱۷
كتاب الزكاة	۳
كتاب الصوم	۱۹
كتاب الحج	۳۷
كتاب النكاح	۲۵
كتاب الإستبراء	۱
كتاب الرضاع	۲
كتاب الطلاق	۱۵
كتاب النفقات	۲
كتاب التدبير	۳
كتاب الأيمان	۷
كتاب الحدود	۲
كتاب الجهاد	۷
كتاب البيوع	۲۳
كتاب الرهن	۱
كتاب الشفعة	۳
كتاب المزارعة	۲
كتاب الفضائل	۳۴
كتاب فضل أمته	۲
كتاب الأطعمة والأشربة والضحايا	۲۴
كتاب اللباس والزينة	۸
كتاب الطب وفضل المرض والرقى	۱۳
كتاب الأدب	۳۲
كتاب الرقاق	۳

کتاب الجنایات	۳
کتاب الأحکام	۱۰
کتاب الفتن	۳
کتاب التفسیر	۱۵
کتاب الوصایا والفرائض	۶
کتاب القیامة وصفة الجنة	۳

اس طرح احادیث کی کُل تعداد ۵۱۳ ہوئی۔ سب سے زیادہ روایات جس باب کے تحت نقل کی گئیں وہ ''کتاب الصلاۃ'' ہے، جب کہ ''کتاب الاستبراء'' اور ''کتاب الرھن'' کے ابواب میں صرف ایک ایک روایت نقل کی گئی۔

مسندِ امامِ اعظم میں ہر ایک صحابی سے مروی روایات کی تعداد

۱-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۷۹
۲-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۵۳
۳-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۴۹
۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۴۳
۵-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۴۱
۶-حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ	۲۸
۷-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۳
۸-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۲۲
۹-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	۲۱
۱۰-حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	۱۴
۱۱-حضرت اُمّ ہانی بنتِ ابی طالب رضی اللہ عنہا	۱۲
۱۲-حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۷
۱۳-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	۷

۱۴-حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	۶
۱۵-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۵
۱۶-حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ	۴
۱۷-حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	۴
۱۸-حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۴
۱۹-حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۴
۲۰-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	۴
۲۱-حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۳
۲۲-حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ	۳
۲۳-حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ	۲
۲۴-حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ	۲
۲۵-حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۲
۲۶-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۲
۲۷-حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ	۲
۲۸-حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ	۲
۲۹-حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا	۲

ان صحابہ کرام کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے مسند امامِ اعظم میں صرف ایک ایک روایت نقل کی گئی ہے، اسمائے کرام یہ ہیں:

حضرت اُسامہ بن زید، حضرت اُسامہ بن شریک، حضرت ثوبان، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت، حضرت بسرہ بن معبد الجہنی، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعید بن زید، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفٰی، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی، حضرت عثمان بن نعمان، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عطیہ قرظی، حضرت قطبہ بن مالک، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابوبریرہ بن نیار، حضرت

ابو بکرہ، حضرت ابو درداء، حضرت ابو عامر الثقفی، حضرت ابو مسعود انصاری، حضرت امیمہ بنت رقیقہ، حضرت حفصہ، حضرت عائشہ بنت عجرد، حضرت اُمِ سلیم، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اس فہرست سے یہ واضح ہوا کہ کل ۶۰ صحابہ سے مسند کی ۸۷۴ روایات مروی ہیں۔

مسندِ امامِ اعظم کے اُردو میں تراجم وشروحات

ذیل میں ہمارے دائرۂ علم میں آنے والے مسندِ امامِ اعظم کے اُردو تراجم اور شروحات کی "کتابیات" پیش کی جارہی ہیں:

۱- مسندِ ابی حنیفہ/ مترجم مولانا حبیب الرحمٰن ابن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری/ لکھنؤ، یوسفی پریس ۱۳۱۸ھ

۲- مسندِ امامِ اعظم (اُردو ترجمہ مع عربی) کراچی، کلام کمپنی، ۱۹۶۶ء

۳- مسندِ امامِ اعظم (اُردو ترجمہ) لاہور، مطبع نبوی، ۱۹۳۸ء

۴- مسندِ امامِ اعظم/ مترجم مولانا خورشید احمد/ لاہور، ادارہ نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۶ء

۵- مسندِ امامِ اعظم/ مترجم مولانا دوست شاکر سیالوی/ لاہور، حامد اینڈ کمپنی، ۱۹۸۰ء، دُوسرا ایڈیشن: ۱۹۹۱ء

۶- مسندِ امامِ اعظم/ مترجم مولانا سعد حسن، کراچی، مطبع سعیدی، قرآن محل (باہتمام مولوی محمد سعید)، ۱۳۷۷ھ-۱۹۵۶ء

۷- مسندِ امامِ اعظم (مترجم عکسی) /لکھنؤ، الفرقان بک ڈپو، ۱۹۹۲ء

۸- ترجمہ مسند الامام ابی حنیفہ/ جامع قاضی ابو المؤید محمد بن خوارزمی/ مترجم مولانا احمد علی سہارنپوری/ لکھنؤ، مطبع نول کشور

۹- ترجمہ مسندِ امامِ اعظم/ دہلی، مطبع مصطفائی، ۱۹۳۵ء

۱۰- ترجمہ مسندِ امامِ اعظم/ لاہور، مطبع مجیدی، ۱۳۳۰ھ

۱۱- الطریق الاسلم اُردو شرح مسند الامام الاعظم/ مولانا محمد ظفر اقبال/ لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۰۸ء[1]

---

(۱) تحقیقاتِ حدیث، ص ۱۳۰ تا ۱۳۹

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کی سند ''أصح الأسانید'' اور ''سلسلۃ الذہب'' ہے

محدثین کی اِصطلاح میں ''أصح الأسانید'' (صحیح ترین سند) اور ''سلسلۃ الذہب'' (سونے کی لڑی) اس سند کو کہا جاتا ہے جس کے راویوں کی عدالت، امامت وثقاہت تسلیم شدہ ہو، نیز وہ سند اس موضوع کی دیگر اَسانید کی نسبت سب سے زیادہ صحیح اور قوی شمار ہوتی ہو۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (متوفی ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ محدثین کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ اصح الاسانید کس سند کو قرار دیا جائے؟

۱- اِمام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) کے نزدیک: اعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعود۔

۲- اِمام عمرو بن علی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۹ھ) کے نزدیک: محمد بن سیرین عن عبیدۃ عن علی۔

۳- اِمام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) کے نزدیک: مالک عن نافع عن ابن عمر۔[۱]

۴- اِمام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۵ھ) کے نزدیک: الزھری عن علی بن الحسین عن أبیہ عن علی۔

۵- اِمام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۹ھ) کے نزدیک: الشافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر۔

۶- اِمام ابراہیم بن موسیٰ ابناسی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۲ھ) فرماتے ہیں: اِمام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرنے والوں میں سب سے عظیم المرتبت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں، لہٰذا اجل الأسانید: أحمد عن الشافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر۔[۲]

۷- اِمام علاء الدین مغلطائی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) اِمام تمیمی رحمہ اللہ پر ان کے اِمام

---

(۱) الاقتراح فی بیان الاصطلاح: الباب الأول فی ألفاظ متداولۃ، ص ۷

(۲) الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح: النوع الأول، ج ۱، ص ۷۰

شافعی رحمہ اللہ کو اجل الاسانید میں ذکر کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ہم راویوں کی جلالتِ شان پر فیصلہ کریں گے تو پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ جلیل القدر ہیں، لہٰذا اجل الاسانید: أبو حنیفة عن مالك عن نافع عن ابن عمر۔ (۱)

۸- علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) کے نزدیک أصح الأسانید: أبو حنیفة عن عطاء بن أبي رباح عن ابن عباس۔

بندے کے نزدیک بھی "سلسلة الذهب" امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ سند ہے۔

سند کا پہلا راوی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، جن کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) "تذکرة الحفاظ" میں فرماتے ہیں: الإمام الأعظم، فقیه العراق، نیز فرمایا: کان إماما ورعا عالما، عاملا، متعبدا کبیر الشأن۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سیر أعلام النبلاء" میں آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا: الإمام، فقیه الملة، عالم العراق، آگے فرمایا:

وَأَمَّا الفِقْهُ وَالتَّدْقِيقُ فِي الرَّأْيِ وَغَوَامِضِهِ، فَإِلَيْهِ المُنْتَهَى، وَالنَّاسُ عَلَيْهِ عِيَالٌ فِي ذٰلِكَ.

تو پہلا راوی تابعی کبیر، فقیہِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، جن کا مرتبہ امام مالک رحمہ اللہ سے کئی گنا بڑھ کر ہے، امام مالک رحمہ اللہ تابعی نہیں ہیں جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بالاتفاق تابعی ہیں، نیز ائمۂ اربعہ میں آپ امامِ اعظم ہیں، یہ لفظ آپ کے ساتھ اس طرح خاص ہوگیا ہے کہ جب یہ مطلق بولا جاتا ہے تو ذہن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کی طرف جاتا ہے، کسی اور کی طرف نہیں، آپ زمانۂ نبوت کے زیادہ قریب تھے، آپ کے متبعین کی تعداد اس وقت چوالیس کروڑ چھپن لاکھ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تو خود آپ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَجُلًا لَوْ كَلَّمَكَ فِي هٰذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِه.

سند کے دوسرے راوی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ امام صاحب کے شیوخ میں سے سب سے بڑے اور سب سے افضل ہیں:

---

(۱) تدریب الراوی: النوع الأول أصح الأسانید، ج ۱ ص ۸

عَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ وَهُوَ أَكْبَرُ شَيْخٍ لَهُ وَأَفْضَلُهُم

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو اصح الاسانید نقل کی اس کا دوسرا راوی امام نافع رحمہ اللہ ہے، امام نافع اور امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ دونوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حدیث کے شیخ ہیں، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اپنی زندگی میں جتنے بھی لوگوں سے ملا ہوں، میں نے عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا:

مَا رَأَيْتُ فِيمَنْ لَقِيتُ أَفْضَلَ مِنْ عَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ

امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سیر أعلام النبلاء" میں امام عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا:

الإِمَامُ، شَيْخُ الإِسْلَامِ، مُفْتِي الحَرَمِ

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سید التابعین (تابعین کے سردار) ہیں:

عطاء بن أبي رباح، سيد التابعين علما وعملا وإتقانا في زمانه بمكة وكان حجة إماما كبير الشأن، أخذ عنه أبو حنيفة.[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ امام عطاء رحمہ اللہ نے دوسو (۲۰۰) صحابہ کا زمانہ پایا:

عن عطاء أدركت مائتين من الصحابة.

جب اہلِ مکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اردگرد جمع ہوجاتے احادیث اور مسائل پوچھنے کے لئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ تمہارے درمیان عطاء موجود ہے (کوئی بات پوچھنی ہے تو ان سے پوچھ لیں):

عن ابن عباس أنه كان يقول تجتمعون إليّ يا أهل مكة وعندكم عطاء وكذا روي عن ابن عمر.[2]

نیز امام عطاء محدث بھی تھے، اور فقیہ بھی تھے، جب کہ امام نافع رحمہ اللہ ان کے مقابے میں صرف محدث تھے، علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) ميزان الاعتدال: ترجمة، عطاء بن أبي رباح، ج ۳ ص ۷۰، رقم ۵۶۳۰

(۲) تهذيب التهذيب: ترجمة، عطاء ابن أبي رباح ج ۷ ص ۱۹۹، ۲۰۰

كان من أجلاء الفقهاء وتابعي مكة وزهادها

نیز ذکر کرتے ہیں کہ بنو اُمیہ کے دور میں ایک شخص موسم حج میں یہ اعلان کرتا تھا کہ لوگوں کو کوئی شخص فتویٰ نہ دے سوائے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے:

أذكرهم في زمان بني أمية يأمرون في الحج صائحاً يصيح: لا يفتي الناس إلا عطاء بن أبي رباح (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کے ترجمے کا آغاز کرتے ہوئے دونوں اوصاف کے ساتھ آپ کا ذکرِ خیر کیا:

عطاء بن أبي رباح مفتي أهل مكة ومحدثهم القدوة العلم.

محمد بن عبد اللہ الدیباج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے بہتر کوئی مفتی نہیں دیکھا:

ما رأيت مفتيا خيرا من عطاء.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ میں آئے اور لوگوں نے ان سے مسائل پوچھنے شروع کئے تو فرمایا کہ عطاء تم میں موجود ہے اور پھر بھی تم مسئلے میرے لئے جمع کر رکھتے ہو؟

قدم ابن عمر مكة فسألوه فقال: تجمعون لي المسائل وفيكم عطاء؟

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم، زُہد اور خدا پرستی میں عطاء کے فضائل کثرت سے ہیں:

قلت: مناقب عطاء في العلم والزهد والتأله كثيرة.

مذکورہ اقوال کے لئے تفصیلاً "تذکرۃ الحفاظ" دیکھیں۔ (۲)

سند کے تیسرے راوی صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ان کا مقام و مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے تفسیر، فقاہت، اور حکمت کی دُعا خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گئے، جب آپ لوٹے تو باہر پانی کا ایک لوٹا رکھا ہوا تھا، اور اُوپر سے ڈھانپا ہوا تھا، تو آپ نے پوچھا: یہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

(۱) وفيات الأعيان: ترجمة: عطاء بن أبي رباح، ج ۳، ص ۲۶۱

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة عطاء بن أبي رباح، ج ۱ ص ۷۶، ۷۷

کہ میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے رکھا ہے! (آپ اس حسنِ ادب اور خدمت سے خوش ہوئے اور) آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے تفسیرِ قرآن کا علم سکھا:

عن ابن عباس قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المخرج ثم خرج فإذا تور مغطى فقال: من صنع هذا، قال عبدالله فقلت: أنا. فقال: اللّٰهم علمه تأويل القرآن.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے بہترین ترجمان عبداللہ بن عباس ہیں:

قال ابن مسعود: نعم ترجمان القرآن ابن عباس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! انہیں دین کی سمجھ عطا فرما:

فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ.[2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے مطہر اور پاکیزہ سینے کے ساتھ لگایا اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! تو اس کو حکمت کا علم عطا فرما:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ.[3]

یہ تین دعائیں ہیں جو امام الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے لئے کیں جن کی قبولیت میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو شریک کیا کرتے تھے، حالانکہ اس وقت ان کی عمر کم تھی، صحیح بخاری میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے علم کے معترف تھے، ایک مرتبہ ایک شخص

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: عبدالله بن عباس، ج۱ص ۳۳

(۲) صحیح البخاری: کتاب الوضوء باب وضع الماء عند الخلاء، ج۱ص ۳، رقم الحدیث: ۱۴۳

(۳) صحیح البخاری: کتاب المناقب، باب ذکر ابن عباس، ج۵ص ۲۷، رقم الحدیث: ۳۷۵۶

(۴) دیکھئے۔ صحیح البخاری: کتاب التفسیر باب قوله فسبح بحمد ربك، ج۶ص ۱۷۵، رقم الحدیث ۴۹۷۰

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اور ان سے قرآن کریم کی اس آیت کا مطلب پوچھا:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا.[۱]

توانہوں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن عباس سے پوچھو، اور وہ جو بتلائیں تو مجھے بھی اس سے آگاہ کرنا۔ یہ شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، توانہوں نے فرمایا کہ آسمان کے بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سے بارش نہیں برستی تھی، اور زمین کے بند ہونے سے مراد اس سے سبزہ نہیں اُگتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش برسائی اور زمین سے سبزہ اُگایا، اب یہ شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور انہیں بتلایا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ابن عباس کی تفسیر قرآن پر جرأت کرنے پر تعجب تھا، مگر اب مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ بے شک ان کو من جانب اللہ علم عطا کیا گیا ہے۔[۲]

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے کثرت علم کے سبب ''بحر'' (دریا) کے نام سے موسوم ہوتے تھے:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُسَمَّى الْبَحْرَ لِكَثْرَةِ عِلْمِهِ.[۳]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کو ان دو القابات سے یاد کیا:

الإمام البحر، عالم العصر.

حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے تحصیل علم کے لئے اپنا وقت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا ہوا تھا، میں ابن عمر کو اکثر یہ کہتے سنتا تھا کہ مجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں، لیکن اس کے برعکس عبداللہ بن عباس کسی کو جواب دیئے بغیر نہیں جانے دیتے تھے (کثرت علم اور علوم شریعت پر عمیق دسترس کے سبب):

عن سليمان بن يسار قال: كنت أقسم نفسي بين ابن عباس وابن عمر فكنت أكثر ما أسمع ابن عمر يقول: لا أدري، وابن عباس لا يرد أحدا.[۴]

---

(۱) الأنبياء: ۳۰

(۳،۲) الإتقان في علوم القرآن: النوع الثمانون في طبقات المفسرين، ج ۴ ص ۲۳۳

(۴) تذكرة الحفاظ: ترجمة: عبدالله بن عمر، ج ۱ ص ۳۲

معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جلالت شان، تفسیر، حدیث، فقاہت، علم وحکمت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تھی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ سند ''أبي حنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن ابن عباس'' یہ أصح الأسانيد اور سلسلة الذهب ہے، اور یہ مسلّم حقیقت ہے کہ جو سلسلۂ سند فقہائے محدثین (جو فقہ وحدیث دونوں کے جامع ہوں) پر مشتمل ہو، اس کو شیوخ محدثین (جو صرف محدّث ہوں) کے سلسلۂ سند پر فوقیت حاصل ہے، چنانچہ محدّثِ کبیر امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) سے پوچھا گیا کہ ان دو سندوں: ''أعمش عن أبي وائل عن عبدالله'' اور ''سفيان عن منصور عن علقمة عن عبدالله'' میں کونسی سند آپ کو زیادہ پسند ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

يَا سُبْحَانَ اللهِ، الْأَعْمَشُ شَيْخٌ وَأَبُو وَائِلٍ شَيْخٌ وَسُفْيَانُ فَقِيهٌ وَمَنْصُورٌ فَقِيهٌ وَإِبْرَاهِيمُ فَقِيهٌ وَعَلْقَمَةُ فَقِيهٌ، وَحَدِيثٌ يَتَدَاوَلُهُ الْفُقَهَاءُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَدَاوَلَهُ الشُّيُوخُ.[1]

ترجمہ:- سبحان اللہ! (ان دونوں میں کیا موازنہ ہوسکتا ہے؟ حالانکہ) اعمش شیخ (صرف محدّث) ہیں، ابووائل بھی شیخ ہیں، جبکہ ان کے بالمقابل سفیان ثوری (محدّث ہونے کے ساتھ) فقیہ ہیں، منصور بھی فقیہ ہیں، ابراہیم نخعی بھی فقیہ ہیں، علقمہ بھی فقیہ ہیں، اور جس حدیث کو فقہائے محدثین روایت کریں وہ اس حدیث سے بہتر ہے جس کو (صرف) شیوخ محدثین روایت کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام احادیث کا معنی زیادہ جانتے ہیں:

الْفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيثِ[2]

امام ابن ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نقل کرتے ہیں کہ فقہائے کرام کی احادیث مجھے زیادہ پسندیدہ ہیں شیوخ حدیث کی روایت سے:

---

(۱) معرفة علوم الحديث: النوع الاول، ج۱ ص۱۱

(۲) سنن الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في غسل الميت، ج۳ ص۳۰۶، رقم الحديث: ۹۹۰

كان حديث الفقهاء أحب إليهم من حديث المشيخة.[1]

''أطراف أحاديث أبي حنيفة''

''اطراف'' طرف کی جمع ہے اور طرف کے معنی: کونا اور کنارہ کے ہیں، مگر اصطلاحاً طرف سے مراد حدیث کا ابتدائی ٹکڑا ہے، جس کے ذریعے سے بقیہ حدیث معلوم کی جاسکتی ہے، ''کُتب أطراف الحديث'' سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں حدیث کے پہلے جز کو ذکر کیا جاتا ہے، اس سے پوری حدیث کی پہچان ہوتی ہے، آخر میں ان کُتب کا حوالہ ہوتا ہے جن میں یہ حدیث ہو۔ یہ تصنیفِ حدیث کا ایک طریقہ ہے جس میں کسی حدیث کا ابتدائی حصّہ بیان کرنے کے ساتھ اس کی تمام اَسانید مجموعی طور پر یا مخصوص کُتب کے حوالے سے بیان کی جاتی ہیں، یہ فن اس وقت وجود میں آیا جب چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کے شروع میں تمام اَحادیث کی تدوین مکمل ہوگئی، اور اس کے بعد ان کی تلاش کا مسئلہ پیش آیا، اَطراف کے حوالے سے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، مثلاً صحیحین کے اَطراف پر امام ابو مسعود ثقفی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۱ھ) کی ''أطراف الصحيحين''، صحاحِ ستہ کے اَطراف پر امام ابوالفضل محمد بن طاہر لمقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۷ھ) کی ''أطراف الكتب الستة'' ہے، امام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) کی مشہور کتاب ''تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف'' ہے، اس میں صحاحِ ستہ کے علاوہ ''مراسيل أبي داؤد''، ترمذی کی شمائل اور ان کی علل صغیر اور امام نسائی کی ''عمل اليوم والليلة'' شامل ہیں۔ اسی طرح امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ احادیث پر اَطراف لکھے گئے، اور آپ سے مروی روایت کے اَطراف کو جمع کیا گیا، امام محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ جنہوں نے صحاحِ ستہ کے اَطراف پر کتاب لکھی جیسا کہ اُوپر تذکرہ ہوا، اسی طرح انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث پر اَطراف لکھے، جن کو انہوں نے ایک کتاب میں جمع کردیا ہے، اس کتاب کا نام ''أطراف أحاديث أبي حنيفة'' ہے، چنانچہ اسماعیل پاشا بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) نے امام مقدسی رحمہ اللہ کی تصانیف میں دُوسرے نام پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

(1) الجرح والتعديل: باب في اختيار الأسانيد، ج ۱ ص ۳۱۵

(2) هدية العارفين أسماء المولفين وآثار المصنفين: ترجمة: ابن القيسراني محمد بن طاهر بن علي ... ج ۲ ص ۹۲

”الأربعین من حدیث الإمام أبی حنیفة“

”اربعین“ چالیس اَحادیث کے مجموعے کو کہا جاتا ہے، اس سے مراد حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں کسی ایک باب سے متعلق اَحادیث، یا مختلف ابواب سے، یا مختلف أسانید سے چالیس اَحادیث جمع کی جائیں۔ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ اس باب میں علماء نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، بعض نے توحید اور صفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق، بعض نے اَحکام سے متعلق، بعض نے عبادات سے متعلق، بعض نے مواعظ اور رقائق (دِل کو نرم کرنے دینے والی اَحادیث) سے متعلق، اور بعض نے علوِ سند کی رعایت رکھتے ہوئے چالیس اَحادیث کو جمع کیا، پھر حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر چالیس اَحادیث کے مجموعات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔[1]

شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر سب سے پہلی تصنیف عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی ہے، پھر امام نووی رحمہ اللہ نے کبار محدثین کے اسمائے گرامی ذکر کیے جنہوں نے مختلف موضوعات پر چالیس اَحادیث جمع کی ہیں۔ اس موضوع پر مشہور ومعروف، متداول ومقبول کتاب امام نووی کی ”الأربعون النوویة“ ہے، جس میں آپ نے چالیس مستند اَحادیث مبارکہ کو جمع کیا ہے۔[2]

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے امام نووی رحمہ اللہ کی ”اربعین“ پر لکھی گئی تمام شروحات کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔[3]

اسی طرح کئی محدثین نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے ذخیرۂ اَحادیث میں سے بھی چالیس اَحادیث کو منتخب کر کے علیحدہ کتابی صورت میں جمع کیا ہے، ان محدثین میں امام یوسف بن حسن بن عبد الہادی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۹ھ) جو ”ابن المبرد“ کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے ”الأربعین المختارة من حدیث الإمام أبی حنیفة“ کے نام سے آپ کی چالیس احادیث کو جمع کیا۔[4]

---

(۱) دیکھیے: کشف الظنون: کتب الأربعینات فی الحدیث وغیرہ، ج۱، ص ۱۰۳ تا ۱۱۰

(۲) الأربعون النوویة: مقدمة، ص ۳۷ تا ۴۵

(۳) دیکھیے: کشف الظنون: ج۱، ص ۱۰۸، ۱۰۹

(۴) صلة الخلف لموصول السلف: حرف الهمزة، ج۱، ص ۸۴

اسی طرح دمشق کے عظیم محدث علامہ شمس الدین محمد بن علی المعروف إمام ابن طولون رحمہ اللہ (متوفی ۹۵۳ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ اَحادیث میں سے چالیس اَحادیث کا ایک خوبصورت مجموعہ تیار کیا ہے، اس میں انہوں نے چالیس اَحادیث کو اپنے چالیس شیوخ سے روایت کیا ہے، یعنی ہر شیخ سے ایک ایک حدیث، اور یہ چالیس اَحادیث چالیس مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں:

الأربعون حديثاً عن أربعين شيخاً في أربعين باباً من حديث الإمام الأعظم أبي حنيفة۔ (۱)

اسی طرح شیخ محمد ادریس نجرامی رحمہ اللہ نے "الأربعين من مرويات نعمان سيّد المجتهدين" کے نام سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی چالیس مرویات کو جمع کیا، اسی طرح شیخ حسن محمد بن شاہ محمد رحمہ اللہ نے "الأربعين" کے نام سے آپ کی چالیس اَحادیث کو جمع کیا۔ (۲)

"عوالي الإمام أبي حنيفة"

عوالی سے مراد وہ اَحادیث ہیں جن کی اَسناد عالی ہوں، یعنی ان میں وسائط کی تعداد کم ہو، سند جتنی عالی ہوگی اتنا ہی اس کے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے کم ہوں گے، اور آپ سے قُرب حاصل ہوگا، اور پھر آپ کے قُرب سے اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوگا۔

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) علوِ سند کی فضیلت میں لکھتے ہیں:

لأن قرب الإسناد قرب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم والقرب إليه قرب إلى الله عزوجل۔ (۳)

ترجمہ: علوِ سند سے جو قُربِ اسناد حاصل ہوتا ہے اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قُرب نصیب ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرب سے اللہ عزّوجل کا قُرب ملتا ہے۔

چنانچہ امام شمس الدین یوسف بن خلیل حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۸ھ) نے إمام ابوحنیفہ رحمہ

---

(۱) فهرس الفهارس والأثبات، ترجمة: ابن طولون شمس الدين محمد بن علي، ج ۱ ص ۴۷۳

(۲) الثقافة الإسلامية في الهند: ص ۱۳۹ بحوالہ مسانيد الإمام أبي حنيفة، ص ۱۶۵

(۳) مقدمة ابن الصلاح، النوع التاسع والعشرون، ص ۲۵۷

اللہ سے مروی عالی السند روایات کو "عوالي الإمام أبي حنيفة" کے نام سے جمع کیا۔ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

اَلْإِمَامُ، الْمُحَدِّثُ، الصَّادِقُ، الرَّحَّالُ، النَّقَّالُ، شَيْخُ الْمُحَدِّثِيْنَ رَاوِيَةُ الْإِسْلَامِ أَبُو الْحَجَّاجِ شَمْسُ الدِّيْنِ الدِّمَشْقِيُّ

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آگے ان کی تصانیف میں "عوالي أبي حنيفة" کہہ کر ان کی اس تصنیف کا بھی تذکرہ کیا ہے۔(۱)

اندازہ کیجئے کہ اس قدر جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدث جن کے علم حدیث میں مقام کا اندازہ امام ذہبی جیسے ناقد محدث کے القابات سے ہوتا ہے، انہوں نے بھی امام صاحب کی عالی السند روایات کو جمع کیا ہے، اس سے آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم حدیث میں مقام کا اندازہ لگالیں۔

علامہ شمس الدین یوسف بن خلیل رحمہ اللہ کی یہ تصنیف شیخ خالد عواد کی تحقیق کے ساتھ "دار الغرفور دمشق" سے ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱ء میں چھپ گئی ہے، اور اس کے ساتھ ابن عبد الہادی حنبلی رحمہ اللہ کی "الأربعين المختارة من حديث الإمام أبي حنيفة" بھی چھپ گئی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے حنفی شیوخ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ کے حنفی شیوخ کا ذکر کیا ہے، میں نہایت اختصار کے ساتھ صرف ان کے نام ذکر کرتا ہوں، اہل علم حضرات تفصیلاً دیکھنے کے لیے اصل کتاب کی طرف مراجعت فرمائیں۔

عبد اللہ بن مبارک، امام یحییٰ بن قطان، امام معلّٰی بن منصور، امام ابو عاصم النبیل، امام محمد بن عبد اللہ بن المثنی الانصاری، امام مکی بن ابراہیم، امام حسن بن ابراہیم، امام عمر بن حفص بن غیاث، فضیل بن عیاض، امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین، امام وکیع بن جراح، امام یحییٰ بن اکثم، امام یحییٰ بن صالح، امام یوسف بن بہلول، امام عبد اللہ بن داود الخریبی، ابراہیم بن طہمان، امام جریر بن عبد الحمید بن قرط، امام حسن بن صالح، امام حفص بن غیاث، امام داود بن رشید، زائدہ بن قدامہ،

---

(۱) سير أعلام النبلاء، ترجمة: يوسف بن خليل أبو الحجاج الدمشقي، ج ۲۳ ص ۱۵۱، ۱۵۳

امام زکریا بن ابی زائدہ، امام زہیر بن معاویہ، محمد بن فضیل، امام مغیرہ بن مقسم، امام یزید بن ہارون رحمہم اللہ۔ (۱)

حضرت مولانا مفتی مفیض الرحمن صاحب مدظلہم نے اپنی کتاب ”الوحدۃ الحاضرۃ فی أحادیث تلامیذ الإمام الأعظم وأحادیث العماء الأحناف فی الجامع الصحیح للإمام البخاری“ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ اور ائمہ احناف سے جو روایات مروی ہیں انہیں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ ہر ایک امام کے مختصر حالات اور صحیح بخاری میں ان سے مروی تمام روایات کی نشاندہی کی ہے، کتاب کا تحقیقی وتدقیقی معیار نہایت بلند ہے، اہلِ علم حضرات اس کتاب کا ایک دفعہ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

صحیح بخاری میں کوفی رُواۃ

ہم نے بخاری شریف کے رُواۃ کا جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ بخاری شریف کے راویوں میں سب سے زیادہ تعداد جس شہر کے راویوں کی ہے وہ کوفہ ہی ہے، راقم الحروف نے کوفہ کے راویوں کو شمار کرنا شروع کیا تو بخاری شریف میں کوفہ کے رُواۃ کی تعداد تین سو سے زائد ملی، اگر کتاب کی ضخامت کے زائد ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان کے نام ہدیہ ناظرین کرتے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری میں جس قدر صحابہ کرام سے روایات منقول ہو کر آئی ہیں ان صحابہ میں سے صرف وہ صحابہ جو خاص کوفہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے ان کے نام درج کر دیئے جائیں، یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے بترتیب حروفِ تہجی ان تمام صحابہ کرام کے نام ”ھدی الساری فی مقدمۃ فتح الباری“ میں درج کر دیئے ہیں جن سے بخاری شریف میں روایات لی گئی ہیں:

۱-حضرت اشعث بن قیس الکندی۔ ۲-حضرت عدی بن حاتم۔ ۳-حضرت أہبان بن اوس اسلمی۔ ۴-حضرت عقبہ بن عمرو۔ ۵-حضرت بریدہ بن الحصیب۔ ۶-حضرت علی بن ابی طالب۔ ۷-حضرت جابر بن سمرہ۔ ۸-حضرت عمران بن الحصین۔ ۹-حضرت جریر بن عبداللہ۔ ۱۰-حضرت عمرو بن حریث۔ ۱۱-حضرت جندب بن عبداللہ۔ ۱۲-حضرت مرداس بن مالک۔ ۱۳-حضرت حارثہ بن وہب۔ ۱۴-حضرت مسیب بن حزن۔ ۱۵-حضرت حذیفہ بن الیمان۔

(۱) لامع الدراری شرح صحیح البخاری: مقدمۃ، ج ۱ ص ۱۸۰

۱۶-حضرت معن بن یزید۔ ۱۷-حضرت خباب بن الارت۔ ۱۸- حضرت مغیرہ بن شعبہ۔
۱۹-حضرت زید بن الارقم۔ ۲۰-حضرت نعمان بن بشیر۔ ۲۱-حضرت سلیمان بن مرو۔
۲۲-حضرت نعمان بن مقرن۔ ۲۳-حضرت سمرہ بن جنادہ۔ ۲۴-حضرت نُفیع بن الحارث۔
۲۵-حضرت سنین ابو جمیلہ۔ ۲۶-حضرت وہب بن عبداللہ۔ ۲۷-حضرت عبداللہ بن ابی اوفی۔
۲۸-حضرت عبداللہ بن یزید۔ ۲۹-حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہ اُن کوفی صحابہ کرام کے اسمائے گرامی ہیں جن کے حوالے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ارشاداتِ نبوی نقل کیے ہیں۔(۱)

صحیح بخاری میں موجود ثلاثیات کے راوی امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں

امام بخاری کا سب سے بڑا سرمایۂ فخر "صحیح البخاری" میں موجود بائیس ثلاثی روایات ہیں، لیکن یاد رہے کہ ان میں سے اکیس روایت کے راوی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ ثلاثیاتِ بخاری کے وہ چار رُوات جن سے اکیس روایات مروی ہیں، جو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ اور امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، درج ذیل اصحاب ہیں:

۱-امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دس محدثین تلامذہ کے تعارف میں امام مزی، امام ذہبی، حافظ ابنِ حجر، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ کے حوالے سے یہ بات باحوالہ تفصیلاً گزر گئی ہے کہ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید ہیں۔

۲-امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل، رحمہ اللہ

ان کا نام ضحاک بن مخلد، کنیت ابو عاصم اور لقب نبیل تھا (متوفی ۲۱۲ھ)، نبیل کے معنی معزز کے ہیں، ان سے چھ ثلاثی روایات مروی ہیں، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ اور امام ابوحنیفہ رحمہ

(۱) "غیر مقلدین امام بخاریؒ کی عدالت میں"، ص ۳۶

اللہ کے تلمیذ رشید ہیں۔

علامہ صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے امام ضحاک بن مخلد ابو عاصم نبیل رحمہ اللہ بھی ہیں:

وَمن أصْحَاب الإمَام الضَّحَّاك بن مخلد أبو عَاصِم [1]

حافظ أمیر ابن ماکولا رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۵ھ) امام ابو عاصم رحمہ اللہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

سمع جعفر بن محمد وأبا حنيفة وابن جريج وغيرهم وكان ثقة [2]

ترجمہ:- انہوں نے امام جعفر بن محمد، امام ابوحنیفہ، امام ابن جریج اور دیگر محدثین سے حدیث کی سماعت کی تھی، اور یہ ثقہ محدث تھے۔

امام ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے امام ابو عاصم نبیل رحمہ اللہ کے ترجمے میں آپ کے اساتذۂ حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بھی ذکر کیا ہے۔ [3]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے (متوفی ۷۴۸ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں آپ کے تلامذہ میں امام ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ کا بھی نمایاں تذکرہ کیا ہے۔ [4]

ان ٹھوس حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ امام ابو عاصم نبیل رحمہ اللہ کے حالات میں فرماتے ہیں کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے أجل اور سب سے بڑے شیوخ میں سے تھے:

وَهُوَ أَجَلُّ شُيُوْخِهِ وَأَكْبَرُهُم. [5]

---

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية، ترجمة: ضحاك بن مخلد، ج ۱ ص ۲۶۳

(۲) الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف: حرف النون، باب نبتل ونبيل ونُبيل، ج ۷ ص ۲۵۴

(۳) دیکھئے: تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ترجمة: الضحاك بن مخلد، ج ۱۳ ص ۲۸۳

(۴) دیکھئے: سير أعلام النبلاء، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۳

(۵) سير أعلام النبلاء، ترجمة: أبو عاصم ضحاك بن مخلد، ج ۹ ص ۴۸۱

۳- امام محمد بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ

امام محمد بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) سے تین ثلاثی روایات مروی ہیں، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اجل شیوخ میں سے تھے، اور امام صاحب کے شاگرد رشید تھے۔

امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات میں آپ کے تلامذہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام موصوف کے اسم گرامی کو بھی ذکر کیا ہے۔[1]

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام صاحب کے ترجمے میں آپ کے تلامذہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام محمد بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ کے اسم گرامی کو بھی ذکر کیا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں دوسرے نمبر پر آپ کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

معلوم ہوا کہ جو امام بخاری رحمہ اللہ کے اجل اساتذہ میں سے ہیں وہ امام صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔

۴- امام خلاد بن یحییٰ رحمہ اللہ

امام خلاد بن یحییٰ رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) سے ایک ثلاثی روایت مروی ہے، آپ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام خلاد بن یحییٰ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے پہلے نمبر پر امام بخاری رحمہ اللہ کا نام ذکر کیا ہے۔[4]

معلوم ہوا کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اجل شیوخ میں سے ہیں، امام خلاد رحمہ اللہ کو

---

(۱) دیکھئے: تهذیب الکمال فی أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۲۱

(۲) دیکھئے: سیر أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۴

(۳) دیکھئے: تهذیب التهذیب: ترجمة: محمد بن اسماعیل، ج ۹ ص ۴۷

(۴) دیکھئے: میزان الاعتدال: ترجمة: خلاد بن یحیی، ج ۱ ص ۶۵۷ / سیر أعلام النبلاء، ترجمة: خلاد بن یحیی، ج ۱۰ ص ۱۶۴

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے، چنانچہ امام ابنِ بزار الکردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) نے امام صاحب کے تلامذہ میں ان کے نام کو ذکر کیا ہے۔[1]

علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی امام صاحب کے تلامذہ میں ان کے اسمِ گرامی کو ذکر کیا ہے۔[2]

یہ چاروں محدثین حضرات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کی اکیس (۲۱) ثلاثیات کو روایت کیا ہے، باقی صرف ایک روایت رہ جاتی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے شیخ عصام بن خالد رحمہ اللہ سے لی ہے، معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو دیگر ائمہ صحاح ستہ پر ثلاثیات کے سلسلے میں جو برتری حاصل ہے، وہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ کے مرہونِ منت ہے۔

صحیح بخاری میں موجود بائیس ۲۲ ثلاثی روایات

امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی گیارہ ثلاثی روایات

۱-حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔[3]

ترجمہ:- جو میرے متعلق ایسی بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ جہنم کے اندر اپنا ٹھکانہ تیار رکھے۔

۲-حضرت یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوزُهَا۔[4]

(۱) دیکھئے: مناقب أبي حنيفة للكردري، ج۲ص۲۱۹

(۲) دیکھئے: عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب الخامس، ص۱۱۰

(۳) صحيح البخاري: كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم، ج۱ ص۳۳، رقم الحديث:۱۰۹

(۴) صحيح البخاري: كتاب الصلاة، باب قدر كم ينبغي أن تكون بين المصلى والسترة، ج۱ ص۱۰۶، رقم الحديث:۴۹۷

ترجمہ:- مسجد کی دیوار منبر کے اتنا قریب تھی کہ جس میں بکری نہ گزر سکتی تھی۔

۳-حضرت یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے:

كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ فَيُصَلِّي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ، أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ. قَالَ: فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا۔ (۱)

ترجمہ:- میں حضرت سلمہ بن اکوع کے ساتھ آ کر ستون کے پاس نماز پڑھتا جو مصحف کے پاس ہے، میں نے عرض کیا: اے ابو مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے پاس خاص طور پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

۴-حضرت یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ نے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ (۲)

ترجمہ:- ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج پردے میں ہو جاتا۔

۵-حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ: أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ۔ (۳)

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب الصلاۃ، باب الصلوۃ إلی الاسطوانۃ، ج ۱ ص ۱۰۶، رقم الحدیث: ۵۰۲

(۲) صحیح البخاری: کتاب مواقیت الصلوۃ، باب وقت المغرب، ج ۱ ص ۱۱۷، رقم الحدیث: ۵۶۱

(۳) صحیح البخاری: کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ج ۳ ص ۴۴، رقم الحدیث: ۲۰۰۷

ترجمہ:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس نے جو کچھ کھالیا ہے تو وہ باقی دن کا روزہ رکھے (یعنی بقیہ دن روزہ دار کی طرح گزارے) اور جس نے کچھ نہیں کھایا وہ (آج) روزہ رکھے کیونکہ آج عاشورہ کا دن ہے۔

٦- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا. فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، قَالُوا: لَا. قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا، قَالُوا: لَا. فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، قِيلَ: نَعَمْ قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا، قَالُوا: ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ. فَصَلَّى عَلَيْهَا. ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ. فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا، قَالُوا: لَا. قَالَ: فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، قَالُوا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ. قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللهِ! وَعَلَيَّ دَيْنُهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.(١)

ترجمہ:- ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور عرض کی گئی کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس نے کچھ (ترکہ) چھوڑا ہے؟ عرض کیا: نہیں! سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔

پھر دوسرا جنازہ آیا اور صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس پر نمازِ جنازہ پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: تین دینار (چھوڑے ہیں)، سو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

---

(١) صحيح البخاري: كتاب الحوالات، باب إن أحال دين الميت على رجل جاز، ج ٣، ص ٩٣، رقم الحديث: ٢٢٨٩

پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس پر نمازِ جنازہ پڑھائیں، فرمایا: کیا اس نے کچھ (ترکہ) چھوڑا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: تین دینار (قرض ہیں)۔ فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نمازِ جنازہ پڑھ لو! (میں نہیں پڑھتا) حضرت ابوقتادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس پر نمازِ جنازہ پڑھائیں اور اس کا قرض میں ادا کروں گا، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

۷-حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں:

بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ: يَا ابْنَ الأَكْوَعِ أَلا تُبَايِعُ، قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: وَأَيْضًا! فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ. فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! عَلَى أَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ. (۱)

ترجمہ:- میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرلی، پھر میں ایک درخت کے سائے میں چلا گیا، جب رش کم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابنِ اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تو بیعت کرچکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا دوبارہ سہی! سو میں نے دوسری دفعہ بھی بیعت کرلی۔ تو (راوی کہتے ہیں) میں نے ان سے پوچھا: اے ابومسلم! آپ حضرات نے اس روز کس بات پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے فرمایا موت پر۔

۸-حضرت یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ، فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ، مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ، فَقَالَ: هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ، فَقَالَ النَّاسُ: أُصِيبَ سَلَمَةُ،

(۱) صحیح البخاری: کتاب الجہاد والسیر باب البیعۃ فی الحرب أن لا یفروا، ج ۳ ص ۵۰، رقم الحدیث: ۲۹۶۰

فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ، فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ.(۱)

ترجمہ:- میں نے حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا: اے ابو مسلم! یہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ زخم مجھے غزوہ خیبر میں آیا تھا، لوگ تو یہ کہنے لگے تھے کہ سلمہ کا آخری وقت آپہنچا ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (زخم) پر تین مرتبہ دم کیا تو مجھے اب تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

۹-حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: أَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيْهَاتِكَ، فَحَدَا بِهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ السَّائِقُ؟ قَالُوا: عَامِرٌ، فَقَالَ: رَحِمَهُ اللهُ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَّا أَمْتَعْتَنَا بِهِ، فَأُصِيبَ صَبِيحَةَ لَيْلَتِهِ فَقَالَ الْقَوْمُ: حَبِطَ عَمَلُهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي! زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ، فَقَالَ: كَذَبَ مَنْ قَالَهَا، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ اثْنَيْنِ، إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ وَأَيُّ قَتْلٍ يَزِيدُهُ عَلَيْهِ.(۲)

ترجمہ:- ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ خیبر کی طرف نکلے تو لوگوں میں سے ایک نے کہا: اے عامر! کیا آپ ہمیں اپنے اشعار نہیں سنائیں گے؟ چنانچہ انہوں نے اشعار سنائے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہانکنے والا کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: عامر بن اکوع ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے! صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمیں

(۱) صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ج ۵ ص ۱۳۳، رقم الحدیث: ۴۲۰۶

(۲) صحیح بخاری: کتاب الدیات، باب إذا قتل نفسه خطأ فلا دية له، ج ۹ ص ۷، رقم الحدیث: ۶۸۹۱

ان سے اور فائدہ اٹھالینے دیتے، سو اسی رات کی صبح کو وہ موت کی آغوش میں چلے گئے، تو لوگوں نے کہا: اس کے عمل ضائع ہو گئے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خود قتل کیا ہے، جب میں واپس لوٹا تو لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ عامر کے عمل ضائع ہو گئے ہیں، سو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عامر کے اعمال ضائع ہو گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے یہ کہا، غلط کہا ہے، اس کے لئے تو دوگنا اجر ہے، وہ مشقت اٹھانے والا مجاہد ہے اس کے قتل سے بہتر کس کی موت ہے۔

۱۰-حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ، لَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، قُلْتُ: وَيْحَكَ مَا بِكَ، قَالَ: أُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: مَنْ أَخَذَهَا، قَالَ: غَطَفَانُ، وَفَزَارَةُ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ أَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا: يَا صَبَاحَاهُ! يَا صَبَاحَاهُ! ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتَّى أَلْقَاهُمْ، وَقَدْ أَخَذُوهَا، فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ، وَأَقُولُ: أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَشْرَبُوا، فَأَقْبَلْتُ بِهَا أَسُوقُهَا، فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ، وَإِنِّي أَعْجَلْتُهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا سِقْيَهُمْ، فَابْعَثْ فِي إِثْرِهِمْ، فَقَالَ: يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ! مَلَكْتَ، فَأَسْجِحْ إِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِي قَوْمِهِمْ۔ (۱)

ترجمہ:- میں مدینہ منورہ سے جنگل کی طرف چلا، پہاڑی پر پہنچا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف کا ایک غلام ملا، میں نے کہا: تو ہلاک ہو، تو یہاں کیسے آیا؟ اس نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنی پکڑی گئی

(۱) صحیح البخاري: كتاب الجهاد والسير، باب من رأى العدو فنادى بأعلى صوته، ج ۴ ص ۶۶، رقم الحدیث: ۳۰۴۱

ہے، میں نے پوچھا: کس نے پکڑی ہے؟ اس نے جواب دیا: قبیلہ غطفان اور فزارہ کے آدمی لے گئے ہیں۔ پھر میں نے تین مرتبہ "یا صباحاہ" کے الفاظ کے ساتھ اس زور سے چلایا کہ مدینہ منورہ کے ہر گوشے میں رہنے والے سُن لیں، پھر میں نے دوڑ لگائی یہاں تک کہ ان لوگوں تک جا پہنچے۔

سو میں ان کی جانب تیر پھینکنے لگا اور ساتھ یہ کہنے لگا: "میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے!" تو میں نے ان کے پانی پینے سے پہلے ہی ان سے اُونٹنی چھین لی، میں اسے لے کر واپس لوٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوگئی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ لوگ پیاسے تھے اور میں ان کے پانی پینے سے پہلے ہی جلدی سے ان سے اُونٹنی چھین لایا، ان کے پیچھے کسی کو روانہ کردیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابنِ اکوع! تم مالک ہوگئے ہو، اب نرمی کرو، ان کی مہمانی اپنی قوم میں ہو رہی ہوگی۔

۱۱- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

لَمَّا أَمْسَوْا يَوْمَ فَتَحُوا خَيْبَرَ، أَوْقَدُوا النِّيرَانَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلاَمَ أَوْقَدْتُمْ هٰذِهِ النِّيرَانَ، قَالُوا: لُحُومُ الحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ قَالَ: أَهْرِيقُوا مَا فِيهَا، وَاكْسِرُوا قُدُورَهَا. فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ القَوْمِ، فَقَالَ: نُهَرِيقُ مَا فِيهَا وَنَغْسِلُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ ذَاكَ [1]

ترجمہ:- جس روز خیبر فتح ہوا اس شام لوگوں نے آگ جلائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ آگ کیا چیز پکانے کے لئے جلائی ہے؟ مجاہدین نے عرض کیا: یہ تو گدھوں کا گوشت پکانے کے لئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہانڈیوں میں ہے اسے اُلٹ دو، اور ہانڈیوں کو توڑ دو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: ہم گوشت کو اُلٹ دیں اور ہانڈیوں کو دھو ڈالیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلو یونہی کرلو!

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب الذبائح والصید، باب آنیۃ المجوس والمیتۃ، ج۷ ص۹۰، رقم الحدیث: ۵۴۹۷

امام ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ سے مروی چھ ثلاثی روایات

۱۲- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: إِنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ أَوْ فَلْيَصُمْ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ. (۱)

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو عاشوراء کے روز لوگوں میں منادی کرنے کے لیے بھیجا کہ جس نے کھانا کھالیا وہ روزہ پورا کرے، یا اسے چاہئے کہ روزہ رکھے، اور جس نے نہیں کھایا وہ نہ کھائے۔

۱۳- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: لَا. فَصَلَّى عَلَيْهِ. ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ. قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللهِ! فَصَلَّى عَلَيْهِ. (۲)

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نمازِ (جنازہ) پڑھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر دُوسرا جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھی پر نماز پڑھو، حضرت ابوقتادہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا قرض میں ادا کروں گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

۱۴- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نِيرَانًا تُوقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ، قَالَ: عَلَى مَا

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب إذا نوى بالنهار صوما، ج ۳ ص ۲۹، رقم الحدیث: ۱۹۲۴

(۲) صحیح البخاری: کتاب الحوالات، باب من تکفل عن میت دینا، ج ۳ ص ۹۶، رقم الحدیث: ۲۲۹۵

تُوقَدُ هٰذِهِ النِّيرَانُ، قَالُوا عَلَى الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ. قَالَ: اكْسِرُوهَا، وَأَهْرِقُوهَا. قَالُوا: أَلَا نُهَرِيقُهَا، وَنَغْسِلُهَا. قَالَ: اغْسِلُوا.(۱)

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز آگ جلتی ہوئی دیکھ کر فرمایا: یہ کیوں جلائی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: پالتو گدھوں کا گوشت (پکانے کے لئے)۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہانڈیاں توڑ دو اور اسے بہا دو، صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم ایسا نہ کریں کہ اسے اُلٹ دیں اور ہانڈیاں دھولیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں دھولو!

۱۵- حضرت یزید بن ابو عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا.(۲)

ترجمہ:- میں نے سات غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے کا شرف حاصل کیا ہے اور اس غزوہ میں بھی شریک تھا جس میں حضرت زید بن حارثہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا امیر بنایا تھا۔

۱۶- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَنْ ضَحّٰى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ الْمَاضِي؟ قَالَ: كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا، فَإِنَّ ذٰلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا.(۳)

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب المظالم والغصب، باب هل تکسر الدنان التی فیها الخمر، ج ۳ ص ۱۳۶، رقم الحدیث: ۲۴۷۷

(۲) صحیح البخاری: کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم أسامة بن زید، ج ۵ ص ۱۴۴، رقم الحدیث: ۴۲۷۲

(۳) صحیح البخاری: کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی، ج ۷ ص ۱۰۳، رقم الحدیث: ۵۵۶۹

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے قُربانی کرے تو تیسرے روز کی صبح اس کے گھر میں قُربانی کا گوشت نہیں ہونا چاہئے، جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اب بھی ہم اسی طرح کریں جیسے پچھلے سال کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، کھلاؤ اور جمع بھی کرلو، کیونکہ وہ سال تنگی کا تھا تو میں نے چاہا کہ تم اس (تنگی) میں ایک دُوسرے کی مدد کرو۔

۱۷- حضرت یزید بن ابوعبید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ لِي: يَا سَلَمَةُ أَلَا تُبَايِعُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ بَايَعْتُ فِي الْأَوَّلِ، قَالَ: وَفِي الثَّانِي۔ (۱)

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے درخت کے نیچے بیعت کی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تو پہلے ہی بیعت کرچکا ہوں! فرمایا: دوبارہ کرلو!

امام محمد بن عبداللہ انصاری رحمہ اللہ سے مروی تین ثلاثی روایات

۱۸- حضرت حمید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں روایت بیان فرمائی:

أَنَّ الرُّبَيِّعَ وَهِيَ ابْنَةُ النَّضْرِ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الْأَرْشَ وَطَلَبُوا الْعَفْوَ، فَأَبَوْا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُولَ اللهِ! لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ: يَا أَنَسُ! كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ، فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ

(۱) صحیح البخاری: کتاب الأحکام، باب من بایع مرتین، ج۹ ص۷۸، رقم الحدیث ۷۲۰۸

مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ زَادَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ: فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْشَ. (۱)

ترجمہ:- حضرت رُبَیِّع بنت نضر نے ایک لڑکی کے سامنے والے دو دانت توڑ دیے، تو انہوں نے دیت کا مطالبہ کیا، یہ معافی کے خواستگار ہوئے، تو انہوں نے انکار کر دیا، سو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس بن نضر نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ربیع کے سامنے کے دانت توڑے جائیں گے؟ نہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب قصاص کا کہتی ہے (اس پر حضرت انس خاموش ہو گئے)۔ سو بعد میں وہ لوگ جنہوں نے قصاص کا تقاضا کیا تھا، راضی ہو گئے اور انہیں معاف کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے وہ بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دیتا ہے۔ فزاری کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ: وہ لوگ دیت لینے پر رضامند ہو گئے۔

۱۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ. (۲)

ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب قصاص کا حکم دیتی ہے۔

۲۰- حضرت حمید رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیۃ، ج ۳ ص ۱۸۶، رقم الحدیث: ۲۷۰۳

(۲) صحیح البخاری: کتاب التفسیر، باب یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص، ج ۶ ص ۲۳، رقم الحدیث: ۴۴۹۹

أَنَّ ابْنَةَ النَّضْرِ لَطَمَتْ جَارِيَةً فَكَسَرَتْ ثَنِيَّتَهَا. فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ.[1]

ترجمہ: نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو طمانچہ مارا جس کے باعث اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم فرمایا۔

امام خلاد بن یحییٰ رحمہ اللہ سے مروی ایک ثلاثی روایت

۲۱-حضرت عیسیٰ بن طہمان رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا:

نَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ فِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، وَأَطْعَمَ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ خُبْزًا وَلَحْمًا. وَكَانَتْ تَفْخَرُ عَلَى نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنَّ اللهَ أَنْكَحَنِي فِي السَّمَاءِ.[2]

ترجمہ:- پردے کی آیت حضرت زینب بنت جحش کے حق میں نازل ہوئی، اور ان کے ولیمے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی اور گوشت کھلایا تھا، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے۔

امام عصام بن خالد رحمہ اللہ سے مروی ایک ثلاثی روایت

۲۲-حضرت حریز بن عثمان رحمہ اللہ سے روایت ہے:

أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: أَرَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَيْخًا، قَالَ: كَانَ فِي عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ.[3]

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب الدیات، باب السن بالسن، ج۹ ص۸، رقم الحدیث: ۶۸۹۴

(۲) صحیح البخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، ج۹ ص۱۲۵، رقم الحدیث: ۷۴۲۱

(۳) صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ ص۱۸۷، رقم الحدیث: ۳۵۴۶

ترجمہ:۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر سے پوچھا: کیا آپ کی نظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے ہو گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوڑی مبارک کے صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔

بارہ طُرُق جس میں اِمامِ اعظم اِمام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں

اس میں ایسے دلائل و براہین پیش کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے بیشتر شیوخ الحدیث اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں، اس ناقابلِ تردید حقیقت کی وجہ سے ہی امامِ اعظم رحمہ اللہ ائمہ فقہ کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی امام قرار پاتے ہیں۔ زیرِ نظر باب میں اُن چیدہ طُرق کا تذکرہ کیا جائے گا جن کی رُو سے اِمام بخاری رحمہ اللہ، امامِ اعظم رحمہ اللہ کے پوتے یا پڑپوتے شاگرد کہلاتے ہیں۔

۱- الإمام البخاری عن والده إسماعيل بن إبراهيم عن عبدالله بن المبارك عن الإمام الأعظم

اِمام بخاری رحمہ اللہ شاگرد ہیں اپنے والد اسماعیل بن ابراہیم رحمہ اللہ کے، یہ شاگرد ہیں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے، یہ شاگرد ہیں اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے۔

اِمام بخاری رحمہ اللہ کے والد کا اسم گرامی اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری ہے۔ اہم امر یہ ہے کہ اِمام بخاری رحمہ اللہ کے والد گرامی کے دو شیوخ حضرت عبداللہ بن مبارک اور اِمام حماد بن زید ہیں۔ اور یہ دونوں امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، ان دونوں طُرق سے اِمام بخاری رحمہ اللہ اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کے پڑپوتے شاگرد ہوئے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اِمام بخاری رحمہ اللہ کے والد گرامی کے ترجمے میں لکھا ہے:

روى عن حماد بن زيد وابن المبارك.[1]

ترجمہ:- اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک (دونوں) سے روایت کیا ہے۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) امام بخاری رحمہ اللہ کے والد گرامی کے متعلق لکھتے ہیں:

إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة سمع من مالك وحماد بن زيد وصحب ابن المبارك.[2]

ترجمہ:- اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ نے امام مالک اور حماد بن زید سے سماع کیا ہے، جب کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی مصاحبت میں رہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم، امام حماد بن زید اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ کے شاگرد ہیں، اور امام اعظم رحمہ اللہ ان دونوں کے شیخ ہیں۔ اس امر پر محدثین اور ائمہ اسماء الرجال کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) اپنی کتاب ''التاریخ الکبیر'' میں امام اعظم رحمہ اللہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

نعمان بن ثابت أبو حنيفة الكوفي: روى عنه: ابن المبارك.[3]

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أبو حنيفة: روى عنه الثوري وابن المبارك وحماد بن زيد.[4]

ترجمہ:- ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید نے روایت کیا ہے۔

ان کے علاوہ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے ''الجرح والتعدیل''

---

(۱) تهذيب التهذيب: ترجمة: اسماعيل بن ابراهيم المغيرة، ج۱ ص ۲۷۴

(۲) إرشاد الساري شرح صحيح البخاري: ترجمة: إسماعيل بن إبراهيم، ج۱ ص ۳۱

(۳) التاريخ الكبير: ترجمة: نعمان بن ثابت أبو حنيفة الكوفي، ج ۸ ص ۸۱

(۴) جامع بيان العلم وفضله: باب ما جاء في ذم القول في دين الله، ج۱ ص ۱۰۸۲

(۳۴۹/۸)، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے "تاریخ بغداد" (۱۳/ ۳۲۴)، علامہ صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) نے "أخبار أبي حنيفة وأصحابه" (ص۱۳۵)، امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے "تهذيب الكمال" (۲۹/ ۴۲۰)، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے "سير أعلام النبلاء" (۶/ ۳۹۳) اور امام سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے "تبييض الصحيفة" (ص۷۸) میں تصریح کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

۲- الإمام البخاري عن مكي بن إبراهيم عن الإمام الأعظم

امام بخاری شاگرد ہیں امام مکی بن ابراہیم کے، اور یہ شاگرد ہیں امام اعظم رحمہم اللہ کے۔ اس طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ) کے واسطے سے امام اعظم رحمہ اللہ کے صرف ایک واسطے سے شاگرد ہیں۔ امام مکی بن ابراہیم وہ خوش قسمت فرد ہیں جو امام بخاری کی بائیس (۲۲) ثلاثیات میں سے گیارہ (۱۱) کے راوی ہیں۔

امام مزی رحمہ اللہ نے "تهذيب الكمال" (۲۹/ ۴۲۱)، امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سير أعلام النبلاء" (۶/ ۳۹۳) اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے "تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة" (ص ۹۲) میں بیان کیا ہے کہ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اور آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

حدث عن جعفر الصادق وأبي حنيفة، وعنه البخاري وأحمد۔ (۱)

ترجمہ:- مکی بن ابراہیم نے امام جعفر الصادق اور ابوحنیفہ سے حدیث روایت کی ہے اور امام بخاری اور امام احمد نے ان سے روایت کی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

سمع ببلخ من مكي بن إبراهيم۔ (۲)

ترجمہ:- امام بخاری نے بلخ میں مکی بن ابراہیم سے سماع کیا۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: مكي بن ابراهيم، ج ص ۲۶۸

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ۲ ص ۱۰۴

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ شاگرد ہیں امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کے، اور آپ شاگرد ہیں امام اعظم رحمہ اللہ کے۔

۳-الإمام البخاري عن الضحاك بن مخلد عن الإمام الأعظم

امام بخاری رحمہ اللہ امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) کے واسطے سے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔ امام ابوعاصم رحمہ اللہ بھی ثلاثیات بخاری کے رُوات میں سے ہیں اور آپ سے چھ (۶) روایات مروی ہیں۔

امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل بصری رحمہ اللہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ اسے امام مزی رحمہ اللہ نے "تهذيب الكمال" (۳۲۰/۲۹) میں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سير أعلام النبلاء" (۳۹۳/۶) اور "تذكرة الحفاظ" (۱۶۸/۱) میں، امام عسقلانی رحمہ اللہ نے "تهذيب التهذيب" (۴۰۱/۱۰) میں، اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے "تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة" (ص۷۷) میں بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ابوعاصم ضحاک رحمہ اللہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ تو ایک واسطے سے امام بخاری، امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

امام مزی، امام ذہبی اور امام عسقلانی نے امام بخاری کے ترجمے میں لکھا ہے:

روى أبي عاصم الضحاك بن مخلد.

ترجمہ:- امام بخاری نے ابوعاصم ضحاک بن مخلد سے روایت کیا ہے۔[1]

۴-الإمام البخاري عن أبي عبد الله الأنصاري عن الإمام الأعظم

امام بخاری امام ابوعبداللہ الانصاری کے، اور یہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

اس طریق سے امام بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الانصاری (متوفی ۲۱۵ھ) کے واسطے سے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام مزی رحمہ اللہ نے "تهذيب الكمال" (۳۲۱/۲۹) میں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سير

---

(۱) تهذيب الكمال: ترجمة: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ۲۴ ص ۴۳۲ / تذكرة الحفاظ: ترجمة: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ۲ ص ۱۰۴ / تهذيب التهذيب: ترجمة: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ۹ ص ۴۷

أعلام النبلاء'' (٦/ ٣٩٣) میں اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''تبييض الصحيفة بمناقب ابی حنیفة'' (ص٨٩) میں بیان کیا ہے کہ قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ انصاری، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ یہی امام ابوعبداللہ انصاری، امام بخاری کے شیخ ہیں اور ثلاثیاتِ بخاری کے راوی بھی ہیں، اوران سے صحیح بخاری میں تین ثلاثی روایات مروی ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

سمع بالبصرة من محمد بن عبدالله الأنصاري. (١)

ترجمہ:-امام بخاری نے بصرہ میں محمد بن عبداللہ انصاری سے سماع کیا۔

٥-الإمام البخاري عن أبي عبدالرحمن المقري عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری، امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن یزید المقری (متوفی ٢١٣ھ) کے واسطے سے امام اعظم رحمہ اللہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام اعظم کے شاگرد ابوعبدالرحمن عبداللہ بن یزید مقری مکی ہیں۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے ''التاريخ الكبير'' (٨/ ٨١) میں، خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''تاريخ بغداد'' (١٣/ ٣٢٣) میں، امام مزی رحمہ اللہ نے ''تهذيب الكمال'' (٢٩/ ٣٢٠) میں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''سير أعلام النبلاء'' (٦/ ٣٩٣) میں، امام عسقلانی رحمہ اللہ نے ''تهذيب التهذيب'' (١٠/ ٤٠١) میں اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''تبييض الصحيفة'' (ص٧٩) میں بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ابوعبدالرحمن مقری، امام بخاری کے شیخ ہیں۔

امام ذہبی، امام بخاری کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

سمع بمكة من أبي عبدالرحمن المقري. (٢)

ترجمہ:-امام بخاری نے مکہ میں ابوعبدالرحمن مقری سے سماع کیا۔

٦-الإمام البخاري عن عبيدالله بن موسیٰ عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ امام ابومحمد عبیداللہ بن موسیٰ کوفی رحمہ اللہ (متوفی ٢١٣ھ)

---

(١) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبوعبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ٢ ص ١٠٣

(٢) تذكرة الحفاظ: ترجمة: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ٢ ص ١٠٣

کے واسطے سے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام مزی رحمہ اللہ نے "تهذيب الكمال" (۲۹/۳۲۱) میں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سير أعلام النبلاء" (۶/ ۳۹۳) میں اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے "تبييض الصحيفة" (ص ۸۳) میں بیان کیا ہے کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ، امام ابومحمد عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی رحمہ اللہ کے شیخ ہیں۔ جب کہ امام عبید اللہ بن موسیٰ رحمہ اللہ، امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

سمع بالكوفة من عبيد الله بن موسى۔ (۱)

ترجمہ:- امام بخاری نے کوفہ میں عبید اللہ بن موسیٰ سے سماع کیا۔

۷-الإمام البخاري عن الفضل بن دكين عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ) کے واسطے سے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "الجرح والتعديل" (۸/ ۳۴۹) میں، امام مزی رحمہ اللہ نے "تهذيب الكمال" (۲۹/۳۲۱) میں، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سير أعلام النبلاء" (۶/ ۳۹۳) میں بیان کیا ہے، جس کے مطابق امامِ اعظم رحمہ اللہ امام ابونعیم فضل بن دکین التیمی الکوفی رحمہ اللہ کے شیخ ہیں۔ جب کہ امام فضل بن دکین رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے "صحيح البخاري" میں ان سے براہ راست ایک سو پچاسی (۱۸۵) أحادیث روایت کی ہیں۔

امام عسقلانی اور امام سیوطی، امام فضل بن دکین رحمہ اللہ کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

روى عنه البخاري۔ (۲)

ترجمہ:- امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ۲ ص ۱۰۴

(۲) تهذيب التهذيب: ترجمة: الفضل بن دكين، ج ۸ ص ۲۷۰/ طبقات الحفاظ: ترجمة: الفضل بن دكين، ج ۱ ص ۱۶۳

مذکورہ بالا طُرُق کی رُو سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے دادا اُستاذ اور امام بخاری آپ کے پوتے شاگرد ہیں۔ یہ اکابر محدثین علم الحدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے براہِ راست اور بلا واسطہ شیوخِ حدیث میں شامل ہیں، اور یہ شیوخِ حدیث امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

٨-الإمام البخاری عن یحیی بن معین عن عبدالله بن المبارك عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) کے شاگرد ہیں، اور آپ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) کے، اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ علم حدیث میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

امام بخاری اور امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھا ہے:

روی عنه ابن المبارك.[1]

ترجمہ:-امام ابنِ مبارک نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔

جب کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، محدّثِ کبیر امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے شیخ ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أبوزكريا يحيى بن معين سمع عبدالله بن المبارك.[2]

ترجمہ:-ابوزکریا یحییٰ بن معین نے عبداللہ بن مبارک سے سماع کیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھا ہے:

روی عن عبدالله بن المبارك.[3]

ترجمہ:-انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا ہے۔

---

(۱) التاريخ الكبير: ترجمة: نعمان بن ثابت أبو حنيفة، ج ۸ ص ۸۱ / الجرح والتعديل: ترجمة: نعمان بن ثابت أبو حنيفة، ج ۸ ص ۴۴۹

(۲) الكنى والأسماء: حرف الزاء، ص ۳۴۷، رقم الترجمة: ۱۲۱۲

(۳) تهذيب التهذيب: ترجمة: يحيى بن معين بن عون، ج ۱۱ ص ۲۸۰

امام بخاری رحمہ اللہ نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی رحمہ اللہ نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھا ہے:

روی عنه البخاری۔ (۱)

ترجمہ:- امام بخاری نے یحییٰ بن معین سے روایت کیا ہے۔

۹- الإمام البخاری عن إبراهیم بن موسیٰ عن یزید بن زریع عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ امام ابراہیم بن موسیٰ رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۰ھ) کے شاگرد ہیں، اور آپ یزید بن زریع رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) کے، اور یزید بن زریع رحمہ اللہ علم حدیث میں امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

امام مزی اور عسقلانی رحمہما اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھا ہے:

روی عنه یزید بن زریع۔ (۲)

ترجمہ:- امام یزید بن زریع نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔

امام یزید بن زریع سے روایت کرنے والے ابراہیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان فراء تمیمی رحمہ اللہ ہیں، جب کہ ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام ابراہیم بن موسیٰ رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھا ہے:

روی عن یزید بن زریع، وعنه البخاری۔ (۳)

ترجمہ:- ابراہیم بن موسیٰ نے امام یزید بن زریع سے روایت کیا ہے جب کہ امام بخاری نے ان سے روایت کیا۔

---

(۱) تهذیب الکمال: ترجمة: یحیی بن معین بن عون، ج۳۱ ص۵۳۶ / تهذیب التهذیب: ترجمة: یحیی بن معین، ج۱۱ ص۲۸۱

(۲) تهذیب الکمال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۲۹، ص۴۲۱ / تهذیب التهذیب: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۰ ص۴۴۹

(۳) تهذیب التهذیب: ترجمة: إبراهیم بن موسی بن یزید، ج۱ ص۱۷۰ / طبقات الحفاظ: ترجمة: إبراهیم بن موسی بن یزید، ج۱ ص۱۹۹

۱۰-الإمام البخاری عن عمرو بن زرارة عن هشيم بن بشير عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ امام عمرو بن زرارہ (متوفی ۲۳۸ھ) کے شاگرد ہیں، اور آپ ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۳ھ) کے شاگرد ہیں، اور آپ علمِ حدیث میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

امام بخاری، امام ابن ابی حاتم اور امام مزی نے امامِ اعظم رحمہم اللہ کے تذکرے میں لکھا ہے:

روى عنه هشيم بن بشير۔ [1]

ترجمہ:- ہشیم بن بشیر نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔

امام ہشیم بن بشیر سے امام عمرو بن زرارہ نیشاپوری رحمہ اللہ نے حدیث کی سماعت کی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ، عمرو بن زرارہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

أبو محمد عمرو بن زرارة النيسابوري: سمع هشيما۔ [2]

ترجمہ:- ابو محمد بن عمرو بن زرارہ نیشاپوری نے ہشیم سے سماع کیا ہے۔

جبکہ امام بخاری نے امام عمرو بن زرارہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔

امام عسقلانی اور امام ذہبی رحمہا اللہ امام عمرو بن زرارہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

روى عنه البخاري۔ [3]

ترجمہ:- امام بخاری نے امام عمرو سے روایت کیا ہے۔

---

(۱) التاريخ الكبير: ترجمة: نعمان بن ثابت أبوحنيفة، ج۸ ص۸۱ / الجرح والتعديل: ترجمة: نعمان بن ثابت أبوحنيفة، ج۸ ص۴۴۹ / تهذيب الكمال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۲۹ ص۴۲۱

(۲) الكنى والاسماء: حرف الميم، ج۲ ص۷۵۱، رقم: ۳۰۵۰

(۳) تهذيب التهذيب: ترجمة: عمرو بن زرارة، ج۸ ص۳۵ / الكاشف: ترجمة: عمرو بن زرارة، ج۲ ص۷۷

۱۱-الإمام البخاری عن یحیی بن معین عن وکیع بن الجراح عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) کے شاگرد ہیں، آپ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) کے شاگرد ہیں، اور امام وکیع رحمہ اللہ علم حدیث میں امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "التاریخ الکبیر" (۸/۸۱) اور امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "الجرح والتعدیل" (۸/۴۴۹) میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے وکیع بن الجراح رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ محدث کبیر امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے شیخ ہیں۔

امام مزی اور امام عسقلانی رحمہ اللہ نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے ترجمے میں لکھا ہے:

روی عن وکیع.[1]

ترجمہ:- انہوں نے وکیع سے روایت کیا ہے۔

جب کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں جس پر حوالہ جات آٹھویں طریق میں بیان ہو چکے ہیں۔

۱۲-الإمام البخاری عن محمود بن غیلان عن عبدالرزاق بن همام عن الإمام الأعظم

اس طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ امام محمود بن غیلان (متوفی ۲۳۹ھ) کے شاگرد ہیں، اور آپ امام عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۱ھ) کے شاگرد ہیں، اور امام ابن ہمام رحمہ اللہ علم حدیث میں امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، امام ذہبی اور امام سیوطی رحمہم اللہ جیسے اجل محدثین نے امام اعظم

---

(۱) تهذيب الكمال: ترجمة: يحيى بن معين بن عون، ج ۳۱ ص ۵۴۵ / تهذيب التهذيب: ترجمة: يحيى بن معين بن عون، ج ۱۱ ص ۲۸۱

رحمہ اللہ کے ترجمے میں نقل کیا ہے:

روى عنه عبد الرزاق.[1]

ترجمہ:- امام عبد الرزاق نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔

امام مزی اور عسقلانی نے امام عبد الرزاق بن ہمام کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ ان سے امام محمود بن غیلان مروزی نے روایت کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

روى عنه محمود بن غيلان المروزي.[2]

ترجمہ:- امام محمود بن غیلان مروزی نے عبد الرزاق سے روایت کیا ہے۔

جبکہ امام محمود بن غیلان مروزی سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام سیوطی نے امام محمود بن غیلان کے ترجمے میں لکھا ہے:

روى عنه البخاري.[3]

ترجمہ:- امام بخاری نے محمود بن غیلان سے روایت کیا۔

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا بارہ (۱۲) واسطوں کے ذریعے سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے دادا اور پردادا اُستاذ ہیں، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ آپ کے پوتے اور پڑپوتے شاگرد ہیں۔ یہ سارے اکابر محدثین بلاواسطہ یا بالواسطہ امام بخاری رحمہ اللہ کے حدیث میں شیخ ہیں، اور امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں سینکڑوں احادیثِ مبارکہ اپنے ان اجل شیوخ سے روایت کی ہیں، اور یہ شیوخِ حدیث امامِ اعظم رحمہ اللہ کے تلامذۂ حدیث میں سے ہیں، لہٰذا ان طُرُق سے ثابت ہوا کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ الشیوخ ہیں۔

نوٹ:- یہ بحث ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی کتاب "امام ابوحنیفہ" سے ماخوذ ہے۔

---

(۱) الجرح والتعديل: النعمان بن ثابت، ج۸ ص۴۴۹ / سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبوحنيفة النعمان بن ثابت، ج۶ ص۳۹۳ / طبقات الحفاظ: ترجمة: أبوحنيفة النعمان بن ثابت، ج۱ ص۸۰

(۲) تهذيب الكمال: ترجمة: عبدالرزاق بن همام بن نافع، ج۱۸ ص۵۶ / تهذيب التهذيب، ترجمة: عبدالرزاق بن همام بن نافع، ج۶ ص۳۱۱

(۳) طبقات الحفاظ، ترجمة: محمود بن غيلان المروزي، ج۱ ص۲۱۰

امامِ اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ سے رُؤیت اور روایت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے رُؤیت اور روایت دونوں ثابت ہے، امام صاحب کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھنا تمام اکابر اہلِ علم کے نزدیک مسلّم ہے، یاد رہے کہ تابعیت کے لئے محض رُؤیت کافی ہے، تابعی ہونے کے لئے نہ صحابی کی صحبت میں کچھ مدت کے لئے رہنا شرط ہے، اور نہ صحابی سے روایت نقل کرنا شرط ہے، بس ایمان کی حالت میں صحابی کے چہرۂ انور کی زیارت کرنے والا شخص ''تابعی'' کہلائے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی اور تابعی کے لئے بشارت محض رُؤیت پر دی ہے، آپ نے اس کے لئے طولِ صحبت، سماع، لقاء کو شرط قرار نہیں دیا:

طُوبَىٰ لِمَنْ رَآنِي وَآمَنَ بِي، وَطُوبَىٰ لِمَنْ رَأَىٰ مَنْ رَآنِي (۱)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ)، امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ)، علامہ عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) اور اکثر محدثین کے نزدیک تابعیت کے لئے صرف رُؤیت کافی ہے:

وَقِيلَ: هُوَ (مَنْ لَقِيَهُ) وَإِنْ لَمْ يَصْحَبْهُ كَمَا قِيلَ فِي الصَّحَابِيِّ، وَعَلَيْهِ الْحَاكِمُ. قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ: وَهُوَ أَقْرَبُ. قَالَ الْمُصَنِّفُ: وَهُوَ الْأَظْهَرُ. قَالَ الْعِرَاقِيُّ: وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْأَكْثَرِينَ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ. (۲)

ترجمہ:- کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، اگرچہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو، جیسا کہ صحابی کی تعریف میں کہا گیا ہے، یہی امام حاکم کی رائے ہے، علامہ ابن صلاح نے کہا کہ یہی زیادہ قریب ہے، مصنف (امام نووی) نے بھی اس کو زیادہ ظاہر بتایا ہے، علامہ عراقی نے کہا ہے کہ اکثر محدثین کا اس پر عمل ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ اہلِ فن کے نزدیک تابعیت کے لئے مجرد رُؤیت کافی ہے۔

---

(۱) تدریب الراوی: النوع الأربعون، معرفة التابعين، ج ۲ ص ۷۰۱

(۲) تدریب الراوی: النوع الأربعون: معرفة التابعين، ج ۲ ص ۷۰۰

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

ثم اعلم أن جمهور علماء أصول الحديث على أن الرجل بمجرد اللقي والرؤية للصحابي يصير تابعياً ولا يشترط أن يصحبه مدة ولا أن ينقل عنه رواية۔ (۱)

ترجمہ:- جمہور علمائے اُصولِ حدیث کے نزدیک مجرد لقاء اور رؤیتِ صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل ہوجاتا ہے، اور تابعی ہونے کے لئے نہ صحابی کی صحبت میں کچھ مدت کے لئے رہنا شرط ہے، اور نہ اس سے کسی روایت کا نقل کرنا شرط ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنا اور شرفِ تابعیت حاصل کرنا سب اہلِ علم کے نزدیک مسلّم ہے، جن میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)، علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)، علامہ عبدالکریم بن محمد اسمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ)، امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ)، امام مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ)، امام یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)، علامہ ابن الوزیر الیمانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ)، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ)، علامہ عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ)، ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ)، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) ان تمام نے تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا، حوالہ جات عربی عبارات کے ساتھ ماقبل میں بالتفصیل گزر چکے ہیں۔

اِمامِ اعظم رحمہ اللہ کی صحابہ سے روایتِ حدیث کے اِنکار کی اِبتدا کیسے ہوئی؟

بندے کی ناقص معلومات کے مطابق سب سے پہلے امام صاحب کی رُؤیت اور روایت کا اِنکار امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) نے کیا ہے، پھر اس کے بعد علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے کیا۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے شاگرد حمزہ بن یوسف سہمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۷ھ) کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے ''سؤالات حمزة بن يوسف السهمي'' اس میں حمزہ سہمی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ سے رُوات کے متعلق جو سوالات کئے اور آپ نے جو جوابات دیئے انہیں قلم بند کیا

(۱) مجموعة رسائل اللكهنوي: إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة، ج ۲ ص ۳۰

ہے۔ امام حمزہ بھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی سے امام ابو حنیفہ کے سماع کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ کا صحابہ سے سماع کرنا ثابت ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: نہیں، نہ ہی رُؤیت ثابت ہے، امام ابو حنیفہ صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی نہیں ملے:

سئل الدارقطني وأنا أسمع عن سماع أبي حنيفة يصح قال: لا ولا رؤية ولم يلحق أبو حنيفة أحدا من الصحابة.[1]

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے دُوسرے شاگرد ابو عبدالرحمن محمد بن حسین سلمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۲ھ) کا بھی اسی موضوع پر رسالہ ہے، اس کا نام "سؤالات السلمي للدارقطني" ہے، امام سلمی رحمہ اللہ نے بھی امام دارقطنی رحمہ اللہ سے مشائخ ورُوات کے حالات کے متعلق سوالات کئے تھے، پھر آپ نے جوابات دیے، امام سلمی رحمہ اللہ نے اسے جمع کیا، جو اس وقت ایک رسالے کی صورت میں موجود ہے، امام سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام دارقطنی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی سے۔ نیز ان کے بارے میں نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رُؤیت ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی کی:

وسألته: هل يَصِحُّ سماعُ أبي حنيفةَ عن أنسٍ، فقال: لا يَصِحُّ سماعُه عن أنسٍ ولا عن أحدٍ من الصحابةِ. ولا تصحُّ له رؤيةُ أنسٍ ولا رؤيةُ أحدٍ من الصحابةِ.[2]

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے دونوں تلامذہ نے جو آپ کا قول نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ امام صاحب کی رُؤیت اور روایت دونوں کے قائل نہیں ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے بھی امام دارقطنی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

سئل أَبُو الْحَسَن الدَّارَقُطْنِي وأنا أسمع عَنْ سماع أَبِي حنيفة عَنْ أنس يصح، قَالَ: لا، ولا رؤيته، لم يلحق أَبُو حنيفة أحدا من الصحابة.[3]

---

(۱) سؤالات حمزة للدارقطني: ص ۲۶۳، رقم: ۳۸۳

(۲) سؤالات السلمي للدارقطني: ص ۳۱۷، رقم: ۳۹۸

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة، أحمد بن الصلت بن المغلس، ج ۴ ص ۲۲۹

اب سوال یہ ہے کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ کی پیدائش ۳۰۶ھ میں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، امام دار قطنی رحمہ اللہ امام صاحب کی وفات کے ایک سو چھپن (۱۵۶) سال بعد پیدا ہوئے، تو انہیں کیسے پتا چلا کہ امام صاحب کی رُؤیت اور روایت ثابت نہیں ہے؟ یہ امام صاحب کے ہم عصر بھی نہیں ہیں، نہ ہی آپ کے تلامذہ یا شیوخ میں سے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے درمیان ۱۵۶ سال کا انقطاع ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے مدعا کے ثبوت میں امام صاحب کے ہم عصر، یا آپ کے شیوخ، یا تلامذہ، یا متقدمین ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی کا قول نقل کرتے، حالانکہ آپ نے اپنی بات کے ثبوت میں کوئی قول نقل نہیں کیا۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حنفی رُوات اور مذہب حنفیہ سے ایک گونا تعصب ہے، خصوصاً امام صاحب کے متعلق تو کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، امام دار قطنی رحمہ اللہ نے امام صاحب کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا:

لَمْ يُسْنِدْهُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ غَيْرُ أَبِي حَنِيفَةَ وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ وَهُمَا ضَعِيفَانِ.[1]

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے آپ پر جرح مبہم کی ہے کہ آپ ضعیف ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ وجہ ضعف بھی ذکر کرتے، آخر آپ کیوں ضعیف ہیں؟ حالانکہ آپ کے بارے میں کبار ائمہ حدیث وفقہاء سے تعدیل مفسر منقول ہے، جیسا کہ ماقبل میں یہ بات باحوالہ گزری ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ اکثر محدثینِ کرام جن میں شیخین (امام بخاری، امام مسلم رحمہا اللہ)، اصحابِ سننِ اربعہ (امام ابوداود، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابنِ ماجہ رحمہم اللہ)، ائمہ احناف اور جمہور اہلِ علم کے ہاں جرح مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور یہی قول صحیح اور راجح ہے:

إن عدم قبول الجرح المبهم هو الصحيح النجيح وهو مذهب الحنفية

---

(۱) سنن الدارقطني: كتاب الصلوة، باب ذكر قوله صلى الله عليه وسلم من كان له امام. الخ، ج۲ ص۱۰۷، رقم الحدیث: ۱۲۳۳

وأكثر المحدثين منهم الشيخان وأصحاب السنن الأربعة وإنه مذهب الجمهور وهو القول المنصور.(۱)

علّامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے متعصبین میں سب سے پہلے امام دارقطنی رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے:

وبعض الجروح صدر من المتاخرين المتعصبين كالدارقطني وابن عدي وغيرهما.(۲)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے بھی امام دارقطنی رحمہ اللہ کا ذکر متعصبین میں کیا ہے:

ومن المتعصبين على أبي حنيفة الدارقطني.(۳)

امام دارقطنی رحمہ اللہ کو حنفیہ کے خلاف تعصب اور مذہبِ شافعی میں غیر معمولی غلو تھا، تعصب کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے کہ مذہبِ شافعی کی تقویت کے لئے انہوں نے ایک رسالہ لکھا، جس میں انہوں نے جہری نمازوں میں بآوازِ بلند بسم اللہ پڑھنے کے متعلق احادیث جمع کیں، جب یہ رسالہ مکمل ہوا تو بعض مالکی حضرات ان کے پاس آئے اور انہیں قسم دے کر پوچھا کہ کیا جو روایات تم نے نقل کی ہیں، یہ صحیح ہیں؟ جب احادیث کی صحت کے متعلق آپ سے استفسار ہوا تو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اعتراف کیا کہ جہراً بسم اللہ پڑھنے سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کے متعلق صحیح اور ضعیف دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنْ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَجْهَرُ بِهَا وَلَيْسَ فِي الصِّحَاحِ وَلَا السُّنَنِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ صَرِيحٌ بِالْجَهْرِ وَالْأَحَادِيثُ الصَّرِيحَةُ

---

(۱) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: المرصد الأول فيما يقبل من الجرح والتعديل ومالايقبل منهما، ص ۱۰۵

(۲) التعليق الممجد على موطا محمد: مقدمة: الفائدة العاشرة، ج ۱، ص ۱۲۶

(۳) رد المحتار على الدر المختار: مقدمة: ج ۱، ص ۵۳

بِالْجَهْرِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ بَلْ مَوْضُوعَةٌ. وَهٰذَا لَمَّا صَنَّفَ الدارقطني مُصَنَّفًا فِي ذٰلِكَ قِيلَ لَهُ: هَلْ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ صَحِيحٌ، فَقَالَ: أَمَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا وَأَمَّا عَنِ الصَّحَابَةِ فَمِنْهُ صَحِيحٌ وَمِنْهُ ضَعِيفٌ. (۱)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی صحیح صریح روایت میں ثابت نہیں ہے کہ آپ نے نماز میں جہراً بسم اللہ پڑھی ہو، نہ ہی یہ صحاح (بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ) کی روایت سے، اور نہ ہی یہ سنن (نسائی، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ) کی کسی روایت سے ثابت ہے، وہ تمام احادیث جن میں صراحتاً جہر کے ساتھ تسمیہ پڑھنے کا ذکر ہے، وہ تمام روایات ضعیف ہیں بلکہ موضوع ہیں۔ امام دارقطنی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی، جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اس میں کوئی صحیح حدیث ہے؟ تو آپ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کوئی روایت ثابت نہیں، البتہ صحابہ سے (جو منقول ہے) اس میں بعض روایات صحیح ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔

علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ فَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا لَيْسَ فِيهَا صَرِيحٌ صَحِيحٌ بَلْ فِيهَا عَدَمُهُمَا أَوْ عَدَمُ أَحَدِهِمَا، وَكَيْفَ تَكُونُ صَحِيحَةً، وَلَيْسَتْ مُخَرَّجَةً فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّحِيحِ، وَلَا الْمَسَانِيدِ وَلَا السُّنَنِ الْمَشْهُورَةِ، وَفِي رُوَاتِهَا الْكَذَّابُونَ وَالضُّعَفَاءُ وَالْمَجَاهِيلُ الَّذِينَ لَا يُوجَدُونَ فِي التَّوَارِيخِ وَلَا فِي كُتُبِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ. (۲)

ترجمہ:- خلاصہ یہ ہے کہ جہراً بسم اللہ پڑھنے سے متعلق کوئی بھی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے، اور کس طرح وہ روایات صحیح ہو سکتی ہیں جب کہ صحاح (کے مصنفین) میں سے کسی نے بھی ان روایات کو نقل نہیں کیا، اور نہ ہی مسانید (کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں) اور نہ ہی سنن مشہورہ (یعنی سنن

---

(۱) مجموع الفتاویٰ: باب صفة الصلوة ما ثبت أن بعضه أفضل من بعض، ج ۲۲ ص ۲۷۵، ۲۷۶

(۲) نصب الرایة: کتاب الصلوة باب صفة الصلوة، ج ۱ ص ۳۵۵

اَربعہ وغیرہ) میں سے کسی نے بھی ان روایات کو نقل نہیں کیا ہے، ان روایات کے اندر کذاب، ضعفاء اور مجہول راوی ہیں، جن کا تذکرہ نہ تاریخ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور نہ ہی جرح وتعدیل کی کتب میں ان کا کوئی ذکر ہے۔

امام زیلعی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا واقعہ اور ان کے اعتراف کو نقل کیا ہے:

وَقَدْ حَكَى لَنَا مَشَايِخُنَا أَنَّ الدَّارَقُطْنِيَّ لَمَّا وَرَدَ مِصْرَ سَأَلَهُ بَعْضُ أَهْلِهَا تَصْنِيفَ شَيْءٍ فِي الْجَهْرِ. فَصَنَّفَ فِيهِ جُزْءًا. فَأَتَاهُ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ. فَأَقْسَمَ عَلَيْهِ أَنْ يُخْبِرَهُ بِالصَّحِيحِ مِنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: كُلُّ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَهْرِ فَلَيْسَ بِصَحِيحٍ. وَأَمَّا عَنِ الصَّحَابَةِ: فَمِنْهُ صَحِيحٌ وَضَعِيفٌ.(۱)

نوٹ:- امام دارقطنی رحمہ اللہ کی جرح کے متعلق مزید تفصیل اس عنوان کے تحت دیکھیں "امام دارقطنی کی جرح اور اس کا جواب" تھوڑی دیر کے لئے سوچیں! اگر اسی طرح کی کوئی کتاب حنفی لکھ دیتا تو ممکن تھا کہ اسے دائرۂ اسلام سے ہی خارج کردیا جاتا۔

فائدہ:- امام سیوطی رحمہ اللہ نے "تبييض الصحيفة" میں جو امام دارقطنی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ رُؤیت کے قائل ہیں، یہ ان کا تسامح ہے، بعد والوں نے پھر امام سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے اسے نقل کیا، امام دارقطنی رحمہ اللہ کے دو تلامذہ اور خطیب بغدادی کے حوالے سے بات گزرگئی کہ وہ رُؤیت اور روایت دونوں کے قائل نہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بعد خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے امام صاحب کی روایت کا انکار کیا، ان کے پیش نظر بھی امام دارقطنی رحمہ اللہ کا کلام تھا، جیسا کہ ماقبل میں "تاريخ بغداد" کے حوالے سے گزرا ہے، چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ "طلب العلم فريضة على كل مسلم" کو بہ سند روایت کرنے کے بعد جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع مذکور ہے، اور "سمعت" کہہ کر صراحتاً اسے ذکر کیا ہے، اس کے متعلق خطیب بغدادی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

---

(۱) نصب الراية: باب صفة الصلوة، ج ۱ ص ۳۵۹

وَلَا يَثْبُتُ لِأَبِي حَنِيفَةَ سَمَاعٌ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.(۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا حضرت انس بن مالک سے سماع ثابت نہیں ہے۔

انہوں نے آگے دلیل میں وہی امام دارقطنی رحمہ اللہ کا کلام نقل کیا ہے، اس کے علاوہ آپ کی روایت کے عدم ثبوت پر کسی دلیل کا ذکر نہیں کیا، اور نہ ہی ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی کا قول نقل کیا ہے، جب کہ ثبوتِ روایت پر فنِ جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) کا قول موجود ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی پیدائش ۳۹۲ھ میں ہوئی، جب کہ امام صاحب کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا، اب ان کے درمیان دوسو بیالیس (۲۴۲) سال کا فاصلہ ہوا، تو آخر کس واسطے سے انہیں اس بات کا علم ہوا ہے کہ آپ کا سماع ثابت نہیں ہے؟ علمی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ اپنے دعوے کے ثبوت پر متقدمین میں سے، یا امام صاحب کے ہم عصر علماء میں سے کسی کا قول نقل کیا جاتا۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ امام صاحب کی رُؤیت کے قائل ہیں، امام صاحب کے ترجمے میں انہوں نے لکھا: ''رأى أنس بن مالك'' البتہ روایت کے قائل نہیں ہیں، اب بعد میں جو بھی آئے وہ امام دارقطنی رحمہ اللہ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے کلام کو بغیر تحقیق کے نقل کرتے چلے گئے، یوں ایک غلط بات مشہور ہوگئی۔

علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رُؤیت کے قائل ہیں، جیسے کہ انہوں نے ''المنتظم في تاريخ الأمم والملوك'' میں امام صاحب کے ترجمے کے آغاز میں فرمایا: رأى أنس بن مالك۔(۲)

امام ابنِ جوزی رحمہ اللہ آپ کی روایت کے قائل نہیں ہیں، اور دلیل میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کا کلام نقل کیا ہے:

قال الدارقطني: كَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ قَالَ وَلَا يَصِحُّ لِأَبِي حَنِيفَةَ سَمَاعٌ مِنْ يروى وَلَا رُؤْيَةٌ لَمْ يَلْقَ أَبُو حَنِيفَةَ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ.(۳)

اب یہ بات قابلِ غور ہے کہ خطیب بغدادی اور امام ابنِ جوزی رحمہ اللہ امام دارقطنی رحمہ

(۱) تاريخ بغداد: ترجمة: أحمد بن الصلت، ج ۴ ص ۳۲۹

(۲) المنتظم في تاريخ الأمم والملوك: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۸ ص ۱۲۹

(۳) العلل المتناهية في الأحاديث الواهية: كتاب العلم، ص ۶۵

اللہ کی ایک بات تو مانتے ہیں اور ایک بات مسترد کرتے ہیں، اس بات کے تو یہ دونوں بزرگ قائل ہیں کہ امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، لہٰذا آپ کی رُویت ثابت ہے، مگر اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت بھی سنی ہے، حالانکہ جس بنیاد پر یہ دونوں بزرگ امام دارقطنی رحمہ اللہ کا فیصلہ رُویت انس کے متعلق مسترد کر رہے ہیں، اس بنیاد پر روایت سے اِنکار بھی مسترد ہو جاتا ہے، اب یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ آخر کس بنیاد پر امام دارقطنی رحمہ اللہ کے رُویت کے کلام کو تو مسترد کر دیتے ہیں اور روایت کی بحث میں ان کے قول کو دلیل میں ذکر کر کے آگے تسلیم کرتے ہیں، اب یہ دُوہرا پیمانہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

اب بعد میں جو بھی آتا گیا وہ امام دارقطنی رحمہ اللہ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے کلام کو ہی نقل کرتے گئے اور یوں بلاتحقیق نقل در نقل بات چلتی گئی، یہاں تک کہ بعض علمائے شافعیہ نے تو اس بات کی اتنی تشہیر کی کہ بعض حنفی علماء بھی ان سے متأثر ہو گئے، اور یوں یہ بات متأخرین میں پھیل گئی، چونکہ فنِ رجال پر اکثر کتابیں شوافع کی ہیں تو انہوں نے پھر اس بات کو خوب ہوا دی یہاں تک کہ کبار اہلِ علم بھی ان سے متأثر ہو گئے، اب بلاتحقیق اس غلط بات کی تشہیر کس طرح ہوئی؟ وہ ملاحظہ فرمائیں!

بلاتحقیق نقل در نقل

یہ بات بڑی تعجب انگیز ہے کہ امام صاحب کے دور میں چار صحابہ تھے: حضرت انس بن مالک، عبداللہ ابنِ اَبی اَوفی، ابوالطفیل عامر بن واثلہ، سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہم، آپ نے نہ ان میں سے کسی ایک صحابی کا دیدار کیا ہے، اور نہ آپ کو ان سے روایت حاصل ہے، اور نہ آپ نے ان سے کوئی علم حاصل کیا، سب سے پہلے مذکورہ بات کا اظہار علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۶ھ) نے کیا، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

وقد كان في أيامه أربعة من الصحابة: أنس بن مالك وعبدالله بن أبي أوفى الأنصاري وأبو الطفيل عامر بن واثلة وسهل بن سعد الساعدي وجماعة من التابعين كالشعبي والنخعي وعلي بن الحسين وغيرهم. وقد

مضى تاريخ وفاتهم. ولم يأخذ أبو حنيفة عن أحد منهم. وقد أخذ عنه خلق كثير.[1]

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ کے زمانے میں چار صحابہ موجود تھے: انس بن مالک، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، ابو الطفیل عامر بن واثلہ، سہل بن ساعد، نیز تابعین کی ایک جماعت بھی موجود تھی، جیسا کہ امام شعبی، امام نخعی، امام علی بن حسین وغیرہ، ان کی تاریخ وفات گزر چکی ہے، لیکن امام ابو حنیفہ نے ان میں سے کسی ایک سے بھی علم اخذ نہیں کیا، اور امام ابو حنیفہ سے ایک خلق کثیر نے علم اخذ کیا ہے۔

یہ علامہ شیرازی رحمہ اللہ کی ذاتی رائے ہے، انہوں نے اپنے اس دعوے پر کسی مستند امام کا کوئی قول پیش نہیں کیا، پھر ان کی یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ امام صاحب کے دور میں صرف چار صحابہ موجود تھے۔

مخدوم محمد ہاشم سندھی نے اپنی مشہور کتاب "إتحاف الأكابر" میں اکیس (۲۱) صحابہ کے اسمائے گرامی ذکر کیے ہیں جو امام صاحب کے دور میں موجود تھے، اس کتاب کا قلمی نسخہ مولانا پیر محمد ہاشم جان سرہندی کے کتب خانے واقع ٹنڈو سائنداد میں موجود ہے، اگر مکمل عربی عبارت دیکھنی ہو تو محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کا "حاشية التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم" صفحہ نمبر: ۳۰ تا ۳۴ دیکھیں۔ نیز یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ آپ نے امام شعبی رحمہ اللہ سے اخذِ علم نہیں کیا، حالانکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام شعبی رحمہ اللہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بڑے شیوخ میں صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے:

وهو أكبر شيخ لأبي حنيفة.[2]

نوٹ:- ان کا مبسوط ترجمہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذۂ حدیث میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔

اس کے بعد علامہ شیرازی رحمہ اللہ کے اس دعوے کو علامہ ابنِ اثیر رحمہ اللہ (متوفی ۶۰۶ھ) نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کیا، اور یہ بھی اضافہ کیا کہ آپ کی ان چاروں صحابہ میں سے کسی ایک

(۱) طبقات الفقهاء، ترجمة: أبو حنيفة، ص ۸۶

(۲) تذكرة الحفاظ، ترجمة: الشعبي عامر بن شراحيل، ج ۱ ص ۶۳

سے بھی آپ کی ملاقات ثابت نہیں، اور نہ ہی اَخذِ علم، بالفاظِ دیگر نہ رُؤیت ثابت ہے اور نہ ہی روایت۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

وكان في أيام أبي حنيفة أربعة من الصحابة: أنس بن مالك بالبصرة وعبدالله بن أبي أوفى بالكوفة، وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة، وأبوالطفيل عامر بن واثلة بمكة. ولم يلق أحداً منهم ولا أخذ عنه وأصحابه يقولون: إنه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم، ولا يثبت ذلك عند أهل النقل۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے زمانے میں صحابہ میں سے چار حضرات موجود تھے: حضرت انس بن مالک بصرہ میں، عبداللہ بن اَبی اَوفیٰ کوفہ میں، سہل بن سعد مدینہ میں، ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں، اور ان کی (یعنی امام ابوحنیفہ) کی نہ ان چاروں میں سے کسی ایک سے ملاقات ہوئی، اور نہ انہوں نے ان سے کوئی روایت کی، امام صاحب کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات بھی کی ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے، مگر یہ بات اہلِ نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔

قارئینِ کرام! اس عبارت میں علامہ ابنِ اثیر رحمہ اللہ نے وہی بات دُہرائی ہے جو علامہ شیرازی رحمہ اللہ نے ان سے پہلے کہی تھی، البتہ اس بات کا ''ولا يثبت ذلك عند أهل النقل'' کا اضافہ کیا، اب علمی دیانت وتحقیق کا تقاضا یہ تھا کہ ان ''اہلِ نقل'' کی نشاندہی کی جاتی، ان کے اقوال ذکر کئے جاتے، آخر وہ کون حضرات ہیں جن کے نزدیک امام صاحب کی صحابہ سے لقاء وروایت ثابت نہیں، جب اہلِ نقل ہی مجہول ہیں تو عدمِ ثبوت کا دعویٰ کس طرح قابلِ قبول ہوگا؟

علامہ ابنِ اثیر رحمہ اللہ کے بعد علامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''وفيات الأعيان'' میں امام صاحب کے ترجمے میں بعینہٖ یہی عبارت بغیر کسی تحقیق کے مکمل نقل کردی:

(۱) جامع الأصول في أحاديث الرسول: حرف النون، الفرع الثاني من التابعين ترجمة، النعمان بن ثابت، ج ۱۲ ص ۹۵۲

وأدرك أبو حنيفة أربعة من الصحابة، رضوان الله عليهم وهم: أنس بن مالك وعبدالله بن أبي أوفى بالكوفة، وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة، وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمكة، ولم يلق أحداً منهم ولا أخذ عنه، وأصحابه يقولون: لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم، ولم يثبت ذلك عند أهل النقل۔ (۱)

علامہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ) نے جب اپنی معروف کتاب ''مرآة الجنان وعبرة اليقظان'' لکھی تو چونکہ ان کے پیش نظر علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ کی ''وفيات الأعيان'' تھی، تو انہوں نے بھی اسی عبارت کو بعینہ بغیر کسی نقد وجرح کے نقل کر دیا:

وكان قد أدرك أربعة من الصحابة، هم أنس بن مالك بالبصرة وعبدالله بن أبي أوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمكة رضي الله عنهم. قال بعض أصحاب التواريخ: ولم يلق أحداً منهم ولا أخذ عنه، وأصحابه يقولون لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم، قال: ولم يثبت ذلك عند النقاد. (۲)

صاحب مشکوٰۃ ابوعبداللہ ولی الدین التبریزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) کے پیش نظر بھی ''جامع الأصول'' اور ''وفيات الأعيان'' تھی تو انہوں نے بھی بغیر کسی تحقیق کے امام صاحب کے ترجمے میں یہی عبارت نقل کر دی:

وكان في أيامه أربعة من الصحابة أنس بن مالك بالبصرة وعبدالله بن أبي أوفى بالكوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمكة ولم يلق أحد منهم ولا أخذ عنهم. (۳)

اندازہ کیجئے یہ ہے بلا تحقیق نقل در نقل! ابتدا میں علامہ شیرازی رحمہ اللہ نے ایک بات بلا تحقیق لکھ دی، پھر بعد میں علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کر دیا، اور پھر ابن

---

(۱) وفيات الأعيان: ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج۵ ص۴۰۶

(۲) مرآة الجنان: سنة خمسين ومائة، ج۱ ص۲۴۲، ۲۴۳

(۳) الإكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ص۶۲۴

خلکان رحمہ اللہ، ابنِ اثیر رحمہ اللہ پر، اور علامہ یافعی رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ پر، اور صاحب مشکوٰۃ نے سابقہ کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے لکھ دیا، اور یوں ایک غلط بات متعدّد کتابوں میں نقل ہوتی چلی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ شوافع کا ایک گروہ اور بعض اَحناف بھی امام صاحب کے صحابہ سے روایت نہ کرنے کے قائل ہو گئے۔

بلاتحقیق کسی بات کے نقل درنقل کے متعلق حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے ''فتح الباری'' کے مقدمے میں ''الفصل العاشر فی عد أحادیث الجامع'' عنوان کے تحت صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد پر بحث کرتے پچھلوں کی غلطی کے متعلق لکھتے ہیں:

أن کثیرا من المحدثین وَغیرهم یستروحون بنقل کلام من یتقدمهم مقلدین له وَیکون الأول مَا أتقن وَلا حرر بل یتبعونه تحسینا للظن به والإتقان بخلاف ذلك [1]

ترجمہ:- بلاشبہ بہت سے محدثین وغیرہ اپنے پیش رو کی تقلید کرتے ہوئے اس کے کلام کو نقل کرنے میں راحت محسوس کرتے ہیں، حالانکہ پہلے شخص نے اتقان وتحقیق سے کام نہیں لیا ہوتا، مگر یہ محض حُسنِ ظن کی بنا پر اس کی اتباع کرتے چلے جاتے ہیں، حالانکہ تحقیق اس کے برخلاف ہوتی ہے۔

علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ يَقَعُ كَثِيرًا أَنَّ مُؤَلِّفًا يَذْكُرُ شَيْئًا خَطَأً فِي كِتَابِهِ فَيَأْتِي مَنْ بَعْدَهُ مِنَ الْمَشَايِخِ فَيَنْقُلُونَ تِلْكَ الْعِبَارَةَ مِنْ غَيْرِ تَغْيِيرٍ وَلَا تَنْبِيهٍ فَيَكْثُرُ النَّاقِلُونَ لَهَا وَأَصْلُهَا لِوَاحِدٍ مُخْطِئٍ كَمَا وَقَعَ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ. [2]

ترجمہ:- بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصنف غلطی سے کوئی بات اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے، پھر بعد کے علماء اس عبارت کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں، نہ اس کی اصلاح کرتے ہیں نہ غلطی پر تنبیہ کرتے ہیں، پھر دُوسرے بہت سے حضرات اس کو نقل

---

(۱) ھدی الساری فی مقدمة فتح الباری: الفصل العاشر: ص ۴۶۵

(۲) البحر الرائق: کتاب البیع، فروع متعلقة بالتصرف فی مال الغائب، ج ۶ ص ۲۰۱

کرتے ہیں، حالانکہ پہلے لکھنے والے سے غلطی سرزد ہوئی ہوتی ہے، جیسا کہ زیر بحث مسئلے میں ایسا ہی ہوا ہے۔

عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے کہ اس بحث میں أصحابِ ابی حنیفہ کے اقوال کو ترجیح دی جائے، تاریخ کا یہ مسلّمہ کلیّہ ہے کہ ہر شخص کے حالات سے اس کے اصحاب دُوسروں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہوتے ہیں، لہٰذا أصحابِ ابو حنیفہ کے مقابلے میں دُوسروں کے اقوال کو ترجیح دینا یہ اُصولِ روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے۔

علامہ ابنِ حجۃ حموی رحمہ اللہ (متوفی ۸۳۷ھ) نقل کرتے ہیں:

صاحب البيت أدرى بالذي فيه۔ [1]

علامہ ابنِ اثیر رحمہ اللہ جن کے سابقہ قول کو بعد کے مؤرّخین نقل کرتے چلے آئے، انہوں نے بھی اس اُصول کو تسلیم کیا ہے کہ امام صاحب کے اصحاب ان کے حالات سے زیادہ واقف ہیں، چنانچہ امام صاحب کے ترجمے میں آپ پر کئے گئے مطاعن کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأصحابه أخبر بحاله۔

ترجمہ:- امام صاحب کے أصحاب ان کے حال سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں:

فالرجوعُ إلى ما نقلوه عنه أولى مما نقله غيرُهم عنه۔ [2]

ترجمہ:- امام صاحب کے أصحاب کے اقوال کی طرف رُجوع کرنا زیادہ اَولیٰ ہے بہ نسبت اس کے کہ غیروں کے اقوال کی طرف رُجوع کیا جائے۔

یہ ایک حقیقت تھی جو علامہ ابنِ اثیر رحمہ اللہ کے قلم سے بھی بے اختیار نکل گئی، اب یہ کہنا کہ امام صاحب کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی تو اس کو بجز تعصب کے اور کیا کہا جائے؟ اس لئے شارحِ بخاری وہدایہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے علامہ ابنِ اثیر اور علامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ کی اس رَوِش کو تعصب کا نتیجہ قرار دیا:

وأما قول ابن الأثير وابن خلكان ومن سلك مسلكهما من المتعصبين

---

(۱) خزانة الأدب وغاية الأرب، ج۱ ص۳۱۸

(۲) جامع الأصول: حرف النون: الفرع الثاني من التابعين ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۲ ص۹۵۲

الحاسدين ولم يلق أحدًا منهم، ولا أخذ عنه فذاك من باب التعصب المحض۔ (۱)

ترجمہ:- ابنِ اثیر اور ابنِ خلکان اور اُن لوگوں کا جو اِن کی رَوِش پر چلے ہیں، یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ کی نہ تو کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ انہوں نے کسی صحابی سے روایت کی ہے یہ محض تعصب کا نتیجہ ہے۔

نوٹ:- یہ بحث مولانا محمد عبد الشہید نعمانی صاحب کی کتاب ''امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہ سے اُن کی روایت'' سے ماخوذ ہے۔

اِمام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایتِ حدیث پر پچیس ۲۵ اکابر اہلِ علم کی تصریحات

اِمامِ اعظم کی رُویت تو مسلّم ہے، یہاں تک کہ اِمام ذہبی رحمہ اللہ جیسا ناقد محدّث بھی، جن کی جلالتِ شان سب کے ہاں مسلّم ہے، فرماتے ہیں کہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تھے:

فَإِنَّهُ صَحَّ أَنَّهُ رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ إِذْ قَدِمَهَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔ (۲)

اب ہم دُوسرے جز پر بحث کرتے ہیں یعنی امام صاحب کی صحابہ سے روایت پر۔ باوجود تلاشِ بسیار کے مجھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہم عصر حضرات میں سے کسی کی کوئی واضح تصریح نہیں ملی کہ امام صاحب کی صحابہ سے روایت ثابت نہیں ہے، نہ ہی آپ کے اساتذہ میں سے کسی کی، اور نہ ہی آپ کے تلامذہ میں سے کسی ایک کی، ائمہ صحاحِ ستہ میں سے بھی کسی کا کوئی قول نہیں ملا، اور نہ ان کے شیوخ کا، اور نہ ان کے تلامذہ کا، ابتدائی تین صدیوں میں جسے متقدمین کا زمانہ کہا جاتا ہے ہمیں کسی بھی مستند امام کی کوئی تصریح اب تک نہیں ملی، تو ابتدائی تین صدیوں میں کسی نے بھی اس بات

(۱) مغاني الأخيار، الفصل الثالث فيمن رأى أبو حنيفة من الصحابة، ج ۳ ص ۱۲۵
(۲) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۱۴

کا اِنکار نہیں کیا کہ اِمام صاحب کی صحابہ سے روایت ثابت نہیں ہے۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے متقدمین اور متاخرین کے درمیان حدِ فاصل اِبتدائی تین صدیوں کو قرار دیا ہے:

فالحد الفاصل بين المتقدم والمتأخر هو رأس سنة ثلثمائة (۱)

علامہ اِبنِ عابدین شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے بھی اِمام ذہبی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے متقدمین اور متاخرین کے درمیان حدِ فاصل تیسری صدی کو قرار دیا ہے، جو اس سے پہلے گزرے وہ متقدمین میں شمار ہیں، اور جو ان کے بعد آئے وہ متاخرین میں شامل ہیں:

فائدة: قال الحافظ الذهبي الحد الفاصل بين العلماء المتقدمين والمتاخرين رأس القرن الثالث وهو الثلاثمائة. انتهى. فالمتقدمون من قبله والمتاخرون من بعده. (۲)

۱۔ اِمام فضل بن دکین رحمہ اللہ کی تصریح

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور اِمام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ اِمام فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ)، جن کے متعلق فنِ اسماء الرجال کے مسلّم امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أثبت من رجلين: أبي نعيم وعفان.

اِمام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان حافظا متقنا.

اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الحافظ الكبير، شيخ الإسلام. (۳)

اِمام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

رأى أنس بن مالك سنة خمس وتسعين وسمع منه. (۴)

---

(۱) ميزان الاعتدال: مقدمة، ج ۱ ص ۴

(۲) مجموعة رسائل ابن عابدين: الرسالة السابعة. شفاء العليل وبل الغليل، ج ۱ ص ۱۶۱

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو نعيم الفضل بن دكين، ج ۱۰ ص ۱۴۲

(۴) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: من لقي أبو حنيفة من الصحابة وما رواه عنهم، ص ۱۸

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو ۹۵ھ میں دیکھا اور ان سے سماع کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سنِ وصال میں اختلاف ہے، ان کے سنِ وصال کے متعلق تین اقوال ہیں: ۹۱ھ، یا ۹۳ھ، یا ۹۵ھ۔

۲- مشہور مؤرخ امام ابنِ سعد رحمہ اللہ کی تصریح

متقدمین میں سے مشہور مؤرخ امام ابنِ سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں بہ سندِ متصل خود امامِ اعظم رحمہ اللہ کا بیان نقل کیا ہے:

قدم أنس بن مالك الكوفة ونزل النخع وكان يخضب بالحمرة قد رأيته مرارا.[1]

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک کوفہ میں بمقام نخع میں تشریف لائے، آپ نے سُرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا، میں نے کئی بار آپ کی زیارت کی ہے۔

امام ابو احمد الحاکم الکبیر رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۸ھ) نے بھی بہ سندِ متصل امامِ اعظم رحمہ اللہ سے یہ مذکورہ قول نقل کیا ہے۔[2]

امام ذہبی اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہما اللہ دونوں امام ابنِ سعد کی روایت کے صحت کے معترف ہیں، چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ امام صاحب کی شرفِ تابعیت کا ذکر کرتے ہوئے دلیل میں ابنِ سعد کی روایت کا حوالہ دیتے ہیں:

فَإِنَّهُ صَحَّ أَنَّهُ رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ إِذْ قَدِمَهَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ جَابِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حَنِيفَةَ، يَقُولُ: رَأَيْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.[3]

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں امام صاحب

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب الثالث، ص ۴۹

(۲) كتاب الأسامي والكنى: ج ۳ ص ۱۷۶

(۳) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۱۳

کے ترجمے میں فرمایا کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں کئی مرتبہ دیکھا پھر آگے حوالہ ابنِ سعد کی روایت کا دیا:

رأى أنس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة رواه ابن سعد عن سيف بن جابر أنه سمع أبا حنيفة يقوله [1]

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد ورد ابن سعد بسنده لا بأس به أن أبا حنيفة رأى انسا. [2]

ترجمہ:- امام ابنِ سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے، یہ بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔

لفظ "لا بأس به" الفاظِ تعدیل میں سے ہے، امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے الفاظِ تعدیل کے مراتب نقل کئے ہیں، سب سے پہلا درجہ "ثقة، متقن، حجة، عدل، حافظ"، اور دُوسرا درجہ "صدوق، لا بأس به" ہے۔ [3]

امام ذہبی اور حافظ ابنِ حجر رحمہما اللہ نے امام ابنِ سعد کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے، یہ وہی روایت ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، ابنِ سعد کی اس روایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں آمد اور محلہ بنی نخع میں ان کے نزول کی خبر دینے کے بعد ان کے متعلق یہ بیان کیا کہ "وكان يخضب بالحمرة" وہ سُرخ خضاب لگاتے تھے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فعل کی خبر ہے، جو حدیثِ فعلی موقوف ہے، فنِ اُصولِ حدیث سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ صحابی کے قول، فعل اور عمل کا بیان بھی حدیث ہے، اور اسے حدیثِ موقوف کہا جاتا ہے، یہ حدیثِ فعلی موقوف ہے۔

۳- امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی تصریح

فنِ جرح وتعدیل کے مسلّم امام، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) جن کی علمِ

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو حنيفة الإمام الأعظم النعمان بن ثابت، ج۱ ص۱۲۶، ۱۲۷

(۲) تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة: ذكر من أدركه من الصحابة، ص۲۳

(۳) تدريب الراوي، النوع الثالث والعشرون، الثالثة عشرة في ألفاظ الجرح والتعديل، ص۳۰۳

حدیث میں جلالتِ شان اور امامت کا اندازہ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) کے القابات سے لگائیں جو آپ نے امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ کے ترجمے کے آغاز میں کہے:

اَلْإِمَامُ الْحَافِظُ الْجِهْبِذُ شَيْخُ الْمُحَدِّثِيْنَ أَحَدُ الْأَعْلَامِ.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) ان کے متعلق فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيْثٍ لَا يَعْرِفُهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ فَلَيْسَ هُوَ بِحَدِيْثٍ.(۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے تلامذۂ حدیث میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام احمد بن حنبل، امام ابوزرعہ الرازی، امام ابوحاتم رحہم اللہ جیسے کبار ائمۂ حدیث کے اسمائے گرامی ذکر کیے ہیں، یہی امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے کثیر لشکر ٹڈیاں ہیں، جن کو میں نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔

امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ کے شاگرد امام دوری رحمہ اللہ نے آپ کے سماع کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

سَمِعت يحيى يَقُول أَبُو حنيفَة صَاحب الراى قد سمع من عَائِشَة بنت عجرد.(۲)

امام عبدالکریم بن محمد المعروف امام قزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۳ھ) نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔(۳)

علامہ ابنِ اثیر جزری رحمہ اللہ (متوفی ۶۳۰ھ) نے امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ کے حوالے سے مکمل حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے:

عائشة بنت عجرد روى يحيى بن معين أن أبا حنيفة الفقيه صاحب الرأي سمع عائشة تقول: سمعت رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول:

---

(۱) سیر أعلام النبلاء، ترجمة: يحيى بن معين، ج ۱۱ ص ۷۱، ۸۰

(۲) تاریخ ابن معین: أهل الكوفة، ج ۳ ص ۳۸۰، رقم: ۲۳۲۷

(۳) دیکھیے تفصیل۔ التدوين في أخبار قزوين: المحمدون ترجمة: محمد بن عبد الملك، ج ۱ ص ۳۳۸

أكثر جنود الله تعالى في الأرض الجراد، لا آكله ولا أحرمه [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے بھی عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا کے ترجمے میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے:

حدثنا يحيى بن معين أن أبا حنيفة صاحب الرأي سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. قلت و كذلك هو في تاريخ يحيى بن معين. [2]

۴- امام ابوحامد محمد بن ہارون حضرمی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابوحامد محمد بن ہارون بن عبد اللہ الحضرمی البعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ)، مشہور محدث ہیں، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے ان کے تلامذہ میں تیسرے نمبر پر امام دارقطنی رحمہ اللہ کا نام ذکر کیا ہے، نیز امام ابوحامد حضرمی رحمہ اللہ کی ثقاہت کے متعلق امام دارقطنی کا قول بھی ذکر کیا ہے۔ [3]

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے شاگرد امام حمزہ بن یوسف سہمی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۷ھ) نے امام ابوحامد حضرمی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں دوسرے نمبر پر امام دارقطنی رحمہ اللہ کا نام ذکر کیا، اور آپ کا قول ذکر کیا کہ امام حضرمی ثقہ ہیں:

أبو حامد محمد بن هارون بن عبدالله بن حميد بن سليمان بن مياح الحضرمي المعروف بالبعراني، سمع خالد بن يوسف السمتي، ونصر بن علي الجهضمي، روى عنه محمد بن اسماعيل الوراق وابو الحسن الدارقطني، وقال: ثقة، توفي سنة إحدى وعشرين وثلاثمائة. [4]

امام ابوسعد سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نسبت "البعرانی" کے تحت امام حضرمی رحمہ اللہ کا ترجمہ ذکر کیا، پھر امام دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ آپ ثقہ ہیں:

---

(۱) أسد الغابة في معرفة الصحابة: ترجمة: عائشة بنت عجرد، ج ۷ ص ۱۹۰

(۲) لسان الميزان: ترجمة: عائشة بنت عجرد، ج ۳ ص ۲۲۷

(۳) دیکھئے: تاریخ بغداد: ترجمة: محمد بن هارون بن عبدالله، ج ۳ ص ۱۲۸

(۴) سؤالات حمزة للدارقطني: ص ۲۹، رقم: ۳۸

وقال الدار قطني: هو ثقة.[1]

علامہ مرتضیٰ الزبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) مادّہ "بعر" کے تحت امام حضرمی رحمہ اللہ کا ذکر کر کے یہ نقل کیا کہ آپ ثقہ ہیں، اور امام دار قطنی رحمہ اللہ نے آپ سے روایت کی ہے۔[2]

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کا تذکرہ ان القابات سے کیا:

اَلْمُحَدِّثُ، الثِّقَةُ، الْمُعَمَّرُ، الْإِمَامُ، أَبُو حَامِدٍ مُحَمَّدُ بْنُ هَارُوْنَ.[3]

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب "سنن الدار قطنی" میں امام ابو حامد رحمہ اللہ سے چونسٹھ (۶۴) اَحادیث نقل کی ہیں، اس سے اندازہ لگایئے کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ کے ہاں ان کی علمِ حدیث میں جلالتِ شان کا کیا مقام ہے، بندہ ان تمام روایات کا رقم الحدیث نقل کر رہا ہے تاکہ جو اہلِ علم حضرات مراجعت کرنا چاہیں ان کے لئے آسانی ہو۔[4]

اسی امام حضرمی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے مرویات پر مشتمل اَحادیث کو ایک مستقل رسالے کی صورت میں جمع کیا، ان کے اس رسالے کا تذکرہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنے سے لے کر مصنف امام ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی رحمہ اللہ تک متصل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔[5]

یہ رسالہ دمشق کے کثیر التصانیف امام ابنِ طولون رحمہ اللہ (متوفی ۹۵۳ھ) نے "الفہرست

( ) الأنساب، باب الباء والعين، البعراني، ج ۲ ص ۲۶۵

(۲) تاج العروس، باب الراء، مادة: بعر، ج ۱۰ ص ۲۲۱

(۳) سیر أعلام النبلاء، ترجمة: أبو حامد محمد بن هارون، ج ۱۵ ص ۲۵

(۴) سنن الدار قطني: ج ۱، رقم: ۶۱، ۹۸، ۲۲۷، ۲۵۶، ۲۸۹، ۳۵۷، ۵۳۱، ۵۴۴، ۵۸۸، ۵۹۷، ۷۶۲، ۸۳۷، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۲۶، ج ۲، رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۷، ۱۱۹۳، ۱۲۲۹، ۱۲۷۵، ۱۳۱۵، ۱۳۵۶، ۱۳۷۱، ۱۳۷۷، ۱۵۰۵، ۱۵۲۸، ۱۵۵۴، ۱۵۸۵، ۱۶۰۸، ۱۶۳۰، ۱۷۵۹، ۱۸۸۴، ۱۹۱۰، ۱۹۳۶، ج ۳، رقم: ۲۱۵۲، ۲۱۵۶، ۲۲۲۳، ۲۳۳۵، ۲۳۳۶، ۲۵۳۶، ۲۶۷۳، ۲۷۳۵، ۲۷۳۵، ۲۷۷۷، ۲۸۲۳، ۲۸۷۹، ۲۸۹۰، ج ۳، رقم: ۳۱۳۰، ۳۱۷۲، ۳۱۸۳، ۳۲۰۷، ۳۳۳۳، ۳۵۳۳، ۳۵۸۲، ۳۵۸۴، ۳۶۲۸، ۳۶۸۱، ۳۷۶۲، ج ۵، رقم: ۳۹۸۴، ۴۳۱۱، ۴۳۷۶، ۴۴۲۵، ۴۴۵۳، ۴۶۹۵

(۵) دیکھئے، المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص ۲۶۱، رقم: ۱۰۸۹

الأوسط'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ رسالہ ان کی مرویات میں بھی داخل ہے، علامہ کوثری رحمہ اللہ نے ''تانیب الخطیب'' میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

اندازہ کیجئے کہ امام حضرمی رحمہ اللہ جیسا ثقہ محدث جو صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے روایت حدیث کے قائل ہی نہیں بلکہ آپ کی مرویات کو ایک مستقل تصنیف کی صورت میں جمع کیا، اور وہ رسالہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے محدث کی مرویات میں شامل ہے، اب اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو ایسے متعصب شخص کا کوئی علاج نہیں!

۵-امام ابوالقاسم علی بن کاس رحمہ اللہ کی تصریح

مشہور محدث امام ابوالقاسم علی بن کاس رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۴ھ) جو امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بھی اُستاذ ہیں فرماتے ہیں:

عن فضائله انه روى عن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن العلماء اتفقوا على ذلك واختلفوا فى عددهم فمنهم من قال انهم ستة وامرأة ومنهم من قال خمسة وامرأة ومنهم من قال سبعة وامرأة.[1]

ترجمہ:-امام ابوحنیفہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے روایت کی ہے، اس بات پر علماء کا اتفاق ہے، البتہ صحابہ کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں، (کہ جن سے آپ نے روایات نقل کی ہیں ان کی تعداد کتنی ہے؟) بعض چھ صحابی اور ایک صحابیہ بیان کرتے ہیں، جب کہ بعض پانچ صحابی اور ایک صحابیہ بیان کرتے ہیں، اور بعض سات صحابی اور ایک صحابیہ بیان کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ محدث ابن کاس رحمہ اللہ کے دور تک امام صاحب کی روایت کا مسئلہ مختلف فیہ نہیں تھا۔

۶-امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ کی تصریح

امام احمد بن عبداللہ المعروف ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ)، امام ذہبی رحمہ اللہ ان

(۱) مناقب الأئمة الأربعة: ص ۲۳

کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

اَلْإِمَامُ، الحَافِظُ، الثِّقَةُ، العَلَّامَةُ شَيْخُ الإِسْلَامِ، وَصَاحِبُ الحِلْيَةِ (۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کو ان کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے امام صاحب کی مسند تالیف کی اور مقدمے میں باب باندھا "ذکر من رأى من الصحابة وروى عنهم" اس کے تحت آپ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کو دیکھا بھی ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے (یعنی رؤیت اور روایت دونوں ثابت ہے)، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن أبي أوفی رضی اللہ عنہ کو دیکھا بھی ہے اور روایت بھی کی ہے:

ذكر من رأى من الصَّحَابَة وروى عَنْهُم أنس بن مَالك، وَعبدالله بن الحَارِث بن جزء الزبيدي وَيُقَال: عبدالله بن أبي أوفى الأَسْلَمِيّ رَضِي الله عَنْهُم. (۲)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابونعیم رحمہ اللہ نے جزم کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حضرت انس اور عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہما سے رؤیت اور روایت دونوں حاصل ہیں، پھر آگے امام ابونعیم رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دو موقوف فعلی روایات اور ایک مرفوع قولی حدیث بھی سند کے ساتھ نقل کی ہے، پھر آگے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، جو مصر میں رہائش پذیر تھے، امام صاحب کی ان سے مکہ میں ملاقات ہوئی، اور آپ نے ان سے حدیث بھی سنی اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی:

وَأَمَّا رِوَايَتُهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ لَهُ صُحْبَةٌ سَكَنَ مِصْرَ، لَقِيَهُ بِمَكَّةَ وَسَمِعَ مِنْهُ وَهُوَ ابْنُ سِتَّ عَشْرَةَ سَنَةً. (۳)

پھر آگے تفصیلاً حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے آپ کے سماع حدیث کی مکمل روایت نقل کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابونعیم رحمہ اللہ وہ ہیں جن کے سامنے خطیب بغدادی رحمہ

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد، ج ۱۷ ص ۴۵۳، ۴۵۵

(۲، ۳) مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم: مقدمة، ص ۲۲، ۲۵

اللہ نے زانوئے تلمذ طے کئے، وہ آپ کی صحابہ سے رُؤیت اور روایت دونوں کے قائل ہیں، یہ کسی حنفی نہیں بلکہ شافعی المسلک محدث عالم کی شہادت ہے۔

امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے عنوان قائم کیا ہے: ”ذکر من رأی من الصحابة وروی عنهم“ اس کے تحت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رُؤیت اور روایت دونوں کا تذکرہ کیا ہے، اپنی سند متصل کے ساتھ روایت نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَائِمًا يُصَلِّي.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس روایت سے آپ کی رُؤیت اور روایت دونوں کا ثبوت ہے ”رأیت أنس بن مالك“ حدیث کے اس پہلے ٹکڑے سے آپ کی رُؤیت یعنی شرف تابعیت ثابت ہوئی، اور ”قائما یصلی“ اس جز سے آپ کی روایت ثابت ہوئی، امام صاحب نے اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فعل کی خبر دی ہے، تو یہ حدیث موقوف فعلی ہے۔

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) حدیثِ موقوف کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وَهُوَ مَا يُرْوَى عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ مِنْ أَقْوَالِهِمْ أَوْ أَفْعَالِهِمْ وَنَحْوِهَا.[2]

ترجمہ:- حدیثِ موقوف اس روایت کو کہا جاتا ہے جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال یا افعال یا ان کے مثل کوئی بات روایت کی جائے۔

امام ابن صلاح رحمہ اللہ اس کے متصل بعد فرماتے ہیں کہ اگر صحابی تک روایت متصل سند کے ساتھ ہو تو اسے ”روایتِ موقوف متصل“ کہا جائے گا، اور اگر سند متصل نہ ہو تو اسے ”روایتِ موقوف غیر متصل“ کہا جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے حدیثِ موقوف کی تعریف ان الفاظ میں کی:

---

(۱) مسند أبي حنيفة رواية أبي نعيم: مقدمة: ص ۲۴

(۲) مقدمة ابن الصلاح: النوع السابع معرفة الموقوف، ص ۳۶

وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنِ الصَّحَابَةِ قَوْلًا لَهُمْ أَوْ فِعْلًا أَوْ نَحْوَهُ۔[1]

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے اس کے متصل بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مرفوع قولی روایت بھی نقل کی ہے، امام ابونعیم رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک اپنی متصل سند ذکر کرنے کے بعد ان الفاظ میں روایت نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: طلب العلم فَرِيضَة على كل مُسلم۔[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث میں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صراحتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کر رہے ہیں "سمعت أنس بن مالك" سے امام صاحب کی صحابہ سے روایت حدیث بھی ثابت ہوئی۔

۷- امام حسین بن علی بن محمد المعروف الصیمری رحمہ اللہ

امام حسین بن علی بن محمد المعروف الصیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وكان أحد الفقهاء المذكورين من العراقيين، حسن العبارة، جيد النظر.

پھر آگے ان کے سامنے اپنے زانوئے تلمذ طے کرنے، اور ان کی ثقاہت اور اوصاف حمیدہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كتبت عنه وكان صدوقا وافر العقل، جميل المعاشرة عارفا بحقوق أهل العلم۔[3]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے استاذ محترم علامہ صیمری رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

---

(۱) تدریب الراوی: النوع السابع، ص ۲۰۲

(۲) مسند أبي حنيفة: ذكر من رأى من الصحابة وروى عنهم، ص ۲۴

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: الحسين بن علي بن محمد، ج ۸ ص ۷۸۰

اور آپ کے اصحاب کے مناقب پر کتاب لکھی جس کا نام ''أخبار أبي حنيفة وأصحابه'' ہے، اس کتاب میں علامہ صیمری رحمہ اللہ نے عنوان باندھا ہے: ''من لقي أبو حنيفة من الصحابة رضي الله عنهم وما رواه عنهم'' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ کرام سے ملاقات اور ان سے مروی روایات، اس کے تحت علامہ صیمری رحمہ اللہ نے اپنی مکمل سندِ متصل کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایات نقل کی ہیں۔

علامہ صیمری رحمہ اللہ جن کی توثیق خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کی ہے، ان کے عنوان اور احادیث نقل کرنے سے معلوم ہوگیا کہ وہ آپ کی رُوٴیت اور روایت دونوں کے قائل ہیں۔ چونکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ امام صاحب کی روایت کے انکار میں پیش پیش ہیں، اور بعد والوں کے لئے یہی دونوں ماخذ ہیں، تو بندے نے ان دونوں کے اساتذہ کے حوالے سے باحوالہ بات نقل کردی ہے کہ وہ امام صاحب کی روایت کے قائل ہیں۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اُستاذ جن کا تذکرہ ماقبل میں ہوا، یعنی امام حضرمی رحمہ اللہ نے تو امام صاحب کے صحابہ سے مرویات پر مستقل رسالہ لکھا، اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے اُستاذ علامہ صیمری رحمہ اللہ نے تو عنوان قائم کرکے باقاعدہ روایات نقل کی ہیں، اب آپ کی مرضی ہے کہ اساتذہ کے قول پر اعتماد کریں یا تلامذہ کی بات لیں...!

۸- امام عبدالرحمٰن بن محمد سرخسی رحمہ اللہ کی تصریح

امام عبدالرحمٰن بن محمد سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۹ھ) یہ بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے، علم وفضل کے ساتھ انتہائی عابد وزاہد بھی تھے، علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے ان کا مبسوط ترجمہ ذکر کیا ہے، آپ کی عبادت وریاضت کے متعلق لکھتے ہیں:

وَكَانَ يداوم الصَّوْم وَعرف بالزهد وَكسر النَّفس وَغَابَ بِمَسْجِد طَلْحَة بن عبيد الله رَضِي الله عَنهُ فِي لَيْلَة نصف من الشَّهْر وَصلى طول ليلته وَصلى الْفجْر بِوضُوء الْعشَاء.[1]

(۱) الجواهر المضية: ترجمة: عبدالرحمٰن بن محمد السرخسي، ج۱ ص۳۰۸

ترجمہ:- یہ صائم الدہر تھے، زہد اور مجاہدۂ نفس میں مشہور تھے، ایک مرتبہ مہینے کی پندرہویں شب میں اچانک طلحہ بن عبید اللہ کی مسجد سے اچانک غائب ہو گئے، اور ساری رات نماز پڑھتے رہے، آپ نے فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے ادا کی۔

انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے روایت کے سلسلے میں مستقل ایک جزء تالیف کیا، صدر الائمہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نے ''مناقب أبي حنيفة'' اور سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۴ھ) نے ''الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح'' میں اس سے روایت نقل کی ہے۔[1]

۹- علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ذہبی رحمہ اللہ نے محدث کبیر علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

الإِمَامُ، العَلَّامَةُ، حَافِظُ المَغْرِبِ، شَيْخُ الإِسْلَامِ، صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ الفَائِقَةِ، وَسَارَتْ بِتَصَانِيْفِهِ الرُّكْبَانُ، وَخَضَعَ لِعِلْمِهِ عُلَمَاءُ الزَّمَانِ.

آگے چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

قُلْتُ: كَانَ إِمَاماً دَيِّناً، ثِقَةً، مُتْقِناً، عَلَّامَةً، مُتَبَحِّراً، صَاحِبَ سُنَّةٍ وَاتِّبَاعٍ، فَإِنَّهُ مِمَّنْ بَلَغَ رُتْبَةَ الأَئِمَّةِ المُجْتَهِدِيْنَ، وَمَنْ نَظَرَ فِي مُصَنَّفَاتِهِ بَانَ لَهُ مَنْزِلَتُهُ مِنْ سَعَةِ العِلْمِ، وَقُوَّةِ الفَهْمِ، وَسَيَلَانِ الذِّهْنِ.[2]

امام ذہبی رحمہ اللہ جیسا ناقد محدث جن کو ان القابات کے ساتھ یاد کرے، علم حدیث میں ان کے مقام کا کیا کہنا! امام ذہبی رحمہ اللہ کی تصانیف اور مزاج سے جو لوگ واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ آپ القابات کے سلسلے میں ہمارے دور کی طرح مبالغہ آرائی نہیں کرتے بلکہ بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''جامع بيان العلم وفضله'' میں

---

(۱) مناقب أبي حنيفة: ج۱ص۴۹/الانتصار والترجيح: ص۴۳

(۲) سير أعلام النبلاء، ترجمة: ابن عبد البر أبو عمر يوسف بن عبد الله، ج۱۸ص۱۵۳، ۱۵۷

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، جس میں آپ کی رُؤیت اور روایت دونوں کا تذکرہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حج پر گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شیخ کے اردگرد لوگوں کا ایک بہت بڑا حلقہ ہے، تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہیں؟ تو والد صاحب نے فرمایا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ ان کے اردگرد کیوں جمع ہیں؟ والد صاحب نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کررہے ہیں (لوگ سننے کے لئے ان کے اردگرد جمع ہیں)۔ میں نے والد سے کہا کہ مجھے بھی آگے بڑھایئے تا کہ میں بھی سنوں، تو والد صاحب میرے لئے جگہ بناتے گئے یہاں تک کہ میں آپ سے بالکل قریب ہوگیا، پس میں نے سنا آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۱)

ترجمہ:- جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے، اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

اس کے متصل بعد آپ فرماتے ہیں:

ذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ كَاتِبُ الْوَاقِدِيِّ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيَّ. (۲)

ترجمہ:- امام واقدی کے کاتب امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی کو دیکھا ہے۔

امام ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا روایت پر کوئی کلام نہیں کیا، جس میں آپ کی رُؤیت اور روایت دونوں کا تذکرہ ہے، اور نہ امام ابن سعد کے کلام پر کوئی تبصرہ کیا، معلوم ہوا کہ آپ دونوں باتوں کے قائل تھے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے ترجمے میں صراحت کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا تھا:

(۲،۱) جامع بیان العلم وفضلہ: باب جامع فی فضل العلم، ج۱ ص ۲۰۳

وسمع من عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی، فیعد بذلک فی التابعین۔[1]

ترجمہ:-امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سے حدیث کا سماع کیا تھا، پس اسی وجہ سے آپ کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔

امام ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے بڑے صریح اور واضح الفاظ میں فرمایا: ''سمع من عبداللہ بن الحارث'' کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا تھا، اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو ایسے متعصب شخص کا کوئی علاج نہیں، یہ کسی حنفی نہیں بلکہ مشہور مالکی المذہب علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی شہادت ہے جو خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے ہم عصر ہیں، علم حدیث اور رجال میں ان کا پایہ خطیب سے بہت بلند ہے، ان پر خطیب بغدادی کی طرح متعصب یا متشدد ہونے کی کوئی جرح نہیں ہے۔ علم حدیث میں ان کی جلالت شان کا اندازہ ان کی ''التمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید'' اور ''الإستذکار'' سے ہوتا ہے، انہوں نے فقہائے ثلاثہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ کے مناقب پر مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی: ''الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء'' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توصیف وتوثیق اور مناقب میں کئی اکابر اہل علم کے گراں قدر اقوال نقل کئے ہیں، اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ اس کتاب کا ایک مرتبہ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

۱۰-امام ابومعشر عبدالکریم مقری شافعی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد مقری شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۸ھ) حدیث اور قراءت کے مشہور ائمہ میں شمار ہوتے ہیں، آخیر عمر میں مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، اور وہاں طویل عرصے تک انہوں نے قراءت کا درس دیا، اس لئے ''مقری اہل مکہ'' کے لقب سے مشہور ہوگئے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ یہ قراءت، تفسیر، لغت اور تاریخ کے امام تھے:

---

(۱) کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی: ج۱، ص ۵۷۲، ناشر: دار ابن تیمیۃ، الریاض

الإمام في القراءات وغيرها من التفسير واللغة والتاريخ [1]

ان کا مبسوط ترجمہ علامہ ابنِ جزری رحمہ اللہ (متوفی ۸۳۳ھ) نے "غاية النهاية في طبقات القراء" میں نقل کیا ہے۔ [2]

امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی رحمہ اللہ نے اپنے ایک جزء میں امامِ اعظم کی صحابہ سے مرویات کو روایت کیا ہے، اس میں ذکر کرتے ہیں:

قال أبو حنيفة: لقيت من أصحاب رسول الله سبعة: أنس بن مالك، عبدالله بن أنيس وعبدالله بن جزء الزبيدي، وجابر بن عبدالله، ومعقل بن يسار، وواثلة بن الأسقع وعائشة بنت عجرد رضي الله عنهم.

ثم روى له عن أنس ثلاث أحاديث، وعن ابن جزء حديثا، وعن واثلة حديثين، وعن جابر حديثا، وعن عبدالله بن أنيس حديثا، وعن عائشة بنت عجرد حديثا، وروى له أيضا عن عبدالله بن أبي أوفى حديثا. [3]

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے سات اصحابِ رسول سے ملاقات کی ہے، جن میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

پھر آپ نے حضرت انس سے تین احادیث، حضرت ابنِ جزء سے ایک حدیث، حضرت واثلہ سے دو حدیثیں، حضرت جابر سے ایک حدیث، حضرت عبداللہ بن انیس سے ایک حدیث، حضرت عائشہ بنتِ عجرد سے ایک حدیث اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے ایک حدیث روایت کی۔

---

(۱) طبقات الشافعين: ترجمة: عبد الكريم بن عبد الصمد، ج۱ ص ۴۶۶

(۲) دیکھئے: غاية النهاية: ترجمة: عبد الكريم بن عبد الصمد، ج۱ ص ۴۰۱، ۴۰۲

(۳) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ذكر من أدركه من الصحابة رضي الله عنهم، ص ۲۲، ۲۳

امام ابو معشر طبری رحمہ اللہ کے اس جزء کا تذکرہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنی تصنیف "المعجم المفهرس" (ص ۲۷۲، رقم ۱۱۳۳) میں بھی کیا ہے۔

امام ابو معشر طبری رحمہ اللہ نے اِمام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے روایت کردہ اَحادیث پر مستقل ایک جزء تالیف کیا، حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس جزء کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

رِوَايَةُ أَبِي حنيفَةَ عَنِ الصَّحَابَةِ لِأَبِي معشر الطَّبَرَانِي.

پھر آپ نے آگے مکمل سند مصنف تک نقل کی۔[1]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے اس جزء کو مکمل اپنی تصنیف "تبييض الصحيفة في مناقب أبي حنيفة" میں نقل کیا ہے۔[2]

۱۱- اِمام ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے روایت کردہ اَحادیث پر مستقل ایک جزء لکھا ہے، یہ جزء محدثین کے درمیان متداول رہا، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اس جزء کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: "جزء فيه حديث أبي حنيفة عمن لقي من الصحابة"، پھر آگے اپنی مکمل سندِ متصل مصنف تک ذکر کی ہے۔[3]

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) نے "جامع المسانيد" میں اس جزء کی روایات نقل کی ہیں، امام صاحب کی وحدانی روایات کے تحت۔[4]

۱۲- اِمام یحییٰ بن ابراہیم سلماسی رحمہ اللہ کی تصریح

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسی رحمہ اللہ (متوفی ۵۵۰ھ) نے اَئمہ اَربعہ کے مناقب پر مستقل ایک کتاب تصنیف کی، جس کا نام "منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد" اس کتاب کا تذکرہ علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ) نے ان کے ترجمے میں کیا ہے:

---

(۱) دیکھئے: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص ۲۷۲، رقم: ۱۱۳۳

(۲) دیکھئے: تبييض الصحيفة في مناقب أبي حنيفة: ذكر ما روى الإمام أبو حنيفة عن الصحابة، ص ۳۲تا۳۶

(۳) دیکھئے: المعجم المفهرس: حرف الحاء، ص ۲۷۲، رقم: ۱۱۳۲

(۴) دیکھئے تخریج میں: جامع المسانيد، الباب الثالث، ج، ص ۸۷، ۹۰، ۹۰، ۹۳، ۹۵

ووقعت له على كتاب صنفه في فضل الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد.[1]

علامہ سلماسی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور ان سے حدیث کا سماع بھی کیا ہے۔ اس کے بعد علامہ سلماسی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سندِ متصل کے ساتھ روایت بھی نقل کی ہے:

توفي أبو حنيفة سنة خمسين ومائة، ورأى أنس بن مالك سنة خمس وتسعين، وسمع منه، ومات ببغداد وهو ابن سبعين سنة.[2]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا انتقال ۱۵۰ میں ہوا، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، اور ان سے حدیث کا سماع کیا تھا، آپ کا انتقال بغداد میں ستر سال کی عمر میں ہوا۔

۱۳- امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ کی تصریح

امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نے عنوان قائم کیا ہے: "في ذكر من لقي من الصحابة وروايته عنهم" امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے ملاقات اور ان سے روایت۔

اس عنوان کے تحت امام مکی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، اس کے بعد عنوان قائم کیا ہے:

ذكر الأحاديث السبعة التي رواها أبو حنيفة عن سبعة من الصحابة

ترجمہ:- ان سات روایات کا ذکر جو امام ابوحنیفہ نے سات صحابہ سے کی ہیں۔

اس کے بعد ان سات روایات کو ذکر کیا ہے۔[3]

۱۴- امام عبدالکریم بن محمد رافعی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ذہبی رحمہ اللہ امام عبدالکریم بن محمد المعروف امام رافعی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۳ھ) کے

---

(۱) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: يحيى بن إبراهيم بن أحمد، ج ۶۴ ص ۴۴

(۲) منازل الأئمة الأربعة: فصل في ذكر أبي حنيفة، ص ۱۶۸

(۳) دیکھئے تفصیل: مناقب أبي حنيفة: الباب الثالث، ج ۱ ص ۲۷، ۲۸، ۲۹

ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

شَيْخُ الشَّافِعِيَّةِ عَالِمُ الْعَجَمِ وَالْعَرَبِ إِمَامُ الدِّينِ وَكَانَ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْعَامِلِينَ.

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ بلادِ عجم میں کوئی ان کے ہم مثل نہیں ہے:

قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ: أَظُنُّ لَمْ أَرَ فِي بِلَادِ الْعَجَمِ مِثْلَهُ.[1]

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۱ھ) نے آپ کا تذکرہ ان بلند پایہ القابات سے کیا ہے جس سے آپ کے علم وفضل کا اندازہ ہوتا ہے:

كَانَ الإِمَامُ الرَّافِعِي متضلعا من عُلُوم الشَّرِيعَة تَفْسِيرًا وحديثًا وأصولاً مترفعًا على أبناء جنسه في زَمَانه نقلاً وبحثًا وإرشادًا وتحصيلاً وَأما الْفِقْه فَهُوَ فِيهِ عُمْدَة الْمُحَقِّقين وأستاذ المصنفين.[2]

انہوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام: "التدوين في أخبار قزوين" ہے، ان کی تصانیف میں اس کتاب کا تذکرہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے "سير أعلام النبلاء" میں کیا، خیر الدین زرکلی (متوفی ۱۳۹۶ھ) نے ان کے ترجمے میں سب سے پہلے اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔[3]

امام رافعی رحمہ اللہ جو شافعی المسلک ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "التدوين في أخبار قزوين" میں محمد بن عبد الملک بن المعافا کے ترجمے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، اور ایک روایت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، اور ایک روایت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اگر آپ امام صاحب کے صحابہ سے سماعِ حدیث کے قائل نہ ہوتے تو اس کا تذکرہ ہی نہیں کرتے، اگر بالفرض تذکرہ کر بھی لیتے تو اس پر کلام کرتے، لیکن آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے مروی کسی روایت پر کلام نہیں کیا۔[4]

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الرافعي عبد الكريم بن محمد، ج ۲۲ ص ۲۵۲، ۲۵۳

(۲) طبقات الشافعية الكبرى: ترجمة: عبد الكريم بن محمد بن عبد الكريم، ج ۸ ص ۲۸۲

(۳) دیکھئے: الأعلام: ترجمة: عبد الكريم بن محمد، ج ۴ ص ۵۵

(۴) التدوين في أخبار قزوين: ترجمة: محمد بن عبد الملك بن المعافا، ج ۱ ص ۲۳۷، ۲۳۸

۱۵-ابوالمظفر جمال الدین المعروف سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ کی تصریح

ابو المظفر جمال الدین یوسف بن قزغلی بن عبداللہ (متوفی ۶۵۴ھ) المعروف سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے:

وذكر من لقي من الصحابة وروى عنه.

ترجمہ:-امام صاحب کی صحابہ سے ملاقات اوران سے روایت۔

اس کے تحت انہوں نے حضرت انس، عبداللہ بن ابی اوفی، عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن انیس، واثلہ بن اسقع، عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ کیا ہے، ان تمام حضرات سے مکمل سند کے ساتھ روایات نقل کی ہیں۔ [۱]

۱۶-علامہ خوارزمی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ) اپنی کتاب "جامع المسانید" کی نوع ثالث کا عنوان یوں تحریر کرتے ہیں:

أما النوع الثالث: من مناقبه وفضائله التي لم يشاركه فيها أحد بعده أنه روى عن أصحاب رسول الله.

فإن العلماء اتفقوا على ذلك وإن اختلفوا في عددهم. فمنهم من قال: إنهم ستة وامرأة ومنهم من قال: خمسة وامرأة ومنهم من قال: سبعة وامرأة. [۲]

ترجمہ:-تیسری نوع میں امام ابوحنیفہ کے ایسے مناقب اور فضائل کا بیان جو آپ کے بعد کسی کے حصے میں نہیں آئے، بے شک آپ نے اصحاب رسول سے روایت کیا ہے، علماء اس بات پر متفق ہیں، مگر ان کا صحابہ کے عدد میں اختلاف ہے، ان میں سے کسی نے کہا: چھ صحابہ اور ایک صحابیہ، کسی نے کہا: پانچ صحابہ اور ایک صحابیہ، اور کسی نے کہا: سات صحابہ اور ایک صحابیہ۔

---

(۱) دیکھئے تفصیل: الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح: الباب الرابع، ص ۱۰ تا ۱۵، الناشر: الرحیم اکیڈمی کراچی

(۲) جامع المسانید: الباب الأول في شيء من فضائله اللتي تفرد بها إجماعاً، ج ۱، ص ۲۲

علامہ خوارزمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت عبد اللہ بن اَبی اَوفیٰ، عبد اللہ بن انیس، عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہم سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث روایت کی ہے:

عبدالله بن أبي أوفى وعبدالله بن أنيس وعبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدي رضي الله عنهم، فيمن روى عنهم الإمام أبو حنيفة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم.(۱)

۱۷-حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ کی تصریح

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) امام صاحب کے ترجمے میں نقل کرتے ہیں:

وَذَكَرَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ رَوَى عَنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ.(۲)

ترجمہ:-بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے سات صحابہ سے روایت حدیث کی ہے۔

۱۸-علّامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ کی تصریح

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) کے متعلق فرمایا کہ امام دمیاطی رحمہ اللہ نے ان کو اجازتِ حدیث دی تھی، اوران کے تلامذہ میں اپنے مشہور اُستاذ علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

سمع مِنْهُ الْكِبَار وَحدث عَنهُ شَيخنَا الْحَافِظ أَبُو الْفضل.

حافظ نے ان کے خط کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ ان کا خط بہت اچھا ہے:

وخطه حسن جدا.(۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "تذکرة الحفاظ" پر علامہ ابنِ فہد مکی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۱ھ) نے ذیل لکھا جو "لحظ الألحاظ" کے نام سے مشہور ہے، انہوں نے امام ذہبی رحمہ اللہ

(۱) جامع المسانيد، باب العين، ج۲ ص ۴۷۴

(۲) البداية والنهاية: سنة خمسين ومائة، ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج۱۰ ص ۱۱۴

(۳) الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة: ترجمة عبد القادر بن محمد بن محمد، ج۳ ص ۱۹

کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان حضرات کا تذکرہ کیا کہ جن کو علم حدیث میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا، چنانچہ انہوں نے علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ کے ترجمے کا آغاز ان القابات سے کیا:

الإمام العلامة الحافظ. (۱)

انہوں نے علمائے احناف کے حالات ومناقب پر مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام: ''الجواهر المضية فی طبقات الحنفية'' ہے، یہ کتاب ''میر محمد کتب خانہ کراچی'' سے دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے، امام قرشی رحمہ اللہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے مرویات کے سلسلے میں مستقل ایک جزء تالیف کیا، ''الجواهر المضية'' کے مقدمے میں امام ابوحنیفہ کے تذکرے میں اپنے اس جزء کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

ذکرت فی هذا الجزء من سمعه من الصحابة ومن رآه. (۲)

ترجمہ:- میں نے اس جزء میں ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن سے امام ابوحنیفہ نے حدیثیں سنی ہیں اور ان کی زیارت کی ہے۔

وہ سات صحابہ کرام جن سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے روایت حدیث کی ہے، علامہ قرشی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ بھی کیا ہے:

والذی سمعه منهم رضی الله تعالى عنهم أجمعین عبدالله بن أنیس وعبدالله بن جزء الزبیدی وأنس بن مالك وجابر بن عبدالله ومعقل بن یسار وواثلة بن الأسقع وعائشة بنت عجرد. (۳)

امام ابوحنیفہ نے جن (سات) صحابہ کرام سے احادیث سنی ہیں وہ یہ ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ۔

۲-حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۴-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

۵-حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔

---

(۱) لحظ الألحاظ بذیل تذکرة الحفاظ: ترجمة: عبدالقادر القرشی، ج۱ص۱۰۵

(۲،۳) الجواهر المضية: مقدمة: فصل فی ذکر مولده ووفاته، ج۱ص۲۸

۶-حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ۔

۷-حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا۔

۱۹-علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی تصریح

شارحِ بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) کے تلمیذِ خاص علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) نے علامہ عینی کا مبسوط ترجمہ لکھا، آپ کے حالات ومناقب اور کثرتِ تصانیف کا تذکرہ کیا ہے، آپ کے علمی مقام ومرتبے اور آپ کی جلالتِ شان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

وَكَانَ إِمَامًا عَالِمًا علامة عَارِفًا بِالصَّرْفِ والعربية وَغَيرهَا حَافِظًا للتاريخ وللغة كثير الاسْتِعْمَال لَهَا مشاركا فِي الْفُنُون ذَا نظم ونثر مقَامه أجل مِنْهُمَا.[1]

علامہ عینی رحمہ اللہ کے متعلق یہ تبصرہ کسی حنفی عالم کا نہیں بلکہ فنِ حدیث ورجال اور تاریخ کے امام علامہ سخاوی رحمہ اللہ کا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ آپ مطالعہ اور لکھنے سے اُکتاتے نہیں تھے، آپ نے اتنی کثرت کے ساتھ تصانیف کیں کہ میں اپنے شیخ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے بعد نہیں جانتا کہ کسی نے اتنی کثرت کے ساتھ تصانیف کی ہوں، ان کا قلم ان کی تقریر سے زیادہ عمدہ تھا، بہت سرعت کے ساتھ لکھتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ایک رات میں "الحاوی" لکھی ہے:

لا يمل من المطالعة وَالْكِتَابَة. كتب بِخَطِّهِ جملَة وصنف الْكثير بِحَيْثُ لا أعلم بعد شَيخنَا أَكثر تصانيف مِنْهُ وقلمه أجود من تَقْرِيره ..... كتب الْحَاوِي فِي لَيْلَة.[2]

علامہ ابنِ حماد حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۹ھ) آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

هو العلامة، فريد عصره ووحيد دهره، عمدة المؤرخين، مقصد الطالبين قاضي القضاة.

(۱،۲) الضوء اللامع لأهل القرن التاسع: ترجمة: محمود بن أحمد بن موسى، ج ۱۰ ص ۱۳۳

آگے فرماتے ہیں:

وكان فصيحا باللغتين العربية والتركية. وقرأ وسمع ما لا يحصى من الكتب والتفاسير، وبرع في الفقه والتفسير، والحديث واللغة، والنحو، والتصريف والتاريخ.

ترجمہ:- دو زبانوں میں انہیں خوب دسترس تھی، عربی اور ترکی، انہوں نے تفاسیر اور کُتب کو اس قدر پڑھا ہے اور سنا کہ اسے شمار نہیں کیا جا سکتا، علم فقہ، تفسیر، حدیث، لغت، نحو، صرف، اور تاریخ میں انہیں خوب مہارت تھی۔

آگے ان کی تصانیف کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے، آخر میں ان الفاظ کے ساتھ ان کے ترجمے کا اختتام کرتے ہیں:

وكان أحد أوعية العلم۔ (١)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی ١٢٥٠ھ) علامہ عینی رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وبرع في جميع هٰذه الْعُلُوم۔

نیز فرماتے ہیں کہ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں، اور لوگوں نے آپ کی تصانیف سے خوب فائدہ لیا، اور ہر مذہب کے طلبہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے:

وتصانيفه كَثِيرَة جدا وانتفع به النَّاس وَأخذ عَنْهَا الطّلبَة من كل مَذْهَب۔ (٢)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ٩١١ھ) نے علامہ عینی رحمہ اللہ کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کیا ہے:

وَكَانَ إِمَامًا، عَالما، عَلامَة، عَارِفًا بِالْعَرَبِيَّةِ والتصريف وَغَيرهمَا، حَافِظًا للغة، كثير الاسْتِعْمَال لحوشيها، سريع الْكِتَابَة۔ (٣)

بندے نے مذکورہ بالا جتنے بھی حضرات کے حوالے سے علامہ عینی رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے،

---

(١) شذرات الذهب في أخبار من ذهب: سنة خمس وخمسين وثمانمائة، ج ٩ ص ٤١٨، ٤١٩

(٢) البدر الطالع: ترجمة: محمود بن أحمد بن موسى، ج ٢ ص ٢٩٤، ٢٩٥

(٣) بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة: ترجمة: محمود بن أحمد بن موسى، ج ٢ ص ٢٧٥

ان میں سے کوئی بھی حنفی نہیں ہے، بلکہ علامہ سخاوی اور علامہ سیوطی رحمہا اللہ شافعی المسلک ہیں، اور علامہ ابن العماد رحمہ اللہ حنبلی ہیں، جبکہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ غیر مقلد ہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے روایت کے متعلق باقاعدہ عنوان باندھا: ''فیمن رأی أبو حنیفة من الصحابة وروی عنهم'' یہ فصل ثالث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے رُویت اور روایت کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تین احادیث نقل کیں، ایک حدیث حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، ایک حدیث حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، اور ایک حدیث حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، پھر ان روایات پر جو اشکالات ہیں تو ان کا علمی طور پر مدلل جواب دیا ہے، آخر میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ میں سکونت پذیر تھے، کوفہ اور بصرہ کے درمیان مسافت کم ہے، لوگوں کے درمیان یہ عادت چلی آرہی ہے کہ اگر وہ کسی نیک صالح شخص کا تذکرہ سنتے ہیں کہ وہ فلاں جگہ ہیں تو لوگ متعدد شہروں سے دُور دراز کا سفر طے کر کے ان کی زیارت وصحبت اور استفادے کے لئے ان کی خدمت میں پہنچتے ہیں، ان سے ملاقات کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی جاتی ہے، اور اس وقت کیا عالم ہوگا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی کسی شہر میں ہو، اور وہاں کے لوگوں نے اسے دیکھا نہ ہو؟ جب کہ شہر بھی قریب ہو، اور وہ ان کی زیارت اور روایت کے لئے نہ گئے ہوں تو یہ بات عادتاً محال ہے۔ (۱)

آج اگر کوئی مستند بزرگ عالم کسی شہر میں آجائے تو لوگوں کا ملاقات کے لئے ایک تانتا لگ جاتا ہے، ہر شخص مصافحہ اور زیارت کے لئے ہر ممکنہ کوشش کرتا ہے، جب چودہ صدیوں بعد یہ عالم ہے تو خیرالقرون کے دور میں جب کوئی صحابی کسی شہر میں ہو، اور لوگ اس کی زیارت اور استفادے کے لئے ان کی خدمت میں نہ جائیں تو یہ بات عقلاً ناممکن ہے۔ آج کے دور میں اگر کوئی بڑا عالم آجاتا ہے تو لوگ اپنی اولاد کو ان کی خدمت میں لے کر جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے حق میں خیر وبرکت کی دُعا کریں، تو پھر جس دور کی خیریت کی پیشین گوئی زبانِ نبوّت سے ہو اس دور کا کیا عالم ہوگا!

---

(۱) مغانی الأخیار: الفصل الثالث فیمن رأی أبو حنیفة من الصحابة وروی عنهم، ج ۳ ص ۱۲۲ تا ۱۲۶

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب "عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری" میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا جب سند میں تذکرہ آیا تو ان کے مختصر احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عبدالله بن أبي أوفى. من أصحاب بيعة الرضوان روى له خمسة وتسعون حديثا للبخاري خمسة عشر. وهو آخر من بقي من أصحابه بالكوفة. مات سنة سبع وثمانين وهو أحد الصحابة السبعة الذين أدركهم أبو حنيفة سنة ثمانين وكان عمره سبع سنين، سن التمييز والإدراك من الأشياء.(۱)

ترجمہ:- یہ بیعت رضوان میں شریک تھے، ان سے پچانوے (۹۵) احادیث مروی ہیں، اور صحیح بخاری میں ان سے پندرہ (۱۵) روایات مروی ہیں، یہ کوفہ میں رہائش پذیر صحابہ میں سب سے آخری صحابی ہیں، ان کا انتقال ۸۷ھ میں ہوا، امام ابوحنیفہ نے جن سات صحابہ کرام کو پایا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہیں، اس وقت امام ابوحنیفہ کی عمر سات سال تھی، اشیاء کے درمیان ادراک اور تمیز کے لئے یہ سن کافی ہے۔

اسی طرح علامہ عینی رحمہ اللہ "باب متی یحل المعتمر" کے تحت سند میں جب حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رحمہ اللہ کا تذکرہ آیا تو فرماتے ہیں:

وهو أحد من روى عنه أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه ولا يلتفت إلى قول المنكر المتعصب.(۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے امام ابوحنیفہ نے (حدیث) روایت کی ہے، اور کسی منکر متعصب شخص کی بات کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کتنی صراحت کے ساتھ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت

(۱) عمدۃ القاری: کتاب الزکاۃ باب صلاۃ الإمام ودعائه لصاحب الصدقة، ج۹ص۹۵

(۲) عمدۃ القاری: کتاب الحج باب متی یحل المعتمر، ج۱۰ص۱۲۸

عبداللہ بن أبي أوفی رحمہ اللہ سے روایت حدیث کی ہے، اور یہ بھی جتلا دیا کہ اس کا انکار متعصب شخص ہی کر سکتا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں جہاں کہیں بھی سند میں حضرت عبداللہ بن أبي أوفی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا ہے تو وہاں آپ نے مختصراً اس بات کی وضاحت کی ہے، مثلاً:

وَهٰذَا هُوَ أحد من رَوَاهُ أبو حنيفة الإمام رَضِيَ الله تَعَالٰى عَنهُ.(۱)

وَعبدالله بن أبي أوفى وَهُوَ آخر من مَاتَ بِالْكُوفَةِ من الصَّحَابَة. وَهُوَ من جملَة من رَآهُ أبو حنيفة من الصَّحَابَة رَضِيَ الله تَعَالٰى عَنهُم.(۲)

وَهُوَ آخر من مَاتَ بِالْكُوفَةِ من الصَّحَابَة. رَوَاهُ أبو حنيفة رَضِيَ الله تَعَالٰى عَنهُ.(۳)

۲۰- علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) ۸۴۹ھ میں قریہ سیوط میں پیدا ہوئے جو دریائے نیل کے مضافات میں واقع ہے۔ ۸ سال کی عمر میں آپ نے قرآنِ کریم حفظ کیا، جن اساتذہ وشیوخ سے جملہ علومِ اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، تاریخ، معانی وادب وغیرہ میں تعلیم حاصل کی ان کا تذکرہ آپ نے اپنی کتاب "حسن المحاضرة في أخبار مصر والقاهرة" (ج ۱ ص ۳۳۶ تا ۳۴۴) میں کیا ہے۔

اربابِ سیر اور تذکرہ نگاروں نے آپ کے علمی تبحر اور فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن اپنے عہد کے نہایت باکمال ائمۂ فن میں سے تھے، فطرت کی طرف سے ان کی ذات میں بہت سی خوبیاں ودیعت کی گئی تھیں۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، افتاء وقضا اور رُشد وہدایت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ وہ نامور اور بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، ادیب، شاعر، مؤرخ اور لغوی ہی نہ تھے، بلکہ اپنے دور کے مجدد بھی تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا: "ذکر ما روی الإمام أبو حنيفة عن الصحابة رضي الله عنهم" پھر اس کے تحت امام ابو معشر طبری رحمہ اللہ کا پورا وہ جزء نقل کیا ہے

(۱) كتاب الصوم: باب الصوم في السفر والإفطار، ج ۱۱ ص ۴۲

(۲) عمدة القاري: كتاب البيوع باب ما يكره من الحلف، ج ۱۱ ص ۲۰۶

(۳) عمدة القاري: كتاب الطلاق، باب الإشارة في الطلاق، ج ۲۰ ص ۲۸۸

جس میں انہوں نے امام صاحب کی صحابہ سے روایاتِ حدیث نقل کی ہیں، پھر ہر روایت نقل کرنے کے بعد روایت کا درجہ متعین کیا ہے، اور فنِ حدیث اور اُصولِ حدیث کے اعتبار سے گفتگو بھی کی ہے، اور دیگر کتبِ حدیث میں اگر وہ روایت موجود ہے تو اس کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اگر علامہ سیوطی رحمہ اللہ امام صاحب کی صحابہ سے روایتِ حدیث کے قائل نہ ہوتے تو کبھی اس جزء کو نقل نہ کرتے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی صحابہ سے مروی روایات کی اَسانید پر ضعف اور عدمِ صحت کا الزام ہے، بطلان کا اعتراض نہیں ہے، اور ضعیف روایت کو نقل کرنا جائز ہے، اور اس پر روایت کا اطلاق کرنا بھی جائز ہے:

وحاصل ما ذكره هو وغيره الحكم على أسانيد ذلك بالضعف وعدم الصحة لا بالبطلان، وحينئذٍ فسهل الأمر في إيرادها لأن الضعيف يجوز روايته ويطلق عليه أنه وارد كما صرحوا.[1]

۲۱-علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ کی تصریح

علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) کی جلالتِ شان، آپ کا علمی فضل وکمال، سیرت پر آپ کی لاجواب تصنیف "سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" ہے، جو تقریباً ایک ہزار کتابوں کے مطالعے سے ماخوذ ہے، آپ کی شخصیت واخلاق، ذوقِ عبادت، یتیموں کی کفالت، اہلِ ثروت دُنیادار حکمرانوں اور ان کے حاشیہ نشینوں سے استغنا کا حال آپ کے ہم عصر علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) کی زبانی سنیے:

قال العلامة الشعراني في ذيله على طبقاته ما نصه: ومنهم الأخ الصالح العالم الزاهد الشيخ شمس الدين محمد الشامي المتمسك بالسنة المحمدية، نزيل التربة البرقوقية وكان عالماً، صالحاً، مفتناً في العلوم، وألف السيرة النبوية المشهورة التي جمعها من ألف كتاب وأقبل الناس على كتابتها ومشى فيها على أنموذج لم يسبق إليه

---

(۱) تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة: ذكر ما روى الإمام أبو حنيفة عن الصحابة رضي الله عنهم، ص۲٦

أحد. كان عزبا لم يتزوج قط، وإذا قدم عليه المضيف يعلّق القدر ويطبخ له. كان حلو المنطق، مهيب النظر، كثير الصيام والقيام، بت عنده الليالي فما كنت أراه ينام في الليل إلا قليلا. كان إذا مات أحد من طلبة العلم وخلّف أولادا قاصرين وله وظائف يذهب إلى القاضي ويتقرر فيها ويباشرها ويعطي معلومها للأيتام حتّى يصلحوا للمباشرة. كان لا يقبل من مال الولاة وأعوانهم شيئا، ولا يأكل من طعامهم. (۱)

ترجمہ:- علامہ شعرانی اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ ہمارا صالح بھائی، عالم، زاہد، شیخ شمس الدین محمد شامی جو کہ سنّتِ محمدی کے متبع، اور سرزمینِ برقوقیہ کے ساکن تھے، وہ عالم صالح اور علم میں پختہ شخص تھے، انہوں نے ایک ہزار کتابوں سے مواد لے کر سیرت کی مشہور کتاب لکھی، بہت سے لوگوں نے ان کی اس تصنیف کی کتابت میں دلچسپی لی، انہوں نے اپنی اس تصنیف میں ایسا انوکھا انداز اختیار کیا ہے جو ان سے پہلے کسی اور نے نہیں اختیار کیا، تاحیات وہ غیر شادی شدہ رہے، ان کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو وہ فوراً ہانڈی چولہے پر چڑھا دیتے، اور اس کے لئے کھانا تیار کرتے، ان کی گفتگو شیریں ہوا کرتی تھی، رات کو اللہ کے ہاں مصلے پر کھڑے دکھائی دیتے، میرا ان کے ہاں کئی راتوں تک قیام رہا، میں نے انہیں رات کو بہت کم سوتے دیکھا، طلبہ میں سے جب کسی کا انتقال ہو جاتا اور وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جاتا تو علامہ شامی قاضی کے پاس جاتے اور اپنے وظائف لے کر اس طالب علم کے یتیم بچوں میں تقسیم کر دیتے، اس کے بعد وہ ان وظائف کو انہیں کے نام سے جاری کروا دیتے،

(۱) شذرات الذهب في أخبار من ذهب: سنة اثنتين وأربعين وتسعمائة، ج۱۰ ص ۳۵۳، ۳۵۴

حکمرانوں اور ان کے حاشیہ نشینوں کا ہدیہ قبول نہ کرتے، اور نہ ہی ان کی دعوت قبول کرتے تھے۔

یہی علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب پر مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی "عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان" اس میں آپ کے خصائص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنه رأى بعض الصحابة وسمع منهم۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے بعض صحابہ کو دیکھا ہے اور ان سے احادیث کی سماعت بھی کی۔

علامہ صالحی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" میں مرکزی عنوان قائم کیا "أبواب معجزاته صلى الله عليه وسلم فيما أخبر به من الكوائن بعده فكان كما أخبر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات کا تذکرہ جس میں آپ نے زمانۂ مستقبل کے متعلق کسی بات کی خبر دی اور وہ اسی طرح ہوا جیسے آپ نے بتلایا تھا۔ اس عنوان کے تحت انہوں نے چوراسی (۸۴) ابواب قائم کر کے مختلف معجزات کا ذکر کیا، تو ترپن (۵۳) نمبر باب میں عنوان قائم کیا "الباب الثالث والخمسون في إشارته صلى الله عليه وسلم إلى وجود الإمام أبي حنيفة والإمام مالك والإمام الشافعي رحمهم الله" یعنی احادیث میں وہ بشارتیں جس میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی رحمہم اللہ کے آنے کی طرف اشارہ تھا۔

الحمد للہ! جو آپ نے پیشین گوئی کی تھی وہ ہو بہو پوری ہوئی، آپ نے فرمایا تھا:

لو كان الإيمان عند الثريا لناله رجال من هؤلاء۔ (۲)

قال الشيخ رحمه الله تعالى: فهذا أصل صحيح يعتمد عليه في البشارة والفضيلة، ويستغنى به عن الخبر الموضوع. انتهى. وما جزم به شيخنا

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب التاسع، ص ۱۸۰

(۲) صحیح بخاری: کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ج ۳ ص ۱۹۷۲، رقم الحدیث: ۴۵۳۶

من أن الإمام أبا حنيفة رضي الله عنه هو المراد من هذا الحديث السابق ظاهر لا شك فيه لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه ولا مبلغ أصحابه۔[1]

ترجمہ:- علامہ صالحی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ میرے شیخ (علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی) بشارت اور فضیلت میں یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس پر اعتماد کیا جائے گا، آپ کی فضیلت کے لئے موضوع روایت کی ضرورت نہیں ہے۔ علامہ صالحی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے یقین کے ساتھ کہا کہ اس حدیث کے مصداق امام ابوحنیفہ ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، اس لئے کہ ابنائے فارس میں سے کوئی بھی ان کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا۔

۲۲- امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ کی تصریح

امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) نے امام اعظم رحمہ اللہ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ متعدد صحابہ کرام سے سماع کرنا بیان کیا ہے۔ جن میں سے امام ہیتمی رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن حریث، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت عبداللہ بن أبي أوفیٰ اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے امام اعظم کے سماع حدیث پر وارد اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

نیز امام ہیتمی رحمہ اللہ نے حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ، حضرت سہل بن سعد الساعدی، حضرت سائب بن خلاد بن سوید، حضرت سائب بن یزید بن سعید، حضرت عبداللہ بن بسر اور حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہم کے صرف سنینِ وصال درج کرنے پر اکتفاء کیا، نیز آپ اس بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:

وقاعدة المحدثين أن راوي الاتصال مقدم على راوي الإرسال

---

(۱) سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد: أبواب معجزات النبي صلى الله عليه وسلم، الباب الثالث والخمسون، ج۱۰ ص۱۱۶

والانقطاع لأن معه زيادة علم تؤيد ما قاله العيني فاحفظ ذلك فانه مهم.[1]

ترجمہ:- محدثین کا قاعدہ ہے کہ اتصال کا راوی ارسال وانقطاع کے راوی پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے کہ اتصال کا راوی جو روایت نقل کرتا ہے اس میں زیادتی علم یعنی ایک نئی بات کا اضافہ ہوتا ہے، یہ بات تائید کرتی ہے علامہ عینی کے قول کی، پس اس بات کو خوب یاد رکھو یہ نہایت اہم بات ہے۔

۲۳- محدثِ کبیر مُلا علی قاری رحمہ اللہ کی تصریح

مجدد مائة عاشرة، شارح مشکوٰۃ، محدثِ کبیر مُلا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) جن کے ترجمے کا آغاز علامہ عبدالملک بن حسین عصامی مکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۱۱ھ) ان الفاظ میں کرتے ہیں:

الجامع للعلوم العَقلِيّة والنقلية والمتضلع من السنة النَّبوِيَّة أحد جماهير الأَعْلَام ومشاهير أولي الحِفْظ والأفهام.[2]

علامہ محمد امین بن فضل اللہ المحبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۱۱ھ) نے مُلا علی قاری رحمہ اللہ اور امام شہاب الدین رملی رحمہ اللہ کو اپنے صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔[3]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے مُلا علی قاری رحمہ اللہ کو مجتہد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَأَقُولُ هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى عُلُوِّ مَنْزِلَتِه فَإِنَّ الْمُجْتَهِدَ شَأْنُه أَنْ يُبيِّنَ مَا يُخَالِفُ الأَدِلَّةَ الصَّحِيحَةَ وَيَعْتَرِضَه سَوَاءٌ كَانَ قَائِلُه عَظِيمًا أَوْ حَقِيرًا.[4]

ترجمہ:- مجتہد کی شان یہ ہوتی ہے کہ جو ادلہ صحیحہ کی مخالفت کرے، وہ اس کو بیان کرے، اور اس پر اعتراض کرے، چاہے اس کے کہنے والا کوئی بڑا آدمی ہو یا چھوٹا ہو (علم ومرتبے کے اعتبار سے)۔

---

(۱) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان، الفصل السادس، ۳۳، ۳۶
(۲) سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي: ترجمة: علي القاري بن سلطان، ج ۴ ص ۴۰۲
(۳) خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر: ترجمة: علي بن محمد القاري، ج ۳ ص ۱۸۵
(۴) البدر الطالع: ترجمة: الشيخ ملا علي قاري بن سلطان، ج ۱ ص ۴۴۵، ۴۴۶

یہی ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قابل اعتماد بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا صحابہ سے روایت کرنا ثابت ہے:

وقد ثبت رؤيته بعض الصحابة واختلف في روايته عنهم والمعتمد ثبوتها۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کا بعض صحابہ کو دیکھنا ثابت ہے، البتہ آپ کا صحابہ سے روایت حدیث کرنا مختلف فیہ ہے، لیکن قابل اعتماد بات یہ ہے کہ آپ کا ان سے روایت حدیث کرنا ثابت ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس بحث کا فیصلہ دو جملوں میں کر دیا، جو سمندر کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف ہے:

قِيلَ: وَلَمْ يَلْقَ أَحَدًا مِنْهُمْ. قُلْتُ: لٰكِنْ مَنْ حَفِظَ حُجَّةٌ عَلَى مَنْ لَمْ يَحْفَظْ، وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي۔ (۲)

ترجمہ:- بعض نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کی ان میں سے کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، میں کہتا ہوں (ملا علی قاری): جس نے یاد رکھا اس کی بات حجت ہے اس پر جس نے یاد نہ رکھا، اور ثابت کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے۔

۲۴- امام محمد بن علی بن محمد حصکفی رحمہ اللہ کی تصریح

امام محمد بن علی بن محمد المعروف حصکفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سات صحابہ سے حدیث کا سماع کیا ہے:

وَصَحَّ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ سَمِعَ الْحَدِيثَ مِنْ سَبْعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ۔ (۳)

۲۵- امام ابن عماد حنبلی رحمہ اللہ کی تصریح

امام عبدالحی بن احمد حنبلی المعروف ابن عماد رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۹ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) ذیل الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ج ۲ ص ۴۵۳

(۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: مقدمہ ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۱ ص ۷۸

(۳) الدر المختار: مقدمۃ، ج ۱ ص ۱۵۲

وذكر الحافظ العامري في تأليفه الرياض المستطابة و كذلك ملخصه صالح ابن صلاح العلائي ومن خطه نقلت: أن الإمام أبا حنيفة رأى عبدالله بن الحارث بن جزء وسمع منه قوله: من تفقه في دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسب.(۱)

ترجمہ:- (اس تحقیق کو) حافظ عامری نے اپنی تالیف "الرياض المستطابة" میں ذکر کیا ہے جس کی صالح بن صلاح علائی نے تلخیص کی ہے۔ میں نے انہی کے خط سے (اس تحقیق کو) نقل کیا ہے کہ بے شک امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے، اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

علامہ شیخ محمد حسن السنبلی رحمہ اللہ کی تحقیق

علامہ شیخ محمد حسن السنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۵ھ) نے مسندِ امامِ اعظم کی ایک لاجواب شرح لکھی "تنسيق النظام في مسند الإمام" کے نام سے، یہ شرح اب مسندِ امامِ اعظم کے متداول نسخوں پر حاشیے کی صورت میں موجود ہے، اس کے شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے احوال ومناقب اور مسند کے رُوات کا تفصیلی تذکرہ ہے، اس میں امام سنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی صحابہ سے روایت حدیث اربابِ انصاف کے نزدیک چند وجوہ سے ثابت ہے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام خوارزمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے روایتِ حدیث کی ہے، البتہ اختلاف تعداد میں ہے، بعض نے کہا کہ سات، یا چھ، یا پانچ صحابہ اور ایک صحابیہ سے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ ابو معشر عبدالکریم شافعی رحمہ اللہ نے امام صاحب کی صحابہ سے مرویات پر مستقل ایک رسالہ لکھا، اور اس میں روایات پر کوئی جرح نہیں کی ہے۔

---

(۱) شذرات الذهب: سنة خمسين ومائة، ج ۲ ص ۲۳۰

تیسری وجہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ روایات کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے کہا، علماء نے تصریح کی ہے کہ فضائلِ اعمال اور مناقب میں ضعیف روایات پر عمل کرنا جائز ہے، اور یہ بات علماء کے ہاں معمول و مقبول ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے صحابہ سے روایت حدیث کو ثابت کیا ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ اصحاب ابی حنیفہ نے امام صاحب کے سماع کو ثابت کیا ہے، علامہ کردری، امام طاہر، شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی وغیرہم ان کے علاوہ ثقہ، حفاظِ حدیث، ائمہ مجتہدین اس بات کے قائل ہیں، مشہور عربی مقولہ ہے، "صاحب البیت أدری بما فیه" لہٰذا امام صاحب کی روایت کا مسئلہ بھی ائمہ حنفیہ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ (۱)

ائمہ کرام کی درج بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ صحابہ کرام کی زیارت کر کے نہ صرف شرف تابعیت سے بہرہ ور ہوئے، بلکہ آپ نے صحابہ سے براہِ راست احادیثِ مبارکہ بھی روایت کیں، ایک منصف مزاج شخص کے لئے اس قدر اکابر اہلِ علم حضرات کی تصریحات کافی ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی حضرت عائشہ بنتِ عجرد سے روایتِ حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات

سید الحفاظ امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا سماع صراحت کے ساتھ حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، اور ان کا سماع صراحت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، آپ کا مقام اس فن میں بعد میں آنے والے تمام ائمہ جرح و تعدیل سے بڑھ کر ہے، لہٰذا آپ ہی کا قول معتبر ہوگا۔

حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا کی صحابیت کے بارے میں جن حضرات نے شبہ کا اظہار کیا ہے، ان میں امام دارقطنی، امام ذہبی، حافظ ابنِ حجر رحمہم اللہ ہیں، ان حضرات کے شبہ کی بنیاد امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) کی طرف منسوب یہ قول ہے کہ حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا معروف نہیں ہیں۔

---

(۱) تنسیق النظام فی مسند الإمام بحاشیة مسند الإمام الأعظم: مقدمة: ص ۱۱، الناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور

بندے نے امام شافعی رحمہ اللہ کی "کتاب الأم" میں کافی تلاش کیا، لیکن مجھے اب تک اس اصل ماخذ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نہیں ملا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کو امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے نقل کیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے "مسِ ذکر" کی بحث میں الزامی جواب دیتے ہوئے یہ کہا کہ فریقِ مخالف ہم پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ ہم نے بسرہ بنتِ صفوان رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے، اور وہ معروف نہیں ہیں، حالانکہ جن روایات سے فریقِ مخالف استدلال کر رہا ہے، اس میں عثمان بن راشد رحمہ اللہ اور عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا ہیں، اور یہ دونوں بھی اپنے شہروں میں معروف نہیں ہیں، (یعنی جو اعتراض وہ ہمیں دے رہے ہیں وہ ان کی اپنی روایات پر بھی ہے):

قَالَ الشَّافِعِيُّ: أَكْرَهُ الَّذِي يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ عُثْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ عَجْرَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَعَمَ أَنَّ هٰذَا الْأَكْرَ ثَابِتٌ يُتْرَكُ لَهُ الْقِيَاسُ وَهُوَ يَعِيبُ عَلَيْنَا أَنْ نَأْخُذَ بِحَدِيثِ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعُثْمَانُ وَعَائِشَةُ غَيْرُ مَعْرُوفَيْنِ بِبَلَدِهِمَا.[1]

امام شافعی رحمہ اللہ کی عبارت کو حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے بھی ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

وقد قال الشافعي في الأم لما احتج بحديث بسرة بنت صفوان في الوضوء من مس الذكر روينا قولنا من غير بسرة والذي يعيب علينا الرواية عن بسرة يروي عن عائشة بنت عجرد وغيرها من النساء اللواتي لسن بمعروفات ويحتج بروايتهن ويضعف حديث بسرة مع سابقتها وقدم هجرتها.[2]

ترجمہ:- امام شافعی نے "کتاب الأم" میں کتاب الوضوء کے تحت باب مسِ ذکر میں بسرہ بنتِ صفوان کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اپنے اس قول کو حضرت بسرہ کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی روایت کیا

(۱) السنن الکبری: کتاب الطهارة، باب فرض الغسل، ج ۱، ص ۲۷۷، رقم الحدیث: ۸۵۰

(۲) لسان المیزان: حرف العین، من اسمه عائشة، ترجمة: عائشة بنت عجرد، ج ۳، ص ۲۲۷

ہے، وہ لوگ جو ہمیں حضرت بسرہ سے روایت کرنے پر عیب لگاتے ہیں وہ عائشہ بنتِ عجرد اور ان جیسی دیگر خواتین سے جو معروف نہیں ہیں روایت کرتے ہیں، اور پھر ان کی روایتوں سے حجت قائم کرتے ہیں اور بسرہ کی حدیث کو ان کی سابقیت اور قدیم الہجرت ہونے کے باوجود ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی اس عبارت میں کہیں بھی ان کی صحابیت کا انکار نہیں کیا ہے، صرف الزامی جواب دیتے ہوئے کہا کہ حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا معروف نہیں ہیں، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے ان کو نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابیہ ہی نہ ہوں، اُصولِ حدیث کا مسلّم قاعدہ ہے کہ اگر کسی راوی سے دو ثقہ حضرات روایات کریں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں اگر کسی راوی سے دو ثقہ حضرات روایت کریں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے:

مَنْ رَوٰی عَنْهُ ثِقَتَانِ فَقَدِ ارْتَفَعَتْ جَهَالَتُهٗ وَثَبَتَتْ عَدَالَتُهٗ.[1]

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی سے تین آدمی اور یہ بھی کہا گیا کہ دو آدمی روایت کریں تو وہ مجہول نہیں ہے:

رَوٰی عَنْهُ ثَلَاثَةٌ وَقَدْ قِيلَ رَجُلَانِ فَلَيْسَ بِمَجْهُولٍ.[2]

علامہ عبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ علم کے نزدیک اگر دو شخص مجہول العین سے روایت کرلیں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے:

إن جهالة العين ترتفع برواية اثنين عنه هذا عند الأكثر.[3]

مزید اہلِ علم کے اقوال کے لئے ''الرفع والتکمیل'' میں ''المرصد الرابع'' ایقاظ نمبر ۱۳ کے تحت دیکھیں۔

حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے دو ثقہ حضرات ہیں، امام

---

(۱) فتح المغیث: معرفة من تقبل روايته ومن ترد، الاختلاف في المجهول، ج ۲ ص ۵۴

(۲) الاستذکار: کتاب الطهارة باب جامع الوضوء، ج ۱ ص ۱۸۰

(۳) الرفع والتکمیل: المرصد الرابع، ایقاظ ۱۳، ص ۲۴۸

ابوحنیفہ اور عثمان بن راشد رحمہ اللہ، نیز حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ جیسے دو جلیل القدر ائمہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو روایت نقل کی ہے اسے امام دار قطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) نے نقل کیا ہے۔ (۱)

اسی طرح حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بھی روایت نقل کی۔ (۲)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رحمہ اللہ براہِ راست نقل کر رہے ہیں اور ان سے دو جلیل القدر امام، امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نقل کر رہے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہِ راست بھی روایت نقل کی ہے، جیسا کہ امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ نے نقل کیا، اور حضرت عثمان رحمہ اللہ کے واسطے سے بھی۔

امام ابنِ ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے نقل کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ دونوں کا ذکر کیا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں ذکر کیا ہے کہ یہ اپنے والد سے اور وہ عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے اور وہ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

امام ابنِ ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ کے حالات میں نقل کیا کہ ان سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

عثمان بن راشد السلمي روى عن عائشة بنت عجرد روى عنه الثوري. (۴)

---

(۱) دیکھئے: سنن دارقطني: كتاب الطهارة باب ماروي في المضمضة والإستنشاق، ج۱ ص۲۰۸، رقم الحدیث: ۴۱۳

(۲) دیکھئے: سنن دارقطني: كتاب الطهارة باب ماجاء في المضمضة والإستنشاق، ج۱ ص۲۰۸، رقم الحدیث: ۴۱۲

(۳) دیکھئے: الجرح والتعديل: باب الحاء، حماد، ج۳ ص۱۳۹

(۴) الجرح والتعديل: باب العين، عثمان، ج۶ ص۱۳۹

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے اوران کی حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے مروی روایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ) نے ''کتاب الآثار'' میں نقل کی ہے۔[۱]

امام عثمان بن راشد رحمہ اللہ ثقہ ہیں، امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) نے ان کا ذکر اپنی کتاب ''الثقات'' میں کیا، اور یہ بھی نقل کیا کہ یہ حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، اوران سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

عُثْمَان بن رَاشد السّلمِي من أهل الْكُوفَة يَرْوِي عَن عَائِشَة بنت عجرد روى عنه سُفْيَان بن سعيد الثَّوْرِي[۲]

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے امام عثمان بن راشد رحمہ اللہ کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے:

قلت: ذكر ابن حبان في الثقات۔[۳]

معلوم ہوا امام عثمان بن راشد رحمہ اللہ بھی ثقہ ہیں اوران سے نقل کرنے والے دو امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی ثقہ ہیں، اوران دونوں اماموں کا حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے روایت کرنا بھی ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے براہِ راست بھی روایت نقل کی ہے، اور حضرت عثمان بن راشد رحمہ اللہ کے واسطے سے بھی۔ اب ثبوتِ روایت کے بعد اس روایت پر اعتراضات اور جوابات کی طرف آتے ہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا کی روایت پر دو اعتراض کیے:

۱- حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری روایت مروی نہیں۔

۲- حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

---

(۱) دیکھئے: کتاب الآثار: باب الغسل من الجنابة، ص ۱۳، رقم ۱۵۹.

(۲) الثقات، باب العين، ترجمة: عثمان بن راشد، ج ۷، ص ۱۹۶

(۳) تعجيل المنفعة: حرف العين، ترجمة: عثمان بن راشد، ج ۲، ص ۵

لَيْسَ لِعَائِشَةَ بِنْتِ عَجْرَدٍ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثُ، عَائِشَةُ بِنْتُ عَجْرَدٍ لَا تَقُومُ بِهَا حُجَّةٌ (۱)

امام دار قطنی رحمہ اللہ کی یہ دونوں باتیں دُرست نہیں اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صرف یہ ایک حدیث مروی نہیں بلکہ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک کے راوی حجاج بن ارطاۃ رحمہ اللہ، دُوسرے کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور تیسرے کے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ براہِ راست بھی نقل کرتے ہیں، جیسا کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے نقل کیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ سے عثمان بن راشد کے واسطے سے بھی امام صاحب روایت نقل کرتے ہیں، اس کا ذکر امام ابویوسف نے ''کتاب الآثار'' میں اور امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۹ھ) نے ''کتاب الصلاۃ'' میں ص: ۱۱۲، رقم الحدیث: ۹۷ کے تحت نقل کیا ہے۔ اسی طرح مسندِ ابی حنیفہ میں حافظ طلحہ بن محمد رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عثمان بن راشد رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، اسی طرح امام ابنِ خسرو رحمہ اللہ اور قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کو امام موفق مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) نے بھی ''مناقب أبي حنيفة'' ص: ۳۲ پر نقل کیا ہے، اسی طرح سبط ابنِ جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۴ھ) ''الانتصار والترجيح'' ص: ۱۵ پر نقل کیا ہے، امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے حضرت عائشہ بنتِ عجرد سے روایت نقل کی۔ (۲)

مندرجہ بالا روایات تو بندے کے علم کے مطابق ہیں، اس کے علاوہ مزید روایات بھی موجود ہیں، اگر تلاش و جستجو سے کام لیا جائے تو اور بھی روایات سامنے آسکتی ہیں۔ اب اس کے باوجود یہ کہنا کہ ''ليس لعائشة بنت عجرد إلا هذا الحديث'' یہ کسی طرح دُرست نہیں ہے۔ باقی رہی دُوسری بات کہ ''ان سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے'' یہ بات بھی محض اٹکل اور گمان سے کہی ہے، اس پر کوئی

(۱) سنن دار قطنی: كتاب الطهارة، باب ما روي في المضمضة والاستنشاق، ج:۱، ص ۲۰۷، رقم: ۴۱۱
(۲) دیکھئے: تبييض الصحيفة: ذكر ما روى الإمام أبو حنيفة عن الصحابة، ص ۳۲

دلیل نقل نہیں کی کہ آخر کیوں نہیں حجت پکڑی جاسکتی ہے؟ امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) جو امام دار قطنی رحمہ اللہ کی بڑی اتباع کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اس مقام پر انہوں نے امام دار قطنی رحمہ اللہ کا پہلا جملہ تو نقل کیا ہے کہ "حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے اس کے علاوہ کوئی روایت مروی نہیں"، لیکن انہوں نے دُوسرا جملہ کہ "ان سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی" اس کو بالکل نقل ہی نہیں کیا۔ (۱)

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے تصریح کی ہے کہ صنفِ اناث میں کوئی ایک فرد بھی مجروح نہیں ہے:

وما علمت فی النساء من اتهمت ولا من تركوها۔ (۲)

ترجمہ:-عورتوں میں سے کسی کے بارے میں میرے علم میں نہیں ہے کہ اس کو متہم کیا گیا ہو، اور محدثین نے اس سے روایت ترک کردی ہو۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) حضرت عائشہ بنتِ عجرد کی صحابیت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تجرید أسماء الصحابة" میں نقل کیا:

قال ابن معین لها صحبة۔

ترجمہ:- امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوئی تھیں۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا مقام ومرتبہ اور اس فن میں ان کی جلالتِ شان امام دارقطنی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ سے کہیں بڑھ کر ہے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے براہِ راست سماعت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحابیت دونوں باتوں کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے لقاء اور روایت کے متعلق لکھے گئے اجزاء

"الاجزاء" یہ جزء کی جمع ہے، اور اس سے مراد وہ کتابچہ ہے جس میں کسی ایک راوی کی

(۱) دیکھئے: السنن الکبری: کتاب الطهارة، باب فرض الغسل، ج ۱ ص ۲۷۷، رقم: ۸۵۰

(۲) میزان الاعتدال: فصل فی النسوة المجهولات، ج ۴ ص ۶۰۴

احادیث جمع کردی گئی ہوں، جیسے: ''جزء حديث أبي بكر''۔ یا کسی خاص احادیث کی اسانید پر بحث کی گئی ہو، جیسے حافظ ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۵ھ) کی ''اختيار الأولى في شرح حديث اختصم الملأ الأعلى''۔ یا کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں، جیسے امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) کی ''جزء رفع اليدين في الصلوة''۔ یا احادیث سے متعلق فوائد جمع کیے گئے ہوں جیسے ''الوحدانيات، الثنائيات''۔ یا کسی ایک صحابی یا اس کے بعد لوگوں میں سے کسی ایک شخص کی روایات کو جمع کیا جائے، یا کسی ایک شخص کے متعلق روایات کو جمع کیا جائے، اس کے علاوہ بھی اجزا مختلف شخصیات کے مختلف موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بھی مختلف اجزا مختلف موضوعات پر لکھے گئے، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے ''جزء فيه حديث أبي حنيفة عمن لقي من الصحابة'' اس جزء میں ان روایات کا تذکرہ ہے جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے لقاء کا ثبوت ہے، حافظ نے اس جزء کی اپنے سے لے کر مصنف تک سند بھی ذکر کی ہے، اور آپ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے براہِ راست (بغیر کسی واسطے کے) روایت بھی ذکر کی ہے:

عَنْ أَبِي حنيفة، سمعت أنس بن مَالك، يَقُول: سمعت رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُول طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. (۱)

اسی طرح حافظ نے آپ کے ایک اور جزء کا تذکرہ کیا ہے، اور اس تک اپنی متصل سند بھی ذکر کی ہے، وہ ہے ''رواية أبي حنيفة عن الصحابة'' امام ابومعشر عبدالکریم طبری رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۸ھ) نے اس جزء میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحابہ سے مروی روایات کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

اس جزء کا ذکر علامہ محمد بن سلیمان الروداني مکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے بھی کیا ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

وجزء فيه رواية أبي حنيفة عن الصحابة لأبي معشر الطبري. (۳)

(۲،۱) المعجم المفهرس: حرف الجاء، ج: ص ۲۷۲، رقم: ۱۳۲

(۳) صلة الخلف بموصول السلف: حرف الجيم، ج۱ ص ۲۰۳

''فقہ'' کی لغوی تعریف

''فقہ'' لغت میں سمجھ بوجھ کو کہتے ہیں، چاہے سمجھنا واضح اور آسان بات کا ہو، یا مشکل اور دقیق بات کا، خواہ ان باتوں کا سمجھنا دینی اُمور سے متعلق ہو یا دُنیوی اُمور سے، بہر حال ان سب پر فقہ کی لغوی تعریف صادق آتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی حکایت نقل فرمائی ہے:

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ [1]

ترجمہ:۔قوم نے کہا: اے شعیب! آپ کی بہت سی باتوں کو ہم سمجھ نہیں پاتے۔

اسی طرح دُوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [2]

ترجمہ:۔(دُنیا میں) کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان نہ کرتی ہو، مگر تم ان کی تعریف کو نہیں سمجھ پاتے۔

اور صحیح حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ. [3]

ترجمہ:۔اللہ جس کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرتے ہیں اسے دِین میں تفقہ اور سمجھ داری عطا کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ فقہ فہم اور سمجھ کو کہتے ہیں۔

''فقہ'' کی اِصطلاحی تعریف

علمائے اُصول نے ''فقہ'' کی مختلف تعریفیں کی ہیں، عہدِ صحابہ و تابعین میں جب ''فقہ'' کا لفظ بولا جاتا تھا اس سے ہر قسم کے دِینی اَحکام کا فہم مراد ہوتا تھا، جس میں ایمان و عقائد، عبادات و اخلاق،

---

(۱) سورۃ ھود:۹۱

(۲) سورۃ الاسراء:۴۴

(۳) صحیح بخاری: کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین، ج۱ ص۲۵، رقم الحدیث:۷۱

معاملات اور حدود و فرائض سب داخل سمجھے جاتے تھے، اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ”فقہ“ کی تعریف یوں منقول ہے:

الفقه هو معرفة النفس ما لها وما عليها۔ (۱)

یعنی جس سے اِنسان اپنے نفع ونقصان اور حقوق وفرائض کو جان لے وہ ”فقہ“ ہے۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسی بنا پر عقائد پر لکھی جانے والی کتاب کا نام ”الفقه الأكبر“ رکھا جو آج کل متداول ہے، لیکن بعد کے ادوار میں ”عقائد“ کو ”فقہ“ کے مفہوم سے خارج کر دیا گیا۔ ”عقائد“ کو علمِ توحید، علمِ کلام اور علمِ عقائد سے موسوم کیا گیا، اور ”فقہ“ کی تعریف اس طرح کی گئی:

الفقه: العلم بالأحكام الشرعية الفرعية عن أدلتها۔ (۲)

”علمِ فقہ“ کا موضوع

مکلّف آدمی کا فعل ہے، جس کے اَحکام سے اس علم میں بحث ہوتی ہے، مثلاً اِنسان کے کسی فعل کا صحیح، فاسد، فرض وواجب، سنّت ومستحب یا حلال وحرام ہونا وغیرہ۔

”فقہ“ کی غرض وغایت

سعادتِ دارین کی کامیابی اور علمِ فقہ کے ذریعے شرعی اَحکام کے مطابق عمل کرنے کی قدرت۔ (۳)

”علمِ فقہ“ اور اس کی عظمت

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ (۴)

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار: مقدمة، ج۱ ص۶۱

(۲) البحر الرائق: مقدمة، ج۱ ص۱۷

(۳) رد المحتار على الدر المختار: مقدمة، ج۱ ص۳۸/البحر الرائق: مقدمة، ج۱ ص۷

(۴) سورة البقرة: ۲۶۹

ترجمہ:- جس کو حکمت دی گئی پس اس کو خیرِ کثیر دیا گیا۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اس سے ''علم فقہ'' مراد ہے:

وقد فسر الحكمة زمرة أرباب التفسير بعلم الفروع الذي هو علم الفقه.[1]

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَن يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.[2]

ترجمہ:- اللہ جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے تفقہ فی الدین یعنی دین میں گہرائی اور صحیح سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) ''فقہ'' کی عظمت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

الفقه أشرف العلوم قدراً، وأعظمها أجرًا وأتمها عائدةً وأعمها فائدةً وأعلاها مرتبةً يملأ العيون نورًا والقلوب سرورًا، والصدور إنشراحًا.[3]

ترجمہ:- ''علم فقہ'' تمام علوم میں قدرت ومنزلت کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے، اور اَجر کے اعتبار سے بھی اس کا مرتبہ اُونچا ہے، ''علم فقہ'' اپنے مقام ورُتبے کے اعتبار سے بھی بہت بلند ہے، اور وہ آنکھوں کو نُور اور جِلا بخشتا ہے، دِل کو سکون اور فرحت بخشتا ہے اور اس سے شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے۔

اور صاحبِ درمختار علامہ حصکفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۸ھ) نے ''علم فقہ'' کی عظمت کا یوں تذکرہ کیا ہے:

وخير علوم علم فقه لأنه يكون إلى العلوم توسلا. فإن فقيها واحدا متورعا على ألف ذي زهد تفضل وأعتلى.

(۱) الدر المختار: مقدمة، ج:۱ ص:۳۶

(۲) صحیح بخاری: کتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين، ج:۱ ص:۲۵، رقم الحدیث:۷۱

(۳) الأشباه والنظائر: مقدمة، ص:۱۶

تفقه فان الفقه أفضل قائد

إلى البر والتقوى وأعدل قاصد

وكن مستفيدا كل يوم زيادة

من الفقه وأسبح في بحور الفوائد[1]

ترجمہ:-تمام علوم میں قدرومنزلت اور مقام ورُتبے کے اعتبار سے سب سے بہتر ''علم فقہ'' ہے، اس لئے کہ ''علم فقہ'' تمام علوم تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، اسی وجہ سے ایک متقی فقیہ ہزار عابدوں پر بھاری ہوتا ہے، ''علم فقہ'' کو حاصل کرنا چاہئے، اس لئے کہ ''علم فقہ'' نیکی اور تقویٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ہر دن ''علم فقہ'' سے مستفید ہوتے رہنا چاہئے، اس کے سمندر میں غوطہ زنی کرنی چاہئے۔

قرآنِ کریم سے فقہ کا ثبوت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''فقہ ایک بدعت ہے، جو عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ کے بعد میں آنے والوں کی ایجاد ہے، قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔'' یہ محض ان لوگوں کا مغالطہ ہے، حقیقت میں ''فقہ'' کسی بدعت کا نہیں، بلکہ قرآن وسُنّت ہی کے ثمرے اور نتیجے کا نام ہے، قرآن وسُنّت ہی کے دیگر بے شمار علوم کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، قرآن وحدیث میں بے شمار نصوص ایسی ہی ہیں جن سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ''فقہ'' کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ۲۰ مقامات ایسے ہیں جن میں لفظ ''فقہ'' استعمال ہوا ہے۔

ہم یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے ان میں سے پانچ آیاتِ مبارکہ مع تراجم لکھنے پر اِکتفا کریں گے۔

۱-فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ[2]

---

(۱) الدر المختار: مقدمة، ج ۱، ص ۳۹

(۲) التوبة: ۱۲۲

ترجمہ:۔تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقہ (یعنی خوب فہم وبصیرت) حاصل کریں۔

۲۔فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا[۱]

ترجمہ:۔پس اس قوم کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔

۳۔وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ[۲]

ترجمہ:۔اور ہم نے ان کے دلوں پر (ان کی اپنی بدنیتی کے باعث) پردے ڈال دیے ہیں (سو اب ان کے لئے ممکن نہیں) کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ سکیں۔

۴۔اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ[۳]

ترجمہ:۔دیکھئے ہم کس کس طرح آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ یہ (لوگ) سمجھ سکیں۔

۵۔قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ[۴]

ترجمہ:۔بے شک ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں۔

ان آیات پر غور کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے کہ ''فقہ'' کی اصطلاح قطعاً نئی نہیں، بلکہ یہ ایک قُرآنی اِصطلاح ہے، جس سے اِسلامی قوانین کی حقیقی رُوح کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قُرآن وحدیث میں غوروخوض کرنا اور ان میں فقہ وفہم سے کام لینا حکمِ قُرآن اور اللہ تعالیٰ کی منشا ہے۔ نیز ایسے لوگ پیدا ہوں جو دین کی سمجھ، فہم، تدبر اور بصیرت میں گہرائی حاصل کریں۔

---

(۱) سورۃ النساء:۷۸

(۲) سورۃ الأنعام:۲۵

(۳) سورۃ الأنعام:۶۵

(۴) سورۃ الأنعام:۹۸

اَحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں "فقہ الحدیث" کے فضائل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح "علم الحدیث" کے فضائل بیان فرمائے ہیں، اسی طرح "فقہ الحدیث"، "متعلّم فقہ الحدیث" اور "فقیہ" کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ اَحادیثِ مبارکہ میں بعض مقامات پر لفظِ "فقہ" کو دین کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے، جس سے قُرآن وحدیث ہی کا فہم مراد ہے، جب کہ بعض مقامات پر مطلقاً ذکر آیا ہے، ان اَحادیث میں اصل مقصود "فقہ" کا حصول ہی ہے چاہے وہ "فقہ القرآن" کی شکل میں ہو، یا "فقہ الحدیث" کی شکل میں۔ چند اَحادیثِ مبارکہ درج ذیل ہیں:

"فقہ" کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دُعا فرمائی تھی:

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ۔ (۱)

ترجمہ:- اے اللہ! اس کو دین کی فقہ (یعنی قُرآن وحدیث کی سمجھ بوجھ) عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ أَفْضَلُهُمْ عَمَلًا إِذَا فَقِهُوا فِي دِينِهِمْ۔ (۲)

ترجمہ:- جب لوگ تفقّہ فی الدین رکھتے ہوں تو پھر ان میں سے افضل وہ ہے جو ان میں عمل کے اعتبار سے افضل ہے۔

حضرت اِبنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ وَأَفْضَلُ الدِّينِ الْوَرَعُ (۳)

ترجمہ:- افضل عبادت فقہ (یعنی قُرآن وحدیث میں سمجھ بوجھ حاصل کرنا) ہے،

(۱) صحیح بخاری: کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، ج۱ ص۴۱، رقم الحدیث: ۱۴۳

(۲) المستدرک علی الصحیحین: تفسیر سورۃ الحدید، ج۲ ص۵۲۲، رقم الحدیث: ۳۷۹۰

(۳) المعجم الأوسط: باب الواو، من اسمه ولید، ج۹ ص۱۰۷، رقم الحدیث: ۲۹۶۳

اور افضل دین ورع (پرہیز گاری) ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ سے مستفاد ہوا کہ قُربِ الٰہی کے حصول کے لئے سب سے بہترین راہ فقہ فی الدین کو قرار دیا گیا ہے۔ انسان حتیٰ کہ جنات کی تخلیق کا مقصد بھی اللہ رَبّ العزّت نے اپنی عبادت کرنا بیان فرمایا ہے، اور اسی عبادت کو دین میں بلند درجہ سمجھ بوجھ کے حصول کے ساتھ مشروط کر دیا ہے، کیونکہ انسان فہمِ دین کی بدولت ہی عبادت کا حق کما حقہٗ ادا کر سکتا ہے، جو کسی اور ذریعے سے ادا نہیں ہو سکتا۔

فقیہ کا درجہ اور مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ کسی منافق کی قسمت میں یہ رُتبہ نہیں لکھا جاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ.(١)

ترجمہ:- دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں: اچھا کردار و اخلاق اور دین کی سمجھ بوجھ۔

’’علم الحدیث‘‘ اور ’’فقہ الحدیث‘‘ میں فرق

’’علم الحدیث‘‘ کا دائرۂ کار حدیث کی سند اور ظاہری الفاظِ حدیث کے ساتھ منسلک ہے۔ ’’روایۃ الحدیث‘‘ کی شکل میں یہ متن کے ساتھ اس طرح متعلق ہے کہ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ حدیث اَخبارِ صحابہ اور آثارِ تابعین یعنی موقوفاً اور مقطوعاً کے بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قولاً، فعلاً، تقریراً، صفۃً اور حالاً منسوب ہے۔ ’’درایۃ الحدیث‘‘ سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ قوت وضعف کے اعتبار سے حدیث کس درجے کی ہے؟ اس کا شمار مقبول اَحادیث کی انواع میں سے کسی نوع میں کیا جائے گا؟ یا کسی مردود نوع میں کیا جائے گا؟ راوی پر عدالت وضبط کے قواعد اور شرائط کی رُو سے جرح وتعدیل میں سے کون سا حکم لگایا جائے گا؟ راوی کو تعدیل کے اعتبار سے أصدق الناس، یا أثبت الناس، یا أوثق الناس، ثقة ثقة، یا ثقة ثبت، ثقة، یا حجة، صدوق، یا محله الصدق، یا لا بأس به، فلان شيخ، یا روى عنه الناس، صالح الحديث، یا يكتب حديثه، صدوق سيئ الحفظ، یا صدوق له أوهام کس درجے میں رکھا جائے گا؟ اسی طرح جرح کے اعتبار

---

(١) سنن الترمذي: أبواب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه، ج ٥ ص ٤٩، رقم الحدیث: ٢٦٨٤

سے کوئی راوی اگر مجروح ہو، مثلاً اسے مستور، یا مجهول الحال، ضعیف، مجهول، یا لا یعرف، متروک، یا متروك الحديث، متهم بالكذب، یا متهم بالوضع، كذاب، یا وضاع، یا یضع الحديث جیسے الفاظ سے گردانا گیا ہو تو اس کی روایت کو کس درجے پر رکھا جائے گا؟ راوی حدیث نے اپنے شیخ سے حدیث قراءةً، سماعًا، اجازةً، مناولةً، كتابةً، وصيةً یا وجادةً کس طریق سے حاصل کی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ''علم الحدیث'' سے تعلق رکھتے ہیں۔

کسی بھی روایت کو ان تمام اَسالیب پر پرکھنے کے بعد اس کے قبول اور ردّ کا تو علم ہو جاتا ہے، لیکن اس سے حدیث میں موجود حکم سے مکلّف کو آگاہی حاصل نہیں ہوتی کہ اس پر کیا چیز فرض ہوئی؟ یا کون سی سنت قرار پائی؟ اسی طرح کون سی چیز اس پر حرام قرار دی گئی؟ یا کون سی چیز مکروہ کے درجے میں آئی؟ کیا طلبِ فعل پر مشتمل تمام اَحادیثِ صحیحہ پر فرض و واجب، اور طلبِ ترکِ فعل پر حرام و مکروہ تحریمی کا حکم لگایا جائے گا؟ اس کے برعکس، کیا تمام ضعیف احادیث کو یکسر صرفِ نظر کر دیا جائے گا یا انہیں کسی صورت قبول کیا جائے گا؟ کیا ظاہراً دو باہم متضاد و متعارض اَحادیث کو نظر انداز کر دیا جائے گا، یا ان کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت نکالی جائے گی۔

ان سوالات کے ساتھ ساتھ پھر حدیث میں کہیں لفظ عام ہے، کہیں لفظ خاص، کہیں مطلق ہے کہیں مقید، کہیں اَمر کا اُسلوب ہے کہیں نہی کا، کہیں لفظ مشترک ہے، کہیں اُسلوب کنایۃً ہے کہیں صراحتاً۔ ان اَسالیب کی بنا پر حدیث سے کون سا حکم کیسے اَخذ ہوگا؟ یہی وہ بنیادی سوالات ہیں جن کے جوابات دینے کے لئے علم فقہ الحدیث معرضِ وجود میں آیا۔ ''فقہ الحدیث'' ہی کی بدولت کسی حدیث میں موجود حکم سے صحیح اور کامل آگاہی ہوتی ہے۔ ''علم الحدیث'' اور ''فقہ الحدیث'' کے درمیان بنیادی فرق کو ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے:

''علم الحدیث'' روایۃ الحدیث اور رُواۃ الحدیث کے اَحوال پر بحث کرتا ہے، جب کہ ''فقہ الحدیث'' الفاظ الحدیث، معانی الحدیث اور حدیث میں اختیار کردہ مختلف اَسالیب پر غور و فکر کرنے کا نام ہے۔

''علم الحدیث'' اور ''فقہ الحدیث'' کے درمیان اسی فرق کو محدثین نے بھی بیان کیا ہے:

۱- امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ امام علی بن عبد اللہ المعروف ابن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

التفقه في معاني الحديث نصف العلم ومعرفة الرجال نصف العلم۔ [1]

ترجمہ:- حدیث کے معانی پر غور و خوض کرنا نصف علم ہے، اور رُواتِ حدیث کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا باقی نصف علم ہے۔

۲- صاحب السنن امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے غسلِ میت پر فقہاء کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وكذلك قال الفقهاء: وهم أعلم بمعاني الحديث. [2]

ترجمہ:- فقہاء نے اسی طرح کہا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں۔

''محدّث'' اور ''فقیہ'' میں فرق

اصل بات یہ ہے کہ اکثر لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو چونکہ فقہاء کے زُمرے میں شمار کیا ہے، اس وجہ سے یہ جہلاء لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقیہ تھے محدّث نہیں تھے۔

''فقیہ'' اور ''محدّث'' کے فرق کو ایک مثال سے سمجھئے!

ایک شخص قُرآن کے الفاظ کا حافظ ہے، اور دُوسرا شخص قُرآن کے الفاظ کا بھی حافظ ہے اور معانی اور اس کی تفسیر سے بھی اس کو پوری آشنائی ہے۔ اب جو شخص صرف قُرآن کے الفاظ کا حافظ ہے اس کو صرف ''حافظ'' کہتے ہیں، اور جو قُرآن کے معانی اور اس کی تفسیر بھی جانتا ہے، اس کو ''عالم'' کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی احمق یہ کہے کہ ''فلاں شخص عالم ہے لیکن قُرآنِ حکیم کے الفاظ سے ناواقف ہے'' تو لوگ اس کی اس بات کو مضحکہ خیز کہیں گے، کیونکہ عالم ہوتا ہی وہ ہے جو قُرآنِ حکیم کے الفاظ سے واقف ہو۔

بالکل اسی طرح ایک ''محدّث'' صرف حدیث کے الفاظ اور اس کی سند کا حافظ ہوتا ہے، حدیث کے معانی سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، لیکن ایک ''فقیہ'' حدیث کے الفاظ کا حافظ ہونے کے

(۱) سير أعلام النبلاء، ترجمة ابن المديني علي بن عبدالله، ج۱۱ ص۴۸

(۲) سنن الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في غسل الميت، ج۳ ص۳۰۶، رقم الحديث: ۹۹۰

ساتھ ساتھ اس کے معانی کا بھی حافظ ہوتا ہے، اور اس کے معانی کی گہرائی میں ڈوب کر مختلف مسائل کا استنباط کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ فتویٰ فقہاء ہوتے ہیں نہ کہ محدثین۔

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے عبیداللہ بن عمرو رحمہ اللہ کا بیان نقل کیا ہے:

كنت في مجلس الأعمش فجاءه رجل فسأله عن مسألة فلم يجبه فيها، ونظر فإذا أبو حنيفة فقال: يا نعمان! قل فيها. قال: القول فيها كذا، قال: من أين؟ قال: من حديث كذا، أنت حدثتناه. قال: فقال الأعمش: نحن الصيادلة وأنتم الأطباء۔[1]

ترجمہ:- میں امام اعمش (جو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اُستاذ حدیث تھے اور ایک بہت بڑے محدث تھے) کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے ان سے آکر ایک مسئلہ پوچھا، لیکن امام اعمش اس کو وہ مسئلہ نہ بتا سکے، اور حیران ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، مجلس میں امام ابو حنیفہ بھی موجود تھے، آخر امام اعمش نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا کہ اس شخص کو یہ مسئلہ بتائیں۔ امام ابو حنیفہ نے سائل کو مسئلہ بتادیا جس سے اس کی تشفی ہوگئی۔ امام اعمش کو امام ابو حنیفہ کے جواب پر تعجب ہوا اور فرمایا: یہ مسئلہ آپ نے کس حدیث سے استنباط کیا ہے؟ امام ابو حنیفہ نے کہا: من حديث كذا، أنت حدثتناه، یعنی امام اعمش ہی کی بیان کردہ حدیث سنائی، یہ حدیث سن کر امام اعمش نے فرمایا: "نَحْنُ الصَّيَادِلَةُ وَأَنْتُمُ الأَطِبَّاءُ" ہم لوگ محض عطار ہیں اور آپ لوگ اطباء ہیں۔

امام اعمش رحمہ اللہ نے اپنے اس بیان میں "محدث" اور "فقیہ" کے فرق کو بیان فرمادیا، "محدث" عطار ہوتا ہے جو مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں اپنی دُکان پر سجائے رکھتا ہے، لیکن اس کو ان جڑی بوٹیوں کے خواص اور ان کی تاثیرات کا علم نہیں ہوتا، ان کو صرف ایک طبیب ہی جان سکتا ہے، اور وہ

(۱) جامع بيان العلم وفضله: ذكر من ذم الإكثار من الحديث دون الفهم له والتفقه فيه، ج ۲ ص ۱۰۳۵

ان کو ملا کر ایک ایسا نسخہ تیار کرتا ہے جس سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔ بیماری کا نسخہ لوگ طبیب ہی سے حاصل کرتے ہیں، البتہ ان میں جو جڑی بوٹیاں استعمال ہوتی ہیں وہ ایک عطار کی دُکان سے مہیا ہوتی ہیں، لیکن طبیب ان جڑی بوٹیوں سے ناآشنا نہیں ہوتا، اگر ناآشنا ہو تو وہ نسخہ ترتیب ہی نہیں دے سکتا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی زبان سے ''محدث'' اور ''فقیہ'' کا فرق بھی سن لیجئے' فرمایا: محدثین کا مطمح نظر روایت ہوتی ہے، اور فقہاء درایت سے کام لیتے ہیں۔ جیسے: غنا، محدثین کے نزدیک بلا مزامیر جائز ہے، کیونکہ حدیث میں لفظ ''معازف'' کا آیا ہے، اور فقہاء کے نزدیک بلا مزامیر بھی جائز نہیں، کیونکہ وہ علت کو سمجھتے ہیں، اور وہ علت خوفِ فتنہ ہے، اور وہ جیسے مزامیر میں ہے، صرف غنا میں بھی موجود ہے۔

محدثین نص سے تجاوز نہیں کرتے اور فقہاء اصل منشائے حکم کو معلوم کر کے دیگر مواقع تک حکم کو متعدی کرتے ہیں۔ (۱)

''محدّث'' اور ''فقیہ'' کے درمیان فرق پر ائمہ کی تصریحات

''محدّث'' اور ''فقیہ'' کے اُمور میں فرق کی مزید وضاحت کے لئے ائمہ حدیث وفقہ کی تصریحات درج ذیل ہیں:

امام ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۴ھ) ''محدّث'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

> المحدث فی عصرنا فهو من اشتغل بالحديث رواية ودراية، وجمع رواة واطلع على كثير من الرواة والروايات فی عصره. (۲)

ترجمہ:- ہمارے زمانے میں ''محدّث'' وہ کہلاتا ہے جو روایۃً و درایۃً حدیث پر عبور رکھتا ہو، رُواۃ کے بارے میں جانتا ہو، اپنے زمانے کے کثیر راویوں اور روایات پر مطلع ہو۔

(۱) حسن العزیز، ص۴۵

(۲) تدريب الراوی فی شرح تقريب النووی: ج۱ ص۴۸

علامہ محمد ابوالفضل الوراقی الجیزاوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۶ھ) ''محدث'' کے بارے میں رقم طراز ہیں:

المحدث هو الذي حفظ كثيرا من الأحاديث وعلم عدالة الرجال وجرحهم.[1]

ترجمہ:- ''محدث'' کہلانے کا حق دار وہ شخص ہے جسے کثیر احادیث حفظ ہوں اور وہ راویوں کی جرح وتعدیل کا بھی علم رکھتا ہو۔

ان تعریفات سے معلوم ہوا کہ ''محدث'' کا کام روایۃً ودرایۃً حدیث پر گہری نگاہ رکھنا ہے، اور یہی اس کی بنیادی ذمہ داری ہے، جب کہ اس کے مقابل ''فقیہ'' کا کام حدیث کے مضمون پر تدبر وتفکر کرنا ہے۔

تابعی اور محدثِ کبیر حضرت سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۷ھ) نے ''راویٔ حدیث'' اور ''فقیہ حدیث'' پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے:

وليعلم أن الإكثار من كتب الحديث وروايته لا يصير بها الرجل فقيهاً إنما يتفقه باستنباط معانيه وإنعام التفكر فيه.[2]

ترجمہ:- جاننا چاہئے کہ کثیر احادیث کو لکھنے اور روایت کرنے سے کوئی شخص فقیہ نہیں ہو جاتا، بلکہ حدیث کے معانی میں استنباط کرنے اور ان میں غور وخوض کرنے سے ہی کوئی شخص فقیہ بنتا ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۱ھ) نے ''راوی'' اور ''فقیہ'' کے درمیان فرق پر یوں تصریح کی ہے:

أن راوي الحديث ليس الفقه من شرطه أنما شرطه الحفظ. أما الفهم والتدبر فعلى الفقيه.[3]

ترجمہ:- بے شک حدیث کے راوی کے لئے فقہ کا ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ اس

---

(۱) الطراز الحديث في فن مصطلح الحديث: ص ۸

(۲) نصيحة أهل الحديث: ص ۴۷

(۳) فيض القدير شرح الجامع الصغير: حرف النون، نضر الله امرأ، ج ۶ ص ۲۸۴، رقم الحديث: ۹۲۶۴

کے لیے صرف حفظِ حدیث کی شرط ہے، جب کہ حدیث میں فہم وتدبر سے کام لینا فقیہ کی ذمہ داری ہے۔

محدث الہند شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے ''المُصَفّٰی فی شرح المُوَطّا'' فارسی زبان میں تحریر کی جس کا مبسوط مقدمہ عربی زبان میں نقل کرلیا گیا ہے۔ اس میں انہوں نے ''محدّث'' اور ''مجتہد'' کا دائرۂ کار بیان کرتے ہوئے ان کے درمیان فرق کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

فوظيفة المحدث هي رواية الحديث، وتمييز التحريف من غيره وشرح الغريب، وبيان معنى العبارة حسب ما تقتضيه اللغة العربية، ومعرفة أسماء الرجال جرحا وتعديلا، وضبطا لمشكله، والحكم بصحة الحديث أو ضعفه والاعتبار بالشواهد والمتابعات، والحكم عليه بالاستفاضة والغرابة، وتسمية المبهم وما يشابه ذلك. وإذا بلغ المحدث هذه المرتبة فقد ارتقى إلى ذروة الحفظ والضبط والإتقان

ووظيفة المجتهد تحديد الألفاظ الواردة اللتي يقع فيها الاشتباه وتعيين الأركان والشروط والآداب من كل شيء، وتعيين الندب أو الوجوب من الصيغ الدّالة على الأمر، وتعيين الكراهة أو الحرمة من الصيغ الدالة على المنع، ومعرفة علل الأحكام مع أدلتها وإطلاق الحكم وتقييده حسب العلل، ومعرفة القيود الإحترازية والإتفاقية منها، وإستخراج قاعدة جامعة مانعة بالنظر إلى ذلك الإطلاق والتقييد والإحتراز والإتفاق وإستخراج الأقوال المخرجة ونقلها من باب إلى باب. وتفريع المسائل الحادثة على الأحكام المذكورة بدرج في العموم بالإقتضاء والإيماء والقياس الإلتزام وأمثاله. وإذا تخالفت الأدلة فيفصل بينها بالتطبيق والجمع أو بنسخ أحدهما أو ترجيح أحدهما.

ترجمہ:- ''محدّث'' کے ذمے یہ اُمور ہیں: حدیث کو روایت کرنا، احادیث کے

مابین لفظی تحریف میں تمیز کرنا، غریب الفاظ کی شرح کرنا اور لغتِ عرب کے مطابق عبارت کے معنی بیان کرنا، جرح و تعدیل کے اعتبار سے حدیث کے رُواۃ کے ناموں کی معرفت رکھنا، بظاہر دو متضاد اَحادیث میں ضبط رکھنا، حدیث پر صحت اور ضعف کا حکم لگانا، حدیث کے توابع اور شواہد پر عبور رکھنا اور اس پر شہرت اور غرابت کا حکم لگانا اور مبہم وغیرہ کی مثل اطلاق کرنا۔ کوئی بھی محدّث جب حدیث میں اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو وہ حفظ، ضبط اور اتقان کی اِنتہا کو پالیتا ہے۔

''مجتہد'' کے ذمے یہ اُمور ہوتے ہیں: حدیث میں وارد ہونے والے مشتبہ الفاظ کی حد بندی، حدیث میں ارکان، شرائط اور آداب میں سے ہر ایک کی تعیین، اَمر پر دلالت کرنے والے صیغوں سے مستحب یا وجوب کا تعین، نہی پر دلالت کرنے والے صیغوں سے مکروہ یا حرام کا تعین، اَحکام کی علتوں تک ان کے دلائل سمیت رسائی، اور علتوں کے لحاظ سے کسی حکم کے مطلق اور مقید ہونے کی نشاندہی کرنا، ان علتوں سے اِحترازی اور اتفاقی قیود کی معرفت، اس اطلاق و تقیید اور اِحتراز و اتفاق پر غور و فکر کرنے کے بعد جامع مانع قاعدہ کا استخراج اور ان کو نقل کرنا، مختلف اَسالیب اِقتضاء النص، اِشارۃ النص، قیاس اور التزام وغیرہا پر نظر رکھتے ہوئے پیش آمدہ مسائل پر مذکورہ اَحکام کا اِطلاق کرنا۔ اسی طرح جب دلائل میں باہم تعارض ہو تو تطبیق اور جمع کے ذریعے ان میں حدِ فاصل قائم کرنا، یا ان میں سے کسی ایک کو منسوخ یا راجح قرار دینا ''فقیہ'' کے اُمور میں سے ہیں۔

اَئمہ کرام کی ان تصریحات سے ''محدّث'' اور ''فقیہ'' کی حدودِ کار واضح ہو جانے کے بعد ان کے درمیان فرق نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر ''محدّث''، ''فقیہ'' نہیں ہوتا، مگر ہر ''فقیہ''، ''محدّث'' ہوتا ہے، کیونکہ ''محدّث'' ہوئے بغیر کوئی ''فقیہ'' ہی نہیں ہو سکتا۔ فقہ میں کوئی بھی اس وقت تک اِمام نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حدیث میں اِمام نہ ہو، مگر ''محدّث'' کے لئے لازم نہیں کہ وہ ''فقیہ'' بھی ہو، کیونکہ ''فقیہ'' نہ بھی ہو تو وہ ''محدّث'' بن سکتا ہے، لہٰذا ائمہ صحاحِ ستہ

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداود، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم رحمہم اللہ اور اسی طرح دیگر جتنے محدثین ہوئے ہیں، ضروری نہیں کہ ان میں ہر کوئی فقہ میں بھی امام ہو، مگر فقہ کے ائمہ اربعہ: امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اس وقت تک فقیہ نہیں ہوئے جب تک کہ پہلے وہ علم الحدیث کے امام نہ بنے۔

محدثین کی موجودگی میں امام ابوثور رحمہ اللہ کی لاجواب فقاہت

''محدث'' اور ''فقیہ'' کے درمیان فرق درج ذیل واقعے سے بھی اظہر من الشمس ہو جاتا ہے، جسے امام حسن بن عبد الرحمن رامہرمزی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) اور ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

محدثین کے ایک مجمع میں امام یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ اور خلف بن سالم موجود تھے، جو کسی حدیث پر گفتگو کر رہے تھے کہ اس دوران ایک عورت نے آکر ان سے مسئلہ پوچھا کہ کیا حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے؟ ان میں سے کسی نے بھی اسے جواب نہ دیا اور سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اتنے میں فقیہ ابوثور وہاں آئے تو ان محدثین نے اس عورت سے کہا کہ وہ اپنا مسئلہ فقیہ صاحب کو بتلائے، سو وہ اپنا سوال لے کر ان کی طرف متوجہ ہوئی، انہوں نے اس کے سوال پر یہ فتویٰ دیا کہ حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے، دلیل کے طور پر انہوں نے یہ حدیث بیان کی جسے عثمان بن احنف نے قاسم سے، اور انہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ.[1]

ترجمہ: -تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں۔

دوسری حدیث بھی اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أُفَرِّقُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَاءِ وَأَنَا حَائِضٌ.

ترجمہ: -میں حالتِ حیض میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور میں پانی کے ساتھ کنگھا کرتی تھی۔

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها الخ، ج۱، ص۲۴۴، رقم الحدیث: ۲۹۸

امام ابو ثور رحمہ اللہ نے کہا: حالتِ حیض میں جب آپ پانی کے ساتھ کسی زندہ شخص کو کنگھا کر سکتی ہیں تو مردہ اس سے زیادہ مستحق ہے۔ یہ سنتے ہی ان کے پاس موجود محدثین نے تصدیق کر دی کہ یہ روایت ہمیں فلاں فلاں طریق سے پہنچی ہے، اور پھر مختلف طُرُق سے اس روایت کی سند سنانے لگے، غور و خوض کرنے لگے، اس پر عورت نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

فَأَيْنَ كُنْتُمْ إِلَى الْآنَ۔ (۱)

ترجمہ: تم اب تک کہاں تھے؟

اس واقعے سے معلوم ہوا ہے کہ احادیث کو یاد رکھنا اور روایت کرنا محدثین کا کام ہے، جب کہ ان سے مسائل کا استخراج اور استنباط کرنا فقہاء کا کام ہے۔ "محدث" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ادا ہونے والے الفاظ، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہونے والے کسی فعل یا عمل کو من وعن، لفظ بلفظ بیان کر دیتا ہے، "محدث" کے فرائض میں یہ شامل نہیں کہ وہ کسی حدیث کا مفہوم بیان کرے، اس کا کام فقط حدیث کو سن کر لفظ بلفظ آگے منتقل کرنا ہوتا ہے، جیسے قرآن کا حافظ قرآن مجید یاد کر کے من وعن سنا دیتا ہے، اسی طرح "محدث" احادیث کو یاد کر کے صحتِ سند کے ساتھ لفظ بلفظ متن سنا دیتا ہے، وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس حدیث کے قرائن کیا ہیں؟ اس کا اطلاق کیا ہے؟ اس کے مختلف الفاظ کے معانی کیا ہیں؟ اس سے مراد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ نصوص میں بیان کردہ احکام کے علل، ان کے مقامات، ان کے قرائن اور ان کے معانی کو صحیح صحیح طور پر متعین کر کے آگے سمجھانا اور اس طرح کے بہت سے سوالات کے جوابات دینا "محدث" کا کام نہیں، بلکہ "فقیہ" اور "مجتہد" کا کام ہے۔

اکابر اہلِ علم کا امامِ اعظم رحمہ اللہ کی فقہ پر اعتماد کرنا

اگر امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو علمِ حدیث میں دسترس نہ ہوتی، یا آپ کی فقہ، حدیث کے مطابق نہ ہوتی، تو دوسری صدی سے لے کر آج تک جبالِ علم وعمل کبھی آپ کی تقلید نہ کرتے، اور نہ آپ کا مذہب اتنی کثرت کے ساتھ پھیلتا، چنانچہ مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۰ھ) نے بڑے پتے کی بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

(۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ: ابراھیم بن خالد أبی الیمان أبو ثور الکلبی، ج۶ ص ۶۵

ولو كان الإمام أبو حنيفة جاهلًا، ومن حلية العلم عاطلًا، ما تطابقت جبال العلم من الحنفية على الإشتغال بمذهبه كالقاضي أبي يوسف ومحمد بن الحسن الشيباني والطحاوي وأبي الحسن الكرخي وأمثالهم وأضعافهم. فعلماء الطائفة الحنفية في الهند والشام ومصر واليمن والجزيرة والحرمين والعراقين منذ مائة وخمسين من الهجرة إلى هذا التاريخ يزيد على ستمائة سنة. فهم ألوف لا ينحصرون وعوالم لا يحصون من أهل العلم والفتوى والورع والتقوى.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اگر (قرآن وحدیث کے علم سے) جاہل ہوتے اور زیورِ علم سے نا آراستہ ہوتے تو حنفیہ کے جبالِ علم (علم کے پہاڑ) جیسے: امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام طحاوی، امام کرخی رحمہم اللہ اور ان جیسی صفات والے دیگر علماء، جو تعداد میں ان سے کئی گنا زیادہ ہیں، ہرگز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر جمے نہ رہتے۔ چنانچہ ہندوستان (پاکستان، بنگلہ دیش، انڈیا)، شام (فلسطین، سوریا، بیروت وغیرہ)، مصر، یمن، جزیرہ، حرمین (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور عراق کے شہروں میں ۱۵۰ ہجری (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات) سے اب تک جو کہ چھ سو سے زیادہ سال بنتے ہیں، علمائے حنفیہ پائے جاتے ہیں، یہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور شمار سے باہر ہیں، اور علموں کے ملک ہیں کہ ان کو گنا نہیں جا سکتا، یہ سب اہلِ علم، صاحبِ فتویٰ، پرہیزگار اور متقی لوگ ہیں۔

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رُواتِ حدیث تھے

ایک لاکھ چودہ، یا چوبیس، یا چالیس ہزار سبھی کے سبھی صحابہ کرام رُواۃِ حدیث اور محدثین تھے، اس بات کو امام المحدثین ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) نے بیان کیا ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے "الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع" اور امام تقی الدین ابوعمرو

(۱) الروض الباسم: المسلك الرابع، ج۲ ص۳۱۹

عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف ابنِ صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) نے اپنی تصنیف "معرفة أنواع علوم الحديث" المعروف "مقدمة ابن صلاح" میں اور بہت سے دیگر ائمۂ حدیث نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے:

عن أبي زرعة الرازي أنه سئل عن عدة من روى عن النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ومن يضبط هذا؛ شهد مع النبي صلى الله عليه وسلم حجة الوداع أربعون ألفا، وشهد معه تبوك سبعون ألفا

(وفي رواية أخرى) قال له رجل: يا أبا زرعة! أليس يقال: حديث النبي صلى الله عليه وسلم أربعة آلاف حديث؛ قال: ومن قال ذا قَلْقَلَ اللهُ أَنْيَابَهُ هذا قول الزنادقة. ومن يحصي حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض رسول الله عن مائة ألف وأربعة عشر ألفا من الصحابة ممن روى منه وسمع عنه فقال له الرجل: يا أبا زرعة! هؤلاء أين كانوا وسمعوا منه؛ قال: أهل المدينة وأهل مكة ومن بينهما والأعراب، ومن شهد معه حجة الوداع كل رآه وسمع منه بعرفة۔ (1)

ترجمہ:- امام ابوزرعہ الرازی سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے صحابہ نے روایت کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ تعداد کون بتا سکتا ہے؟ (البتہ رُوات صحابہ کی تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ) حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چالیس ہزار صحابہ تھے اور غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ستر ہزار صحابہ تھے۔

(دُوسری روایت میں ہے) ان سے ایک شخص نے پوچھا: ابوزرعہ! کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار احادیث مروی ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایسا کہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے، یہ زنادقہ کا قول ہے، کون شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا احاطہ کرسکتا ہے؟ کیونکہ آپ

(۱) الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع: ترتيب مسانيد الصحابة الاختيار في تخريج المسند. إلخ، ج۲ ص ۲۹۳، ۲۹۵ / معرفة أنواع علوم الحديث: النوع التاسع والثلاثون معرفة الصحابة: ص ۲۷۹

صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا۔ اس شخص نے کہا: ابوزرعہ! یہ صحابہ کہاں قیام پذیر تھے؟ اور کہاں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ اہلِ مدینہ، اہلِ مکہ اور ان کے گرد ونواح کے رہائشی اور دیہاتی تھے، ان میں وہ سارے حضرات بھی شامل ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اور ان میں سے ہر ایک نے میدانِ عرفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعِ حدیث بھی کی۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر نقادِ رجال اور معتبر ترین محدث کی بیان کردہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ کُل صحابہ کرام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعتِ حدیث کا شرف حاصل تھا۔

جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف دس مجتہد تھے

گزشتہ صفحے میں امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار ہے، ائمہ حدیث نے اسماء الرجال کی کُتب میں ان تمام صحابہ میں سے بارہ ہزار کے قریب صحابہ کرام کے احوال جمع کیے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ عہدِ نبوی اور عہدِ خلفائے راشدین میں مجتہد اور فقیہ صحابہ کی تعداد صرف 'دس' تھی، اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ منصب کتنے بلند مرتبے کا حامل ہے جو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام میں سے صرف دس کو نصیب ہوا! ذیل میں اس پر تصریحات ملاحظہ کیجیے:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہونہار شاگرد مسروق بن اجدع رحمہ اللہ (متوفی ۶۳ھ) سے مروی ہے:

كان أصحاب الفتوى من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم: عمر وعلي وابن مسعود وزيد وأبي بن كعب وأبو موسى الأشعري.(۱)

---

(۱) الطبقات الكبرى: باب أهل العلم والفتوى من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج ۲ ص ۲۶۷

ترجمہ:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتویٰ دینے والے صحابہ کرام یہ تھے:
حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت اُبَیّ بن کعب اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

۲- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں:

كان ابوبكر وعمر وعثمان وعلى يفتون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم.[۱]

ترجمہ:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم فتویٰ دیتے تھے۔

۳- قاسم بن محمد ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ادوار میں سات مشیر فقہاء حضرات کے بارے میں فرماتے ہیں:

أن أبا بكر الصديق كان إذا نزل به أمر يريد فيه مشاورة أهل الرأي وأهل الفقه، ودعا رجالا من المهاجرين والأنصار. دعا عمر وعثمان وعلياً وعبدالرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وأبي بن كعب وزيد بن ثابت. رضي الله عنهم. وكل هؤلاء كان يفتي في خلافة أبي بكر، وإنما تصير فتوى الناس إلى هؤلاء النفر فمضى أبوبكر على ذلك ثم ولي عمر فكان يدعو هؤلاء النفر وكانت الفتوى تصير.[۲]

ترجمہ:- حضرت ابوبکر صدیق کو جب کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس میں وہ اہلِ رائے اور فقہاء کی مشاورت چاہتے تو مہاجرین اور انصار میں سے صاحب الرائے حضرات کو بلاتے۔ آپ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی،

---

(۱) التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد: تابع لمحمد ابن شهاب الزهري، الحديث الثامن، ج۹ ص۲۶

(۲) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: عثمان بن عفان، ج۳۹ ص۱۸۱

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت اُبَیّ بن کعب اور حضرت زید بن ثابت کو طلب کرتے۔ ان میں سے ہر ایک حضرت ابوبکر کی خلافت میں فتویٰ دیتا رہا، لوگ فتویٰ کے لئے ان حضرات کی طرف ہی رُجوع کرتے۔ پس حضرت ابوبکر نے اسی طرح معاملہ جاری رکھا، پھر حضرت عمر مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ بھی ان ہی حضرات کو بلاتے اور ان ہی کا فتویٰ چلتا تھا۔

۴-تابعی کبیر امام عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) بیان کرتے ہیں:

کان العلم یؤخذ عن ستة: عمر وعلي وأبي وابن مسعود وزید وأبي موسی رضي الله عنهم۔ (۱)

ترجمہ:-علم چھ اشخاص سے حاصل کیا جاتا تھا: حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت اُبَیّ بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

۵-امام سلیمان بن یسار رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہاں تک فرمایا ہے:

ما کان عمر وعثمان یقدمان علی زید أحدا في الفرائض والفتوی والقراءة والقضاء۔ (۲)

ترجمہ:-حضرت عمر اور حضرت عثمان کسی کو بھی حضرت زید بن ثابت پر علم فرائض (میراث)، فتویٰ، قراءت اور قضا کے معاملے میں مقدم نہ کرتے تھے۔

لم یکن یفتي في زمن النبي صلی الله علیه وسلم غیر عمر وعلي ومعاذ وأبي موسی رضي الله عنهم۔ (۳)

(۱) تذکرة الحفاظ: ترجمة: أبو موسی الأشعري، ج۱ص۲۲

(۲) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: زید بن ثابت، ج۲ص۴۳۴

(۳) تذکرة الحفاظ: ترجمة: أبو موسی الأشعري، ج۱ص۲۳

ان روایات سے پتا چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے ادوار میں کل دس صحابہ کرام فقیہ اور مجتہد شمار کیے جاتے تھے، جن میں چاروں خلفائے راشدین، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم سمیت اکابر صحابہ حضرات عبدالرحمن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت اُبی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

بائیس ۲۲ محدثینِ کرام کی نظر میں اِمام ابوحنیفہ کی بُلند پایہ فقاہت کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دعا کا ہی نتیجہ ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ آسمانِ علم وعمل پر تابندہ ستارہ بن کر جگمگا رہے ہیں، امامِ اعظم کی قرآن وحدیث میں بُلند درجہ فقاہت کا جمیع ائمہ حدیث وفقہ نے اعتراف کیا ہے۔ محدثین کی کثیر تعداد آپ کے فقہ الحدیث سے فیض یاب ہونے کا درس دیتی رہی، اس پر ذیل میں چند اَجل اور اَوثق ائمہ حدیث کی تصریحات درج کی جاتی ہیں جن سے یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ امام صاحب کی بُلند پایہ فقاہت پر سب ہی ائمہ حدیث متفق ہیں۔

۱- اِمام مغیرہ بن مِقسم رحمہ اللہ کی نظر میں

اِمام جریر بن عبدالحمید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مجھے مغیرہ بن مِقسم (متوفی ۱۳۶ھ) (جو اِمام شعبہ بن حجاج اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں، چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث اِمام بخاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں: روى عنه الثوري وشعبة)۔[1]

اِمام مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ (جن کے متعلق اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الإمام، العلامة، الفقيه[2]) نے فرمایا:

---

(۱) التاريخ الكبير: ترجمة: مغيرة بن مقسم، ج ۷ ص ۳۲۲

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: مغيرة بن مقسم، ج ٦ ص ۱۰

عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي مُغِيرَةُ: جَالِسْ أَبَا حَنِيفَةَ تَفْقَهْ فَإِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَوْ كَانَ حَيًّا لَجَالَسَهُ.[۱]

ترجمہ:- آپ امام ابوحنیفہ کے پاس بیٹھا کریں آپ کو دین کی سمجھ بوجھ حاصل ہوگی، اگر (محدث اور فقیہ اکبر) امام ابراہیم نخعی حیات ہوتے تو وہ بھی ان کے پاس بیٹھتے۔

۲- امام سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ کی نظر میں

کسی شخص نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کے شیخ امام سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۷ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام شيخ الإسلام، شيخ المقرئين والمحدثين الحافظ[۲]) سے کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

أنه سئل عن مسألة، فقال: إنما يحسن هذا النعمان بن ثابت الخزاز، وأظنه بورك له في علمه.[۳]

ترجمہ:- اس کا اور اس جیسے دیگر سوالات کا جواب نعمان بن ثابت خزاز خوب جانتے ہیں، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔

امام اعمش رحمہ اللہ سے کچھ مسائل پوچھے گئے، اور اس محفل میں امامِ اعظم بھی موجود تھے تو انہوں نے امامِ اعظم کی طرف رجوع کیا۔ پس آپ نے تمام مسائل کا جواب دے دیا، امام اعمش رحمہ اللہ نے دلیل طلب کی تو آپ نے وہی احادیث وروایات جو خود انہی (امام اعمش رحمہ اللہ) سے مروی تھیں دلیل کے طور پر پیش کر دیں، اس استنباط پر امام اعمش رحمہ اللہ حیران رہ گئے اور امامِ اعظم رحمہ اللہ کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

أَنْتُمْ يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ! الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةُ.[۴]

---

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۲۹

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: الأعمش سليمان بن مهران، ج ۶ ص ۲۲۶

(۳) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۴۰۳

(۴) الثقات لابن حبان: باب العين، ج ۸ ص ۴۶۷، رقم: ۱۴۲۶۵ / أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ص ۲۷

ترجمہ:- اے گروہ فقہاء! آپ طبیب ہیں اور ہم (محدثین) صاحب ادویات ہیں۔

مراد یہ ہے کہ جس طرح ایک میڈیکل اسٹور میں ہر قسم کی دوائیاں تو موجود ہوتی ہیں اور اسٹور چلانے والے دوا فروش کو ان کے نام اور دیگر معلومات کا علم ہوتا ہے، مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ کس مریض کے لئے کون سی دوا تجویز کرنی ہے؟ کتنی مقدار میں دینی ہے؟ یہ کام صرف ڈاکٹر کا ہوتا ہے۔ اسی طرح محدثین کے پاس احادیث کا ذخیرہ تو ہوتا ہے، مگر ان سے اَحکام کا اِستنباط و استخراج ایک فقیہ ہی کرسکتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ امام اعمش رحمہ اللہ سے جوکوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ فرماتے:

عَلَيْكُمْ بِتِلْكَ الْحَلْقَةِ يَعْنِي حَلْقَةَ أَبِي حَنِيفَةَ.[1]

ترجمہ: لوگو! تم ابوحنیفہ کی مجلس میں ضرور جایا کرو۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا علم الحدیث میں بہت بلند رُتبہ ہے، لیکن ان کے اس قول سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ وہ فقیہِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہوتے ہوئے خود فتویٰ دینے سے گریز کرتے تھے۔

۳- اِمام اِبنِ جریج رحمہ اللہ کی نظر میں

امام عبدالملک بن عبدالعزیز المعروف اِبن جریج رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام، العلامة الحافظ، شيخ الحرم، صاحب التصانيف، أول من دون العلم بمكة)[2] کے درس میں ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا:

اسكتوا، إنه لفقيه، إنه لفقيه، إنه لفقيه.[3]

ترجمہ:- خاموش ہو جاؤ، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں۔

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ص ۷۸

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: ابن جريج عبد الملك بن عبد العزيز، ج ۶ ص ۳۲۵

(۳) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۱۹۳

۴- امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ کی نظر میں

امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۵ھ) (امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام، الحافظ، أحد الأعلام)۔(۱)

امام اعظم رحمہ اللہ کی بلند پایہ فقہی بصیرت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

سمعت مسعر بن کدام یقول: ما أحسد أحدا بالکوفة إلا رجلین: أبو حنیفة فی فقهه والحسن بن صالح فی زهده۔(۲)

ترجمہ:- مجھے کوفہ میں سوائے دو اشخاص کے کسی پر بھی رشک نہیں آیا، امام ابوحنیفہ پر ان کے فقہ میں بلند درجے کے باعث اور حسن بن صالح پر زہد میں ان کے مقام کے باعث۔

۵- امام سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کی نظر میں

محدثِ کبیر امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۶ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام، الحافظ، عالم البصرة أول من صنف السنن النبویة)(۳) کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا:

فَقَالَ لِی یَا أَبَا مُحَمَّدٍ! مَا رَأَیْتُ مثل هَذَا یَا تَأْتِینَا من بلدك من أبی حنیفة وددت ان الله أخرج العلم الَّذِی مَعَه إلی قُلُوب الْمُؤمنِینَ فَلَقَد فتح الله لهَذَا الرجل فِی الْفِقْه شَیْئًا کَأَنَّهُ خلق لَهُ۔(۴)

ترجمہ:- اے ابومحمد! (یہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی کنیت ہے) میں نے ایسے علمی تحائف کو اس سے قبل نہیں دیکھا جو ہمارے پاس آپ کے شہر (کوفہ) سے ابوحنیفہ کی طرف سے آ رہے ہیں، میری دلی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ کے

(۱) تذکرة الحفاظ: ترجمة: مسعر بن کدام، ج ۱ ص ۱۴

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۳۹

(۳) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: سعید بن أبی عروبة، ج ۶ ص ۴۱۳

(۴) أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ذکر ما روی عن أعلام المسلمین وأئمتهم فی فضل أبی حنیفة، ص ۸۴

علمی فیض کو مومنین کے قلوب میں منتقل فرمادے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے فقہ کے ذرائع اس طرح کھول دیئے ہیں کہ گویا وہ اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

۶- اِمام اوزاعی رحمہ اللہ کی نظر میں

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اِمامِ اعظم رحمہ اللہ اور اِمام عبد الرحمن رحمہ اللہ بن عمرو المعروف اِمام اَوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) (جو امام زہری، اِمام شعبہ، اِمام مالک رحمہم اللہ کے شیخ ہیں) کی ایک ملاقات نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار اِمام اوزاعی رحمہ اللہ نے امام صاحب سے چند مسائل پوچھے اور آپ کے ساتھ دلائل سے بحث بھی کی، آپ نے سب کے جوابات بحسن وخوبی دیئے تو اِمام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا: آپ نے یہ جواب کس دلیل سے اَخذ کئے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

من الأحاديث التي رويتموها، ومن الأخبار والآثار اللتي نقلتموها. وبيّن له وجه دلالتها وطريق استنباطها فأنصف الأوزاعي ولم يتعسف فقال: نحن العطّارون وأنتم الأطبّاء[1]

ترجمہ:- ان احادیث سے جو آپ نے روایت کی ہیں اور ان اخبار وآثار سے جو آپ نے نقل کئے ہیں۔ پھر اِمام صاحب نے انہیں احادیث وآثار سے اِستدلال اور اِستنباط کے طریقے بیان کئے، تو اِمام اوزاعی نے اِعتراف حق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: ہم صرف ادویات بیچنے والے ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔

اِمام اوزاعی رحمہ اللہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ہم محدثین کو اَحادیث تو یاد ہیں مگر یہ نہیں معلوم کہ ان سے مسائل کس طرح اَخذ کئے جاتے ہیں؟ جیسے دوا فروشوں کے پاس قسم قسم کی دوائیں تو موجود ہوتی ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی بیماری میں کون سی دوا مفید ہے؟ یہ صرف اطباء ہی جانتے ہیں۔ اِمام اوزاعی رحمہ اللہ جیسے محدث اور اِمام اہلِ زمانہ کے جملے پر غور کیا جائے تو امام صاحب کا علم حدیث وفقہ میں عظیم ترین رُتبہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: مقدمۃ المؤلف، ج ۱ ص ۲۸

۷- امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی نظر میں

عبداللہ بن مبارک اور امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کے شیخ امیر المومنین فی الحدیث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۱ھ) کی زبانی امامِ اعظم کی فقاہت کا حال سنیے۔ امام محمد بن بشر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كنت أختلف إلى أبي حنيفة وإلى سفيان. فآتي أبا حنيفة فيقول لي: من أين جئت؟ فأقول: من عند سفيان. فيقول: لقد جئت من عند رجل لو أن علقمة والأسود حضرا لاحتاجا إلى مثله. فآتي سفيان فيقول لي: من أين؟ فأقول: من عند أبي حنيفة. فيقول: لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض. (1)

ترجمہ:- میں سفیان ثوری اور ابوحنیفہ کے پاس آتا جاتا تھا، جب میں ابوحنیفہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: سفیان ثوری کے پاس سے آیا ہوں، یہ سن کر فرماتے: آپ ایسے آدمی کے پاس سے آئے ہیں کہ اگر حضرت علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو یقیناً ان کے علم کے محتاج ہوتے۔ پھر جب میں سفیان ثوری کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: ابوحنیفہ کے پاس سے، تو وہ فرماتے: بے شک آپ روئے زمین پر سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔

۸- امام خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ کی نظر میں

امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام وکیع، امام حفص بن عبداللہ رحمہم اللہ کے شیخ امام خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقہ میں ایسے ہیں جیسے چکی میں کھونٹی (کہ چکی اس پر گھومتی ہے ایسے ہی فقہ، کے اقوال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ گرد گھومتے ہیں) ان کی مثال اس ماہر کی طرح ہے جو کھرا کھوٹا سونا پرکھتا ہے:

---

(1) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۳ ص ۳۴۳

كان أبو حنيفة في الفقهاء كقطب الرحى وكالجهبذ الذي ينقد الذهب۔[۱]

۹-قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے محدث وفقیہ قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۵ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام، الفقيه، المجتهد قاضي الكوفة ومفتيها في زمانه)[۲] امام اعظم رحمہ اللہ کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے، ایک روز کسی شخص نے ان سے کہا کہ آپ عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے ہونے کے باوجود ابوحنیفہ کی غلامی کو پسند کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس سے زیادہ نفع بخش کوئی مجلس نہیں:

ما جلس الناس إلى أحد أنفع مجالسة من أبي حنيفة۔[۳]

۱۰-إمام مالک بن انس رحمہ اللہ کی نظر میں

إمام شافعی رحمہ اللہ نے إمام مالک بن انس رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) (إمام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام، الحافظ، فقيه الأمة، شيخ الإسلام، إمام دار الهجرة)[۴] سے پوچھا: کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے إمام اعظم رحمہ اللہ کی قوت استدلال کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

نعم، رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته۔[۵]

ترجمہ:- جی ہاں! میں نے اس شخص کو ایسا دیکھا ہے اگر وہ آپ کے ساتھ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنے پر کلام کرے تو اس پر حجت قائم کردے۔

---

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۳

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: القاسم بن معن بن عبد الرحمن، ج ۸ ص ۱۹۰

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۳

(۴) تذكرة الحفاظ: ترجمة: مالك بن انس بن مالك، ج ۱ ص ۱۵۴

(۵) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲۹ ص ۴۲۹

۱۱-امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی نظر میں

امام سفیان ثوری، امام ابوداود، امام عبدالرزاق بن ہمام، امام یحیی بن معین، امام یحیی بن سعید القطان رحمہم اللہ کے شیخ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) (امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں: الحافظ، العلامة، شيخ الإسلام، فخر المجاهدين، قدوة الزاهدين، صاحب التصانيف النافعة)(۱) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تفقہ فی الدین، فہم اور مسائل میں دقتِ نظر کا تقابل دو اجل ائمہ کرام کے ساتھ اس طرح کراتے ہیں:

إن كان الأثر قد عرف واحتيج إلى الرأي فرأي مالك، وسفيان وأبي حنيفة، وأبو حنيفة أحسنهم وأدقهم فطنة، وأغوصهم على الفقه، وهو أفقه الثلاثة.(۲)

ترجمہ:- اگر کوئی معروف اثر ہو جس میں رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کی آراء کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اور پھر امام ابوحنیفہ ان سب سے زیادہ اچھے ہیں، باریک بینی میں ان سب سے زیادہ ذہین ہیں، اور فقہ میں سب سے زیادہ غور و خوض کرنے والے ہیں، اور وہ ان تینوں میں سب سے بہتر مسائل کو سمجھنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سب لوگوں سے بڑھ کر فقیہ تھے، میں نے فقہ میں ان کے مثل کسی کو نہیں دیکھا:

وأما أفقه الناس فأبو حنيفة، ثم قال: ما رأيت في الفقه مثله.(۳)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو اپنی رائے سے دین کی بابت

---

(۱) تذكرة الحفاظ، ترجمة: عبدالله بن المبارك، ج ۱ ص ۲۰۱

(۲) تاريخ بغداد، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳، ص ۳۴۲/ أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روى عن أعلام المسلمين والمتقدمين في فضل أبي حنيفة، ص ۸۴

(۳) تاريخ بغداد، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۴۲

کچھ کہنا مناسب ہوتا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مرتبے کے ہیں کہ ان کو اپنی رائے سے کہنا مناسب ہونا چاہئے تھا:

إن كان أحد ينبغي له أن يقول برأيه فأبو حنيفة ينبغي له أن يقول برأيه.[1]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا:

لولا أن الله أغاثني بأبي حنيفة وسفيان لكنت كسائر الناس.[2]

۱۲- امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کی نظر میں

شیخ البخاری امام یحییٰ بن یوسف رحمہ اللہ کے شیخ اور امام عبدالعزیز بن رفیع کے شاگرد امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں:

كان النعمان بن ثابت أفقه أهل زمانه[3]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

۱۳- امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ کی نظر میں

محدث کبیر امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) صحاح ستہ کے معروف راوی، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی، یحییٰ بن معین اور امام حمیدی کے شیخ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، وہ آپ کی شانِ فقاہت یوں بیان فرماتے ہیں:

ما لقيت أحدا أفقه من أبي حنيفة ولا أحسن صلاة منه.[4]

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۴۳

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: ص ۱۸۸

(۳) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۲۹

(۴) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۴۵

ترجمہ:- میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک روز ایسی حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بڑے غور وخوض کا متقاضی تھا، اس پر امام وکیع رحمہ اللہ کھڑے ہوگئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا:

لا تنفع الندامة، أين الشيخ، فيفرج عنا. [1]

ترجمہ:- ندامت سے کچھ فائدہ نہیں، وہ شیخ (یعنی ابوحنیفہ) کہاں ہیں؟ جو ہمیں اس مشکل سے نکالتے۔

امام وکیع رحمہ اللہ اپنے پاس موجود محدثین حضرات سے کہا کرتے تھے:

اے گروہ محدثین! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور ان کے معانی سے واقفیت حاصل نہیں کرتے، اسی میں تمہاری عمر اور دین ضائع ہو جائے گا، حالانکہ:

وددت أن يجتمع لي عشر فقه أبي حنيفة. [2]

ترجمہ:- میری آرزو ہے کہ کاش! امام ابوحنیفہ کی فقہ کا دسواں حصہ ہی مجھے نصیب ہو جائے۔

ایک روز انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر واشگاف الفاظ میں فقہ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے اصحاب کا یوں ذکر کیا:

يا أيها الناس! لا ينفعكم سماع الحديث بلا فقه، ولا تفقهون حتى تجالسوا أصحاب أبي حنيفة فيفسروا لكم أقاويله. [3]

ترجمہ:- لوگو! فقہ کے بغیر حدیث سننا تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا، اور تم کو حدیث کی فقہ اور بصیرت اس وقت تک حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ تم امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی مجالست اختیار نہ کر لو تاکہ وہ تمہیں حدیث کی تفسیر کر کے بتائیں۔

---

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة: ج ۱ ص ۹۷

(۲،۳) مناقب أبي حنيفة: ج ۱ ص ۹۷

۱۴- امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی نظر میں

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام شعبہ، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن المدینی، امام ابوبکر بن ابی شیبہ، امام عبدالرزاق بن ہمام رحمہم اللہ کے شیخ، محدث کبیر امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام الكبير، حافظ العصر، شيخ الإسلام، انتهى إليه علو الإسناد)[1] امام اعظم رحمہ اللہ کی فقاہت کو یوں بیان کرتے ہیں:

من أَرَادَ الْمَغَازِي فالمدينة ومن أَرَادَ الْمَنَاسِك فمكة ومن أَرَادَ الْفِقْه فالكوفة ويلزم أصحاب أبي حنيفة.[2]

ترجمہ:- جو شخص علم مغازی کو جاننا چاہے، وہ مدینہ منورہ کا رُخ کرے، جو مناسکِ حج سیکھنا چاہے وہ مکہ مکرمہ کی راہ لے، اور جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا چاہتا ہو وہ کوفہ جا کر اصحاب ابوحنیفہ کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھے۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء چار ہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، امام شعبی، امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری رحمہم اللہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانے میں امام ہے:

العلماء أربعة: ابن عباس في زمانه والشعبي في زمانه وأبو حنيفة في زمانه والثوري في زمانه.[3]

۱۵- امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کی نظر میں

فنِ اسماء الرجال کے بلند پایہ عالم امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) (امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام الكبير، أمير المؤمنين في الحديث الحافظ)[4] امام اعظم رحمہ اللہ کی فقہی بصیرت پر یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: سفيان بن عيينة، ج۸ ص ۴۵۵

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۲

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم، ص ۲۸

(۴) سير أعلام النبلاء: ترجمة: يحيى القطان بن سعيد، ج۹ ص ۱۷۵

لا نكذب الله ما سمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة، وقد أخذنا بأكثر أقواله.[۱]

ترجمہ:- قسم بخدا! ہم نے (کسی بھی مسئلے پر) امام ابوحنیفہ سے زیادہ بہتر رائے کسی کی نہیں سنی، اور ہم نے ان کے کافی اقوال لئے ہیں۔

۱۶- امام شافعی رحمہ اللہ کی نظر میں

فقہ شافعیہ کے بانی امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) نے امام اعظم رحمہ اللہ کے تفقہ فی الدین اور فہم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

من أراد أن يعرف الفقه، فليلزم أبا حنيفة وأصحابه فإن الناس كلهم عيال عليه في الفقه.[۲]

ترجمہ:- جو شخص فقہ کی معرفت حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی صحبت لازمی اختیار کرے، کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام صاحب کے عیال ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ خود بھی مجتہد ہیں، سینکڑوں محدثین اور فقہاء کے شیخ ہیں، حدیث اور فقہ میں انتہائی بلند مقام رکھتے ہیں، ان کی نظر میں بھی امام اعظم رحمہ اللہ سے بڑھ کر اُصول الدین اور فقہ میں کوئی بھی ان سے آگے نہیں، بلکہ انہوں نے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا بجا طور پر اعتراف کیا ہے کہ جس کسی کو فقہِ قرآن وحدیث میں جو بھی میسّر آئے گا وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فیضان ہوگا۔

۱۷- امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کی نظر میں

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) (امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں:

الإمام، القدوة، شيخ الإسلام، الحافظ، كان رأسا في العلم والعمل، ثقة، حجة، كبير الشأن)[۳] کی نگاہ میں امام صاحب کی فقاہت کا حال پڑھیے، امام حسن بن حماد سجادہ (متوفی ۲۴۱ھ) بیان کرتے ہیں:

---

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۲۹ ص۴۳۳

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة، النعمان بن ثابت، ج۱۳ ص۳۴۶

(۳) سير أعلام النبلاء، ترجمة: يزيد بن هارون بن زاذي، ج۹ ص۳۵۸

دخلت أنا وأبو مسلم المستملي على يزيد بن هارون وهو نازل ببغداد على منصور بن مهدي فصعدنا إلى غرفة هو فيها فقال له أبو مسلم: ما تقول يا أبا خالد في أبي حنيفة والنظر في كتبه؟ فقال: أنظروا فيها إن كنتم تريدون أن تفقهوا. فإني ما رأيت أحدا من الفقهاء يكره النظر في قوله ولقد احتال الثوري في كتاب الرهن حتى نسخه.[1]

ترجمہ:- میں اور ابو مسلم المستملی، یزید بن ہارون سے ملنے گئے، جو بغداد میں خلیفہ منصور بن مہدی کے ہاں مہمان تھے، ہم اُوپر کی منزل میں ان کے کمرے میں گئے تو ابو مسلم نے ان سے پوچھا: ابو خالد! آپ امام ابوحنیفہ اور ان کی کُتب کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ یزید بن ہارون نے فرمایا: اگر تم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کی کُتب میں غور وفکر کیا کرو، کیونکہ میں نے فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہ کے علمی اقوال میں غور وفکر کرنے کو ناپسند کرتا ہو۔ امام سفیان ثوری ان کی کتاب الرہن میں ایک سال تک غور وفکر کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اسے نقل کر لیا۔

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کی نگاہ میں امام صاحب کے مقام ومرتبے کا حال پڑھیے جسے تمیم بن المنتصر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

كنت عند يزيد بن هارون فذكر أبو حنيفة فنال منه إنسان فأطرق طويلا. فقالوا: رحمك الله حدثنا! فقال: كان أبو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالما، صدوق اللسان، أحفظ أهل زمانه. سمعت كل من أدركته من أهل زمانه يقول: إنه ما رأى أفقه منه.[2]

ترجمہ:- میں یزید بن ہارون کے پاس موجود تھا، وہاں امام ابوحنیفہ کا ذکرِ خیر ہوا، جس پر ایک آدمی نے ان کی شان میں گستاخی کی، یزید بن ہارون دیر تک گردن جھکائے (غصے سے) خاموش بیٹھے رہے۔ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار أبي حنيفة مع سفيان الثوري، ص ۷۳

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم النعمان: الباب العاشر، ص ۱۹۳

آپ پر رحم فرمائے! ہمیں معاملے کی حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: امام ابوحنیفہ متقی تھے، پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے، دُنیا کی حرص سے بے نیاز تھے، اَجل عالم تھے، صدوق اللسان تھے، اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے، میں نے ان کے ہم عصروں میں سے جس کو بھی پایا سب کو یہی کہتے ہوئے سنا کہ اس نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔

۱۸- امام ابوعاصم نبیل رحمہ اللہ کی نظر میں

امامِ اعظم کے شاگرد اور امام بخاری کے شیخ ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ان پانچ شیوخ میں سے ایک ہیں جن سے امام بخاری نے ثلاثیات روایت کی ہیں، امام ابوعاصم رحمہ اللہ سے چھ ثلاثیات مروی ہیں۔ امام ضرار بن صرد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سألت أبا عاصم النبيل فقلت: أيما أفقه، سفيان أو أبو حنيفة؟ قال: غلام من غلمان أبي حنيفة أفقه من سفيان.(۱)

ترجمہ:- میں نے ابوعاصم النبیل سے پوچھا کہ سب سے بڑھ کر فقیہ کون ہے، ابوحنیفہ یا سفیان؟ انہوں نے فرمایا: ابوحنیفہ کے شاگردوں میں عام سا شاگرد بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔

امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل رحمہ اللہ سے ہی ایک اور طریق سے یہی روایت درج ذیل الفاظ میں مروی ہے، جسے امام حسن بن علی حلوانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قلت لأبي عاصم يعني النبيل: أبو حنيفة أفقه أو سفيان؟ قال: عبد أبي حنيفة أفقه من سفيان.(۲)

ترجمہ:- میں نے ابوعاصم النبیل سے پوچھا کہ ابوحنیفہ زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ انہوں نے فرمایا: امام ابوحنیفہ کا غلام بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔

(۱،۲) تاریخ بغداد، ترجمۃ: النعمان بن ثابت: ج ۱۳ ص ۳۴۲

۱۹-امام عبداللہ بن داود الخریبی رحمہ اللہ کی نظر میں

امام سفیان بن عیینہ، امام علی بن المدینی، امام محمد بن یحییٰ الذہلی رحمہ اللہ کے شیخ امام عبداللہ بن داود رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اندھے پن یعنی تاریکی اور جہالت کی ذلت سے نکل جائے، اور یہ کہ فقہ کی حلاوت اس کو میسّر آئے تو اسے چاہئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے:

من أراد أن يخرج من ذل العمى والجهل ويجد لذة الفقه فلينظر في كتب أبي حنيفة.[1]

۲۰-امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) (امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: الإمام، العالم، الحافظ، المقرئ، المحدث، الحجة، شيخ الحرم)[2] امام اعظم رحمہ اللہ کی فقاہت کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو فقہ میں سردار نہیں دیکھا:

ما رأيت أسود رأس أفقه من أبي حنيفة.[3]

۲۱-امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی نظر میں

امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداود رحمہم اللہ کے شیخ جب کہ امام سفیان بن عیینہ اور امام عبدالرزاق بن ہمام رحمہم اللہ کے تلمیذ سیّد المحدثین امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک معتبر و پسندیدہ قراءت حمزہ کی قراءت ہے، اور فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہے، میں نے لوگوں کو اس پر پایا ہے:

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي عن أعلام المسلمين وأئمتهم، ص ۸۵

(۲) سير أعلام النبلاء: ترجمة: عبدالله بن يزيد الأهوزي، ج ۱۰ ص ۱۶۶

(۳) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۴۳

القراءة عندي قراءة حمزة والفقه فقه أبي حنيفة على هذا أدركت الناس.[۱]

۲۲-علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ کی نظر میں

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) "سير أعلام النبلاء" میں علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

الإمام، العلامة، حافظ المغرب، شيخ الإسلام، صاحب التصانيف الفائقة، كان إماماً ديناً، ثقة، متقناً، صاحب سنة وإتباع.

یہی علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة في الفقه إماما حسن الرأي والقياس، لطيف الاستخراج، جيد الذهن، حاضر الفهم، ذكيا ورعا عاقلاً.[۲]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ فقہ میں امام تھے، حسن الرائے والقیاس تھے، باریک سے باریک مسئلے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے، نہایت ذہین، سخن فہم، عالی دماغ، ذکی، پرہیزگار اور نہایت عقل مند تھے۔

نقادِ محدث علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کو "الإمام الأعظم" اور "فقيه العراق" کے لقب سے یاد کیا، اس طرح علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۴ھ) نے "الوافي بالوفيات" میں، امام عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے "الجواهر المضية" میں آپ کو "امام اعظم" کے لقب کے ساتھ یاد کیا ہے۔

ان تمام اکابر ائمہ حدیث وفقہ کے اقوال واحوال سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ "امام اعظم فی الفقہ" (فقہ میں سب سے بڑے امام) کے رتبے پر فائز ہیں جس میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے درج بالا احوال کو بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ امام

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ص ۸۷ / تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۴۶

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۲۰۹

صاحب سے کم علم و کم فہم لوگ مسائل پوچھنے نہیں آتے تھے، بلکہ اس دور کے بے شمار صدوق، صالح، ثقہ، اصدق، اوثق اور اثبت واکابر محدثین آپ سے اِستفسار اور اِستفتاء کے لئے حاضر ہوتے تھے، جن میں سے چند ایک کے نام ہم اُوپر درج کرچکے ہیں، وہ سب محدثین آپ کے تفقہ فی الدین، فقہی بصیرت اور آپ کی فقاہتِ حدیث کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، ائمۂ حدیث کے یہ سارے احوال و وقائع بغیر کسی مبالغے کے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امام صاحب کے پاس اَحادیث کا وافر ذخیرہ تھا تب ہی تو آپ سے اِستفادہ کرنے والے کسی بھی محدث نے آپ پر کبھی بھی اِعتراض نہیں کیا۔ جس طرح قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھے بغیر صرف ذہانت اور فقہی بصیرت سے ہی دینی مسائل کا حل تلاش کرنا ناممکن ہے، اسی طرح بغیر فقاہت و فقہی بصیرت اور دقتِ نظر کے قرآن و حدیث کے ہزار ہا متون اَزبر ہونے کے باوجود فہم قرآن اور فہم حدیث کی مشکل گھاٹی سے گزرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں محدثین کرام کے اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے ہر ایک ہزار ہا اَحادیث کا حافظ تھا، مگر مسائل معلوم کرنے کے لئے وہ سب اِمام اعظم رحمہ اللہ کی طرف رُجوع کرتے، یہ بات امام صاحب کے کثیر الاحادیث ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے، اور اس کے علاوہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اَحادیث جمع کرنا اور انہیں روایت کرنا ایک جہتِ علم ہے، جب کہ ان اَحادیث سے مسائل کا اِستنباط و اِجتہاد ایک الگ جہتِ علم ہے، جو جمع و روایت سے یقیناً بہت ممتاز ہے۔

''اَصحاب الحدیث'' اور ''اَصحاب الرائے'' میں دو اُمور میں نمایاں فرق

اکابر صحابہ میں بھی دونوں طرح کے فقہاء پائے جاتے تھے، ایک وہ جن کی نگاہ حدیث کے ظاہری الفاظ پر ہوتی تھی، دُوسرے وہ جو معانیٔ حدیث کے غواص تھے، اور اَحکامِ شرعیہ میں شریعت کے مصالح اور لوگوں کے احوال کو بھی پیشِ نظر رکھتے تھے، تابعین کے عہد میں یہ دونوں طریقۂ اِجتہاد اور ان کے طرزِ استنباط کا تفاوت زیادہ نمایاں ہوگیا، جو لوگ ظاہرِ حدیث پر قانع تھے، وہ ''اَصحاب الحدیث'' کہلائے، اور جو نصوص اور ان کے مقاصد و مصالح کو سامنے رکھ کر رائے قائم کرتے تھے، وہ ''اَصحاب الرائے'' کہلائے۔ ''اَصحاب الحدیث'' کا مرکز مدینہ تھا اور ''اَصحاب الرائے'' کا عراق، اور

خاص طور پر عراق کا شہر کوفہ۔ گو مدینہ میں بعض ایسے اہلِ علم موجود تھے جو ''اصحاب الرائے'' کے طریقۂ اِستنباط سے متأثر تھے، ان کے نام کا جز ٹھہرا، اسی طرح کوفہ میں اِمام شراحیل شعبی رحمہ اللہ جو اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اَساتذہ میں ہیں، لیکن ان کا منہج ''اصحاب الحدیث'' کا تھا۔

''اصحاب الرائے'' اور ''اصحاب الحدیث'' کے درمیان دو اُمور میں نمایاں فرق تھا، ایک یہ کہ ''اصحاب الحدیث'' کسی کو قبول اور رَدّ کرنے میں محض سند کی تحقیق کو کافی سمجھتے تھے، اور خارجی وسائل سے کام نہیں لیتے تھے۔ ''اصحاب الرائے'' اُصولِ روایت کے ساتھ اُصولِ درایت کو بھی ملحوظ رکھتے تھے، وہ حدیث کو سند کے علاوہ اس طور پر بھی پرکھتے تھے کہ وہ قرآن کے مضمون سے ہم آہنگ ہے یا اس سے متعارض؟ دِین کے مسلّمہ اُصول اور مقاصد کے موافق ہے یا نہیں؟ دُوسری مشہور حدیثوں سے متعارض تو نہیں ہے؟ صحابہ کا اس حدیث پر عمل تھا یا نہیں؟ اور نہیں تھا تو اس کے اَسباب کیا ہوسکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ''اصحاب الرائے'' کا منہج زیادہ دُرست بھی تھا اور دُشوار بھی۔

دُوسرا فرق یہ تھا کہ ''اصحاب الحدیث'' ان مسائل سے آگے نہیں بڑھتے تھے جو حدیث میں مذکور ہوں، یہاں تک کہ بعض اوقات کوئی مسئلہ پیش آجاتا اور ان سے اس سلسلے میں رائے دریافت کی جاتی، اگر حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہوتا تو وہ جواب دینے سے انکار کرجاتے اور لوگ ان کی رہنمائی سے محروم رہتے، ایک صاحب سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ایک مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے اِنکار کیا، اس نے دوبارہ اِستفسار کیا اور کہا کہ میں آپ کی رائے پر راضی ہوں۔ سالم نے کہا کہ اگر اپنی رائے بتادوں تو ہوسکتا ہے کہ تم چلے جاؤ، اس کے بعد میری رائے بدل جائے اور میں تم کو نہ پاؤں۔ یہ واقعہ ایک طرف ان کے احتیاط کی دلیل ہے، لیکن سوال ہے کہ کیا ایسی احتیاط سے اُمت کی رہنمائی کا حق ادا ہوسکتا ہے؟

''اصحاب الرائے'' نہ صرف یہ کہ جن مسائل میں نص موجود نہ ہوتی، ان میں مصالحِ شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے اِجتہاد کرتے، بلکہ جو مسائل ابھی وجود میں نہیں آئے لیکن ان کے واقع ہونے کا امکان ہے، ان کے بارے میں پیشگی تیاری کے طور پر غور کرتے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے، اسی کو ''فقہِ تقدیری'' کہتے ہیں۔ ''اصحاب حدیث''، ''اصحاب الرائے'' کے اس طرزِ عمل پر

طعنہ دیتے تھے، لیکن آج اسی ''فقہِ تقدیری'' کا نتیجہ ہے کہ نئے مسائل کو حل کرنے میں قدیم ترین فقہی ذخیرے سے مدد مل رہی ہے۔

اس وضاحت سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ''اَصحاب الرائے'' کا کام بمقابلہ ''اَصحاب الحدیث'' کے زیادہ دُشوار تھا، اسی لئے متقدمین کے یہاں ''اَصحاب الرائے'' میں سے ہونا ایک قابلِ تعریف بات تھی اور مدح سمجھی جاتی تھی۔ بعد میں جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا، انہوں نے رائے سے مراد ایسی رائے کو سمجھا جو قرآن وحدیث کے مقابلے میں خود رائی پر مبنی ہو، یہ کھلی ہوئی غلط فہمی اور ناسمجھی ہے۔

حجاز کا ''اَصحاب الحدیث'' کا مرکز بننا اور عراق کا ''اَصحاب الرائے'' کا مرکز بننا کوئی اتفاقی اَمر نہیں تھا، اس کے چند بنیادی اَسباب تھے: اَوّل یہ کہ حجاز عرب تہذیب کا مرکز تھا، عرب اپنی سادہ زندگی کے لئے مشہور رہے ہیں، ان کی تہذیب میں بھی یہی سادگی رچی بسی تھی۔ عراق ہمیشہ سے دُنیا کی عظیم تہذیبوں کا مرکز رہا ہے، اور زندگی میں تکلفات وتعینات اس تہذیب کا جزو تھا، پھر مسلمانوں کے زیرِ نگیں آنے کے بعد یہ علاقہ عربی اور عجمی تہذیب کا سنگم بن گیا تھا، اس لئے بمقابلہ حجاز کے یہاں مسائل زیادہ پیدا ہوتے تھے اور دین کے عمومی مقاصد ومصالح کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے کام لینا پڑتا تھا، یہاں کے فقہاء اگر علمائے اَصحابِ حدیث کی طرح منصوص مسائل کے آگے سوچنے کو تیار ہی نہ ہوتے تو آخر اُمت کی رہنمائی کا فرض کیوں ادا ہوتا...؟

دُوسرے دبستانِ حجاز پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کی چھاپ تھی، جن کا ذوق ظاہر نص پر قناعت کرنے کا تھا، اور عراق کے اُستاذِ اَوّل حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے فقہاء تھے، جن پر ''اَصحاب الرائے'' کے طریقۂ اِجتہاد کا غلبہ تھا، اس لئے دونوں جگہ بعد کے علماء پر ان صحابہ کے اندازِ فکر کی چھاپ گہری ہوتی چلی گئی۔

تیسرے اکثر فِرَقِ باطلہ کا مرکز عراق ہی تھا، یہ لوگ اپنی فکر کی اِشاعت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے، اس لئے علمائے عراق تحقیقِ حدیث میں اُصولِ روایت کے ساتھ ساتھ اُصولِ درایت سے کام لیتے تھے، اس کے برخلاف علمائے حجاز کو وضعِ حدیث کے اس فتنے سے نسبتاً کم سابقہ تھا۔ (۱)

(۱) قاموس الفقہ: ج:۱ ص:۳۵۴، ۳۵۵

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علوم کا نفع

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قرآن وحدیث وفقہ کے دروس کو کتابی شکل دے کر ان کے علم کے نفع کو بہت عام کردیا، خاص کر جب آپ کے شاگرد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ عباسی حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوئے تو انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فیصلوں سے حکومتی سطح پر عوام کو متعارف کرایا، چنانچہ چند ہی سالوں میں فقہِ حنفی دُنیا کے کونے کونے میں رائج ہوگئی اور اس کے بعد یہ سلسلہ برابر رہا حتیٰ کہ عباسی وعثمانی حکومت میں مذہبِ ابی حنیفہ کو سرکاری حیثیت دے دی گئی۔ چنانچہ آج ۱۲۰۰ سال گزر جانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد اُمتِ مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے، اور اب تک اُمتِ مسلمہ کی اکثریت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح اور وضاحت وبیان پر ہی عمل کرتی چلی آرہی ہے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان کے مسلمانوں کی بڑی اکثریت جو دُنیا میں مسلم آبادی کا ۴۰ فیصد سے زیادہ ہے، اسی طرح ترکی، اور رُوس سے الگ ہونے والے ممالک، نیز عرب ممالک کی ایک جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہی فیصلوں پر عمل پیرا ہیں۔

فرعی مسائل میں فقہائے کرام کے درمیان اَسبابِ اختلاف

چونکہ اَحکامِ شرعیہ کو مستنبط کرنے میں اجتہاد اور غور وفکر کو دخل ہے، غور وفکر کے نتیجے میں اختلافِ رائے کا پایا جانا فطری اَمر ہے، اور انسانی سوچ دُرست بھی ہوسکتی ہے اور نادُرست بھی! اور واقعے کے مطابق بھی ہوسکتی ہے اور اس کے خلاف بھی! اس لئے بہت سے مسائل میں مجتہدین کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، جسے قانونِ شریعت کی زندگی اور حیات کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے، اور یہ اُمت کے لئے رحمت ہے نہ کہ زحمت! کیونکہ اس کی وجہ سے مختلف اُمور میں اُمت کو درپیش مشکلات کو حل کرنے کے لئے مختلف نقاطِ نظر سے اِستفادے کی گنجائش فراہم ہوتی ہے، اسی لئے سلف صالحین اور خاص کر امام مالک رحمہ اللہ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تمام لوگوں کو ایک ہی رائے اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ صحابہ میں کوئی اختلاف ہی نہ ہوتا، اس لئے کہ اگر صحابہ کا تمام مسائل میں

ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے، کیونکہ صحابہ مقتدیٰ ہیں، اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کے قول کو اِختیار کرلے تو اس کی گنجائش ہے، اسی بنیاد پر سلف صالحین نے اِختلافِ فقہاء کو جمع کرنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔

اِختلاف رائے کے اَسباب بہت سے ہیں، لیکن چند اَسباب بنیادی نوعیت کے حامل ہیں، یہاں انہیں کے ذکر پر اِکتفا کیا جاتا ہے:

۱- بعض اُمور کے بارے میں اِختلاف ہے کہ ان کی حیثیت دلیلِ شرعی کی ہے یا نہیں؟ مثلاً اِستحسان اور مصالحِ مرسلہ، اَحناف و مالکیہ کے یہاں ان کا اِعتبار ہے، ذریعے کے سلسلے میں مالکیہ کا نقطۂ نظر دُوسرے فقہاء سے زیادہ وسیع ہے، عُرف سے حنفیہ زیادہ کام لیتے ہیں، اِستصحاب کا اعتبار حنابلہ کے یہاں نسبتاً زیادہ ہے، آثارِ صحابہ کو دلیل بنانے میں حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں زیادہ وسعت ہے، اور بعض فقہاء کی طرف منسوب ہے کہ وہ آثارِ صحابہ کو مطلق حجت نہ مانتے تھے۔

پس جن فقہاء نے ان کو مآخذِ قانون کا درجہ دیا ہے، انہوں نے ان پر مبنی اَحکام کو قبول کیا، اور جنہوں نے ان کو دلیلِ شرعی نہیں مانا ہے، انہوں نے ان اَحکام سے اِختلاف کیا۔

۲- اِختلافِ رائے کا دُوسرا مرکزی سبب نصوص کے ثابت و معتبر ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں اِختلافِ رائے ہے۔ جیسے: حدیثِ مُرسل حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں حجت ہے، شوافع بعض مستثنیات کو چھوڑ کر حدیث کی اس قسم کو ثابت نہیں سمجھتے، قیاس کے مقابلے میں حنفیہ کے یہاں حدیثِ ضعیف کا اعتبار ہے، بشرطیکہ اس کا ضعف بہت شدید نہ ہو، دُوسرے فقہاء کو اس سے اِختلاف ہے۔

اسی طرح کسی روایت کا معتبر یا غیرمعتبر ہونا راویوں کے معتبر ہونے اور نہ ہونے پر موقوف ہوتا ہے، اور راویوں کے بارے میں مجتہد کی جو رائے ہوتی ہے وہ بھی اجتہاد پر مبنی ہوتی ہے، اور اس میں غلطی بھی ہوسکتی ہے، ایسا ممکن ہے کہ ایک راوی بعض اہلِ علم کے نزدیک قابلِ اعتبار ہو، اور دُوسروں کے نزدیک ناقابلِ اعتبار، ایسی صورت میں دونوں گروہ کی رائے اپنے اپنے نقطۂ نظر پر مبنی ہوگی۔

۳- کوئی انسان خواہ کتنا بھی صاحبِ علم ہو، وہ اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے معلومات کا احاطہ کرلیا ہے، یہی وجہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ جیسے فقیہ و محدث نے جب حجاز سے نکل کر عراق، اور عراق کے بعد مصر کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے اِستفادہ کیا تو بے شمار مسائل میں

ان کی رائے بدل گئی، اسی لئے فقہِ شافعی میں ''قولِ قدیم'' اور ''قولِ جدید'' کی مستقل اصطلاح پائی جاتی ہے۔ اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جب حجاز آئے اور امام مالک رحمہ اللہ سے اِستفادہ کیا تو بعض مسائل میں نہ صرف یہ کہ ان کی رائے بدل گئی، بلکہ انہوں نے یہ بھی فرمایا: اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس پر مطلع ہوتے تو وہ بھی وہی کہتے جو میں کہہ رہا ہوں، اسی طرح کا رُجوع و اعتراف فقہاء کے یہاں پایا جاتا ہے، جو طلبِ حق کے سلسلے میں ان کے اِخلاص اور بے نفسی کی دلیل ہے۔

۴۔بعض مسائل میں دلیلیں متعارض ہوتی ہیں، ایک مسئلے سے متعلق دو مختلف اَحادیث ہوتی ہیں، اب مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں کس پر عمل کرنا اَولیٰ و افضل ہے؟ یا یہ کہ کون سی حدیث منسوخ ہے اور کس کا حکم باقی ہے؟ چونکہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہوتی اس لئے فقہاء کو اپنے ذوق سے ترجیح دینا پڑتا ہے، اسی طرح کسی مسئلے میں قرآن و حدیث کا واضح حکم موجود نہیں ہوتا اور صحابہ کی رائے مختلف ہوتی ہے، ان آراء میں ترجیح سے کام لینا ہوتا ہے، اسی طرح ایک ہی مسئلے میں قیاس کے دو پہلو ہوتے ہیں اور دونوں متضاد ہوتے ہیں، اس صورت میں بھی مجتہد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایک قیاس کو دُوسرے پر ترجیح دے۔

ایسے مواقع پر ترجیح کے سلسلے میں فقہاء کا ذوق الگ الگ ہوتا ہے، کوئی حدیث کو قوتِ سند کی بنا پر ترجیح دیتا ہے، کوئی قرآن اور دین کے مسلّمہ اُصول و قواعد کی موافقت کو ترجیح دیتا ہے، کسی کے نزدیک اس بات کی اہمیت ہوتی ہے کہ کس حدیث کس سند میں واسطے کم ہیں؟ اور کسی کے یہاں یہ بات اہم قرار پاتی ہے کہ کس حدیث کے روایت کرنے والے تفقہ کے حامل ہیں؟ کسی کا رُجحان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کی طرف ہے، اور کسی کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی آراء کی طرف، کسی کے نزدیک ایک راوی بہت ہی ضعیف و ناقابلِ اعتبار ہے، اور کسی کی نگاہ میں وہ ایک بلند پایہ معتبر راوی ہے، اس اِختلافِ ذوق کی وجہ سے ان کے اِجتہاد و اِستنباط میں بھی اِختلاف واقع ہوتا ہے۔

۵۔قانونِ شریعت کے اصل مآخذ قرآن و حدیث ہیں، اور یہ دونوں عربی زبان میں ہیں اس لئے عربی زبان کے قواعد، طرزِ تعبیر اور اَسالیبِ بیان سے بھی مسائل کے اِستنباط کا گہرا تعلق ہے، اور صورتِ حال یہ ہے کہ خود اہلِ زبان کے نزدیک بعض الفاظ اور افعال کی مراد کے سلسلے

میں اختلاف ہے، یا اہل زبان کے نزدیک اس کے ایک سے زیادہ معنی مراد لئے جاسکتے ہیں، اس کی وجہ سے بھی اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے۔

مثلاً: فعلِ اَمر لازماً کسی بات کے واجب ہونے کو بتاتا ہے، یا مباح اور مستحب کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ "واو" صرف جمع کے معنی میں ہے یا اس کے معنی میں ترتیب بھی ملحوظ ہوتی ہے؟ "اِلیٰ" اپنے مابعد کو شامل ہوتا ہے یا شامل نہیں ہوتا؟ "ب" کا اصل معنی بعض کا ہے یا بیان کے لئے ہے؟ وغیرہ، اس لئے اُصولِ فقہ کی کتابوں کا ایک اہم موضوع دلالتِ کلام سے متعلق ہے اور حنفیہ کی کُتبِ اُصول جیسے اُصولِ بزدوی اور اُصولِ سرخسی وغیرہ کی تالیفات میں بڑا حصہ انہیں مباحث پر مشتمل ہے۔

۶- بعض مسائل میں اختلافِ رائے کی بنیاد حالات کی تبدیلی، سیاسی و معاشی نظام میں تغیر اور اخلاقی قدروں میں ارتقاء سے بھی متعلق ہوتا ہے، اس لئے فقہاء کے یہاں ایک متفقہ اُصول ہے: "لا ینکر تغیر الأحکام بتغیر الزمان" کہ زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے اَحکام میں تبدیلی سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے زمانے میں خواتین کے حالات کو دیکھتے ہوئے فرمایا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا ہوتا تو انہیں مسجد میں آنے سے منع کردیا ہوتا۔ اس طرح بعض مسائل میں بعد کے فقہاء نے اپنے سلف کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ اگر گزشتہ بزرگوں نے آج کے حالات کو دیکھا ہوتا تو وہ بھی اس کے قائل ہوگئے ہوتے۔

اسی کو بعض اہلِ علم نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ اختلاف برہان نہیں بلکہ اختلافِ زمان ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امامت اور تعلیمِ قرآن پر اُجرت لینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، لیکن متأخرین نے اس کی اجازت دی، متقدمین اَجیر کو اس کے پاس ضائع ہوجانے والے مال کا ضامن نہیں ٹھہراتے تھے، لیکن متأخرین نے بڑھتی ہوئی بددیانتی کو دیکھتے ہوئے ان کو ضامن ٹھہرایا، اس طرح کے بہت سے مسائل ہیں جن میں فقہائے متقدمین اور متأخرین کے نقاطِ نظر میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور ایک ہی دبستانِ فقہ سے متعلق پہلے اور بعد کے اہلِ علم کی رائیں یک دُوسرے سے مختلف ہیں۔

یہ فقہی اختلافات کے اہم اور بنیادی اَسباب ہیں، ورنہ اَسبابِ اختلاف کی بڑی تعداد ہے، اسی وجہ سے متقدمین اور متأخرین علماء نے اختلاف کے اَسباب کے بارے میں کئی کتابیں اور رسائل تصنیف کئے، شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) کی

"رفع الملام عن الأئمة الأعلام" نیز محدث الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے "الإنصاف فی بیان سبب الاختلاف" میں ان نکات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جو اہلِ علم کے درمیان اِختلاف کا موجب بنے ہیں، ماضی قریب میں بھی اس سلسلے میں بعض اہم خدمات انجام پائی ہیں، جن میں عرب کے مشہور محقق و محدث شیخ محمد عوامہ کی "أثر الحديث في اختلاف الأئمة الفقهاء"، اُردو زبان میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) کی "اِختلاف الائمہ" خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

فقہی اِختلاف اور مجتہدین کا اِختلافِ ذوق

اَسبابِ اِختلاف کے سلسلے میں اس بات کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں فقہاء کو علاقائی اثرات اور مقامی اَفکار نے بھی متأثر کیا ہے۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفہ میں پیدا ہوئے، یہیں آپ کی علمی نشوونما ہوئی اور یہیں سے آپ کے فقہ و اِجتہاد کا خورشید عالم تاب طلوع ہوا، کوفہ میں زیادہ تر اہلِ علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درس گاہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے فتاویٰ کو ترجیح دیتے تھے، اس لئے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آراء پر ان صحابہ کے فتاویٰ اور فیصلوں کی اِتباع کا رُجحان غالب ہے۔

اِمام مالک رحمہ اللہ نے پوری زندگی مدینہ میں گزار دی، یہیں فیض اُٹھایا اور یہیں سے آپ کے فیضان کا چشمہ جاری ہوا، مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تلامذہ و منتسبین کی فکر کی گہری چھاپ تھی، اس لئے اِمام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر ان صحابہ کی آراء اور علمائے مدینہ کے اَفکار کا غلبہ ہے، یہاں تک کہ تعاملِ اہلِ مدینہ ان کے یہاں مستقل ایک مصدرِ شرعی ہے۔

حضرت اِمام شافعی رحمہ اللہ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی اور یہیں آپ کی علمی نشوونما انجام پائی۔ مکہ کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے علمی فیوض و برکات کا مرکز بنایا تھا اور ان کے رائق و فائق تلامذہ مکہ کی علمی فضا پر چھائے ہوئے تھے، چنانچہ اِمام شافعی رحمہ اللہ کی آراء پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں کے فتاویٰ کا واضح اثر ہے۔

اِمام احمد رحمہ اللہ چونکہ ظاہرِ حدیث پر عمل کرنے کا خاص ذوق رکھتے تھے، اور صحابہ میں

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذوق یہی تھا، اس لئے امام احمد رحمہ اللہ کے یہاں ان صحابہ کے فتاویٰ کی پیروی کا رُجحان نمایاں ہے۔ (۱)

علمِ شریعت کے مدوّنِ اوّل امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

فقہ کی باضابطہ تدوین کا شرف سب سے پہلے جس شخصیت کو حاصل ہوا وہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، اسی لئے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

من أراد الفقه فهو عيال على أبي حنيفة.

اس کا اعتراف تمام ہی منصف مزاج علماء نے کیا ہے، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

إنه أوّل من دون علم الشريعة ورتبها أبوابا ثم تبعه مالك ابن أنس في ترتيب الموطا ولم يسبق أبا حنيفة أحد. (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علم شریعت کی تدوین کی اور اسے باب وار مرتب کیا، پھر موطا کی ترتیب میں امام مالک نے انہیں کی پیروی کی، امام ابوحنیفہ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

إنه أول من دون علم الشريعة ورتبه أبوابا وكتبا على نحو ما هو عليه اليوم وتبعه مالك في موطئه. (۳)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علم فقہ کو مدوّن کیا اور کتاب اور باب پر اس کو مرتب فرمایا، جیسا کہ آج موجود ہے، اور امام مالک نے اپنی موطا میں انہیں کی اتباع کی ہے۔

پھر اہم بات یہ ہے کہ امام صاحب نے دُوسرے فقہاء کی طرح انفرادی طور پر اپنی آراء

---

(۱) قاموس الفقه: ج ۱ ص ۳۳۲ تا ۳۳۷

(۲) تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة: أول من دون علم الشريعة، ص ۱۲۹

(۳) الخيرات الحسان: الفصل الثاني عشر، ص ۴۳

مرتب نہیں کیں، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح شورائی انداز اختیار کیا، چنانچہ علامہ موفق مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵٦۸ھ) فرماتے ہیں:

فوضع أبو حنيفة مذهبه شورى بينهم لم يستبد بنفسه دونهم.

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے اپنا مذہب شورائی رکھا، وہ شرکائے شوریٰ کو چھوڑ کر تنہا اپنی رائے مسلط نہیں کرتے۔

اس کا نتیجہ تھا کہ بعض اوقات ایک مسئلے پر ایک ماہ یا اس سے زیادہ بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا، چنانچہ امام موفق رحمہ اللہ ہی رقم طراز ہیں:

كان يلقى مسئلة يقلبهم ويسمع ما عندهم ويقول ما عنده ويناظرهم شهرا أو أكثر من ذلك حتى يستقر أحد الأقوال فيها.(۱)

ترجمہ:- امام صاحب ایک ایک مسئلہ پیش کرتے، ان کے خیالات کا جائزہ لیتے اور ان کی بھی باتیں سنتے، اپنے خیالات پیش کرتے اور بعض اوقات ایک ماہ یا اس سے زیادہ تبادلۂ خیال کا سلسلہ جاری رکھتے، یہاں تک کہ کوئی ایک قول متعین ہوجاتا۔

مجلسِ فقہ میں مدوّن کئے گئے مسائل کی تعداد

اس مجلسِ تدوین میں جو مسائل مرتب ہوئے اور جو زیر بحث آئے ان کی تعداد کیا تھی؟ اس سلسلے میں تذکرہ نگاروں کے مختلف بیانات ملتے ہیں، ''مسانید امام ابوحنیفہ'' کے جامع علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے تراسی ہزار کی تعداد لکھی ہے؛ جس میں اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے تھا اور باقی کا معاملات سے۔ بعض حضرات نے ٦ لاکھ اور بعضوں نے ۱۲ لاکھ سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ مشہور محقق مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اس تعداد میں ان مسائل کو بھی شامل کرلیا گیا ہے جو امام کے مقرر کئے ہوئے اُصول وکلیات کی روشنی میں مستنبط کئے گئے تھے، پس اگر تراسی ہزار مسائل ہی اس مجلسِ تدوین کے مستنبط کئے ہوئے مانے جاتے تو یہ کیا کم ہے؟(۲)

---

(۱) مناقب أبي حنيفة: ج۲ ص ۱۳۳

(۲) ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی''، ص ۲۳۲، ۲۳۳۔

مجلسِ فقہ میں شریک اکابر علماء اور ان کی سنینِ وفات

عام طور پر یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اس مجلس میں اپنے عہد کے چالیس ممتاز علماء شامل تھے، لیکن ان کے سنینِ وفات اور امام صاحب رحمہ اللہ سے وابستگی کے زمانے کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ سارے لوگ شروع سے آخر تک اس کام میں شریک نہیں رہے، بلکہ مختلف ارکان نے مختلف ادوار میں کارِ تدوین میں ہاتھ بٹایا، اور ان میں بعض وہ تھے جنہوں نے آخری زمانے میں اس کام میں شرکت کی۔ عام طور پر شرکائے مجلس کے نام ایک جگہ نہیں ملتے، مفتی عزیز الرحمٰن اور ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے ان ناموں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے، اور ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے ان ہی کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے، نام اس طرح ہیں:

۱۔زفر بن ہذیل رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۸ھ)

۲۔مالک بن مغول رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۹ھ)

۳۔داود طائی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ)

۴۔مندل بن علی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۸ھ)

۵۔نصر بن عبد الکریم رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۹ھ)

۶۔عمرو بن میمون رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۱ھ)

۷۔حبان بن علی رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۲ھ)

۸۔ابو عصمہ (متوفی ۱۷۳ھ)

۹۔زہیر بن معاویہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۳ھ)

۱۰۔قاسم بن معن رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۵ھ)

۱۱۔حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۶ھ)

۱۲۔ہیاج بن بطام رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۷ھ)

۱۳۔شریک بن عبد اللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۸ھ)

۱۴۔عافیہ بن یزید رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ)

۱۵۔عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ)

۱۶- نوح بن دراج رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ)

۱۷- امام ابو یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۲ھ)

۱۸- ہشیم بن بشیر سلمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۳ھ)

۱۹- ابو سعید یحییٰ بن زکریا رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۳ھ)

۲۰- فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ)

۲۱- اسد بن عمرو رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۸ھ)

۲۲- محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

۲۳- علی بن مسہر رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

۲۴- یوسف بن خالد رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

۲۵- عبد اللہ بن ادریس رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۲ھ)

۲۶- فضل بن موسیٰ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۲ھ)

۲۷- حفص بن غیاث رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴ھ)

۲۸- وکیع بن جراح رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ)

۲۹- ہشام بن یوسف رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ)

۳۰- یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ)

۳۱- شعیب بن اسحٰق رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ)

۳۲- ابو حفص بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹ھ)

۳۳- ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹ھ)

۳۴- خالد بن سلیمان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹ھ)

۳۵- عبد الحمید رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ)

۳۶- ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ)

۳۷- مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ)

۳۸- حماد بن دلیل رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۵ھ)[۱]

(۱) قاموس الفقہ: ج ۱ ص ۳۶۰، ۳۶۱

استنباطِ مسائل میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کا طریقۂ کار

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) علامہ ابنِ عبدالبر قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) اور علامہ حسین بن علی صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ) نے بہ سندِ متصل آپ سے نقل کیا ہے:

آخذ بكتاب الله فما لم أجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإن لم أجد في كتاب الله ولا بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم آخذ بقول أصحابه آخذ بقول من شئت منهم وأدع من شئت منهم، ولا أخرج من قولهم إلى قول غيرهم. فإذا انتهى الأمر أو جاء إلى إبراهيم والشعبي وابن سيرين والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالا، فقوم اجتهدوا فأجتهد كما اجتهدوا.[1]

ترجمہ:- میں (کسی بھی شرعی مسئلے کا حل) کتاب اللہ (قرآنِ مجید) سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہیں پاتا تو پھر سنّتِ رسول کو لیتا ہوں، اور اگر مجھے اس مسئلے کا حل کتاب اللہ اور سنّتِ رسول دونوں میں سے نہیں ملتا تو پھر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے آثار کو لیتا ہوں، ان میں سے جس کا قول (مجھے راجح معلوم ہوتا ہے) لے لیتا ہوں، اور جس کا قول (مرجوح معلوم ہو) اس کو میں چھوڑ دیتا ہوں، البتہ ان کے آثار کی موجودگی میں کسی غیر صحابی کا قول میں قبول نہیں کرتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابنِ سیرین، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، سعید بن مسیّب اور ان جیسے دیگر تابعین تک پہنچ جائے (تو چونکہ وہ بھی میری طرح مجتہدین تھے، لہٰذا) جیسے انہوں نے اجتہاد کیا ہے، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے اس سلسلے میں آپ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

آخذ بكتاب الله فما لم أجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم،

---

(۱) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما ذكر من وفور عقل أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۶۵/ الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة: ص ۱۴۲/ أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ما روى عن أبي حنيفة في الأصول: ص ۲۴

والآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات عن الثقات، فإن لم أجد فبقول أصحابه آخذ بقول من شئته وأما إذا انتهى الأمر إلى إبراهيم والشعبي والحسن وعطاء فأجتهد كما اجتهدوا.[1]

ترجمہ:- میں (مسائل شرعیہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں کے ذریعے عام پھیل چکی ہیں، اور اگر ان دونوں (قرآن وسنت) میں مجھے کوئی حکم نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کے قول کو لے لیتا ہوں، اور جب معاملہ ابراہیم نخعی، عامر شعبی، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح جیسے مجتہدین تابعین پر آٹھہرتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

فقہِ حنفی کے خصائص واِمتیازات

یہ تو ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ فقہِ حنفی کی تدوین شورائی طریقے پر ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اجتماعی طریقِ اجتہاد اور آزادانہ بحث ونقد نے فقہِ حنفی میں نصوص ورائے اور مقاصدِ شریعت وانسانی مصالح کے درمیان ایک خاص قسم کا توازن پیدا کر دیا ہے، جو دوسرے مکاتیب فقہیہ میں کم نظر آتا ہے، فقہِ حنفی کے طریقِ اجتہاد اور اُصولِ استنباط، نیز اس کی مستنبط جزئیات وفروعات پر غور کرنے کے بعد اس فقہ کا عمومی مزاج ومذاق اور خصائص وامتیازات جو سمجھ میں آتے ہیں، ان کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں اسی نقطۂ نظر سے گفتگو کی گئی ہے۔

۱۔نصوص سے غایت اعتناء

فقہِ حنفی کی سب سے بڑی خصوصیت اس فقہ میں نصوصِ شرعیہ سے غایت درجہ اعتناء ہے، اسی

(۱) مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۳۴

وجہ سے فقہ حنفی میں خبر واحد قیاس پر مقدم ہے، علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ خبر واحد قیاس پر مقدم ہے:

وَذٰلِكَ لِأَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ مُقَدَّمٌ عَلَى الْقِيَاسِ. (۱)

نیز اس بات کا اظہار آپ نے ایک اور مقام پر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ مُقَدَّمٌ عَلَى الْقِيَاسِ. (۲)

جب خبرِ واحد اور قیاس میں تعارض ہو جائے اس طور پر کہ ان کے درمیان تطبیق ممکن نہ ہو، تو خبرِ واحد کو اکثر علماء کے نزدیک مطلقاً قیاس پر مقدم کیا جائے گا، ان علماء میں سرِ فہرست امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، چنانچہ علامہ ابنِ امیر الحاج رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) لکھتے ہیں:

مَسْأَلَةٌ: إِذَا تَعَارَضَ خَبَرُ الْوَاحِدِ وَالْقِيَاسُ بِحَيْثُ لَا جَمْعَ بَيْنَهُمَا مُمْكِنٌ قُدِّمَ الْخَبَرُ مُطْلَقًا عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ أَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ. (۳)

علامہ جمال الدین منبجی رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۶ھ) ایک مسئلے کی تحقیق کے دوران فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل میں سب سے بڑی دلیل ہے کہ خبرِ واحد کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا:

وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ من أكبر الأدلة على أن أبا حنيفة رضي الله عنه يقدم الخبر الواحد على القياس. (۴)

اسی طرح حدیثِ مُرسل یعنی وہ حدیث جس کو تابعی براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرے اور درمیانی واسطہ یعنی صحابی کا ذکر نہ کرے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک حدیثِ مُرسل حجت ہے، جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک یہ حجت نہیں، پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم "اہلِ حدیث" ہیں۔

---

(۱) الفصول في الأصول: باب العام، القول في تخصيص العموم بالقياس، ج۱ ص۲۱۱

(۲) الفصول في الأصول: فصل في الدلالة على الصحيح مما قسمنا عليه أخبار الآحاد، ج۳ ص۱۳۱

(۳) التقرير والتحبير: الباب الثالث: السنة، مسألة: إذا تعارض خبر الواحد القياس، ج۲ ص۲۹۸

(۴) اللباب في الجمع بين السنة والكتاب: كتاب البيوع، باب ما لا يجوز شراء ما بأقل مما باع، ج۲ ص۴۹۳

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

وَالاحْتِجَاجُ بِهِ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِمَا۔ (۱)

ترجمہ:- اور مُرسل روایت سے دلیل پکڑنا امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمُرْسَلُ عِنْدَنَا وَعِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ حُجَّةٌ۔ (۲)

ترجمہ: حدیثِ مُرسل ہمارے نزدیک اور جمہور علماء کے نزدیک حجت ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ عبد البر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ فَإِنَّهُمْ يَقْبَلُونَ الْمُرْسَلَ وَلَا يَرُدُّونَهُ۔ (۳)

ترجمہ:- بہر حال امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب حدیثِ مُرسل کو قبول کرتے ہیں اور اس کو رَدّ نہیں کرتے۔

شارحِ مشکوٰۃ، محدثِ کبیر مُلا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ الْمُرْسَلَ حُجَّةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْجُمْهُورِ۔ (۴)

ترجمہ: لیکن مُرسل حدیث ہمارے اور جمہور علماء کے نزدیک حجت ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں:

أما أهل القرون الثلاثة فمرسلهم مقبول عندنا مطلقا۔ (۵)

ترجمہ:- بہر حال قُرونِ ثلاثہ کی مُرسل روایت تو ہمارے نزدیک مطلقاً قبول ہے۔

اسی طرح اَحناف کے ہاں ضعیف احادیث بھی قیاس پر مقدم ہیں۔

---

(۱) مقدمة ابن الصلاح: النوع التاسع، معرفة المرسل، ج ۱ ص ۵۵

(۲) فتح القدير: كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۳۰

(۳) التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد، مقدمة، ج ۱ ص ۵

(۴) مرقاة المفاتيح: كتاب الطهارة، باب ما يوجب الوضوء، ج ۱ ص ۳۶۸

(۵) قواعد في علوم الحديث: الفصل الخامس في أحكام المرسل، ص ۱۳۹

ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

إن مذهبهم القوي تقديم الحديث الضعيف على القياس.[1]

ترجمہ:-علمائے أحناف کا قوی مذہب یہ ہے کہ حدیثِ ضعیف قیاس پر مقدم ہے۔

غیر مقلدین کے مقتدا علامہ ابنِ حزم ظاہری رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قال ابن حزم: جميع الحنفية مجموعون على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث أولى من الرأى.[2]

ترجمہ:-علامہ ابنِ حزم فرماتے ہیں کہ تمام حنفیوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا قیاس کرنے سے اَولی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے علوم وافکار کے ترجمان علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَبُو حَنِيفَةَ يُقَدِّمُ الْحَدِيثَ الضَّعِيفَ عَلَى الرَّأْيِ وَأَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ مُجْمِعُونَ عَلَى أَنَّ مَذْهَبَ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ ضَعِيفَ الْحَدِيثِ عِنْدَهُ أَوْلَى مِنْ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ.

ترجمہ:-امام ابوحنیفہ حدیثِ ضعیف کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے أصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حدیثِ ضعیف پر عمل کرنا ان کے نزدیک قیاس اور رائے پر عمل کرنے سے اَولی ہے۔[3]

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ بات جھوٹ ہے، اللہ کی قسم! ہمارے خلاف یہ بات گھڑی گئی ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں، بھلا نص کی موجودگی میں قیاس کی کوئی ضرورت ہے؟ یعنی نص کے ہوتے ہوئے ہمیں

---

(۱) مرقاة المفاتيح: مقدمة، ج۱ ص۴۱

(۲) قواعد في علوم الحديث: الفصل الثالث في حكم العمل بالضعيف، ص۹۵

(۳) إعلام الموقعين عن رب العالمين: الرأي الباطل وأنواعه، ج۱ ص۶۱

قیاس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ قیاس کی ضرورت تو وہاں پیش آتی ہے جبکہ اس مسئلے میں صراحتاً نص موجود نہ ہو:

كذب والله! افترى علينا من يقول: إننا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص إلى القياس. (۱)

علمائے احناف کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز میں قہقہہ لگائے تو اس کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا اور نماز بھی۔ اب قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز تو ٹوٹ جائے لیکن وضو نہ ٹوٹے، کیونکہ نواقضِ وضو میں سے کسی کا صدور نہیں ہوا، اگر کوئی خارج صلاۃ دن بھر بھی قہقہے لگاتا رہے تو وضو برقرار رہے گا۔ احناف نے نماز میں قہقہے کی صورت میں وضو اور نماز دونوں کے اعادے کا حکم دیا، اب یہ محض اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بعض حضرات نے نماز کے دوران قہقہہ لگایا تو آپ نے وضو اور نماز دونوں کے اعادے کا حکم دیا، اب یہ حدیث سند کے اعتبار سے کافی کمزور ہے، لیکن اس کے باوجود احناف نے قیاس کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا ہے، تو معلوم ہوا کہ احناف کے ہاں ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے، اندازہ کیجئے اس کے باوجود احناف کے خلاف یہ غلط پروپیگنڈا کیا جاتا ہے یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے:

كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ فَتَرَدَّى فِي حُفْرَةٍ كَانَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَضَحِكَ نَاسٌ مِنْ خَلْفِهِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ضَحِكَ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ. (۲)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی سند پر کلام کیا ہے، علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ حدیثِ قہقہہ باوجود یہ کہ ضعیف ہے، لیکن پھر بھی احناف کے نزدیک یہ قیاس اور رائے پر مقدم ہے:

كَمَا قَدَّمَ حَدِيثَ الْقَهْقَهَةِ مَعَ ضُعْفِهِ عَلَى الْقِيَاسِ وَالرأي. (۳)

اسی طرح احناف کے نزدیک مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے، حالانکہ اس بارے میں جو

---

(۱) الميزان الكبرى: الفصل الأول في شهادة الأئمة له بغزارة العلم، ج ۱ ص ۴۳

(۲) سنن الدارقطني: كتاب الطهارة، باب أحاديث القهقهة في الصلوة، ج ۱، ص ۲۹۸، رقم الحديث: ۶۰۲

(۳) إعلام الموقعين: الرأي الباطل وأنواعه، ج ۱، ص ۶۱

روایت ہے: "لا مهر لأقل من عشرة دراهم" یہ روایت محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، اس کے باوجود احناف نے اس روایت پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو ترک کیا ہے۔ اسی طرح دس دراہم سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، حالانکہ اس بارے میں جو روایت ہے وہ ضعیف ہے۔ اسی طرح احناف کے نزدیک حیض کی اکثر مدت دس دن ہے، حالانکہ اس بارے میں جو روایت ہے وہ ضعیف ہے۔ اسی طرح احناف کے نزدیک قیامِ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے، حالانکہ اس کے متعلق روایت ضعیف ہے:

وَمَنَعَ قَطْعَ السَّارِقِ بِسَرِقَةِ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَالْحَدِيثُ فِيهِ ضَعِيفٌ، وَجَعَلَ أَكْثَرَ الْحَيْضِ عَشَرَةَ أَيَّامٍ وَالْحَدِيثُ فِيهِ ضَعِيفٌ، وَشَرَطَ فِي إِقَامَةِ الْجُمُعَةِ الْمِصْرَ وَالْحَدِيثُ فِيهِ كَذَلِكَ (۱)

اس طرح کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ احناف نے قیاس کو ترک کرکے ضعیف روایت پر عمل کیا ہے، جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک ضعیف روایت پر عمل کرنا ہی جائز نہیں۔

اسی طرح آثارِ صحابہ بھی فقہِ حنفی میں حجت ہیں، اس سلسلے میں فقہائے احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جن مسائل میں قیاس و اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے، ان میں صحابہ کی رائے حدیثِ رسول کے درجے میں ہوگی، کیونکہ ان حضرات نے یہ رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر، یا آپ کو کرتے ہوئے دیکھ کر ہی قائم کی ہوگی، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَا يَكُونُ الْحَمْلُ أَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ. (۲)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَدْنَى الْحَيْضِ ثَلَاثَةٌ وَأَقْصَاهُ عَشَرَةٌ. (۳)

جب کہ نام نہاد "اہلِ حدیث" کے نزدیک نہ حدیثِ مرسل حجت ہے، نہ حدیثِ ضعیف،

(۱) إعلام الموقعين: الرأي الباطل وأنواعه، ج۱، ص۶۱

(۲) سنن الدار قطني: كتاب النكاح باب المهر، ج۴، ص۳۹۹، رقم الحديث: ۳۸۷۵

(۳) سنن الدار قطني: كتاب الحيض، ج۱، ص۳۸۹، رقم الحديث: ۸۰۸

اور نہ اقوالِ صحابہ، پھر بھی یہ دعویٰ ہے کہ ہم "اہلِ حدیث" ہیں۔ جب کہ اَحناف کے نزدیک خبرِ واحد حجت ہے اور قیاس پر مقدم ہے۔ اسی طرح حدیثِ مُرسل اور حدیثِ ضعیف، اور اَقوالِ صحابہ بھی حجت ہیں، پھر بھی دن رات یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اَحناف حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

۲- مصادرِ شرعیہ کے مدارج کی رعایت

مختلف دلائل کے درجات و مراتب کی رعایت اور ان میں غایت درجے توازن و اعتدال فقہِ حنفی کا نمایاں وصف ہے، یہی وجہ ہے کہ کتابُ اللہ کی اولیت اور اس کی برتری کا اس میں ہر جگہ لحاظ رکھا گیا ہے، مثلاً قرآن کریم میں اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۝[1]

ترجمہ:- جب قرآنِ کریم کی تلاوت کی جائے تو خوب غور سے سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

جبکہ حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔[2]

قرآنِ کریم کی آیت سے معلوم ہوا کہ جب قراءت ہو تو غور سے سنو اور خاموشی اختیار کرو، جب کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی، اب حنفیہ نے ان دونوں مصادرِ شرعیہ کو اپنے اپنے مقام پر رکھا، چنانچہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کو واجب قرار دیا امام اور منفرد کے لئے، اور مقتدی کو حکم ہے وہ خاموش رہے تاکہ قرآنِ کریم کے حکم پر عمل ہو جائے، اور ان اَحادیث پر بھی جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کی قراءت کو مقتدی کی قراءت قرار دیا۔ اَحناف یہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ قرآنِ کریم کے حکم یعنی اِستماع اور اِنصات کا تعلق مقتدی کے ساتھ ہے، اور حدیث میں قراءت کا حکم امام اور منفرد کو ہے، امام کی قراءت اَصلاً اپنی طرف سے ہوتی ہے، نیابۃً مقتدی کی طرف سے ہوتی ہے، تو مقتدی کو قراءت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اب حنفیہ نے ہر ایک کو اپنے مقام پر رکھتے ہوئے دونوں پر عمل کیا۔

---

(۱) الأعراف: ۲۰۴

(۲) صحیح بخاری: کتاب الأذان، باب في وجوب القراءة للإمام والمأموم، ج۱، ص۱۵۱، رقم الحدیث: ۷۵۶

اسی طرح قرآن کریم نے چار ارکانِ وضو کا ذکر کیا، چہرے کا دھونا، دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا، سر کا مسح کرنا، دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ (۱)

اب قرآن کریم نے ارکانِ وضو میں تسمیہ کا تذکرہ نہیں کیا، تسمیہ کا ذکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ۔ (۲)

اس حدیث سے وضو کی ابتدا میں "بسم اللہ" پڑھنے کی نہایت تاکید معلوم ہوتی ہے، اب احناف نے قرآن وحدیث دونوں پر عمل کیا، وضو کے انہی افعال کو رکن قرار دیا جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، اور حدیث سے جو تسمیہ کی تاکید معلوم ہوتی ہے اسے مسنون کہا، تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے۔

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں "آمین" کا ثبوت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "آمین" کہنے کی فضیلت بھی بیان فرمائی، آپ نے فرمایا: جب امام "آمین" کہے تو تم بھی "آمین" کہو، جس شخص کی "آمین" ملائکہ کی "آمین" کے ساتھ موافق ہو گئی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (۳)

ذخیرۂ احادیث میں کوئی قولی حدیث ایسی نہیں ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جہراً یا سراً "آمین" کہنے کا حکم دیا ہو، آپ نے فضیلت بیان فرمائی ہے، لیکن یہ "آمین" جہراً کہی جائے یا سراً کہی جائے؟ اس بارے میں آپ نے امت کو کوئی حکم قولاً نہیں دیا، البتہ فعلی روایات دونوں قسم کی ہیں، بعض روایات میں ہے کہ آپ نے "آمین" سراً کہی:

سمعت حجرا أبا العنبس يحدث عن علقمة بن وائل عن أبيه أنه صلى

(۱) المائدة:۶

(۲) سنن الترمذي: أبواب الطهارة، باب في التسمية عند الوضوء، ج۱،ص۳۷، رقم الحديث:۲۵

(۳) صحيح بخاري: كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، ج۱،ص۱۵۶، رقم الحديث:۷۸۰

مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قال: (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) قال: آمین یخفض بہا صوتہ۔[1]

امام حاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) اور امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) دونوں نے فرمایا کہ یہ روایت شیخین کی شرائط کے مطابق ہے، اب اس حدیث میں آپ کا فعلی عمل یہ نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین سرّاً کہی، جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''آمین'' جہراً کہی:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا قال: آمین رفع بہا صوتہ۔[2]

اب چونکہ آپ سے فعلاً دونوں قسم کا عمل منقول ہے، تو حنفیہ نے سرّاً والی روایت کو اولیٰ قرار دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آمین دُعا ہے اور قرآنِ کریم نے دُعا کا جو ادب بتلایا وہ یہ ہے کہ کیفیت میں خشوع اور تضرّع ہو، اور آواز پست ہو:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ[3]

اب حنفیہ نے دونوں کی رعایت کی، ''آمین'' چونکہ دُعا ہے تو ہدایتِ قرآنی کے مطابق آہستہ کہی جائے، اور جہر کی اَحادیث کو ابتدائے اسلام یا تعلیم وتربیت کے نقطۂ نظر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتی عمل سمجھا جائے، تاکہ کسی کو انکار کرنے کی نوبت نہ آئے۔

۳-نقدِ حدیث میں اُصولِ درایت سے اِستفادہ

اَحناف کی اصل سے دُوسرے فقہاء ومحدثین نے بھی فائدہ اُٹھایا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بہ سندِ صحیح مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب کو چھ سال کے بعد حضرت ابوالعاص کی زوجیت میں نکاحِ جدید کے بغیر سابقہ نکاح ہی کی بنا پر دے دیا تھا:

---

(۱) المستدرک علی الصحیحین: کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الفاتحۃ، ج۲، ص۲۵۳، رقم الحدیث: ۲۹۱۳

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی: کتاب الصلوٰۃ، باب جہر الإمام بالتأمین، ج۲، ص۸۳، رقم الحدیث: ۲۴۳۵

(۳) الأعراف:۵۵

رَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ، وَلَمْ يُحْدِثْ نِكَاحًا. (۱)

حالانکہ درمیان میں چھ سال کا وقفہ ہوا، جس میں ابوالعاص مشرک تھے، گویا آپ نے شرک کے باوجود رشتۂ نکاح کو باقی رکھا اور از سرِ نو نیا نکاح نہیں کروایا۔ اب یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے، اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے فرمایا: اس روایت کی سند میں کوئی گفتگو نہیں، لیکن ہم اس حدیث کی وجہ نہیں جانتے:

هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ بِإِسْنَادِهِ بَأْسٌ، وَلٰكِنْ لَا نَعْرِفُ وَجْهَ هٰذَا الْحَدِيثِ. (۲)

اس کے برخلاف عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ دونوں کا نکاح کیا، یعنی نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ حضرت زینب کو حضرت ابوالعاص کے نکاح میں دیا:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ بِمَهْرٍ جَدِيدٍ وَنِكَاحٍ جَدِيدٍ. (۳)

اس روایت کے متعلق امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں کلام ہے:

هٰذَا حَدِيثٌ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ. (۴)

مگر ساتھ ہی امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ بھی صراحت کی کہ اہلِ علم کا عمل اسی روایت پر ہے:

وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. (۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ یزید بن ہارون رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَجْوَدُ إِسْنَادًا، وَالْعَمَلُ عَلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ. (۶)

نیز دیگر فقہاء اور محدثین نے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کے مزاج کے مطابق روایت کے ردّ و قبول میں درایت سے کام لیا ہے، تاہم اس بات کی وضاحت مناسب ہوگی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ اُصول کوئی خود ساختہ نہیں تھا، بلکہ خلفائے راشدین کے دور میں بھی ہمیں اس کی مثالیں ملتی

(۱ تا ۶) سنن الترمذي: أبواب النكاح باب ما جاء في الزوجين المشركين يسلم أحدهما، ج ۳ ص ۴۴۰، رقم الحدیث: ۱۱۴۳

ہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مطلقہ بائنہ کے سکنی اور نفقہ کے متعلق حضرت فاطمہ بنتِ قیس کی روایت کو یہی کہہ کر رَدّ کر دیا تھا کہ ایک ایسی عورت کی بات پر اعتماد کر کے ہم کس طرح کتاب و سنت کو نظر انداز کر دیں جس کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے بات کو یاد رکھا، یا بھول گئی:

قَالَ عُمَرُ: لَا نَدَعُ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي أَحَفِظَتْ أَمْ نَسِيَتْ. (۱)

اسی طرح ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں کہ بعض فقہاء صحابہ کی تنہا روایت قبول کر لیتے ہیں، اور بعض صحابہ کی روایت کسی اور صحابی کی تائید کے بغیر قبول نہیں کرتے، مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ. (۲)

ترجمہ:- اجازت تین مرتبہ طلب کرنا، پس اگر آپ کو اجازت دے دی جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ لوٹ جاؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور نے بھی سنی ہے؟ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ صحابہ کی مجلس میں تشریف لائے اور اِستفسار کیا، تو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے بھی یہ فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سنا ہے۔ (۳)

یہی طریقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے طریقۂ اِستنباط میں اختیار کیا۔

۴- حقوق اللہ میں اِحتیاط

فقہِ حنفی کی ایک اہم خصوصیت حقوق اللہ اور حلال و حرام میں اِحتیاط کی راہ اختیار کرنا ہے، اِمام کرخی رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۰ھ) اپنی مشہور کتاب "أصول الكرخي" میں فرماتے ہیں:

إن الإحتياط في حقوق الله جائز وفي حقوق العباد لا يجوز. إذا دارت الصلوة بين الجواز والفساد فالإحتياط أن يعيد الأداء.

(۱) سنن الترمذي: أبواب الطلاق، باب ما جاء في المطلقة ثلاثا، ج ۳ ص ۴۷۶، رقم الحديث: ۱۱۸۰

(۲) صحيح مسلم: كتاب الآداب، باب الاستئذان، ج ۳ ص ۱۶۹۴، رقم الحديث: ۲۱۵۳

(۳) تفصیلاً دیکھئے: صحيح مسلم: كتاب الآداب، باب الاستئذان، ج ۳ ص ۱۶۹۴، رقم الحديث: ۲۱۵۳

ترجمہ:- حقوق اللہ میں احتیاط جائز ہے، حقوق العباد میں جائز نہیں، چنانچہ جب نماز میں جواز وفساد کے دو پہلو پیدا ہو جائیں، تو احتیاط نماز کے اعادہ میں ہے۔

چنانچہ غور کیا جائے تو عبادات میں امام صاحب کے یہاں احتیاط کے پہلو کو خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے، چنانچہ نماز میں گفتگو کو مطلقاً مفسد قرار دیا گیا، چاہے یہ گفتگو بھول کر ہو، یا جان بوجھ کر، خطأً ہو یا قصداً، چاہے یہ کلام کم ہو یا زیادہ، یا اصلاح نماز کی غرض سے کیوں نہ گفتگو کی گئی ہو، تب بھی نماز فاسد ہے:

إِذَا تَكَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ نَاسِيًا أَوْ عَامِدًا خَاطِئًا أَوْ قَاصِدًا قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا تَكَلَّمَ لِإِصْلَاحِ صَلَاتِهِ.(۱)

اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی شخص مصحف دیکھ کر نماز میں قراءت کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی:

وَيُفْسِدُهَا قِرَاءَتُهُ مِنْ مُصْحَفٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى.(۲)

اسی طرح احناف کے نزدیک اگر کسی شخص نے نماز میں قہقہہ لگایا تو اس کی نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جائیں گے:

اَلْقَهْقَهَةُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ فِيهَا رُكُوعٌ وَسُجُودٌ تَنْقُضُ الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ عِنْدَنَا.(۳)

جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک نماز میں قہقہہ لگانے سے صرف نماز فاسد ہوتی ہے، وضو نہیں ٹوٹتا۔

چوہا، بلی یا اس طرح کا دیگر کوئی جانور اگر کنویں میں گر جائے تو اگر وہ پھولا پھٹا نہیں ہے تو ایک دن کی نمازوں کا اعادہ ہوگا، اور پھولنے پھٹنے کی صورت میں تین دن رات کی نمازوں کا اعادہ ہوگا، امام صاحب نے عبادات میں احتیاط کے پیش نظر تین دن کا حکم دیا:

---

(۱) الفتاوی الهندية: كتاب الصلوة الفصل الأول فيما يفسدها، ج۱ ص۹۸

(۲) الفتاوی الهندية: كتاب الصلوة الفصل الأول فيما يفسدها، ج۱ ص۱۰۱

(۳) الفتاوی الهندية: كتاب الطهارة الفصل الخامس في نواقض الوضوء، ج۱ ص۱۲

فَقَدْ رَجَّحُوا قَوْلَ الْإِمَامِ بِحُكْمِهِ بِالنَّجَاسَةِ مِنْ يَوْمٍ أَوْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَإِنَّهُ الاحتِيَاطُ فِي أَمْرِ الْعِبَادَةِ۔ (۱)

اسی طرح اَحناف کے نزدیک روزہ خواہ کسی بھی طور پر توڑا جائے، خواہ خورد ونوش کے ذریعے سے ہو، یا جماع کے ذریعے سے، اس کو موجب کفارہ قرار دیا:

مَنْ جَامَعَ عَمْدًا فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ إِذَا أَكَلَ مُتَعَمِّدًا مَا يَتَغَذَّى بِهِ أَوْ يَتَدَاوَى بِهِ يَلْزَمُهُ الْكَفَّارَةُ۔ (۲)

اسی طرح حرمتِ مصاہرت میں بھی سختی برتی گئی، زنا بلکہ دواعیٔ زنا کو بھی حرمت کے ثبوت کے لیے کافی سمجھا گیا۔ (۳)

اسی طرح حرمتِ رضاعت کے معاملے میں بھی دُودھ کی کسی خاص مقدار کے پینے کی قید نہیں رکھی گئی بلکہ ایک قطرہ دُودھ کو بھی حرمتِ رضاعت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

۵- یسر وسہولت کا لحاظ

فقہِ حنفی میں اِنسانی ضروریات اور مجبوریوں کا خیال اور شریعت کے اصل مزاج یسر اور رفعِ حرج کی رعایت قدم قدم پر نظر آتی ہے۔ مثلاً اکثر فقہاء نے نجاست کو مطلقاً نماز کے منافی قرار دیا ہے، اور اَدنیٰ درجے کی نجاست کو بھی عفو نہیں مانا، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اوّل تو نصوص کے لب ولہجے، فقہاء کے اتفاق واختلاف، اور ان کے حالات اور مجبوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے نجاست کی تقسیم کی، اور غلیظہ وخفیفہ دو قسمیں قرار دیں، نیز نجاستِ غلیظہ میں ایک درہم، اور نجاستِ خفیفہ میں ایک چوتھائی تک معاف قرار دیا:

النَّجَاسَةُ إِنْ كَانَتْ غَلِيظَةً وَهِيَ أَكْثَرُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ فَغَسْلُهَا فَرِيضَةٌ وَالصَّلَاةُ بِهَا بَاطِلَةٌ وَإِنْ كَانَتْ مِقْدَارَ دِرْهَمٍ فَغَسْلُهَا وَاجِبٌ وَالصَّلَاةُ

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار: كتاب الطهارة فصل في البئر، ج:۱ ص۲۱۹

(۲) الفتاوى الهندية: كتاب الصوم، النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة، ج:۱ ص ۲۰۵

(۳) رد المحتار على الدر المختار: كتاب النكاح فصل في المحرمات، ج:۳ ص۳۱

مَعَهَا جَائِزَةٌ وَإِنْ كَانَتْ أَقَلَّ مِنَ الدِّرْهَمِ فَغَسْلُهَا سُنَّةٌ وَإِنْ كَانَتْ خَفِيفَةً فَإِنَّهَا لَا تَمْنَعُ جَوَازَ الصَّلَاةِ حَتَّى تَفْحُشَ۔(۱)

ترجمہ:- نجاست اگر غلیظہ ہو اور ایک درہم سے زائد ہو تو اس کا دھونا فرض ہے، اور اس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا باطل ہے، اور اگر نجاست ایک درہم کی مقدار ہو تو اس کا دھونا واجب ہے، اور اس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے، اور ایک درہم سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اور اگر نجاست خفیفہ ہو تو یہ نماز کے جواز کو نہیں روکتی یہاں تک کہ (رُبع سے) زائد ہو۔

آگے نجاستِ خفیفہ کی حد یعنی رُبع مقدار کا تذکرہ کیا ہے۔

اسی طرح پانی کی کثیر وقلیل مقدار کے لئے کوئی تحدید نہیں کی اور اس کو لوگوں کی رائے پر رکھا جو خود پاکی یا ناپاکی کے مسائل سے دوچار ہوں۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عادت یہ ہے کہ جس کسی مسئلے میں احتیاج ہو کسی متعین عدد کے اندازہ لگانے کے ساتھ یا مخصوص مقدار مقرر کرنے کے ساتھ تو اگر اس بارے میں کوئی نص وارد نہ ہو تو اپنی رائے سے عدد یا مقدار مقرر نہیں کرتے، بلکہ اسے مبتلی بہ کی رائے کے حوالے کرتے، پس اسی وجہ سے یہ قول راجح ہے:

أَنَّ عَادَةَ الْإِمَامِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى أَنَّ مَا كَانَ مُحْتَاجًا إِلَى تَقْدِيرٍ بِعَدَدٍ أَوْ مِقْدَارٍ مَخْصُوصٍ وَلَمْ يَرِدْ فِيهِ نَصٌّ لَا يُقَدِّرُهُ بِالرَّأْيِ وَإِنَّمَا يُفَوِّضُهُ إِلَى رَأْيِ الْمُبْتَلَى فَلِهَذَا كَانَ هَذَا الْقَوْلُ أَرْجَحَ۔(۲)

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کمال ذہانت اور غایت درجے فراست کی بات ہے جو انہوں نے اس سلسلے میں اختیار کی ہے، ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی مقدار کسی علاقے کے لئے کثیر اور کسی علاقے کے لئے قلیل قرار پائے، مثلاً ہندوستان پاکستان کے نشیبی خطے جہاں جگہ جگہ پانی کے بڑے بڑے تالاب ہیں، اور پانی کی سطح ۵۰-۶۰ فٹ پر ہے، اور بعض صحراء ایسے ہیں جہاں پانی کی شدید قلت ہے اور پانی کی سطح نہایت نیچے ہے، اس وجہ سے قلیل وکثیر کے معاملے میں لوگوں کو ایک ہی پیمانے کے تحت رکھنا، لوگوں کے لئے نہایت تنگی اور دشواری کا باعث ہوگا، اس رائے

(۱) الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الفصل الأول في الطهارة وستر العورة، ج۱ ص۵۸

(۲) رد المحتار على الدر المختار: كتاب الطهارة، فصل في البئر، ج۱ ص۲۲۱

کی روشنی میں ایسے مختلف حالات میں تنگی ودشواری سے بچا جاسکے گا۔

اسی طرح ظہر کی نماز موسم گرما میں تاخیر کے ساتھ، یعنی نسبتاً ٹھنڈا ہونے کے بعد، اور سردیوں میں اوّل وقت میں پڑھنا مستحب ہے:

وَفِي الظُّهر المُسْتَحبّ هُوَ آخِرُ الوَقْتِ فِي الصَّيف وأوّله فِي الشّتاء.(۱)

اس میں لوگوں کی آسانی اور یسر کی رعایت رکھی گئی ہے تاکہ نماز کے لئے آنے والوں کو موسم گرما میں دُشواری نہ ہو۔

اسی طرح فجر کی نماز روشنی میں پڑھنا، اندھیرے میں پڑھنے سے افضل ہے، چاہے سفر میں ہوں یا حضر میں، موسم گرما کا ہو یا سرما کا، تمام لوگوں کے لئے یہی حکم ہے، سوائے حجاج کرام کے، ان کے لئے مزدلفہ میں اندھیرے میں نماز پڑھنا افضل ہے:

وَيكون الإسْفَار بِصَلَاة الْفجْر أفضل من التغليس فِي السّفر والحضر والصيف والشتاء وَفِي حق جَمِيع النَّاس إِلَّا فِي حق الحَاج بِمُزْدَلِفَة فَإِن التغليس بهَا أفضل فِي حَقهم.(۲)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں شوافع کے یہاں ضروری ہے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ آٹھوں مصارف، اور ہر مصرف کے کم سے کم تین مستحقین کو زکوٰۃ دی جائے، اسی طرح ہر صاحبِ نصاب شخص اپنی زکوٰۃ کو چوبیس حقداروں پر تقسیم کرے تو تب جاکر زکوٰۃ ادا ہوگی، اس میں جس قدر دقت وپریشانی ہے وہ محتاجِ اظہار نہیں۔ اَحناف نے کہا: کسی ایک مصرف اور اس کے کسی ایک فرد کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اس میں جس قدر یسر وسہولت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ تاہم ایسا نہ سمجھنا چاہئے کہ اَحناف یسر وسہولت کے لئے اور حرج ومشقت کے اِزالے کی غرض سے نصوص اور حدیث کی صراحتوں کو بھی نظر انداز کردیتے ہیں، علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

الْمَشَقَّةُ وَالْحَرَجُ إنَّمَا يُعْتَبَرَانِ فِي مَوْضِعٍ لَا نَصَّ فِيهِ (۳)

ترجمہ:- مشقت اور حرج کا اِعتبار ایسی جگہ ہونا چاہئے جہاں نص موجود نہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ اَحناف نے اس باب میں جس درجہ توازن برتا ہے اور شریعتِ اِلٰہی اور

(۲،۱) تحفة الفقهاء: كتاب الصلوٰة باب مواقيت الصلوٰة، ج۱ ص۱۰۲

(۳) الأشباه والنظائر: الفائدة الثالثة، ص۸۵

ضرورتِ انسانی کو جس طرح دوش بدوش رکھا ہے، وہ شریعت کے اَوامر و نواہی اور شریعت کے مقاصد و مصالح دونوں میں گہری بصیرت اور عمیق فہم کا ثبوت ہے۔

۶-مذہبی رواداری

مذہبی آزادی اور غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور مذہبی و انسانی حقوق کا لحاظ جس درجہ فقہِ حنفی میں رکھا گیا ہے، وہ غالباً اسی کا امتیاز ہے۔ غیر مسلموں کو اپنے اِعتقادات کے بارے میں اور ان اِعتقادات پر مبنی معاملات کے بارے میں اَحناف کے یہاں خاص فراخ دلی اور وسیع النظری پائی جاتی ہے، قاضی ابوزید دبوسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس ذوق و مزاج پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

الأصل عند أبي حنيفة أن مايعتقده أهل الذمة ويدينونه يتركون عليه.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اہلِ ذمہ جو عقیدہ رکھتے ہوں اور جس دین پر چلتے ہوں ان کو اس پر چھوڑ دیا جائے۔

چنانچہ جن غیر مسلموں کے یہاں محرم رشتہ داروں سے نکاح جائز ہو، امام صاحب کے نزدیک ان کے لئے اپنے ایسے رشتہ داروں سے نکاح کرنے پر روک نہیں لگائی جائے گی، چنانچہ امام حصکفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۸ھ) "باب نکاح الکافر" کے تحت تین اُصول نقل کرتے ہیں، پہلا اُصول یہ ہے کہ ہر وہ نکاح جو مسلمانوں کے درمیان صحیح ہے، وہ اہلِ کفر کے درمیان بھی صحیح ہوگا:

كُلُّ نِكَاحٍ صَحِيحٍ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ صَحِيحٌ بَيْنَ أَهْلِ الْكُفْرِ.

دُوسرا اُصول یہ ہے کہ ہر وہ نکاح جو حرام ہو مسلمانوں کے درمیان کسی شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے مثلاً گواہوں کے نہ ہونے کی وجہ سے، تو ایسا نکاح ان کے حق میں جائز ہے، جب کہ ایسا نکاح ان کے مذہب کے مطابق جائز ہو:

كُلُّ نِكَاحٍ حَرُمَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ لِفَقْدِ شَرْطِهِ كَعَدَمِ شُهُودٍ يَجُوزُ فِي حَقِّهِمْ إِذَا اعْتَقَدُوهُ.

---

(۱) تأسیس النظر: ص ۳

تیسرا اُصول یہ ہے کہ ہر وہ نکاح جو حرام ہو محل کی حرمت کی وجہ سے، جیسے محارم سے نکاح کرنا تو یہ نکاح جائز ہوگا:

كُلُّ نِكَاحٍ حُرِّمَ لِحُرْمَةِ الْمَحَلِّ كَمَحَارِمِ يَقَعُ جَائِزًا (۱)

چونکہ یہ نکاح ان کی شریعت میں جائز ہے، جب کہ وہ اسلام قبول نہ کریں، شریعت نے انہیں فروعات کا مکلف نہیں کیا۔

اسی طرح غیر مسلم زوجین میں سے ایک فریق مسلمان قاضی کی طرف رُجوع کرے اور شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فیصلے کا طلب گار ہو تو قاضی اس معاملے میں دخل نہیں دے گا، جب تک کہ دونوں فریق اس کے خواہش مند نہ ہوں۔ اسی طرح اگر مسلم ملک کا غیر مسلم شہری کسی مسلمان کو قتل کرنے کے جرم میں قصاصاً قتل کیا جائے گا، تو ویسے ہی مسلمان سے بھی غیر مسلم شہری کے قتل پر قصاص لیا جائے گا، یہی حال دیت اور خون بہا کا بھی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے انسانی خون میں کوئی اِمتیاز روا نہیں رکھا، مسلمانوں اور غیر مسلموں کی دیت کی مقدار برابر رکھی، جب کہ دیگر فقہاء کی رائے اس سے مختلف ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ ان کے علاوہ بھی بہت سی ایسی جزئیات موجود ہیں جن سے فقہِ حنفی کے اس مزاج کی نشاندہی ہوتی ہے۔ (۲)

۷- نقدِ حدیث میں اُصولِ درایت سے اِستفادہ

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث کو پرکھنے کے لئے درایت سے بھی فائدہ اُٹھایا اور اس کے لئے دو صورتیں اِختیار کیں، اوّل تو روایت کے متن اور اس کے مضمون پر نظر ڈالی کہ آیا یہ دین کے مجموعی مزاج سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسی اَخبارِ آحاد کی کوئی مناسب تاویل کی اور اس پر رائے کی بنیاد نہیں رکھی۔ دُوسرے راوی پر بھی غور کیا کہ خود راوی میں حدیث کے مضمون کو پوری طرح سمجھنے اور منشائے نبوی تک پہنچنے کی صلاحیت ہے یا نہیں؟ کہ کبھی راوی معتبر ہوتا ہے، مگر غلط فہمی سے بات کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔ یا کبھی دو روایتیں متعارض نظر آتی ہیں اور تاویل و توجیہ کے ذریعے ان میں تطبیق کی گنجائش بھی نہیں رہتی تو جس مضمون کی روایت زیادہ فقیہ راویوں سے مروی ہو اس کو ترجیح دی

(۱) الدر المختار: کتاب النکاح باب نکاح الکافر، ج ۳ ص ۱۸۴، ۱۸۵

(۲) کتاب الأم للشافعي: کتاب الرد علی محمد بن الحسن، باب دیة أهل الذمة، ج ۷، ص ۳۳۸

جائے گی۔اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا وہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے جو امام اوزاعی رحمہ اللہ سے ملاقات کے وقت پیش آیا تھا، امام اوزاعی رحمہ اللہ نے دریافت کیا کہ آپ رُکوع سے پہلے اور رُکوع کے بعد رفعِ یدین کیوں نہیں کرتے؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح طور پر اس کا ثبوت نہیں ہے! امام اوزاعی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ مجھ سے امام زہری رحمہ اللہ نے اور امام زہری رحمہ اللہ نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے اور حضرت سالم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفعِ یدین کرنا نقل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے امام حماد رحمہ اللہ نے، ان سے امام ابراہیم رحمہ اللہ نے، امام ابراہیم رحمہ اللہ نے حضرت علقمہ واسود رحمہما اللہ سے اور ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف آغازِ نماز ہی میں رفعِ یدین فرمایا کرتے تھے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ کے پیشِ نظر یہ بات تھی کہ ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تین ہی واسطے ہیں، اور وہ بھی ایسے کہ اپنے اعتبار وثقاہت کے لحاظ سے حدیث اور روایت کی دُنیا کے آفتاب وماہتاب ہیں، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے نقطۂ نظر کی ترجمانی اس طرح کی کہ حماد زہری سے اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا شرفِ صحبت ملحوظ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ علقمہ ان سے زیادہ فقیہ ہیں، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو عبداللہ بن مسعود ہی ہیں، یہ سُن کر امام اوزاعی رحمہ اللہ خاموش ہوگئے۔[1]

۸-قانونِ تجارت میں دقیقہ سنجی

عبادات کے باب میں نصوص وافر مقدار میں منقول ہیں، نکاح کے متعلق بھی جزئیات اور تفصیلات کا ایک قابلِ لحاظ حصہ کتاب وسُنت میں موجود ہے، لیکن تجارت کے باب میں کتاب وسُنت میں صرف ضروری اُصول اور بنیادی قواعد کی نشاندہی کردی گئی ہے، جن سے شریعت کے مقاصد کی وضاحت ہوجاتی ہے، جزوی تفصیلات بہت کم مذکور ہیں۔ اور ایسا ہونا مصلحت کے عین مناسب ہے، کیونکہ اگر معاملات میں عبادات کی طرح حد بندی کردی جاتی تو تغیر پذیر حالات اور متعین قدروں میں ان پر عمل مشکل ہوجاتا، اس لئے تجارت کی جزوی تفصیلات قیاس ورائے اور اجتہاد واستنباط ہی کی رہینِ منت ہیں اور ان تفصیلات کی تنقیح میں شرح وبسط اور دقتِ نظر، مجتہد کی بصیرت اور فہم کا اصل مظہر

(۱) البحرالرائق: کتاب الصلاۃ آداب الصلاۃ، ج۱ ص۳۴۱

ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بڑے تاجروں میں تھے اور کوفہ میں سب سے بڑی دُکان آپ ہی کی تھی، اس لئے طبعی بات ہے کہ تجارت کے احکام جس تفصیل اور وسعت وعمق اور دقتِ نظری کے ساتھ آپ کے یہاں ملتے ہیں دُوسرے فقہاء کے یہاں نہیں ملتے۔ مثلاً: حدیث میں قبضے سے پہلے کسی سامان کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے زمین کو منقولہ جائیداد کے حکم سے مستثنیٰ رکھا کہ شریعت کا اصل منشا دھوکا اور غرر سے تحفظ ہے، منقولہ اشیاء میں اس کا اِمکان موجود ہے کہ شاید قبضے میں آنے سے پہلے ہی یہ شئ ہلاک ہوجائے، اور غیرمنقولہ جائیداد میں بظاہر یہ اِمکان نہیں ہے۔[1]

حدیث میں بعض مواقع پر کسی تفصیل کے بغیر ذخیرہ اندوزی (احتکار) کو منع کیا گیا ہے۔[2] بعض مواقع پر خصوصیت سے اشیائے خوردنی میں ذخیرہ اندوزی کی مذمت آئی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ لوگوں کی ضروریات سے بخوبی واقف تھے اور اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ بعض اشیاء کی سال بھر رسد برقرار رکھنے کے لئے ایک گونہ ذخیرہ اندوزی ضروری ہے، اور اس میں شارع کا اصل منشا فروخت کے ذخیرے کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ گاہکوں کے اِستحصال سے روکنا اور روزمرہ کی زندگی میں انہیں دُشواریوں سے بچانا ہے، ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے امام صاحب نے یہ رائے قائم کی کہ نہ ہر شئ میں اِحتکار ممنوع ہے، اور نہ یہ ممانعت غذائی اشیاء تک محدود ہے، بلکہ عام اِنسانی ضرورت بھی اس ممانعت میں داخل ہے کہ ان میں اِحتکار اسی درجے کا لوگوں کے لئے مشکلات اور دِقتوں کا باعث ہے جتنا کہ اشیائے خوردنی میں۔[3]

بیعِ سلم میں معاملے کے وقت مبیع موجود نہیں ہوتی، بعد میں دی جاتی ہے، فقہِ حنفی میں اس کی بڑی تفصیل ملتی ہے، چنانچہ امام صاحب رحمہ اللہ نے ضروری قرار دیا کہ اس شئ کی جنس، نوعیت، مقدار، صفت، ادائیگی کی مدت، مبیع کی حوالگی کے مقام کے علاوہ کس شہر کی صنعت ہے؟ اور اس کی صراحت بھی کردی جائے کہ مختلف شہروں اور علاقوں کی صنعتوں اور ان کی قیمتوں میں قابلِ لحاظ فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے گوشت میں بیعِ سلم کی اجازت نہیں دی اور وجہ یہ بیان

---

(۱) البحر الرائق: کتاب البیع، فصل فی بیان التصرف فی المبیع والثمن قبل قبضہ، ج۶ ص۱۲۶

(۲) صحیح مسلم: باب تحریم الاحتکار فی الأقوات، ج۳ ص۱۲۲۷، رقم الحدیث:۱۶۰۵

(۳) بدائع الصنائع: کتاب الاستحسان، ج۵ ص۱۲۹

کی کہ گوشت کبھی فربہ ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس۔ بہرحال تجارتی قوانین میں اس کی بہت سی جزئیات موجود ہیں جو امام صاحب کی دقتِ نظر، مقاصدِ شریعت، فہم صحیح، انسانی ضروریات سے آگہی، تاجروں کے مزاج سے واقفیت اور احتیاطی پیش بندی کا مظہر ہیں۔ (۱)

۹-فقہِ تقدیری

فقہِ حنفی کا ایک امتیاز فقہِ تقدیری پر بھی ہے، فقہِ تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ مسائل کے پیش آنے سے پہلے ہی ممکن الوقوع مسائل کے حل کی طرف توجہ دی جائے۔ فقہائے حجاز جو عقلی امکانات کے تفحص اور قیل وقال سے دُور اور سادہ طور پر مسائل کو سمجھنے اور رائے قائم کرنے کے خوگر تھے، وہ اس طرح کے مسائل کے احکام بتانے سے گریز کرتے تھے۔ لیکن فقہائے عراق جن کے یہاں دقیقہ سنجی، دُور بینی، طلب وتفحص اور شریعت کی رُوح اور مقاصد میں غواصی کا رنگ غالب تھا، فقہِ تقدیری ان کے مزاج میں داخل تھی، اور وہ اس پر مجبور بھی تھے کہ مشرق کے علاقے میں نئی نئی قوموں اور علاقوں کے مملکتِ اسلامی میں شمولیت کی وجہ سے وہ نوپید مسائل سے بمقابلہ فقہائے حجاز کے زیادہ دوچار تھے، اسی لئے فقہائے احناف کے یہاں فقہِ تقدیری کا حصّہ زیادہ ہے، اور افسوس! کہ نصوص کے ظاہر پر جمود اور اس کے دقیق مطالعے اور رُوح ومقصد تک رسائی سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے بعض محدثین نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس ہنر کو عیب سمجھ لیا، حالانکہ خود حدیث میں موجود ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنۂ دجال کے ظہور اور اس زمانے میں دن اور رات کے اوقات کی غیر معمولی وسعت کا ذکر فرمایا تو صحابہ نے استفسار کیا کہ اس وقت نمازِ پنج گانہ کیونکر ادا کی جاسکے گی؟ (۲)

غور کیجئے کہ یہ مسئلہ قبل از وقوع حل کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

فقہِ تقدیری کے بارے میں فقہائے عراق اور فقہائے حجاز کے نقطۂ نظر کا فرق اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے جسے خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ جب کوفہ تشریف لائے تو غائب شخص کی بیوی اور اس کے مہر کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور قتادہ

(۱) الدر المختار: باب السلم ج۵ ص ۲۱۲، ۲۱۳

(۲) صحیح مسلم: کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذکر الدجال وصفته، ج۴ ص ۲۲۵۰، رقم الحدیث: ۲۹۳۷

رحمہ اللہ کے درمیان گفتگو ہوئی، امام قتادہ رحمہ اللہ نے دریافت کیا کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نفی میں جواب دیا، امام قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: جب یہ واقعہ پیش نہیں آیا تو اس کے بارے میں دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم مسائل کے پیش آنے سے پہلے اس کی تیاری کرتے ہیں تاکہ مسائل جب پیش آجائیں تو ہم بآسانی اس سے عہدہ برآ ہوسکیں:

إِنَّا نَسْتَعِدُّ لِلْبَلَاءِ، فَإِذَا مَا وَقَعَ عَرَفْنَا الدُّخُولَ فِيهِ وَالْخُرُوجَ مِنْهُ.(۱)

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فقہِ حنفی کی مقبولیت اور اس کے شیوع کی اصل وجہ اس کی یہی خصوصیات ہیں، یعنی توازن واعتدال، ضرورتِ انسانی کی رعایت، نصوص ومصالح کی باہم تطبیق، شریعت کی رُوح اور مقصد کی رعایت، اور ظاہر پر جمودِ بے جا سے گریز، اقلیت کے ساتھ منصفانہ رویہ، شخصی آزادی کا احترام، اور تقاضائے تمدّن سے زیادہ مطابقت، اور بالخصوص ایک ترقی یافتہ تمدّن کا ساتھ دینے کی صلاحیت ایسی بات ہے جس نے بجاطور پر خطۂ مشرق کو جو بمقابلہ دُوسرے علاقوں کے زیادہ متمدن اور تہذیب آشنا تھا، فقہِ حنفی پر فریفتہ کردیا۔

۱۰- مسلمانوں کی طرف گناہ کی نسبت سے اِحتراز

فقہِ حنفی کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ فعلِ مسلم کو حتی المقدور حرمت کی نسبت سے بچائے اور حلال جہت پر محمول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، امام کرخی رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

إن أمور المؤمنين محمولة على السداد والصلاح حتى يظهر غيره، مثال من باع درهما ودينارًا بدرهمين ودينارين جاز البيع وصرف الجنس إلى خلاف جنسه.(۲)

ترجمہ:- مسلمانوں کے معاملات صلاح ودُرستگی پر محمول کئے جائیں گے، یہاں تک کہ اس کے برخلاف ظاہر ہوجائے، مثلاً کوئی شخص ایک درہم اور ایک

(۱) تاریخ بغداد، ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۳ ص ۳۴۸
(۲) أصول الکرخی، ص ۱۲۰

دینار، دو درہم اور دو دینار کے بدلے فروخت کرے تو معاملہ جائز ہوگا، اور
ایک درہم کو دو دینار اور ایک دینار کو دو درہم کے مقابل سمجھا جائے گا، یعنی
خلاف جنس کی طرف نسبت کی جائے گی تاکہ معاملہ درست ہوجائے۔

اسی طرح ثبوت نسب کے معاملے میں حنفیہ نے ممکن حد تک احتیاط اور زنا کی طرف انتساب سے بچانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ قاضی ابوزید دبوسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

الأصل عندنا أن العبرة في ثبوت النسب صحة الفراش و كون الزوج من أهله لا بالتمكن بالوطي۔[1]

ترجمہ:- ہمارے یہاں اصل یہ ہے کہ ثبوت نسب کے لئے (نکاح کے ذریعے) فراش کا صحیح ہونا اور شوہر کا اس کا اہل ہونا کافی ہے، فی الواقع وطی پر قادر ہونا ضروری نہیں ہے۔

اسی طرح نکاح سے ٹھیک چھ ماہ پر ولادت ہو، تب بھی حنفیہ کے یہاں نسب ثابت ہوجائے گا۔[2]

اسی طرح زوجین میں مشرق و مغرب کا فرق ہو، اور بظاہر زوجین کی ملاقات ثابت نہ ہو، اس کے باوجود نسب ثابت ہوجائے گا، تاکہ کسی مسلمان کی طرف فعل زنا کی نسبت نہ ہو، اور حتی الامکان اس کو اس قبیح نسبت سے بچایا جاسکے (یہاں عادتاً لقاء کا انکار ہے، نہ کہ کرامتاً)۔

اسی طرح کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگائے جانے اور دائرۂ اسلام سے خارج کئے جانے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کس درجہ محتاط تھے! اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایئے:

امام صاحب سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کہتا تھا کہ مجھے جنت کی اُمید نہیں، جہنم کا اندیشہ نہیں، خدا سے ڈرتا نہیں ہوں، رکوع سجدے کے بغیر نماز پڑھ لیتا ہوں، اور ایسی چیز کی شہادت دیتا ہوں جسے دیکھا تک نہیں، حق کو ناپسند کرتا ہوں اور فتنے کو پسند کرتا ہوں۔ امام صاحب نے ان تمام باتوں کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مسلمان ہے، فرمایا کہ جنت کے اُمیدوار نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی رضا کا اُمیدوار ہوں، اور جہنم سے نہ ڈرنے کا مطلب یہ

(۱) تأسیس النظر، ص۵۹

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار: کتاب الطلاق فصل فی ثبوت النسب، ج۳ ص۵۴۰

ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، بغیر رُکوع وسجدے کی نماز سے مراد نمازِ جنازہ ہے، بن دیکھے گواہی سے مراد توحید کی گواہی ہے کہ ہم نے اللہ کو دیکھا نہیں ہے، لیکن اللہ کے وجود اور توحید کی گواہی دیتے ہیں، حق سے بغض رکھنے سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے، موت ایک حقیقت ہے لیکن اس کے باوجود کوئی موت کو پسند نہیں کرتا اور اس حق سے بغض رکھتا ہے، فتنے سے محبت کے معنی اولاد سے محبت ہے، کیونکہ اولاد کو اور مال کو قرآن میں فتنہ قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود عموماً ہر شخص کو مال اور اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ چنانچہ استفسار کرنے والا کھڑا ہوا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جبینِ فراست کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ آپ ظرفِ علم ہیں۔ (۱)

اس واقعے سے اندازہ لگائیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حتی الامکان کسی مسلمان کی طرف کُفر کی نسبت نہیں کرتے، اور ان کے کلام کا ایک دُرست محمل مراد لے کر ان کو کُفر کی نسبت سے بچاتے ہیں۔ یاد رہے کہ اگر ایک شخص خود ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کردے، یا قائل خود ہی کُفر کا اعتراف کرے تو پھر کسی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

۱۱-حیلۂ شرعی

''حیلہ'' کے اصل معنی معاملات کی تدبیر میں مہارت کے ہیں، علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

وَهِيَ الْحِذْقُ فِي تَدْبِيرِ الْأُمُورِ۔ (۲)

شریعت کی اصطلاح میں حرمت ومعصیت سے بچنے کے لئے ایسی خلاصی کی راہ اختیار کرنے کا نام ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو۔ ''حیلہ'' کے تعلق سے اَحناف کے نقطۂ نظر کا انصاف اور حقیقت پسندی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور صرف ''حیلہ'' کی تعبیر پر توجہ مرکوز نہ رکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ فنِ اَحناف کے ہاں کمالِ ذکاوت، اُمّت کو حرام سے بچانے کی سعی اور شریعت کی حدودِ اَربعہ میں رہتے ہوئے اِنسانیت کو حرج سے بچانے کے محمود جذبات کی عکاسی ہے۔

علّامہ سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر المسائل المستحسنة، ص ۳۸/ الجواهر المضية في طبقات الحنفية فصل في مقام عليه، ج ۲ ص ۴۷۵

(۲) الأشباه والنظائر: الفن الخامس، الحيل، ص ۳۵۰

فَالْحَاصِلُ: أَنَّ مَا يَتَخَلَّصُ بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْحَرَامِ أَوْ يَتَوَصَّلُ بِهِ إِلَى الْحَلَالِ مِنَ الْحِيَلِ فَهُوَ حَسَنٌ، وَإِنَّمَا يُكْرَهُ ذٰلِكَ أَنْ يَحْتَالَ فِي حَقٍّ لِرَجُلٍ حَتّٰى يُبْطِلَهُ أَوْ فِي بَاطِلٍ حَتّٰى يُمَوِّهَهُ. (۱)

حاصل یہ ہے کہ وہ حیلے جن کے ذریعے اِنسان حرام سے خلاصی یا حلال تک رسائی کا خواہاں ہو تو بہتر ہے، ہاں! کسی کے حق کا اِبطال یا باطل کی ملمع سازی مقصود ہو تو ناپسندیدہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ یہ صورت دُرست نہیں ہے، اور پہلے ذِکر کی گئی صورت دُرست ہے۔ اس وضاحت کے بعد کسی صاحبِ انصاف کے لئے اَحناف کے نقطۂ نظر سے اِنکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے عام طور پر عبادات میں حیلے سے گریز کیا ہے، عبادات میں ان کی تعداد نہایت ہی محدود ہے۔

مثلاً کسی شخص کا انتقال ہو گیا اور اس نے اتنا مال بھی نہیں چھوڑا کہ اس کی تجہیز و تکفین ہو سکے، اور وَرثہ میں بھی کوئی صاحبِ حیثیت نہیں ہے، اب اگر کوئی اپنی زکوٰۃ کسی فقیر کو دے دے، اور وہ اپنی رضامندی کے ساتھ اس رقم کو میت کی تجہیز و تکفین میں خرچ کر دے تو یہ دُرست ہے، اب زکوٰۃ اس لئے ادا ہو گئی کہ زکوٰۃ ایک مستحق کو دی گئی اور تملیک بھی ہو گئی۔

اسی طرح کسی علاقے میں تعمیرِ مسجد کی اَشد ضرورت ہے، اور اہلِ محلہ میں کوئی ایسے صاحبِ حیثیت نہیں ہیں جو اس مد میں تعاون کر سکیں، تو اس صورت میں اگر کسی نے اپنی زکوٰۃ کسی مستحق شخص کو دی اور اس نے تملیک کے بعد اپنی خوشی سے اگر اس رقم کو تعمیرِ مسجد میں خرچ کیا تو یہ دُرست ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ (۲)

اندازہ کریں کہ ان صورتوں میں کہیں بھی تحریمِ حلال، یا فرائض وواجبات سے پہلوتہی کا کوئی جذبہ نظر آتا ہے؟ خود اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے طلاق وغیرہ کے مسائل میں جو حیلے منقول ہیں، وہ ان کی حیرت انگیز اور تعجب خیز ذکاوت کا ثبوت ہیں۔

علامہ اِبنِ قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے بھی ''المثال الخامس والثمانون من لطائف حيل أبي حنيفة'' میں اِمام صاحب کے اسی طرح کے ذکاوت کے حیلے نقل کر کے فرمایا:

---

(۱) المبسوط: كتاب الحيل، ج ۳۰ ص ۲۱۰

(۲) الفتاوى الهندية: كتاب الحيل، ج ۶ ص ۳۹۲، ۳۹۳

وهذا من أحسن الحيل. (۱)

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ جو حیلے کے ناقدین میں سے ہیں، انہوں نے "إعلام الموقعين" میں حیلے کی تین قسمیں بیان کی ہیں: ایک وہ ہے جس کا مقصد ظلم کو قبل از وقت روکنا ہو۔ دُوسرے یہ کہ جو ظلم ہو چکا ہو، اس کو دفع کیا جائے۔ تیسرے جس ظلم کو دفع کرنا ممکن نہ ہو، اس کے مقابلے میں اس طرح عمل کیا جائے۔ خود حضرت فرماتے ہیں کہ پہلی دونوں صورتیں جائز ہیں، اور تیسری صورت میں تفصیل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حیلے کا مقصد اگر تحریم حلال ہو، یا فرائض وواجبات کی ادائیگی سے پہلوتہی کرنا ہو تو یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

حیلۂ شرعی کا ثبوت قرآن وسنت اور آثار سے

جس حیلے کا مقصد حرام کو حلال کرنا نہ ہو، بلکہ حرام سے بچنا ہو، اس کا ثبوت قرآن سے بھی ہے اور صحابہ کے آثار سے بھی۔

ایک خاص واقعے کے ضمن میں (جس کی تفصیل تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہے) حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی اطاعت گزار اور قناعت شعار بیوی کے بارے میں قسم کھائی تھی کہ وہ انہیں سو چھڑی ماریں گے، اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ تدبیر بتائی کہ آپ تنکوں کا گٹھا ہاتھ میں لیں اور اس سے ایک مرتبہ ماردیں، تاکہ قسم بھی پوری ہوجائے اور اس نیک صالحہ کو ایذا بھی نہ ہو، ظاہر ہے کہ یہ صورت حیلے ہی کی تھی۔

علامہ جاراللہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) سورۂ ص آیت نمبر ۴۴ کی تفسیر میں حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے کے تحت فرماتے ہیں: گویا اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کا حیلہ بتلایا کہ "وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا" (ص:۴۴) اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک گٹھا لیں، "فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ" اور ایک دفعہ اپنی بیوی کو ماریں اور قسم میں جھوٹے نہ ہوں، یعنی اس طرح اپنی قسم پوری کرلیں۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ حیلے کی یہ رُخصت اب بھی باقی ہے:

---

(۱) إعلام الموقعين، القسم الثالث من أنواع الحيل، ج ۴ ص ۳

وهذه الرخصة باقية.(۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں ایک عرصۂ دراز کی فرقت کے بعد ان کے چھوٹے بھائی بنیامین اپنے سوتیلے بھائیوں کے ساتھ پہنچے، حضرت یوسف علیہ السلام اپنی شخصیت کو ان بھائیوں سے چھپانا بھی چاہتے تھے، اور بنیامین کو روکنا بھی، لیکن اس روکنے کے لئے کوئی قانونی جواز بھی ہونا چاہئے تھا، چنانچہ انہوں نے بنیامین کے تھیلے میں پیمانۂ شاہی رکھوادیا اور قانونِ ملکی کے مطابق اعلان فرمادیا کہ جس کے پاس یہ پیمانہ پایا جائے گا اسے روکے رکھا جائے گا۔ اس حسنِ تدبیر کے متعلق قرآنِ مجید کا بیان ہے کہ یہ تدبیر اللہ ہی نے آپ کو بتلائی تھی: ''كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ط'' (یوسف:۷۶) غور کیا جائے کہ اس ''کید'' سے بجز حیلے کے اور کیا مراد ہے...!

قرآن مجید نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی رفاقت کا ایک خاص دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ اس میں یہ بات بھی آئی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے قانونِ تکوین کے تحت ایسے عمل کئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حیرت واستعجاب کا باعث ثابت ہوئے، اور آپ اس پر ٹوکے بغیر نہ رہ سکے، یہاں تک کہ حضرت خضر کو حضرت موسیٰ سے عہد لینا پڑا کہ آئندہ وہ اس طرح ٹوکنے سے گریز کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بظاہر عہد کرتے ہوئے ''ان شاء اللہ'' کا اضافہ کردیا، ''ان شاء اللہ'' ایسا کلمہ ہے جو وعدے کو بے اثر کردیتا ہے، تاکہ اگر وہ آئندہ بھی اپنی بات پر قائم نہ رہ سکیں اور بے ساختہ سوال کر ہی بیٹھیں تو عہد خلافی کا ارتکاب نہ ہو، چنانچہ فرمایا: ''سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا'' (الکہف:۶۹)۔(۲)

حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے دو صاع معمولی کھجور کے بدلے ایک صاع عمدہ کھجور خریدی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سود (ربا) قرار دیا، اور فرمایا کہ تم نے دو صاع اس کھجور سے کوئی اور سامان خرید لیا ہوتا اور اس سامان کے عوض یہ ایک صاع کھجور خرید کرلیتے تو یہ معاملہ جائز ہوجاتا۔(۳)

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود سے بچنے کے لئے اس معاملے کی ایک تدبیر بتائی۔(۴)

---

(۱) الکشاف: سورہ ص آیت نمبر ۴۴ کے تحت، ج ۴ ص ۹۸

(۲) المبسوط للسرخسی: کتاب الحیل، ج ۳۰ ص ۲۰۹

(۳) صحیح مسلم: باب بیع الطعام مثلا بمثل، ج ۳ ص ۱۲۱۷، رقم الحدیث: ۱۵۹۴

(۴) الأشباه والنظائر: الفن الخامس: الحیل، ص ۳۵۰

علامہ سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اس نے بیوی کو مشروط طور پر تین طلاقیں دے دی ہیں کہ اگر اس (شوہر) نے اپنے بھائی سے گفتگو کی تو اس کی بیوی پر تین طلاق۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیوی کو ایک طلاق دے دو، عدت گزر جانے دو، اس کے بعد اپنے بھائی سے گفتگو کرلو، پھر دوبارہ اس مطلقہ عورت سے نکاح کرلو، اس طرح بیوی پر تین طلاق واقع ہوئے بغیر بھائی سے گفتگو ہو جائے گی۔ (۱)

اس طرح حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی کے ساتھ حق تلفی اور زیادتی کے بغیر حیلۂ شرعی اختیار کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ بعض فقہاء نے اپنی کتابوں میں ایسے مسائل کو ''کتاب الحیل'' یا ''کتاب المخارج'' کے عنوان سے جمع کیا ہے، اس سلسلے میں بعض لوگوں نے فقہ ِ حنفیہ کو ہدف ملامت بھی بنایا ہے، اس طعن وتشنیع کا سبب یا تو غلط فہمی ہے، چونکہ ائمۂ احناف سے اس زمانے کے فرقِ باطلہ معتزلہ اور روافض وغیرہ کو کدورت تھی اور وہ ان کو بدنام کرنے کے لئے اپنی طرف سے بعض تحریریں لکھ کر انہیں ان حضرات ائمہ کی طرف منسوب کر دیتے تھے تاکہ لوگ ان سے بدگمان ہوں، غالباً اسی طرح کی ایک تحریر وہ ہے جسے بعض لوگوں نے ''کتاب الحیل'' کے نام سے امام محمد رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اختلف الناس فی کتاب الحیل أنه من تصنیف محمد أم لا؟ کان أبو سلیمان الجوزجانی ینکر ذالك ویقول: من قال ان محمدا صنف کتابا سماه الحیل فلا تصدقه وما فی أیدی الناس فانما جمعه وراقوا بغداد وقال: إن الجهال ینسبون علمائنا رحمهم الله إلی ذلك علی سبیل التعییر فکیف یظن بمحمد رحمه الله انه سمی شیئا من تصانیفه بهذا الاسم لیکون ذلك عونا للجهال علی ما یتقولون. (۲)

ترجمہ:- ''کتاب الحیل'' کے سلسلے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ یہ امام محمد کی تصنیف ہے یا نہیں؟ ابوسلیمان جوزجانی اس کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے

---

(۱) المبسوط للسرخسی: کتاب الحیل، ج۳۰ ص۲۰۹

(۲) المبسوط: کتاب الحیل، ج۳۰ ص۲۰۹

کہ جو شخص یہ کہے کہ امام محمد نے ''حیل'' کے نام سے کتاب تصنیف کی ہے تو تم
اس کی تصدیق نہ کرو، اور لوگوں کے ہاتھ میں اس نام سے جو کتاب ہے اسے
دراصل بغداد کے کاتبوں نے جمع کیا ہے۔ علامہ جوزجانی نے کہا کہ جاہل لوگ
عار دینے کی غرض سے ہمارے علماء کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں، تو امام محمد
کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کوئی کتاب اس نام سے
لکھی ہوگی، تاکہ جاہلوں کے لئے ان کی من گھڑت بات میں معاون ہوجائے۔

ایسا لگتا ہے کہ اسی غیر مستند اور الحاقی تحریف کی وجہ سے بعض اہل علم کو غلط فہمی پیدا ہوئی، اور انہوں نے اَحناف کو طعن وتنقید کا ہدف بنایا، یا پھر کوتاہ نظری کی وجہ سے فقہِ حنفی کو ظاہریت پسند علماء نے ہدفِ ملامت بنایا۔ فقہاء نے حیل اور مخارج کے تحت جو مسائل ذکر کئے ہیں اگر بہ نظرِ غائر ان کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرام کو حلال کرنے کی کوشش نہیں ہے، بلکہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حرام سے بچنے اور سہولت پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے، ہاں! ممکن ہے کہ متأخرین سے بعض حیلوں کی تعبیر میں لغزش ہوئی ہو، جس کی وجہ سے بظاہر وہ بات شریعت کے مزاج کے خلاف محسوس ہوتی ہے، حالانکہ مجتہدین کا اَصل مقصد کچھ اور ہو۔

مثال کے طور پر علامہ ابنِ نجیم مصری رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) بلند پایہ فقہاء میں سے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''الأشباہ والنظائر'' میں پانچواں فن ''حیل'' کا رکھا ہے، اس میں اسلام کے رُکنِ اعظم نماز کی بابت صرف ایک حیلہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص ظہر کی چہارگانہ فرض ادا کر رہا ہے کہ مسجد میں جماعت کھڑی ہوتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ فرض ایک سے زیادہ دفعہ بلا کسی نقص کے ادا نہیں کی جاسکتی، اور اس نماز کو یوں ہی پوری کرلے تو جماعت سے محروم ہوجاتا ہے، ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہئے؟ اس کا حیلہ بتایا گیا کہ چوتھی رکعت کے اخیر میں بیٹھے بغیر اُٹھ کھڑا ہو، تاکہ یہ نفل ہوجائے اور اَب امام کے ساتھ شریکِ نماز ہوکر جماعت کے ثواب سے محروم بھی نہ رہے۔[1]

اسی انداز کے حیلے ہیں جو عبادات کے سلسلے میں ذکر کئے گئے ہیں۔

عبادات میں ایک حیلہ ایسا ضرور ہے جو دُرست نہیں، اور وہ ہے سال گزرنے سے پہلے

(۱) الأشباہ والنظائر: کتاب الحیل، ص ۳۵۰

اموالِ زکوٰۃ کی ملکیت میں نام نہاد تبدیلی، تاکہ زکوٰۃ سے بچا جا سکے۔ لیکن امام محمد رحمہ اللہ نے اس حیلے پر نکیر کی ہے اور اسے مکروہ قرار دیا ہے، اور علمائے اَحناف نے انہی کی رائے پر فتویٰ دیا ہے۔ قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کی طرف اس حیلے کی نسبت کی گئی ہے، لیکن ظاہر روایت میں امام ابویوسف رحمہ اللہ کی طرف کہیں اس رائے کی نسبت نہیں کی گئی ہے، اور امام موصوف کے وَرَع واحتیاط سے یوں بھی یہ بات بعید محسوس ہوتی ہے، اس لئے نوادر کی اس روایت کو مشکوک قرار دینے میں یقیناً ہم حق بجانب ہی قرار دیئے جائیں گے۔ زکوٰۃ کے باب میں حنفیہ کے یہاں فقراء کے نفع کی جہت کو جس طرح ہر جگہ مقدم رکھا ہے، وہ اہلِ علم کے لئے محتاجِ اِظہار نہیں، اس کے باوجود ان کی طرف اس طرح کے مسائل کی نسبت کو آخر کس منطق کے تحت صحیح باور کیا جا سکتا ہے...؟

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ بہت سارے لوگوں نے اس آیت سے حیلے کے جواز پر استدلال کیا اور حیلے کی صحت کے لئے اس آیت کو اصل قرار دیا ہے، میرے نزدیک ہر وہ حیلہ جو حکمتِ شرعیہ کو باطل کرے اسے قبول نہیں کیا جائے گا، جیسے زکوٰۃ اور اِستبراء ساقط کرنے کا حیلہ، یہ اس مسئلے میں اِعتدال کا راستہ ہے، بعض علماء نے حیلے کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے، اور بعض نے مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے:

وكثير من الناس استدل بها على جواز الحيل وجعلها أصلًا لصحتها، وعندي أن كل حيلة أوجبت إبطال حكمة شرعية لا تقبل كحيلة سقوط الزكاة وحيلة سقوط الإستبراء وهذا كالتوسط في المسألة فإن من العلماء من يجوز الحيلة مطلقا ومنهم من لا يجوزها مطلقا۔[1]

معلوم ہوا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ہر وہ حیلہ جس کے ذریعے سے شرعی حکم کو باطل کیا جائے اسے قبول نہیں کیا جائے گا، اس کے علاوہ جو حیلے ہیں وہ دُرست ہیں، انہیں قبول کیا جائے گا، اور یہی اِعتدال کا راستہ ہے، نہ مطلقاً ہر قسم کے حیلے کو جائز قرار دیا جائے گا، اور نہ مطلقاً عدمِ جواز کا حکم لگایا ہے، بلکہ درمیان کا راستہ جو اِعتدال کا ہے اسے اِختیار کیا جائے گا۔

ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ حیلہ جس کے ذریعے سے آدمی غیر کے حق کو باطل

---

(۱) روح المعانی: سورۂ ص آیت نمبر ۴۴ کے تحت، ج ۲۳ ص ۲۷۷

کرے، یا اس میں کوئی شبہ داخل کرے، یا باطل کی ملمع سازی کے لئے ہو تو یہ مکروہ ہے، ہر وہ حیلہ کہ جس کے ذریعے سے آدمی حرام سے چھٹکارا پائے یا اس کے ذریعے کسی حلال تک پہنچے تو یہ حیلہ بہتر اور پسندیدہ ہے:

أَنَّ كُلَّ حِيلَةٍ يَحْتَالُ بِهَا الرَّجُلُ لِإِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ أَوْ لِإِدْخَالِ شُبْهَةٍ فِيهِ أَوْ لِتَمْوِيهِ بَاطِلٍ فَهِيَ مَكْرُوهَةٌ وَكُلُّ حِيلَةٍ يَحْتَالُ بِهَا الرَّجُلُ لِيَتَخَلَّصَ بِهَا عَنْ حَرَامٍ أَوْ لِيَتَوَصَّلَ بِهَا إِلَى حَلَالٍ فَهِيَ حَسَنَةٌ.[1]

حیلے کے ناقد علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ کی تنقیدات پر ایک نظر

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ حیلے کے شدید ناقدین میں سے ہیں، بلکہ اس گروہ کے سرخیل ہیں، لیکن حیلے کے موضوع پر ان کی مبسوط تحریر کا مطالعہ کرنے سے جس بات کا اندازہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جس نوع کے حیلے کو غلط ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اپنی پوری قوت صرف کی ہے، وہ یہ ہے کہ پہلے ہی سے فقہاء ان کی کراہت ومانعت پر متفق ہیں، اختلاف زیادہ سے زیادہ بعض جزئیات کے انطباق میں ہوسکتا ہے کہ وہ اُصولی طور پر حیلے کی کس نوع میں داخل ہے۔

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ کے نزدیک بنیادی طور پر حیلے کی تین قسمیں ہیں: اوّل وہ جس کا مقصد کسی حرام کا ارتکاب ہو، لیکن بظاہر اس پر شریعت کا غلاف چڑھا دیا گیا ہو، اور اس کو ایسی شکل دے دی گئی ہو کہ گویا وہ مطابق شریعت ہے۔ مثلاً: عورت فسخِ نکاح کے لئے جھوٹا دعویٰ کرے کہ وہ نکاح کے وقت بالغہ تھی، لیکن اس سے اجازت حاصل نہ کی گئی، یا فروخت کنندہ جھوٹا عذر کرے کہ فروخت کرتے وقت وہ چیز اس کی ملکیت میں نہ تھی اور اصل مالک نے اس کی اجازت بھی نہ دی، اس لئے یہ معاملہ خرید وفروخت منسوخ کر دیا جائے وغیرہ۔ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ اس کو بدترین گناہ اور دین کے ساتھ تلاعب قرار دیتے ہیں۔

دُوسری صورت یہ ہے کہ حیلہ خود بھی مشروع ہو اور جس مقصد کے لئے اس کا اِستعمال ہو رہا ہو وہ بھی مشروع ہو۔ نیز بظاہر شریعت میں اس حیلے کو اسی مقصد کا ذریعہ بنایا گیا ہو، جیسے کسبِ حلال

---

(۱) الفتاوى الهندية: كتاب الحيل، ج:٦ ص:٣٩٠

وغیرہ کی تدبیریں۔ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ ہے تو حلال لیکن فقہاء کے ہاں حیلے کی جو تعریف ہے، یہ حیلے اس زُمرے میں نہیں آتے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ حیلے کے طور پر جو عمل کیا گیا ہے، وہ بھی مشروع ہو، حیلے کا مقصد حق کا حاصل کرنا، یا بطریقِ مباح ظلم کا دَفع کرنا ہو، لیکن جس جائز عمل کو اس جائز مقصد کے لئے ذریعہ و وسیلہ بنایا گیا ہے، شریعت میں بظاہر وہ اس مقصد کے لئے وسیلہ نہیں بنایا گیا ہے، یا اگر بنایا گیا ہے تو یہ جہت اس درجہ دقیق ہے کہ عام لوگوں کی نگاہِ نارسا کی رسائی سے باہر ہے، علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ اس کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

جہاں تک میرا حقیر مطالعہ ہے، حنفیہ کے یہاں جن حیلوں کا ذکر ہے اور ان پر فتویٰ ہے وہ اسی دُوسری اور تیسری قسم کا ہے، نہ کہ پہلی قسم کا کہ اس کی حرمت کا تذکرہ اُوپر کیا جاچکا ہے، اَحناف کے ہاں بھی یہ ناجائز اور حرام ہے۔

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ آپ آزاد آدمی پر حجر کی اجازت دینے میں بڑے محتاط تھے، اور تین لوگوں کے من جملہ "فقیہ ماجن" (آزاد مزاج مفتی) کو حجر کا صحیح محل قرار دیتے تھے "لا یجری الحجر إلا علی ثلاثۃ: الجاھل والمکاری والمفلس"

اَحناف نے "فقیہ ماجن" یعنی آوارہ خیال مفتی پر پابندی عائد کرنے کی جو وجہ لکھی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے دِین میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں، علامہ کاسانی رحمہ اللہ کے الفاظ میں: لأن المفتي الماجن يفسد أديان المسلمين۔ اس سے ظاہر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ایسی باتیں جو دِین میں بگاڑ پیدا کرنے اور اسے کھلونا بنالینے کا کسی قدر سبب بنیں، ناقابلِ قبول ہیں۔ اس لئے یہ بات کیونکر سوچی جاسکتی ہے کہ وہ ایسے حیلوں کی رہنمائی کریں جن کا مقصود حرام کو حلال کرنا، یا کسی شخص پر ظلم اور اسے حق سے محروم کرنا ہو۔(۱)

تالیفاتِ اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصانیف سے مراد وہ اِملائی تصانیف ہیں جن کو ان کے لائق اور قابلِ قدر تلامذہ، مثلاً: اِمام ابویوسف رحمہ اللہ، اِمام محمد رحمہ اللہ وغیرہ نے اِمام صاحب کی تعلیم اور تدریس کے

---

(۱) قاموس الفقہ: ج ۳ ص ۳۱۰ تا ۳۱۳

وقت قیدِ تحریر میں لائے تھے، جب کسی مسئلے پر اچھی طرح غور وخوض ہو جاتا تو آپ فرماتے کہ ''اُثبتوھا!'' اب اس مسئلے کو لکھ لو! اور بجائے سینے کے سفینے میں محفوظ کرلو۔ اسی طرح آپ سے عقائد اور فقہ کے متعلق سوالات کیے جاتے، آپ جو جواب ارشاد فرماتے تو تلامذہ اسے اپنے پاس محفوظ کر لیتے، اسی طرح اس فن پر ایک دستاویز تیار ہو جاتی۔ اہلِ علم میں تصنیف کے دو ہی طریقے شروع سے اب تک رائج رہے ہیں، یا تو مصنف خود کوئی کتاب تصنیف کرے یا املا کروائے، اور تلامذہ اسے نوٹ کریں۔ آج کل بھی درس کے دوران طلبہ اگر اُستاذ کے اِفادات نقل کریں تو اُستاذ ہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ کتاب اہلِ علم کے درمیان متداول ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ دقیق العید رحمہ اللہ (متوفی ۷۰۲ھ) کی شہرۂ آفاق کتاب ''إحکام الأحکام شرح عمدۃ الأحکام'' آپ کی تصنیف نہیں ہے، بلکہ آپ اِملا کرواتے اور آپ کے لائق وفائق شاگرد اسے لکھتے تھے۔ (۱)

اسی طرح علامہ سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) کی مشہور ومعروف کتاب ''المبسوط'' جو تیس ضخیم جلدوں میں ہے، یہ کتاب آپ نے کنویں کے اندر سے اِملا کروائیں اور آپ کے تلامذہ منڈیر پر بیٹھے اسے لکھا کرتے تھے، چنانچہ علامہ سرخسی رحمہ اللہ کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

> فَرَأَيْتُ الصَّوَابَ فِي تَأْلِيفِ شَرْحِ الْمُخْتَصَرِ لَا أَزِيدُ عَلَى الْمَعْنَى الْمُؤَثِّرِ فِي بَيَانِ كُلِّ مَسْأَلَةٍ اكْتِفَاءً بِمَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ فِي كُلِّ بَابٍ، وَقَدِ انْضَمَّ إِلَى ذَلِكَ سُؤَالُ بَعْضِ الْخَوَاصِّ مِنْ زَمَنِ حَبْسِي حِينَ سَاعَدُونِي لِأُنْسِي، أَنْ أُمْلِيَ عَلَيْهِمْ ذَلِكَ فَأَجَبْتُهُمْ إِلَيْهِ۔ (۲)
>
> ترجمہ:- میں نے یہ مناسب سمجھا کہ مختصر (حاکم) کی ایک شرح لکھوں، جس میں ہر مسئلے کے بارے میں راجح بات پر کوئی اضافہ نہ کروں، اور ہر باب میں صرف وہ حکم بیان کروں، جو قابلِ اعتماد ہو۔ اس کا سبب یہ بنا کہ میرے ساتھیوں میں سے کچھ خاص لوگوں نے میری قید کے زمانے میں مجھ سے اس کی فرمائش بھی کی، اور میری انسیت کی خاطر میری یہ مدد کی کہ میں انہیں یہ شرح اِملا

(۱) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ترجمہ: محمد بن علی بن وہب بن مطیع، ج۹ ص ۲۱۲

(۲) المبسوط للسرخسی: خطبۃ الکتاب، ج۱ ص ۳

کرواؤں، چنانچہ میں نے ان کی فرمائش کو قبول کیا۔

چنانچہ جن شاگردوں نے شرح لکھنی شروع کی، ان کا یہ جملہ کتاب کے بالکل شروع میں موجود ہے کہ امام اجل شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے اوزجند میں قید ہونے کی حالت میں ہمیں املا کرواتے ہوئے فرمایا:

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأَجَلُّ الزَّاهِدُ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ السَّرْخَسِيُّ رَحِمَهُ اللهُ وَنَوَّرَ ضَرِيحَهُ وَهُوَ فِي الْحَبْسِ بِأُوزْجَنْدَ إِمْلَاءً:

اسی طرح کی سینکڑوں کتابیں اس وقت موجود ہیں جو املاء کروائی گئیں اور بعد میں انہیں کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کتابوں کی شہرت ہوئی، اس طرح کی کتابوں کے متعلق اگر دیکھنا ہو تو ان کتابوں کی طرف مراجعت فرمائیں: الفهرست لابن النديم، كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، معجم الكتب، صلة الخلف بموصول السلف، إيضاح المكنون، هدية العارفين، الرسالة المستطرفة، وغیر ذالک۔

بعض لوگوں نے بوجہ عدم تحقیق یہ دعویٰ کر دیا کہ امام صاحب کی کوئی تصنیف نہیں ہے، حالانکہ یہ دعویٰ حقائق کے سراسر منافی اور محض غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ متعدد جلیل المرتبت ائمہ نے ''كتب أبي حنيفة'' کہہ کر آپ کی تصانیف کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے چند ایک کی تصریحات ان شاء اللہ! آگے آئیں گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب کی تصانیف سے مراد وہ املائی تصانیف ہیں جو آپ کے سامنے آپ کے حکم سے، آپ کے قابلِ فخر تلامذہ قیدِ تحریر میں لاتے تھے، چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) اپنی سند کے ساتھ اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

كان أصحاب أبي حنيفة الذين يذاكرونه أبو يوسف وزفر وداود الطائي وأسد بن عمرو وعافية الأودي والقاسم بن معن وعلي بن مسهر ومندل وحبان ابنا علي، وكانوا يخوضون في المسألة فإن لم يحضر عافية قَالَ أبو حنيفة: لا ترفعوا المسألة حتى يحضر عافية. فإذا حضر عافية

فإن وافقهم قَالَ أبو حنيفة أثبتوها، وإن لم يوافقهم قَالَ أبو حنيفة: لا تثبتوها۔ (۱)

ترجمہ:- اصحاب ابی حنیفہ جو ان کے ساتھ مسائل میں مذاکرہ کیا کرتے تھے، یہ تھے: امام ابو یوسف، زُفر، داؤد طائی، اسد بن عمرو، عافیہ الاودی، قاسم بن معن، علی بن مسہر، مندل بن علی، حبان بن علی، اور جب وہ کسی مسئلے میں بحث وتمحیص شروع کرتے تو اگر عافیہ ان میں شریک نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے کہ اس مسئلے میں بحث عافیہ کے آنے تک ختم نہ کرو، جب عافیہ آجاتے اور ان کی رائے سے وہ متفق ہوجاتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے اب اس مسئلے کو لکھ لو! اور اگر عافیہ اتفاق نہ کرتے تو امام صاحب فرماتے یہ مسئلہ مت لکھو۔

امام صدر الائمہ موفق مکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں:

فوضع أبوحنيفة رحمه الله مذهبه شورى بينهم لم يستبد فيه بنفسه دونهم اجتهاد منه في الدين ومبالغة في النصيحة لله ورسوله والمؤمنين فكان يلقي مسئله مسئلة ويسمع ما عندهم ويقول ما عنده ويناظرهم شهرا أو أكثر من ذالك حتى يستقر أحد الأقوال فيها ثم يثبتها أبو يوسف في الأصول حتى أثبت الأصول كلها۔ (۲)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ نے اپنا مذہب ان میں بطور شوریٰ رکھا تھا، اور اپنے اصحاب کے بغیر محض اپنی رائے پر وہ مصر نہ رہتے تھے، اور یہ سب کچھ انہوں نے دین میں احتیاط اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق اور مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی کے جذبے کے تحت کیا ہے، چنانچہ وہ ان کے سامنے ایک ایک مسئلہ پیش کرتے، ان کی رائے سنتے اور اپنا نظریہ بیان فرماتے، اور ایک ایک مہینہ بلکہ ضرورت پڑتی تو اس سے بھی زیادہ عرصے تک اس مسئلے میں مناظرہ اور مباحثہ کرتے رہتے حتیٰ کہ جب کسی ایک قول پر سب کی رائے جم

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة عافية بن يزيد بن قيس بن عافية، ج ۱۲ ص ۳۰۴

(۲) مناقب أبي حنيفة، ج ۲ ص ۱۳۳

جاتی تو اس کے بعد امام ابو یوسف اس کو اصول میں درج کر دیتے، یہاں تک کہ سب اصول انہوں نے منضبط کر دیئے۔

تالیفاتِ امامِ اعظم کے متعلق

اٹھارہ^{۱۸} اکابر اہلِ علم کی تصریحات

۱- شیخ الاسلام علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے بالسند نقل کیا ہے کہ امام اعمش رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۸ھ) جو جلیل القدر محدث اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشائخ حدیث میں شمار ہوتے ہیں، ایک دفعہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے جا رہے تھے، جب مقام "حیرہ" پر پہنچے تو اپنے شاگرد علی بن مسہر رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۹ھ) سے فرمایا:

اذْهَبْ إلى أبي حنيفة حتى يَكْتُبَ لَنَا الْمَنَاسِكَ. (۱)

ترجمہ:- ابو حنیفہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ہمارے لئے حج کے مسائل پر کتاب لکھیں۔

۲- امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں کو کئی مرتبہ لکھا:

كتبت كتب أبي حنيفة غير مرة. (۲)

۳- امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں شام گیا تو امام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) سے میری ملاقات ہوئی، تو انہوں نے دورانِ ملاقات مجھ سے پوچھا: اے خراسانی! یہ کوفہ میں ابو حنیفہ بدعتی کون پیدا ہوا ہے؟ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو کوئی جواب دیئے بغیر اپنے گھر آ گیا:

فأقبلت على كتب أبي حنيفة، فأخرجت منها مسائل من جياد المسائل وبقيت في ذلك ثلاثة أيام، فجئت يوم الثالث وهو مؤذن

---

(۱) الانتقاء: ترجمة: نعمان بن ثابت، الأعمش، ص ۱۲۶

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار عبد الله بن المبارك، ص ۱۳۱

مسجدهم وإمامهم. والكتاب في يدي. فقال: أي شيء هذا الكتاب؟ فناولته فنظر في مسألة منها وقعت عليها قال النعمان: فما زال قائما بعد ما أذن حتى قرأ صدرا من الكتاب. ثم وضع الكتاب في كمه ثم أقام وصلى. ثم أخرج الكتاب حتى أتى عليها. فقال لي: يا خراساني! من النعمان بن ثابت هذا؟ قلت: شيخ لقيته بالعراق. فقال: هذا نبيل من المشايخ اذهب فاستكثر منه. قلت: هذا أبو حنيفة الذي نهيت عنه.(۱)

ترجمہ:- اور تین دن امام ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھتا رہا اور ان سے اچھے اچھے مسائل نکال کر جمع کر لیے، اور تیسرے دن امام اوزاعی کی مسجد میں جہاں وہ مؤذن اور امام تھے ان سے ملنے چلا گیا، انہوں نے جب میرے ہاتھ میں کتاب دیکھی تو فرمانے لگے: یہ کتاب کونسی ہے؟ میں نے وہ کتاب ان کو پکڑادی، انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا، دورانِ مطالعہ ان کی نظر ایک مسئلے پر پڑی جس پر میں نے لکھا ہوا تھا: قال النعمان: وہ اذان کے بعد کھڑے کھڑے ہی اس کتاب کو پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا ابتدائی حصّہ پڑھ لیا، پھر کتاب اپنی آستین میں رکھ لی اور نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر کتاب کا بقیہ حصّہ پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ پوری کتاب پڑھ لی، پھر مجھ سے فرمایا: اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون شخص ہے؟ میں نے جواب دیا: یہ ایک شیخ ہیں جن سے میں عراق میں ملا تھا! تو فرمانے لگے: یہ شخص تو کوئی بڑا معزز شیخ معلوم ہوتا ہے، تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو! اس پر میں نے کہا: یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن سے آپ نے مجھے منع فرمایا تھا۔

اس کے بعد حج کے موقع پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کی مکہ مکرمہ میں

(۱) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۳۸

ملاقات ہوئی اور پھر ان کے آپس میں متعدد اجتماعات ہوئے، میں نے دیکھا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان مسائل میں بحث کررہے تھے جو میری تحریر میں انہوں نے پڑھے تھے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میری تحریر سے بھی اچھی طرح ان مسائل کی وضاحت کررہے تھے، جب دونوں جدا ہوئے تو اس کے بعد میں امام اوزاعی رحمہ اللہ سے ملا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

غبطت الرجل بكثرة علمه ووفور عقله واستغفر الله لقد كنت في غلط ظاهر، الزم الرجل فانه بخالف ما بلغني عنه۔ [1]

ترجمہ:- مجھے ابوحنیفہ پر ان کی کثرتِ علم اور وفورِ عقل پر رشک آیا ہے، میں اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ میں کھلی غلطی میں تھا، تم ان کو لازم پکڑو! مجھے ان کے بارے میں جو خبر ملی تھی وہ اصل حقیقت کے بالکل خلاف تھی۔

۴- امام عبداللہ بن غانم افریقی مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۰ھ) ان کے علمی مقام ومرتبے کا اظہار قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۴ھ) ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كان من أهل العلم والدين والفضل والورع والتواضع والفصاحة والجزالة۔

امام سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابنِ غانم رحمہ اللہ ہر جمعہ کے دن ہمیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھ کر سناتے تھے:

كان ابن غانم يقرئنا كتب أبي حنيفة في الجمعة يومًا۔ [2]

۵- امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

من لم ينظر في كتب أبي حنيفة لم يتبحر في الفقه [3]

ترجمہ:- جو شخص امام ابوحنیفہ کی کتابیں نہیں دیکھے گا، اس کو فقہ میں تبحر حاصل نہیں ہوگا۔

۶- حافظ الحدیث امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) سے ان کے شاگرد مستملی

---

(۱) عقود الجمان: الباب العاشر، ص ۱۹۲

(۲) ترتيب المدارك: ترجمة: عبدالله بن غانم، ج ۳ ص ۶۷

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روى عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۷

نے پوچھا کہ آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی کتابوں کو دیکھنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

انظروا فيها إن كنتم تريدون أن تفقهوا فإني ما رأيت أحدا من الفقهاء يكره النظر في قوله ولقد احتال الثوري في كتاب الرهن حتى نسخه۔[1]

ترجمہ:- اگر تم لوگ فقیہ بننا چاہتے ہو تو پھر امام ابوحنیفہ کی کُتب کو اپنے مدنظر رکھو، اس لئے کہ میں نے فقہاء میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو ان کے قول کو دیکھنا ناپسند کرتا ہو، امام سفیان ثوری نے تو حیلے سے ان کی کتاب الرہن لے کر نقل کی ہے۔

۷- امام المغازی امام واقدی (متوفی ۲۰۷ھ) فرماتے ہیں:

كتبت كتب أبي حنيفة رضي الله عنه عن حاتم بن إسمعيل عنه۔[2]

ترجمہ:- میں نے امام ابوحنیفہ کی کتابیں حاتم بن اسماعیل سے اور انہوں نے خود امام ابوحنیفہ سے لکھی تھیں۔

۸- امام عبداللہ بن داود رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) فرماتے ہیں:

من أراد أن يعلم لذة الفقه فلينظر في كتب أبي حنيفة۔[3]

ترجمہ:- جو شخص چاہتا ہے کہ وہ فقہ کی لذت کو پائے تو اسے چاہئے کہ وہ امام ابوحنیفہ کی کتابوں میں غور وفکر کرے۔

۹- علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) امام اسد بن فرات رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۴۲

(۲) الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ترجمة: حاتم بن اسماعيل، ج ۱ ص ۱۸۱

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روى عن أعلام المسلمين وأئمتهم في فضل أبي حنيفة، ص ۸۵

إنه لما قدم مصر من الكوفة جاء إلى ابن وهب فقال له: هذه كتب أبي حنيفة۔ (1)

ترجمہ:-اسد بن فرات جب کوفہ سے مصر آئے تو ابنِ وہب کے پاس گئے اور ان سے کہا: یہ امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں۔

۱۰-مشہور محدث امام ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أول من كتب كتب أبي حنيفة أسد بن عمرو۔ (2)

ترجمہ: سب سے پہلے امام ابوحنیفہ کی کتابیں امام اسد بن عمرو نے لکھی تھیں۔

۱۱-امام الجرح والتعدیل امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ثقہ آدمی نے اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ کرخ مقام پر اترے تو دیکھا کہ ایک شیخ طلبہ حدیث کو (احادیث اور فقہی مسائل) املا کروا رہے تھے، تو جب میں ان کے قریب گیا تو دیکھا کہ ان کی گود میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جس سے وہ انہیں املا کروا رہے تھے:

فإذا في حجره كتاب من كتب أبي حنيفة، وهو يملي عليهم۔ (3)

۱۲-سید الحفاظ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) جن کے متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) نقل کرتے ہیں کہ انہیں سات لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں:

كان يحفظ سبعمائة ألف حديث.

انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں چالیس دن میں حفظ کیں:

حفظ كتب أبي حنيفة في أربعين يوما۔ (4)

۱۳-امام ابویعلیٰ خلیلی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے امام طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ) کے بارے میں لکھا کہ محمد بن احمد شروطی رحمہ اللہ نے امام طحاوی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں امام مزنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) جو امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) کے خاص شاگرد ہیں،

(1) تاريخ الإسلام: ترجمة: أسد بن فرات، ج۱۵ ص۳۹

(2) الجواهر المضية: ترجمة: أسد بن عمرو بن عامر، ج۱ ص۱۴۰

(3) تاريخ بغداد: ترجمة: سليمان بن عمرو بن عبد الله، ج۹ ص۲۰

(4) مغاني الأخيار: ترجمة: عبيد الله بن عبد الكريم أبو زرعة الرازي، ج۲ ص۲۷۸

ان کا مذہب چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب کیوں اختیار کیا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

لِأَنِّي كُنْتُ أَرَى خَالِي يُدِيمُ النَّظَرَ فِي كُتُبِ أَبِي حَنِيفَةَ فَلِذَلِكَ انْتَقَلْتُ إِلَيْهِ. (۱)

ترجمہ:- اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں اپنے ماموں کو ہمیشہ امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا، اس لئے میں نے بھی امام ابوحنیفہ کا مذہب اختیار کرلیا۔

امام ابنِ خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) نے بھی امام طحاوی رحمہ اللہ کے ترجمے میں یہ بات نقل کی ہے۔ (۲)

علامہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ) نے بھی تین سو اکیس ہجری (۳۲۱ھ) کے حالات کے تحت امام طحاوی رحمہ اللہ کے ترجمے میں اس بات کو نقل کیا ہے۔ (۳)

۱۴- قاضی امام ابو عاصم محمد بن احمد عامری رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۵ھ) فرماتے ہیں:

لو فقدت كتب أبي حنيفة رحمه الله لأمليها من نفسي حفظا. (۴)

ترجمہ:- اگر امام ابوحنیفہ کی کتابیں نایاب بھی ہوجائیں تو میں ان کو اپنے حافظے سے لکھوا سکتا ہوں۔

۱۵- امام امیر ابنِ ماکولا رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۵ھ) احمد بن اسماعیل ابواحمد مقری الصرام کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

وسمع كتب أبي حنيفة وأبي يوسف من أحمد بن نصر عن أبي سليمان الجوزجاني عن محمد. (۵)

---

(۱) الإرشاد في معرفة علماء الحديث: ترجمة: أبو إبراهيم إسماعيل بن يحيى المزني، ج۱ ص ۴۳۱

(۲) وفيات الأعيان: ترجمة: الطحاوي، ج۱ ص ۷۱

(۳) مرآة الجنان: سنة إحدى وعشرين وثلاث مائة، ج۲ ص ۲۱۱

(۴) الأنساب للسمعاني: باب العين والألف العامري، ج۹ ص ۱۵۹

(۵) الإكمال في رفع الارتياب: ترجمة: أحمد بن إسماعيل الصرام، باب قيل وقيل وقتل، ج۷ ص ۶۱

ترجمہ:- انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی کتابوں کو امام احمد بن نصر سے، انہوں نے امام ابو سلیمان جوزجانی سے، اور انہوں نے امام محمد بن حسن سے سنا تھا۔

۱۶- امام ابو الحسین یحییٰ بن سالم یمنی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۵۵۸ھ) نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کُتب کا تذکرہ کیا ہے:

یجوز أن تباع منهم کتب أبي حنیفة.[1]

۱۷- اسی طرح فرائض اور شروط جیسے موضوعات پر بھی آپ ہی نے سب سے پہلے قلم اُٹھایا، جیسا کہ امام احمد بن ابراہیم المعروف سبط ابن العجمی اور امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے لکھا ہے:

النعمان بن ثابت الإمام أبو حنیفة أوّل من وضع کتاب الفرائض وکتاب الشروط.[2]

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے ہی سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تصنیف کیں۔

۱۸- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے فقہ میں کُتب تصنیف کرنے کا شرف حاصل کیا، چنانچہ امام محمد بن عبد الرحمن ابن الغزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۷ھ) آپ کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

وهو أوّل من صنف في الفقه والرأی.[3]

ترجمہ:- امام ابو حنیفہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے فقہ اور رائے میں کُتب تصنیف کیں۔

---

(۱) البیان في مذهب الإمام الشافعي: کتاب البیوع، باب من نهی عنه من بیع الغرر، ج ۵ ص ۱۳۲

(۲) کنوز الذهب في تاریخ حلب: حرف النون، النعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۹۱/ عقود الجمان: الباب التاسع، ص ۱۸۴

(۳) دیوان الإسلام: حرف الحاء، الفصل الثالث في الکنی، ج ۲ ص ۱۵۴

بیس اکابر اہلِ علم کی تصریحات کہ "فقہِ اکبر" امام ابوحنیفہ کی تصنیف ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عقائد پر اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الفقه الأكبر" تصنیف کی، آپ سے اس کتاب کو روایت کرنے والے ابومطیع بلخی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹ھ) ہیں۔

۱- مشہور مؤرخ علامہ ابنِ ندیم (متوفی ۴۳۸ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں ذکر کی ہیں:

۱- الفقه الأكبر، ۲- رسالة إلى البتي، ۳- العالم والمتعلم، ۴- الرد على القدرية۔

اور ساتھ یہ بھی لکھا:

العلم برا وبحرا شرقا وغربا بعدا وقربا تدوينه رضي الله عنه.[1]

ترجمہ:- بر و بحر (خشکی اور تری) مشرق و مغرب اور دُور و نزدیک میں جو علم ہے وہ امام ابوحنیفہ کا مدوّن کردہ ہے۔

۲- علامہ ابوالمظفر اسفرائینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۱ھ) نے بھی قابلِ اعتماد اور صحیح سند کے ساتھ "فقہِ اکبر" کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کی ہے:

الْفِقْهُ الْأَكْبَرُ الَّذِي أَخْبَرَنَا بِهِ الثِّقَةُ بِطَرِيقٍ مُعْتَمَدٍ وَإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ نصير بن يحيى عن أبي مُطِيع عن أبي حنيفة.[2]

۳- شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) بڑے وثوق کے ساتھ "فقہِ اکبر" کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے:

---

(۱) الفهرست: الفن الثاني في أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ج۱ ص ۲۵۱

(۲) التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين: الفرقة السابعة عشرة، ج۱ ص ۱۸۳

فَإِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ مِنَ الْمُقِرِّينَ بِالْقَدَرِ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِهِ وَبِمَذْهَبِهِ، وَكَلَامُهُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْقَدَرِيَّةِ مَعْرُوفٌ فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ (۱)

نیز علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب "مجموع الفتاوىٰ" میں بھی صراحتاً "فقہ اکبر" کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ (۲)

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "درء تعارض العقل والنقل" میں بھی صریح الفاظ کے ساتھ "فقہ اکبر" کا انتساب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں:

قال أبو حنيفة في كتاب الفقه الأكبر. (۳)

۴- امام ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم کنانی حموی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ جلیل القدر تابعی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں:

وَقَالَ التَّابِعِيُّ الْجَلِيلُ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ. (۴)

۵- علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے بھی "فقہ اکبر" کو امام صاحب کی تصنیف قرار دیتے ہوئے کہا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تقدیر کا اقرار کرنے والے ہیں، اور آپ نے "فقہ اکبر" میں منکرین تقدیر کی تردید کی ہے:

فإن أبا حنيفة مقرٌّ بِالْقدرِ وَقد رَدَّ عَلَى الْقَدَرِيَّةِ فِي الفقه الأكبر. (۵)

۶- علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) ابومطیع بلخی رحمہ اللہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے "الفقه الأكبر" کی روایت کی ہے:

---

(۱) منهاج السنة النبوية: الفصل الثاني فصل من كلام الرافضي عن مقالة أهل السنة في القدر، ج ۳ ص ۳۹

(۲) دیکھئے مجموع الفتاوىٰ، الأسماء والصفات، رد ابن الماجشون على الجهمية، ج ۵ ص ۴۶

(۳) درء تعارض العقل والنقل: الوجه الثالث والأربعون كلام أبي حنيفة في كتاب الفقه الأكبر، ج ۶ ص ۲۶۳

(۴) إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل: قول السلف في الصفات، ج ص ۴۱

(۵) المنتقى من منهاج الاعتدال، الفصل الثاني في المذهب الواجب الاتباع، ج ۱ ص ۱۳۷

أبو مُطِيع البَلْخي رَاوِي كتاب الفِقه الأكبر عن الإمام أبي حنيفة [۱]

۷- علامہ ابن ابی العز دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۲ھ) اپنی معروف کتاب "شرح العقيدة الطحاوية" میں متعدد مقامات پر صراحت کے ساتھ "فقہ اکبر" کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں:

فَمِنْ كَلَامِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ. [۲]

وَكَذٰلِكَ ظَاهِرُ كَلَامِ الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ. [۳]

كَمَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ. [۴]

چونکہ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ کی یہ شرح غیر مقلدین کے ہاں بھی معروف ومشہور ہے، "جامعہ ستاریہ اسلامیہ، کراچی" نے بھی اس شرح کے تین ایڈیشن چھاپ دیے ہیں، تیسرا ایڈیشن ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء میں چھپا ہے، علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے اس شرح کی احادیث کی تخریج کی، اس کا ذکر ان کے شاگرد زہیر الشاویش نے ان الفاظ میں کیا ہے:

قد قام أستاذنا الجليل المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألباني بتخريج ما فيها من الأحاديث. [۵]

زہیر الشاویش نے اس شرح کی تعریف ان الفاظ میں کی:

وكان أحسن شروحها المعروفة هٰذا الشرح، وهو يمثل عقيدة السلف أحسن تمثيل والمؤلف يكثر من النقل عن كتب شيخ الإسلام ابن تيمية وتلميذه ابن القيم من غير إحالة عليها. [۶]

۸- امام کردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) الجواهر المضية: ترجمة: أبو مطيع البلخي، ج ۲ ص ۲۶۵

(۲) شرح العقيدة الطحاوية: الرد على المشبهه، ص ۸۵

(۳) شرح العقيدة الطحاوية: اتفاق أهل السنة والجماعة أن كلام الله غير مخلوق، ص ۱۸۶

(۴) شرح العقيدة الطحاوية: كلام الله محفوظ في الصدور، ص ۱۹۰

(۵، ۶) شرح العقيدة الطحاوية: مقدمة الناشر، ص ۹

قَالَ الکردری: فَإِن قلت لَيْسَ لأبي حنيفة كتاب مُصنف قلت هٰذَا كَلَام الْمُعْتَزلَة ودعواهم أنه لَيْسَ لَهُ في علم الْكَلَام تصنيف وغرضهم بذلك نفي أن يكون الْفِقْه الأكبر وَكتاب العَالم والمتعلم لَهُ لِأَنَّهُ صرح فِيهِ بِأَكْثَر قوَاعِد أهل السّنة وَالْجَمَاعَة ودعواهم أنه كَانَ من الْمُعْتَزلَة وَذَلِك الكتاب لأبي حنيفة البُخَارِيّ وَهذا غلط صَرِيح فَإِنِّي رَأَيْت بِخَط الْعَلامَة مَوْلَانَا شمس الْملَّة وَالدّين الكردري البزاتقني الْعِمَادِيّ هذَيْن الْكِتَابَيْنِ وَكتب فيهمَا أَنَّهُمَا لأبي حنيفَة وَقَالَ تواطأ على ذَلِك جمَاعَة كَثِيرَة من الْمَشَايخ.(۱)

ترجمہ:- اگر آپ یہ کہو کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف نہیں ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات معتزلہ نے کہی ہے، اوران کا دعویٰ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں ہے، اور اس سے معتزلہ کی غرض یہ ہے کہ تا کہ ”الفقه الأكبر“ اور ”العالم والمتعلم“ کی امام صاحب سے نفی کی جائے، اس لئے اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے اکثر قواعد ذکر کئے ہیں، تو اب معتزلہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتاب ابوحنیفہ بخاری کی تصنیف ہے، یہ بات صریح طور پر غلط ہے، میں نے دین اور ملت کی روشنی و چراغ علامہ کردری عمادی کی ان دونوں (الفقه الأكبر، العالم والمتعلم) کتابوں پر ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط دیکھا جس پر انہوں نے لکھا تھا کہ یہ دونوں امام ابوحنیفہ کی ہیں، اور کہا کہ مشائخ میں سے ایک بڑی جماعت نے اس بات کی موافقت کی ہے۔

اس واضح حوالے سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس کتاب کی امام صاحب سے نفی کرنے والے معتزلہ ہیں، چونکہ اس کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد ذکر کئے تھے، اور فرق باطلہ خصوصاً معتزلہ اور دیگر فرقوں کی تردید کی تھی تو اس بنیاد پر باطل فرقوں نے اس بات کا پروپیگنڈا کیا کہ یہ امام صاحب کی تصنیف نہیں ہے۔

---

(۱) الجواهر المضية: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۴۶۱

۹- حافظ ابن ناصر الدین دمشقی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۲ھ) نے ابو مالک نصران بن نصر الختلی کے ترجمے میں تصریح کی ہے:

روى الفِقه الأكبر لأبي حنيفَة عَن عَلي بن الحسن الغزال وَعنهُ أَبُو عبدالله الحُسَيْن الكاشغري (۱)

ترجمہ:- انہوں نے "الفقہ الأکبر" جو امام ابوحنیفہ کی تصنیف ہے، اس کو علی بن الحسن الغزال سے روایت کیا، اور انہوں نے یہ کتاب ابو عبداللہ الحسین الکاشغری سے روایت کی۔

۱۰- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) ابو مالک نصران بن نصر الختلی رحمہ اللہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں کہ:

روى الفقه الأكبر لأبي حنيفة، عن علي بن الحسن الغَزَّال، وعنه أبو عبدالله الحُسين الكاشغري. (۲)

ترجمہ:- انہوں نے فقہ اکبر جو امام ابوحنیفہ کی تصنیف ہے، اس کو علی بن الحسن الغزالی سے روایت کیا ہے، اور ان سے یہ کتاب ابو عبداللہ الحسین الکاشغری روایت کرتے ہیں۔

۱۱- علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ) فرماتے ہیں:

أبو مطيع البلخي راوي كتاب الفقه الأكبر عن أبي حنيفة. (۳)

۱۲- محدث کبیر ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) بڑے وثوق کے ساتھ دوٹوک الفاظ میں فقہ اکبر کو امام صاحب کی تصنیف قرار دیتے ہیں:

قد قَالَ الإِمَام الأَعْظَم والهمام الأقدم فِي كِتَابه الْمُعْتَبر الْمعبر بِالْفِقْهِ الأَكْبَر. (۴)

(۱) توضیح المشتبہ: حرف الجیم، ج ۲ ص ۲۰۷

(۲) تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ: حرف الجیم، ج ص ۲۹۸

(۳) تاج التراجم: ذکر من اشتہر بالکنیۃ، ج ۲ ص ۱۳۹

(۴) أدلة معتقد أبي حنيفة في أبوي الرسول: ص ۶۲

۱۳-علامہ مرعی بن یوسف بن ابی بکر المقدسی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۳ھ) نے بڑی صراحت کے ساتھ فرمایا کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے:

الفقه الأكبر في العقائد تصنيف الإمام أبي حنيفة.[1]

۱۴-علامہ نجم الدین الغزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۱ھ) نے محمد بن بہاء الدین رحمہ اللہ کے ترجمے میں ذکر کیا کہ انہوں نے "الفقه الأكبر" جو امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہے اس کی شرح لکھی ہے:

وشرح الفقه الأكبر للإمام الأعظم أبي حنيفة [2]

۱۵-علامہ شمس الدین ابوالمعالی محمد بن عبدالرحمن الغزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۷ھ) نے ابن ابیاض احمد بن حسن رومی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۹۸ھ) کے حالات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی "فقہ اکبر" کی شرح کا بھی تذکرہ کیا ہے:

شرح على الفقه الأكبر لأبي حنيفة رضي الله عنه [3]

۱۶-علامہ شمس الدین سفارینی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸۸ھ) صراحتاً "فقہ اکبر" کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي كِتَابِ الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ.[4]

۱۷-امام ابوالفضل محمد خلیل بن علی الحسینی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۶ھ) الیاس کروری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۰ھ) کے ترجمے میں ان کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے "فقہِ اکبر" جو امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اس پر حاشیہ لکھا:

---

(۱) أقاويل الثقات في تأويل الأسماء والصفات: مقدمة: ج ۱ ص ۶۳

(۲) الكواكب السائرة بأعيان المائة العاشرة: ترجمة: محمد بن بهاء الدين، ج ۲ ص ۲۹

(۳) ديوان الإسلام: حرف الباء، الفصل الخامس في الأبناء، ج ۱ ص ۳۵۱

(۴) لوامع الأنوار البهية: الباب الاول في معرفة الله تعالى وتعداد الصفات، صفات الله تعالى قديمة، ج ۱ ص ۲۶۲

حاشية على الفقه الأكبر للأمام الأعظم أبي حنيفة النعمان رضي الله عنه۔[۱]

اسی طرح انہوں نے امام علی العمری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۴۷ھ) کے ترجمے میں ذکر کیا کہ انہوں نے "الفقه الأكبر" جو امام اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، اس کی شرح لکھی ہے:

وشرح الفقه الأكبر للإمام الأعظم۔[۲]

۱۸- علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے صاحبزادے علامہ نعمان بن محمود بن عبداللہ آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے "فقہ اکبر" میں فرمایا:

وقال إمامنا الأعظم في الفقه الأكبر۔[۳]

۱۹- امام محمد بن حسین بن سلیمان بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ "فقہ اکبر" جو مشہور معروف کتاب ہے، اس کی نسبت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف دُرست ہے، اس بات پر امام صاحب کے اصحاب میں سے متقدمین اور متاخرین کی شہادتیں موجود ہیں، متقدمین میں سے اس کتاب کی شرح امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ، اور متاخرین میں مُلا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی شرح لکھی ہے، اور یہ دونوں شرحیں ہندوستان میں چھپ چکی ہیں:

قلتُ: وهذا كتاب الفقه الأكبر معروف مشهور، صحت نسبته لأبي حنيفة بشهادة المتقدمين والمتأخرين من أصحابه فممن شرحه من المتقدمين: الإمام أبو منصور الماتريدي، ومن المتأخرين: الشيخ علي بن سلطان القاري، والشرحان مطبوعان بالهند۔[۴]

۲۰- عمر رضا کحالہ دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۰۸ھ) نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں آپ کی تصانیف میں سب سے پہلے "فقہ اکبر" کا ذکر کیا:

---

(۱) سلك الدرر في أعيان القرن الثاني عشر: ترجمة: إلياس كوردي، ج ۱ ص ۲۷۳

(۲) سلك الدرر: ترجمة: علي العمري، ج ۳ ص ۲۳۱

(۳) جلاء العينين في محاكمة الأحمدين، الفصل الرابع، التقليد في أصول الدين، ج ۱ ص ۲۱۲

(۴) الكشف المبدي تمويه أبي الحسن السبكي: الأسماء والصفات قول أبي حنيفة، ج ۱ ص ۲۱۹

آثار: الفقه الأكبر في الكلام۔ (۱)

مشہور غیر مقلدین علماء نے ”فقہ اکبر“ کو امام ابوحنیفہ کی تصنیف قرار دیا

مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ”فقہ اکبر“ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اسی سے آں جناب کو قائلینِ تقدیر میں شمار کرتے ہیں۔ (۲)

نیز سیالکوٹی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ”منهاج السنة“ میں ”فقہ اکبر“ کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ پس مولانا شبلی مرحوم کے اِنکار کی بنا پر اسے معرضِ بحث میں لانے کی ضرورت نہیں۔ (۳)

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ بھی ”فقہ اکبر“ کو بالجزم امامِ اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ (۴)

مولانا وحید الزمان غیر مقلد مترجم صحاح ستہ نے بھی ”فقہ اکبر“ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ لفظ ”وجہ“ کی تعریف کرتے ہوئے اِرقام فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ”فقہ اکبر“ میں فرماتے ہیں کہ وجہ کے معنی ذات کے نہ لئے جائیں۔ (۵)

مولانا عبداللہ معمار امرتسری رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی ”فقہ اکبر“ کو امامِ اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (۶)

ملحوظ رہے کہ جس طرح فقہِ حنفی میں درج شدہ مسائل کا اصل ماخذ امامِ اعظم

---

(۱) معجم المؤلفين: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۱۰۳

(۲) تاریخ اہلِ حدیث، ص ۴۷

(۳) تاریخ اہلِ حدیث، ص ۸۹

(۴) فتاوی نذیریہ، ج ۱ ص ۳۲۳

(۵) لغات الحدیث، ج ۴، ص ۴۲

(۶) محمدیہ پاکٹ بک، ص ۵۷۰

رحمہ اللہ کی فقہی تصانیف ہیں، اسی طرح عقائد وکلام کے نامور امام علامہ ابو منصور محمد ماتریدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۳ھ) کی عقائد میں لکھی ہوئی تصنیف کا اصل ماخذ امام اعظم رحمہ اللہ کی عقائد سے متعلق لکھی ہوئی کتب "فقہ اکبر" وغیرہ ہیں، جیسا کہ مشہور غیر مقلد عالم وادیب مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے "ماتریدیہ" کے تعارف میں لکھا ہے:

بات یہ ہے کہ جہاں تک حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی ژرف نگاہیوں کا تعلق ہے، ان کو تو فقہائے عراق وشام نے خوب نکھارا اور تفریع ومسائل کے ذریعے اچھی طرح مالا مال کیا، مگر ان کے ان متکلمانہ رُجحانات کی تشریح کرنا اور ان پر ایک مستقل متکلمانہ مدرسۂ فکر کی بنیاد رکھنا ابھی باقی تھا جو "رسائل ابی حنیفہ" (فقہ اکبر وغیرہ۔ ناقل) میں مذکور تھے، اس کام کو فقہائے ماوراء النہر نے خوش اُسلوبی سے انجام دیا۔[1]

بیس اکابر اہلِ علم جنہوں نے اِمام ابو حنیفہ کے مناقب میں جرح کا کوئی جملہ نقل نہیں کیا

بیس اکابر اہلِ علم جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ترجمہ نقل کیا ہے، سب نے آپ کے مناقب ومحامد، آپ کے اساتذہ وتلامذہ، حالاتِ زندگی، ذریعۂ معاش، آپ کی جود وسخاوت، اِخلاص وللہیت، خوفِ آخرت وتقویٰ، کثرتِ عبادت، آپ کی فقہی مہارت، خداداد صلاحیتوں کا تذکرہ، اکابر اہلِ علم کے آپ کے متعلق توثیقی وتوصیفی اقوال، آپ کے ملفوظات، اور آپ کے متعلق گراں قدر معلومات، مندرجہ ذیل حضرات میں سے کسی نے بھی اِمام صاحب کے مناقب میں کوئی ایک جملہ بھی جرح کا نقل نہیں کیا، کسی نے مختصر اور کسی نے تفصیلی آپ کی سوانح ذکر کی ہے۔

۱- امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ عجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے آپ کا تذکرہ اپنی کتاب "الثقات" میں کیا۔[2]

۲- علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے فقہائے ثلاثہ یعنی اِمام ابو حنیفہ، اِمام

---

(۱) عقلیات ابن تیمیہ: ص ۱۱۴

(۲) دیکھیے: الثقات، ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ص ۴۵۰، رقم الترجمۃ: ۱۶۹۴

مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے مناقب پر مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہے: ''الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء'' یہ کتاب ''دار الکتب العلمیة'' سے اور پاکستان میں ''المکتبة الغفوریة العاصمیة'' سے چھپی ہے، اس پاکستانی نسخے پر محقق العصر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) کے گراں قدر علمی وتحقیقی حواشی ہیں جس سے کتاب کی افادیت مزید بڑھ گئی، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے سرسٹھ (۶۷) اکابر محدثین، فقہاء اور اہلِ علم کے اسمائے گرامی ذکر کئے ہیں کہ یہ سب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مدح بیان کرتے ہیں:

كُلُّ هٰؤُلَاءِ أَثْنَوْا عَلَيْهِ وَمَدَحُوهُ بِأَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ.

شیخ عبدالفتاح رحمہ اللہ حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ سب وہ لوگ تھے جو اپنے وقت کے محدث، حفاظِ حدیث، چوٹی کے علماء تھے، بعض وہ بھی ہیں جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ ہیں، امام بخاری، امام مسلم رحمہ اللہ کے شیوخ نے بھی آپ کی مدح کی ہے، اوران میں وقت کے بڑے اتقیاء، ناقدینِ فن بھی شامل ہیں، اوران میں فقہاء، صلحاء، عابدین اور عقلاء کی بھی ایک بڑی جماعت ہے، انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عبادت گزاری، تقویٰ، فقاہت، علم وفراست، جلالتِ شان، آپ کی امامت وثقاہت، جود وسخاوت، اخلاص وللّٰہیت اور خوفِ آخرت کی سب نے گواہی دی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ثقاہت وعدالت پر ستر (۷۰) اہلِ علم کی شہادتیں موجود ہیں، اگر ان میں کوئی ایک بھی کسی کی توثیق ذکر کردے تو وہ حجت ہے، لیکن تعصب کا اندازہ کریں کہ اتنی بڑی جماعت کی گواہی کو رد کردیا جاتا ہے، تواتر کے لئے زیادہ سے زیادہ جو تعداد ذکر کی گئی ہے وہ ستر ہے، امامِ اعظم رحمہ اللہ کی مدح کرنے والوں کی تعداد تواتر کو پہنچتی ہے، اس لئے شیخ عبدالفتاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أكثر ما حدد به العلماء التواتر عددا سبعون، فقد بلغ الثناء على الإمام أبي حنيفة حد التواتر.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

---

(۱) الانتقاء ص ۲۳۱، ۲۳۲

مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ! وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ! قَالَ عُمَرُ: فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي، مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرٌ فَقُلْتَ: وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ وَمُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرٌّ، فَقُلْتَ: وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ. (۱)

ترجمہ:- صحابہ کے سامنے ایک جنازہ گزرا تو صحابہ کرام نے اس میت کی تعریف کی، اور بھلائی کے ساتھ اس کا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: وجبت، وجبت، وجبت! اتنے میں ایک اور جنازہ گزرا تو حاضرینِ مجلس نے اس کا تذکرہ برے الفاظ میں کیا کہ اچھا ہے کہ یہ شخص دُنیا سے چلا گیا کہ ایک برا شخص تھا جس سے لوگوں کی جان چھوٹی، آپ نے پھر تین مرتبہ فرمایا: وجبت، وجبت، وجبت! حضرت عمر نے پوچھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جب پہلا جنازہ گزرا اور اس کی مدح وثنا کی گئی تو آپ نے فرمایا: وجبت، اور ایک برے آدمی کا جنازہ گزرا تب بھی آپ نے وجبت فرمایا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا ذکر تم بھلائی کے ساتھ کرو تو اس پر جنّت واجب ہوگئی، اور جس کا ذکر تم برائی کے ساتھ کرو تو اس پر جہنّم واجب ہوگئی۔ پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا: تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو!

اسی طرح علماء زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ۶۷ اسماء ذکر کئے، شیخ عبدالفتاح رحمہ اللہ تین کا اضافہ کرکے ۷۰ ذکر کئے، اور بندے نے ۱۰۰ علماء کے امام صاحب کے متعلق توصیفی اقوال نقل کئے:

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الکسوف، باب فیمن یثنی علیه خیرا أو شرا من الموتی، ج ۲ ص ۶۵۵، رقم الحدیث: ۹۴۹

فهؤلاء العلماء شهداء الله في الأرض.

ایک معتدل مزاج شخص کے لئے اس قدر شہادتیں کافی ہیں۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ حسد کیا جاتا تھا، اور آپ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کی جاتی ہے جو آپ میں نہیں تھیں، اور ناشائستہ اُمور کی تہمت آپ پر لگائی جاتی، حالانکہ آپ کی تعریف وستائش علماء کی ایک جماعت نے کی ہے، اور وہ آپ کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں:

أَيْضًا مَعَ هٰذَا يُحْسَدُ وَيُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا لَيْسَ فِيْهِ وَيُخْتَلَقُ عَلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِهٖ وَقَدْ أَثْنٰى عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَفَضَّلُوْهُ. [1]

امام ابنِ عبد البر رحمہ اللہ اپنی اس مذکورہ کتاب (ص ۱۰۸۲) میں امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاذ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ توثیقی جملہ نقل کرتے ہیں:

وَهُوَ ثِقَةٌ لَا بَأْسَ بِهٖ.

۳-علامہ ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۶ھ) نے "طبقات الفقہاء" میں آپ کا ترجمہ لکھا، آپ کی فقاہت کے متعلق اہلِ علم کے گراں قدر اقوال نقل کیے۔ [2]

۴- امام ابوسعد عبد الکریم سمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے "الخزاز" کے تحت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں علم میں تبحر حاصل تھا، معانی کی گہرائیوں میں غوطہ زن تھے، آپ ریشم کا کاروبار کرتے تھے، اور اس سے اپنے لئے رزقِ حلال تلاش کرتے تھے:

فأما من أهل الكوفة أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي مع تبحره في العلم وغوصه على دقائق المعاني وخفيها كان يبيع الخز ويأكل منه طلبا للحلال. [3]

انہوں نے کوئی جملہ جرح کا نقل نہیں کیا۔

---

(۱) جامع البیان وفضله: باب ما جاء في ذم القول في دين الله، ج ۲ ص ۱۰۸۰، رقم: ۲۰۰۵

(۲) دیکھئے: طبقات الفقهاء: ذكر فقهاء التابعين بالكوفة، ترجمة: أبو حنيفة، ج ۱ ص ۸۶، ۸۷

(۳) الأنساب، باب الخاء والزاي، الخزاز، ج ۵ ص ۱۱۱

۵-شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے سات صفحات پر مشتمل آپ کا مبسوط تذکرہ کیا، اور کوئی جملہ جرح کا نقل نہیں کیا۔[۱]

۶-علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) نے دس صفحات پر مشتمل آپ کا تفصیلی ترجمہ لکھا، اور کوئی بات جس میں آپ کے ضعف کی طرف ادنیٰ اشارہ ہو وہ بھی نقل نہیں کی۔[۲]

۷-امام محمد بن یوسف جندی یمنی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۲ھ) نے آپ کا مختصر ترجمہ نقل کیا، اور اہلِ علم کی آپ کے متعلق آراء نقل کیں۔[۳]

۸-امام محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) کی تصانیف میں زیادہ مشہور ''مشکوٰۃ المصابیح'' ہے، جو کہ حدیث کی نہایت مقبول ومتداول کتاب ہے، اور درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے، انہوں نے رجالِ مشکوٰۃ پر ایک کتاب تصنیف کی، جس کا نام ہے: ''الإکمال فی أسماء الرجال'' جو کہ مشکوٰۃ کے آخر میں طبع ہے، اس کتاب میں انہوں نے امام صاحب کا ترجمہ لکھا، حالانکہ مشکوٰۃ میں آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں، لیکن آپ کے تذکرے میں فضائل ومناقب بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

> فانه كان عالماً، عاملاً، ورعاً، زاهداً، عابداً، إماماً فی علوم الشريعة، والغرض بإيراد ذكره فی هذا الكتاب، وإن لم نرو عنه حديثاً فی المشكاة للتبرك به للعلو مرتبته ووفور علمه.[۴]

> ترجمہ:- امام ابوحنیفہ عالم، باعمل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علومِ شریعت کے امام تھے، اگرچہ ہم نے مشکوٰۃ میں آپ کی کوئی حدیث نقل نہیں کی، لیکن اس کتاب میں ہم آپ کا تذکرہ اس لئے کر رہے ہیں تاکہ آپ سے تبرک حاصل کیا جائے، کیونکہ آپ عالی المرتبت اور کثیر علم والے تھے۔

۹-امام محمد بن احمد بن عبدالہادی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۴ھ) نے ائمۂ اربعہ کے مناقب میں

---

(۱) دیکھئے: تهذيب الأسماء واللغات: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۲ص۲۱۶تا۲۲۳

(۲) دیکھئے: وفيات الأعيان: ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج۵ص۴۰۵تا۴۱۵

(۳) دیکھئے: السلوك فی طبقات العلماء والملوك: جماعة من أعيان العلماء، ج۱ص۱۳۱، ۱۳۲

(۴) الإكمال فی أسماء الرجال: الباب الثانی فی ذكر أئمة أصحاب الأصول، ص۶۲۴، ناشر: قدیمی کتب خانہ

ایک عمدہ کتاب تصنیف کی، جس کا نام "مناقب الأئمة الأربعة" ہے، اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب کو سب سے پہلے لکھا اور آپ کے تعارف کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا:

أحد الأئمة الأعلام، فقيه العراق، پھر تفصیل کے ساتھ آپ کے مناقب بیان کئے، لیکن کوئی جملہ بھی جرح کا نقل نہیں کیا۔ نیز انہوں نے محدثین وحفاظِ حدیث کے حالات پر مشتمل ایک کتاب "طبقات علماء الحديث" کے نام سے تصنیف کی، اور اس میں بھی آپ کا بہترین ترجمہ لکھا، نیز آپ کے متعلق لکھا:

كان إماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، كبير الشان، لا يقبل جوائز السلطان بل يتجر ويكتسب.[١]

ترجمہ:- آپ امام، پارسا، عالم، عامل، عبادت گزار، اور بڑی شان والے تھے، آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنی تجارت کرکے روزی کماتے تھے۔

۱۰- علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۴ھ) نے پانچ صفحات پر مشتمل آپ کا مفصل تذکرہ کیا ہے، اہلِ علم کے توثیقی اقوال نقل کئے، کوئی جملہ جرح کا نقل نہیں کیا، بلکہ آپ پر "ولو قتله بابا قبيس" کے اعتبار سے جو نحوی اشکال ہے، اس کا بھی عمدہ جواب دیا، اور آپ کا مکمل دفاع کیا ہے۔[٢]

۱۱- مشہور مؤرخ علامہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ) نے "سنة خمسين مائة" کے ماتحت آپ کا ذکرِ خیر کیا، اور کوئی جملہ جرح کا نقل نہیں کیا۔[٣]

۱۲- حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

هُوَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ وَاسْمُهُ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ التَّيْمِيُّ مَوْلَاهُمُ الْكُوفِيُّ فَقِيهُ الْعِرَاقِ، وَأَحَدُ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ وَالسَّادَةِ الْأَعْلَامِ، وَأَحَدُ أَرْكَانِ الْعُلَمَاءِ، وَأَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ أَصْحَابِ الْمَذَاهِبِ المتبوعة، وَهُوَ

---

(١) طبقات علماء الحديث: ج١ص٢٦٠

(٢) دیکھئے: الوافي بالوفيات، ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج٢٧ص٨٩ تا ٩٥

(٣) دیکھئے: مرآة الجنان وعبرة اليقظان: سنة خمسين ومائة، ج١ص٢٤٢ تا ٢٤٥

أَقْدَمُهُمْ وَفَاةً لِأَنَّهُ أَدْرَكَ عَصْرَ الصَّحَابَةِ وَرَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ [1]

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے آپ کے مناقب میں ایک جملہ بھی جرح کا نقل نہیں کیا۔

۱۳- علامہ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ) نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات کے ساتھ کیا:

الإمام الأعظم والهمام الأقدم تاج الأئمة وسراج الأمة أبو حنيفة نعمان ابن ثابت.

آپ کی زندگی کے تمام مخفی گوشوں کا تذکرہ کیا، اور آپ کی مفصل سوانح ذکر کی۔ [2]

۱۴- علامہ ابنِ جزری رحمہ اللہ (متوفی ۸۳۳ھ) نے آپ کے ترجمے کا آغاز ان القابات سے کیا:

الإمام أبو حنيفة الكوفي فقيه العراق والمعظم في الآفاق.

مختصر الفاظ میں آپ کی جامع سوانح ذکر کی۔ [3]

۱۵- علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے آپ کی سوانح کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے دس فصلیں قائم کیں:

الفصل الأول في ميلاده ونسبه. الفصل الثاني في صفته. الفصل الثالث فيمن رأى أبو حنيفة من الصحابة. الفصل الرابع في ذكر بعض مشايخه. الفصل الخامس في ذكر من روى عنه الحديث. الفصل السادس فيمن اثنى عليه واعترف بفضله. الفصل السابع في فطنته وورعه. الفصل الثامن أن مذهبه أحق بالتقديم. الفصل التاسع في الخبر الذي ورد في حقه من طرق عديدة. الفصل العاشر في وفاته.

آپ کے حالات و مناقب کے لئے تفصیلاً ''مغاني الأخيار'' کا مطالعہ کریں۔ [4]

---

(۱) البداية والنهاية: سنة خمسين ومائة، ج ۱۰ ص ۱۱۴

(۲) دیکھئے: الجواهر المضية: ترجمة: الإمام الأعظم أبو حنيفة، ج ۲ ص ۳۵۱ تا ۳۵۶

(۳) دیکھئے: غاية النهاية في طبقات القراء: باب النون، النعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۳۴۲

(۴) مغاني الأخيار: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۳ ص ۱۲۰ تا ۱۳۲

۱۶- علامہ جمال الدین یوسف بن تغری رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۴ھ) نے "ما وقع من الحوادث سنة خمسين ومائة" کے تحت آپ کا مبسوط ترجمہ لکھا، آخر میں لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، اگر میں آپ کے کثرتِ علوم اور مناقب کو جمع کرنا شروع کروں تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں۔[1]

۱۷- علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے "طبقات الحفاظ" (جو امام ذہبی رحمہ اللہ کی "تذکرة الحفاظ" کا اختصار ہے، اور مزید کچھ اضافات ہیں، یہ کتاب محدثین کرام کے طبقات پر لکھی گئی ہے) امام سیوطی رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر محدثین میں کرتے ہوئے اس کتاب میں آپ کا ترجمہ ذکر کیا، اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا قول بھی نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں:

وَقَالَ ابن معين: كَانَ ثِقَة.

آپ کے متعلق مزید اہلِ علم کی آراء بھی نقل کیں لیکن ایک لفظ بھی جرح کا ذکر نہیں کیا۔[2]

۱۸- علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے اپنی معروف کتاب "سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا تذکرہ کرتے ہوئے ترپن (۵۳) نمبر باب میں نقل کیا کہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ آپ نے احادیث میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی رحمہم اللہ کے وجود کی طرف اشارہ کیا، پھر اس کے بعد انہوں نے وہ روایات اسناد کے ساتھ نقل بھی کی ہیں:

الباب الثالث والخمسون في إشارته صلى الله عليه وسلم إلى وجود الإمام أبي حنيفة والإمام مالك والإمام الشافعي رحمهم الله تعالى.

پھر آگے: "لو كان الإيمان عند الثريا" والی روایت کے مصداق کے متعلق فرماتے ہیں:

وما جزم به شيخنا من أن الإمام أبا حنيفة رضي الله عنه هو المراد من هذا الحديث السابق ظاهر لا شك فيه لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه.[3]

---

(۱) دیکھئے: النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة: ما وقع من الحوادث سنة خمسين ومائة، ج ۲ ص ۱۲، ۳

(۲) طبقات الحفاظ: الطبقة الخامسة، ترجمة: النعمان بن ثابت، ص ۸۰

(۳) سبل الهدى: أبواب معجزاته، الباب الثالث والخمسون، ج ۱۰ ص ۱۱۶

ترجمہ:- ہمارے شیخ (علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ) یقین کے ساتھ یہ بات فرماتے تھے کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں، اور اس بات میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ ابنائے فارس میں سے کوئی بھی آپ کے مبلغِ علم تک نہیں پہنچ سکا۔

انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سوانح پر مکمل ایک کتاب تصنیف کی، جس کا نام ''عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان'' ہے، حالانکہ یہ مسلکاً کوئی حنفی نہیں، بلکہ شافعی ہیں، اور کتاب کے نام میں بھی آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ''امامِ اعظم'' کا لقب ذکر کیا، اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ ایک مرتبہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں، اس مکمل کتاب میں کوئی ایک جملہ بھی جرح کا نہیں ہے۔

۱۹-علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) نے تو امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مفصل کئی صفحات میں دفاع کیا ہے، اور آپ پر کئے گئے اعتراضات کے مدلّل جوابات دیئے، آپ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ نُورٌ لَا يَتَجَرَّأُ أَنْ يَذْكُرَ أَحَدًا مِنَ الْأَئِمَّةِ بِسُوءٍ.

ترجمہ:- جس شخص کے دل میں نور ہوگا وہ کبھی بھی اس بات کی جرأت نہیں کرے گا کہ وہ ائمہ کا تذکرہ برائی کے ساتھ کرے۔

آپ فرماتے ہیں:

إِذِ الْأَئِمَّةُ كَالنُّجُومِ فِي السَّمَاءِ.

ترجمہ:- ائمہ زمین میں اس طرح ہیں جس طرح آسمان میں ستارے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

لا سيما الإمام أبو حنيفة فلا ينبغي لأحد الاعتراض عليه، لكونه من أجل الأئمة وأقدمهم تدوينا للمذهب، وأقربهم سندا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومشاهد الفعل أكابر التابعين من الأئمة رضي الله عنهم أجمعين.[1]

---

(۱) المیزان الکبریٰ: ج۱ ص۶۹

ترجمہ:- کسی شخص کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ کو برا بھلا کہے، خصوصاً امام ابوحنیفہ کو، کسی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان پر اعتراض کرے، اس لئے کہ وہ تمام ائمہ میں جلیل القدر ہیں، اور ان کا مذہب تدوین کے اعتبار سے سب سے مقدم ہے، اور ان کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہے، آپ اکابر تابعین کے افعال کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔

نیز علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب "المیزان الکبریٰ" میں کئی فصلیں قائم کی ہیں اور امام صاحب پر کئے گئے مطاعن کے مفصل جوابات دیئے ہیں، آپ نے جو سب سے پہلی فصل قائم کی ہے، اس کا عنوان یہ ہے: "الفصل الأول في شهادة الأئمة له بغزارة العلم وبيان أن جميع أقواله وأفعاله وعقائده مشيدة بالكتاب والسنة" نیز آپ فرماتے ہیں:

وقد تتبعت بحمد الله أقواله وأقوال أصحابه لما ألفت كتاب أدلة المذاهب فلم أجد قولا من أقواله أو أقوال أتباعه إلا وهو مستند إلى آية أو حديث أو أثر أو إلى مفهوم ذلك أو حديث ضعيف كثرت طرقه أو إلى قياس صحيح على أصل صحيح فمن أراد الوقوف على ذلك فيطالع كتابي المذكور.(۱)

ترجمہ:- جب میں مذاہب کے ادلہ پر اپنی کتاب تالیف کر رہا تھا تو میں نے خوب غور و خوض اور تتبع سے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے اقوال کو دیکھا، میں نے نہیں پایا آپ کے اقوال کو اور نہ ہی آپ کے متبعین کے اقوال کو مگر یہ کہ ان کے پاس اپنے قول پر قرآنی آیت کی صورت میں، یا حدیث کی صورت میں، یا اثر، یا ایسی ضعیف حدیث جس کے کثرتِ طرق موجود ہوں، یا قیاسِ صحیح جو اصلِ صحیح پر مبنی ہو، اس کی صورت میں دلیل موجود ہوتی تھی، پس جو ان دلائل پر مطلع ہونا چاہے تو اسے چاہئے کہ میری مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرے۔

---

(۱) المیزان الکبریٰ: الفصل الأول، ج ۱ ص ۶۳

نیز اس فصل کے آخر میں فرماتے ہیں:

فاعلم ذلك واحفظ لسانك مع الأئمة وأتباعهم فانهم على هدى مستقيم۔ (۱)

ترجمہ:- ائمہ کرام اور ان کے متبوعین کے بارے میں اپنی زبانوں کو بند رکھو! یہ سب صراطِ مستقیم پر گامزن تھے۔

پھر دوسری فصل قائم کی جس کا عنوان یہ ہے: ''فصل في بيان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنيفة إلى أنه يقدم القياس على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ''۔

اس فصل میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ بات غلط ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے تھے، اور خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی نقل کیا، آپ نے فرمایا:

كذب والله! افترى علينا من يقول عنا إننا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص إلى القياس؟

ترجمہ:- اللہ کی قسم! یہ ہم پر افترا باندھا گیا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں، بھلا نص کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کی کوئی ضرورت ہے؟

یعنی قیاس کی ضرورت تو وہاں پیش آتی ہے جہاں نص موجود نہ ہو، نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی ضرورت نہیں۔

پھر آگے تیسری فصل قائم کی ہے جس کا عنوان یہ ہے: ''فصل في تضعيف قول من قال إن أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة ضعيفة غالبا'' اس کے تحت انہوں نے تفصیلاً نقل کیا کہ میں نے ائمہ حنفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا، میں نے ان کے دلائل کو ہر جگہ قوی پایا۔

اور میں نے بڑی تلاش وجستجو کے بعد ان کے اقوال و دلائل کو اپنی اس کتاب میں جمع کر دیا: ''المنهج المبين في بيان أدلة مذاهب المجتهدين''۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انہوں نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کا مفصل اور مدلل دفاع کیا ہے، اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ ان مباحث کا ایک دفعہ ضرور مطالعہ کریں۔

---

(۱) الميزان الكبرى: الفصل الأول، ج ۱ ص ۶۳

یاد رہے کہ یہ کسی حنفی نہیں بلکہ شافعی المسلک معتدل مزاج امام کی شہادت ہے۔

۲۰-علامہ ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے "سنة خمسين ومائة" کے تحت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مفصل تذکرہ کیا، آپ کی ذہانت اور تبحرِ علمی کے چند واقعات بھی نقل کئے، لیکن کوئی جملہ جرح کا نقل نہیں کیا۔ (۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحاحِ ستہ کے رجال پر لکھی گئی کتابیں، اور مذکورہ بالا بیس اکابر اہلِ تصانیف جن کا اُوپر تذکرہ ہوا، کسی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں کوئی ایک جملہ بھی جرح کا نقل نہیں کیا، اگر کتاب کی طوالت اور قارئین کی اُکتاہٹ اور وقت کی نزاکت کا خیال نہ ہوتا تو بندہ بفضل اللہ تعالیٰ مزید بیس حوالے اور بھی نقل کرسکتا تھا، لیکن: "خير الكلام ما قل ودل!"

صحاحِ ستہ کے رِجال پر لکھی گئی کُتب میں اِمام ابوحنیفہ پر کوئی جرح نہیں

صحاحِ ستہ کے رجال پر لکھی گئی کتابوں میں کسی ایک کتاب میں بھی امام اعظم رحمہ اللہ پر کوئی جرح نہیں کی گئی ہے، بلکہ ان تمام کبار محدثین نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب اور آپ کے متعلق کبار اہلِ علم کے توثیقی اقوال اور آپ کی رفعتِ شان سے متعلق مدحیہ اقوال نقل کئے ہیں، آپ کے ترجمے کو ہر ایک نے بسط کے ساتھ لکھا، اور آپ کی گراں قدر علمی، فقہی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

۱-امام جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن زکی مزی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) جن کا تذکرہ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تذكرة الحفاظ" میں کیا، اور ان کے متعلق فرمایا کہ علم لغت کی طرف متوجہ ہوئے تو اس میں مہارت حاصل کی، پھر علم صرف اور علم ادب میں کمال پیدا کیا، اسماء الرجال میں تو آپ کا جواب نہیں تھا، اور نہ اس فن میں آنکھوں نے آپ جیسا کوئی دوسرا آدمی دیکھا:

ونظر في اللغة ومهر فيها وفي التصريف وقرأ العربية. وأما معرفة

---

(۱) دیکھئے: شذرات الذهب في أخبار من ذهب: سنة خمسين ومائة، ج:۲ ص:۲۲۹-۲۳۳

الرجال فهو حامل لوائها والقائم بأعبائها لم تر العيون مثله.[1]

امام مزی رحمہ اللہ نے رجالِ حدیث پر "تهذيب الكمال في أسماء الرجال" کے نام سے پینتیس (۳۵) جلدوں میں کتاب تصنیف کی، اس کتاب میں امام مزی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ترجمہ انتیس نمبر جلد میں نقل کیا ہے، اور صفحہ نمبر ۴۱۷ سے ۴۴۵ تک، تقریباً اٹھائیس صفحات میں آپ کے مبسوط حالات، آپ کے اساتذہ وتلامذہ کا تذکرہ، اکابر اہلِ علم کی آراء، آپ کے تقویٰ وطہارت، اخلاص وللّٰہیت، عبادت گزاری وشب بیداری، نیز فقاہت میں آپ کی جلالتِ شان کے متعلق بھی ماہرین فن کی آراء نقل کی ہیں، لیکن ان اٹھائیس صفحات میں ایک جملہ بھی آپ کے متعلق جرح کا نقل نہیں کیا، یہ کسی حنفی نہیں بلکہ ست فعی المسلک اور فنِ رجال کے ماہر شہسوار کی آپ کے متعلق شہادت ہے، صرف یہی نہیں بلکہ آپ کی توثیق میں فنِ اسماء الرجال کے ماہرین محدثین کی آراء صیغۂ جزم کے ساتھ نقل کی ہیں، امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں، آپ وہی حدیث بیان کرتے تھے جو آپ کو حفظ ہوتی تھی، جو حدیث آپ کو حفظ نہ ہو آپ اسے بیان نہیں کرتے تھے:

كَانَ أَبُو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظ.[2]

یہی امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم حدیث میں ثقہ ہیں:

كَانَ أَبُو حنيفة ثقة في الحديث.[3]

نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہمارے نزدیک اہلِ صدق میں سے ہیں، اور آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی، ابنِ ہبیرہ رحمہ اللہ نے آپ کو عہدۂ قضا قبول کرنے کے لئے زدوکوب بھی کیا، لیکن آپ نے پھر بھی قاضی بننے سے انکار کیا:

كَانَ أَبُو حنيفة عندنا من أهل الصدق، ولم يتهم بالكذب، ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فأبى أن يكون قاضيا.[4]

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة المزي جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن الزكي، ج ۴ ص ۱۹۳

(۲-۳-۴) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ترجمة: النعمان بن ثابت: ج ۲۹ ص ۴۲۴

ان تینوں اقوال کو امام مزی رحمہ اللہ نے صیغۂ جزم کے ساتھ نقل کیا ہے، اور آپ نے خود اس کتاب کے مقدمے میں فرمایا:

وما لم نذكر إسناده فيما بيننا وبين قائله: فما كان من ذلك بصيغة الجزم، فهو مما لا نعلم بإسناده عن قائله المحكي ذلك عنه بأسًا وما كان منه بصيغة التمريض، فربما كان في إسناده إلى قائله ذلك نظر[1]

ترجمہ:- ہم جس بات کو صیغۂ جزم کے ساتھ نقل کریں تو اس کے قائل اور محکی عنہ کے درمیان سند ہمارے علم کے مطابق بالکل دُرست ہے، یعنی فنی اعتبار سے وہ بات بالکل دُرست ہے، اور ہم بھی اس کی صحت کے قائل ہیں اسی وجہ سے صیغۂ جزم کے ساتھ نقل کیا، البتہ اگر ہم صیغۂ تمریض کے ساتھ نقل کریں تو اس بات میں نظر ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے صیغۂ جزم کے ساتھ اور الفاظِ ثقاہت میں سے بھی ''ثقة'' کے صریح اور واضح لفظ سے ثابت ہے۔

۲- امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فنِ اسماء الرجال کے مسلّم امام، جن کے متعلق حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هو من أهل الإستقراء التام في نقد الرجال.

انہوں نے امام مزی رحمہ اللہ کی کتاب ''تہذیب الکمال'' کا اختصار کیا ''تذهيب تهذيب الكمال'' کے نام سے، اس کتاب کا مخطوطہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مکتبہ میں موجود ہے، اور اب یہ کتاب الحمدللہ! چھپ چکی ہے، اس کتاب میں آپ کا ترجمہ آٹھ (۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کے پندرہ (۱۵) اساتذہ اور اٹھارہ (۱۸) تلامذہ کے اسماء نقل کئے، اور آپ کی توثیق و توصیف میں اکابر اہلِ علم کی تصریحات نقل کیں، اور ایک جملہ بھی آپ کے متعلق جرح کا نقل نہیں کیا، آخر میں فرماتے ہیں:

(۱) تهذيب الكمال: مقدمة المولف، ج ۱ ص ۱۵۳

قلت: قد أحسن شيخنا أبو الحجاج حيث لم يورد شيئاً يلزم منه التضعيف.(۱)

ترجمہ:- میں (امام ذہبی) کہتا ہوں: ہمارے شیخ ابو الحجاج مزی نے یہ بہت اچھا کیا کہ آپ کے متعلق کوئی ایسی بات نقل نہیں کی جس سے آپ کا ضعف ثابت ہو۔

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور تصنیف ''تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام'' جو ''دار الكتاب العربي'' سے باون (۵۲) جلدوں میں چھپی ہے، اس کتاب کی نویں جلد میں ''سنة خمسين ومائة'' کے تحت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ۹ صفحات میں مبسوط ترجمہ نقل کیا ہے، اس میں ایک لفظ بھی جرح پر مشتمل نہیں ہے بلکہ آپ کی توثیق وتوصیف میں متعدد کبار اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں۔(۲)

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''سير أعلام النبلاء'' میں پندرہ (۱۵) صفحات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ترجمہ لکھا ہے، لیکن اس میں کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں امام صاحب پر جرح ہو، پورا مبسوط ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب پر مشتمل ہے۔(۳)

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ متعدد کتب میں کیا، مثلاً: ''تذكرة الحفاظ، العبر في تاريخ من غبر، المعين في طبقات المحدثين، ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل، مناقب أبي حنيفة وصاحبيه، دول الإسلام'' ان تمام کتابوں میں امام صاحب کے متعلق کوئی جملہ جرح کا موجود نہیں، بلکہ ان تمام میں آپ کے مناقب اور آپ کی توثیق وتوصیف میں گراں قدر محدثین وفقہاء کی آراء ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے صحاح ستہ کے رجال پر ''الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة'' لکھی اس کتاب میں آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی

---

(۱) تذهيب تهذيب الكمال: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۹ ص ۲۱۸ تا ۲۲۴

(۲) دیکھیے تفصیلاً: تاريخ الإسلام: سنة خمسين ومائة، ج ۹ ص ۳۰۵ تا ۳۱۳

(۳) دیکھیے تفصیلاً: سير أعلام النبلاء: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۶ ص ۳۹۰ تا ۴۰۵

سیرت پر مستقل ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اس ترجمے میں امام صاحب پر کوئی جملہ جرح کا نقل نہیں کیا۔(۱)

امام ذہبی رحمہ اللہ کی تصانیف میں صرف "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" میں امام صاحب پر جرح نقل ہے، حالانکہ وہ جرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے نہیں کی بلکہ متعصبین نے اس جرح کو اپنی طرف سے اس کتاب میں شامل کیا ہے، قدیم نسخوں میں اس جرح کا کوئی ذکر نہیں ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے خود اس کتاب کے مقدمے میں فرمایا:

وكذا لا أذكر في كتابي من الأئمة المتبوعين في الفروع أحدا لجلالتهم في الإسلام وعظمتهم في النفوس مثل أبي حنيفة والشافعي والبخاري.(۲)

ترجمہ:- میں اپنی اس کتاب میں ائمہ متبوعین میں سے کسی کا ذکر نہیں کروں گا، اہلِ اسلام میں ان کی جلالتِ شان اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت واحترام کی وجہ سے، (پھر آپ نے سب سے پہلے امام ابوحنیفہ کا نام ذکر کیا ہے) جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری۔

اب یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ جرح اس کتاب میں کس نے داخل کی؟ اور متعدد علماء کی تصریحات کہ یہ جرح اس کتاب میں متعصبین نے داخل کی، اس کتاب کے آخر میں اس عنوان کے تحت دیکھیں: "میزان الاعتدال کے نسخے میں امام ابوحنیفہ پر جرح اور اس کا جواب"۔

۳- امام محمد بن حسن بن حمزۃ المعروف ابوالمحاسن حسینی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۵ھ) کی تصنیف "التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة" میں آپ نے صحاح ستہ اور مسندِ ابی حنیفہ، موطا مالک، مسندِ شافعی، مسندِ احمد، ان دس کتابوں کے رجال کے حالات لکھے، یہ کتاب پہلے مطبوعہ نہیں تھی، اس کتاب کا مخطوطہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں رقم ۱۲۳ کے تحت موجود ہے، اب الحمدللہ! یہ کتاب چھپ چکی ہے، اس میں علامہ حسینی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نو (۹) اساتذہ اور آٹھ (۸) تلامذہ کا ذکر کیا ہے، پھر آپ کے متعلق اکابر اہلِ علم کے توصیفی اور توثیقی اقوال

---

(۱) دیکھئے: الکاشف: ترجمۃ: نعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۳۲۲

(۲) میزان الاعتدال: مقدمۃ، ج ۱ ص ۲

نقل کیے، علامہ حسینی رحمہ اللہ نے اپنی اس تصنیف میں امام صاحب کے ترجمے میں آپ کے متعلق جرح کا کوئی قول نقل نہیں کیا، اور آپ کی توثیق میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے وہ اقوال نقل کیے جن کا تذکرہ ماقبل میں ہوا۔ (۱)

۴- امام برہان الدین ابوالفضل ابراہیم بن محمد بن خلیل طرابلسی حلبی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۱ھ) نے صحاح ستہ کے رجال پر "نهاية السؤل في رجال الستة الأصول" لکھی، ان کے تفصیلی حالات "لحظ الألحاظ بذيل تذكرة الحفاظ" ج ۱ ص ۲۰۱ تا ۲۰۶ میں ملاحظہ فرمائیں، انہوں نے ان کی اس تصنیف کا نام "غاية السّؤل في رجال الستة الأصول" ذکر کیا ہے، یہ کتاب مطبوعہ نہیں ہے، اس کتاب کے مخطوطے کا عکس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے، محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے اس کتاب سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ترجمہ نقل کیا ہے، اس میں کوئی ایک جملہ بھی جرح کا موجود نہیں ہے۔ (۲)

۵- شیخ الاسلام، حافظ الدنیا، شارح بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنی تصنیف "تهذيب التهذيب" میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عمدہ ترجمہ لکھا، اور ایک قول بھی ایسا نقل نہیں کیا جس میں ادنیٰ اشارہ بھی آپ کے ضعف کی طرف ہو، بلکہ آپ کی توثیق میں امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے اقوال نقل کیے:

سمعت ابن معين يقول كان أبو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظ. عن ابن معين كان أبو حنيفة ثقة في الحديث. (۳)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فنِ جرح وتعدیل میں بھی دسترس حاصل تھی، اسی وجہ سے جابر جعفی کے متعلق آپ کی جرح اور امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے متعلق آپ کا توثیقی قول بھی نقل کیا:

---

(۱) التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۲ ص ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، رقم الترجمة: ۷۱۱۸

(۲) مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث: ص ۱۰۰، ۱۰۱

(۳) تهذيب التهذيب: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۰ ص ۳۵۲، ۳۵۳

ما رأيت أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح

اور آخر میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، اور جنت الفردوس میں انہیں جگہ عطا فرمائے:

مناقب الإمام أبي حنيفة كثيرة جدا فرضي الله تعالى عنه وأسكنه الفردوس.

بندے نے آپ کے سامنے امام مزی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب نقل کیے، اور تینوں حضرات نے امام صاحب کے ترجمے میں آپ پر کوئی جرح نقل نہیں کی، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِي أقوله إن المُحدثين عِيَال الآن فِي الرِّجَال وَغَيرهَا من فنون الحَدِيث على أَرْبَعَة: المزي والذهبي والعراقي وَابن حجر.[1]

ترجمہ:- میں کہتا ہوں کہ محدثین، رجالِ حدیث اور دیگر فنونِ حدیث میں اس وقت چار حفاظِ حدیث کے عیال ہیں: امام مزی، امام ذہبی، علامہ عراقی، حافظ ابن حجر۔

۶- امام احمد بن عبداللہ خزرجی انصاری رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) نے "خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال" تصنیف کی، یہ کتاب امام ذہبی رحمہ اللہ کی "تذهيب تهذيب الكمال" کا بہترین خلاصہ ہے، یہ کتاب بھی صحاحِ ستہ کے رجال پر لکھی گئی ہے، انہوں نے نہایت اختصار کے ساتھ راویانِ حدیث کے حالات نقل کیے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے میں آپ کے متعلق محدثین کے توصیفی اقوال نقل کیے، اور کوئی جرح نقل نہیں کی بلکہ آپ کے متعلق فرمایا کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے آپ کی توثیق کی ہے:

وَثَّقَهُ ابن معين.[2]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحاحِ ستہ کے رجال پر لکھی گئی کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کوئی جرح نہیں، بلکہ سب نے آپ کے مناقب اور توثیق و توصیف نقل کی ہے۔

---

(۱) طبقات الحفاظ: ترجمة: شمس الدين أبو عبدالله محمد بن أحمد الذهبي، ص ۵۲۲، رقم الترجمة: ۱۱۴۴

(۲) خلاصة تذهيب تهذيب الكمال: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ص ۴۰۲

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر نقد وجرح اور اس کے جوابات

امام ابوحنیفہ اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ

حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۵ھ) نے "مصنف ابن ابی شیبہ" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے، جس کے متعلق ملا چلپی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) فرماتے ہیں:

وهو: كتاب كبير جدا، جمع فيه فتاوى التابعين، وأقوال الصحابة، وأحاديث الرسول على طريقة المحدثين بالأسانيد مرتبا على الكتب والأبواب على ترتيب الفقه.[1]

ترجمہ:- یہ مصنف بڑی عمدہ کتاب ہے، جس میں فتاویٰ تابعین، اقوالِ صحابہ اور احادیثِ رسول کو محدثین کے طریقے پر اسانید کے ساتھ جمع کیا ہے، اور ترتیبِ فقہی پر اس کی کتب وابواب کو مرتب کیا ہے۔

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ کے ناقدین میں شامل ہیں، مگر ان کی تنقید بعض فقہی مسائل تک محدود ہے، آپ نے اس کتاب میں مستقل ایک فصل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے:

كتاب الرد على أبي حنيفة هذا ما خالف به أبو حنيفة الأثر الذي جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

اس عنوان کے تحت انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے ۱۲۵ مسائل میں احادیث وآثار کی مخالفت کی ہے۔

محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) نے اپنی کتاب "النكت الطريفة في التحدث عن ردود ابن أبي شيبة على أبي حنيفة" کے آغاز میں ان اعتراضات کے متعلق فرماتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے ان ۱۲۵ اعتراضات میں سے نصف وہ ہیں جن میں دونوں

---

(۱) كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: باب الميم، المصنف، ج ۲ ص ۱۷۱۱

جانب قوی آثار واحادیث موجود ہیں، لہٰذا اختلاف صرف وجوہِ ترجیح کا رہ جاتا ہے۔ باقی نصف کے پانچ حصوں میں سے پہلا حصہ وہ ہے جس میں امام صاحب نے کسی خبرِ واحد کو کتاب اللہ کی وجہ سے چھوڑا ہے، دُوسرے حصے میں خبرِ مشہور کی وجہ سے کم درجے کی حدیث پر عمل نہیں کیا، اور تیسرے حصے میں مدارکِ اجتہاد اور فہم معانیٔ حدیث کے فرق کی وجہ سے الگ راہ اختیار کی ہے، چوتھے حصے میں مؤلف نے حنفی مذہب سے ناواقفیت کی بنا پر اعتراض کیا ہے، اور پانچویں حصے میں جو بارہ تیرہ مسائل پر مشتمل ہے، علیٰ سبیل التنزل یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب کے مدوّنہ مسائل کی کثرت کے اعتبار سے صفر کے قریب ہوتی ہے، کیونکہ ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار تک ہے، گویا ایک لاکھ مسائل میں ایک مسئلہ ہے، اور یہ کون کہتا ہے کہ امام صاحب معصوم تھے؟(۱)

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے نہایت تفصیل کے ساتھ ہر ایک اعتراض کا بڑا مفصل اور مدلل جواب دیا، کتاب کا تحقیقی معیار نہایت بلند ہے، تحقیق وتدقیق کا ایک گنجینہ ہے، بہ نظرِ انصاف اس کتاب کے مطالعے کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، اہلِ علم حضرات اس کتاب کا ایک مرتبہ ضرور مطالعہ کریں۔

امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ کے اعتراضات کے جوابات پر لکھی گئی کتابیں

امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ کے ان اعتراضات کے جوابات میں بہت سے اہلِ علم نے کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱-الدرر المنیفة فی الرد علی ابن أبی شیبة فی ما أورده علی أبی حنیفة: علامہ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ)۔

۲-الأجوبة المنیفة عن اعتراضات ابن أبی شیبة علی أبی حنیفة: علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ)۔

۳-النکت الطریفة فی التحدث عن ردود ابن أبی شیبة علی أبی حنیفة: علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ)۔

(۱) النکت الطریفة فی التحدث عن ردود ابن أبی شیبة علی أبی حنیفة: ص۵

۴- علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) "صاحب سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد" نے "عقود الجمان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان" میں لکھا ہے کہ خود انہوں نے بھی ابن ابی شیبہ کے رد میں ایک مستقل تالیف شروع کی تھی اور دس حدیثوں تک جوابات بھی لکھ لئے تھے، مگر بعد میں یہ اندازہ ہوا کہ جس پیمانے پر انہوں نے جواب لکھنا شروع کیا ہے، وہ دو جلدوں میں آئے گا، تو قلم روک لیا، کیونکہ اس زمانے میں یہ "سبل الہدیٰ" کی تکمیل میں مصروف تھے۔

۵- ملا چلپی رحمہ اللہ نے ایک اور تصنیف کا بھی ذکر کیا جس کا نام "الرد علی من ردّ علی أبی حنیفة" ہے:

الرد على من رد على أبي حنيفة وافتخر به وجعله بابا في كتابه وهو الحافظ: أبوبكر بن أبي شيبة فشرع الراد في تحرير مسائله أولا مع أدلته. ثم تقرير أصل المسألة مع أجوبته في مختصر أوله: الحمد لله الذي هدانا إلى الصراط المستقيم ....الخ [1]

مولانا احمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ کی یہ کتاب "مکتبہ فاروقیہ ہند" سے شائع ہو چکی ہے۔

۶- مكانة الإمام أبي حنيفة بين المحدثين، علامہ محمد بن قاسم حارثی کی ہے، انہوں نے نہایت تفصیل وتحقیق کے ساتھ مکمل ۱۲۵ اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں، ابتدا میں امام صاحب رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات، آپ کے شیوخ وتلامذہ، علم حدیث میں آپ کا مقام، حدیث ضعیف کے متعلق امام صاحب کا موقف، حدیث مرسل کے متعلق ائمہ احناف کی آراء، اپنے موضوع سے متعلق نہایت عمدہ کتاب ہے۔

نعیم بن حماد اور ان کی تنقید

امام بخاری رحمہ اللہ نے نعیم بن حماد کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمانے لگے:

---

(۱) كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: باب الراء، الرد، ج ۱ ص ۸۴۰

الحمد لله كان يُنقض الإسلام عروةً عروةً ما وُلد في الإسلام أشأم منه (۱)

ترجمہ:- الحمدللہ! کہ وہ مر گیا، وہ تو اسلام کی کڑیوں کو ایک ایک حلقہ کر کے توڑتا تھا، اسلام میں اس سے بڑا بدبخت کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

جواب:- امام صاحب رحمہ اللہ کی مدح میں حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بہت سے اقوال منقول ہیں، جن کا ذکر ماقبل میں تفصیلاً ہوا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کرے وہ اس بات کا محتاج ہے کہ وہ ان سے اونچے درجے کا ہو، اور ان سے زیادہ علم والا ہو، لیکن اس کا پایا جانا مستبعد ہے:

سمعت سفيان الثوري يقول: إن الذي يخالف أبا حنيفة يحتاج أن يكون أعلى منه قدرا وأوفر علما وبعيد ما يوجد ذلك. (۲)

محمد بن بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثني محمد بن بشر قال: كنت أختلف إلى أبي حنيفة وإلى سفيان فآتي أبا حنيفة فيقول لي من أين جئت، فأقول من عند سفيان. فيقول لقد جئت من عند رجل لو أن علقمة والأسود حضرا لاحتاجا إلى مثله. فآتي سفيان فيقول لي من أين، فأقول من عند أبي حنيفة. فيقول: لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض. (۳)

ترجمہ:- میں سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کے پاس آتا جاتا تھا، جب امام ابوحنیفہ کے پاس آتا ہے تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ تو میں عرض کرتا کہ سفیان ثوری کے پاس سے، تو فرماتے: تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علقمہ اور اسود آجائیں تو ان کے علم کا محتاج ہوتے۔ پھر میں سفیان ثوری کے

(۱) الضعفاء الصغير: باب النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ص ۱۳۲
(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۱۹۰
(۳) تاريخ بغداد، ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۴

پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ تو میں عرض کرتا: امام ابوحنیفہ کے پاس سے، تو وہ فرماتے: بلاشبہ آپ رُوئے زمین پر سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آئے ہو۔

اندازہ کیجئے یہ وہی سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرما رہے ہیں کہ رُوئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ ہیں، وہ امام صاحب پر کیسے جرح کرسکتے ہیں؟

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو ابتدا میں آپ سے اس غلط فہمی کی بنا پر کچھ تکدر تھا کہ آپ قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں، چنانچہ ایک موقع پر حضرت سفیان ثوری، امام مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ اور امام جعفر صادق رحمہم اللہ امام صاحب کے پاس آئے اور بہت سے مسائل پر صبح سے ظہر تک گفتگو رہی، جس میں امام صاحب نے اپنے مذہب پر دلائل پیش کئے اور ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے، تو آخر میں سب حضرات نے امام صاحب کے ہاتھوں اور پیشانی کو بوسہ دیا اور ان سے کہا:

أنت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى منا من وقيعتنا فيك بغير علم۔ (۱)

سفیان ثوری رحمہ اللہ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

كان والله! شديد الأخذ للعلم، ذابا عن المحارم، متبعا لأهل بلده، لا يستحل أن يأخذ إلا ما صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، شديد المعرفة بناسخ الحديث ومنسوخه، وكان يطلب أحاديث الثقات والأخذ من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، وما أدرك عليه علماء أهل الكوفة في اتباع الحق أخذ به وجعله دينه، وقد شنع عليه قوم فسكتنا عنهم بما نستغفر الله تعالى عنه۔ (۲)

ترجمہ:- اللہ کی قسم! علم کے اخذ میں سخت مستعد اور منہیات کا انسداد

---

(۱) الميزان الكبرى: فصل في بيان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنيفة إلى أنه يقدم القياس على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص ۶۵، ۶۶

(۲) الخيرات الحسان: الفصل الثالث عشر ثناء الأئمة عليه، ص ۳۵، ۳۶

کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو، ناسخ ومنسوخ کی پہچان میں قوی طاقت رکھتے تھے، ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعلِ رسولِ مقبول کے متلاشی رہتے تھے، حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علمائے کوفہ کو متفق پاتے تھے اس سے تمسک پکڑتے تھے، اور اسی کو اپنا دین ومذہب قرار دیتے تھے، قوم نے آپ پر بے جا طعن وتشنیع کی اور ہم نے بھی خاموشی اختیار کی، جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ ہم سے بھی آپ کے حق میں بعض غلط الفاظ نکلے۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت، ثقاہت، فقاہت، اجتہاد اور تبحر فی الحدیث ہونے کے قائل تھے۔ اب رہی یہ بات، کہ نعیم بن حماد نے جو جرح نقل کی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہ شخص تھا جو تقویتِ سنت کے لئے جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توہین میں جھوٹے قصے گھڑ کر پیش کرتا تھا، اور یہ بات بھی اس نے اپنی طرف سے گھڑ کر حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردی۔

علامہ ابن عدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۵ھ) نقل کرتے ہیں:

كان يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات عن العلماء في ثلب أبي حنيفة مزورة كذب. [۱]

علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

كان يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات عن العلماء في ثلب أبي حنيفة مزورة كذب. [۲]

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) نقل کرتے ہیں:

كان يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات مزورة في ثلب أبي حنيفة كلها كذب. [۳]

---

(۱) الكامل في ضعفاء الرجال: ترجمة: نعيم بن حماد المروزي، رقم ۱۹۵۹، ج ۸ ص ۲۵۱

(۲) تاريخ مدينة دمشق: ترجمة: نعيم بن حماد بن معاوية المروزي، رقم ۷۹۰۹، ج ۶۲ ص ۱۶۸

(۳) الضعفاء والمتروكون: حرف النون، ترجمة نعيم بن حماد، رقم ۳۵۰۲، ج ۳ ص ۱۶۳

علامہ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نقل کرتے ہیں:

كان يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات عن العلماء في ثلب أبي حنيفة كذب۔[1]

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

كان نعيم ممن يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات مزورة في ثلب النعمان كلها كذب۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

كان يضع الحديث في تقوية السنة وحكايات في ثلب أبي حنيفة كلها كذب۔[3]

ان تمام ٹھوس حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ نعیم بن حماد کو امام صاحب رحمہ اللہ سے بہت تعصب تھا جس کی بنا پر وہ جھوٹی باتیں اور قصے گھڑ کر امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتا تھا۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نعیم بن حماد کے پاس بیس احادیث ایسی تھیں جن کی کوئی اصل نہیں تھی:

قال أبو داود: كان عند نعيم بن حماد نحو عشرين حديثاً عن النبي، ليس لها أصل۔[4]

اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کے متعلق اچھی خاصی جرح موجود ہے، اہل علم حضرات اصل کتابوں کی طرف مراجعت فرمائیں۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی بنا پر حضرت

---

(۱) تهذيب الكمال في أسماء الرجال: باب النون، ترجمة: نعيم بن حماد بن معاوية، ج ۲۹ ص ۴۷۶

(۲) ميزان الاعتدال في نقد الرجال: حرف النون، ترجمة: نعيم بن حماد، رقم: ۹۱۰۲، ج ۴ ص ۲۶۹

(۳) تهذيب التهذيب: حرف النون، ترجمة: نعيم بن حماد، ج ۱۰ ص ۴۶۳

(۴) ميزان الاعتدال في نقد الرجال: حرف النون، ترجمة: نعيم بن حماد، رقم: ۹۱۰۲، ج ۴ ص ۲۶۸

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں، جن کو حافظ شمس الدین رحمہ اللہ جیسے ناقد الرجال ''امامِ اعظم'' کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں، حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ ''البدایۃ والنہایۃ'' میں آپ کی نہایت تعریف کرتے ہیں اور آپ کے حق میں لکھتے ہیں:

أحد أئمة الإسلام والسادة الأعلام وأحد الأركان العلماء وأحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبوعة.[1]

امام بخاری رحمہ اللہ جو امام صاحب سے کچھ نالاں ہیں اس کی وجہ شاید یہی ہے کہ انہوں نے نعیم بن حماد کی شاگردی اختیار کی، اور یہ شخص امام صاحب کے بارے میں جھوٹی باتیں گھڑتا تھا، یہی بات سبب بنی امام بخاری رحمہ اللہ کے امام صاحب سے انحراف کی۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں:

صحب البخاري أيضا نعيم بن حماد الذي اتهمه الدولابي بوضع حكايات في مثالب أبي حنيفة كلها زور كما جاء ذكره في التهذيب والميزان فلعل ذلك هو منشأ انحراف البخاري عن الإمام أبي حنيفة.[2]

یاد رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب میں اس قدر صحت کا التزام نہیں کیا ہے، چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی فرماتے ہیں:

اور یہ بھی یاد رہے کہ بخاری نے اپنی صحیح کی طرح دیگر کتب میں صحت کا التزام نہیں کیا۔[3]

امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح اور اس کا جواب

امام نسائی رحمہ اللہ نے لکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث میں قوی نہیں ہیں:

النعمان بن ثابت أبو حنيفة. قال النسائي ليس بالقوي في الحديث.[4]

جواب:۱- امام نسائی رحمہ اللہ سے اس جرح کے ناقل حسن بن رشیق ہیں جن پر حافظ

---

(۱) ''تاریخ اہل حدیث''، ص:۹۳

(۲) قواعد في علوم الحديث: سبب انحراف البخاري عن أبي حنيفة، ص:۳۸۰

(۳) تاریخ اہل حدیث، ص:۹۱

(۴) الضعفاء و لمتروكون: باب النون، ترجمة: نعمان بن ثابت، رقم:۵۸۶

عبدالغنی اور امام دارقطنی نے جرح کی ہے:

الحسن بن رشيق تكلم فيه عبدالغني الحافظ وأنكر عليه الدارقطني أنه كان يقبل ممن يقول له فيغير كتابه. [1]

۲- جرح کے باب میں امام نسائی رحمہ اللہ خاصے متشدد ہیں اور جارحینِ متشددین کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ ان کی جرح قبول نہیں جب تک کسی منصف ومعتبر امام سے اس کی تصدیق موجود نہ ہو۔

جارح اگر متعنت ہو یا متشدد ہو تو اس کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے، جب تک کہ کوئی منصف اور معتدل مزاج ان کی موافقت نہ کرے۔ جارحین میں متعنتین اور متشددین جیسے امام ابوحاتم، امام نسائی، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید القطان، ابنِ حبان وغیرہم رحمہم اللہ یہ حضرات جرح میں خاصے متعنت ہیں، اس لئے محض انہی کی جرح اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کوئی معتدل مزاج ان کی موافقت نہ کرے:

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں:

أن يكون الجارح من المتعنتين المشددين في الجرح فإن هناك جمعاً من أئمة الجرح والتعديل لهم تشدد في هذا الباب فيجرحون الراوي بأدنى جرح ويطلقون عليه ما لا ينبغي إطلاقه فمثل هذا توثيقه معتبرة وجرحه لا يعتبر ما لم يوافقه غيره ممن ينصف ويعتبر فمن المتعنتين المشددين: أبو حاتم والنسائي وابن معين ويحيى بن سعيد القطان وابن حبان وغيرهم فإنهم معروفون بالإسراف في الجرح والتعنت فيه. [2]

۳- امام نسائی رحمہ اللہ نے توصحیح بخاری کے رُوات جن سے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایات نقل کی ہیں بوجہ تشدد وتعنت کے ان کی بھی تضعیف کی ہے۔

---

(۱) الضعفاء والمتروكون: حرف الحاء، ترجمة: الحسن بن رشيق، رقم ۸۱۹، ص: ۲۵۲ / ميزان الاعتدال: حرف الحاء، ترجمة: الحسن بن رشيق، ج ۱ ص ۴۹۵، رقم: ۱۸۳۷

(۲) قواعد في علوم الحديث، لا يؤخذ بقول كل جارح ولو كان الجارح من الأئمة، ص ۱۷۸، ۱۷۹

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

الحسن بن الصباح البزار تعنت فيه النسائي.

حبيب المعلّم متفق على توثيقه لكن تعنت فيه النسائي [1]

اندازہ کیجئے کہ حبیب المعلّم وہ راوی ہیں جن کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے، لیکن امام نسائی رحمہ اللہ نے ان پر بھی کلام کیا ہے۔

۴- محمد بن بكر البرسائي ليّنه النسائي بلا حجة۔

۵- هدبة بن خالد ضعفه النسائي بلا حجة۔ [2]

فنِ اسماء الرجال کے ماہر حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ میں تعنت ہے، نیز رجال کی تضعیف بغیر کسی دلیل کے کر رہے ہیں، یہ چاروں راوی ایسے ثقہ ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے روایت نقل کی ہے، لیکن امام نسائی رحمہ اللہ نے بوجہ تعنت وتشدّد کے ان کی تضعیف کردی ہے۔ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ حارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی رحمہ اللہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

والنسائي مع تعنته في الرجال قد احتج به. [3]

ترجمہ:- امام نسائی رحمہ اللہ نے روایت کے سلسلے میں تعنت کے باوجود ان کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ فیصلہ کسی حنفی عالم کا نہیں، بلکہ شافعی المسلک حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کا ہے، جو غیر مقلدین کے ہاں بھی مسلّم امام ہیں۔

۶- امام نسائی رحمہ اللہ کی یہ جرح مبہم ہے، امام صاحب رحمہ اللہ حدیث میں کیوں ضعیف ہیں؟ وجہِ ضعف امام نسائی رحمہ اللہ نے نقل نہیں کی، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے بخاری کے رُواۃ کی تضعیف کی تھی بغیر کسی دلیل کے۔

---

(۱) فتح الباري شرح صحيح البخاري: الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال، ج۱ ص ۴۶۱

(۲) فتح الباري شرح صحيح البخاري، الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال، ج۱ ص ۴۶۴

(۳) تهذيب التهذيب: باب الحاء، ترجمة: حارث بن عبدالله الأعور، ج۲ ص ۱۴۷

شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

لا يقبل الجرح إلا مفسرا.[1]

ترجمہ:- جرح کو قبول نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ مفسر ہو۔

أكثر الفقهاء ومنهم الحنفية و أكثر المحدثين ومنهم البخاري ومسلم لا يقبل الجرح إلا مبينا سببه كأن يقول الجارح فلان شارب خمر أو آكل ربا.[2]

ترجمہ:- اکثر فقہائے کرام، ائمہ احناف، محدثینِ کرام جن میں امام بخاری ومسلم بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ جرح اس وقت قابلِ قبول ہوگی جب سببِ جرح بیان کیا جائے، جیسا کہ جارح کہے کہ فلاں شخص شراب پیتا ہے، یا سود کھاتا ہے، تو اب جرح قبول ہوگی۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) نہایت تفصیل کے ساتھ تمام اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں فیصلہ فرماتے ہیں کہ اکثر محدثینِ کرام جن میں شیخین، اصحابِ سننِ اربعہ، ائمہ احناف اور جمہور اہلِ علم کے ہاں جرحِ مبہم کا کوئی اعتبار نہیں:

إن عدم قبول الجرح المبهم هو الصحيح النجيح وهو مذهب الحنفية وأكثر المحدثين منهم الشيخان واصحاب السنن الأربعة، وانه مذهب الجمهور، وهو القول المنصور.[3]

۷- ممکن ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو غیر قوی خیال کیا ہو، مگر بعد تتبع وتحقیق کے معلوم ہوا ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں تو اپنے پہلے خیالات سے رجوع کرلیا ہو، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے:

---

(۱) المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: مقدمة: باب بيان أن الاسناد من الدين، ج ۱ ص ۹۱

(۲) التقرير والتحبير: الباب الثالث مسألة: لا يقبل الجرح إلا مبينا سببه، ج ۳ ص ۲۵۸

(۳) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: المرصد الأول فيما يقبل من الجرح والتعديل وما لا يقبل منهما، ص ۱۰۵

حدثنا علی بن حجر ثنا عیسی ھو ابن یونس عن النعمان یعنی أبا حنیفة عن عاصم عن أبی رزین عن ابن عباس قال لیس علی من أتی بھیمة حد۔ (۱)

یہ روایت ابن السنی رحمہ اللہ کی اختصار میں نہیں ہے، لیکن ابن الاحمر، ابوعلی سیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔

۸-امام نسائی رحمہ اللہ کی جب مصر میں امام طحاوی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو وہاں امام طحاوی رحمہ اللہ سے مذاکرہ ہوا، اور اصل حقائق کے معلوم ہونے کے بعد اپنے سابقہ اقوال سے رجوع کرلیا۔

محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قلت: فلعله رجع عما قاله فی حق الإمام ولعل ذلك حينما لقی بمصر الطحاوی وجالسه۔ (۲)

۹-علامہ صفی الدین خزرجی رحمہ اللہ (متوفی بعد ۹۲۳ھ) نے اپنی کتاب میں ہر راوی کے نام کے ساتھ اپنی مخصوص علامات کا ذکر کیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس راوی سے فلاں فلاں کتاب میں روایت مروی ہے، چنانچہ کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں کہ اگر میں حرف ''ز'' کے ذریعے اشارہ کروں تو مراد یہ ہے کہ بخاری کی جزء القراءۃ، اور اگر لفظ ''تم'' کے ذریعے اشارہ کروں تو مراد شمائل ترمذی، اور حرف ''س'' علامت ہے سنن النسائی کی، اسی طرح دیگر کتابوں کی بھی علامات انہوں نے ذکر کی ہیں، تو اب بتلانا یہ چاہتا ہوں کہ انہوں نے امام صاحب کے تذکرے میں ان تین علامات کا ذکر کیا ہے، یعنی ''ز، س، تم'' جس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب جزء القراءۃ، سنن النسائی اور شمائل ترمذی کے راوی ہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب امام نسائی کے نزدیک مجروح نہیں ہیں، ورنہ وہ اپنی کتاب میں ان سے روایت نقل نہ کرتے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے روایت نقل کی ہے اس لئے تو بعد کے محدثین نے آپ کے نام کے ساتھ ''ز، س، ت'' کی علامت کا ذکر کیا:

---

(۱) دیکھئے تفصیل: تهذیب التهذیب: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۰ ص۳۵۱

(۲) ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه: ص۲۸

(تم ز س) النعمان بن ثابت الفارسي أبو حنيفة إمام العراق وفقيه الأمة عن عطاء ونافع والأعرج وطائفة وعنه ابنه حماد وزفر وأبو يوسف ومحمد وجماعة وثقه ابن معين وقال ابن المبارك: ما رأيت في الفقه مثل أبي حنيفة وقال مكي أبو حنيفة: أعلم أهل زمانه وقال القطان: لا نكذب الله ما سمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة قال ابن المبارك: ما رأيت أورع منه. مات سنة خمسين ومائة۔ (۱)

۱۰-علامہ سید احمد رضا صاحب بجنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتاب الضعفاء والمتروکین'' امام نسائی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ہے، اس میں آپ نے بہت سے ثقہ ائمہ حدیث وفقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے، کچھ تو امام نسائی رحمہ اللہ کے مزاج میں تشدد بھی زیادہ تھا، جس کی وجہ سے رُواۃِ حدیث پر کڑی نظر رکھتے ہیں، اور روایت حدیث کی شرائط ان کے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ سے بھی زیادہ سخت ہیں، مگر اس کے ساتھ تعصب کا بھی رنگ موجود ہے، ان کی سخت مزاجی اور کڑی تنقید کی عادت سے فائدہ اُٹھا کر لوگوں نے ان کی کتاب میں الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہے اور ایسا مستبعد نہیں، کیونکہ ان کی سننِ نسائی میں حسب تصریح حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ امام صاحب سے روایت موجود تھی، جو موجودہ مطبوعہ نسخوں میں اب نہیں۔ (۲)

امام ابنِ عدی کی رحمہ اللہ جرح اور اس کا جواب

قال الشيخ: وإسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة ليس له من الروايات شيء ليس هو، ولا أبوه حماد ولا جده أبو حنيفة من أهل الروايات وثلاثتهم قد ذكرتهم في كتابي هذا في جملة الضعفاء۔ (۳)

جواب:۱-امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی یہ جرح مبہم ہے، اور ماقبل میں یہ بات باحوالہ گزر چکی ہے کہ جرح مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، نیز یہاں سببِ ضعف بیان نہیں کیا گیا ہے، جب کہ امام صاحب کے متعلق تعدیل مفسر موجود ہے۔

(۱) خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ص ۴۰۲

(۲) انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج۱، ص ۲۶۰

(۳) الکامل في ضعفاء الرجال: ترجمة: اسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة كوفي، ج۱، ص ۵۱۰

۲-امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں ہر متکلم فیہ راوی کا تذکرہ کیا ہے، اگرچہ وہ ثقہ کیوں نہ ہو، چنانچہ صحیح کے بہت سے راویوں کا بھی تذکرہ کیا ہے، صحیح بخاری کے راوی ہیں امام ابوسلیمان البصری رحمہ اللہ جن کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثقہ ہے، یحییٰ بن معین، امام نسائی اور امام ابوحاتم رازی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ثقہ ہے، یہ چوٹی کے علماء باوجودیکہ متشدد بھی ہیں، لیکن یہ توثیق کرتے ہیں، اور امام ابنِ عدی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' میں کیا ہے:

أبو سليمان البصري قال أحمد بن حنبل: ثقة ثقة ووثقه بن معين والنسائي وأبو حاتم وبن سعد وغيرهم. وأما بن عدي فذكره في الضعفاء.[۱]

۳-امام ابنِ عدی رحمہ اللہ نے تو حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کا ذکر بھی اپنی اس کتاب میں کیا ہے۔[۲]

حالانکہ ان کے فضائل تو صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص سے فرمایا تھا کہ ان سے اپنے لئے دُعا کروانا:

عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ، أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَفَدُوا إِلَى عُمَرَ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ، فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هَاهُنَا أَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّينَ، فَجَاءَ ذَلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ، فَدَعَا اللهَ فَأَذْهَبَهُ عَنْهُ، إِلَّا مَوْضِعَ الدِّينَارِ أَوِ الدِّرْهَمِ، فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ[۳]

---

(۱) فتح الباري شرح صحيح البخاري: الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال، ج۱، ص۴۴۳

(۲) دیکھئے تفصیلاً: الكامل في ضعفاء الرجال: ترجمة: أويس القرني وهو أويس بن عامر، ج۲ص۱۰۹۔

(۳) صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أويس القرني، رقم الحديث: ۲۵۴۲، ج۴ ص۱۹۶۸

علامہ ابنِ عدی رحمہ اللہ نے احمد بن صالح المصری رحمہ اللہ کا ذکر اپنی اس کتاب میں کیا، پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اگر یہ شرط نہ لگائی ہوتی کہ میں ہر اس شخص کا ذکر کروں گا جس پر کلام ہوا ہو تو میں کبھی ان کا تذکرہ نہ کرتا:

لولا أني شرطت في كتابي هذا أن أذكر فيه كل من تكلم فيه متكلم، لكنت أجل أحمد بن صالح أن أذكره. (۱)

اسی طرح علامہ ابنِ عدی رحمہ اللہ نے احمد بن محمد بن سعید ابوالعباس رحمہ اللہ کا ذکر اپنی اس کتاب میں کیا اور جارحین کی جرح بھی نقل کی، پھر آخر میں خود فرماتے ہیں ان کے علم وفضل وثقاہت کی وجہ سے کبھی ان کا ذکر نہ کرتا اگر میں نے یہ شرط نہ لگائی ہوتی کہ میں ہر متکلم فیہ روای کا ذکر کروں گا:

أني شرطت في أول كتابي هذا أن أذكر فيه كل من تكلم فيه متكلم ولا أحابي، ولولا ذاك لم أذكره للذي كان فيه من الفضل والمعرفة (۲)

اسی طرح امام عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی اپنی اسی کتاب میں کر کے آخر میں فرماتے ہیں:

لولا شرطنا أول في الكتاب أن كل من تكلم فيه متكلم ذكرته في كتابي أذكره. (۳)

ان حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی بہت سے راوی خود امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں صرف ان کا تذکرہ اس لئے کیا کہ کسی نے ان پر کلام کیا ہے اور انہوں نے شرط لگائی تھی کہ ہر متکلم فیہ راوی کا ذکر کروں گا، اگر چہ وہ ثقہ کیوں نہ ہو۔ آخر ایسا کونسا شخص ہے جس پر کسی نے کلام نہ کیا ہو؟ امام بخاری، امام مالک، امام شافعی، امام ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ جتنے بھی کبار ائمہ ہیں، کوئی جرح سے بچ نہ سکا، ہر ایک پر کچھ نہ کچھ ضرور کلام ہوا ہے، پھر تو کوئی محفوظ نہیں رہا، قطعِ نظر اس سے کہ وہ کلام دُرست ہے یا نہیں۔

۴۔ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) الكامل في ضعفاء الرجال، ترجمة. أحمد بن صالح أبو جعفر المصري، ج۱ ص ۳۰۲

(۲) الكامل في ضعفاء الرجال: ترجمة: أحمد بن محمد بن سعيد، ج۱ ص ۳۳۸

(۳) الكامل في ضعفاء الرجال: ترجمة: عبدالله بن سليمان بن الأشعث، ج۵ ص ۴۳۷

وفيه من تكلم فيه مع ثقته وجلالته بأدنى لين، وبأقل تجريح فلولا أن ابن عدي أو غيره من مؤلفي كتب الجرح ذكروا ذلك الشخص لما ذكرته لثقته.[1]

ترجمہ:- اس کتاب میں ان راویوں کا بھی ذکر ہے جن کی ثقاہت وجاہت ثابت ہے، صرف معمولی کمزوری کی بنا پر جرح کی گئی ہے، اگر ابنِ عدی رحمہ اللہ یا دُوسرے مؤلفینِ کُتبِ جرح نے ان کا ذِکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی (ان کی ثقاہت کی وجہ سے) ہرگز ان کا ذکر نہ کرتا۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اِمام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی کتاب ''الکامل'' کا اصل موضوع ضعفاء ہیں، اگرچہ انہوں نے اس میں بہت سے ثقات کا بھی ذکر کیا ہے:

فأصله وموضوعه في الضعفاء وفيه خلق كما قدمنا في الخطبة من الثقات.[2]

اِمام ذہبی رحمہ اللہ، جعفر بن ایاس رحمہ اللہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں، اِمام ابنِ عدی رحمہ اللہ نے ''کامل'' میں ان کا ذکر کرکے بہت بُرا کیا ہے:

جعفر بن إياس: أبو بشر الواسطي، أحد الثقات أورده ابن عدي في كامله فأساء.[3]

اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حميد بن هلال: من جلة التابعين وثقاتهم بالبصرة. قلت: روايته عنه في مسلم، وهو في كامل ابن عدي مذكور فلهذا ذكرته وإلا فالرجل حجة.[4]

ترجمہ:- حمید بن ہلال رحمہ اللہ جو کہ تابعین میں سے ہیں اور ثقہ راوی ہیں، ان

---

(۱) میزان الاعتدال فی نقد الرجال: مقدمہ، ج ا ص ۲

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال: فصل فی النسوۃ المجهولات، ج ۴ ص ۶۱۶

(۳) میزان الاعتدال فی نقد الرجال: حرف الجیم، ترجمۃ: جعفر بن ایاس، ج ا ص ۴۰۲

(۴) میزان الاعتدال فی نقد الرجال: حرف الحاء، ترجمۃ: حمید بن ہلال، ج ا ص ۶۱۶

سے صحیح مسلم میں روایت موجود ہے، چونکہ ابن عدی کی "الکامل" میں ان کا تذکرہ ہے تو اس لئے میں نے بھی ان کا ذکر کیا، ورنہ یہ راوی قابلِ حجت ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" میں کثرت کے ساتھ ایسے راویوں کا ذکر کیا ہے جو ثقہ ہیں، لیکن اس کے باوجود ابن عدی رحمہ اللہ نے ان کا ذکر کیا ہے، اگر ابنِ عدی کے نفسِ ذکر کرنے سے کوئی راوی ضعیف ہو جاتا ہے تو یہ تمام ثقہ راوی مجروح ہو جائیں گے، خصوصاً صحیحین کے رجال بھی نہیں بچ سکیں گے، معلوم ہوا کہ ابنِ عدی رحمہ اللہ نے ہر اس راوی کا ذکر کر دیا جس پر کسی نے کلام کیا، قطعِ نظر کہ وہ کلام صحیح ہے یا نہیں۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے اُستاذ علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

وابن عدي ولكنه ذكر في كتابه الكامل كل من تكلم فيه وإن كان ثقة۔ (۱)

ترجمہ:- امام ابنِ عدی نے اپنی کتاب "الکامل" میں ہر متکلم فیہ راوی کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ وہ ثقہ ہو۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

ولكنه توسع لذكر كل من تكلم فيه وإن كان ثقة ولذا لا يحسن أن يقال: الكامل للناقصين۔ (۲)

ترجمہ:- لیکن امام ابنِ عدی نے اپنے کلام کو وسعت دے کر ہر متکلم فیہ کا تذکرہ کیا اگرچہ وہ ثقہ ہو، اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ الکامل میں صرف ناقصین کا تذکرہ ہے۔

۵- امام ابنِ عدی رحمہ اللہ کی جب امام طحاوی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو ان کے تمام اشکالات رفع ہو گئے، اور امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اپنی سابقہ باتوں سے رُجوع کر لیا تھا، اور

---

(۱) التبصرة والتذكرة ألفية العراقي: معرفة الثقات والضعفاء، ج ۲ ص ۳۲۴

(۲) فتح المغيث بشرح الفية الحديث: معرفة الثقات والضعفاء، ج ۳ ص ۳۲۸

پھر باقاعدہ انہوں نے امام صاحب کی مسند روایات کو جمع کیا، شاید اسی کے کفارے میں انہوں نے "مسند أبي حنيفة" تصنیف کی، اور امام صاحب کی مسند روایات کو یکجا کیا، معلوم ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ سے ملاقات کے بعد ان کے خیالات تبدیل ہوگئے تھے۔

محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

وكان ابن عدي على بُعده عن الفقه والنظر والعلوم العربية، طويل اللسان في أبي حنيفة وأصحابه ثم لما اتصل بأبي جعفر الطحاوي وأخذ عنه تعدت حالته يسيرا حتى ألف مسندا في أحاديث أبي حنيفة.

یاد رہے کہ اس بات کو شیخ عبد الفتاح رحمہ اللہ نے علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ کے حوالے سے حاشیہ میں نقل کیا ہے۔ (۱)

ملک معظم عیسیٰ بن عادل رحمہ اللہ نے امام ابن عدی رحمہ اللہ کی "مسند ابی حنیفة" کا ذکر کیا ہے:

ذكر ابن عدي صاحب كتاب الجرح والتعديل في مسند أبي حنيفة في صدر الكتاب في مناقب أبي حنيفة بإسناده. (۲)

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قلت: قول ابن عدي إن كان مقبولا في إسماعيل وحماد إذا بين سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبهم فهو غير مقبول قطعاً في أبي حنيفة. (۳)

ترجمہ:- جب تک اسماعیل اور حماد کے بارے میں سببِ ضعف بیان نہ کیا جائے تو اس وقت تک ابنِ عدی کی جرح مقبول نہیں، کیونکہ جرحِ مبہم مردود ہوا

---

(۱) دیکھئے تعلیق: الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: إيقاظ: في بيان خطة ابن عدي في كتابه الكامل، ص ۳۲۰، ۳۲۱

(۲) السهم المصيب في الرد على الخطيب: ص ۱۰۵

(۳) الفوائد البهية في تراجم الحنفية: ترجمة: اسماعيل بن حماد ابن الإمام أبي حنيفة، ص ۸۱

کرتی ہے، لیکن ابن عدی کی جرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں قطعی اور یقینی طور پر غیر مقبول ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ کی جرح اور اس کا جواب

امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

لم يسنده عن موسى بن أبي عائشة غير أبي حنيفة والحسن بن عمارة وهما ضعيفان۔[1]

ترجمہ:- ابن ابی عائشہ سے سوائے امام ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کی اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

۱- یہ جرح مبہم ہے جب کہ کبار ائمۂ حدیث وفقہاء سے آپ کی تعدیلِ مفسر منقول ہے، اور یہ بات ماقبل میں باحوالہ گزر چکی ہے کہ جرحِ مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لعدم اعتبار الجرح المبهم فهو غير مقبول قطعاً في أبي حنيفة و كذا كلام غيره ممن ضعفه كالدارقطني وابن القطان كما حققه العيني في مواضع من البناية شرح الهداية وابن الهمام في فتح القدير وغيرهما من المحققين۔[2]

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کے اس حوالے سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کی جرح مبہم ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے وجہِ ضعف بیان نہیں کی کہ آخر امام صاحب رحمہ اللہ کیوں ضعیف ہیں؟

۲- امام دارقطنی رحمہ اللہ متعصب تھے، شافعی مذہب میں ان کو غیر معمولی غلو تھا، اور اس کے برعکس وہ حنفی مذہب سے سخت عناد رکھتے تھے، اس کی تائید اس واقعے سے بھی ہوتی ہے، علامہ

---

(۱) سنن الدارقطني: كتاب الصلوة باب ذكر قوله صلى الله عليه وسلم: من كان له امام الخ، رقم الحديث: ۱۲۳۳، ج ۲ ص ۱۰۷

(۲) الفوائد البهية في تراجم الحنفية، ترجمة: اسماعيل بن حماد ابن الامام أبي حنيفة ص ۸۱

ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ تحریر کیا اور اس میں انہوں نے جہری نمازوں میں بآواز بلند بسم اللہ پڑھنے کے متعلق حدیثیں جمع کیں، لیکن جب ان سے ان حدیثوں کی صحت کے بارے میں پوچھا گیا تو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اعتراف کیا کہ جہراً تسمیہ پڑھنے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق صحیح اور ضعیف دونوں قسم کی روایتیں ملتی ہیں:

لما صنف الدارقطني مصنفا في ذلك قيل له: هل في ذلك شيء صحيح؟ فقال: أما عن النبي فلا وأما عن الصحابة فمنه صحيح ومنه ضعيف.[1]

اسی واقعے کو قدرے تفصیل کے ساتھ علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) نے نقل کیا ہے:

وقد حكى لنا مشايخنا أن الدارقطني لما ورد مصر سأله بعض أهلها تصنيف شيء في الجهر، فصنف فيه جزءا، فأتاه بعض المالكية، فأقسم عليه أن يخبره بالصحيح من ذلك. فقال: كل ما روي عن النبي في الجهر فليس بصحيح، وأما عن الصحابة: فمنه صحيح وضعيف.[2]

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے محض مسلک کی تائید کے لئے غیر مستند احادیث کو جمع کیا، امام صاحب پر بھی انہوں نے کلام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا ہے، کیونکہ قراءت خلف الامام کے مسئلے میں اس روایت سے ائمہ احناف نے استدلال کیا تو روایت کو محض کمزور ظاہر کرنے کے لئے اس پر کلام کر دیا۔ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے بھی ان کو متعصبین میں شمار کیا ہے:

وبعض الجروح صدر من المتأخرين المتعصبين كالدارقطني وابن عدي وغيرهما، ممن تشهد القرائن الجليلة بأنه في هذا الجرح من المتعصبين، والتعصب أمر لا يخلو منه البشر إلا من حفظه خالق

(۱) مجموع الفتاوی: باب صفة الصلوٰة مانثبت أن بعضه أفضل من بعض، ج ۲۲ ص ۲۷۶

(۲) نصب الراية: كتاب الصلوٰة باب صفة الصلوٰة، ج ۱ ص ۳۵۹

القوي والقدر. وقد تقرر أن مثل ذلك غير مقبول من قائله بل هو موجب لجرح نفسه.[1]

ترجمہ:- بعض جرحیں متاخرین متعصبین سے صادر ہوئی ہیں جیسے دارقطنی، ابنِ عدی وغیرہ، جن پر قرائنِ جلیہ شاہد ہیں کہ ان سے یہ جرح تعصب کی بنا پر صادر ہوئی ہے، اور بات بھی یہ ہے کہ تعصب سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو خدا محفوظ رکھے، ورنہ کوئی انسان اس سے خالی نہیں ہے، اور یہ بات محقق ہے کہ متعصب کی جرح مقبول نہیں بلکہ اس جیسی جرح سے وہ خود مجروح ہو جاتا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

ومن المتعصبين على أبي حنيفة الدارقطني وأبو نعيم.[2]

۳- اسحاق بن محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ سے روایت صحیح بخاری، نسائی، ابوداود تینوں میں موجود ہے، لیکن امام دارقطنی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ پر عیب لگایا ہے ان سے روایت نقل کرنے پر، چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إسحاق بن محمد بن إسماعيل بن عبدالله بن أبي فروة الفروي، قال أبو حاتم: كان صدوقا ولكن ذهب بصره فربما لقن و كتبه صحيحة ورواه أبو داود والنسائي، والمعتمد فيه ما قاله أبو حاتم وقال الدارقطني والحاكم عيب على البخاري إخراج حديثه.[3]

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے کلام سے تو امام بخاری بھی معیوب ٹھہرے، معلوم ہوا کہ جس طرح اسحاق بن محمد رحمہ اللہ کے متعلق ان کا کلام دُرست نہیں، اسی طرح امام صاحب کے متعلق بھی ان کا کلام قابلِ التفات نہیں۔

۴- امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بہت سے رُواۃ کی توثیق کی ہے، حالانکہ وہ مجروح ہیں، اور کئی

---

(۱) التعليق الممجد على موطا محمد: مقدمة: الفائدة العاشرة، ج۱ ص ۱۲۶

(۲) ردالمحتار على الدر المختار: مقدمة: ج۱ ص ۵۳

(۳) فتح الباري شرح صحيح البخاري: الفصل التاسع في سياق أسماء من طعن فيه من رجال، ج۱ ص ۳۸۹

ایک کی تضعیف کی ہے، حالانکہ وہ ثقہ ہیں:

الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ غُرَابٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُسَخَّنُ لَهُ مَاءٌ فِي قُمْقُمَةٍ وَيَغْتَسِلُ بِهِ. هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ (۱)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے، حالانکہ اس میں دو مجروح راوی موجود ہیں۔ (۲)

معلوم ہوا کہ ان کی توثیق وتضعیف پر بالکلیہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) امام دارقطنی رحمہ اللہ کی اس جرح کے متعلق فرماتے ہیں:

قلت: لو تأدب الدارقطني واستحيى لما تلفظ بهذه اللفظة في حق أبي حنيفة فإنه إمام طبق علمه الشرق والغرب، ولما سئل إبن معين عنه فقال: ثقة مأمون ما سمعت أحدا ضعفه هذا شعبة بن الحجاج يكتب إليه أن يحدث وشعبة شعبة. وقال أيضا: كان أبو حنيفة ثقة من أهل الدين والصدق ولم يتهم بالكذب، وكان مأمونا على دين الله تعالى، صدوقا في الحديث، وأثنى عليه جماعة من الأئمة الكبار مثل عبدالله بن المبارك، ويعد من أصحابه وسفيان بن عيينة وسفيان الثوري وحماد بن زيد وعبدالرزاق ووكيع، وكان يفتي برأيه والأئمة الثلاثة: مالك والشافعي وأحمد وآخرون كثيرون، وقد ظهر لك من هذا تحامل الدارقطني عليه وتعصبه الفاسد، وليس له مقدار بالنسبة إلى هؤلاء حتى يتكلم في إمام متقدم على هؤلاء في الدين والتقوى والعلم، وبتضعيفه إياه يستحق هو التضعيف أفلا يرضى بسكوت أصحابه عنه وقد روى في (سننه) أحاديث سقيمة ومعلولة ومنكرة وغريبة وموضوعة؛ ولقد روى أحاديث ضعيفة في كتابه (الجهر

(۱) سنن الدارقطني: كتاب الطهارة، باب الماء المسخن، رقم الحدیث: ۸۵، ج ۱ ص ۵۰

(۲) دیکھئے تفصیلا: الجوهر النقي على سنن البيهقي: ج ۱ ص ۵

بالبسملة) واحتج بها مع علمه بذلك حتى إن بعضهم استحلفه على ذلك فقال: ليس فيه حديث صحيح۔[1]

ترجمہ:- اگر دار قطنی کو کچھ حیا اور ادب ہوتا تو امام ابو حنیفہ کی شان میں اپنی زبان سے اس لفظ کو نہ نکالتا، کیونکہ امام ابو حنیفہ ایسے امام ہیں جن کا علم مشرق و مغرب کو محیط ہو رہا ہے، جس وقت امام ابن معین سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا ثقہ اور مامون ہیں، میں نے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ اس نے ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہو، یہ شعبہ بن حجاج ہیں جو امام صاحب کو فرمائش کیا کرتے تھے کہ حدیث بیان کریں اور ان سے روایت کرتے تھے، اور شعبہ کس قدر زبردست محدث ہیں! اس کو کون نہیں جانتا؟ اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ اور اہلِ دین اور اہلِ صدق میں سے ہیں، کذب کے ساتھ متہم نہیں ہیں، دین پر مامون ہیں، حدیث میں صادق ہیں اور بڑے بڑے کبار ائمہ نے ان کی تعریف و ثنا کی ہے، جیسے عبداللہ بن مبارک کہ یہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں بھی شمار ہوتے ہیں، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبدالرزاق، امام وکیع جو امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، امام مالک، امام شافعی امام احمد اور بہت سے بڑے بڑے ائمہ نے بھی امام صاحب کی مدح کی ہے، اس سے دار قطنی کا تعصبِ فاسد ظاہر ہو گیا ہے، ان کا کوئی مقام نہیں ان ائمہ کبار کے مقابلے میں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی ہے، تا کہ ایسے امام کی شان میں کلام کرے جو ان ائمہ پر دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے مقدم ہے، امام ابو حنیفہ کی تضعیف کرنے کی وجہ سے خود دار قطنی تضعیف کے مستحق ہیں، کیا امام صاحب کے اصحاب کے سکوت پر راضی نہیں؟ اور پھر خود اپنی سنن میں سقیم حدیثیں اور معلول، منکر، غریب، موضوع روایات تک نقل کی ہیں، نیز اپنی کتاب میں

---

(۱) عمدة القاري شرح صحيح البخاري: كتاب مواقيت الصلوة باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها، ج ٦ ص ١٢

أحادیثِ ضعیفہ باوجود یکہ ان کو ان روایات کے ضعیف ہونے کا علم تھا، روایت کیں، اور اپنے مذہب پر ان سے اِستدلال کیا، حتیٰ کہ بعض علماء نے انہیں قسم دی تو انہوں نے اِقرار کیا کہ اس کتاب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقد ظهر لنا من هذا تحامل الدارقطني عليه وتعصبه الفاسد، فمن أين له تضعيف أبي حنيفة وهو مستحق التضعيف، وقد روى في مسنده أحاديث سقيمة ومعلولة ومنكرة وغريبة وموضوعة، ولقد صدق القائل في قوله حينئذ والمعنى: إذا لم ينالوا شأنه ووقاره. فالقوم أعداء له وخصوم وفي المثل السائر: البحر لا يكدره وقوع الذباب ولا ينجسه ولوغ الكلاب.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تضعیف کا دارقطنی کو کیا حق ہے؟ بلکہ وہ خود تضعیف کے مستحق ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنی سنن میں منکر، معلول، سقیم، موضوع روایات نقل کی ہیں، قائل نے بالکل بجا فرمایا کہ جب وہ لوگ آپ کی شان اور وقار و مرتبے کو نہ پا سکے تو وہ آپ کے مخالف اور دشمن ہو گئے، اس کے مثل ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مکھیوں کے گرنے سے سمندر کا پانی گدلا نہیں ہوتا، اور نہ ہی کتوں کے منہ مارنے سے سمندر کا پانی نجس ہوتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب جرح اور اس کا جواب

قال ابن المبارك: كان أبو حنيفة رحمه الله يتيما في الحديث.[2]

جواب:۱- "یتیم" کے معنی محاورے میں یکتا اور بے نظیر کے آتے ہیں۔

علامہ اسماعیل بن محمد الجوہری رحمہ اللہ (متوفی ۳۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کی نظیر

(۱) البنایۃ شرح الہدایۃ: کتاب الصلاۃ قراءۃ المؤتم خلف الإمام، ج ۲ ص ۳۱۷

(۲) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ذکر ما قالہ العلماء فی ذم رأیہ، ج ۱۳ ص ۴۱۷

نادر ہو وہ "یتیم" ہے، اس لئے کہا جاتا ہے "درۃ یتیمۃ" نادر الوجود موتی۔

وکل شیء مفرد یعز نظیرہ فھو یتیم یقال درۃ یتیمۃ۔ (۱)

معلوم ہوا کہ "یتیم" اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کا وجود نادر ہو، اور بہت کم پائی جاتی ہو اور بے مثال اور یکتا ہو۔

امام اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "یتیم" ریت کے اکیلے ذرّے کو کہتے ہیں اور عرب کے ہاں اکیلی اور منفرد چیز کو "یتیم" کہتے ہیں:

وکل منفرد ومنفردۃ عند العرب یتیم ویتیمۃ۔ (۲)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۸۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ "یتیم" ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی نظیر بہت کم پائی جاتی ہو:

والیتیم: الفرد وکل شیء یعز نظیرہ۔ (۳)

ہر وہ قیمتی اور مہنگی چیز جس کی نظیر نہ ہو اسے "یتیم" کہتے ہیں:

الثمینۃ التی لا نظیر لھا۔ (۴)

پس عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث میں یکتا اور بے نظیر تھے، اس کی تائید خود عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے دُوسرے اقوال سے ہوتی ہے۔

سوید بن نصر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے ہے، بلکہ یوں کہو یہ حدیث کی تفسیر ہے:

سمعت ابن المبارک یقول: لا تقولوا رأی أبی حنیفۃ ولکن قولوا تفسیر الحدیث۔ (۵)

متعصبین نے ابنِ مبارک رحمہ اللہ کے اس قول کو غلط معنی پہنادیا جیسے ان کے سامنے ایک

---

(۱) الصحاح: فصل الیاء، یتم، ج ۵ ص ۲۰۶۴

(۲) لسان العرب، فصل الیاء، یتم، ج ۱۲ ص ۶۴۶

(۳) القاموس المحیط: فصل الیاء، الیتیم، ج ۱ ص ۱۱۷۲

(۴) المعجم الوسیط: فصل الیتیم، ج ۲ ص ۱۰۶۴

(۵) مناقب أبی حنیفۃ للموفق: الباب الثانی والعشرون، ص ۳۰۷

شخص نے ان کے ایک قول سے غلط معنی مراد لینا چاہا۔

ابراہیم بن عبداللہ خلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ "كان أبو حنيفة آية" امام ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں:

فقال له قائل: في الشر يا أبا عبد الرحمن أو في الخير؟ فقال: اسكت يا هذا! فإنه يقال: غاية في الشر، وآية في الخير، ثم تلا هذه الآية: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً۔ (1)

ترجمہ:-تو ایک شخص بول پڑا: اے ابوعبدالرحمٰن (یہ عبداللہ بن مبارک کی کنیت ہے) یہ بتایئے کہ آیت کس میں تھے شر میں یا خیر میں؟ عبداللہ بن مبارک نے فوراً ڈانٹ کر کہا: خاموش رہو! تمہیں پتا نہیں کہ "آیت" کا لفظ خیر ہی کے لیے آتا ہے شر کے لیے "آیت" نہیں بلکہ "غایت" کا لفظ آتا ہے۔ اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی: "وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً" (المؤمنون:50)۔

جیسے اس شخص نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے سامنے آپ کے مدحیہ کلام کو جس میں آپ امامِ اعظم رحمہ اللہ کو اللہ سبحانہ کی نشانی بتارہے تھے، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے سامنے غلط معنی پہنا دیا، ٹھیک اسی طرح مذکورہ جملے کو متعصبین نے غلط معنی میں لیا ہے۔

۲-عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور آپ نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کی بہت زیادہ مدح کی، آپ امام صاحب کے متعلق ایسے کلمات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ بطور نمونہ آپ کے چند مدحیہ اقوال ذکر کیے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی نظر میں امام صاحب کا کس قدر مقام ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأما أفقه الناس فأبو حنيفة، ثم قال: ما رأيت في الفقه مثله۔ (2)

---

(1) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، مناقب أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۳۶

(2) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۲

ترجمہ:- لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ امام ابو حنیفہ ہیں، میں نے فقہ میں ان کے مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابن المبارك يقول: إن كان أحد ينبغي له أن يقول برأيه فأبو حنيفة ينبغي له أن يقول برأيه. (۱)

ترجمہ:- اگر کسی کو اپنی رائے سے دین کی بابت کچھ کہنا مناسب ہوتا تو امام ابو حنیفہ اس مرتبے کے ہیں کہ ان کو اپنی رائے سے کہنا مناسب ہونا چاہئے تھا۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لولا أن الله أعانني بأبي حنيفة وسفيان لكنت كسائر الناس. (۲)

ترجمہ:- اگر اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مدح میں فرماتے ہیں:

سعيد المروزي قال سمعت ابن المبارك يقول:

لقد زان البلاد ومن عليها
إمام المسلمين أبو حنيفة
بآثار وفقه في حديث
كآثار الزبور على الصحيفة
فما في المشرقين له نظير
ولا بالمغربين ولا بالكوفة
رأيت العائبين له سفاها
خلاف الحق مع حجج ضعيفة (۳)

---

(۱) تاریخ بغداد: ترجمہ: النعمان بن ثابت، ماقيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۳

(۲) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: الباب العاشر، ص ۱۸۸

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر ما روي من الشعر في مدح أبي حنيفة، ص ۹۰

ان واضح اور مستند حوالہ جات سے معلوم ہوا ہے کہ ابن مبارک رحمہ اللہ کی نظر میں امام صاحب کا کس قدر مقام ہے۔

۳- بالفرض والمحال اگر تسلیم کرلیا جائے تو عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے یہ بات اس وقت کہی ہوگی جب امام صاحب کا ابتدا میں علم کلام کی طرف زیادہ میلان تھا اور علم حدیث وفقہ کی طرف زیادہ اشتغال نہ تھا، اور امام صاحب سے متعلق ان کے مدحیہ اقوال اور ان کی تعدیل وتوثیق اس وقت کی ہو جب کہ امام صاحب محدث وفقیہ ہو چکے تھے، لہٰذا عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے دونوں اقوال صحیح ہو سکتے ہیں اور امام صاحب پر بھی کوئی حرف نہیں آتا۔

۴- علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ "یتیم" سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث کی روایت میں سندوں کی زیادہ تلاش کرنے کی پروا نہ کرتے تھے، جیسا کہ ان لوگوں کی عادت تھی جو صرف روایت کی جانب ہی توجہ کرنے والے تھے، بخلاف مجتہدین کے کہ اگر ان کو چند اسناد کے ساتھ، یا ایک ہی صحیح یا حسن درجے کی سند کے ساتھ روایت مل جائے تو وہ اس میں سے احکام استنباط کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کثرت طرق کے متلاشی نہیں ہوتے ہیں، ابراہیم بن سعید الجوہری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ ہر ایسی حدیث جو میرے پاس سو سندوں کے ساتھ نہ ہو تو میں اس حدیث میں "یتیم" ہوں:

كل حديث لا يكون عندي من مائة وجه فأنا فيه يتيم۔[1]

امام اعظم رحمہ اللہ پر مرجیہ کے الزام کی حقیقت

امام بخاری رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے ترجمے میں لکھا:

كان مرجئا سكتوا عنه وعن رأيه وعن حديثه۔[2]

ترجمہ:- وہ مرجیہ تھے، محدثین نے ان سے روایت کرنے میں، ان کی رائے لینے سے اور ان کی حدیث لینے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

امام اعظم پر مرجیہ کا الزام لگانے کی ابتدا خوارج، قدریہ اور معتزلہ جیسے باطل فرقوں نے کی۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ترجمۃ: ابراهيم بن سعيد الجوهري، ج ۲ ص ۷۶

(۲) التاريخ الكبير: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۸ ص ۸۱، رقم الترجمۃ: ۲۲۵۳

اس کا سبب یہ تھا کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے دورِ اوّل میں پھوٹنے والے ان باطل فرقوں کی شدید مخالفت کی، کیونکہ یہ تمام فرقے ایسے باطل عقائد و نظریات عوام الناس میں پھیلانے میں کوشاں تھے جن کا اسلام میں سرے سے ہی کوئی وجود نہ تھا۔

عقیدۂ قدریہ کے حامل انسان کے فعل کو مکمل طور پر انسان کے ارادے کے تحت سمجھتے تھے اور اس میں ارادۂ الٰہی کے دخل کو جائز نہ سمجھتے تھے، اور وہ اپنے اس عقیدے کا پرچار بھی کرتے جس کی وجہ سے امام اعظم نے ان کی شدید مخالفت کی۔

معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب غیر مؤمن ہے، لہٰذا وہ مرنے کے بعد ہمیشہ جہنم میں رہے گا، جو شخص بھی ان کے اس نظریے کی مخالفت کرتا وہ اس پر مرجیہ کا اطلاق کرتے۔

خوارج کا عقیدہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، اور اس کا خون و اموال دوسروں پر حلال ہیں، ان کے نزدیک بھی ایسا شخص جہنم میں رہے گا۔

چوتھا باطل فرقہ مرجیہ کا تھا، جنہوں نے خوارج کے بالکل برعکس عقیدہ اپنایا، انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ ایمان کامل اقرار لسانی اور تصدیق قلبی کا نام ہے، لہٰذا عمل کی اس میں ضرورت ہی نہیں، اور بعض نے ان میں سے یہاں تک کہا کہ ایمان صرف قلبی اعتقاد کا نام ہے، اگرچہ اعلانیہ زبان سے کفر کا اقرار کرتا پھرے، بتوں کو پوجتا رہے، یا دار الاسلام میں یہودیوں اور عیسائیوں سے ملا رہے اور صلیب و تثلیث کو پوجے، اس کے اعمال جیسے بھی ہوں، وہ مرتے وقت کامل حالتِ ایمان میں ہی مرے گا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حالتِ ایمان میں سرزد ہونے والے گناہ نقصان نہیں پہنچاتے جیسا کہ کفر کی حالت میں اطاعتِ الٰہی کافروں کو کوئی نفع نہیں دیتی۔ (۱)

امام اعظم رحمہ اللہ ان سب باطل عقائد سے جدا تھے، انہوں نے کبھی بھی ان عقائدِ باطلہ سے تعلق نہیں رکھا، بلکہ ہمیشہ ان کی سرکوبی کے لئے کام کرتے رہے۔ امام صاحب کے الفاظ میں ان کا عقیدہ ملاحظہ کریں، آپ نے فرمایا:

لا نقول: إن المؤمن لا تضره الذنوب ولا نقول: إنه لا يدخل النار، ولا نقول: إنه يخلد فيها، وإن كان فاسقا بعد أن يخرج من الدنيا مؤمناً.

---

(۱) الفصل في الملل والنحل: ذكر شنع المرجئة، ج ۴ ص ۱۵۳، ۱۵۵

ولا نقول: إن حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة.
ولكن نقول: من عمل حسنة بجميع شرائطها خالية عن العيوب المفسدة والمعاني المبطلة ولم يبطلها (بالكفر والردة) حتى خرج من الدنيا مؤمناً فإن الله تعالى لا يضيعها، بل يقبلها منه ويثيبه عليها. وما كان من السيئات دون الشرك والكفر ولم يتب عنها صاحبها حتى مات فإنه في مشيئة الله تعالى إن شاء عذبه وإن شاء عفا عنه ولم يعذبه بالنار أبداً.[1]

ترجمہ:۔ہم یہ نہیں کہتے کہ مؤمن کو اس کے گناہ نقصان نہیں پہنچائیں گے، نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا (جس طرح باطل فرقے مرجیہ اور ملاحدہ وغیرہما کہتے ہیں) اور نہ ہی (معتزلہ اور خوارج کی طرح) یہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا، اگرچہ وہ فاسق ہی ہو، اور دُنیا سے حالتِ ایمان میں رُخصت ہوا ہو، اور نہ ہم مرجیہ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور گناہ معاف۔

بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس شخص نے نیکی کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ کیا جو عیوبِ مفسدہ (ظاہری گناہ مثلاً شراب نوشی، بدکاری، جھوٹ) اور معانی مبطلہ (باطنی گناہ مثلاً تکبر اور ریاکاری) سے محفوظ ہوئی، اور اس شخص نے اسے کفر اور ارتداد سے ضائع نہ کیا، یہاں تک کہ دُنیا سے مؤمن چلا گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا، بلکہ اس شخص سے اس نیکی کو قبول فرمائے گا اور اسے اس کا ثواب عنایت کرے گا۔ کفر وشرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہوں گے جس پر اس کا عامل توبہ کیے بغیر ہی حالتِ ایمان میں مرگیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہوگا، چاہے وہ اسے (عدل کے باعث) جہنم میں عذاب دے، اور چاہے (فضل وکرم اور شفاعت کے باعث) معاف فرمادے، اور وہ اسے اصلاً

---

(۱) شرح الفقہ الأکبر: المعاصي تضر مرتکبها خلافا لبعض الطوائف، ص ۷۶، ۷۷۔

عذاب کا مستحق نہیں ٹھہرائے گا (بلکہ جنت میں داخل کر دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا)۔

اتنے صریح الفاظ میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کا عقیدہ جان لینے کے بعد اب کسی صفائی کی ضرورت نہیں رہی۔ انہوں نے اپنے الفاظ میں وضاحت کے ساتھ اہلِ سنت والجماعت حنفی مذہب کا عقیدہ بیان کر دیا ہے کہ ہمارا عقیدہ باطل فرقوں خوارج، معتزلہ اور مرجیہ کے برعکس قرآن وسنت پر قائم ہے، ہم نہ کسی مؤمن کو گناہِ کبیرہ کے باعث ہمیشہ جہنم کا مستحق ٹھہراتے ہیں اور نہ کافر، اور نہ ہی ہم اسے گناہوں کے مضر اور دخولِ جہنم سے بے خوف کرتے ہیں، بلکہ گناہوں کی وجہ سے مؤمن کی گرفت بھی ہو سکتی ہے، وہ جہنم میں داخل بھی ہو سکتا ہے اور اس کی معافی بھی ہو سکتی ہے، لیکن حالتِ ایمان میں مرنے والے گناہگار مؤمن کو کافر کا نائل اور ہیشگی کا پروانہ نہیں تھمایا جا سکتا۔

ہماری نگاہ میں امامِ اعظم کو مرجیہ کہنے کی یہی وجہ سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے ان سب باطل فرقوں کی اتنی شد ومد سے مخالفت کی جتنی اس دور میں اور کوئی امام نہ کر سکا، آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے ان کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دیں، جس کے نتیجے میں ان باطل فرقوں نے بدلہ اس انداز میں لیا کہ امام صاحب پر اور آپ کے ہم خیال دُوسرے ائمہ پر مرجیہ ہونے کا اِلزام لگا دیا۔

اسی لئے امامِ اعظم نے بصرہ کے ایک عالم عثمان البتی رحمہ اللہ کو اپنی طرف منسوب مرجیہ کے نام کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا تھا:

فما ذنب قوم تكلموا بعدل، وسماهم أهل البدع بهذا الاسم ولكنهم أهل العدل وأهل السنة، وإنما هذا اسم سماهم به أهل شنآن۔ (۱)

ترجمہ: حق پر بولنے والی قوم کا یہی تو گناہ ہوتا ہے کہ اہلِ بدعت انہیں اس (مرجیہ کے) نام سے موسوم کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ اہلِ انصاف اور اہلِ سنت ہوتے ہیں، انہیں اس نام سے صرف کم ظرف لوگ ہی منسوب کرتے ہیں۔

امام صاحب کے اسی قول کی تائید امام شہرستانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''الملل والنحل'' میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) العقيدة وعلم الكلام: رسالة أبي حنيفة إلى عثمان البتي، ص ۶۳۲، الناشر: دار الكتب العلمية

لعمري كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنة، وعدّه كثير من أصحاب المقالات من جملة المرجئة، ولعل السبب فيه أنه لما كان يقول: الإيمان هو التصديق بالقلب وهو لا يزيد ولا ينقص، ظنوا أنه يؤخر العمل عن الإيمان، والرجل مع تحريجه في العمل كيف يفتي بترك العمل، وله سبب آخر وهو أنه كان يخالف القدرية والمعتزلة الذين ظهروا في الصدر الأول، والمعتزلة كانوا يلقبون كل من خالفهم في القدر مرجئاً وكذلك الوعيدية من الخوارج فلا يبعد أن اللقب إنما لزمه من فريقي: المعتزلة والخوارج والله أعلم.[1]

ترجمہ:- مجھے اپنی عمر (عطا کرنے والے) کی قسم! امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو مرجئۃ السنۃ کہا جاتا تھا، اور بہت سے کہنے والوں نے جمیع مرجیہ میں ان کو بھی شامل کیا ہے، اور اس کا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے، اور یہ گھٹتا بڑھتا نہیں، ان پر الزام لگانے والوں نے گمان کیا کہ وہ عمل کو موخر کرتے ہیں، حالانکہ ایسا شخص جو شریعت پر عمل پیرا ہو، کیسے ترکِ عمل کا فتویٰ دے سکتا ہے؟ ہاں! (ان کو مرجیہ کہنے کا) ایک دوسرا سبب یہ ہوسکتا ہے چونکہ وہ دورِ اوّل میں نمودار ہونے والے فتنوں قدریہ اور معتزلہ کی مخالفت کیا کرتے تھے، اور معتزلہ تقدیر میں اپنے ہر مخالف شخص کو مرجئہ کا لقب دیتے تھے، اور یہی رویہ خوارج کا تھا، پس اس صورتِ حال میں یہ اَمر بعید نہیں کہ انہیں یہ مرجئہ کا لقب فریقین معتزلہ اور خوارج کی طرف سے بدنیتی اور حسد کی وجہ سے دیا گیا ہو، واللہ اعلم۔

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ امام صاحب کا عقیدہ مرجئہ کے بالکل برعکس اور اس حقیقت کا غماز تھا کہ عمل فی نفسہٖ ایمان کی تعریف میں شامل نہیں، لیکن اس کے بغیر ایمان ناقص اور اَدھورا ہے۔ اس کے باوجود بعض حضرات نے امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف پھیلائے ہوئے باطل قوتوں کے اس جال میں پھنس کر اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کو مرجئہ لکھ ڈالا۔

---

(1) الملل والنحل: الفصل الخامسة: المرجئة الغسانية، ج 1، ص 141

امامِ اعظم کے علاوہ کئی اکابر تابعین اور تبع تابعین کو بھی انہیں فتنوں کے سبب مرجئہ میں شمار کیا گیا ہے۔ جن میں سے چند نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ۔

۲۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ۔

۳۔ عمرو بن مرہ رحمہ اللہ۔

۴۔ محارب بن دثار رحمہ اللہ۔

۵۔ مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ۔

۶۔ حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ۔

۷۔ قدید بن جعفر رحمہ اللہ وغیرہم۔

ان میں سے ہر امام کو صرف اس جرم کی پاداش میں مرجئہ کہا گیا کہ انہوں نے خوارج کے برعکس اصحابِ کبائر کو مؤمن قرار دیا، اور معتزلہ کی طرف سے ان پر ہمیشہ جہنم میں رہنے کے دعویٰ باطل کی دلائلِ یقین کے ساتھ تردید کی۔ جب کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ اور یہ سب ائمہ نہ صرف مرجئہ ہونے کے اس اِلزام سے بری تھے، بلکہ وہ سب تقویٰ وطہارت اور اِطاعت واتباعِ شریعت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ الزبیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے امامِ اعظم کا ارجاء کے اِلزام سے بری الذمہ ہونے پر یوں تبصرہ کیا ہے:

> وأما نسبة الإرجاء إليه فغير صحيح فإن أصحاب الإمام كلهم على خلاف رأي الإرجاء. فلو كان أبو حنيفة مرجئاً لكان أصحابه على رأيه وهم الآن موجودون على خلاف ذلك. وإذا أجمع الناس على أمر وخالفهم واحد أو اثنان لم يلتفت إلى قوله ولم يصدق في دعواه حتى إن الصلاة عند أبي حنيفة خلف المرجئة لا تجوز. ومن أجمع الأمة على أنه أحد الأئمة الأربعة المجمع عليهم لا يقدح فيه قول من لا يعرفه إلا بعض المحدثين.[1]

---

(۱) عقود الجواهر المنيفة: مقدمة، ج ۱ ص ۱۵

ترجمہ:- امام اعظم کی طرف ارجاء کی نسبت صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کے تمام اصحاب ارجاء کے اصحاب کی رائے کے خلاف ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ مرجئہ ہوتے تو ان کے شاگرد بھی ان ہی کی رائے پر ہوتے، حالانکہ وہ ابھی تک اس کے خلاف موجود ہیں، جب سب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور کوئی ایک یا دو اشخاص ان کی مخالفت کریں تو اس کے قول کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی، (یہ مرجئہ کے ساتھ اختلاف ہی کی وجہ سے ہے کہ) امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز تک بھی جائز نہیں ہے۔ اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب ان چار ائمہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے، لہٰذا آپ کے بارے میں اس شخص کا قول قادح نہیں ہوگا جس کو صرف بعض محدثین جانتے ہوں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ طعن وتشنیع کا اس لئے بھی نشانہ بنایا گیا کیونکہ آپ معتزلی، خوارجی اور قدریوں سے مناظروں کے دوران اپنی خداداد صلاحیتوں سے نہ صرف ان کے دلائل وعقائد کی دھجیاں بکھیر دیتے تھے، بلکہ انہیں لاجواب بھی کر دیتے تھے، اس کا جواب انہوں نے یوں دیا کہ آپ پر مرجئہ کا الزام لگا دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ پر خلقِ قرآن کا الزام لگایا گیا

مسلمہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے جسے حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمے میں درج کیا ہے:

كان ثقة، جليل القدر، عالماً بالحديث، وكان يقول بخلق القرآن، فأنكر ذلك عليه علماء خراسان فهرب ومات وهو مستخف.[1]

ترجمہ:- بخاری ثقہ، جلیل القدر اور حدیث کے عالم تھے، وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا کہا کرتے تھے جس پر علمائے خراسان نے ان کا انکار کیا تو وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور روپوشی میں ہی ان کا وصال ہو گیا۔

---

(۱) تهذيب التهذيب، ترجمة: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج ۹ ص ۵۳

جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرح اس بات سے انکار کیا۔

امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

من قال عني أني قلت: لفظي بالقرآن مخلوق فقد كذب۔ (۱)

ترجمہ:-جس شخص نے میری طرف سے یہ کہا کہ میں نے کہا ہے: قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں تو اس نے جھوٹ بولا۔

جس طرح امام بخاری رحمہ اللہ پر الفاظ قرآنی کے مخلوق ہونے کا بے بنیاد الزام لگنے کے باوجود ان کی روایت حدیث اور علم حدیث میں جلالتِ شان پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ پر ارجاء کا بے سروپا الزام لگنے سے ان کی عدالت وثقاہت پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ارجاء ابوحنیفہ اور "غنیۃ الطالبین" کی عبارت

أما الحنفية فهم بعض أصحاب أبي حنيفة النعمان بن ثابت زعموا أن الإيمان هو المعرفة والإقرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة۔ (۲)

جواب:-مرجئہ، ارجاء سے مشتق ہے، جو باب افعال کا مصدر ہے، لغت میں اس کے معنی تاخیر کرنا اور اصطلاح میں ارجاء کا معنی اعمال کو ایمان سے علیحدہ رکھنا۔ مرجئہ ضالہ اس فرقے کو کہتے ہیں جو صرف اقرار لسانی اور معرفت کا نام ایمان رکھتا ہے، اور ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ معصیت اور گناہ ایمان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور گناہ گار کو گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی بلکہ معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی، عذاب وثواب گناہوں اور نیکیوں پر مرتب ہی نہیں ہوتا، اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک یہ فرقہ گمراہ ہے۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ ارجاء کے دو معنی ہیں:

۱-تاخیر کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "قَالُوٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ" (۳) انہوں نے کہا کہ

---

(۱) تهذيب التهذيب، ترجمة: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم، ج۹ ص ۵۴

(۲) غنية الطالبين، ص ۳۹

(۳) الأعراف: ۱۱۱

موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دے یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام لینا چاہیے اور ان کو مہلت دینی چاہیے۔

۲- اعطاء الرجاء یعنی اُمید دِلانا، یعنی محض ایمان پر کلی نجات کی اُمید دِلانا اور یہ کہنا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ و معاصی کچھ مضر نہیں ہیں۔

۳- بعض کے نزدیک ارجاء یہ بھی ہے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دُنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔

۴- بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خلیفہ کے بجائے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے:

> الإرجاء على معنيين: أحدهما: بمعنى التأخير كما في قوله تعالى: قَالُوٓا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ أي أمهله وأخره. والثاني: إعطاء الرجاء. أما إطلاق اسم المرجئة على الجماعة بالمعنى الأول فصحيح، لأنهم كانوا يؤخرون العمل عن النية والعقد. وأما بالمعنى الثاني فظاهر، فإنهم كانوا يقولون: لا تضر مع الإيمان معصية، كما لا تنفع مع الكفر طاعة. وقيل الإرجاء تأخير حكم صاحب الكبيرة إلى يوم القيامة، فلا يقضى عليه بحكم ما في الدنيا، من كون من أهل الجنة أو من أهل النار. فعلى هذا: المرجئة، والوعيدية فرقتان متقابلتان. وقيل الإرجاء: تأخير علي رضي الله عليه عن الدرجة الأولى إلى الرابعة.[1]

ارجاء کے معنی و مفہوم میں چونکہ التاخیر بھی شامل ہے اس لئے حضراتِ ائمہ جو گناہ گار کے بارے میں توقف اور خاموشی سے کام لیتے ہیں اور دُنیا میں اس کے جنتی اور جہنمی ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے، بلکہ اس کا معاملہ آخرت پر چھوڑتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے، خواہ اس کو معاف کرے اور جنت میں داخل کرے، یا سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دے، یہ سب مرجئہ ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے اِمامِ اعظم اور دیگر محدثین کو مرجئہ کہا گیا ہے۔

---

(۱) الملل والنحل: الفصل الخامس، المرجئة، ج۱، ص۱۳۹

ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے بھی یہی بات نقل کی ہے:

ثم اعلم أن القونوی ذکر أن أبا حنیفة کان یسمی مرجئا لتأخیرہ أمر صاحب الکبیرة إلی مشیة اللہ تعالی، والإرجاء التاخیر (۱)

ترجمہ:- جاننا چاہئے کہ علامہ قونوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو بھی مرجئہ کہا جاتا تھا کیونکہ امام ابوحنیفہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف رکھتے تھے، اور ارجا کا معنی ومفہوم موخر کرنے کے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ قرآن وسنت کے خلاف ہے؟ یا صریح نصوص آیات واحادیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس عقیدے کی تائید وتصدیق ہوتی ہے؟ اور تمام اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے۔

مرجئہ فرقۂ ضالہ کا عقیدہ

ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ مرجئہ مذمومہ بدعتی فرقہ، قدریہ سے جدا ایک فرقہ ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے آنے کے بعد انسان کے لئے کوئی گناہ مضر نہیں ہے جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی مفید نہیں ہے، اور مرجئہ کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسا بھی ہو، کسی کبیرہ گناہ پر اس کو کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا، پس اس مرجئہ اہل بدعت کا ارجاء اور امام اعظم اور دیگر ائمہ کے ارجاء میں کیا نسبت؟

ثم المرجئة المذمومة من المبتدعة لیسوا من القدریة، بل هم طائفة قالوا: لا یضر مع الإیمان ذنب کما لا ینفع مع الکفر طاعة فزعموا أن أحدا من المسلمین لا یعاقب علی شیء من الکبائر فأین هذا الإرجاء عن ذلك الإرجاء؟ (۲)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ خود "الفقه الأکبر" میں مرجئہ کا رد کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

لا نقول أن المؤمن لا تضرہ الذنوب وأنه لا یدخل النار ولا إنه یخلد

(۱) شرح الفقه الأکبر: ص: ۷۴، الناشر: قدیمی کتب خانہ

(۲) شرح الفقه الأکبر: ص ۷۵

فيها وإن كان فاسقا بعد أن يخرج من الدنيا مؤمناً ولا نقول: إن حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة ولكن نقول: المسئلة مبينة مفصلة من عمل حسنة بشرائطها خالية عن العيوب المفسدة والمعاني المبطلة ولم يبطلها حتى خرج من الدنيا فإن الله لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها [1]

ترجمہ:- ہم یہ نہیں کہتے کہ مؤمن کے لئے گناہ مضر نہیں اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مؤمن جہنّم میں بالکل داخل نہیں ہوگا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہی جہنّم میں رہے گا اگرچہ فاسق ہو، جب کہ وہ دُنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا، اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں اور تمام گناہ معاف ہیں جیسا مرجئہ کا عقیدہ ہے، بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو باطل نہ کیا ہو اور دُنیا سے ایمان کی حالت میں رُخصت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو خود مرجئہ کا رَدّ فرما رہے ہیں، اگر خود مرجئہ میں سے ہوتے تو ان کے عقیدے کا رَدّ کرنے کا کیا مطلب؟ اور اپنے عقیدے کا اِظہار کیوں کرتے جو مرجئہ کے خلاف اور اہلِ سنّت کے موافق ہے۔ معلوم ہوا کہ مرجئہ گمراہ فرقے کا جو عقیدہ ہے اِمام صاحب کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اِمام صاحب تو اپنی اس تصنیف میں اس پر مفصل رَدّ فرما رہے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اِمام صاحب کا یہ عقیدہ نہیں ہے تو پھر اِمام صاحب کی طرف اس کی نسبت کیسے ہوگئی؟ جواب یہ ہے کہ غسان بن مرئی جو فرقۂ غسانیہ کا پیشوا ہے اس نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے اِمام صاحب کی طرف ارجا کی نسبت کی تاکہ اس کے مذہب کو شہرت ہوجائے کہ اتنے بڑے اِمام کا بھی یہ مذہب ہے، اور مرجئہ کے مسائل اِمام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا حالانکہ اِمام صاحب کا دامن اس سے بالکل بری ہے۔

(۱) شرح الفقہ الأکبر ص:۷۷،۷۸۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۸ھ) فرماتے ہیں:

ومن العجيب أن غسان كان يحكي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه مثل مذهبه، ويعده من المرجئة، ولعله كذب كذلك عليه لعمري! كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنة.[1]

ترجمہ:- تعجب خیز بات ہے غسان (جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) اپنے مذہب کو امام ابوحنیفہ کی طرح ظاہر کرتا اور شمار کرتا تھا، اور امام ابوحنیفہ کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا۔ غالباً یہ جھوٹ ہے، مجھے زندگی عطا کرنے والے کی قسم! امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو تو مرجئہ السنۃ کہا جاتا تھا۔

اندازہ کیجئے علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ جو شافعی المسلک ہونے کے باوجود قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔

معلوم ہوا کہ امام صاحب کا یہ اعتقاد نہیں تھا، بلکہ غسان فرقے کا پیشوا امام صاحب کی طرف اپنے باطل نظریے کو منسوب کرتا تھا تاکہ اس کے مذہب کی شہرت ہوجائے۔

علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ (متوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

وقد نسب إليه وقيل عنه من الأقاويل المختلفة التي نجل قدره عنها ويتنزه منها، من القول بخلق القرآن والقول بالقدر، والقول بالإرجاء، وغير ذلك مما نسب إليه. ولا حاجة إلى ذكرها ولا إلى ذكر قائليها، والظاهر أنه كان منزهاً عنها.[2]

ترجمہ:- بہت سے اقوالِ مختلفہ ان (یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کا مرتبہ بالاتر ہے، اور وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک ہیں، چنانچہ خلقِ قرآن، تقدیر، ارجاء وغیرہ کا قول جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کی ضرورت نہیں کہ اقوال اور ان کے قائلین کا ذکر کیا جائے،

---

(۱) الملل والنحل: الفصل الخامس، المرجئة الغسانية، ج ۱ ص ۱۴۱

(۲) جامع الاصول في أحاديث الرسول: الفرع الثاني في التابعين ومن بعدهم، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۲ ص ۹۵۲

کیونکہ بدیہی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ان تمام اُمور سے بری اور پاک تھے۔

اس واضح تصریح سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ جملہ اُمور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر بہتان اور افترا ہیں امام صاحب کا دامن اس سے بالکل پاک وصاف ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ مرجئہ کی دو قسمیں ہیں:

ثم المرجئة على نوعين: مرجئة مرحومة وهم أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ومرجئة ملعونة وهم الذين يقولون بأن المعصية لا تضر والعاصي لا يعاقب.[1]

ترجمہ:- پھر مرجئہ کی دو قسمیں ہیں: ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے، اور دُوسری نوع مرجئہ ملعونہ ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ معصیت ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتی اور عاصی کو عذاب وعتاب نہیں ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مرجئہ کہلاتے ہیں، لیکن وہ اس گمراہ فرقے سے علیحدہ ہیں، اگر بالفرض کسی نے امام صاحب پر مرجئہ کا اطلاق کیا بھی ہے تو اس کا وہی مطلب ہے جو صحابہ کرام پر اس لفظ کو اطلاق کرنے میں لیا جاتا، اور ظاہر ہے کہ امام صاحب کے اقوال واعمال اور ان کا عقیدہ ومذہب مرجئہ ضالہ کے برخلاف ہے تو پھر کس طرح ان پر اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔[2]

عثمان البتی رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف خط لکھا اور پوچھا: کیا آپ مرجئہ میں سے ہو؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ مرجئہ کی دو قسمیں ہیں، ایک مرجئہ ملعونہ ہے، میں اس سے بری ہوں، اور ایک مرجئہ مرحومہ ہے، میں اس میں سے ہوں اور انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی اعتقاد ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.[3]

---

(۱) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: إيقاظ: في بيان معنى الإرجاء السني والإرجاء البدعي، ص ۳۶۴

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور معترضین، ص ۸۳

(۳) المائدة: ۱۱۸

روی عن عثمان البتی أنه كتب إلى أبي حنيفة وقال انتم مرجئة فأجابه بأن المرجئة على ضربين: مرجئة ملعونة وانا بریء منهم ومرجئة مرحومة وأنا منهم. و كتب فيهم أن الأنبياء كانوا كذلك الا ترى إلى قول عيسى قال: إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔[1]

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إن المرجئة فرقتان مرجئة الضلالة ومرجئة أهل السنة وأبو حنيفة وتلامذاته وشيوخه وغيرهم من الرواة الأثبات إنما عدوا من مرجئه أهل السنة لا من مرجئه الضلالة۔[2]

ترجمہ:- مرجۂ نام سے موسوم دو فرقے ہیں ایک مرجۂ ضلالت، دُوسرا مرجۂ اہلِ سُنّت، اِمام ابوحنیفہ آپ کے تلامذہ اور شیوخ اور دیگر رُوات کو انہیں مرجۂ اہلِ سُنّت میں سے شمار کیا گیا ہے نہ کہ مرجۂ ضلالت میں سے۔

اہلِ حدیث مکتبِ فکر کے عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس موقع پر اس شبہ کا حل بھی نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنّفین نے سیّدنا اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی رجالِ مرجۂ میں شمار کیا ہے، حالانکہ آپ اہلِ سُنّت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقویٰ پر گزری ہے، جس سے کسی کو بھی اِنکار نہیں، بے شک بعض مصنّفین نے خدا ان پر رحم کرے اِمام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں اِمام ابویوسف، اِمام محمد، اِمام زُفر اور اِمام حسن بن زیاد رحمہم اللہ کو رجالِ مرجۂ میں شمار کیا ہے جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت اِمام صاحب ممدوح کے طرزِ زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض

(۱) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: إيقاظ: في بيان معنى الإرجاء السني والارجاء البدعي، ص ۳۶۵،۳۶۶

(۲) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: إيقاظ في بيان معنى الإرجاء السني والارجاء البدعي، ص ۳۶

لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔(۱)

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ونقموا أيضا على أبي حنيفة الإرجاء، ومن أهل العلم من ينسب إلى الإرجاء كثير لم يعن أحد بنقل قبيح ما قيل فيه كما عنوا بذلك في أبي حنيفة لإمامته، وكان أيضا مع هذا يحسد وينسب إليه ما ليس فيه ويختلق عليه ما لا يليق به وقد أثنى عليه جماعة من العلماء وفضلوه.(۲)

ترجمہ: بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ پر ارجاء کا اِلزام لگایا ہے، حالانکہ اہلِ علم میں تو ایسے لوگ کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجئہ کہا گیا ہے، لیکن جس طرح امام ابوحنیفہ کی اِمامت کی وجہ سے ان میں برا پہلو نمایاں کیا گیا ہے، دُوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا، اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض لوگ اِمام ابوحنیفہ سے حسد وبغض رکھتے تھے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے اِمام ابوحنیفہ کا دامن بالکل پاک تھا، اور ان کے بارے میں نامناسب اور بے بنیاد باتیں گھڑی جاتی تھیں، حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے اِمام ابوحنیفہ کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کا اِقرار کیا ہے۔

ان ٹھوس حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرجئہ ضالہ سے اِمام صاحب کا کوئی تعلق نہیں ہے، اِمام صاحب نے تو خود اس پر ردّ کیا ہے جیسا بحوالہ بات گزر گئی ہے، منصف مزاج شخص کے لئے اس قدر تحقیق کافی ہے۔ باقی رہی بات ''غنیۃ الطالبین'' کی عبارت کی تو اس کی بنیاد ایک مجہول شخص برہوتی کی مجہول کتاب ''کتاب الشجرۃ'' پر ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ برہوتی کون شخص ہے؟ اور اس کی کتاب ''کتاب الشجرۃ'' کوئی مستند کتاب ہے؟ حقیقت میں یہ دونوں مجہول ہیں، نام نہاد اہلِ حدیث کے بقول ان کا یہ اُصول ہے کہ: ''ہم ہر بات صحیح وثابت سند کے ساتھ قبول

---

(۱) تاریخ اہلِ حدیث، ص:۵۶

(۲) جامع بیان العلم وفضلہ: باب ماجاء فی ذم القول فی دین اللہ تعالیٰ بالرأی والظن، ج:۲ ص:۱۰۸۰

کرتے ہیں، ضعیف اور مجہول بات کا ہمارے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے!'' لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کے خلاف جو بات جہاں سے جس کسی سے بھی مل جائے تو وہ سر آنکھوں پر ہے، اس کے لئے کسی دلیل، ثبوت، صحتِ سند، غرض کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔

اگر ''کتاب الشجرة'' اور مصنف برہوتی واقعی معروف ومعتمد شخص ہے تو ''کتاب الشجرة'' سے اصل عبارت مع السند ذکر کی جائے۔

نیز ''غنیة الطالبین'' کی مذکورہ بالا عبارت کو دیکھیں اس میں ''بعض أصحاب أبي حنيفة'' کا ذکر ہے، جس کا مطلب کچھ حنفی اس عقیدے کے حامل تھے، لیکن یوسف جے پوری کی امانت ودیانت کو داد دیں کہ اس نے ''بعض'' کا لفظ اُڑا کر تمام اَحناف کو اس میں شامل کر دیا اور اس کو امام ابو حنیفہ کا مذہب بنادیا۔

جناب یوسف جے پوری صاحب لکھتے ہیں:

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتدا ہیں فرقہ حنفیہ کے، اکثر اہلِ علم نے ان کو مرجیہ فرقے میں شمار کیا ہے۔(۱)

جے پوری صاحب کی یہ بات کہ ''اکثر اہلِ علم نے ان کو مرجیہ فرقے میں شمار کیا ہے'' یہ محض دھوکا ہے، اس لئے کہ اگر اکثر اہلِ علم نے امام صاحب کو مرجیہ کہا ہے تو جے پوری صاحب نے ان اکثر اہلِ علم کی فہرست اور ان کے نام ذکر کرنے کی تکلیف کیوں نہیں کی؟

بالفرض والمحال! اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ مصنف برہوتی اور ''کتاب الشجرة'' معتبر کتاب ہے تو بھی عبارت میں ''بعض أصحاب أبي حنيفة'' کا ذکر ہے کہ وہ مرجیہ میں سے ہیں، تو اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام صاحب بھی مرجیہ میں سے ہیں۔

نیز شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے ''غنیة الطالبین'' میں کئی جگہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں اور ان کو ''الامام'' کے لقب سے یاد کیا، مثلاً ایک مقام پر تارکِ صلاۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) حقیقت الفقہ، ص ۲۷

وقال الإمام أبو حنيفة: لا يقتل.

اگر شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ ''مرجئہ ضالہ'' میں سے ہوتے تو پھر ان کو ''الإمام'' کے لقب سے کیوں ذکر کرتے؟ اور مسائلِ شرعیہ میں امام صاحب کے اقوال کیوں ذکر کرتے؟

''تهذيب الكمال في أسماء الرجال، تهذيب التهذيب، تقريب التهذيب، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة'' وغیرہ رجال کی کتابوں میں ایسے بہت سے رُواۃ کے حق میں ارجاء کا طعن والزام لگایا گیا ہے، مثلاً اس طرح کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: ''رمي بالإرجاء، كان مرجئا'' وغیرہ۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بخاری ومسلم کے ان راویوں کے اسماء کی پوری فہرست ذکر کی ہے جن کو مرجئہ کہا گیا ہے:

أردت أن أسردها من رمي ببدعته ممن أخرج لهم البخاري ومسلم أو أحدهما وهم: إبراهيم بن طهمان، أيوب بن عائذ الطائي، ذر بن عبدالله المرهبي، شبابة بن سوار، عبدالحميد بن عبدالرحمن أبو يحيى الحماني، عبدالمجيد بن عبدالعزيز بن أبي رواد، عثمان بن غياث البصري، عمر بن ذر، عمرو بن مرة، محمد بن حازم، أبو معاوية الضرير، ورقاء بن عمر اليشكري، يحيى بن صالح الوحاظي، يونس بن بكير. هؤلاء رموا بالإرجاء وهو تأخير القول في الحكم على مرتكب الكبائر بالنار.[1]

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں (امام ذہبی) کہتا ہوں کہ ارجاء تو بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے، اور اس مذہب کے قائل پر کوئی مؤاخذہ نہیں کرنا چاہیے:

(۱) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: النوع الثالث والعشرون، السابعة عدم الاحتجاج بمن كفر ببدعته، ج۱، ص۳۸۸

قلت: الارجاء مذهب لعدة من جلة العلماء لا ينبغي التحامل على قائله۔[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مرجئہ فرقۂ مبتدعہ ضالہ کے نزدیک ارجاء کا جو معنی ہے آئمۂ اہلِ سُنّت والجماعت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم خود امام صاحب ممدوح کے کلام فیض التیام سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ارجاء اور مرجئہ سے اور اعتزال اور اہلِ اعتزال سے بالکل بیزار اور بری ہیں، آگے "فقہِ اکبر" کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> اس عبارت میں حضرت امام صاحب موصوف نے معتزلہ اور خوارج کے مسائل سے بھی اختلاف کیا ہے اور مرجیوں کا نام لے کر ان سے بیزاری ظاہر کی، اور واضح ہے کہ جو شخص کسی فرقے میں داخل ہو، وہ اس فرقے کا نام لے کر اس کی تردید نہیں کرتا، اس عبارت میں آپ نے خالص اہلِ سُنّت کے مسائل لکھے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور صحابہ وتابعین ان پر کاربند تھے۔[2]

اس عبارت میں مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ نے وضاحت کے ساتھ یہ بات لکھ دی ہے کہ امام صاحب کا فرقہ مرجئہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور آپ اس سے بالکل بیزار اور بری ہیں، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے مستقل ایک عنوان باندھا ہے: "حوالہ غنیۃ الطالبین اور اس کا جواب" پھر آگے لکھتے ہیں:

> بعض لوگوں کو حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے ٹھوکر لگی ہے، آپ نے حضرت امام صاحب کو مرجیوں میں شمار کیا ہے۔

آگے آپ نے تفصیل کے ساتھ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور علامہ نواب صدیق حسن خان

---

(۱) میزان الاعتدال فی نقد الرجال: حرف المیم، ترجمة: مسعر بن یحیی النهدی، رقم: ۸۴۶۹، ج ۴ ص ۹۹

(۲) تاریخ اہلِ حدیث، ص ۶۶، ۶۷

رحمہ اللہ کی ''دلیل الطالب'' سے جواب نقل کیا ہے، منصف مزاج حضرات اصل کتاب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ (۱)

تاریخِ بغداد نقد و جرح کا اہم ماخذ

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) کی کتاب ''تاریخِ بغداد'' چودہ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب میں فقہاء و محدثین و ارباب علوم و ائمۂ دین و دیگر مشاہیر زمانہ کے تقریباً ۷۸۳۱ تراجم و سوانح و احوال بیان کئے گئے ہیں، اور یہ کتاب خطیب بغدادی کی بڑی مشہور کتاب ہے، اس کتاب میں انہوں نے محدثین کے طریقے کے مطابق یعنی اسناد کے ساتھ اہلِ بغداد کا تذکرہ کیا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے، خطیب نے امام صاحب کا تذکرہ آپ کے مناقب و محامد سے شروع کیا ہے جو تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۲)

بعد ازاں امام صاحب کی نقد و جرح پر مبنی ساٹھ صفحات میں تقریباً ڈیڑھ سو مرویات جمع کردی ہیں، اس بنا پر یہ کتاب امام صاحب کی جرح کا اہم اور بنیادی ماخذ ہے۔ (۳)

نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطاعن میں جتنی روایات خطیب نے نقل کی ہیں، فنِ روایت کے لحاظ سے وہ نہایت ضعیف، کمزور اور مخدوش ہیں، ہر ایک سند میں مجروح راوی ہے۔

علامہ احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) خطیب بغدادی کی ان مجروح روایات کے متعلق فرماتے ہیں:

وما يدل على ذلك أيضاً أن الأسانيد التي ذكرها للقدح لا يخلو غالبها من متكلم فيه أو مجهول ولا يجوز إجماعاً ثلم عرض مسلم بمثل ذلك فكيف بإمام من أئمة المسلمين. (۴)

---

(۱) تاریخ اہل حدیث، ص: ۷۰، ۷۱

(۲) تاریخ بغداد: ج ۱۳ ص ۳۲۵ تا ۳۶۵

(۳) تاریخ بغداد: ج ۱۳ ص ۳۶۶ تا ۴۲۴

(۴) الخیرات الحسان: الفصل التاسع والعشرون فی رد ما نقله الخطیب فی تاریخه، ص ۱۰۳

ترجمہ:- اس پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے امام ابوحنیفہ کی قدح میں جو سندیں پیش کی ہیں وہ بیشتر متکلم فیہ رُوات یا مجہول راویوں سے منقول ہیں، اور ایسی اسانید سے بالاتفاق کسی مسلمان کی ہتک عزت نہیں کی جاسکتی ہے چہ جائیکہ مسلمانوں کے امام کی۔

یاد رہے کہ یہ کسی حنفی نہیں بلکہ شافعی مسلک سے تعلق رکھنے والے نہایت معتبر عالمِ دین کی شہادت ہے۔

خطیب کا یہ طرزِ عمل ان کی محدثانہ اور مؤرخانہ شان کے مناسب نہیں، انہوں نے امام صاحب پر جرح ایسی اسانید کے ساتھ نقل کی ہے جن کے بیشتر راوی محققین کے نزدیک وضاع وکذاب یا مجہول ہیں، ان پر خطیب نے کوئی تبصرہ نہیں کیا، حالانکہ انہوں نے امام صاحب کے مناقب سے متعلق بعض جعلی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ابنِ خلکان رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) خطیب کے اس طرزِ عمل پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومناقبه وفضائله كثيرة وقد ذكر الخطيب في تاريخه منها شيئاً كثيراً، ثم أعقب ذلك بذكر ما كان الأليق في تركه والإضراب عنه فمثل هذا الإمام لا يشك في دينه ولا في ورعه وتحفظه. [1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے مناقب اور فضائل بہت ہیں، خطیب نے اپنی تاریخ میں بھی ان میں سے کچھ فضائل نقل کئے ہیں اور اس کے بعد کچھ نامناسب باتیں بھی ذکر کردیں، جن کا ذکر نہ کرنا اور ان سے اعراض کرنا ہی بہت مناسب تھا، کیونکہ نہ تو امام صاحب جیسی شخصیت کی دیانت میں شبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ آپ کے ورع اور حفظ پر کوئی نکتہ چینی کی جاسکتی ہے۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

لا تغتر بما نقله الحافظ أبو بكر بن ثابت الخطيب البغدادي مما يخل

(۱) وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، حرف النون، ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج ۵ ص ۴۱۳

بتعظيم الإمام أبي حنيفة فإن الخطيب وإن نقل كلام المادحين فقد أعقبه بكلام غيرهم فشأن كتابه بذلك أعظم شين وصار بذلك هدفا للكبار والصغار وأتى بقاذورة لا تغسلها البحار (۱)

ترجمہ:- حافظ ابوبکر خطیب نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں جو مخلِ تعظیم باتیں نقل کی ہیں، ان سے دھوکا نہ کھانا، خطیب بغدادی نے اگرچہ پہلے مدح کرنے والوں کی باتیں نقل کی ہیں، مگر اس کے بعد دُوسرے لوگوں کی باتیں بھی نقل کی ہیں، سو اس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب کو بڑا داغ دار کردیا ہے، اور بڑوں اور چھوٹوں کے لئے ایسا کرنے سے وہ ہدفِ ملامت بن گئے ہیں، اور انہوں نے ایسی گندگی اُچھالی ہے جو سمندروں سے بھی نہ دُھل سکے گی۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أحمد بن علي بن ثابت الحافظ ابوبكر الخطيب تكلم فيه بعضهم وهو وأبو نعيم وكثير من علماء المتأخرين لا أعلم لهم ذنبا أكبر من روايتهم الأحاديث الموضوعة في تأليفهم غير محذرين منها وهذا إثم وجناية على السنن فالله يعفو عنا وعنهم۔ (۲)

ترجمہ:- علامہ خطیب بغدادی اور ابونعیم اصفہانی اور بہت سے علمائے متأخرین کا گناہ، میں اس سے بڑھ کر نہیں جانتا کہ وہ بے تحاشا اپنی کتابوں میں جعلی روایتیں نقل کرتے ہیں، اور یہ گناہ ہے، سُنّت وحدیث پر ایک جنایت اور ظلم ہے، سو اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان سب کو معاف فرمائے۔

علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

أبوبكر الخطيب قديما على مذهب أحمد بن حنبل فمال عليه أصحابنا لما رأوا من ميله إلى المبتدعة وآذوه فانتقل إلى مذهب الشافعي

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان: ص ۱۰۳، بحوالہ ما تمس إليه الحاجة: ص ۳۲

(۲) الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم: ص ۵۱، الناشر: دار البشائر الاسلامية، بيروت

رضی الله عنه وتعصب في تصانيفه عليهم فرمز إلى ذمهم، وصرح بقدر ما أمكنه.[1]

ترجمہ:-خطیب بغدادی امام احمد بن حنبل کے مذہب پر تھے، تو جب ہمارے اصحاب یعنی حنابلہ نے دیکھا کہ اس کا میلان بدعتی فرقے کی جانب ہے تو اس پر طعن کیا گیا اور اس کو تکلیف پہنچائی، تو وہ امام شافعی کے مسلک کی طرف منتقل ہو گیا، اور پھر حنابلہ کے خلاف اپنی تصانیف میں تعصب کا مظاہرہ کیا، اور ان کی مذمت کے اِشارات کیے اور جہاں تک اس کا بس چلا صراحت سے بھی لکھا۔

خطیب بغدادی کے تعصب کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ساٹھ صفحات میں بے سروپا، من گھڑت روایات نقل کرنے کے بعد اپنے ترکش کے آخری تیر کو اس خواب پر ختم کیا:

رأيت في المنام جنازة عليها ثوب أسود وحولها قسيسين فقلتُ: جنازة من هذه؟ فقالوا جنازة أبي حنيفة. حدثت به أبا يوسف فقال: لا تحدث به أحدا.[2]

ترجمہ:- میں (راوی بشر بن ابی الازہر) نے خواب دیکھا کہ ایک جنازہ ہے جس پر کالا کپڑا پڑا ہوا ہے، اور اس کے آس پاس نصاریٰ کے علماء ہیں، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابوحنیفہ کا جنازہ ہے! بشر کہتے ہیں کہ میں نے یہ خواب ابو یوسف سے بیان کیا، تو انہوں نے کہا کہ اس کو کسی سے مت بیان کرو!

محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أقول به ختم الخطيب ترجمة أبي حنيفة بدون أن يتهيب الخاتمة وعبدالله بن جعفر في سنده هو ابن درستويه الذي ضعفه البرقاني

---

(۱) المنتظم في تاريخ الأمم والملوك: ترجمة: أحمد بن علي بن ثابت أحمد، ج۱۶ ص۱۳۲

(۲) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج۱۳ ص۴۲۶

واللالکائی وهو متهم برواية مالم يسمعه إذا دفع إليه درهم. والخطيب يختار أن يشتم الناس على لسانه.[1]

ترجمہ:- خطیب بغدادی نے اپنے خاتمے کے خوف کو پیش نظر رکھے بغیر امام ابوحنیفہ کے حالات کا اختتام اس خواب کو بیان کر کے کیا، اس روایت کی سند میں عبداللہ بن جعفر ہے جو "ابن درستویہ" کے نام سے معروف ہے، علامہ برقانی، اور علامہ لالکائی دونوں نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے، اور یہ متہم راوی ہے، جب اس کو ایک درہم دیا جاتا تو ایسی روایت بھی نقل کر دیتا جو اس نے کبھی سنی ہی نہ ہوتی (یعنی ایک درہم کی کیا حیثیت ہے' اس کے حصول کے لیے بھی روایت گھڑ لیتا تھا)۔ خطیب پسند کرتا ہے کہ اس کی زبانی لوگوں کو گالیاں دے۔

ایسا راوی جو ایک درہم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول سکتا ہے، اور اسے کوئی خوف آخرت نہیں تو اگر وہ ایک من گھڑت خواب نقل کر دے تو یہ محلِ تعجب نہیں!

دیارِ عرب کے مشہور محقق عالم دکتور محمود طحان، خطیب بغدادی کی اس حرکتِ نازیبا کے بارے میں فرماتے ہیں: کیا وہ روایتیں جن کو خطیب نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی برائی بیان کرنے میں ذکر کی ہیں، جو تقریباً اس تاریخ کے ساٹھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، کم تھیں کہ خطیب کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مثالب کی تکمیل کے لئے شیطانی خوابوں کا سہارا لینے کے لئے مجبور ہونا پڑا؟ پھر فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اچھا خواب تو ذکر کیا جائے، مگر برے خواب کا لوگوں کے سامنے تذکرہ نہ کیا جائے، اور برا خواب دیکھنے والا صرف یہ کرے کہ اللہ کے ذریعے شیطان سے پناہ مانگے اور بائیں جانب تین دفعہ تھوک دے، تا کہ اس خواب کا نقصان اس کو نہ پہنچے۔

بفرضِ محال! اگر یہ خواب سچا ہی ہے تو اگر خواب دیکھنے والے نے حدیث کی مخالفت کی تھی تو خطیب کو کیا ہوا کہ اس نے اس خواب کو عام کرنے اور پھیلانے کا کارنامہ انجام دیا؟[2]

---

(۱) تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب: ص ۱۷۰

(۲) الخطيب البغدادي وأثره في علم الحديث، ص ۳۴۴،۳۴۵

خطیب بغدادی میں اگر انصاف پسندی ہوتی تو وہ اس خواب پر جس کو علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ)، علامہ صیمری رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۶ھ)، امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے نقل کیا ہے کہ اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے کو ختم کرتا۔

امام ابورجاء فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ: مَا صَنَعَ اللهُ بِكَ؟ قَالَ: غَفَرَ لِي! قُلْتُ: وَأَبُو يُوسُفَ؟ قَالَ: هُوَ أَعْلَى دَرَجَةً مِنِّي! قُلْتُ: فَمَا صَنَعَ أَبُو حَنِيفَةَ؟ قَالَ: هَيْهَاتَ هُوَ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ! (۱)

ترجمہ:- میں نے امام محمد کو خواب میں دیکھا کہ تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ امام محمد نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا (میری مغفرت ہوگئی)۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھ کہ امام ابو یوسف کا کیا ہوا؟ تو امام محمد نے فرمایا: وہ تو مجھ سے بھی اعلیٰ درجے میں ہیں! میں نے کہا: امام ابوحنیفہ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ تو امام محمد نے فرمایا کہ ان کا نہ پوچھو! وہ تو اعلیٰ علیین (جنت کے اعلیٰ درجات) میں ہیں۔

مثالب ابی حنیفہ بیان کرنے میں خطیب بغدادی عجیب وغریب تضاد کا شکار ہوئے، یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی برائیاں بیان کرنے میں انہوں نے بیشتر جگہ انہیں راویوں کا سہارا لیا جن کی تضعیف خود انہوں نے کی ہے، اور ان کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے، مگر یہی ناقابلِ اعتبار لوگ مثالب امام ابوحنیفہ بیان کرتے وقت خطیب کے نزدیک قابلِ اعتبار ہوگئے، اور ضعیف راویوں کی روایتیں خطیب کے نزدیک محفوظ روایتیں بن گئیں۔

دکتور محمود طحان فرماتے ہیں:

كيف يصف الخطيب المثالب بالمحفوظ وفي أسانيد تلك الروايات

---

(۱) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ج۱ ص۳۵ / أخبار أبي حنيفة وأصحابه: أخبار محمد بن الحسن الشيباني ص۱۳۳ / مناقب أبي حنيفة وصاحبيه، ص۵۲

رجال تکلم الخطیب نفسه علیهم بالجرح والتضعیف فی کتاب التاریخ ذاته۔ (۱)

ترجمہ:۔خطیب مثالب اور مطاعن والی روایتوں کو کس طرح محفوظ بتلاتے ہیں جب کہ ان روایتوں کو انہوں نے ایسی سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے جن میں ایسے لوگ بھی ہیں جن پر خود خطیب نے اس کتاب میں جرح کی ہے اور ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دکتور محمود طحان فرماتے ہیں:

جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عیب جوئی و بُرائی بیان کرنے میں ایسے راویوں کی روایتیں ذکر کرتا ہے جن پر وہ خود کلام کر چکا ہے، اور ان کو ضعیف قرار دے چکا ہے، اور پھر انہیں ضعیف راویوں کی روایتوں کو وہ محفوظ کہے، اور ان پر اعتماد کرے تو وہ شخص خود اپنے آپ کو ہی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ (۲)

خطیب بغدادی کے تعصب کا اندازہ اس سے لگائیں کہ وہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوحنیفہ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ طلب کی گئی ہے:

استتیب أبو حنیفة من الکفر مرتین. (۳)

امام عبداللہ بن داؤد خریبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) (جنہیں امام ذہبی رحمہ اللہ ان القابات کے ساتھ یاد کرتے ہیں: الامام، الحافظ، القدوۃ۔ امام نسائی، امام ابوزرعہ رازی، امام دارقطنی رحمہم اللہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے) (۴) فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ بات جھوٹ ہے:

فَقَالَ عَبْدُ اللہ بن دَاوُد: هٰذِهٖ وَاللهِ كَذِبٌ. (۵)

(۱،۲) الخطیب البغدادی وأثره فی علم الحدیث: ص ۳۰۸

(۳) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۸۰

(۴) سیر أعلام النبلاء: ترجمة: عبداللہ بن داود بن عامر، ج ۹ ص ۳۴۶

(۵) الانتقاء: ترجمة: عیسی بن یونس، ص ۱۵۰

خطیب کی ذکر کردہ روایات کے راویوں کی فنی حیثیت اور مفصل جواب کے لئے اہل علم "تانیب الخطیب" کا مطالعہ کریں۔ (۱)

فقیہ ملت، فقہائے اُمت کے سردار امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں مشہور مؤرخ محمد بن اسحاق بن ندیم (متوفی ۳۸۵ھ) لکھتے ہیں:

والعلم برًّا وبحرًا شرقًا وغربًا بعدًا وقربًا تدوينه رضي الله عنه. (۲)

ترجمہ:- علم بر اور بحر (خشکی اور تری) مشرق و مغرب، دُور اور نزدیک جتنا بھی یہ سب امام ابو حنیفہ (اللہ ان سے راضی ہو) ہی کا مدوّن کردہ ہے۔

شافعی المسلک، مفسّر، محدث، مؤرخ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ وَاسْمُهُ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ التَّيْمِيُّ، فَقِيهُ الْعِرَاقِ وَأَحَدُ أَئِمَّةِ الإِسْلَامِ، وَالسَّادَةِ الأَعْلَامِ، وَأَحَدُ أَرْكَانِ الْعُلَمَاءِ، وَأَحَدُ الأَئِمَّةِ الأَرْبَعَةِ أَصْحَابِ الْمَذَاهِبِ الْمَتْبُوعَةِ. (۳)

ترجمہ:- ابو حنیفہ امام تھے، عراق کے فقیہ تھے، اسلام کے اماموں میں سے ایک امام تھے، اُونچے درجے کے سرداروں میں سے ایک تھے، علماء کے ارکان میں سے ایک رُکن تھے، ائمہ اربعہ میں سے ایک تھے، اور ان میں سے تھے جن کے مذہب کی اتباع کی جاتی ہے۔

ایسے عظیم المرتبت جلیل القدر امام کے متعلق ایسے گھناؤنے الفاظ ذکر کیے گئے جنہیں کسی معمولی شخص کے لئے بھی استعمال نہیں کیا جاتا۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف مذکورہ بالا عبارت کی غلط نسبت کی گئی، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تو امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ شَدِيدَ الأَخْذِ لِلْعِلْمِ ذَابًّا عَنْ حَرَمِ اللهِ أَنْ تُسْتَحَلَّ يَأْخُذُ بِمَا صَحَّ عِنْدَهُ مِنَ الأَحَادِيثِ الَّتِي كَانَ يَحْمِلُهَا الثِّقَاتُ وَبِالآخِرِ مِنْ فِعْلِ

---

(۱) تانیب الخطیب: ص۶۵، ۶۶

(۲) الفہرست: الفن الثانی فی أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ص۲۵۱

(۳) البداية والنهاية: سنة خمسين ومائة، ترجمة النعمان بن ثابت، ج۱۰ ص۱۱۴

رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَبِمَا أَدْرَكَ عَلَيْهِ عُلَمَاءَ الْكُوْفَةِ ثُمَّ شَنَّعَ عَلَيْهِ قَوْمٌ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَهُمْ.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ بہت زیادہ علم حاصل کرنے والے تھے، اللہ کی حرمتوں کی مدافعت میں لگے رہنے والے تھے تاکہ اسے حلال نہ سمجھ لیا جائے، امام ابوحنیفہ انہیں احادیث کو اختیار کرتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح ہوتی اور جسے ثقہ راوی روایت کرے، امام ابوحنیفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل اور علمائے کوفہ کو جس طریقے پر پایا تھا اسی کو اختیار کرتے تھے، پھر بھی کچھ لوگوں نے امام پر طعن وتشنیع کی، اللہ ہم کو اور ان کو معاف کرے۔

حسد وجہل کی وجہ سے جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر طعن وتشنیع کی، وہ ان کا ایسا برا عمل ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ محمد بن بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ تو میں عرض کرتا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس سے! تو وہ فرماتے کہ: بلاشبہ آپ روئے زمین پر سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آئے ہو:

حَدَّثَنِي مُحَمَّد بن بشر قال: فآتي سفيان فيقول لي من أين، فأقول من عند أبي حنيفة! فيقول: لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض.[2]

اسی طرح خطیب بغدادی نے ایک روایت یہ نقل کی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابلیس کا ایمان برابر تھا، ابلیس نے "یا ربّ" کہا، اور ابوبکر صدیق نے بھی "یا ربّ" کہا:

سَمِعْتُ أبا حنيفة يَقُولُ: إيمان أَبِي بكر الصديق وإيمان إبليس واحد قَالَ إبليس يارب، وَقَالَ أَبُو بكر الصديق: يارب.[3]

اس کی سند میں ایک راوی ابوصالح محبوب بن موسیٰ فراء ہے، امام سلمی رحمہ اللہ

---

(۱) الانتقاء: عیسی بن یونس، ص ۱۳۲

(۲) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۴۴

(۳) تاریخ بغداد: ترجمۃ: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۶۹

فرماتے ہیں کہ میں نے امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ قوی راوی نہیں ہے، یعنی ضعیف ہے:

وسألته عن أبي صالح محبوب بن موسى الفرّاء فقال: صُوَيلح ليس بالقوي۔ (۱)

سند کا دوسرا راوی ابو اسحاق الفزاری ہے جس کے متعلق علامہ ابنِ سعد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ احادیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والے تھے:

كثير الخطأ في حديثه۔ (۲)

امام ابنِ قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) بھی فرماتے ہیں کہ احادیث میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا:

كان كثير الغلط في حديثه۔ (۳)

مشہور مورخ ابن ندیم (متوفی ۴۳۸ھ) نے بھی یہی بات نقل کی ہے:

كان كثير الغلط في حديثه۔ (۴)

اس میں ایک راوی عثمان بن سعید ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کا قائل تھا، علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

عثمان بن سعيد في السند هو مجسم مكشوف الأمر يعادي أئمة التنزيه ويصرح بإثبات القيام والقعود والحركة والثقل والاستقرار المكاني والحد ونحو ذلك له تعالى ومثله يكون جاهلا بالله سبحانه بعيد أن تقبل روايته۔ (۵)

ترجمہ:- اس کی بے گناہ ائمہ کے ساتھ دشمنی کھلا معاملہ ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) سؤالات السلمي للدارقطني: باب الميم، ص۲۷۸، رقم الترجمة: ۳۳۰/ ميزان الاعتدال: حرف الميم، ترجمة: محبوب بن موسى الإنطاكي، ج۳ ص۴۴۲

(۲) الطبقات الكبرى: ترجمة: أبو إسحاق الفزاري، ج۷ ص۴۳۹، رقم الترجمة: ۳۹۸۸

(۳) المعارف: ترجمة: أبو إسحاق الفزاري، ج۱ ص۵۱۴

(۴) الفهرست: الفن الأول، ترجمة: أبو إسحاق الفزاري، ص۱۳۱

(۵) تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب، ص۱۶، ۱۷

لئے اُٹھنا، بیٹھنا اور حرکت کرنا، اور اس کا بوجھل ہونا اور اس کے لئے استقرار مکانی (ایک جگہ میں اس کا قرار ہے) اور اس کی حد بندی وغیرہ کھلے لفظوں میں ثابت کرتا ہے، اور اس جیسا آدمی جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاہل ہے، وہ اس لائق ہی نہیں کہ اس کی روایت کو قبول کیا جائے۔

اندازہ کریں کہ خطیب بغدادی نے ضعیف رُوات، حدیث میں کثرت سے غلطیاں کرنے والے، اور اہل سُنّت والجماعت سے خارج فرقۂ مجسّمہ سے تعلق رکھنے والے راویوں سے ایک من گھڑت روایت نقل کرکے اس کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کردی، آج چودہ سو سال بعد کا ایک ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی وہ بات نہیں کہہ سکتا ہے جو امامِ اعظم رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرکے ان ضعفاء اور فِرَق باطلہ سے تعلق رکھنے والے راویوں کی سند سے خطیب نے نقل کی ہے۔

بعض باتیں تو خطیب بغدادی نے بغیر کسی کی تحقیق کے متعصبین سے نقل کردیں، مثلاً انہوں نے ایک روایت نقل کی کہ سلمہ بن عمرو قاضی رحمہ اللہ نے برسرِ منبر کہا:

لا رحم الله أبا حنيفة! فإنه أوّل من زعم أن القرآن مخلوق.[1]

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحم نہ کرے! یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قرآن کو مخلوق قرار دیا۔

حالانکہ اصل میں "ما رحم الله أبا حنيفة" نہیں تھا، بلکہ "ما رحم الله أبا فلان" تھا، جیسا کہ محدثِ کبیر علامہ ابنِ عساکر رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ) نے سلمہ بن عمرو قاضی رحمہ اللہ ہی سے نقل کیا اس میں "ابا حنیفہ" کے الفاظ نہیں ہیں، دیکھئے:

سلمة بن عمرو القاضي على المنبر لا رحم الله أبا فلان فإنه أوّل من زعم أن القرآن مخلوق.[2]

اب یہ معلوم نہیں کہ کس دلیل و بنیاد پر "أبا فلان" کو "أبا حنيفة" کی صورت میں تبدیل کردیا؟ نیز عقائد میں لکھی گئی تمام اہم کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ قرآن کو مخلوق سب سے پہلے جعد بن درہم نے کہا، پھر جہم بن صفوان نے کہا، اور اسی نے اس مذہب کو خوب پھیلایا، اسی وجہ سے اس

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۷۵

(۲) تاریخ مدینة دمشق: ترجمة: سلمة بن عمرو بن أكوع، ج ۲۲ ص ۱۰۸

فرقے کے لوگوں کو ''جہمیہ'' کہا جاتا ہے، پھر اسی کو آگے بڑھانے میں غیاث بن بشر کا ہاتھ تھا۔

علامہ ابوالقاسم لالکائی رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ اُمت کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کریم کو سب سے پہلے مخلوق جعد بن درہم نے کہا، پھر جہم بن صفوان نے، پھر جعد کو خالد بن عبداللہ قسری نے قتل کیا، اور جہم کو ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں مرو میں قتل کیا گیا:

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْأُمَّةِ أَنَّ أَوَّلَ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ جَعْدُ بْنُ دِرْهَمٍ ثُمَّ جَهْمُ بْنُ صَفْوَانَ فَأَمَّا جَعْدٌ فَقَتَلَهُ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْقَسْرِيُّ وَأَمَّا جَهْمٌ فَقُتِلَ بِمَرْوَ فِي خِلَافَةِ هِشَامِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ.(۱)

باقی روایت کی سند میں کس قدر ضعفاء اور کذاب راوی ہیں اس کے لئے ''تانیب الخطیب'' اور ''الخطیب البغدادی وأثرہ فی علم الحدیث'' دیکھیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اپنی باطل روایتوں کے سہارے امامِ اعظم رحمہ اللہ کو اِسلام سے خارج اور بدعتی قرار دیا، اور آپ کی فقہ کو قیاسات ورائے کا مجموعہ کہا۔

خطیب بغدادی پر بڑا تعجب ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف میں انہوں نے جو روایتیں ذکر کی ہیں اس کو وہ غیر محفوظ قرار دیتے ہیں، خواہ اس کی سند کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مثالب کی روایتوں کو وہ محفوظ قرار دیتے ہیں چاہے اس کے راوی کذاب ہی کیوں نہ ہوں؟ جب وہ امام اعظم رحمہ اللہ کی مناقب والی روایتیں ذکر کرتے ہیں تو اس کے راویوں پر بھی کلام کرتے ہیں، اور جب ان کے مثالب والی روایتیں لاتے ہیں تو خاموشی سے گزر جاتے ہیں، اور یہ نہیں بتلاتے کہ ان روایتوں میں فلاں فلاں راوی ضعیف اور غیر ثقہ ہیں۔ مثلاً انہوں نے یہ روایت ذکر کی کہ میری اُمت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام ''نعمان'' ہوگا اور اس کی کنیت ''ابوحنیفہ'' ہوگی، وہ میری اُمت کا چراغ ہے، اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد چونکہ اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف تھی تو خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس پر نقد کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة: جماعة من الملحدين ... الخ، ج ۲ص ۵۴۴

قُلْتُ: وَهُوَ حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ تَفَرَّدَ بِرِوَايَتِهِ الْبُورَقِيُّ وَقَدْ شَرَحْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ أَمْرَهُ وَبَيَّنَّا حَالَهُ.[1]

ترجمہ:- یہ موضوع روایت ہے، اس کا روایت کرنے والا تنہا بورقی ہے اور ہم نے گزشتہ صفحات میں اس کا حال بیان کیا ہے (یعنی نا قابلِ اعتبار راوی ہے)۔

اسی طرح یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے، تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں! روایت کی ہے۔ پھر فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث وفقہ میں بہت زیادہ سچے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں بڑے امانت دار تھے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی یہ تعریف خطیب بغدادی کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں پسند نہیں آئی، تو انہوں نے اس روایت پر اس طرح جرح کی اس کی سند میں احمد بن صلت ہے اور یہی احمد بن عطیہ ہے جو غیر ثقہ ہے:

سئل يحيى بن معين: هل حدث سفيان عن أبي حنيفة؛ قال: نعم! كان أبو حنيفة ثقة صدوقا في الحديث والفقه، مأمونا على دين الله. قُلْتُ: أَحْمَدُ بنُ الصلت هُوَ أَحْمَدُ بن عطية وَكَانَ غير ثقة.[2]

مگر جب خطیب بغدادی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی معایب ومثالب والی روایتیں ذکر کرتے ہیں، خواہ وہ کتنی ہی جھوٹی روایتیں ہوں، اس کے کذب اور دروغ گوئی کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی نہیں کرتے، کیا اسی کا نام امانت ودیانت ہے؟ یہاں یہ بات یاد رہے کہ ائمۂ حدیث اور کبار اہلِ علم کا یہ فیصلہ ہے کہ جس کی امامت وتقویٰ مشہورِ زمانہ ہو، جس سے کذب ودروغ گوئی کا کبھی کوئی ثبوت بھی نہ پایا گیا ہو تو اس پر کسی کی بھی جرح خواہ وہ اپنے وقت کا امام المحدثین ہی کیوں نہ ہو، مقبول نہیں ہوگی، اور اس جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) اس بات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ مَنْ صَحَّتْ عَدَالَتُهُ وَثَبَتَتْ فِي الْعِلْمِ إِمَامَتُهُ وَبَانَتْ ثِقَتُهُ وَبِالْعِلْمِ عِنَايَتُهُ لَمْ يُلْتَفَتْ فِيهِ إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ فِي

(۱) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۴۲۱

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۴۲۲

جَرْحَتِهِ بِبَيِّنَةٍ عَادِلَةٍ يَصِحُّ بِهَا جَرْحَتُهُ عَلَى طَرِيقِ الشَّهَادَاتِ.[1]

ترجمہ:- جرح وتعدیل کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ جس کی عدالت صحیح طور پر ثابت ہو، اور اس کی امامت فی العلم ثابت ہو، اور اس کا ثقہ ہونا ظاہر ہو، اور یہ معلوم ہو کہ اس کی علم کی طرف توجہ رہی ہے تو اس کے بارے میں کسی کے قول کا اعتبار نہ ہوگا، مگر یہ کہ کوئی شخص صحیح جرح پیش کرے جس سے اس شخص کا مجروح ہونا شہادت کے طریق پر ثابت ہو جائے، (یعنی اس کا قول شرعی شہادت کے معیار پر پورا اُترے)۔

نیز علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُقْبَلُ فِيمَنِ اتَّخَذَهُ جُمْهُورٌ مِنْ جَمَاهِيرِ الْمُسْلِمِينَ إِمَامًا فِي الدِّينِ قَوْلُ أَحَدٍ مِنَ الطَّاعِنِينَ.[2]

ترجمہ:- جمہور مسلمین نے جس کو دین میں اپنا امام بنایا ہو اس کے بارے میں طعنہ کرنے والوں کی کوئی بات قابل قبول نہیں ہوگی۔

الدکتور محمود طحان علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا یہ کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

فأبوحنيفة الذي ثبتت في الدين إمامته واشتهرت بين المسلمين عدالته وأمانته وانتشر في أقطار المسلمين علمه ونزاهته واتبع فقهه أكثر المسلمين على مدى القرون إلى هذا اليوم. لا يقبل فيه قول أحد من الطاعنين ولا يلتفت إلى حسد الحاسدين.[3]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ جن کی امامت دین میں ثابت ہے اور جن کی عدالت وامانت مسلمانوں کے درمیان مشہور ہے، اور جن کا علم دُنیا میں پھیلا ہوا ہے، اور جن کی فقہ کی پیروی کرنے والے صدیوں سے آج تک مسلمانوں کا اکثریت طبقہ رہا ہے، پس اس جیسے امام کے بارے میں کسی کی بھی جرح قبول نہیں کی جائے گی اور نہ حاسدوں کے حسد کی طرف توجہ کی جائے گی۔

(۱،۲) جامع بيان العلم وفضله: باب حكم قول العلماء بعضهم في بعض، ج۲ ص ۱۰۹۳، رقم: ۲۱۲۸

(۳) الخطيب البغدادي وأثره في علم الحديث: ص ۳۴۱

دکتور محمود طحان خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے بارے میں اپنی کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ۔جن کی امامت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔خطیب نے ان کے بارے میں تمام رطب ویابس کو جمع کر دیا، بے شک وہ اس بارے میں خطا کار ہیں، وہ اس بارے میں انصاف کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، اور تعصب کی راہ اختیار کرنے والے ہیں، خطیب نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں ان کی عیب جوئی کے لئے جو روایتیں نقل کی ہیں، وہ سب کی سب واہی اور کمزور سندوں والی ہیں۔(۱)

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) خطیب بغدادی کے تعصب اور مسلک کی تائید کے لئے من گھڑت روایات کو، باوجودیکہ اس کے موضوع ہونے کو جانتے ہیں، بغیر نکیر کے ذکر کرنے پر خاصے غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خطیب بغدادی نے قنوت کے بارے میں تصنیف کی گئی کتاب میں ایسی احادیث بھی پیش کی ہیں جن میں اس کا تعصب ظاہر ہوتا ہے، پس ان میں ایک روایت اس نے اس سند سے درج کی ہے: ”عن دينار بن عبد الله خادم أنس بن مالك“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے، خطیب بغدادی کا اس روایت پر سکوت کر جانا، اور اس سے احتجاج کرنا بڑی کمینگی اور نرا تعصب اور دینی معرفت کی کمی کی علامت ہے، کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے، ابن حبان نے کہا کہ یہ دینار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسے موضوع اقوال نقل کرتا تھا جن کا کتابوں میں ذکر کرنا ہی جائز نہیں ہے، مگر اس ارادے سے کہ ان پر جرح کی جاسکے، پس خطیب پر بہت ہی تعجب ہے! کیا اس نے وہ صحیح حدیث نہیں سنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری جانب منسوب کر کے کوئی جھوٹی بات کی، حالانکہ وہ جانتا بھی ہے کہ یہ جھوٹی بات ہے تو وہ کاذبین میں سے ہے، اور اس طرز عمل میں اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو ایک ردّی قسم کا موتی خرچ کرتا ہے اور اس کا عیب چھپاتا ہے، پس بے شک لوگوں کی اکثریت تو صحیح اور کمزور کو نہیں پہچان سکتی ہے اور یہ عیب صرف پرکھنے والے حضرات کے ہاں ہی ظاہر ہوتا ہے، پس جب کوئی محدّث

---

(۱) الخطيب البغدادي وأثره في علم الحديث: ص ۳۹۱

حدیث پیش کرتا ہے اور کوئی حافظ اس کو دلیل بناتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں یہی بات آئے گی کہ یہ حدیث صحیح ہے اور جس شخص نے قنوت کے مسئلے میں، بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے مسئلے میں، اور بادل کے دن روزہ رکھنے کے مسئلے میں، اس کی تصنیف کی گئی کتابیں دیکھی ہیں اور اس کا ایسی احادیث سے دلیل پکڑنا جن کا بطلان واضح ہے تو وہ اس کے انتہائی تعصب اور کمزور دینی پر اطلاع پائے گا:

فإيراد الخطيب له محتجا به مع السكوت عن القدح فيه وقاحة عند علماء النقل وعصبية بارزة وقلة دين لأنه يعلم أنه باطل قال أبو حاتم بن حبان دينار يروى عن أنس أشياء موضوعة لا يحل ذكرها فى الكتب إلا على سبيل القدح فيه فوا عجبا للخطيب أما سمع فى الحديث الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من حدث عنى حديثا يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين وهل مثله إلا كمثل من أنفق بهرجا ودلسه فإن أكثر الناس لا يعرفون الكذب من الصحيح فإذا أورد الحديث محدث حافظ وقع فى النفوس أنه ما احتج به إلا وهو صحيح ولكن عصبيته معروفة ومن نظر من علماء النقل فى كتابه الذى صنفه فى القنوت وكتابه الذى صنفه فى الجهر ومسألة الغيم واحتجاجه بالأحاديث التى يعلم وهاها علم فرط عصبيته.[1]

علامہ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ) نے بھی خطیب کے تعصب سے متعلق علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی اس عبارت کو نقل کیا ہے:

وسكوته عن القدح فى هذا الحديث واحتجاجه به وقاحة عظيمة وعصبية باردة وقلة دين لأنه يعلم أنه باطل قال ابن حبان: دينار يروى عن أنس آثارا موضوعة لا يحل ذكرها فى الكتب إلا على سبيل القدح فيه فواعجبا للخطيب أما سمع فى الصحيح: من حدث عنى حديثا وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين.[2]

---

(۱) التحقيق فى أحاديث الخلاف: مسألة: لا يسن القنوت فى الفجر، الحديث التاسع، ج۱ ص ۳۶۳

(۲) نصب الراية: كتاب الصلاة باب صلوة الوتر، ج۲ ص ۱۳۶

علامہ اسماعیل بن ابوالفضل الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سمعت إسماعيل بن أبي الفضل القومسي وكان من أهل المعرفة بالحديث يقول: ثلاثة من الحفاظ لا أحبهم لشدة تعصبهم وقلة إنصافهم: الحاكم أبو عبدالله وأبو نعيم الأصبهاني وأبوبكر الخطيب.قال المصنف: لقد صدق إسماعيل وقد كان من كبار الحفاظ ثقة صدوقاله.[1]

ترجمہ:- میں تین حفاظ کو پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ سخت متعصب اور قلیل الانصاف ہیں: امام حاکم، ابونعیم اصبہانی اور خطیب بغدادی۔ (علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اسماعیل نے بالکل سچ کہا ہے، وہ ثقہ اور کبار حفاظ حدیث میں سے سچے راوی ہیں۔

معلوم ہوا کہ خطیب بغدادی میں تعصب تھا، اسی بنا پر انہوں نے امام صاحب کے متعلق ہر قسم کی رطب ویابس کو جمع کیا ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

وكان في الخطيب شيئان أحدهما: الجري على عادة عوام المحدثين في الجرح والتعديل فإنهم يجرحون بما ليس بجرح وذلك لقلة فهمهم، والثاني: التعصب على مذهب أحمد وأصحابه وقد ذكر في كتاب الجهر أحاديث نعلم أنها لا تصح، وفي كتاب القنوت أيضا، وذكر في مسألة صوم يوم الغيم حديثا يدري أنه موضوع فاحتج به ولم يذكر عليه شيئا.[2]

ترجمہ:-خطیب میں دو باتیں پائی جاتی تھیں، ایک یہ کہ وہ جرح اور تعدیل میں عام سطحی قسم کے محدثین کی عادت کے مطابق بے باک تھے، جو ایسی باتوں کو بھی جرح سمجھ لیتے ہیں جو جرح شمار نہیں ہوتی، اور یہ ان کی کم فہمی کی وجہ سے ہے۔

(۱،۲) المنتظم في تاريخ الامم والملوك: سنة ثلاث وستين وأربعمائة، ترجمة: أحمد بن علي بن ثابت الخطيب، ج۱۶ ص ۱۳۳

اور دُوسری بات یہ ہے کہ خطیب میں تعصب پایا جاتا ہے، اور بے شک اس نے بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے مسئلے پر جو کتاب لکھی ہے، اس میں ایسی اَحادیث ذکر کی ہیں جن کے بارے میں وہ خود جانتا ہے کہ صحیح نہیں ہیں، اور یہی انداز اس نے "کتاب القنوت" میں بھی اختیار کیا ہے، اور بادل والے دِن روزہ رکھنے کے مسئلے میں اس نے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کو وہ جانتا ہے کہ بے شک وہ موضوع ہے، پھر بھی اس کو دلیل بنایا ہے، اور اس پر کوئی جرح بھی نقل نہیں کی ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وممن انتصر للإمام العلامة السيوطي في كتاب سماه تبييض الصحيفة والعلامة ابن حجر في كتاب سماه الخيرات الحسان والعلامة يوسف بن عبدالهادي الحنبلي في مجلد كبير سماه تنوير الصحيفة وذكر فيه عن ابن عبدالبر: لا تتكلم في أبي حنيفة بسوء ولا تصدقن أحدا يسيء القول فيه فإني والله ما رأيت أفضل ولا أورع ولا أفقه منه ثم قال: ولا يغتر أحد بكلام الخطيب فإن عنده العصبية الزائدة على جماعة من العلماء كأبي حنيفة والإمام أحمد وبعض أصحابه وتحامل عليهم بكل وجه وصنف فيه بعضهم السهم المصيب في كبد الخطيب. [1]

ترجمہ: بعض ان لوگوں میں سے جنھوں نے اِمام ابوحنیفہ کی حمایت کی ہے، ان میں علامہ جلال الدین سیوطی ہیں جنھوں نے "تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة" لکھی، اور علامہ ابنِ حجر مکی ہیں جنھوں نے "الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان" لکھی، اور علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی ہیں جنھوں نے ایک ضخیم کتاب "تنوير الصحيفة في مناقب أبي حنيفة" لکھی اور اس میں بیان کیا ہے کہ علامہ ابنِ عبدالبر نے فرمایا کہ

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار: مقدمة، ج۱ ص ۵۳

امام ابوحنیفہ کے حق میں کوئی برا کلام نہ کیا جائے اور ان کی نسبت کسی کا برا قول سچا نہ سمجھا جائے کیونکہ خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو امام ابوحنیفہ سے افضل نہیں دیکھا، اور نہ آپ سے زیادہ پرہیزگار اور نہ آپ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ دیکھا۔ پھر کہا کہ کوئی شخص خطیب بغدادی کے کلام سے دھوکا نہ کھائے، کیونکہ اس نے ایک جماعتِ علماء جیسے امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر بڑا تعصب کیا ہے، اور ان پر ہر قسم کے عیب لگائے ہیں، جس کی تردید میں بعض نے ''سہم المصیب فی کبد الخطیب'' کتاب لکھی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق جو جرحیں ہیں، وہ چار باتوں سے خالی نہیں ہیں، بعض تو ان میں بالکل مبہم ہیں، اور اُصول ہے کہ تعدیلِ مفسر کے ہوتے ہوئے جرحِ مبہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اکثر محدثین، ائمۂ اَحناف، شیخین، اَصحابُ السنن اور جمہور اہلِ علم رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے:

إن عدم قبول الجرح المبهم هو الصحيح النجيح وهو مذهب الحنفية وأكثر المحدثين منهم الشيخان وأصحاب السنن الأربعة وأنه مذهب الجمهور وهو القول المنصور. (1)

اور بعض جرحیں ہم عصروں سے صادر ہوئی ہیں، معاصر کی جرح معاصر کے خلاف بغیر حجت کے قبول نہیں کی جاتی، اس لئے کہ معاصرت اکثر سبب بنتی ہے نفرت کی طرف پہنچانے کا:

ومن ثم قالوا لا يقبل جرح المعاصر على المعاصر أي اذا كان بلا حجة لأن المعاصرة تفضي غالبا إلى المنافرة. (2)

علامہ ابنِ عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے: ''**باب حكم قول العلماء بعضهم في بعض**'' اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ علم جہاں کہیں سے بھی ملے اسے حاصل کرو، اور فقہاء وعلماء کے ایک دُوسرے کے خلاف اقوال کو قبول نہ کرو:

---

(۱) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: المرصد الأول فيما يقبل من الجرح والتعديل وما لا يقبل منهما، ص۱۰۵

(۲) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: إيقاظ: في بيان حكم الجرح غير الدرج، ص۴۱۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خُذُوا الْعِلْمَ حَيْثُ وَجَدْتُمْ وَلَا تَقْبَلُوا قَوْلَ الْفُقَهَاءِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ، فَإِنَّهُمْ يَتَغَايَرُونَ تَغَايُرَ التُّيُوسِ فِي الزَّرِيبَةِ.(۱)

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) ابوعبداللہ بن حاتم بن میمون رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

هذا من كلام الأقران الذي لا يسمع.(۲)

اور بعض جرحیں تعصب یا عداوت یا نفرت کی بنا پر صادر ہوئیں اور ایسی تمام جرحیں مردود ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں:

الجرح اذا صدر من تعصب أو عداوة أو منافرة أو نحو ذلك فهو جرح مردود.

اور بعض جرحیں متشددین سے صادر ہوئی ہیں، اور اصول ہے کہ جارح اگر متعنت ہو یا متشدد ہو تو اس کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں، جب تک کہ کوئی منصف اور معتدل مزاج ان کی موافقت نہ کرے:

أن يكون الجارح من المتعنتين المتشددين في الجرح فإن هناك جمعا من أئمة الجرح والتعديل لهم متشدد في هذا الباب فيجرحون الراوي بأدنى جرح ويطلقون عليه ما لا ينبغي إطلاقه فمثل هذا توثيقه معتبر وجرحه لا يعتبر ما لم يوافقه غيره ممن ينصف ويعتبر.(۳)

امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق جتنی بھی جرحیں منقول ہیں وہ ان چار باتوں سے ہٹ کر نہیں ہیں، لہٰذا ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

خلاصة المرام في هذا المقام أنه لا شبهة في كون أبي حنيفة ثقة و كون روايته معتبرة صحيحة والجروح الواقعة عليه بعضها مبهمة وبعضها

---

(۱) جامع بيان العلم وفضله: باب حكم قول العلماء بعضهم في بعض، ج۲ ص۱۰۹۱

(۲) سير اعلام النبلاء: ترجمة: أبو عبد الله بن حاتم بن ميمون المروزي، ج۱۱ ص۳۵۱

(۳) قواعد في علوم الحديث: لا يوخذ بقول كل جارح ولو كان الجارح من الأئمة، ص۱۷۸، ۱۷۹

صادر ممن أقرانه وبعضها من المتعصبين المخالفين له وبعضها من المتشددين المتساهلين فكلها غير مقبولة عند حذاق العلماء.[1]

آخر میں غیر مقلدین حضرات سے عرض ہے کہ جو خطیب بغدادی کی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہر رطب ویابس روایتوں اور قصوں کو بڑی وسعتِ ظرفی سے قبول کرتے ہیں اور ان جھوٹی باتوں سے اپنے ضمیر کو "روشن" کرتے ہیں، ان سے عرض ہے کہ خطیب بغدادی کے قلم نے تو امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی نہیں چھوڑا، خطیب نے اپنی کتاب "موضح أوهام الجمع والتفريق" میں کتاب کی ابتداہی میں سب سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ کے اوہام کو جمع کیا، عنوان قائم کیا "أوهام البخاري" پھر ترتیب وار "الوهم الأول، الوهم الثاني، الوهم الثالث" اسی طرح صفحہ نمبر ۱۷ سے لے کر صفحہ نمبر ۲۰۱ تک امام بخاری رحمہ اللہ کے چوہتر (۷۴) اوھام کو تفصیلاً ذکر کیا، تو کیا کوئی غیر مقلد خطیب کے ان ذکر کردہ اوہام کو اپنی مجالس ومحافل اور مواعظ میں بیان کرے گا؟ کیا کوئی اس حصے کا اُردو میں بھی ترجمہ کرے گا؟ جس طرح کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے معائب اور مثالب کو جمع کر کے شائع کیا...!

جناب محمد بن عبداللہ ظاہری نے کتاب لکھی: "امام ابو حنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں" اس کتاب کا انداز اس قدر گھٹیا، اور زبان اتنی غلیظ ہے کہ خدا کی پناہ' اس کتاب میں ائمہ حدیث کی طرف منسوب کر کے موضوع ومن گھڑت روایات ذکر کی ہیں، اس کتاب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف جو عناوین قائم کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱- امام ابو حنیفہ کے مثالب۔

۲- امام ابو حنیفہ کے فضول اور قبیح اقوال۔

۳- ابو حنیفہ اور اس کا نسب۔

۴- ابو حنیفہ اور ہوس جاہ۔

۵- ابو حنیفہ کی رائے کی مذمت اور اس سے بچنے کے بیان میں۔

---

(۱) مجموعة رسائل اللكهنوي: إمام الكلام فيما يتعلق بالقراءة خلف الإمام، ج ۳ ص ۱۷۷

جس شخص کے عناوین میں اس قدر بغض و عناد کا اظہار ہو، اس کتاب کے اندر تعصب کا کیا حال ہوگا![1]

امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے اپنے والد امام ابوحاتم رازی اور ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ سے نقل کر کے امام بخاری رحمہ اللہ کی ''التاریخ الکبیر'' میں جو خطائیں اور اوہام ہیں انہیں ذکر کیا ہے، یہ کتاب اب ''بیان خطأ البخاری فی تاریخہ'' کے نام سے چھپ چکی ہے، اسی طرح امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) کی ''الالزامات والتتبع للدارقطنی'' اہل علم کے ہاں معروف و مشہور ہے۔

مقصد یہ بتلانا ہے کہ اہل علم کا یہ اختلاف آپس میں دلائل و براہین کی بنیاد پر تھا، تعصب و حسد کی وجہ سے نہیں تھا، انہوں نے جس بات کو درست سمجھا اس کا اظہار کر دیا، اب کوئی اس کا غلط فائدہ اُٹھا کر امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراضات کرے، یا یہ کہے کہ: ''انہیں اسماء الرجال میں مہارت نہیں تھی، انہوں نے تاریخ میں اتنی غلطیاں کیں، اور ان سے اتنے اوہام ہوئے'' اور اس کا اظہار عوام کے سامنے اس انداز میں کرے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی جلالتِ شان اور عظمتِ مقام کم ہو جائے، تو ایسے شخص کو متعصب و متشدد کہا جائے گا، اور عوام کے سامنے ان باتوں کا اظہار کرنے والا دین کی خدمت نہیں کر رہا ہے، بلکہ عوام کے ذہن میں راسخ فقہاء و محدثین کی محبت گھٹا کر ان کو ایک غلط راستے کی طرف گامزن کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کو ایک مقام عطا فرمایا، یہ دونوں دینِ اسلام کے آفتاب و ماہتاب ہیں، دونوں سے محبت ایمان کی نشانی ہے، اور ان سے بغض و حسد رکھنے والے کے لیے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی خطاؤں، لغزشوں اور تسامحات سے درگزر فرمائے اور ہم سب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور قیامت کے دن آپ کا قُرب اور آپ کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر کا پانی نصیب فرمائے، آمین۔

---

(۱) ''امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں'' ص: ۲۳، ۲۸، ۲۵، ۵۵، ۵۸، مکتبہ اسلامیہ کراچی

خطیب کے رَدّ میں لکھی جانے والی کتب

علمائے اُمّت نے امامِ اعظم رحمہ اللہ پر طعن و جرح کرنے والوں پر مستقل کُتب کی صورت میں مدلّل و مفصّل رَدّ و جواب بھی لکھا، خطیب بغدادی کی ان تمام جرحوں کے رَدّ میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- السهم المصيب في كبد الخطيب: الملک المعظم ابوالمظفر عیسیٰ بن سیف الدین رحمہ اللہ۔

۲- السهم المصيب في الرد على الخطيب: علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ)۔

۳- الانتصار لإمام أئمة الأمصار: یوسف بن قرغلی المعروف سبط ابن جوزی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۴ھ)۔

۴- مقدمة جامع المسانيد: علامہ محمد بن محمود الخوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۵ھ)۔

۵- تنوير الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة: علامہ ابنِ عبدالہادی الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۴ھ)۔

۶- السهم المصيب في نحر الخطيب: علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ)۔

۷- تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب: محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۱ھ)۔

یہ کتاب تحقیقات و تدقیقات کا ایک گنجینہ ہے، مذکورہ کُتب پر فائق ہے، اس میں نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ امام صاحب اور صاحبین وغیرہ کے رَدّ و قدح سے متعلق اقوال و واقعات کا روایتی اور درایتی دونوں پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے، ہر ہر واقعے کی سند پر کلام کر کے اس کا موضوع ہونا دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے، سند میں موجود تمام مجروحین راویوں کی نشاندہی کی ہے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر طالبِ علم اس کا ضرور مطالعہ کرے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہم کو، انہوں نے اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کر کے نہایت گراں قدر علمی خدمت انجام دی ہے، جو حضرات اصل کتاب سے اِستفادے میں دِقّت محسوس کریں تو اس نہایت مقبول و معتمد ترجمے کی طرف مراجعت کریں۔ خطیب بغدادی کی نقل کردہ جرحوں کے رَدّ

وجواب میں مذکورہ کتابوں کے لکھنے والے سب حنفی نہیں ہیں، بلکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ شافعی المسلک ہیں، علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ حنبلی المسلک ہیں، اسی طرح علامہ ابنِ عبدالہادی رحمہ اللہ بھی حنبلی المسلک ہیں، ان اقوال اور جرحوں کے جھوٹ وباطل ہونے کی اس سے بڑھ کر کیا شہادت چاہئے کہ خود اپنے مسلک کے علماء نے اور اسی طرح احناف کے علاوہ دیگر مسالک کے علماء نے مستقل کتب لکھ کر خطیب بغدادی کی منقولہ جرحوں کو باطل وبے اصل قرار دیا ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی ''الخیرات الحسان''، علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ کی ''عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة النعمان''، محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کی ''مکانة الإمام أبي حنیفة فی الحدیث''، شیخ محمد قاسم حارثی رحمہ اللہ کی ''مکانة الإمام أبي حنیفة بین المحدثین'' میں ان تمام جرحوں کے کافی شافی جواب موجود ہیں، بالخصوص علامہ، محدث، محقق، شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) کی تعلیقات ''الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل''، ''قواعد فی علوم الحدیث'' اور ''الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء'' میں نہایت گراں قدر تعلیقات اس بارے میں لاجواب ہیں۔

۸- علامہ محمود الطحان مدظلہم نے اپنی کتاب ''الخطیب البغدادي وأثرہ في علم الحدیث'' کے صفحہ ۳۰۶ سے ۳۴۵ تک خطیب بغدادی کے ان تمام اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نہایت مفصل دفاع کیا ہے، اور اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ یہ اعتراضات بعض متعصبین نے گھڑ کر اس کتاب میں شامل کئے ہیں، تاریخِ بغداد کے تمام نسخوں کا موازنہ کرکے اس کی وضاحت کی ہے، اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ ان اعتراضات کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے ان ۴۰ صفحات کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

''میزان الاعتدال'' کے نسخے میں امام ابوحنیفہ پر جرح اور اس کا جواب

النعمان بن ثابت بن زوطی، أبو حنیفة الکوفي إمام أهل الرأي ضعفه النسائي من جهة حفظه وابن عدي وآخرون.(۱)

جواب:۱- یہ جرح علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے نقل نہیں کی، بلکہ

(۱) میزان الاعتدال فی نقد الرجال: حرف النون، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۷، ص ۳۸

متعصبین نے یہ جرح ان کی کتاب میں داخل کی ہے، جیسا کہ یہ بات عنقریب باحوالہ آجائے گی، اس لئے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے خود اس بات کی تصریح کی ہے:

وکذا لا أذکر فی کتابی من الأئمة المتبوعین فی الفروع أحدا لجلالتهم فی الإسلام وعظمتهم فی النفوس مثل أبی حنیفة والشافعی والبخاری.[1]

ترجمہ:- میں اپنی کتاب میں ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کا ذکر نہیں کروں گا، جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری، اہلِ اسلام کے ہاں ان کا بڑا مقام ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی عظمت ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ یہ بات ذکر کردی کہ میں ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کا ذکر نہیں کروں گا، پھر سب سے پہلے نام بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مقدمے میں خود صراحت بھی کریں اور اصل کتاب میں اس کی مخالفت کریں؟

علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أنه لم یذکر أحدا من الصحابة والأئمة المتبوعین.[2]

ترجمہ:- (امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان) میں نہ ہی کسی صحابی کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کا ذکر کیا ہے۔

علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

ولکنه التزم أن لا یذکر أحدا من الصحابة ولا الأئمة المتبوعین.[3]

ترجمہ:- (امام ذہبی رحمہ اللہ) نے میزان میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں نہ ہی کسی صحابی کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی ائمۂ متبوعین میں سے کسی کا ذکر کیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

---

(۱) میزان الاعتدال فی نقد الرجال: مقدمة، ج ۱ ص ۲

(۲) شرح التبصرة والتذکرة الفیة العراقی: معرفة الثقات والضعفاء، ج ۲ ص ۳۲۴

(۳) فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث: معرفة الثقات والضعفاء، ج ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷

أنه لم يذكر أحدا من الصحابة والأئمة المتبوعين.[1]

ترجمہ:- (امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان) میں کسی صحابی کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ائمہ متبوعین میں سے کسی کا ذکر کیا ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ائمہ متبوعین کا ذکر نہیں کیا۔

۲- امام ذہبی رحمہ اللہ امام صاحب پر کیسے جرح کر سکتے ہیں؟ جب کہ انہوں نے خود امام صاحب کا تذکرہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں کیا ہے! اور اس کتاب میں تمام حفاظ حدیث کا ذکر کیا گیا ہے، اگر امام صاحب حدیث میں ضعیف ہوتے تو امام ذہبی رحمہ اللہ کبھی آپ کا تذکرہ نہ کرتے اور آپ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو ''امام اعظم'' کے لقب سے یاد نہ کرتے:

أبو حنيفة الإمام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي. وكان إماما ورعا عالما عاملا متعبدا كبير الشأن لا يقبل جوائز السلطان بل يتجر ويتكسب. وقال ابن المبارك: أبو حنيفة أفقه الناس. وقال الشافعي: الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة. وقال يزيد: ما رأيت أحدا أورع ولا أعقل من أبي حنيفة.[2]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''سیر أعلام النبلاء'' میں مکمل تیرہ۱۳ صفحات میں امام صاحب کے متعلق توثیقی اقوال نقل کئے ہیں، امام صاحب کا ذکرِ خیر شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي: الإمام، فقيه الملة، عالم العراق. ورأى أنس بن مالك لما قدم عليهم الكوفة. وقال يحيى بن سعيد القطان: لا نكذب الله ما سمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة، وقد أخذنا

---

(۱) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: النوع الحادي والعشرون معرفة الثقات والضعفاء، ج ۲ ص ۸۹۰

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو حنيفة الإمام الأعظم النعمان بن ثابت، ج ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷

بأكثر أقواله. وقال علي بن عاصم: لو وزن علم الإمام أبي حنيفة بعلم أهل زمانه لرجح عليهم.[1]

امام ذہبی رحمہ اللہ تو امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ بنو آدم کے اذکیاء میں سے تھے:

فقيه العراق الإمام أبو حنيفة النعمان ابن ثابت الكوفي وكان من أذكياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء، وكان لا يقبل جوائز الدولة بل ينفق ويؤثر من كسبه.[2]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے تو آپ کو اپنی کتاب ''المعين في طبقات المحدثين'' کبار محدثین میں شمار کیا ہے، اور اس کتاب میں آپ کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق خود فرماتے ہیں:

فهذه مقدمة في ذكر أسماء أعلام حملة الآثار النبوية تبصر الطالب النبيه وتذكر المحدث المفيد بمن يقبح بالطلبة أن يجهلوهم.[3]

اس سے اندازہ کیجئے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کی نظر میں امام صاحب کا کتنا مقام ہے!

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ''ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل'' اس کتاب میں ان ائمہ جرح وتعدیل کا ذکر ہے جن کا قول فنِ اسماء الرجال میں معتمد ہے، اس میں بڑے اہتمام کے ساتھ امام صاحب کا ذکر کیا ہے، اگر امام صاحب کو فنِ اسماء الرجال میں مہارتِ تامہ نہیں ہوتی تو امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کا تذکرہ نہ کرتے، علم حدیث میں امام صاحب کی مہارت کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ آپ کا شمار ائمہ جرح وتعدیل میں ہوا۔[4]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے تو امام صاحب اور صاحبین کے حالات میں مکمل ایک کتاب لکھی ہے اور آپ کی مدح میں محدثین کرام، فقہائے عظام اور آپ کے ہم عصر اکابر اہلِ علم کے اتنی کثرت کے ساتھ توثیقی اقوال نقل کئے ہیں کہ جن کے انکار کو عقلِ سلیم محال سمجھتی ہے، آپ نے اپنی اس

---

(۱) سير أعلام النبلاء: ترجمة: أبو حنيفة النعمان بن ثابت، ج ٦ ص ٣٩٠ تا ٤٠٣

(۲) العبر في خبر من غبر: سنة خمسين ومائة، ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ١ ص ١٦٤

(۳) المعين في طبقات المحدثين: ص: ٤٧، الناشر: دار الفرقان عمان

(۴) دیکھئے تفصیلاً: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل: ص ١٧٦

کتاب کا تذکرہ امام صاحب کے حالات کے ذیل میں کیا ہے:

قلت: مناقب هذا الإمام قد أفردتها في جزء.[1]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے حالات ذکر کرنے کے بعد بھی اپنی اس کتاب کا حوالہ دیا:

قد أفردته وأفردت صاحبه محمد بن الحسن رحمهما الله في جزء.[2]

آپ کی اس کتاب کا مکمل نام "مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه" ہے، اس کتاب پر تحقیق وتعلیقات محقق العصر علامہ زاہد الکوثری اور علامہ ابو الوفاء الافغانی رحمہا اللہ کی ہیں اور یہ کتاب ۱۴۰۸ھ میں "إحياء المعارف النعمانيه حيدر آباد الدكن بالهند" سے چھپی ہے، اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اس کتاب کا ایک دفعہ ضرور مطالعہ کریں۔

۳- اگر بالفرض والمحال اس جرح کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو امام ذہبی رحمہ اللہ نے خود جرح نہیں کی ہے بلکہ امام نسائی اور ابنِ عدی کے حوالے سے نقل کی ہے، امام نسائی اور ابنِ عدی کی جرح کے متعلق تفصیلات گزر چکی ہے۔

۴- اس جرح میں "من جهة حفظه" کی قید موجود ہے حالانکہ امام نسائی رحمہ اللہ کی جرح میں اس قید کا کہیں ذکر نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ عبارت الحاقی ہے اصل ماخذ میں موجود نہیں ہے، متعصبین نے اپنی طرف سے اس جملے کا اضافہ کیا ہے۔

۵- شیخ عبد الفتاح ابوغدۃ رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) فرماتے ہیں:

والطبعة الهندية من الميزان المطبوعة في مدينة لكهنو سنة ۱۳۰۱ھ بالمطبع المعروف بأنوار محمد لم تذكر فيها ترجمة للإمام أبي حنيفة في أصل الكتاب وإنما ذكر على الحاشية كلمات في سطرين قال مشيها لما لم تكن هذه في نسخة وكانت في أخرى أوردتها على الحاشية فلما طبع الكتاب بمصر سنة ۱۳۲۵ھ طبعت تلك الكلمات اللتي على الحاشية في صلب الكتاب دون تنبيه.[3]

---

(۱) تذكرة الحفاظ: ترجمة: أبو حنيفة الإمام الأعظم النعمان بن ثابت، ج۱ ص۱۲۷

(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: القاضي أبو يوسف يعقوب بن ابراهيم، ج۱ ص۱۲۵

(۳) الرفع والتكميل في الجرح والتعديل، ص۱۲۲

ترجمہ:- "مکتبہ انوار محمدی، لکھنؤ" سے ۱۳۰۱ھ میں جو "میزان الاعتدال" کا نسخہ چھپا، اس میں امام ابوحنیفہ کا ذکر اصل کتاب میں موجود نہیں تھا، بلکہ کسی نے حاشیہ میں امام صاحب کے متعلق یہ جرح لکھ دی، ۱۳۲۵ھ میں مصر سے جب یہ نسخہ چھپا تو انہوں نے حاشیہ کی بات کو اصل کتاب میں لکھ دیا اور اس پر تنبیہ بھی نہیں کی۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے متعدد اصل نسخوں کا ذکر کیا ہے، کسی نسخے میں بھی امام صاحب پر یہ جرح موجود نہیں ہے، ان تمام نسخوں کی نشاندہی بھی کی ہے کہ وہ نسخے کہاں کہاں موجود ہیں، اور فرمایا کہ میں نے ان سب کا مطالعہ کیا ہے کسی میں بھی یہ عبارت موجود نہیں ہے، ان تمام نسخوں کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے "الرفع والتکمیل" کے حاشیہ کا مطالعہ کریں۔ (۱)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں:

على ما نقلوه عن ميزان الذهبي لا أثر له في بعض النسخ المصححة من الميزان كما قاله فخر الهند اللكهنوي في تذكرة الراشد ص۲۶۷ والعلامة النيموي في التعليق۱۸۸ وجزم بأن يكون هذه العبارة الحاقية....نعم ذكره أي أبا حنيفة في تذكرة الحفاظ ولم يصفه بإمام أهل الرأي بل وصفه بالإمام الأعظم وهو اللقب الذي ألقاه الله في قلوب عباده لهذا الإمام النبيل وكفا بذلك فخرًا وفضيلةً لأبي حنيفة أنه لا يطلق الإمام الأعظم عند أهل المذاهب كلها إلا عليه ولا يراد به غيره۔ (۲)

ترجمہ:- "میزان الإعتدال" کے تصحیح شدہ نسخوں میں اس جرح کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے "تذکرۃ الراشد" اور علامہ نیموی رحمہ اللہ نے "التعلیق الحسن" میں یقین کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ یہ

(۱) الرفع والتکميل في الجرح والتعديل: ص۱۲۱ تا ۱۲۳

(۲) أبو حنيفة وأصحابه المحدثون: الفصل الثامن في بقية الأجوبة عن المطاعن فيه، ص۶۹

عبارت الحاق ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے تو امام صاحب رحمہ اللہ کا ذکر "تذکرۃ الحفاظ" میں کیا ہے اور آپ کو "امام اهل الرأی" کے ساتھ متصف نہیں کیا، بلکہ "امام اعظم" کے لقب کے ساتھ آپ کو یاد کیا ہے، امام صاحب کی فضیلت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ تمام مذاہب میں جب بھی "امام اعظم" بولا جاتا ہے تو اس سے مراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی ہوتے ہیں کوئی اور مراد نہیں ہوتا۔

علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قلت: لا شك فى كونها مدسوسة كيف وقد صرح الذهبى نفسه فى مقدمة الميزان أنه لا يذكر فيه ترجمة الإمام حيث قال ما نصه وكذا لا أذكر فى كتابى من الأئمة المتبوعين فى الفروع أحدا لجلالتهم فى الإسلام وعظمتهم فى النفوس مثل أبى حنيفة. صاحب سبل السلام فى توضيح الأفكار لمعانى تنقيح الأنظار بقوله لم يترجم لأبى حنيفة وصرح به العلامة محمد بن اسماعيل الأمير اليمانى فى الميزان وترجم له النووى فى التهذيب وأطال فى ترجمته ولم يذكره بتضعيف۔ (۱)

ترجمہ:- میں کہتا ہوں اس بات میں کوئی شک نہیں یہ جرح اصل کتاب میں داخل کی گئی ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کیسے جرح کر سکتے ہیں کہ جب کہ انہوں نے خود "میزان الاعتدال" کے مقدمے میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ میں اپنی کتاب میں ائمۂ متبوعین میں سے کسی کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ اسلام میں ان کی جلالت اور عظمت مسلّم ہے، جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری رحمہم اللہ، علامہ محمد بن اسماعیل یمانی رحمہ اللہ صاحب "سبل السلام" نے اپنی کتاب "توضیح الأفکار" میں بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ "میزان الاعتدال" میں امام صاحب کا ذکر نہیں ہے، اور امام نووی نے

(۱) ما تمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه: ص ۴۷

"تہذیب الأسماء واللغات" میں امام ابوحنیفہ کے تفصیلاً حالات ذکر کیے ہیں، لیکن تضعیف کا بالکل ذکر نہیں کیا ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إن هذه العبارة ليست لها أثر في بعض النسخ المعتبرة على ما رأيتها بعيني. (۱)

ترجمہ:-تمام معتبر نسخے "میزان الاعتدال" کے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان میں کسی میں بھی یہ جرح کی عبارت موجود نہیں ہے۔

ان تمام اکابر اہلِ علم کے حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام صاحب کے متعلق کوئی جرح نقل نہیں کی، اور "میزان الاعتدال" کے تمام صحیح معتبر نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے، بعض متعصبین نے اس عبارت کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے، جیسا کہ باحوالہ یہ بات گزرگئی۔

کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صرف سترہ احادیث یاد تھیں؟

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۸ھ) نقل کرتے ہیں:

أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه يقال: بلغت روايته إلى سبعة عشر حديثا أو نحوها. (۲)

جناب محمد یوسف جے پوری صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں یا اس کے لگ بھگ۔ (۳)

حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے، صحیح ترجمہ یہ ہے:

امام ابوحنیفہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایت (یعنی مرویات) سترہ تک پہنچتی ہیں۔

(۱) مجموعة رسائل اللكهنوي: إمام الكلام فيما يتعلق بالقراءة خلف الامام، ج ۳ ص ۱۷۶

(۲) مقدمة ابن خلدون: الفصل السادس في علوم الحديث، ج ۱ ص ۵۶۱

(۳) حقیقت الفقہ، ص ۸۸

دونوں ترجموں میں زمین آسمان کا فرق ہے! اُصولِ حدیث سے جسے ذرا بھی مس ہو گا وہ دونوں ترجموں کے فرق کو بخوبی سمجھ لے گا۔ عوام کے لئے ہم تھوڑی سی وضاحت کیے دیتے ہیں۔ دیکھئے! ایک ہوتا ہے اُستاذ سے حدیث حاصل کرنا، اسے کہتے ہیں ''تحملِ حدیث'' اور ''اَخذِ حدیث'' اور ایک ہوتا ہے اُستاذ سے پڑھی ہوئی اَحادیث آگے شاگردوں کو پڑھانا، اسے کہتے ہیں ''ادائے حدیث'' اور ''روایتِ حدیث''۔ علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ کے ذکر کردہ قول کا مطلب یہ ہے کہ اِمام صاحب نے آگے جو اَحادیث روایات کی ہیں وہ سترہ تک پہنچتی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ اِمام صاحب نے حدیثیں کُل سترہ پڑھی ہیں، روایتِ حدیث میں قلیل ہونا کوئی عیب نہیں ہے، کیونکہ اس سے علمِ حدیث سے ناواقفی یا واقفیت کا تھوڑا ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے ممکن ہے کہ محدث وفورِ علم کے باوجود حزم واحتیاط کی بنا پر حدیث کی آگے روایت کم کرے، ورنہ تو جو اعتراض حضرت اِمام صاحب پر کیا جاتا ہے، اس سے خلفائے راشدین بالخصوص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر اَجلّہ صحابہ کرام بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ ان کی مرویات بھی دیگر صحابہ کرام کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ جے پوری صاحب اگر علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ کی عبارت کا ترجمہ صحیح کرتے تو اعتراض کا کوئی پہلو نہ نکلتا، لیکن انہوں نے یا تو جان بوجھ کر، یا عربی سے نابلد ہونے کی بنا پر غلط ترجمہ کیا، اور عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی (اعاذنا اللہ منہ)۔

دُوسرے جے پوری صاحب نے تاریخ ابنِ خلدون سے اپنے مفید مطلب کی عبارت نقل کی ہے اور آگے پیچھے سے ساری عبارت دیدہ ودانستہ چھوڑ دی ہے، کیونکہ اس سے بنائے اِعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ہم متعلقہ ساری عبارت ذکر کرتے ہیں، تاکہ جے پوری صاحب کی خیانت کھل کر سامنے آسکے:

واعلم أيضا أن الأئمة المجتهدين تفاوتوا في الإكثار من هذه الصناعة والإقلال فأبو حنيفة رضي الله تعالى عنه يقال: بلغت روايته إلى سبعة عشر حديثا أو نحوها ومالك إنما صح عنده ما في كتاب الموطا وغايتها ثلاثمائة حديث أو نحوها۔ وأحمد بن حنبل في مسنده خمسون ألف حديث ولكل ما أداه إليه اجتهاده في ذلك. وقد تقول بعض المبغضين المتعصبين إلى أن منهم من كان قليل

البضاعة في الحديث فلهذا قلت روايته. ولا سبيل إلى هذا المعتقد في كبار الأئمة لأن الشريعة إنما تؤخذ من الكتاب والسنة. والإمام أبو حنيفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل وضعف رواية الحديث اليقيني إذا عارضها الفعل النفسي وقلت من أجلها روايته فقل حديثه لأنه ترك رواية الحديث متعمدا فحاشاه من ذلك. ويدل على أنه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه واعتباره ردا وقبولا. وأما غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط وكثر حديثهم والكل عن اجتهاد وقد توسع أصحابه من بعده في الشروط وكثرت روايتهم ...الخ.

ترجمہ:- اور یہ بھی جان لو! کہ ائمہ مجتہدین حدیث کے فن میں متفاوت رہے ہیں، کسی کی مرویات قلیل اور کسی کی کثیر ہیں، امام ابوحنیفہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، امام مالک کے نزدیک صحیح احادیث جو موطا میں ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین سو یا اس کے لگ بھگ ہے، اور امام احمد کی مسند میں ۵۰ ہزار احادیث ہیں، اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق سعی کی ہے۔ بعض لوگ جو بغض رکھنے والے اور متعصب ہیں، انہوں نے اس جھوٹ پر کمر باندھ لی ہے کہ ائمہ میں سے کچھ امام حدیث میں قلیل البضاعت ہیں، اسی لئے ان سے روایت حدیث کم ہوئی ہے، لیکن اس اعتقاد کی کبار ائمہ کے حق میں کوئی سبیل نہیں، کیونکہ احکام شرعیہ کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہے۔

اور امام ابوحنیفہ سے روایت اس لئے قلیل ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارے میں سخت شرائط لگائیں، اور وہ یہ ہے کہ حدیث میں یقینی روایت جب کہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو تو ضعیف ہو جاتی ہے نہ یہ کہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا، امام ابوحنیفہ کے علم حدیث میں کبار مجتہدین میں سے ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ مجتہدین ان کے مذہب پر

اعتماد کرتے ہیں، رَدّ وقبول کے اعتبار سے، امام ابوحنیفہ کے علاوہ جمہور محدثین نے روایت حدیث کی شرائط میں توسع اختیار کیا ہے اس لئے ان کی احادیث کثیر ہوگئیں اور ہر ایک نے یہ شرائط اپنے اپنے اجتہاد سے عائد کیں، امام صاحب کے بعد ان کے اصحاب نے بھی روایت حدیث کی شرائط میں توسع اختیار کیا تو ان کی روایات بھی کثیر ہوگئیں۔

محترم قارئین! آپ نے علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائی اس سے کہیں اشارۃً بھی جے پوری صاحب کا مطلب ثابت نہیں ہوتا، بلکہ یہ ساری عبارت ان کے خلاف جاتی ہے، شاید اسی لئے وہ صرف ایک فقرہ ذکر کرتے ہیں، باقی سب کھا جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے پہلے یہ بتایا کہ بعض ائمہ قلیل الروایت ہیں، اور بعض کثیر الروایت ہیں، پھر اس کی تمثیل میں ائمہ ثلاثہ کا ذکر کیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی تین سو تک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ۵۰ ہزار تک، اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے امام صاحب کے متعلق جو کہا ہے وہ ان کے قلیل الروایت ہونے کی تمثیل میں کہا ہے، بطور طعن یا اعتراض کے نہیں کہا، بلکہ انہوں نے ان لوگوں کی پُرزور مذمت کی ہے جو کسی امام کو قلیل الروایت ہونے کی وجہ سے حدیث میں قلیل البضاعت (کم علم) سمجھتے ہیں۔ [1]

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد تقول بعض المبغضين المتعصبين إلى أن منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلهذا قلت روايته. ولا سبيل إلى هذا المعتقد في كبار الأئمة لأن الشريعة إنما تؤخذ من الكتاب والسنة. [2]

ترجمہ: بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار میں سے کسی امام کو قلیل الروایت ہونے کی وجہ سے قلیل البضاعت (حدیث میں کم علم) خیال کرتے ہیں، یہ محض ان کا

(۱) "حدیث اور اہل حدیث"، ص ۴۳ تا ۴۶

(۲) مقدمۃ ابن خلدون: الفصل السادس فی علوم الحدیث، ج ا ص ۵۶۱

افترا ہے، کبر ائمہ کے بارے میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں، کیونکہ شریعت قرآن وسنت ہی سے اخذ کی جاتی ہے۔
جو شخص حدیث میں قلیل البضاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکامِ شریعت اِستنباط کرسکتا ہے۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة من كبار حفاظ الحديث وأعيانهم ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه. (۱)

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ بڑے حفاظِ حدیث اور فضلاء میں شمار ہوتے ہیں، اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں اِستنباط کا ملکہ ان کو کہاں سے حاصل ہوتا۔

اِمام صاحب کے علم حدیث میں مقام کا اندازہ اس سے لگایئے کہ فنِ اسماء الرجال کے امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کا تذکرہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں کیا ہے، اِمام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں کیا جو حافظ الحدیث نہ ہو، چنانچہ خارجہ بن زید رحمہ اللہ اگرچہ فقہائے سبعہ میں سے ہیں، مگر ان کے متعلق صاف فرماتے ہیں:

أنه قليل الحديث فلهذا لم أذكره في الحفاظ. (۲)

ترجمہ:- یہ قلیل الحدیث ہیں، اس لئے میں نے ان کا تذکرہ حفاظ میں نہیں کیا۔

علامہ احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين ومن زعم قلة اعتنائه بالحديث إما لتساهله أو حسده. (۳)

ترجمہ:- اِمام ذہبی نے اِمام ابوحنیفہ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، اور جس نے

(۱) عقود الجمان في مناقب الإمام أبي حنيفة النعمان، ص:۱۵٦
(۲) تذكرة الحفاظ: ترجمة: خارجة بن زيد بن ثابت الانصاري، ج ۱ ص ۷۱
(۳) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الفصل الثلاثون، ص ۹۰

ان کے بارے میں یہ خیال کیا ہے کہ وہ حدیث میں کم شان رکھتے تھے تو اس کا یہ خیال تساہل پر مبنی ہے یا حسد پر۔

خود علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۸ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

ويدل على أنه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه واعتباره ردًا وقبولاً.[1]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ کے علمِ حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مذہب پر ردّاً وقبولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو روایتِ حدیث قلیل وارد ہوئی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے روایت وتحملِ حدیث میں شرائط سخت رکھی تھیں، اور حدیث کے معاملے میں بہت احتیاط کیا کرتے تھے:

لقد وجد الورع عن أبي حنيفة في الحديث ما لم يوجد عن غيره.[2]

ترجمہ:- تحقیق امام ابوحنیفہ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو اور کسی نے نہیں کی ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سفيان الثوري يقول كان أبو حنيفة شديد الأخذ للعلم ذابا عن حرم الله أن تستحل يأخذ بما صح عنده من الأحاديث التي كان يحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله وبما أدرك عليه علماء الكوفة ثم شنع عليه قوم يغفر الله لنا ولهم.[3]

ترجمہ:- امام ابوحنیفہ علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط اور حدودِ الٰہی کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے، اور وہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) مقدمة ابن خلدون: الفصل السادس في علوم الحديث، ج۱ ص ۵۶۲

(۲) مناقب أبي حنيفة: ج۱ ص ۱۹۷

(۳) الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ثناء العلماء على أبي حنيفة عيسى بن يونس، ص ۱۳۲

آخری فعل کو وہ لیا کرتے تھے، اور اس فعل کو جس پر انہوں نے علمائے کوفہ کو عامل پایا ہوتا تھا، مگر پھر بھی ایک قوم نے (بلاوجہ) ان پر طعن کیا، اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی مغفرت فرمائے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایت حدیث اور تحملِ حدیث میں شرائط کس قدر سخت تھیں؟ اس کا ذکر تفصیل سے ماقبل میں ہو چکا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک شرط یہ ہے کہ حدیث کی روایت وہ شخص کرے جو حدیث کو سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک حدیث کا حافظ ہو، امام صاحب کے اس اُصول کا دُوسرے محدثین کے اُصول کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هٰذا مذهب شديد وقد استقر العمل على خلافه فلعل الرواة في الصحيحين ممن يوصف بالحفظ لا يبلغون النصف.[1]

ترجمہ:- یہ مذہب بہت ہی سخت ہے، اگر اس معیار کے پیشِ نظر صحیحین کا جائزہ لیا جائے تو نصف راوی ایسے ملیں گے جو حفظ کی اس شرط پر پورے نہ اُتریں گے۔

علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ نے قلیل الروایت کی تمثیل میں امام صاحب کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ "کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات سترہ یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں" اس کا ہم کچھ تجزیہ کرنا چاہتے ہیں، ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحب کے بارے میں ابنِ خلدون کا نقل کردہ قول عقلاً و نقلاً غلط ہے، جس کے بہت سے شواہد ہیں۔

۱- علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ نے اسے بصیغۂ تمریض ذکر کیا ہے، جو خود اس کے ضعف اور مرجوحیت کی دلیل ہے۔

۲- علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ کا یہ اپنا قول نہیں بلکہ انہوں نے اسے مجہول کے صیغے: "یقال" سے ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ "کہا جاتا ہے" یہ کہنے والے کون ہیں؟ کوئی پتا نہیں!

۳- انہوں نے "أو نحوها" کا لفظ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ خود انہیں صحیح پتا نہیں کہ سترہ ہی کہا جاتا ہے یا زیادہ۔

---

(۱) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: النوع السادس والعشرون، ج ۱ ص ۵۲۷

۴- ابنِ خلدون گو عظیم مؤرخ اسلام ہیں، لیکن انہیں ائمہ کرام کی مرویات کا صحیح علم نہیں، اسی لئے انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ کی مرویات ان کی موطا میں تین سو بتائی ہیں، حالانکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کے، موطا میں ۱۷۲۰ احادیث موجود ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مرویات مسندِ احمد میں پچاس ہزار بتائی ہیں، حالانکہ مسندِ احمد میں کُل تیس ہزار احادیث ہیں، اور اگر امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے عبداللہ کی مرویات کو بھی شامل کرلیا جائے تو پھر کُل چالیس ہزار بنتی ہیں، علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ کو جب ائمہ کی مرویات کی صحیح تعداد معلوم نہیں تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے نقل کردہ قول کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

۵- حضرت امام صاحب کے قلیل الروایت ہونے کی تردید کے لئے آپ کے تلامذہ واصحاب پر نظر کرلینا ہی کافی ہے۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۲ھ) نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کے صرف نام ذکر کئے ہیں جو ستر صفحات پر مشتمل ہیں، اور جنہوں نے مندرجہ ذیل ملکوں اور شہروں سے آکر امام صاحب سے علم حاصل کیا۔

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، دمشق، بصرہ، کوفہ، واسط، موصل، جزیرہ، رقہ، نصیبین، رملہ، مصر، یمن، بحرین، بغداد، کرمان، اصفہان، استرآباد، حلوان، ہمدان، نہاوند، رے، قومس، دامغان، طبرستان، جرجان، بخارا، سمرقند، صغانیان، ترمذ، بلخ، ہرات، قہستان، خوارزم، مدائن، حمص وغیرہ۔

۶- علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے محدثین وفقہاء میں سے بے شمار حضرات نے روایت کیا ہے:

روی عنه من المحدثين والفقهاء عدة لروى عنه من المحدثين والفقهاء عدة لا يحصون.[1]

آپ کے تلامذہ میں مشہور محدث حضرت عبداللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سمع من الإمام تسع مائة حديث.[2]

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص ۲۵

(۲) مناقب أبي حنيفة، ج ۲ ص ۲۱۶

ترجمہ:-(میں نے) امام صاحب سے نوسو احادیث سنی تھیں۔

حافظ الحدیث امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ جو زمانۂ طالب علمی میں امام صاحب کے رفیقِ درس تھے، فرماتے ہیں:

طلبت مع أبي حنيفة الحديث فغلبنا وأخذنا في الزهد فبرع علينا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون۔[1]

ترجمہ:- میں امام ابوحنیفہ کا رفیقِ درس تھا، وہ علم حدیث کے طالب بنے تو حدیث میں ہم سے آگے نکل گئے، یہی حال زُہد وتقویٰ میں ہوا، اور فقہ کا معاملہ تو تمہارے سامنے ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عندي صناديق الحديث ما أخرجت منها إلا اليسير الذي ينتفع به۔[2]

ترجمہ:- میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں، مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اٹھائیں۔

حضرت عبداللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ جب امام صاحب سے مروی روایت بیان کرتے تو فرماتے: حدثنا شاهنشاه۔

علم کے بادشاہوں کے بادشاہ نے روایت بیان کی ہے:

حدثنا أبو عبد الرحمن المقرء وكان إذا حدثنا عن أبي حنيفة قال: حدثنا شاهنشاه۔[3]

علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۸ھ) نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ائمۂ حدیث میں شمار کیا ہے۔[4]

---

(۱) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص ۴۳

(۲) مناقب أبي حنيفة، ج ۱ ص ۹۵

(۳) تاريخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ما قيل في فقه أبي حنيفة، ج ۱۳ ص ۳۴۴

(۴) دیکھئے تفصیل: الملل والنحل: الفصل الخامس، المرجئة الصالحية، ج ص ۱۴۶

امام ذہبی رحمہ اللہ نے فنِ جرح وتعدیل میں جن ائمہ کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے ان میں امام صاحب کے اسم گرامی کو نمایاں ذکر کیا ہے۔(۱)

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) ائمہ اربعہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف سب کے امام تھے:

أئمة أهل الحديث والتفسير والتصوف والفقه مثل الأئمة الأربعة وأتباعهم.(۲)

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کو ائمہ حدیث میں شمار کرتے ہیں:

أما طريقة الصحابة والتابعين وأئمة الحديث كالشافعي والإمام أحمد ومالك وأبي حنيفة وأبي يوسف والبخاري.(۳)

امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ (جن کے ترجمے کا آغاز امام ذہبی رحمہ اللہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں: حفص بن غياث الإمام الحافظ أبو عمر النخعي الكوفي قاضي بغداد)(۴)

یہی امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں:

سمعت من أبي حنيفة حديثا كثيرا.(۵)

امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (جن کے ترجمے کا آغاز امام ذہبی رحمہ اللہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں: وكيع بن الجراح بن مليح الإمام الحافظ الثبت محدث العراق)۔(۶)

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱) دیکھیے: ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل، ص۱۷۶

(۲) منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية: الوجه الخامس وفيه الرد على التفضيل، ج۲ ص۱۰۵

(۳) إعلام الموقعين عن رب العالمين: يصار إلى الاجتهاد والقياس عند الضرورة، ج۲ ص۲۰۹

(۴) تذكرة الحفاظ: ترجمة: حفص بن غياث النخعي، ج۱ ص۲۱۷

(۵) مناقب أبي حنيفة للموفق: ج۱ ص۳۰

(۶) تذكرة الحفاظ: ترجمة: وكيع بن الجراح بن مليح، ج۱ ص۲۲۳

ترجمہ:- میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جسے امام وکیع پر مقدم کروں، اور امام وکیع امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کی ساری حدیثیں انہیں حفظ تھیں، اور انہوں نے امام صاحب سے بہت ساری حدیثیں سنی تھیں۔

ما رأيت أحدا أقدمه على وكيع وكان يفتي برأي أبي حنيفة وكان يحفظ حديثه كله، وكان قد سمع من أبي حنيفة حديثا كثيرا (۱)

ان ٹھوس اور مستند حوالہ جات کے بعد بھی یہ کہنا کہ: ''ان کی مرویات سترہ تک پہنچتی ہیں!'' انصاف کا خون کرنے کے مترادف نہیں تو کیا ہے؟ معمولی عقل وشعور رکھنے والا آدمی بھی اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا:

انتخب أبو حنيفة الآثار من أربعين ألف حديث. (۲)

ماقبل میں تفصیل کے ساتھ امام صاحب رحمہ اللہ کی انتیس ۲۹ مسانید اور آپ کی ''کتاب الآثار'' کا ذکر ہوا، آپ کی وحدانیات، ثنائیات، ثلاثیات کا ذکر ہوا، صحاح ستہ کے ائمہ میں کوئی بھی ایسا امام نہیں ہے جن کی ثنائی روایات ہوں، امام صاحب رحمہ اللہ کی تمام ثنائی روایات کے متعلق تفصیلا دیکھئے: **الإمام الأعظم أبو حنيفة والثنائيات في مسانيده۔**

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ثلاثی روایات کی تعداد چار سو سے زائد ہے، جن سندوں سے یہ روایات مروی ہیں ان کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے، وہ امامِ اعظم جن کی وحدانی، ثنائی، ثلاثی روایات کا اس قدر ذخیرہ ہو، ان کے متعلق یہ کہنا کہ: ''انہیں ۱۷ احادیثیں آتی تھیں!''

بریں عقل ودانش بباید گریست

مشہور محقق عالم علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے علامہ ابنِ خلدون رحمہ اللہ کی اس عبارت پر عقلاً، نقلاً تجزیہ کرکے اس کا مفصل رد لکھا ہے، اہلِ علم حضرات اصل کتاب کی طرف مراجعت کریں۔ (۳)

---

(۱) جامع بيان العلم وفضله: باب ما جاء في ذم القول في دين الله تعالى بالرأي والظن، ج ۲ ص ۱۰۸۲

(۲) مناقب أبي حنيفة: ج ۱ ص ۸۳

(۳) مجموعة رسائل اللكهنوي: تذكرة الراشد بتبصرة الناقد، ج ۶ ص ۲۱۵ تا ۲۲۰

امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق جتنے مشہور اعتراضات تھے، بندے نے ان تمام اعتراضات کے تفصیلی جوابات نقل کردیئے ہیں۔ باقی اگر کوئی معمولی اعتراض کسی نے نقل کیا ہے تو وہ ''تاریخِ بغداد'' سے نقل کیا ہے، اوران تمام کے مفصل ومدلل جوابات محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے ''تانیب الخطیب'' میں دے دیئے ہیں، اہلِ علم حضرات اس کتاب کی طرف مراجعت فرمائیں، اُردو دان طبقہ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ''امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع'' جو نہایت معتمد اور مستند ہے، اس کی طرف مراجعت کریں۔

امام ابو حنیفہ کی ذکاوت کے پچاس ۵۰ دلچسپ واقعات

۱- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ کے راستے میں میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا جب کہ لوگوں نے ایک جوان اُونٹ کا گوشت بھون لیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ سرکے کے ساتھ کھائیں، مگر ایسا کوئی برتن موجود نہ تھا جس میں سرکہ ڈال کر دسترخوان پر رکھ لیا جائے، اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ریت کو کھود کر ایک گڑھا بنایا، اور اس پر (چمڑے کا) دسترخوان بچھایا اور (گڑھے پر دسترخوان کو دبا کر پیالہ نما جگہ بنالی) اس پر سرکہ اُلٹ دیا، سب نے اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرلی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہر ایک کام میں حُسن پیدا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے تم پر یہ فضل کیا کہ میرے دِل میں اس تدبیر کا اِلقا کردیا۔ (یہ ہوتی ہیں اللہ کے خاص بندوں کی باتیں کہ وہ فضل وکمال کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتے)۔[1]

۲- محمد بن حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کے گھر میں چوروں نے داخل ہوکر اس کو تین طلاق کا حلف لینے پر مجبور کیا، (یعنی یہ کہلوایا کہ ''اگر میں نے شور مچایا، یا کسی کو بتایا کہ مال لینے والے کون لوگ ہیں؟ تو میری بیوی پر تین طلاق!'') کہ کسی کو نہیں بتائے گا (اور اس کا سب مال واسباب لے گئے)۔ صبح کو وہ شخص چوروں کو دیکھتا رہا کہ وہ اس کا سامان فروخت کر رہے ہیں، مگر اس حلف کی وجہ سے بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے آکر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مشورہ کیا، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اپنے محلے کی مسجد کے اِمام اور موٴذن کو لاوٴ اور اہلِ محلہ میں سے جو معزّز اَشخاص ہیں ان کو بھی۔ یہ شخص ان سب کو لے آیا، ان سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کا مال واسباب اللہ تعالیٰ اس کو واپس کردے؟ سب نے اثبات میں جواب دیا، تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے علاقے کے تمام بدچلن اور تمام متہم لوگوں کو ایک جگہ جمع کرلو، پھر ایک ایک

(۱) وفيات الأعيان: ترجمة الإمام أبو حنيفة، ج۵ ص۴۱۰

شخص کو باہر نکالتے جاؤ اور جس شخص کا سامان چوری ہوا ہے اس سے پوچھتے رہو کہ کیا یہ ہے تمہارا چور؟ اگر وہ چور نہ ہو، تو یہ انکار کر دے، اور اگر چور ہو تو خاموش ہو جائے، جب یہ خاموش ہو جائے تو تم اس کو پکڑ لو! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اس تدبیر پر لوگوں نے عمل کیا تو اللہ نے اس کا تمام مال مسروقہ واپس دلوا دیا، چونکہ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (۱)

۳-کوفہ کے ایک نیک صالح شخص کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف گزر ہوا، آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ امام ابن ابی لیلیٰ کے پاس، آپ نے اس سے فرمایا کہ وہاں سے واپسی پر مجھ سے ملتے جانا۔ یہ شخص ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کی خدمت میں تین دن ٹھہر کر جب واپس ہوا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے گزرا، تو آپ نے اس کو آواز دی۔ سلام دُعا کے بعد آپ نے اس سے پوچھا کہ تم تین دن کے لئے امام ابن ابی لیلیٰ کے پاس کس غرض سے گئے تھے؟ اس نے کہا کہ ایک ایسی بات ہے جس کا اظہار میں ہر شخص کے سامنے نہیں کرتا، میں نے یہ اُمید کی تھی کہ وہاں جا کر اس کا کوئی حل نکل آئے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک صاحب وسعت شخص ہوں، اور دُنیا میں ایک بیٹے کے سوا اور کوئی میرا وارث نہیں ہے، اور اس کا حال یہ ہے کہ جب میں کسی عورت سے اس کا نکاح کرتا ہوں تو وہ اسے طلاق دے دیتا ہے، میں نے اس کو ایک باندی خرید کر دے دی تو اس کو بھی آزاد کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر امام ابن ابی لیلیٰ نے اس کے بارے میں کیا کہا؟ اس نے کہا کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھو، ہم بفضل اللہ تمہیں اس پریشانی سے نکال دیں گے۔ پھر امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کو کھانے میں اپنے ساتھ شریک کیا، جب کھانے سے فراغت ہوئی تو اس سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر بازار جاؤ، پھر جو باندی اس کو پسند آجائے اور اس کی قیمت کا معاملہ بھی تمہارے حسبِ منشا ہو جائے تو اس کو اپنی ذات کے لئے خرید لو، اس کے لئے نہ خریدنا، پھر اس باندی کے ساتھ اپنے بیٹے کا نکاح کر دو، پھر اگر اس نے طلاق دے دی تو وہ تمہارے پاس لوٹ آئے گی (اس لئے کہ وہ تمہاری ملکیت میں ہے) اور اگر اس نے آزاد کر دیا تو یہ آزاد نہیں

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر المسائل المتحسنة ص ۴۰

Scanned with CamScanner

ہوگی (اس لئے کہ وہ تمہاری مملوکہ ہے)، اگر اس سے اولاد ہوگی تو تمہارے بیٹے کا نسب ثابت رہے گا۔ (اور اس شخص کو فقدانِ نسب کا بھی غم تھا) اس نے کہا: کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بالکل جائز ہے! پھر یہ شخص امام ابنِ ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے پاس گیا اور ان سے اس تدبیر کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بالکل درست رائے دی ہے۔ (۱)

۴- امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بلایا، تو آپ تشریف لے گئے، دربار میں ربیع موجود تھا، یہ ربیع منصور کا خاص چہیتا اور لاڈلا تھا، اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کافی عداوت تھی، ربیع نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ ابوحنیفہ آپ کے دادا (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ تھا کہ کسی معاملے پر قسم اُٹھانے والا اگر ایک یا دو دن کے بعد استثنا یعنی ''ان شاء اللہ'' کہہ دے تو یہ اس کے لئے جائز ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ استثنا متصلاً ہی جائز ہے (بعد میں معتبر نہ ہوگا)۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! ربیع چاہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن کو آپ کی بیعت سے آزادی دلا دے۔ منصور نے پوچھا کہ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ لوگ آپ کے سامنے تو حلف کر جائیں گے، پھر اپنے گھروں پر واپس جاکر استثنا کر دیا کریں گے، تو جو حلفیہ عہدِ اطاعت لیا وہ ختم ہو جائے گا۔ یہ سُن کر منصور ہنسنے لگا، اور اس نے کہا: اے ربیع! ابوحنیفہ کو کبھی نہ چھیڑنا (ورنہ اسی طرح منہ کی کھایا کرے گا)۔ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ باہر آگئے تو ربیع نے ان سے کہا کہ آج تو آپ نے مروا دیا تھا، آپ نے فرمایا: یہ کام تُو نے کیا تھا، میں نے اپنے لئے اور تیرے لئے خلاصی کی راہ نکالی! (۲)

۵- ایک شخص نے قسم اُٹھائی اور اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تم نے میرے لئے ایسی ہانڈی نہ پکائی جس میں ایک پاؤ نمک ڈالا لیکن اس میں اس کا اثر بھی ظاہر نہ ہو، ورنہ تجھے طلاق!'' پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس کا حل پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ وہ ہانڈی میں انڈا اُبالے، اس میں ایک پاؤ

---

(۱) کتاب الأذکیاء لابن الجوزی: ص ۷۳

(۲) تاریخ بغداد: ترجمة: النعمان بن ثابت، ج ۱۳ ص ۳۶۲

یا زیادہ نمک ڈال دے (کیونکہ اس سے قسم بھی پوری ہو جائے گی اور طلاق بھی نہ ہوگی، اس لئے کہ نمک کا اثر اُبالے ہوئے انڈے میں ظاہر نہ ہوگا)۔[1]

۶۔عبدالواحد بن غیاث رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابوالعباس طوسی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بُرے خیالات رکھتا تھا، اور اس کا علم ان کو بھی تھا۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ منصور کے پاس گئے اور وہاں اس وقت کثیر مجمع تھا۔ طوسی نے کہا: آج مجھے ابوحنیفہ کی خبر لینی ہے! چنانچہ سامنے آیا اور کہا کہ اے ابوحنیفہ! امیرالمؤمنین ہم میں سے کسی شخص کو بلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ "فلاں شخص کی گردن اُڑا دی جائے" اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لئے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی (یعنی قتل کا حکم کیوں دیا؟ اس صورت میں قتل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟)۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اے ابوالعباس! پہلے اس کا جواب دو کہ امیرالمؤمنین کے اَحکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر؟ اس نے کہا: حق پر! آپ نے فرمایا: بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس طرح بھی تجھے حکم دیا جائے، اور تیرے لئے اس کی تحقیق ضروری نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے، ان سے فرمایا کہ: یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا، مگر میں نے اسے جکڑ دیا۔[2]

۷۔یحییٰ بن جعفر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا۔ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جنگل میں مجھے پانی کی بڑی ضرورت لاحق ہوئی، میرے پاس ایک اَعرابی آیا، اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا، میں نے اس سے پانی مانگا، اس نے انکار کیا، اور کہا کہ پانچ درہم میں دُوں گا۔ میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ لے لیا۔ پھر میں نے کہا: اے اَعرابی! ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟ اس نے کہا: لاؤ! میں نے اس کو ستو دے دیئے جو زیتون کے تیل میں بھنے ہوئے تھے، وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا، اب اس کو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دے دیجئے! میں نے کہا: پانچ درہم میں ملے گا، اس سے کم میں نہیں! (اب کثرت سے ستو کھانے کی وجہ سے اسے پیاس لگ گئی، اب اسے پانی کی حاجت تھی تو اس نے لے لیا۔ اس حیلے سے) میں نے اس

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون، ۷۹

(۲) الوافی بالوفیات، ترجمۃ: الإمام أبو حنیفۃ، ج ۲۷ ص ۹۱

سے اپنے پانچوں درہم بھی واپس لے لئے اور پانی بھی میرے پاس رہ گیا۔(۱)

۸- ایک شخص ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا اب وہ جگہ یاد نہیں آ رہی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکالوں، اچھا! ایسا کرو کہ جاؤ اور آج پوری رات نوافل پڑھتے رہو صبح تک ان شاء اللہ! تمہیں یاد آ جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، ابھی چوتھائی رات سے بھی کچھ کم ہی گزری تھی کہ اس کو وہ جگہ یاد آ گئی (تو اس نے نوافل کو ختم کر دیا)، پھر صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی، آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے یاد دلا دے گا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تُو رات کا بقیہ حصہ بطور شکرانے کے نوافل میں گزارتا۔(۲)

۹- ایک شخص مسجد سے گزرا، آپ نے فرمایا: یہ شخص مسافر ہے اور اس کی آستین میں مٹھائی ہے، اور یہ بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے، تو ایسا ہی نکلا۔ جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ دائیں بائیں دیکھتا تھا، اجنبی شخص ایسے ہی دیکھا کرتا ہے۔ اور اس کی آستین پر مکھیاں تھیں، اور وہ بچوں کو دیکھتا تھا میں نے جانا کہ وہ معلم ہے۔(۳)

۱۰- ایک شخص جو امام صاحب رحمہ اللہ سے بغض رکھتا تھا، اس نے سوال کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کی یہ صفات ہوں:

۱: وہ جنّت کا طالب نہیں۔

۲: جہنّم سے ڈرتا نہیں۔

۳: اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں۔

۴: مُردار کھاتا ہو۔

۵: بغیر رکوع سجدے کے نماز پڑھتا ہے۔

۶: بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔

۷: حق سے بغض رکھتا ہے۔

---

(۱) كتاب الأذكياء لابن الجوزي، ص ۴۷

(۲) وفيات الأعيان: ترجمة: الإمام أبو حنيفة، ج ۵ ص ۴۱۱

(۳) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان، الفصل الحادي والعشرون، ص ۷۳

۸: فتنے سے محبت رکھتا ہے۔

۹: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھاگتا ہے۔

۱۰: یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے کہا: کیا تو اس شخص کو جانتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں لیکن میں اس سے زیادہ کسی کو برا نہیں جانتا، اس لئے آپ سے پوچھا ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے کہا: تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا: بہت برا آدمی ہے، یہ کافروں کی صفات ہیں۔ یہ سن کر امام صاحب رحمہ اللہ مسکرا دیے اور فرمایا: یہ شخص اولیاء اللہ میں ہے! پھر اس شخص سے کہا: اگر میں تجھے خبر دے دوں تو کیا مجھ پر زبان درازی سے باز آجائے گا؟ اور ان چیزوں سے بچے گا جو تجھ کو نقصان دیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا:

۱: وہ ربِّ جنت کا طالب ہے (جنت جو مخلوق ہے اس کی طلب نہیں)۔

۲: اور ربِّ جہنم سے ڈرتا ہے (جہنم جو مخلوق ہے اس کا خوف نہیں)۔

۳: اس کو اللہ تعالیٰ سے (اس بات کا) خوف نہیں ہے کہ وہ اس پر ظلم کرے گا۔

۴: مُردار سے مُراد مچھلی کھاتا ہے (کیونکہ اس کو ذبح نہیں کیا جاتا)۔

۵: مُراد اس سے نمازِ جنازہ پڑھتا ہے، اور اس میں رکوع سجدہ نہیں ہوتا۔

۶: بن دیکھے گواہی کا مطلب یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (اس کی گواہی دیتا ہے، حالانکہ کسی نے اللہ کو دیکھا نہیں ہے)۔

۷: موت حق ہے، اس سے بغض رکھتا ہے، تا کہ مزید اللہ کی اطاعت کرے۔

۸: فتنے سے مُراد مال اور اولاد ہے (اور اس سے ہر شخص کو فطری طور پر محبت ہوتی ہے)۔

۹: بارش رحمت ہے، اس سے بھاگتا ہے۔

۱۰: یہود کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے کہ نصاریٰ جھوٹے ہیں، اور نصاریٰ کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ یہودی جھوٹے ہیں: ''وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ'' (البقرۃ: ۱۱۳)۔

سائل اپنے تمام سوالات کے تشفی بخش جوابات سننے کے بعد اُٹھا اور امامِ اعظم رحمہ اللہ کی جبینِ فراست کو بوسہ دیا۔[1]

۱۱- جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر یہ لڑکا فوت ہوگیا تو ساری زمین پر اس کا قائم مقام نہیں ملے گا۔ جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ شفایاب ہوئے تو امام صاحب رحمہ اللہ کی بات سے ان میں کچھ عُجب پیدا ہوگیا، انہوں نے اپنی علیحدہ مجلس شروع کردی، لوگ ان کی طرف جانے لگے، جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے شاگردوں میں سے ایک شاگرد کو کہا کہ ابو یوسف کی مجلس میں جاؤ، اور اس سے یہ مسئلہ دریافت کرو کہ ایک شخص نے دھوبی کو کپڑا دیا دھونے کے لئے دو درہم کے بدلے میں، پھر جب کپڑا مانگا تو دھوبی نے انکار کردیا، پھر دوبارہ آیا اور مطالبہ کیا تو اس نے کپڑا دے دیا، تو کیا وہ اُجرت کا مستحق ہوگا؟ اگر ابنِ یعقوب (مراد امام ابو یوسف رحمہ اللہ) کہے: "ہاں!" تو کہنا: "غلط ہے!" اگر وہ کہے: "نہیں!" تو بھی کہنا کہ "غلط ہے!" وہ شخص گیا اور مسئلہ دریافت کیا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا: اُجرت کا مستحق ہوگا! اس نے کہا کہ غلط ہے! پھر کچھ سوچ کر فرمایا: اُجرت کا مستحق نہ ہوگا، اس نے کہا: غلط ہے! اسی وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب امام صاحب رحمہ اللہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: تجھے دھوبی والا مسئلہ لایا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: سبحان اللہ! جو لوگوں کو فتویٰ دینے کے لئے بیٹھا ہے اور اپنے لئے علیحدہ مجلس قائم کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کچھ بیان کرے، لیکن اس کا حال یہ ہے اجارات کے مسئلے کا جواب بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا: آپ مجھے بتائیں! فرمایا: اگر اس نے انکار کے بعد دھویا ہو تو اس کو اُجرت نہیں ملے گی، کیونکہ اس نے اپنے لئے دھویا تھا، اگر پہلے دھو چکا تو اُجرت کا مستحق ہوگا کیونکہ اس نے اسی کے لئے دھویا تھا۔[2]

۱۲- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایک مرتبہ علمائے شہر کے ساتھ ایک ولیمے میں حاضر ہوئے جہاں دو بہنوں کا نکاح دو بھائیوں سے ہوا تھا۔ صاحبِ خانہ بہت چیختا ہوا نکلا کہ ہمیں بڑی مصیبت پہنچ گئی کیونکہ دلہنیں تبدیل ہوگئیں اور ان سے صحبت بھی ہوگئی، (ہر ایک نے غلط فہمی کی وجہ سے اپنی بیوی سمجھ کر

---

(۱) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۶۳، ۶۴

(۲) وفیات الأعیان: ترجمة: الإمام أبو حنیفة، ج ۵ ص ۴۰۸

صحبت بھی کر لی)۔ اس مجلس میں حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا: کوئی بات نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے رُجوع کروایا تھا، فرمایا کہ عورت سے صحبت کی وجہ سے مہر لازم ہو گیا اور ہر عورت اپنے شوہر کے پاس لوٹ جائے۔ لوگوں نے اس جواب کو پسند فرمایا۔ اس مجلس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خاموش بیٹھے تھے، ان سے امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ بھی کچھ فرمائیں! حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کیا کہیں گے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں لڑکوں کو میرے پاس لاؤ! ان کو حاضر کیا گیا، امام صاحب رحمہ اللہ نے ہر ایک سے پوچھا کہ جس لڑکی سے تُو نے صحبت کی ہے وہ تجھے پسند ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، پھر ہر ایک سے فرمایا کہ اس لڑکی کا نام کیا ہے جو تیرے بھائی کے پاس ہے؟ اس نے کہا: فلاں بنت فلاں۔ فرمایا: کہو کہ میں نے اس کو طلاق دی! (دونوں نے کہا: ہم نے طلاق دی!) پھر ان لڑکیوں سے جن سے صحبت کی تھی دوبارہ نکاح کروایا۔ لوگوں نے اس جواب کو پہلے جواب سے بھی زیادہ پسند کیا۔ یہ سن کر محدثِ کبیر امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ اُٹھے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور لوگوں سے فرمایا: تم مجھے اس کی محبت کے بارے میں ملامت کیا کرتے تھے (یعنی میری ان سے محبت ان کی کمالِ عقل اور کمالِ علم کی وجہ سے ہے)۔

فائدہ:- علامہ ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو فیصلہ حضرت سفیان رحمہ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے دیا اور وہ فتویٰ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دیا ایک دُوسرے کی منافی نہیں، بلکہ دونوں دُرست ہیں۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ کا فتویٰ اس لئے دُرست ہے کہ یہ وطی بالشبہ ہے، اس میں مہر لازم ہوتا ہے اور نکاح باطل نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ اس لئے دُرست تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق بعض مرتبہ اس میں فساد کا خطرہ ہوتا ہے (مثلاً) اگر ہر ایک اپنے خاوند کے پاس لوٹ آتی حالانکہ اس سے محبت ہو چکی ہے، اور اس کے خاوند کا غیر اس کے باطنی محاسن پر مطلع ہو چکا ہے، خطرہ تھا کہ کہیں وہ اس کی قلبی محبت میں گرفتار نہ ہو گیا ہو، اور جب وہ اس سے چھین کر دُوسرے کو دی جائے کہیں اس کی محبت بڑھ نہ جائے، اس لئے بظاہر حکمت کا تقاضا یہی تھا جو اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اِلہام فرمایا۔ اس مصلحت کی بنا پر کسی نے کوئی بات نہیں فرمائی، حضرت سفیان رحمہ اللہ بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے فتوے پر خاموش رہے اور لوگوں نے اس کو پسند کیا۔ اسی لئے تو حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کو پیشانی کو چوما۔

(نیز اس میں عدّت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ جس نے پہلے صحبت کی اسی کے ساتھ نکاح ہوگیا۔ نیز اگر منکوحہ بیوی کو لوٹا دیا جاتا تو فطرتی غیرت کی وجہ سے عمر بھر یہ بات دل میں ہوتی ہے کہ میری اہلیہ کے ساتھ غیر نے صحبت کی ہے)۔[1]

۱۳- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایک سیّد کے بیٹے کے جنازے کے لئے تشریف لے گئے، جس میں کوفہ کے بڑے بڑے لوگ اور بڑے بڑے علماء بھی تھے۔ اس لڑکے کی والدہ شدّتِ غم کی وجہ سے ننگے سر اور چہرہ باہر آئی اور جنازے پر اپنا دوپٹہ ڈال دیا، جب اس کے خاوند نے یہ کیفیت دیکھی تو اس کو اپنی بے عزّتی سمجھا، اس نے کہا: ''اگر تُو اسی جگہ سے نہ لوٹی تو تجھے تین طلاق!'' یہ سُن کر عورت نے بھی قسم کھالی کہ: ''اگر میں نمازِ جنازہ سے پہلے لوٹوں تو میرے سارے غلام آزاد!'' یہ سُن کر لوگ نمازِ جنازہ پڑھنے سے رُک گئے اور کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہ کہی۔ اس شخص نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اپنی بات اور بیوی کی قسم کا ذکر کیا، تو امام صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ تُو اپنی بات دوبارہ دُہرا! اس نے دوبارہ دُہرایا تو امام صاحب جہاں کھڑے تھے فرمایا: یہیں صفیں دُرست کرلو، میّت کو جنازہ گاہ سے یہاں لے آؤ اور شرکائے جنازہ کو بھی یہاں بلالو۔ پھر جنازہ پڑھانے کا حکم دیا، پھر نمازِ جنازہ کے بعد عورت کو لوٹ جانے کا حکم دیا (کیونکہ اب نہ طلاق واقع ہوئی اس لئے کہ عورت اسی جگہ سے واپس لوٹی آگے نہیں بڑھی، اور نہ اس کے غلام آزاد ہوئے کیونکہ وہ نمازِ جنازہ کے بعد گئی)۔ یہ فیصلہ دیکھ کر قاضی ابنِ شبرمہ رحمہ اللہ چلا اُٹھے کہ اے ابو حنیفہ! اب عورتیں تجھ جیسا بچہ جننے سے عاجز آگئیں، تیرے لئے علم سے مسئلہ نکالنے میں کوئی مشقت نہیں۔[2]

۱۴- دہریوں کی ایک جماعت نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو قتل کرنا چاہا (چونکہ دہری اللہ کے وجود کے قائل نہیں ہیں، وہ اس عقیدے کی بنا پر امام صاحب رحمہ اللہ کو قتل کرنا چاہتے تھے)۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلے مناظرہ کرلو، پھر جو تمہارا ارادہ ہو کرلینا! انہوں نے کہا: ٹھیک ہے! امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا کہتے ہو، ایک کشتی سامان سے بھری ہوئی بڑا وزن لے کر ایسے سمندر میں جس میں بڑے طوفان، بڑی لہریں اُٹھتی ہیں، بغیر ملاح کے چلتی ہے؟ وہ کہنے لگے: یہ تو ممکن نہیں! امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کیا یہ بات عقلاً ممکن ہے کہ یہ دُنیا جس میں تبدیلی اور اس

(۱) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۶۳، ۶۴

(۲) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۶۶

کے احوال بدلنا اور اس کے اُمور کا تغیر وغیرہ یہ سب کسی صانع اور مدبر کے بغیر ہی چل رہے ہیں؟ انہوں نے توبہ کی اور اپنی تلواریں نیام میں ڈال کر چلے گئے۔ (یعنی جب کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی تو کائنات کا اتنا بڑا انظام بغیر خالقِ کائنات کے کیسے چل سکتا ہے؟)۔(۱)

۱۵-ایک شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بدخوئی کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایسی مصیبت میں پھنس گیا کہ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا، واقعہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تُو آج کی رات مجھ سے طلاق طلب کرے اور میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے تین طلاق!'' عورت نے کہا: ''اگر میں آج کی رات طلاق طلب نہ کروں تو میرا غلام آزاد!'' یہ لاینحل مسئلہ جب امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش ہوا تو امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا: ''تُو طلاق طلب کر!'' (عورت نے طلاق طلب کی) مرد سے کہا: ''تُو یہ الفاظ کہہ کہ: تجھے طلاق ہے اگر تُو چاہے!'' پھر امام صاحب رحمہ اللہ نے دونوں سے کہا: جاؤ کسی پر کچھ نہیں، (طلاق اس لئے واقع نہیں ہوئی کہ مرد نے الفاظِ طلاق کو عورت کی مشیت پر موقوف کیا، طلاق نہیں دی، عورت نے بھی طلاق کا مطالبہ کیا اس لئے غلام آزاد نہیں ہوا، لیکن عورت نے طلاق کے اِختیار کو اپنے اُوپر نافذ نہیں کیا اور طلاق کو نہیں چاہا، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی)۔ پھر اس شخص سے کسی نے کہا کہ جس نے تجھے ایسے مسئلے سے نکالا ہے اس کی بدخوئی سے توبہ کر! اس نے توبہ کی پھر وہ ہر نماز کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لئے دُعائے خیر کرتا تھا۔(۲)

۱۶-ایک شخص نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں اپنی دیوار میں کھڑکی کھولنا چاہتا ہوں، امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: بالکل کھولو! لیکن پڑوسی کے گھر میں نہ جھانکنا۔ اس کے پڑوسی نے قاضی ابنِ ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کی عدالت میں شکایت کی، تو قاضی صاحب نے صاحبِ خانہ کو کھڑکی کھولنے سے منع کر دیا، اس نے امام صاحب رحمہ اللہ سے آ کر قاضی صاحب کی شکایت کی۔ امام صاحب نے دوبارہ کہا: جاؤ کھول لو! (جب اس نے ارادہ کیا) تو اس کے پڑوسی نے پھر قاضی ابنِ ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے شکایت کی، قاضی صاحب نے صاحبِ خانہ کو منع کر دیا۔ اس نے پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے آ کر کہا، امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا: تیری دیوار کی کتنی قیمت ہے؟ اس نے کہا: تین دینار! آپ نے فرمایا: اس کو گرا دے، میں تمہیں تین دینار دے دُوں گا' (جب اس نے گرانے کا ارادہ کیا)

(۲،۱) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۷۹

تو اس کے پڑوسی نے پھر قاضی صاحب رحمہ اللہ سے شکایت کی، تو قاضی صاحب رحمہ اللہ نے کہا: وہ اپنی دیوار گرانا چاہتا ہے اور تُو مجھے شکایت کرتا ہے کہ میں اس کو منع کر دوں؟ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے صاحب خانہ سے کہا: جو چاہو کرو تمہاری مرضی ہے! تو اس کے پڑوسی نے کہا: پھر کھڑکی نکالنا بہتر ہے (دیوار گرانے سے)۔ پڑوسی نے کہا: اس وقت آپ کھڑکی کی اجازت نہیں دیتے تھے، اب دیوار گرانے کی اجازت دے رہے ہو، قاضی صاحب رحمہ اللہ نے (پریشان ہو کر) کہا: جب وہ ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو میری غلطی کو ظاہر کرتا ہے (یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس)، جب میری غلطی واضح ہو گئی تو اب میں کیا کروں؟ سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں![۱]

۱۷- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا، اس نے کہا: مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنی نبوّت کے دلائل لاؤں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جو اس سے دلیل یعنی نشانی طلب کرے گا وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تکذیب کی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔[۲]

۱۸- ایک شیعہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: آپ بتائیں صحابہ میں سب سے بڑا بہادر کون تھا؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اہلِ سُنّت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حق ہے اس لئے ان کے سپرد کر دی تھی، لیکن تمہارے نزدیک (یعنی شیعہ کے نزدیک) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے کیونکہ تم کہتے ہو کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جبراً چھین لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے نہ لے سکے۔ یہ سن کر وہ حیران رہ گیا۔[۳]

۱۹- ایک شخص نے رمضان کے دِن میں قسم کھائی کہ ''اگر میں آج کے دِن میں اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں تو اس کو تین طلاق!'' لوگ پریشان تھے کہ اب اس مصیبت سے کس طرح نکلے گا؟ (کیونکہ اگر صحبت کرتا ہے تو روزے کا کفارہ لازم آتا ہے، اگر نہیں کرتا تو بیوی کو طلاق ہوتی

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر المسائل المستحسنة، ص ۳۱

(۲،۳) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۵

ہے) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ اہلیہ کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاؤ اور اس دوران صحبت کر لینا (کیونکہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، اس لئے نہ اس کے ذمّے کفّارہ آیا اور نہ طلاق ہوئی)۔(۱)

۲۰-ضحاک مروزی جب کوفہ میں آیا تو اس نے قتلِ عام کا حکم دے دیا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: تُو نے قتلِ عام کا حکم کیوں دیا؟ اس نے کہا کہ یہ لوگ مُرتد ہو گئے ہیں! امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا پہلے ان کا دین کچھ اور تھا کہ اب یہ اس سے پھر گئے یا یہی دین تھا جس پر وہ اب ہیں؟ ضحاک نے کہا: ہم غلطی پر ہیں! تو اس نے قتلِ عام کا حکم واپس لے لیا۔ لوگوں نے امام صاحب رحمہ اللہ کی بصیرت کی وجہ سے نجات پائی (اس لئے کہ مُرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مسلمان ہو پھر اپنا دین چھوڑ کر کوئی نیا دین اختیار کرے، اور یہاں انہوں نے کوئی نیا دین اختیار نہیں کیا تھا)۔(۲)

۲۱-امام اعمش رحمہ اللہ وقت کے بڑے محدّث تھے، لیکن ان کی تیز مزاجی سے لوگ پریشان رہتے تھے، اسی تیز مزاجی کا نتیجہ تھا کہ ایک دن اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ ”اگر تُو نے مجھے آٹا ختم ہونے کی اطلاع دی تو تجھے طلاق! یا لکھ کر بھیجے تو بھی طلاق! اگر کسی کو قاصد بنا کر روانہ کرے تو بھی طلاق! یا کسی کے پاس تو اس کا تذکرہ کرے تاکہ وہ بعد میں مجھے بتلائے تو بھی طلاق! اگر اشارے سے بتائے تو بھی طلاق!“ اس سے ان کی بیوی بڑی پریشان ہوئی (کہ اب کوئی حل نہ تھا، کسی بھی طرح اطلاع کریں تو طلاق ورنہ فاقہ) کسی نے اس سے کہا: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس جا! اس نے جا کر قصہ بیان کیا، امام صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ جب آٹے کی تھیلی خالی ہو جائے اور اُستاذِ محترم سو جائیں تو ان کے کپڑوں سے تھیلی باندھ دینا جب وہ بیدار ہو کر اس کو دیکھیں گے تو آٹے کا ختم ہونا خود سمجھ جائیں گے۔

---

(۱) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۷۵

(۲) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۷۷، ۷۸

امام اعمش رحمہ اللہ کی بیوی نے ایسا ہی کیا، جب بیدار ہو کر یہ دیکھا تو بے ساختہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! یہ ابوحنیفہ کی تدبیر ہے۔ (۱)

۲۲- گورنر ابن ہبیرہ کی انگوٹھی میں ایک نگینہ تھا جس پر لکھا ہوا تھا "عطاء من عبدالله" کہنے لگا: مجھے یہ ناپسند ہے کہ غیر کے نام سے مہر لگاؤں اور اس کا مٹانا بھی ممکن نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نقطہ بدل دو، پھر ہو جائے گا "عطاء من عند الله" اس حاضر جوابی پر ابن ہبیرہ بڑا حیران ہوا، اور کہنے لگا: حضرت! آپ ہمارے پاس روزانہ تشریف لایا کریں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں تیرے پاس کیا کروں گا؟ اگر تو مجھے اپنے قریب کرے گا تو فتنے میں ڈال دے گا، اور اگر تو مجھے اپنی مجلس سے دور کرے گا تو مجھے رسوا کرے گا، اور میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے نہیں کہ میں تجھ سے ڈروں! یہی جواب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خلیفہ منصور اور امیر کوفہ عیسیٰ کو بھی دیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ آپ ہمارے پاس کثرت سے تشریف لایا کریں۔ (۲)

۲۳- امام صاحب رحمہ اللہ کے پڑوسی کا مور چوری ہو گیا، اس نے امام صاحب سے شکایت کی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے کہا: خاموش رہ! کسی کو اس کی خبر نہ دینا۔ جب اگلے روز نماز کے لئے مسجد میں سب لوگ جمع ہو گئے تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کو شرم کرنی چاہئے جو اپنے پڑوسی کا مور چوری کرتا ہے اور پھر نماز پڑھنے آتا ہے، حالانکہ مور کے پر کے اثرات اس کے سر پر ہیں! یہ سن کر ایک شخص سر پر ہاتھ پھیرنے لگ گیا، امام صاحب رحمہ اللہ نے اس شخص سے کہا: اے فلاں! اس کا مور واپس کرو! اس نے مور واپس کر دیا۔ (۳)

۲۴- حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ پکتی ہنڈیا میں پرندہ گر کر مر گیا، اس کا کیا حکم ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا: بتاؤ! انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا کہ اس کا شوربا گرا دیا جائے اور اس کا گوشت دھو کر استعمال کر لیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ اس صورت میں ہے جب سکون ہو، لیکن

---

(۱) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۵

(۲) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۔

(۳) الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۴

جب ہنڈیا جوش مار رہی ہو، اس وقت گوشت بھی گرا دیا جائے گا۔ ابن مبارک رحمہ اللہ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: ہنڈیا جب اُبلتی ہوئی نہ ہو تو اس کی نجاست صرف ظاہر تک اثر کرتی ہے، اور جوش مارنے کے وقت اس کا اثر گوشت کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ (۱)

۲۵-حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص کے دو دِرہموں کے ساتھ دُوسرے شخص کا ایک درہم مل گیا، پھر ان میں سے دو گم ہو گئے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ کون سے ضائع ہوئے، تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جو دِرہم باقی ہے وہ ان میں بطریق اثلاث تقسیم ہوگا، یعنی جس کے دو تھے اس کو دو حصے، اور جس کا ایک تھا اس کو ایک حصہ ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں ابنِ شبرمہ رحمہ اللہ سے ملا ان سے بھی یہی مسئلہ پوچھا، انہوں نے کہا: یہ مسئلہ کسی اور سے بھی پوچھا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! ابوحنیفہ سے۔ فرمانے لگے: انہوں نے فرمایا ہوگا باقی درہم بطریق اثلاث تقسیم ہوگا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمانے لگے: اللہ کے بندے نے غلطی کی! پھر فرمایا: جو دِرہم گم ہو گئے ان میں سے ایک تو یقینی طور پر دو والے کا ہے، اور دُوسرا دونوں کا، اور تیسرا ان کے درمیان نصف ونصف تقسیم ہوگا۔ ابنِ مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اس جواب کو پسند کیا۔ پھر میں امام ابوحنیفہ سے ملا، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اگر ان کی عقل کو نصف اہلِ زمین سے تولا جاتا تو ان کی عقل بڑھ جاتی۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا: کیا تُو ابنِ شبرمہ سے ملا تھا اور اس نے تجھے درہم کی تقسیم میں اس طرح کہا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں!

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تین درہم آپس میں خلط ملط ہو گئے تو ان میں شرکت لازم ہو گئی، تو ایک دِرہم والے کے لئے ہر دِرہم میں ایک تہائی ہو گیا، اور دو دِرہم والے کے لئے ہر درہم میں دو تہائی حصہ ہو گیا، پس جو دِرہم بھی گم ہو گیا وہ دونوں کا اپنے اپنے حصے کے بقدر گم ہو گیا اور جو باقی رہا وہ بھی اپنے اپنے حصے کے بقدر باقی رہا۔ (۲)

۲۶-امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ مؤذنین اِقامت کے وقت کھانستے ہیں، کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اِقامت شروع کرنے لگے ہیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبھی میں رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(۱) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۷۱

(۲) أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ذکر المسائل المستحسنة، ص ۳۲

خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ نماز میں مشغول ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانس کر مجھے اپنی نماز کی اطلاع کر دیتے۔ (۱)

۲۷- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "میں نے اپنی بیوی سے قسم کھائی ہے کہ میں تجھ سے اس وقت تک نہ بولوں گا جب تک تُو خود نہ بولے گی!" (اس کے بعد) اس نے بھی قسم کھائی کہ "میں تجھ سے اس وقت تک نہ بولوں گی جب تک تُو نہ بولے گا!" امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تم دونوں میں سے کسی پر بھی کفارہ نہیں، کیونکہ قسم نہیں ٹوٹی۔

جب حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ سنا تو غصے کی حالت میں تشریف لائے اور فرمایا: آپ حرام کو حلال کرتے ہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟ (سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا تھا کہ ایک فرد پر ضرور کفارہ آئے گا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب اس کی بیوی نے اس کی قسم کے بعد قسم اُٹھائی تو اس نے کلام کر لیا، جس سے مرد کی قسم پوری ہو گئی، اب اگر یہ اس سے بات چیت کرے گا تو اس پر کفارہ نہیں آئے گا، اور نہ ہی اس پر گناہ ہو گا کیونکہ عورت کا کلام کرنا قسم کے بعد تھا، جس سے مرد کی قسم پوری ہو گئی، اور پھر مرد کلام کرے تو عورت کی قسم بھی پوری ہو جائے گی۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ یہ سُن کر فرمانے لگے: آپ پر ایسے علوم کھولے جاتے ہیں جس سے ہم غافل ہیں اور بے خبر ہیں۔ (۲)

۲۸- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بھائی فوت ہو گیا ہے، اس نے میراث میں چھ سو دینار (۶۰۰) چھوڑے ہیں، لیکن مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے پوچھا: تمہاری میراث کس نے تقسیم کی؟ اس نے کہا: امام داود طائی نے۔ اس پر آپ نے فرمایا: تیرے لئے صرف اتنا ہی حصہ ہے! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا: کیا تیرے بھائی نے دو بیٹیاں، والدہ، اہلیہ، بارہ بھائی، ایک بہن اپنے پیچھے نہیں چھوڑے؟ اس نے کہا: بالکل! فرمایا: دو ثلث یعنی چار سو (۴۰۰) دینار بیٹیوں کا حصہ، چھٹا حصہ یعنی سو (۱۰۰) ماں کا، ایک ثمن یعنی پچھتر (۷۵) بیوی کے، باقی پچیس (۲۵) رہ گئے، چونکہ مرد کو عورت سے ڈبل ملتا ہے اس

(۱) الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۷۲

(۲) أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ذکر المسائل المستحسنة، ص ۳۷

لئے تیرے بھائیوں کو دو دو دینار ملے، تو بارہ بھائیوں کو چوبیس (۲۴) دینار ملے، باقی ایک بچا تو تجھے صرف ایک دینار ملا۔[1]

۲۹-امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک دن قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو قاضی صاحب نے فریقین کو بلوایا تا کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو اپنا فیصلہ کرنے کا ہنر دکھائیں۔ دو شخص حاضر ہوئے، ایک نے دُوسرے پر دعویٰ کیا کہ "اس نے مجھے زانیہ کا بیٹا کہا ہے!" قاضی نے مدعا علیہ سے کہا: تیرے پاس اس کا جواب ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قاضی صاحب سے کہا: آپ مدعا علیہ سے کیسے جواب طلب کرتے ہیں جب کہ پہلا شخص مدعی نہیں ہے؟ کیونکہ مدعی تو اس کی ماں ہے، کیا یہ اس کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے؟ قاضی نے کہا: نہیں! پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قاضی صاحب سے کہا: آپ اس سے پوچھیں: کیا اس کی ماں زندہ ہے یا فوت ہوگئی؟ قاضی صاحب نے اس سے یہی سوال کیا۔ اس نے کہا: میری ماں فوت ہوگئی ہے! امام صاحب رحمہ اللہ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے کہا: اس کو کہیں کہ گواہوں سے ثابت کرے کہ اس کی ماں فوت ہوگئی! قاضی نے اس سے کہا، اس نے گواہ پیش کئے۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قاضی سے کہا: اس سے پوچھو: کیا اس کی ماں کا کوئی وارث ہے یا نہیں؟ قاضی صاحب نے پوچھا تو اس نے کہا: نہیں میں اکیلا ہی وارث ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے کہا: اس سے کہو: گواہ لائے، اس نے گواہ پیش کئے۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قاضی صاحب سے کہا: اس سے پوچھو: تیری ماں آزاد تھی یا باندی؟ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا، اس نے کہا: آزاد! اس سے کہا گیا کہ گواہ لاؤ، اس نے گواہ پیش کئے۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قاضی صاحب سے کہا: اس سے پوچھو کہ: اس کی ماں مسلمان تھی یا ذمیہ؟ اس نے کہا: مسلمان! اس سے کہا گیا: اس پر گواہ لاؤ، اس نے گواہ پیش کئے۔

تب امام صاحب رحمہ اللہ نے قاضی سے کہا: اب مدعا علیہ سے اس کا جواب طلب کرو۔ یہ دیکھ کر قاضی صاحب حیران رہ گئے کہ لینے کے دینے پڑ گئے، اور آپ کی خداداد فہم و فراست پر حیران ہوگئے۔[2]

---

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ذكر المسائل المستحسنة، ص ۲۴

(۲) الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۶۸

۳۰-ایک شخص کی پاگل باندی نے اس سے کہا: ''اے زانی ماں باپ کے بیٹے!'' یہ بات جب قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تک پہنچی تو انہوں نے باندی کو مسجد میں کھڑا کر کے دو حدیں لگوائیں (ایک اس کے باپ پر تہمت کی وجہ سے، دُوسری اس کی ماں پر تہمت کی وجہ سے)۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: قاضی صاحب نے اس ایک فیصلے میں چھ غلطیاں کی ہیں: ۱-پاگل پر حد لگائی۔ ۲-مسجد میں حد لگائی (جب کہ مسجد میں حد لگانا منع ہے)۔ ۳-کھڑا کر کے حد لگائی جب کہ عورت کو بٹھا کر حد لگائی جاتی ہے۔ ۴-دو حدیں لگائیں حالانکہ اس نے ایک ہی کلمے سے تہمت لگائی ہے، کیونکہ اگر ایک کلمے سے پوری قوم کو تہمت لگائی جائے تو بھی صرف ایک ہی حد لازم ہے۔ ۵-دعویٰ کرنا اس کے ماں اور باپ کا حق تھا، جب کہ وہ دونوں غائب ہیں۔ ۶-دُوسری حد پہلی حد سے صحت یاب ہونے پر لگائی جاتی ہے، لیکن انہوں نے اکٹھی ہی لگادیں۔ جب یہ خبر قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے پاس پہنچی تو انہوں نے شکایت کی (کہ یہ شخص فتویٰ دے کر ہمیں لوگوں کی نظروں میں ذلیل کرتا ہے)، اس پر امیر نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فتویٰ دینے سے منع کردیا۔[1]

۳۱-ایک شخص کو شک ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ اس نے حضرت شریک رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھا، انہوں نے فرمایا: ''طلاق دے کر پھر رُجوع کرے!'' پھر اس شخص نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''تُو اس طرح کہہ اگر میں نے طلاق دی تھی تو میں رُجوع کرتا ہوں!'' پھر اس نے یہ مسئلہ امام زُفر رحمہ اللہ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ''وہ تیری اس وقت تک بیوی ہے جب تک تجھے طلاق کا یقین نہ ہوجائے!'' اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سفیان ثوری کا فتویٰ تقویٰ کے مطابق تھا، اور امام زُفر نے خالص فقہ سے مسئلہ بتایا ہے (کیونکہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا)۔ اور شریک کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک آدمی کہے کہ مجھے اپنے کپڑے پر پیشاب لگنے کا شک ہے، اس سے کہا جائے کہ تُو اپنے کپڑے پر پیشاب کرلے پھر اسے دھولے۔[2]

۳۲-امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ وہ شخص کیا کرے جس نے یہ قسم کھائی ہو کہ ''اگر میں آج کے دِن غسلِ جنابت کروں تو میری بیوی کو تین طلاق!'' پھر یہ قسم کھائی کہ ''اگر میری

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون، ص۶۹، ۷۰

(۲) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون، ص۷۳، ۷۴

آج کوئی نماز قضا ہو جائے تب بھی تین طلاق! اور اگر میں آج کے دن میں اپنی بیوی سے جماع نہ کروں تو بھی تین طلاق!" امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ شخص عصر کی نماز پڑھ کر صحبت کرے، پھر غروب کے بعد غسل کرے، پھر مغرب و عشاء کی نماز پڑھے، کیونکہ آج کے دن سے پانچ نمازیں مراد ہیں۔ (عصر کے بعد صحبت کی تو جماع والی بات پوری ہو گئی، غروبِ آفتاب کے بعد غسل کیا تو چونکہ شرعاً غروب کے بعد نئے دن کی اِبتدا ہو جاتی ہے، لہٰذا اس نے آج کے دن غسل نہیں کیا، پھر غسل کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز بھی اپنے اوقات میں پڑھ لی اس لئے کوئی نماز بھی قضا نہیں ہوئی۔)(۱)

۴۳- ایک عورت نے دو جڑواں بچے جنے، ان دونوں کی پیٹھ آپس میں ملی ہوئی تھی، اب ان میں سے ایک فوت ہو گیا اور ایک زندہ رہا، تو علمائے کوفہ نے کہا کہ ان دونوں کو دفن کرو۔ لیکن اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں! مُردہ کو دفن کر دو اور زندہ کو زمین سے باہر رکھو، اس طرح زمین کی مٹی دونوں کو علیحدہ کر دے گی۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو وہ جدا ہو گیا اور زندہ رہا۔ اس کا نام "مولیٰ ابی حنیفہ" یعنی اِمام حنیفہ رحمہ اللہ کا غلام پڑ گیا۔(۲)

۴۴- ایک مسافر اجنبی شخص اپنی خوب صورت بیوی کے ساتھ کوفہ آیا، ایک کوفی اس کی بیوی پر فریفتہ ہو گیا، اس نے دعویٰ کیا کہ "یہ میری بیوی ہے!" اور عورت بھی اس کی طرف مائل ہو گئی۔ (قاضی نے اجنبی سے نکاح کے گواہ طلب کئے) وہ اثباتِ نکاح سے عاجز آ گیا۔ پھر یہ مسئلہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور قاضی اِبنِ ابی لیلیٰ اور وہ شخص اور چند عورتیں اس کے خیمے کی طرف گئے، وہاں پہنچ کر اِمام صاحب رحمہ اللہ نے مقامی عورتوں کو حکم دیا کہ اس کے خیمے میں داخل ہو جاؤ، جب وہ داخل ہونے لگیں تو (اس اجنبی کا) کُتّا ان کو بھونکنے لگا، اور کاٹنے کے لئے بھاگا۔ پھر اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس اجنبی عورت کو خیمے میں داخل ہونے کو کہا تو کُتّا اس کے اِرد گرد چکر لگانے اور دُم ہلانے لگا۔ (اس پر اِمام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کُتّا تو ابھی تک تجھے نہیں بھولا لیکن تُو اپنے خاوند کو بھول گئی!) اس پر عورت نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اِمام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اب حق واضح ہو گیا!(۳)

---

(۱) الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۵

(۲) الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۶

(۳) الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۷

۳۵- امام صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے قسم اُٹھائی ہے کہ وہ انڈا نہیں کھائے گا، پھر اس نے قسم کھائی کہ فلاں کی جیب میں جو چیز ہے اس کو ضرور کھائے گا، جب اس شخص کی جیب دیکھی گئی تو انڈا نکلا، اب کیا کرے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس انڈے کو مرغی کے نیچے رکھ دو جب بچہ نکل آئے تو بھون کر کھالے، یا اس کو شوربے میں پکائے اور شوربے سمیت کھا جائے، (کیونکہ اب وہ انڈا نہیں رہا بلکہ چوزہ یا شوربا بن گیا)۔[1]

۳۶- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کی بیوی سیڑھی پر تھی اس نے کہا: ''اگر تُو اوپر چڑھے تو طلاق! اور اگر نیچے اُترے تو بھی طلاق!'' اب کیا کرے؟

امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: چند آدمی سیڑھی اُٹھا کر زمین پر رکھ دیں اور وہ عورت سیڑھی پر ہی رہے (چونکہ سیڑھی عارضی لگی ہوئی تھی)، دُوسری صورت یہ ہے کہ اس عورت کو چند عورتیں اس کے ارادے کے بغیر زبردستی اُٹھا کر نیچے لے آئیں تو طلاق نہیں پڑے گی۔[2]

۳۷- ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام باقر محمد بن علی بن حسن بن علی رحمہ اللہ جمع ہوئے تو امام باقر رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا آپ ہی ہیں جو اپنے قیاس کی بنا پر میرے جدِ امجد کی اَحادیث کی مخالفت کرتے ہیں؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا: تشریف رکھیں! آپ کے لئے عظمت اور بڑائی ہے، جیسا کہ آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عظمت اور بڑائی تھی۔ حضرت تشریف فرما ہوئے تو امام صاحب رحمہ اللہ گھٹنوں کے بل ان کے سامنے باادب ہوکر بیٹھ گئے اور عرض کیا:

حضرت! مرد کمزور ہے یا عورت؟

فرمایا: عورت!

عرض کیا: عورت کا کتنا حصہ ہے؟

فرمایا: مرد سے نصف!

عرض کیا: اگر میں قیاس سے کہتا تو عورت کے لئے کامل اور مرد کے لئے نصف کا حکم کرتا، لیکن ایسا نہیں (چونکہ عورت کمزور ہے اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے حصہ زیادہ ملنا چاہئے)۔

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون، ص:۷۶

(۲) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون، ص:۷۵، ۷۶

پھر عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟

فرمایا: نماز!

عرض کیا: اگر میں قیاس سے فیصلہ کرتا تو حائضہ کو نماز کی قضا کا حکم دیتا نہ کہ روزے کی۔ (اس لئے کہ نماز افضل ہے روزے سے، لہٰذا افضل کی قضا کا حکم ہونا چاہئے تھا، یہی قیاس کا تقاضا ہے)۔

پھر عرض کیا: پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟

فرمایا: پیشاب!

عرض کیا: اگر میں قیاس سے حکم لگاتا تو پیشاب سے غسل کا حکم دیتا نہ کہ منی سے۔

پھر فرمایا: معاذ اللہ! یہ کہ میں کوئی بات خلاف حدیث کہوں، بلکہ میں تو حدیث کا خادم ہوں۔ یہ سُن کر امام باقر رحمہ اللہ کھڑے ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (۱)

۳۸- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں ایک چکّی پیسنے والا رہتا تھا جو نہایت غالی قسم کا شیعہ تھا، اس نے ایک مرتبہ یہ حرکت کی کہ اپنے دو خچروں میں سے ایک کا نام (معاذ اللہ) ''ابوبکر'' رکھا اور دوسرے کا نام ''عمر''۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ ہی عرصے بعد ان ہی میں سے ایک نے اسے دولاتیں مار کر ہلاک کر دیا۔ میرے دادا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا کہ ذرا جا کر دیکھو! جس خچر نے اسے مارا ہے وہ ہی ہوگا جس کا نام اس نے ''عمر'' رکھا تھا۔ لوگوں نے جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً وہ وہی خچر تھا۔ (۲)

۳۹- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک دن اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں خارجیوں کا ایک گروہ ننگی تلواریں لئے آپہنچا۔ انہوں نے کہا: اے ابوحنیفہ! ہم آپ سے دو مسئلوں کے متعلق سوال کرتے ہیں، اگر آپ نے ان کا جواب دُرست دیا تو آپ ہم سے بچ جائیں گے ورنہ آپ کو قتل کرنا ہمارے نزدیک ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

آپ نے فرمایا: اپنی تلواروں کو نیام میں ڈالو! انہوں نے کہا: ہم تلواروں کو نیام میں کیسے ڈالیں؟ ہم تو آپ کی گردن کاٹنے میں بہت بڑے ثواب کی اُمید رکھتے ہیں۔

---

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۷۶، ۷۷

(۲) حیاۃ الحیوان: البغل فائدۃ غریبۃ، ج ۱، ص ۲۰۶

آپ نے فرمایا: اب سوال کرو!

انہوں نے کہا: دروازے پر دو جنازے آئے ہوئے ہیں، ایک ان میں سے وہ آدمی ہے جس نے شراب پی ہے اور زیادہ پینے کی وجہ سے بے ہوش ہو کر مر گیا ہے، اور دوسری عورت ہے جو زنا کی وجہ سے حاملہ تھی، بچے کی پیدائش کے دوران وفات پا گئی ہے توبہ کرنے سے پہلے۔ اب یہ دونوں کافر ہیں یا مؤمن؟ (ان سوال کرنے والے خارجیوں کا مذہب یہ تھا کہ گناہِ کبیرہ کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اگر امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے کہ وہ مؤمن ہیں تو وہ امام صاحب کو قتل کر دیتے)۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ دونوں کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ کیا وہ یہودی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تو کیا وہ نصرانی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تو کیا وہ مجوسی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! امام صاحب نے پوچھا: کیا وہ بت پرست ہیں؟ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں! امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تو پھر وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ مسلمانوں میں سے ہیں! امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے اپنے سوال کا جواب خود دیا ہے۔ انہوں نے کہا: وہ کس طرح؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم نے خود اعتراف کرلیا کہ وہ مسلمان ہیں تو جو آدمی مسلمان ہو، تم اسے کیسے کافروں میں سے شمار کرتے ہو؟

انہوں نے کہا: وہ اہلِ جنت سے ہیں یا اہلِ دوزخ سے؟ امام صاحب نے فرمایا: اس کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ”فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝“ (ابراہیم) (جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس تُو بڑا بخشنے والا مہربان ہے)۔ اور میں وہی کہتا ہوں جو عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے کہا تھا: ”إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝“ (المائدۃ) (اگر تُو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تُو ان کو بخش دے تو تُو غالب حکمت والا ہے)۔

یہ سن کر وہ (خارجی) اپنے غلط عقیدے سے تائب ہو گئے اور امام صاحب رحمہ اللہ سے معذرت کی۔[1]

---

(۱) محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء: الحد الرابع عشر في الشجاعة وما يتعلق بها، ج ۲ ص ۲۱۳

۴۰- امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک دن مسجد میں اپنے شاگردوں کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک عورت آئی اور اس نے ایک سیب نکالا جو ایک طرف سے زرد رنگ کا تھا دُوسری طرف سے سُرخ رنگ کا، اور اس کو امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیا اور زبان سے کچھ بولی نہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے اسے لیا اور دو ٹکڑے کر دیا، عورت یہ دیکھ کر کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ امام صاحب رحمہ اللہ کے ہم نشین اس راز کو نہ سمجھے تو سوال کیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس عورت کے اس رنگ کے سیب لانے کا مطلب یہ تھا کہ اس کو زرد رنگ کا خون آتا ہے، کبھی سُرخ رنگ کا ہو جاتا ہے، تو ان دونوں میں سے کون سا حیض ہوگا اور کون سا طہر میں شمار ہوگا؟ تو میں نے اس سیب کو کاٹ کر اندر سے سفیدی دکھائی جب تک خالص سفیدی نہ دیکھے سارا حیض شمار ہوگا پاک نہ ہوگی۔

۴۱- امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک آدمی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے ایک چیز کہیں دفن کی ہے اب معلوم نہیں گھر میں کہاں دفن کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں سوچ و بچار کروں تو بھی نہیں معلوم کر سکتا! راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی رو پڑا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اپنے گھر لے چلو! امام صاحب رحمہ اللہ کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھ چند تلامذہ کو بھی لیا اور ان کے گھر پہنچے، امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر یہ تمہارا گھر ہو اور تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہو جسے تم دفن کرنا چاہو تو کہاں دفن کرو گے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میں یہاں دفن کروں گا، دُوسرے نے کہا: میں یہاں کروں گا، تیسرے نے تیسری جگہ بتائی، اس طرح پانچ مختلف جگہیں سامنے آئیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ان جگہوں کو کھودو، جب تیسری جگہ کھودی گئی تو دفینہ نکل آیا۔ امام صاجب رحمہ اللہ نے فرمایا: اس ذات کا شکر ادا کرو جس نے تجھے مال واپس لوٹا دیا۔ (امام صاحب رحمہ اللہ کی تواضع کا اندازہ کیجیے کہ اپنی تدبیر کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ ہی کمال کی نسبت اپنی طرف کی)۔ (۱)

۴۲- ابو بدر سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ کوفہ میں ایک بخیل آدمی تھا، اس نے ہزار درہم جمع کیے اور ایک تھیلی میں بند کر کے کوفہ کے ایک صحرا میں دفن کر دیئے۔ (کچھ ایام کے بعد) جب تلاش کیا، وہاں نہ پایا تو (فرطِ غم میں) چند دن اس طرح گزر گئے کہ اس نے نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا۔ اس

(۱) مناقب أبي حنيفة للكردري: الفصل الثالث، ص۲۲۹-۲۳۰

سے اس کے ایک پڑوسی نے کہا: کیا تُو پسند کرے گا کہ میں تجھے اس تھیلی کا پتا بتاؤں؟ امام ابوحنیفہ کے پاس جا، وہ اپنی فراست سے تجھے اس کا حل بتائیں گے۔ وہ امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اللہ سے مدد کا سوال کرتا ہوں پھر تجھ سے، میری مدد کر! اور مکمل قصہ بیان کیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اس صحرا میں پہنچے، دیکھا کہ ایک قوم کوئلہ لینے میں مصروف ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو جو تمہارے ساتھ کوئلہ نکالا کرتا تھا پھر چھوڑ گیا؟ انہوں نے ایک گھڑی غور فکر کیا پھر کہا: ہاں! فلاں شخص ہے جسے ''زوزر'' کہا جاتا ہے۔ فرمایا: اس کی رہائش کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں کے حمام کے پاس! امام صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے گئے اس آدمی کو ساتھ لے کر صاحبِ حمام سے کہا: یہاں ایک آدمی ہے جس کا لقب ''زوزر'' ہے، کیا تُو اس کو پہچانتا ہے؟ اس نے کہا: وہ اس مکان میں ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ اس کے پاس آئے، امام صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو خلوت میں لے گئے اور اس سے فرمایا: وہ جو دفینہ فلاں جگہ میں تھا اور تجھے ملا، وہ واپس کر دے، یہ آدمی اس کا مالک ہے اور تجھے دیکھنے والی وہ ذات ہے جس نے اس کو دینے پر گواہی دی ہے، یعنی رَبّ العالمین! تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور بات کرنے میں لڑکھڑانے لگا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اس سے اتنے کے مطالبے کے بارے میں بات کرتا ہوں تُو باقی لوٹا دے۔ وہ تنور جیسے گڑھے میں داخل ہوا اور ریت میں چھپی ہوئی درہموں کی تھیلی نکال لایا۔ اس طرح امام صاحب رحمہ اللہ کی فراست سے مستحق کو حق مل گیا۔ (۱)

۴۳۔ سعید بن یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں امام اعمش رحمہ اللہ اور ان کی بیوی کے درمیان سخت کلامی ہو گئی۔ ان کی بیوی نے قسم اُٹھائی کہ وہ اپنے خاوند سے بات نہیں کرے گی۔ اب امام اعمش رحمہ اللہ بات کریں تو وہ جواب نہ دے، تنگ ہو کر امام اعمش رحمہ اللہ نے قسم اُٹھائی کہ ''اگر آج کی رات میں اس نے مجھ سے بات نہ کی تو اسے طلاق ہے!'' اب امام اعمش رحمہ اللہ اس پر نادم ہوئے اور اس قسم سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ پا سکے، تو رات کو ہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب رحمہ اللہ بڑے اکرام اور اعزاز سے پیش آئے، امام اعمش رحمہ اللہ رات کو تکلیف دینے کا عذر کرنے لگے، امام صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا: عذر چھوڑیں حکم کریں! جب

---

(۱) مناقب أبي حنيفة للكردري: الفصل الثالث، ص ۲۲۹

انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو امام صاحب نے عرض کیا کہ اس طلاق سے بچنے کا راستہ قریب ہے، اللہ تعالیٰ اس کو آسان بنادیں گے۔ انہوں نے موذن کو بلایا جو امام اعمش رحمہ اللہ کی مسجد کا موذن تھا، اور فرمایا کہ جب اعمش گھر میں داخل ہو تو صبح ہونے سے پہلے اذان دے دینا۔ (حالانکہ حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان نہ دی جائے کیونکہ اذان نماز کا اعلان ہے، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ نے امام اعمش رحمہ اللہ کی بیوی کو طلاق سے بچانے کے لئے ایک طریقہ اپنایا)۔ جب امام اعمش رحمہ اللہ گھر میں داخل ہوئے تو موذن نے اذان دی، تو ان کی بیوی سمجھی کہ صبح ہوگئی اور طلاق واقع ہوگئی کیونکہ رات ختم ہو چکی ہے۔ اس نے "الحمد لله الذي أراحني منك يا سيئ الخلق!" (تمام تعریفیں مختص ہیں اس ذات کے لئے جس نے مجھے تجھ جیسے سخت مزاج سے راحت بخشی!)۔

امام اعمش رحمہ اللہ نے کہا: ابھی تک صبح نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر رحم فرمائے انہوں نے عمدہ حیلے کی طرف میری رہنمائی فرمائی۔ (۱)

۴۴۔ سعید بن اسحاق رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور ان کی بیوی کے مابین ایک رات جھگڑا ہو گیا جس کے نتیجے میں ان کی بیوی ناراض ہوگئی اور ان سے بات کرنا چھوڑ دیا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ بھی غصہ ہوئے اور قسم اٹھالی کہ "اگر اس نے میرے ساتھ بات نہ کی تو اسے تین طلاق!" اب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کوشش کرنے لگے کہ آج کی رات وہ ان کے ساتھ بات کرے لیکن وہ بالکل خاموش تھی، اب امام ابو یوسف رحمہ اللہ پریشان ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دروازے کی طرف روانہ ہوئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا، امام صاحب نے فرمایا: رات کے ایسے وقت میں کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ابو یوسف۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے! دروازہ کھولا اندر داخل ہوئے اور اپنا قصہ بیان کیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کا حل آسان ہے، چراغ لائے اور ساتھ ہی خوبصورت لباس لائے اور خوشبو لائے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو لباس پہنایا اور خوشبو لگوائی اور فرمایا کہ اب گھر جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ اگر تو مجھ سے بات نہیں کرتی تو تیرا کیا گمان ہے کہ تیرے علاوہ مجھے اور کوئی بیوی نہیں ملے گی؟

جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ گھر میں داخل ہوئے اور ان کی بیوی نے جب انہیں دیکھا کہ

---

(۱) مناقب أبي حنيفة للكردري: الفصل الثالث، ص ۱۹۲

زرق برق لباس زیب تن ہے اور خوشبوئیں مہک رہی ہیں، اور جب انہوں نے اپنی بات دُہرائی تو وہ سمجھی کہ شاید دُوسرے نکاح کی تیاری کر کے آئے ہیں، تو اَب وہ فوراً بول اُٹھی اور کہا: اے سرتاج! فلاں بات اس طرح ہے (یعنی بول پڑیں) اس طرح امام ابویوسف رحمہ اللہ اپنی قسم سے بَری ہوگئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فراست کی برکت سے۔ (۱)

۴۵- عبید بن اسحاق حکایت بیان کرتے ہیں کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک شخص مرض الموت میں مبتلا تھا، اس نے وصیت کرنا چاہی، ایک شخص کو بلایا اور ایک تھیلی ہزار دِینار کی اس کو دی اور کہا کہ اس کو محفوظ کرنا اور جب یہ میرا بچّہ جوان ہوجائے تو جو تو پسند کرے اس کو اس تھیلی میں سے دے دینا۔ جب بچّہ جوان ہوا تو وصی نے اس کو خالی تھیلی دے دی اور دِینار خود لے لئے اور کہا کہ تیرے والد نے ایسے ہی وصیت کی تھی کہ جب میرا بچّہ جوان ہوجائے تو تیری مرضی جو تُو چاہے اس تھیلی میں سے اس کو دے دینا، لہٰذا میں تیرے لئے یہ خالی تھیلی پسند کرتا ہوں۔ اب وہ بچّہ حیران پریشان علماء کے گرد اس مسئلے کے متعلق چکر لگانے لگا، مگر کوئی اس کا حل تلاش نہ کرسکا۔ تب وہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا قصہ بیان کیا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ تیرے باپ نے ایک لطیف طریقے پر وصیت کی ہے اور تیرا باپ حکیم تھا، پھر انہوں نے اس وصی کو بلوایا اور فرمایا: مرنے والے نے یوں کہا تھا کہ جو تجھے اس میں سے پسند ہو میرے بیٹے کو دے دینا؟ اس نے کہا: ہاں اسی طرح مجھے اس نے حکم دیا تھا۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب تُو بتلا تُو دِینار پسند کرتا ہے یا خالی تھیلی پسند کرتا ہے؟ لہٰذا جو چیز تجھے پسند ہے بامرِ وصیت تجھے اس کو دینے ہوں گے، اب تُو خالی تھیلی کو پسند نہیں کرتا، دِینار کو پسند کرتا ہے، اور وصیت پسندیدہ چیز کے لئے ہے، لہٰذا دِینار اس کو دے دے۔ پھر امام صاحب نے وہ دِینار اس سے لے کر میّت کے بیٹے کو دے دیئے۔ اس طرح امام صاحب رحمہ اللہ کی فراست سے حق دار کو حق مل گیا۔ (۲)

۴۶- امام وکیع بن جراح حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی تھا اور بہت اچھا پڑوسی تھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اَحادیثِ مبارکہ کا حافظ تھا، ایک دن اس کی بیوی جو اسے

---

(۱) مناقب أبي حنيفة للكردري: الفصل الثالث، ص ۲۲۴

(۲) الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۸

انتہائی محبوب تھی اور اس کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ اس محدث نے بیوی سے کہا: ''اگر تُو نے مجھ سے طلاق مانگی اور میں نے تجھے طلاق نہ دی تو تجھے تین طلاقیں ہوں!'' ان کی بیوی نے کہا کہ ''اگر آج کی رات میں نے تجھ سے طلاق طلب نہ کی تو میرے سارے غلام آزاد ہوں اور سارا مال صدقہ ہے!'' (یہ کہنے کے بعد) دونوں پشیمان ہوئے، اور (امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) دونوں میرے پاس آئے اور کہا کہ ہم اس میں مبتلا ہو گئے ہیں، اس سے نکلنے کا کوئی راستہ بتائیں۔ میں نے کہا کہ میرے پاس تو اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں، لیکن تم امام ابوحنیفہ کو لازم پکڑو، وہ تمہاری اس مشکل کا حل بتائے گا۔ اور حال یہ تھا کہ یہ سائل امام صاحب کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتا تھا۔ کہنے لگا: مجھے ان کے پاس جانے سے حیا آتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، پھر میں انہیں قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس، پھر سفیان ثوری (جو اپنے وقت کے ائمہ، فقہاء اور ائمہ محدثین میں شمار ہوتے ہیں) کے پاس لے گیا، مگر انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ پھر اس کو امام ابوحنیفہ کے پاس لے گیا، ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے سائل سے پوچھا: تُو نے کیسے قسم اُٹھائی تھی؟ اسی طرح عورت سے بھی سوال کیا۔ پھر فرمایا: اب تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قسموں سے بری ہونا چاہتے ہو اور اپنے درمیان جدائی بھی پسند نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!

تب امام صاحب نے فرمایا عورت سے کہ: تُو اپنے خاوند سے طلاق کا سوال کر! تو اس نے خاوند سے کہا: مجھے طلاق دے دو۔ اور امام صاحب نے خاوند سے کہا: تُو کہہ: ''أنت طالق إن شئت!'' (تجھے طلاق ہے اگر تُو چاہے!) جب اس نے کہا تو پھر عورت سے فرمایا: تُو کہہ میں اب طلاق نہیں چاہتی! پھر فرمایا: تم اپنی قسموں سے بری ہو گئے۔ اب امام صاحب سائل محدث سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، اس آدمی پر طعن وتشنیع کرنے سے باز رہو جس سے تم نے علم حاصل کیا ہو۔ امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ دونوں میاں بیوی ہر نماز کے بعد امام صاحب کے لئے دُعا کیا کرتے تھے۔ (۱)

۴۷- یوسف بن خالد السمتی بیان فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بصرہ تشریف لائے،

---

(۱) الخيرات الحسان: الفصل الثاني والعشرون، ص ۷۸، ۷۹

ہم امام صاحب کے ساتھ شہر کی ایک جانب چلے، جب شام ہوگئی تو ہم واپس لوٹے، اس دوران قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ خچر پر سوار تشریف لائے، ہمیں سلام کیا، اس کے بعد ہم ایک باغ میں سے گزرے، قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بھی ہمارے ساتھ تھے، اس باغ میں ایک قوم کو دیکھا کہ وہ خوشی منارہے ہیں اور ان کے پاس لہو ولعب کے آلات بھی ہیں اور گانے والیاں بھی ہیں جو گارہی ہیں۔ جب ہم ان کے قریب ہوئے تو وہ خاموش ہوگئیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا! جب ہم باغ سے نکل کر راستے سے الگ ہوگئے، قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو گواہی سے نااہل قرار دینے کا اچھا موقع ہے کہ انہوں نے گانے والیوں سے کہا کہ تم نے اچھا کیا! (امام ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ ایک فقیہ اور ۳۳ برس کی عمر میں کوفہ کے منصب قضا پر مامور ہوگئے تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان میں کسی قدر رنجش رہتی تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ فیصلوں میں وہ غلطی کرتے تھے تو امام صاحب رحمہ اللہ ان کی اصلاح فرماتے تھے، یہ ان کو ناگوار معلوم ہوتا تھا، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ اظہار حق پر مجبور تھے، قاضی صاحب نے موقع غنیمت سمجھا بدلہ لینے کے لئے)۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بلایا ایک گواہی کے سلسلے میں، امام صاحب تشریف لائے تو قاضی صاحب نے ایک واقعے کے متعلق گواہی طلب کی، امام صاحب رحمہ اللہ نے گواہی دی تو فوراً قاضی صاحب نے فرمایا: آپ ساقط الشہادت ہیں، اہل الشہادت میں سے نہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کیوں؟

فرمایا: آپ کے اس قول کی وجہ سے کہ تم نے گانے والیوں سے کہا تھا: تم نے اچھا کام کیا! یعنی تم نے برے فعل کو اچھا کہا، تو تمہاری عدالت ساقط ہوگئی اور جس کی عدالت مجروح ہو وہ ناقابل شہادت ہوتا ہے، لہٰذا آج کے بعد تمہارا نام اہلِ شہادت کی فہرست سے خارج ہو کر نااہلوں کی فہرست میں چلا گیا۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے ان کی تحسین کس وقت کی تھی جس وقت وہ گارہی تھیں یا جس وقت وہ خاموش ہوگئی تھیں؟ انہوں نے کہا: جب وہ خاموش ہوگئی تھیں۔ فرمایا: اللہ اکبر! میرا کہنا کہ "تم نے اچھا کیا!" خاموش ہونے کے لئے تھا، نہ کہ گانے کے فعل کی تحسین تھی۔ قاضی صاحب خاموش ہوگئے اور انہیں اہلِ شہادت میں باقی رکھا۔ تب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آیت تلاوت فرمائی: "وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ." (فاطر)۔ اس واقعے کے بعد قاضی ابن ابی لیلیٰ

رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ سے بہت خوف زدہ ہو گئے اور جب قضا کے مسائل میں مشکل پیش آتی تو امام صاحب رحمہ اللہ سے حل کراتے، امام صاحب ان کو جواب ارشاد فرماتے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

إِذَا تَكُونُ عَظِيمَةٌ أُدْعَىٰ لَهَا
وَإِذَا يُحَاسُ الْحَيْسُ يُدْعَىٰ جُنْدُبُ(١)

ترجمہ:- جب بڑی مصیبت پیش آتی ہے تو اس کے لئے میں بلایا جاتا ہوں، اور حلوا تیار کیا جاتا ہے تو پھر جندب کو بلایا جاتا ہے۔

۴۸-کوفہ میں ایک ملعون غالی شیعہ رہتا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت کہا کرتا تھا کہ معاذ اللہ! وہ یہودی تھے۔ امام صاحب رحمہ اللہ ایک دن اس کے پاس گئے اور کہا کہ تم اپنی بیٹی کے لئے رشتہ تلاش کر رہے تھے؟ ایک شخص موجود ہے جو شریف بھی ہے دولت مند بھی ہے، اس کے ساتھ پرہیزگار، قائم اللیل اور حافظِ قرآن ہے۔ شیعہ نے کہا کہ اس سے بڑھ کر کون ملے گا؟ ضرور آپ شادی کروا دیجئے! امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا: صرف اتنی بات ہے کہ مذہباً یہودی ہے! وہ نہایت برہم ہوا اور کہا: سبحان اللہ! کیا آپ مجھے یہودی سے رشتہ داری کرنے کی رائے دیتے ہیں؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا ہوا خود پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو (تمہارے اعتقاد کے مطابق) داماد بنایا تو تم کو کیا عذر ہے؟ امام صاحب کے اس جملے سے فوراً اس کو تنبیہ ہو گئی اور اس نے اپنے غلط عقیدے سے توبہ کی۔(٢)

۴۹-ایک دفعہ ضحاک خارجی جو خارجیوں کا مشہور سردار تھا اور بنو امیہ کے زمانے میں کوفہ پر قابض ہو گیا تھا، امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا اور تلوار دکھا کر کہا کہ توبہ کرو! انہوں نے پوچھا کہ کس بات سے؟ ضحاک نے کہا: تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جھگڑے میں ثالث کو تسلیم کر لیا تھا، حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالث تسلیم کرنے کے کیا معنی؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے، ورنہ اگر تحقیقِ حق مقصود

(١) مناقب أبي حنيفة للكردري، الفصل الثالث، ص ١٨٨

(٢) مناقب أبي حنيفة للكردري، الفصل الثالث، ص ١٧٩، ١٨٠

ہے تو مجھے بات کرنے کی اجازت دو۔ ضحاک نے کہا: میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر بحث آپس میں طے نہ ہو تو کیا علاج ہے؟

ضحاک نے کہا: ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیتے ہیں، چنانچہ ضحاک ہی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کا انتخاب کیا گیا کہ دونوں فریق کی صحت وغلطی کا تصفیہ کرے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یہی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی کیا تھا (یعنی ثالث مقرر کیا تھا) پھر ان پر کیا الزام ہے؟ ضحاک دم بخود ہو گیا اور چپکے سے اُٹھ کر چلا گیا۔ (۱)

۵۰- ایک دن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مسجد میں تشریف فرما تھے، تلامذہ آپ کے اِرد گرد جمع تھے، اچانک خارجیوں کا ایک گروہ مسجد میں گھس گیا، لوگ بھاگنے لگے، امام صاحب نے تسلی دی کہ ڈرو نہیں، اطمینان سے بیٹھ جاؤ! ایک خارجی جو سب کا سردار تھا، امام صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ تم لوگ کون ہو؟ امام صاحب نے فرمایا: مستجیر ہیں! فرمان باری تعالیٰ ہے: "وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ" (التوبۃ:۶) یعنی مشرکین میں سے کوئی شخص اگر پناہ مانگے تو اسے پناہ دو تا کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اس کو امن کی جگہ تک پہنچادو۔

خارجی فرقہ اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں اور واجب القتل جانتے ہیں، اس موقع پر وہ اس نیت سے آئے تھے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنا عقیدہ بیان کریں تو کفر کا الزام لگا کر ان کو قتل کردیں، لیکن امام صاحب کے الزامی جواب نے ان کو بالکل مبہوت کردیا۔ چنانچہ ان کے سردار نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس کو پناہ دو! اور اس کو قرآن پاک پڑھ کر سناؤ، اور پھر اس امن کی جگہ (یعنی ان کے گھر) تک پہنچادو۔ (۲)

(۱) الخیرات الحسان: الفصل الثانی والعشرون، ص ۷۰

(۲) عقود الجمان: الباب السادس عشر، ص ۲۷۴

اِمام ابوحنیفہ کی اِمام ابو یوسف کو پینتیس ۳۵ عمدہ نصائح

وَصِيَّةُ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ بَعْدَ أَنْ ظَهَرَ لَهُ مِنْهُ الرُّشْدُ وَحُسْنُ السِّيرَةِ وَالْإِقْبَالُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لَهُ: يَا يَعْقُوبُ!

ترجمہ:- امامِ اعظم کی وصیت امام ابو یوسف کے نام جب کہ (امام ابو یوسف) کی ذات سے رُشد وہدایات اور حسنِ کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور انہوں نے لوگوں کی جانب توجہ مبذول کی، امامِ اعظم نے ان کو وصیت فرمائی کہ اے یعقوب!

۱- سلطانِ وقت کی عزت کرو اور اس کے عظمت مقام کا خیال رکھو، اور اس کے سامنے دروغ گوئی سے (خاص طور سے) پرہیز کرو۔

وَقِّرِ السُّلْطَانَ وَعَظِّمْ مَنْزِلَتَهُ وَإِيَّاكَ وَالْكَذِبَ بَيْنَ يَدَيْهِ.

۲- ہر وقت اس کے پاس حاضر باش نہ رہو، جب تک تجھے کوئی ضرورت مجبور نہ کرے:

وَالدُّخُولَ عَلَيْهِ فِي كُلِّ وَقْتٍ مَا لَمْ يَدْعُكَ لِحَاجَةٍ عَلَيْهِ.

۳- جب تم اس سے بکثرت ملاقات کرو گے تو وہ تمہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظر سے گر جائے گا، پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اُٹھاتے ہو اور اس سے دُور بھی رہتے ہو اور اس کے قریب تک نہیں جاتے:

فَإِنَّكَ إِذَا أَكْثَرْتَ إِلَيْهِ الْاخْتِلَافَ تَهَاوَنَ بِكَ وَصَغُرَتْ مَنْزِلَتُكَ عِنْدَهُ فَكُنْ مِنْهُ كَمَا أَنْتَ مِنَ النَّارِ تَنْتَفِعُ وَتَتَبَاعَدُ وَلَا تَدْنُ مِنْهَا.

۴- اس لئے کہ بادشاہ کسی کے لئے وہ مراعات نہیں چاہتا جو اپنی ذات کے لئے چاہتا ہے، اور اس کے قریب کثرتِ کلام سے بچو! کہ وہ گرفت کرے گا تا کہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، اور وہ تمہارا محاسبہ کرے گا تا کہ تم اس کے حواریوں کی نگاہ میں حقیر ہو جاؤ،

بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرو کہ جب اس کے دربار میں باریابی ہو تو وہ تمہارے اور تمہارے غیر کی قدر ومنزلت سے آشنا رہے (یعنی فرق مراتب کا خیال رکھے) اور تم سلطانِ وقت کے دربار میں ایسے وقت نہ جاؤ جب کہ وہاں دیگر ایسے اہلِ علم نشست رکھتے ہوں جن سے تم متعارف نہیں، اس لئے کہ تمہارا علمی مرتبہ اگر ان سے کم ہوگا اور ممکن ہے کہ تم ان پر ترفع حاصل کرنے کی کوشش کرو، مگر یہ جذبہ تمہارے لئے ضرر کا باعث ہوگا، اور اگر تم ان سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو شاید تم اس کو (کسی مقام پر) جھڑک دو اور اس کی وجہ سے تم سلطانِ وقت کی نظر سے گر جاؤ، اور جب وہ تم کو کوئی منصب عطا کرے تو اس کو اس وقت قبول نہ کرو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمہارے مسلک سے علم وقضایا میں مطمئن ہے، تاکہ فیصلہ جات میں کسی دُوسرے مسلک پر عمل کی حاجت نہ ہو، اور سلطانِ وقت کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھو، صرف سلطانِ وقت سے رابطہ رکھو، اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہو، تاکہ تمہارا وقار اور عزّت برقرار رہے:

فَإِنَّ السُّلْطَانَ لَا يَرَى لِأَحَدٍ مَا يَرَى لِنَفْسِهِ. وَإِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الْكَلَامِ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَإِنَّهُ يَأْخُذُ عَلَيْكَ مَا قُلْتَهُ لِيُرِيَ مِنْ نَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ حَاشِيَتِهِ أَنَّهُ أَعْلَمُ مِنْكَ وَأَنَّهُ يُخَطِّئُكَ فَتَصْغُرُ فِي أَعْيُنِ قَوْمِهِ، وَلْتَكُنْ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيْهِ تَعْرِفُ قَدْرَكَ وَقَدْرَ غَيْرِكَ. وَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهِ وَعِنْدَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ لَا تَعْرِفُهُ، فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ أَدْوَنَ حَالًا مِنْهُ لَعَلَّكَ تَتَرَفَّعُ عَلَيْهِ فَيَضُرُّكَ، وَإِنْ كُنْتَ أَعْلَمَ مِنْهُ لَعَلَّكَ تَحُطُّ عَنْهُ فَتَسْقُطُ بِذٰلِكَ مِنْ عَيْنِ السُّلْطَانِ. وَإِذَا عَرَضَ عَلَيْكَ شَيْئًا مِنْ أَعْمَالِهِ فَلَا تَقْبَلْ مِنْهُ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ يَرْضَاكَ وَيَرْضَى مَذْهَبَكَ فِي الْعِلْمِ وَالْقَضَايَا، كَيْ لَا تَحْتَاجَ إِلَى ارْتِكَابِ مَذْهَبِ غَيْرِكَ فِي الْحُكُومَاتِ وَلَا تُوَاصِلْ أَوْلِيَاءَ السُّلْطَانِ وَحَاشِيَتَهُ بَلْ تَقَرَّبْ إِلَيْهِ فَقَطْ وَتَبَاعَدْ عَنْ حَاشِيَتِهِ لِيَكُونَ مَجْدُكَ وَجَاهُكَ بَاقِيًا.

۵- عوام کے دریافت طلب مسائل کے علاوہ ان سے (بلاضرورت) بات چیت نہ کیا کرو:

وَلَا تَتَكَلَّمْ بَيْنَ يَدَيِ الْعَامَّةِ إِلَّا بِمَا تُسْأَلُ عَنْهُ.

۶- عوام الناس اور تاجروں سے علمی بات کے علاوہ دُوسری باتیں نہ کیا کرو، تاکہ ان کو تمہاری

محبت ورغبت فی المال کا وقوف نہ ہو، ورنہ وہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے اور یقین کرلیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو:

وَإِيَّاكَ وَالْكَلَامَ فِي الْعَامَّةِ وَالتِّجَارَةِ إِلَّا بِمَا يَرْجِعُ إِلَى الْعِلْمِ كَيْ لَا يُوقَفَ عَلَى حُبِّكَ رَغْبَتَكَ فِي الْمَالِ فَإِنَّهُمْ يُسِيئُونَ الظَّنَّ بِكَ وَيَعْتَقِدُونَ مَيْلَكَ إِلَى أَخْذِ الرِّشْوَةِ مِنْهُمْ.

۷-اور عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے سے باز رہو، اور بازار میں بکثرت نہ جاؤ:

وَلَا تَضْحَكْ وَلَا تَتَبَسَّمْ بَيْنَ يَدَيِ الْعَامَّةِ وَلَا تُكْثِرِ الْخُرُوجَ إِلَى الْأَسْوَاقِ.

۸-اور بے ریش لڑکوں سے ہم کلامی اختیار نہ کرو کہ وہ فتنہ ہیں، البتہ بچوں سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ان کے سروں پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرو:

وَلَا تُكَلِّمِ الْمُرَاهِقِينَ فَإِنَّهُمْ فِتْنَةٌ، وَلَا بَأْسَ أَنْ تُكَلِّمَ الْأَطْفَالَ وَتَمْسَحَ رُؤُوسَهُمْ.

۹-عام لوگوں اور سن رسیدہ حضرات کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لئے کہ اگر تم ان کو اپنے آگے بڑھنے دوگے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ہوگی، اور اگر اپنے پیچھے رکھوگے تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے چھوٹے پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے، اور کسی راہ گزر پر نہ بیٹھا کرو، اگر بیٹھنے کو دل چاہے تو مسجد میں بیٹھو:

وَلَا تَمْشِ فِي قَارِعَةِ الطَّرِيقِ مَعَ الْمَشَايِخِ وَالْعَامَّةِ، فَإِنَّكَ إِنْ قَدَّمْتَهُمْ ازْدَرَى ذَلِكَ بِعِلْمِكَ وَإِنْ أَخَّرْتَهُمْ ازْدَرَى بِكَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ أَسَنُّ مِنْكَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَلَا تَقْعُدْ عَلَى قَوَارِعِ الطَّرِيقِ فَإِذَا دَعَاكَ ذَلِكَ فَاقْعُدْ فِي الْمَسْجِدِ.

۱۰-بازار اور مساجد میں کوئی چیز تناول نہ کرو، پانی کی سبیل اور اس پر متعین کارندوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو اور دکانوں پر نہ بیٹھو:

وَلَا تَأْكُلْ فِي الْأَسْوَاقِ وَالْمَسَاجِدِ وَلَا تَشْرَبْ مِنَ السِّقَايَاتِ وَلَا مِنْ أَيْدِي السَّقَّائِينَ وَلَا تَقْعُدْ عَلَى الْحَوَانِيتِ.

۱۱- مخمل، زیور اور انواع واقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ ان سے رعونت پیدا ہوتی ہے:

وَلَا تَلْبَسِ الدِّيبَاجَ وَالْحُلِيَّ وَأَنْوَاعَ الْإِبْرَيْسَمِ فَإِنَّ ذَلِكَ يُفْضِي إِلَى الرُّعُونَةِ.

۱۲- اپنی فطری حاجت کے وقت بقدرِ ضرورت گفتگو کے ماسوا گھر میں بچھونے پر اپنی بیوی سے زیادہ بات چیت نہ کرو، اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس ومس اختیار نہ کرو، اور اس کے قریب نہ جاؤ مگر اللہ کے ذکر کے ساتھ:

وَلَا تُكْثِرِ الْكَلَامَ فِي بَيْتِكَ مَعَ امْرَأَتِكَ فِي الْفِرَاشِ إِلَّا وَقْتَ حَاجَتِكَ إِلَيْهَا بِقَدْرِ ذَلِكَ، وَلَا تُكْثِرْ لَمْسَهَا وَمَسَّهَا وَلَا تَقْرَبْهَا إِلَّا بِذِكْرِ اللهِ تَعَالَى

۱۳- اپنی بیوی سے دُوسروں کی عورتوں اور باندیوں کا تذکرہ نہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ گفتگو میں بے تکلف ہو جائیں گی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دُوسری عورتوں کا تذکرہ کرو گے تو وہ تم سے دُوسرے مردوں کے بارے میں گفتگو کرے گی:

وَلَا تَتَكَلَّمْ بِأَمْرِ نِسَاءِ الْغَيْرِ بَيْنَ يَدَيْهَا وَلَا بِأَمْرِ الْجَوَارِي فَإِنَّهَا تَنْبَسِطُ إِلَيْكَ فِي كَلَامِكَ وَلَعَلَّكَ إِذَا تَكَلَّمْتَ عَنْ غَيْرِهَا تَكَلَّمَتْ عَنِ الرِّجَالِ الْأَجَانِبِ.

۱۴- اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کا شوہر (طلاق دہندہ) باپ، ماں یا (سابقہ خاوند سے) لڑکی موجود ہو، مگر یہ کہ وہ یہ شرط قبول کرے کہ اس کے پاس (تمہارے گھر میں) اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آیا کرے گا، اس لئے کہ جب عورت مال دار ہو جاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تحویل میں جو مال ومنال ہے سب میرا ہے، اور اس کے پاس محض عاریۃً ہے، اور دُوسری شرط یہ قبول کرے کہ جہاں تک ممکن ہوگا وہ اپنے والد کے گھر میں داخل نہ ہوگی، اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہو جانا کہ تم شبِ زفاف سسرال میں گزارو، ورنہ وہ تمہارا مال لے لیں گے، اور اپنی بیٹی کے باب میں انتہائی طمع سے کام لیں گے:

وَلَا تَتَزَوَّجِ امْرَأَةً كَانَ لَهَا بَعْلٌ أَوْ أَبٌ أَوْ أُمٌّ أَوْ بِنْتٌ إِنْ قَدَرْتَ إِلَّا بِشَرْطِ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهَا أَحَدٌ مِنْ أَقَارِبِهَا. فَإِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ مَالٍ يَدَّعِي أَبُوهَا أَنَّ جَمِيعَ مَالِهَا لَهُ وَأَنَّهُ عَارِيَةٌ فِي يَدِهَا. وَلَا تَدْخُلْ بَيْتَ أَبِيهَا مَا قَدَرْتَ وَإِيَّاكَ أَنْ تَرْضَى أَنْ تُزَفَّ فِي بَيْتِ أَبَوَيْهَا فَإِنَّهُمْ يَأْخُذُونَ أَمْوَالَكَ وَيَطْمَعُونَ فِيهَا غَايَةَ الطَّمَعِ.

۱۵- اور صاحبِ اولاد خاتون سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے جمع کرے گی اور ان پر خرچ کرے گی، اس وجہ سے کہ اس کی اولاد اس کو تم سے زیادہ عزیز ہے، اور تم اپنی دو بیویوں کو ایک مکان میں نہ رکھنا، اور جب تک عیال داری کی تمام ضروریات پورا کرنے کی قدرت نہ ہو نکاح مت کرو:

وَإِيَّاكَ وَأَنْ تَتَزَوَّجَ بِذَاتِ الْبَنِينَ وَالْبَنَاتِ، فَإِنَّهَا تَدَّخِرُ جَمِيعَ الْمَالِ لَهُمْ وَتَسْرِقُ مِنْ مَالِكَ وَتُنْفِقُ عَلَيْهِمْ. فَإِنَّ الْوَلَدَ أَعَزُّ عَلَيْهَا مِنْكَ وَلَا تَجْمَعْ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ فِي دَارٍ وَاحِدَةٍ وَلَا تَتَزَوَّجْ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّكَ تَقْدِرُ عَلَى الْقِيَامِ بِجَمِيعِ حَوَائِجِهَا.

۱۶- پہلے علم حاصل کرو، پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو، پھر ازدواجی زندگی اختیار کرو، زمانہ طالب علمی میں اگر تم حصولِ مال کی جدوجہد کرو گے تو حصولِ علم سے تم قاصر رہو گے، اور (حاصل کردہ) مال تمہیں باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اکسائے گا، اور تحصیلِ علم سے قبل ہی تمہیں لذائذِ دُنیا اور عورتوں کے ساتھ مشغول کردے گا، اس طرح تمہارا وقت ضائع ہو جائے گا اور تمہارے اہل وعیال کی کثرت ہو جائے گی، ایسی صورت میں تمہیں ان کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی احتیاج ہو جائے گی اور تم طلبِ علم چھوڑ بیٹھو گے:

وَاطْلُبِ الْعِلْمَ أَوَّلًا ثُمَّ اجْمَعِ الْمَالَ مِنَ الْحَلَالِ ثُمَّ تَزَوَّجْ فَإِنَّكَ إِنْ طَلَبْتَ الْمَالَ فِي وَقْتِ التَّعَلُّمِ عَجَزْتَ عَنْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَدَعَاكَ الْمَالُ إِلَى شِرَاءِ الْجَوَارِي وَالْغِلْمَانِ وَتَشْتَغِلُ بِالدُّنْيَا وَالنِّسَاءِ قَبْلَ تَحْصِيلِ الْعِلْمِ، فَيَضِيعُ وَقْتُكَ وَيَجْتَمِعُ عَلَيْكَ الْوَلَدُ وَيَكْثُرُ عِيَالُكَ فَتَحْتَاجُ إِلَى الْقِيَامِ بِمَصَالِحِهِمْ وَتَتْرُكُ الْعِلْمَ.

۱۷- علم حاصل کرو آغازِ شباب میں جب کہ تمہارے دل و دماغ دُنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہوں، پھر حصولِ مال کا مشغلہ اختیار کرو تا کہ وہ تمہیں دستیاب ہو، کثرتِ اہل وعیال دل کو تشویش میں مبتلا کر دیتے ہیں، (بہر کیف) مال جمع کرنے کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرو:

وَاشْتَغِلْ بِالْعِلْمِ فِي عُنْفُوَانِ شَبَابِكَ وَوَقْتِ فَرَاغِ قَلْبِكَ وَخَاطِرِكَ ثُمَّ اشْتَغِلْ بِالْمَالِ لِيَجْتَمِعَ عِنْدَكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْوَلَدِ وَالْعِيَالِ يُشَوِّشُ الْبَالَ فَإِذَا جَمَعْتَ الْمَالَ فَتَزَوَّجْ

۱۸- خشیتِ الٰہی، اَدائے امانت اور ہر خاص وعام کی خیر خواہی کا خصوصی خیال رکھو، اور لوگوں کا استخفاف نہ کرو، بلکہ اپنی اور ان کی عزت کرو، ان کے ملنے سے پہلے ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھو، اور ان کے میل ملاپ کا سامنا کرو ذکرِ مسائل کے ساتھ، اگر بالمقابل اس کا اہل ہوگا تو جواب دے گا:

وَعَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ تَعَالَى وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَالنَّصِيحَةِ لِجَمِيعِ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ وَلَا تَسْتَخِفَّ بِالنَّاسِ، وَوَقِّرْ نَفْسَكَ وَوَقِّرْهُمْ وَلَا تُكْثِرْ مُعَاشَرَتَهُمْ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يُعَاشِرُوكَ، وَقَابِلْ مُعَاشَرَتَهُمْ بِذِكْرِ الْمَسَائِلِ فَإِنَّهُ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِهِ اشْتَغَلَ بِالْعِلْمِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِهِ أَحَبَّكَ۔

۱۹- عام لوگوں سے اَمرِ دین کے سلسلے میں علم کلام پر گفتگو سے احتراز کرو کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں اور علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) میں مشغول ہو جائیں گے:

وَإِيَّاكَ وَأَنْ تُكَلِّمَ الْعَامَّةَ بِأَمْرِ الدِّينِ فِي الْكَلَامِ فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ يُقَلِّدُونَكَ فَيَشْتَغِلُونَ بِذٰلِكَ۔

۲۰- جو شخص تمہارے پاس استفتاء کے لئے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو، اور دُوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو، ورنہ اس کے سوال کا (غیر محتاط) جواب اُسے تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے:

وَمَنْ جَاءَكَ يَسْتَفْتِيكَ فِي الْمَسَائِلِ فَلَا تُجِبْ إِلَّا عَنْ سُؤَالِهِ وَلَا تَضُمَّ إِلَيْهِ غَيْرَهُ فَإِنَّهُ يُشَوِّشُ عَلَيْكَ جَوَابَ سُؤَالِهِ۔

۲۱- علم (تدریس واشاعت) سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا، اگرچہ تم (لوگوں میں)

دس سال تک اس طرح رہو کہ تمہارا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو، اگر علم سے اعراض کروگے تو تمہاری زندگی تنگ ہو جائے گی:

وَإِنْ بَقِيتَ عَشْرَ سِنِينَ بِلَا كَسْبٍ وَلَا قُوتٍ فَلَا تُعْرِضْ عَنِ الْعِلْمِ فَإِنَّكَ إِذَا أَعْرَضْتَ عَنْهُ كَانَتْ مَعِيشَتُكَ ضَنْكًا.

۲۲-تم اپنے ہر فقہ سیکھنے والے طالب علم پر (شفقت وادب پر مشتمل) ایسی توجہ رکھو کہ گویا تم نے ان کو اپنا بیٹا اور اولاد بنالیا ہے تا کہ تم ان میں رغبت فی العلم کے فروغ کا باعث ہو:

وَأَقْبِلْ عَلَى مُتَفَقِّهِيكَ كَأَنَّكَ اتَّخَذْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ ابْنًا وَوَلَدًا لِتَزِيدَهُمْ رَغْبَةً فِي الْعِلْمِ.

۲۳-عامی اور بازاری تجھ سے جھگڑے تو اس سے جھگڑا نہ کرو، ورنہ تمہاری آبرو جاتی رہے گی، اور اظہار حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ وحشمت کا خیال نہ کرو اگر چہ وہ سلطانِ وقت ہو:

وَمَنْ نَاقَشَكَ مِنَ الْعَامَّةِ وَالسُّوقَةِ فَلَا تُنَاقِشْهُ فَإِنَّهُ يَذْهَبُ مَاءُ وَجْهِكَ وَلَا تَحْتَشِمْ مِنْ أَحَدٍ عِنْدَ ذِكْرِ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ سُلْطَانًا.

۲۴-جتنی عبادت دُوسرے لوگ کرتے ہیں، اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کم تر عبادت کو اپنے لئے پسند نہ کرو، اور عبادت میں سبقت اختیار کرو اس لئے کہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کر رہے ہوں گے اور پھر وہ دیکھیں گے کہ تمہاری اس قدر توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمہارے اندر قلتِ رغبت کا گمان کریں گے، اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمہیں نفع نہیں پہنچایا، مگر وہی نفع جو ان کو جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ پڑے ہوتے ہیں:

وَلَا تَرْضَ لِنَفْسِكَ مِنَ الْعِبَادَاتِ إِلَّا بِأَكْثَرَ مِمَّا يَفْعَلُهُ غَيْرُكَ وَيَتَعَاطَاهَا فَالْعَامَّةُ إِذَا لَمْ يَرَوْا مِنْكَ الْإِقْبَالَ عَلَيْهَا بِأَكْثَرَ مِمَّا يَفْعَلُونَ اعْتَقَدُوا فِيكَ قِلَّةَ الرَّغْبَةِ وَاعْتَقَدُوا أَنَّ عِلْمَكَ لَا يَنْفَعُكَ إِلَّا مَا نَفَعَهُمُ الْجَهْلُ الَّذِي هُمْ فِيهِ.

۲۵-جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہل علم بھی ہوں تو اس شہر کو تم اپنی ذات کے لئے (کسی امتیاز کے ساتھ) اختیار نہ کرو بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی انہی میں سے ایک شہری ہو، تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمہیں ان کی جاہ ومنزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے، ورنہ (اگر انہوں نے

اپنی عزت کو خطرہ محسوس کیا تو) وہ سب کے سب تمہارے خلاف خروج کریں گے اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اچھالیں گے۔ (اور ان کے اشارے پر) عوام بھی تمہاری طرف نکل کھڑی ہوگی اور تم کو (تیز تیز) نگاہوں سے دیکھیں گے جس کی وجہ سے تم ان کی نظر میں مورد ملامت بنو گے، آخر اس سے فائدہ کیا؟ اور اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث وجدال سے باز رہو، اور جو بات ان سے کرو واضح دلیل کے ساتھ کرو، اور ان کے اساتذہ کے باب میں ان کو طعنہ نہ دو، ورنہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے، اور تم لوگوں سے چوکنا رہو، اور تم اپنے باطنی اور پوشیدہ احوال کو خاص اللہ کے لئے ایسا بنالو جیسا کہ تمہارا ظاہر ہے، اور علم کا معاملہ صلاح پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے مطابق نہ بنالو:

وَإِذَا دَخَلْتَ بَلْدَةً فِيهَا أَهْلُ الْعِلْمِ فَلَا تَتَّخِذْهَا لِنَفْسِكَ، بَلْ كُنْ كَوَاحِدٍ مِنْ أَهْلِهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّكَ لَا تَقْصِدُ جَاهَهُمْ، وَإِلَّا يَخْرُجُونَ عَلَيْكَ بِأَجْمَعِهِمْ وَيَطْعَنُونَ فِي مَذْهَبِكَ، وَالْعَامَّةُ يَخْرُجُونَ عَلَيْكَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْكَ بِأَعْيُنِهِمْ فَتَصِيرُ مَطْعُونًا عِنْدَهُمْ بِلَا فَائِدَةٍ وَإِنِ اسْتَفْتَوْكَ الْمَسَائِلَ فَلَا تُنَاقِشْهُمْ فِي الْمُنَاظَرَةِ وَالْمُطَارَحَاتِ، وَلَا تَذْكُرْ لَهُمْ شَيْئًا إِلَّا عَنْ دَلِيلٍ وَاضِحٍ، وَلَا تَطْعَنْ فِي أَسَاتِذَتِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَطْعَنُونَ فِيكَ وَكُنْ مِنَ النَّاسِ عَلَى حَذَرٍ، وَكُنْ لِلّٰهِ تَعَالَى فِي سِرِّكَ كَمَا أَنْتَ لَهُ فِي عَلَانِيَتِكَ، وَلَا تُصْلِحُ أَمْرَ الْعِلْمِ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَجْعَلَ سِرَّهُ كَعَلَانِيَتِهِ.

۲۶۔ جب سلطان وقت تمہیں کوئی ایسا منصب تفویض کرے جو تمہارے لئے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول مت کرو جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمہیں سونپا ہے، وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے:

وَإِذَا أَوْلَاكَ السُّلْطَانُ عَمَلًا لَا يَصْلُحُ لَكَ فَلَا تَقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُوَلِّيكَ ذٰلِكَ إِلَّا لِعِلْمِكَ.

۲۷۔ مجلس فکر ونظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو، اس لئے کہ یہ خوفزدگی کلام میں خلل انداز ہوگی اور زبان کو ناکارہ بنا دے گی:

وَإِيَّاكَ وَأَنْ تَتَكَلَّمَ فِي مَجْلِسِ النَّظَرِ عَلَى خَوْفٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُوَرِّثُ الْخَلَلَ فِي الْإِحَاطَةِ وَالْكَلَّ فِي اللِّسَانِ۔

۲۸-زیادہ ہنسنے سے احتراز کرو کہ زیادہ ہنسی دل کو مُردہ کر دیتی ہے اور سکون واطمینان کے ساتھ چلو:

وَإِيَّاكَ أَنْ تُكْثِرَ الضَّحِكَ فَإِنَّهُ يُمِيتُ الْقَلْبَ، وَلَا تَمْشِ إِلَّا عَلَى طُمَأْنِينَةٍ۔

۲۹-اُمورِ زندگی میں زیادہ عجلت پسند نہ ہو، اور جو تمہیں پیچھے سے آواز دے اس کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپایوں کو دی جاتی ہے:

وَلَا تَكُنْ عَجُولًا فِي الْأُمُورِ، وَمَنْ دَعَاكَ مِنْ خَلْفِكَ فَلَا تُجِبْهُ، فَإِنَّ الْبَهَائِمَ تُنَادَى مِنْ خَلْفِهَا۔

۳۰-گفتگو کے وقت زیادہ نہ چیخو، اور نہ اپنی آواز کو بلند کرو، سکون اور قلتِ حرکت کو اپنی عادات میں شامل کرو تا کہ لوگوں کو تمہاری ثباتِ قدمی کا یقین ہو جائے، اور لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تا کہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کر لیں، اور اپنے لئے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرو جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو:

وَإِذَا تَكَلَّمْتَ فَلَا تُكْثِرْ صِيَاحَكَ وَلَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ السُّكُونَ وَقِلَّةَ الْحَرَكَةِ عَادَةً كَيْ يَتَحَقَّقَ عِنْدَ النَّاسِ ثَبَاتُكَ. وَأَكْثِرْ ذِكْرَ اللهِ تَعَالَى فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ لِيَتَعَلَّمُوا ذٰلِكَ مِنْهُ، وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ وِرْدًا خَلْفَ الصَّلَاةِ تَقْرَأُ فِيهَا الْقُرْآنَ وَتَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى۔

۳۱-صبر وثبات کی دولت جو حق تعالیٰ نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر اس کا شکر ادا کرو، اور اپنے لئے ہر ماہ کے چند یوم روزے کے لئے مقرر کرو، تا کہ دُوسرے لوگ اس میں تمہاری اقتدا کریں:

وَتَشْكُرُهُ عَلَى مَا أَوْدَعَكَ مِنَ الصَّبْرِ وَأَوْلَاكَ مِنَ النِّعَمِ وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ أَيَّامًا مَعْدُودَةً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ تَصُومُ فِيهَا لِيَقْتَدِيَ بِهِ غَيْرُكَ بِكَ۔

۳۲-اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو، اور دُوسرے کے رویے پر بھی نظر رکھو تا کہ تم اپنے علم کی وجہ سے دُنیا اور آخرت دونوں سے نفع اُٹھاؤ، اور بذاتِ خود خرید و فروخت مت کرو، بلکہ (اس کام کے

لئے) ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمہاری ایسی حاجتوں کو بحسن وخوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دُنیاوی معاملات میں اعتماد کرو:

وَرَاقِبْ نَفْسَكَ وَحَافِظْ عَلَى الْغَيْرِ تَنْتَفِعْ مِنْ دُنْيَاكَ وَآخِرَتِكَ بِعِلْمِكَ وَلَا تَشْتَرِ بِنَفْسِكَ وَلَا تَبِعْ، بَلِ اتَّخِذْ لَكَ غُلَامًا مُصْلِحًا يَقُوْمُ بِأَشْغَالِكَ وَتَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فِي أُمُوْرِكَ.

۳۳- اپنی دُنیا اور اس صورتِ حال کے باب میں جس میں تم ہو بے فکر مت رہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کریں گے، اپنے اُستاذ کے لئے جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے اِستغفار کرو، اور ہمیشہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہو، قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کرو، اور عامۃ المسلمین کے ان خوابوں کو جو نبی کریم اور صالحین سے متعلق تمہیں سنائے جائیں، خواہ مسجد ہو یا قبرستان ہو (یعنی ہر جگہ) توجہ سے سنو اور اہلِ ہوا (دُنیا پرستوں) میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو، اِلَّا یہ کہ اس کو دین کی طرف بلاتا ہو:

وَلَا تَطْمَئِنَّ إِلَى دُنْيَاكَ وَإِلَى مَا أَنْتَ فِيهِ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى سَائِلُكَ عَنْ جَمِيعِ ذَلِكَ. وَاسْتَغْفِرْ لِلْأُسْتَاذِ وَمَنْ أَخَذْتَ عَنْهُمُ الْعِلْمَ وَدَاوِمْ عَلَى التِّلَاوَةِ وَأَكْثِرْ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ وَالْمَشَايِخِ وَالْمَوَاضِعِ الْمُبَارَكَةِ. وَاقْبَلْ مِنَ الْعَامَّةِ مَا يَعْرِضُونَ عَلَيْكَ مِنْ رُؤْيَاهُمْ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَفِي رُؤْيَا الصَّالِحِينَ فِي الْمَسَاجِدِ وَالْمَنَازِلِ وَالْمَقَابِرِ. وَلَا تُجَالِسْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا عَلَى سَبِيلِ الدَّعْوَةِ إِلَى الدِّينِ.

۳۴- زیادہ کھیل کود اور گالم گلوچ سے اِجتناب کرو، اور جب مؤذّن اذان دے تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو، تاکہ عامۃ الناس اس میں تم سے سبقت نہ لے جائے، اور سلطانِ وقت کے قُرب وجوار میں رہائش اختیار نہ کرو، اگر تم اپنے ہمسائے میں کوئی بات (بُرائی) دیکھو تو (سلطانِ وقت سے) پوشیدہ رکھو کہ یہ امانت داری ہے، اور لوگوں کے بھید کو ظاہر نہ کرو:

وَلَا تُكْثِرِ اللَّعِبَ وَالشَّتْمَ وَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَتَأَهَّبْ لِدُخُولِ الْمَسْجِدِ حَتَّى لَا تَتَقَدَّمَ عَلَيْكَ الْعَامَّةُ. وَلَا تَتَّخِذْ دَارَكَ فِي جِوَارِ السُّلْطَانِ، وَمَا رَأَيْتَ عَلَى جَارِكَ فَاسْتُرْهُ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ أَمَانَةٌ وَلَا تُظْهِرْ أَسْرَارَ النَّاسِ.

۳۵-جو شخص تم سے کسی معاملے میں مشورہ لے تو اس کو اپنے علم کے مطابق (صحیح) مشورہ دو کہ یہ بات تم کو اللہ سے قریب کرنے والی ہے اور میری اس وصیت کو توجہ سے یاد رکھنا کہ ان شاء اللہ یہ وصیت تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گی:

وَمَنِ اسْتَشَارَكَ فِي شَيْءٍ فَأَشِرْ عَلَيْهِ بِمَا تَعْلَمُ أَنَّهُ يُقَرِّبُكَ إِلَى اللهِ تَعَالَى.
وَاقْبَلْ وَصِيَّتِي هٰذِهٖ فَإِنَّكَ تَنْتَفِعُ بِهَا فِي أُولَاكَ وَآخِرَتِكَ
إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

مصادر و مراجع

۱- الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر: إمام أبو عبداللہ حسین بن ابراهیم جوزقانی (۵۴۳ھ) ناشر: دار الصمیعی للنشر والتوزیع، ریاض (۱۴۲۲ھ)

۲- اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم: إمام أبو العباس تقی الدین أحمد بن عبد الحلیم تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) ناشر: دار عالم الکتب، بیروت (۱۴۱۹ھ-۱۹۹۹ء)

۳- إعلام الموقعین عن رب العالمین: إمام محمد بن أبی بکر بن أیوب شمس الدین ابن قیم جوزیة (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) ناشر، دار الجیل بیروت (۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء)

۴- الإصابة فی تمییز الصحابة: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت (۱۴۱۵ھ)

۵- الإتقان فی علوم القرآن: إمام أبو الفضل عبد الرحمن بن أبی بکر المعروف جلال الدین سیوطی (۸۳۹ھ-۹۱۱ھ) ناشر: الهیئة المصریة (۱۳۹۴ھ-۱۹۷۴ء)

۶- أخبار أبی حنیفة وأصحابه: إمام أبو عبداللہ حسین بن علی صیمری (۳۵۱ھ-۴۳۶ھ) ناشر: عالم الکتب، بیروت (۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء)

۷- الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: إمام أبو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد المعروف ابن عبد البر (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة

۸- الاستیعاب فی معرفة الأصحاب: إمام أبو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد المعروف ابن عبد البر (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) ناشر: دار الجیل، بیروت (۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء)

۹- إرشاد الساری شرح صحیح البخاری: إمام أبو العباس أحمد بن محمد بن أبی بکر قسطلانی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ) ناشر: دار الفکر، بیروت (۱۳۰۴ھ)

۱۰- الأدب المفرد: إمام أبو عبداللہ محمد بن إسماعیل البخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) ناشر: دار البشائر الإسلامیة (۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء)

۱۱- الانتصار والترجیح للمذھب الصحیح: إمام أبو المظفر جمال الدین یوسف بن فرغل المعروف سبط ابن جوزی (۶۵۴ھ) ناشر: الرحیم اکیڈمی

۱۲- الأشباہ والنظائر: إمام زین الدین بن إبراھیم بن محمد المعروف ابن نجیم (۹۷۰ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۱۹ھ-۱۹۹۹ء) قدیمی کتب خانہ

۱۳- إکمال تھذیب الکمال: إمام أبو عبداللہ علاء الدین مغلطائی حنفی (۶۸۹ھ-۷۶۲ھ) ناشر: الفاروق الحدیثیۃ قاھرۃ (۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱ء)

۱۴- الأنساب: إمام أبو سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی (۵۰۶ھ-۵۶۲ھ) ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد دکن (۱۳۸۲ھ-۱۹۶۲ء)

۱۵- الإکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنی والأنساب: إمام أبو نصر علی بن ھبۃ اللہ المعروف ابن ماکولا (۴۲۱ھ-۴۷۵ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء)

۱۶- أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: أبو الحسن عز الدین ابن اثیر جزری (۵۵۵ھ-۶۳۰ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء)

۱۷- الإمتاع بسیرۃ الإمامین محمد بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع: إمام محمد زاھد بن حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ

۱۸- امام ابن ماجہ اور علم حدیث: محقق العصر علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (۱۳۳۳ھ-۱۴۲۰ھ) ناشر: میر محمد کتب خانہ

۱۹- انوار الباری شرح صحیح البخاری: افادات: امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (۱۲۹۲ھ-۱۳۵۲ھ) ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

۲۰- إیضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون: إسماعیل بن محمد أمین بغدادی (۱۳۳۹ھ) ناشر: دار إحیاء التراث العربی

۲۱- الأعلام: خیر الدین بن محمود زرکلی دمشقی (۱۳۱۰ھ-۱۳۹۶ھ) ناشر: دار العلم (۲۰۰۲ء)

۲۲- أدلۃ معتقد أبی حنیفۃ فی أبوی الرسول علیہ الصلاۃ والسلام: إمام أبو الحسن علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) ناشر: مکتبۃ الغرباء الأثریۃ (۱۴۱۳ھ)

۲۳- الإمام الاعظم أبو حنيفة والثنائيات فی مسانيده: عبدالعزيز يحيى سعدى ناشر: دار الكتب العلمية (۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵ء)

۲۴- الإحكام فی أصول الأحكام: إمام أبو محمد علی بن أحمد المعروف ابن حزم ظاهری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) ناشر: دار الآفاق الجديدة بيروت

۲۵- أصول السرخسی: إمام أبو سهل محمد بن أحمد المعروف شمس الائمة سرخسی (۴۸۳ھ) ناشر: دار المعرفة بيروت

۲۶- أصول الكرخی: إمام أبو الحسن الكرخی عبيدالله بن الحسن بن دلال، (۲۶۰ھ-۳۴۰ھ) ناشر: المطبع المجيد الدهلوی

۲۷- إيضاح الدليل فی قطع حجج أهل التعطيل: إمام أبو عبدالله محمد بن ابراهيم حموی (۶۳۹ھ-۷۳۳ھ) ناشر: دار السلام للطباعة والنشر (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۲۸- امام ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہ سے ان کی روایت: مولانا محمد عبدالشہید نعمانی، ناشر: الرحیم اکیڈمی

۲۹- امام ابوحنیفہ اور معترضین: حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ، ناشر: الرحیم اکیڈمی

۳۰- امام اعظم اور علم حدیث: حضرت مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ ناشر: مکتبہ الحسن

۳۱- امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی، ناشر: القاسم اکیڈمی

۳۲- امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی: حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ، ناشر: نفیس اکیڈمی

۳۳- أبو حنيفة حياته وعصره آراؤه وفقهه: الإمام محمد أبو زهرة ناشر: دار الفكر العربی (۱۳۶۹ھ)

۳۴- الإعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ: شمس الدين محمد بن عبدالرحمن السخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) ناشر: مطبعة الترقی لخزانة المرحوم أحمد باشا تيمور (۱۳۴۹ھ)

۳۵- الإرشاد فی معرفة علماء الحديث: أبو إمام يعلی خليل بن عبدالله بن أحمد قزوينی (۳۶۷ھ-۴۴۶ھ) ناشر: مكتبة الرشد رياض (۱۴۰۹ھ)

۳۶- أقاويل الثقات فی تأويل الأسماء والصفات: إمام مرعی بن يوسف بن أبی بكر حنبلی (۱۰۳۳ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة (۱۴۰۶ھ)

۳۷- البداية والنهاية: إمام أبو الفداء اسماعيل بن عمر المعروف ابن كثير (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ) ناشر: دار إحياء التراث العربی (۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء)

۳۸– البنایة شرح الهدایة: إمام أبو محمد محمود بن أحمد بن موسیٰ المعروف بدر الدین عینی (۷۶۲ھ–۸۵۵ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۲۰ھ–۲۰۰۰ء)

۳۹– البحر الرائق شرح کنز الدقائق: إمام زین الدین بن ابراهیم بن محمد المعروف ابن نجیم (۹۷۰ھ) ناشر: دار الکتاب الإسلامی/مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۴۰– بلوغ الأمانی فی سیرة محمد بن الحسن الشیبانی: إمام محمد زاهد بن حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ–۱۳۷۱ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة

۴۱– بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: إمام علاء الدین أبوبکر بن مسعود کاسانی (۵۸۷ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۰۶ھ–۱۹۸۶ء)

۴۲– بغیة الطلب فی تاریخ حلب: إمام عمر بن أحمد بن هبة الله المعروف ابن العدیم (۵۸۸ھ–۶۶۰ھ) ناشر: دار الفکر بیروت

۴۳– البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع: إمام محمد بن علی بن محمد شوکانی (۱۱۷۳ھ–۱۲۵۰ھ) ناشر: دار المعرفة بیروت

۴۴– تذکرة الحفاظ: إمام أبو عبد الله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی، (۶۷۳ھ–۷۴۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة بیروت (۱۴۱۹ھ–۱۹۹۸ء)

۴۵– تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام: إمام أبو عبد الله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ–۷۴۸ھ) ناشر: دار الکتاب العربی بیروت (۱۴۱۳ھ–۱۹۹۳ء)

۴۶– تذهیب تهذیب الکمال فی أسماء الرجال: إمام أبو عبد الله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی، (۶۷۳ھ–۷۴۸ھ) ناشر: الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر (۱۴۲۵ھ)

۴۷– التجرید فی أسماء الصحابة: إمام أبو عبد الله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ–۷۴۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة بیروت

۴۸– تهذیب الکمال فی أسماء الرجال: إمام أبو الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن مزی (۶۵۴ھ–۷۴۲ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة بیروت، (۱۴۰۰ھ–۱۹۸۰ء)

۴۹– تهذیب التهذیب: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ–۸۵۲ھ) ناشر: دائرة المعارف النظامیة الهند (۱۳۲۶ھ)

۵۰- تقریب التهذیب: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: دار الرشید سوریا، (۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء)

۵۱- تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: إمام أبو الفضل عبد الرحمٰن بن أبی بکر المعروف جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الإسلامية کراتشی

۵۲- تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: إمام أبو الفضل عبد الرحمٰن بن أبی بکر المعروف جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) ناشر: دار طیبة

۵۳- تانیب الخطیب علی ماساقه فی ترجمة أبی حنیفة من الأکاذیب: إمام محمد زاهد بن حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ) ناشر: مکتبہ امدادیہ ملتان

۵۴- التذکرة بمعرفة رجال الکتب العشرة: إمام محمد بن حسن بن حمزة المعروف أبو المحاسن حسینی (۷۶۵ھ) ناشر: مکتبة النحانجی قاهرة

۵۵- تبصیر المنتبه بتحریر المشتبه: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: المکتبة العلمية، بیروت

۵۶- تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: دار البشائر، بیروت (۱۹۹۶ء)

۵۷- التاریخ الکبیر: إمام أبو عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) ناشر: دائرة المعارف العثمانية، حیدر آباد دکن

۵۸- التاریخ الصغیر: إمام أبو عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) ناشر: دار الوعی، حلب (۱۳۹۶ھ)

۵۹- التحقیق فی أحادیث الخلاف: إمام أبو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ) ناشر: دار الکتب العلمية (۱۴۱۵ھ)

۶۰- تاریخ بغداد: إمام أبوبکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد المعروف خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) ناشر: دار الکتب العلمية (۱۴۱۷ھ)

۶۱- تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی: إمام أبو العلاء محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳ھ-۱۳۵۳ھ) ناشر: دار الکتب العلمية

۶۲-التبصیر فی الدین وتمییز الفرقة الناجیة عن الفرق الهالکین: إمام أبو المظفر طاهر بن محمد إسفرائینی (۴۷۱ھ) ناشر: عالم الکتب (۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء)

۶۳-تهذیب الأسماء واللغات: إمام أبو زکریا محی الدین یحیی بن شرف نووی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة

۶۴-التقریب والتیسیر: إمام أبو زکریا محی الدین یحیی بن شرف نووی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) ناشر: دار الکتاب العربی بیروت (۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء)

۶۵- تاریخ أسماء الثقات: إمام أبوحفص عمر بن أحمد بن عثمان المعروف ابن شاهین (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) ناشر: الدار السلفیة، کویت (۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴ء)

۶۶-تاریخ مدینة دمشق: إمام أبو قاسم علی بن حسن بن هبة الله (۴۹۹ھ-۵۷۱ھ) ناشر: دار الفکر، بیروت (۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء)

۶۷-التقیید لمعرفة رواة السنن والمسانید: إمام أبوبکر محمد بن عبدالغنی بغدادی حنبلی (۵۷۹ھ-۶۲۹ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء)

۶۸- التمهید لما فی الموطا من المعانی والأسانید: إمام أبو عمر یوسف بن عبدالله بن محمد المعروف ابن عبدالبر (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) ناشر: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیة (۱۳۸۷ھ)

۶۹- التقریر والتحریر: إمام أبوعبدالله شمس الدین محمد بن محمد المعروف ابن أمیر الحاج (۸۲۵ھ-۸۷۹ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء)

۷۰- تاریخ ابن معین (روایة الدوری) إمام أبو زکریا یحیی بن معین بن عون بن زیاد (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ) ناشر: مرکز البحث العلمی (۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء)

۷۱-تاریخ أصبهان: إمام أبونعیم أحمد بن عبدالله بن أحمد أصبهانی (۳۳۶ھ-۴۳۰ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۷۲-التدوین فی أخبار قزوین: إمام أبو القاسم عبدالکریم بن محمد قزوینی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۰۸ھ-۱۹۸۷ء)

۷۳- توجیه النظر إلی أصول الأثر: إمام طاهر بن صالح بن أحمد جزائری دمشقی (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۸ھ) ناشر: المطبوعات إسلامیة، حلب (۱۴۱۶ھ-۱۹۹۵ء)

۷۴-تأسیس النظر: إمام أبو یزید عبید اللہ بن عمر بن عیسی الدبوسی، (۴۳۰ھ)ناشر: مطبعة الإمام محمد قاهرة

۷۵-تاریخ اہلِ حدیث: مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، ناشر: اسلامی پبلشنگ کمپنی لاہور

۷۶-توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار: إمام محمد بن إسماعیل بن صلاح المعروف أمیر صنعانی (۱۰۹۹ھ-۱۱۸۲ھ)ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء)

۷۷- التعلیق الممجد علی موطا محمد: إمام عبدالحی بن محمد عبدالحلیم لکھنوی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ)ناشر: دار القلم، دمشق (۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵ء)

۷۸-تجلیاتِ صفدر: حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی، ناشر: مکتبہ امدادیہ ملتان

۷۹-التقیید والإیضاح شرح مقدمة ابن الصلاح: إمام أبو الفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ)ناشر: المکتبة السلفیة المدینة المنورة (۱۳۸۹ھ)

۸۰- التفسیر الکبیر: إمام أبو عبدالله محمد بن عمر بن حسن المعروف إمام رازی (۵۴۴ھ- ۶۰۶ھ)ناشر: دار إحیاء التراث العربی/مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور

۸۱-تاج التراجم فی طبقات الحنفیة: إمام أبو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا (۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) ناشر: دار القلم، دمشق (۱۴۱۳ھ-۱۹۹۲ء)

۸۲-تلقیح فهوم أهل الأثر فی عیون التاریخ والسیر: إمام أبو الفرج جمال الدین عبدالرحمن ابن الجوزی (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ)ناشر: دار الأرقم بن أبی الأرقم (۱۹۹۷ء)

۸۳- التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات: الشیخ عبدالرشید نعمانی (۱۳۳۳ھ-۱۴۲۰ھ)ناشر: إحیاء الأدب السندی حیدرآباد

۸۴- التاج المکلل من جواهر مآثر الطراز الآخر والأول: الشیخ نواب صدیق حسن خان القنوجی (۱۳۰۷ھ)ناشر: المطبعة الهندیة العربیة (۱۳۸۲ھ-۱۹۶۳ء)

۸۵- الثقات: إمام أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستی (۳۵۴ھ) ناشر: دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد دکن (۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء)

۸۶- الجرح والتعدیل: إمام أبو محمد عبدالرحمن بن محمد المعروف ابن أبی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ)ناشر: دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد دکن (۱۲۷۱ھ)

۸۷- جامع بیان العلم وفضله: إمام أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد المعروف ابن عبدالبر (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) ناشر: دار ابن جوزی (۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء)

۸۸- الجواهر المضية فی طبقات الحنفية: إمام عبدالقادر بن محمد بن نصر الله قرشی (۶۹۶ھ-۷۷۵ھ) ناشر: میر محمد کتب خانه

۸۹- الجوهر النقی فی الرد علی البیهقی: إمام أبو الحسن علاء الدین علی بن عثمان المعروف ابن ترکمانی (۶۸۳ھ-۷۵۰ھ) الناشر: دار الفكر/ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

۹۰- الجواهر والدرر فی ترجمة شیخ الإسلام ابن حجر: إمام أبو الخير شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) ناشر: دار ابن حزم (۱۴۱۹ھ-۱۹۹۹ء)

۹۱- جامع الأصول فی أحادیث الرسول: إمام أبو السعادات مبارك بن محمد بن محمد شیبانی جزری (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) ناشر: مكتبة الحلوانی

۹۲- جلاء العینین بمحاكمة الأحمدین: إمام أبو البركات نعمان بن محمود المعروف ابن الآلوسی بغدادی (۱۲۵۲ھ-۱۳۱۷ھ) ناشر: مطبعة المدنی (۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء)

۹۳- جامع المسانید: إمام أبو المؤید محمد بن محمود خوارزمی (۵۹۳ھ-۶۶۵ھ) ناشر: مکتبه حنفیه کوئٹه

۹۴- الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: إمام أبوبكر أحمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) ناشر: مكتبة المعارف ریاض

۹۵- حجة الله البالغة: إمام أحمد بن عبدالرحیم المعروف شاہ ولی الله دهلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) ناشر: دار الجیل بیروت (۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵ء)

۹۶- الحطة فی ذكر الصحاح الستة: إمام أبوالطیب محمد صدیق خان بن حسن قنوجی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۷ھ) ناشر: دار الكتب العلمية (۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء)

۹۷- حدیث اور اہل حدیث: مولانا محمد انوار خورشید، ناشر: جمعیت اہل سنت لاہور

۹۸- حیاة الحیوان: محمد بن موسی بن عیسی الدمیری (۷۴۲ھ-۸۰۸ھ) ناشر: دار الكتب العلمية (۱۴۲۴ھ)

۹۹- حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: إمام أبونعیم أحمد بن عبدالله بن أحمد أصبهانی (۳۳۶ھ-۴۳۰ھ) ناشر: دار الكتاب العربی (۱۴۰۵ھ)

۱۰۰- حسن التقاضی فی سیرۃ أبی یوسف القاضی: إمام محمد زاہد بن حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ

۱۰۱- خلاصۃ الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر: إمام محمد امین بن فضل اللہ دمشقی (۱۰۶۱ھ-۱۱۱۱ھ) ناشر: دار صادر بیروت

۱۰۲- الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ النعمان: إمام شہاب الدین أحمد بن حجر ہیتمی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۰۳ھ)

۱۰۳- دول الإسلام: إمام أبو عبداللہ شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت

۱۰۴- دلائل النبوۃ: إمام أبوبکر أحمد بن حسین بن علی المعروف إمام بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۰۵ھ)

۱۰۵- دیوان الإسلام: أبو المعالی شمس الدین محمد بن عبدالرحمن الغزی (۱۰۹۶ھ-۱۱۶۷ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء)

۱۰۶- الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃ الثامنۃ: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ (۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء)

۱۰۷- ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل: إمام أبو عبداللہ شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذہبی، (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) ناشر: دار البشائر بیروت (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۱۰۸- رد المحتار علی الدر المختار: إمام محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز المعروف علامہ شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) ناشر: دار الفکر بیروت (۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء)

۱۰۹- روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم: إمام شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی (۱۲۱۷ھ-۱۲۷۰ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۱۵ھ)

۱۱۰- الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ: إمام أبو عبداللہ محمد بن أبی الفیض المعروف کتانی (۱۲۷۴ھ-۱۳۴۵ھ) ناشر: دار البشائر الإسلامیۃ

۱۱۱- الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل: إمام عبدالحی بن محمد عبدالحلیم لکھنوی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ) ناشر: قدیمی کتب خانہ

۱۱۲– الروض الباسم فی الذب عن سنة أبی القاسم: إمام محمد بن ابراهیم المعروف ابن وزیر صنعانی (۸۴۰ھ) ناشر: مکتبه عباس احمد باز

۱۱۳– زاد المعاد فی هدی خیر العباد: إمام محمد بن أبی بکر بن أیوب شمس الدین ابن قیم جوزیة (۶۹۱ھ–۷۵۱ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت (۱۴۱۵ھ–۱۹۹۴ء)

۱۱۴– سیر أعلام النبلاء: إمام أبو عبدالله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ–۷۴۸ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت (۱۴۰۵ھ–۱۹۸۵ء)

۱۱۵– سیرة النعمان: حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ، ناشر: دارالاشاعت کراچی

۱۱۶– سنن الترمذی: إمام محمد بن عیسی بن سورة الترمذی (۲۰۹ھ–۲۷۹ھ) ناشر: مصطفی البابی حلبی، (۱۳۹۵ھ–۱۹۷۵ء)

۱۱۷– سنن أبی داود: إمام أبو داود سلیمان بن أشعث سجستانی (۲۰۲ھ–۲۷۵ھ) ناشر: المکتبة العصریة بیروت

۱۱۸– سنن نسائی: إمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعیب نسائی (۲۱۵ھ–۳۰۳ھ) ناشر: المطبوعات الإسلامیة حلب (۱۴۰۶ھ–۱۹۸۶ء)

۱۱۹– سنن ابن ماجه: إمام أبو عبدالله محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹ھ–۲۷۳ھ) ناشر: دار إحیاء الکتب العربیة

۱۲۰– سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد: إمام أبو عبدالله محمد بن یوسف صالحی (۹۴۲ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۱۴ھ–۱۹۹۳ء)

۱۲۱– السنن الکبری: إمام أبوبکر أحمد بن حسین بن علی بیهقی (۳۸۴ھ–۴۵۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۲۴ھ–۲۰۰۳ء)

۱۲۲– سنن الدارقطنی: إمام أبو الحسن علی بن عمر بن أحمد المعروف دارقطنی (۳۰۶ھ–۳۸۵ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت (۱۴۲۴ھ–۲۰۰۴ء)

۱۲۳– سؤالات السلمی للدارقطنی: إمام محمد بن حسین بن محمد المعروف أبو عبدالرحمن سلمی (۳۲۵ھ–۴۱۲ھ) ناشر: دار العلم (۱۴۲۷ھ)

۱۲۴– سؤالات حمزة بن یوسف السهمی: إمام أبو القاسم حمزة بن یوسف سهمی جرجانی (۴۲۷ھ) ناشر: مکتبة المعارف، ریاض (۱۴۰۴ھ–۱۹۸۴ء)

۱۲۵- سلك الدرر في أعيان القرن الثاني عشر: إمام محمد خليل بن على بن محمد حسيني (۱۱۷۳ھ-۱۲۰۶ھ) ناشر: دار البشائر الإسلامية (۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء)

۱۲۶- السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي: الدكتور مصطفى السباعي الشامي، ناشر: المكتب الإسلامي

۱۲۷- شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة: إمام أبوالقاسم هبة الله بن حسن اللالكائي (۴۱۸ھ) ناشر: دار طيبة (۱۴۲۳ھ-۲۰۰۳ء)

۱۲۸- شرح مسند أبي حنيفة: إمام أبو الحسن على بن سلطان المعروف ملاعلى قارى (۱۰۱۴ھ) ناشر: دار الكتب العلمية (۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء)

۱۲۹- شرح الفقه الأكبر: إمام أبوالحسن على بن سلطان نور الدين المعروف ملاعلى قارى (۱۰۱۴ھ) ناشر: قديمى كتب خانه

۱۳۰- شرح معانى الآثار: إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (۲۳۸ھ-۳۲۱ھ) ناشر: عالم الكتب (۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء)

۱۳۱- شرح الشرح لنخبة الفكر في مصطلحات الأثر: إمام أبوالحسن على بن سلطان نور الدين المعروف ملاعلى قارى (۱۰۱۴ھ) ناشر: دار أرقم لبنان/قديمى كتب خانه

۱۳۲- شذرات الذهب فى أخبار من ذهب: إمام عبدالحى بن أحمد بن محمد المعروف ابن العماد حنبلى (۱۰۳۲ھ-۱۰۸۹ھ) ناشر: دار ابن كثير، دمشق (۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء)

۱۳۳- شرح العقيدة الطحاوية: إمام محمد بن علاء الدين المعروف ابن أبي العز (۷۳۱ھ-۷۹۲ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة (۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء)

۱۳۴- صحيح البخارى: إمام أبو عبدالله محمد بن اسماعيل البخارى (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) ناشر: دار طوق النجاة، (۱۴۲۲ھ)

۱۳۵- صفة الصفوة: إمام أبو الفرج عبدالرحمن بن على جوزى (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ) ناشر: دار الحديث، قاهرة، (۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰ء)

۱۳۶- صحيح مسلم: إمام أبوالحسن مسلم بن حجاج قشيرى (۲۰۴ھ-۲۶۱ھ) ناشر: دار إحياء التراث العربي

۱۳۷- صحيح ابن حبان: إمام أبوحاتم محمد بن حبان بن أحمد البستى (۳۵۴ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، (۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳ء)

۱۳۸-الصحاح: إمام أبو نصر اسماعیل بن حماد جوهری فارابی (۳۹۳ھ) ناشر: دار العلم، بیروت (۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء)

۱۳۹-الضوء اللامع لأهل القرن التاسع: إمام أبو الخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد المعروف إمام سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) ناشر: دار مکتبة الحیاة، بیروت

۱۴۰-الضعفاء والمتروکون: إمام أبو عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب نسائی (۲۱۵ھ-۳۰۳ھ) ناشر: دار الوعی حلب (۱۳۹۶ھ)

۱۴۱-طبقات الحفاظ: إمام أبو الفضل عبدالرحمٰن بن أبی بکر المعروف جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۰۳ھ)

۱۴۲- طبقات الشافعیة الکبریٰ: إمام تاج الدین عبدالوهاب بن تقی الدین سبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) ناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزیع (۱۴۱۳ھ)

۱۴۳- الطبقات الکبریٰ: إمام أبو عبدالله محمد بن سعد بن منیع (۲۳۰ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۱۴۴- طبقات الفقهاء: إمام أبو اسحاق ابراهیم بن علی شیرازی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ) ناشر: دار الرائد العربی، بیروت (۱۹۷۰ء)

۱۴۵-طبقات المحدثین بأصبهان والواردین علیها: إمام أبو محمد عبدالله بن محمد المعروف أبو شیخ أصبهانی (۲۷۴ھ-۳۶۹ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة (۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء)

۱۴۶-طبقات الشافعیین: إمام أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) ناشر: مکتبة الثقافة الدینیة (۱۴۱۳ھ-۱۹۹۳ء)

۱۴۷- العبر فی تاریخ من غبر: إمام أبو عبدالله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۱۴۸- عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: إمام أبو عبدالله محمد بن یوسف صالحی (۹۴۲ھ) ناشر: مکتبة الإیمان/مکتبة الشیخ

۱۴۹-عقود الجواهر المنیفة فی أدلة مذهب الإمام أبی حنیفة: إمام أبو الفیض محمد بن محمد المعروف مرتضیٰ زبیدی (۱۲۰۵ھ) ناشر: ایچ ایم سعید

۱۵۰- العلل الصغیر: محمد بن عیسی بن سورة بن موسی الترمذی ناشر: دار إحیاء التراث العربی (۲۰۹ھ-۲۷۹ھ)

۱۵۱- عقلیات ابن تیمیہؒ: مولانا محمد حنیف ندوی، ناشر: علم وعرفان پبلشرز

۱۵۲- العقیدة وعلم الکلام: إمام محمد زاهد بن حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة

۱۵۳- عمدة القاری شرح صحیح البخاری: إمام أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی المعروف بدر الدین عینی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) ناشر: دار إحیاء التراث العربی

۱۵۴- فتح الباری بشرح صحیح البخاری: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: دار المعرفة، بیروت (۱۳۷۹ھ)

۱۵۵- الفصل فی الملل والأهواء والنحل: إمام أبو محمد علی بن أحمد بن سعید المعروف ابن حزم ظاهری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) ناشر: مکتبة الخانجی، قاهرة

۱۵۶- فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: امام عبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی مناوی (۹۵۲ھ-۱۰۳۱ھ) ناشر: المکتبة التجاریة الکبری (۱۳۵۶ھ)

۱۵۷- فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث: إمام أبو الخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد المعروف إمام سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) ناشر: مکتبة السنة، مصر (۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء)

۱۵۸- الفتاوی الهندیة: جماعة من علماء الهند الأعلام، ناشر: دار الفکر، بیروت (۱۳۱۰ھ)

۱۵۹- فتح القدیر: إمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف ابن همام (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) ناشر: دار الفکر، بیروت

۱۶۰- الفهرست: إمام أبو الفرج محمد بن اسحاق بن محمد الندیم (۴۳۸ھ) ناشر: دار المعرفة، بیروت (۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء)

۱۶۱- فضائل الصحابة: إمام أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل شیبانی (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة (۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء)

۱۶۲- الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة: إمام أبو الحسنات محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم لکهنوی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ) ناشر: دار ارقم بن أبی ارقم (۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء)

۱۶۳- فیض الباری علی صحیح البخاری: إمام العصر انور شاہ کشمیری (۱۲۹۲ھ-۱۳۵۲ھ) ناشر: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۱۶۴- فہرس الفہارس والأثبات ومعجم المعاجم: إمام عبدالحی بن عبدالکبیر المعروف کتانی (۱۳۰۵ھ-۱۳۸۲ھ) ناشر: دار الغرب الإسلامی (۱۹۸۲ء)

۱۶۵- الفصول فی الأصول: إمام أبوبکر أحمد بن علی الجصاص (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) ناشر: وزارۃ الأوقاف الکویت (۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء)

۱۶۶- فتوح البلدان: إمام أحمد بن یحیی بن جابر بلاذری (۲۷۹ھ) ناشر: مکتبۃ الہلال بیروت (۱۹۸۸ء)

۱۶۷- قاموس الفقہ: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ناشر: زمزم پبلشرز

۱۶۸- قواعد فی علوم الحدیث: الشیخ ظفر أحمد العثمانی (۱۳۰۱ھ-۱۳۹۴ھ) ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ

۱۶۹- القاموس المحیط: إمام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (۷۲۹ھ-۸۱۷ھ) ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت (۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵ء)

۱۷۰- قاعدۃ فی الجرح والتعدیل: إمام تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین سبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) ناشر: دار البشائر بیروت (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۱۷۱- کتاب الآثار: إمام أبو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی (۱۳۱ھ-۱۸۹ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ

۱۷۲- کتاب الآثار: إمام أبویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب (۱۱۳ھ-۱۸۲ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ

۱۷۳- الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: إمام أبوعبداللہ شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذہبی، (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) ناشر: دار القبلۃ للثقافۃ الإسلامیۃ (۱۴۱۳ھ-۱۹۹۲ء)

۱۷۴- الکنی والأسماء: إمام أبو الحسن مسلم بن حجاج قشیری (۲۰۴ھ-۲۶۱ھ) ناشر: المجلس العلمی جامعہ إسلامیہ (۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴ء)

۱۷۵- الکفایۃ فی علم الروایۃ: إمام أبوبکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد المعروف خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) ناشر: المکتبۃ العلمیۃ، مدینۃ منورۃ

۱۷۶- کتاب القرائۃ خلف الإمام: إمام أبوبکر أحمد بن حسین بن علی بیہقی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۰۵ھ)

۱۷۷- کتاب الأم: إمام أبوعبدالله محمد بن إدريس شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) ناشر: دار المعرفة، بیروت (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۱۷۸- الكشف المبدی لتمويه أبي الحسن السبكی: إمام محمد بن حسين سليمان (۱۳۰۳ھ-۱۳۵۵ھ) ناشر: دار الفضيلة رياض (۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲ء)

۱۷۹- الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل: إمام أبو القاسم محمود بن عمرو المعروف جار الله زمخشری (۴۶۷ھ-۵۳۸ھ) ناشر: دار الكتاب العربی (۱۴۰۷ھ)

۱۸۰- كشف الظنون عن أسامی الكتب والفنون، مصطفی بن عبدالله المعروف حاجی خليفه چلپی (۱۰۰۴ھ-۱۰۶۷ھ) ناشر: دار إحياء التراث العربی (۱۹۴۱ء)

۱۸۱- كشف الأسرار شرح أصول البزدوی: إمام عبدالعزيز بن أحمد بخاری (۷۳۰ھ) ناشر: دار الكتاب الإسلامی

۱۸۲- الكواكب السائرة بأعيان المائة العاشرة: إمام نجم الدين محمد بن محمد الغزی (۹۷۷ھ-۱۰۶۱ھ) ناشر: دار الكتب العلمية (۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء)

۱۸۳- کلمات طیبات: امام احمد بن عبدالرحیم المعروف شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) ناشر: مجتبائی دہلی

۱۸۴- الكامل فی ضعفاء الرجال: إمام أبو أحمد بن عدی جرجانی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ) ناشر: المكتب العلمية (۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء)

۱۸۵- لسان الميزان: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: مؤسسة الاعلمی مطبوعات بیروت (۱۳۹۰ھ-۱۹۷۱ء)

۱۸۶- لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية: إمام محمد بن أحمد بن سالم سفارينی (۱۱۱۴ھ-۱۱۸۸ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة (۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء)

۱۸۷- لامع الدراری: الإمام المحدث الشيخ رشيد أحمد الكنكوهی، (۱۳۲۳ھ) ناشر: المكتبة اليحيوية مظاهر العلوم سهارنفور الهند

۱۸۸- اللباب فی تهذيب الأنساب: أبو الحسن عز الدين ابن أثير جزری (۵۵۵ھ-۶۳۰ھ) ناشر: دار صادر بیروت

۱۸۹- لسان العرب: إمام أبو الفضل محمد بن مكرم جمال الدين ابن منظور افريقی (۶۳۰ھ-۷۱۱ھ) ناشر: دار صادر بیروت (۱۴۱۴ھ)

۱۹۰- لمحات النظر فی سیرۃ الإمام زفر: إمام محمد زاهد بن حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ)ناشر: دار الکتب العلمیة

۱۹۱- اللباب فی الجمع بین السنة والکتاب: إمام أبو محمد جمال الدین علی بن أبی یحیی خزرجی المنبجی (۶۸۶ھ)ناشر: دار القلم، دمشق (۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء)

۱۹۲- المنظومة البیقونیة: عمر بن محمد بن فتوح البیقونی الدمشقی (۱۰۸۰ھ)ناشر: دار المغنی للنشر والتوزیع (۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹ء)

۱۹۳- المعین فی طبقات المحدثین: إمام أبو عبدالله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ)ناشر: دار الفرقان عمان (۱۴۰۴ھ)

۱۹۴- میزان الاعتدال فی نقد الرجال: إمام أبوعبدالله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ)ناشر: دار المعرفة بیروت (۱۳۸۲ھ-۱۹۶۳ء)

۱۹۵- المغنی فی الضعفاء: إمام أبوعبدالله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) ناشر: دار إحیاء التراث العربی بیروت

۱۹۶- المنتقی من منهاج الاعتدال: إمام أبوعبدالله شمس محمد بن أحمد بن عثمان ذهبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ)ناشر: وزارة الشؤون الإسلامیة المملکة العربیة السعودیة

۱۹۷- منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة: إمام أبوالعباس تقی الدین أحمد بن عبدالحلیم تیمیة حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ)ناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود (۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء)

۱۹۸- مجموع الفتاوی: إمام أبو العباس تقی الدین أحمد بن عبدالحلیم تیمیة حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ)ناشر: مجمع الملک فهد، مدینة منورة (۱۴۱۶ھ-۱۹۹۵ء)

۱۹۹- المبسوط: إمام أبوسهل محمد بن أحمد المعروف شمس الأئمة سرخسی (۴۸۳ھ)ناشر: دار المعرفة بیروت (۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳ء)

۲۰۰- مسند أحمد: إمام أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) ناشر: مؤسسة الرسالة بیروت، (۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱ء)

۲۰۱- المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک: إمام أبوالفرج عبدالرحمن بن علی جوزی (۵۰۸ھ-۵۹۷ھ)ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء)

۲۰۲-المستدرک علی الصحیحین: إمام أبوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد المعروف إمام حاکم (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء)

۲۰۳-معرفۃ علوم الحدیث: إمام أبوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد المعروف إمام حاکم (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء)

۲۰۴-موضح أوهام الجمع والتفریق: إمام أبوبکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد المعروف خطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) ناشر: دار المعرفۃ بیروت (۱۴۰۷ھ)

۲۰۵-مصنف ابن أبي شیبۃ: إمام أبوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراهیم المعروف ابن أبي شیبۃ (۱۵۹ھ-۲۳۵ھ) ناشر: مکتبۃ الرشد ریاض (۱۴۰۹ھ)

۲۰۶-المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: إمام أبو زکریا محی الدین یحیی بن شرف نووی، (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) ناشر: دار إحیاء التراث العربي (۱۳۹۲ھ)

۲۰۷- مقدمۃ ابن الصلاح: إمام أبو عمرو عثمان بن عبدالرحمن المعروف ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) ناشر: دار الفکر سوریا (۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء)

۲۰۸-المعجم الکبیر: إمام أبوالقاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی (۲۶۰ھ-۳۶۰ھ) ناشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ قاهرۃ (۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء)

۲۰۹-المعجم الصغیر: إمام أبو القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی (۲۶۰ھ-۳۶۰ھ) ناشر: المکتب الإسلامی بیروت (۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء)

۲۱۰-المعجم المفهرس: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت (۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء)

۲۱۱-مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر: إمام أبو الفضل محمد بن مکرم المعروف ابن منظور (۶۳۰ھ-۷۱۱ھ) ناشر: دار الفکر بیروت (۱۴۰۲ھ-۱۹۸۴ء)

۲۱۲-مناقب أبي حنیفۃ: إمام محمد بن شهاب ابن بزار الکردری (۸۲۷ھ) ناشر: دار الکتاب العربي (۱۴۰۱ھ)

۲۱۳-مناقب أبي حنیفۃ: إمام ابن أحمد بن محمد المکی (۴۸۴ھ-۵۶۸ھ) ناشر: دار الکتاب العربي (۱۴۰۱ھ)

۲۱۴- مشکل الآثار: إمام أبوجعفر أحمد بن محمد بن سلامة طحاوی (۲۲۹ھ-۳۲۱ھ) ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ (۱۴۱۵ھ)

۲۱۵- المیزان الکبری: إمام عبدالوھاب أحمد بن علی شعرانی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) ناشر: مصطفی البابی حلبی (۱۳۹۵ھ-۱۹۷۰ء)

۲۱۶- الملل والنحل: إمام أبوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (۴۷۹ھ-۵۴۸ھ) ناشر: مؤسسۃ الحلبی

۲۱۷- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: إمام أبوالحسن علی بن سلطان نورالدین المعروف ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) ناشر: دار الفکر بیروت (۱۴۲۲ھ-۲۰۰۲ء)

۲۱۸- المقصد الأرشد فی ذکر أصحاب الإمام أحمد: إمام برھان الدین ابراھیم بن محمد بن عبداللہ (۸۸۴ھ) ناشر: مکتبۃ الرشد ریاض (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۲۱۹- موطا مالک: إمام مالک بن انس بن مالک مدنی (۹۳ھ-۱۷۹ھ) ناشر: دار إحیاء التراث العربی (۱۴۰۶ھ-۱۹۸۵ء)

۲۲۰- موطا إمام محمد: إمام أبو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی (۱۳۱ھ-۱۸۹ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ

۲۲۱- مسند الإمام الأعظم: إمام صدرالدین موسی بن زکریا حصکفی (۶۵۰ھ) ناشر: میزان کتب خانہ لاھور

۲۲۲- مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان: إمام أبو محمد عبداللہ بن أسعد بن علی المعروف یافعی (۶۹۸ھ-۷۶۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء)

۲۲۳- معجم البلدان: إمام أبوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی (۵۷۴ھ-۶۲۶ھ) ناشر: دار صادر بیروت (۱۹۹۵ء)

۲۲۴- مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار: إمام أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی المعروف بدر الدین عینی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) ناشر: دار الکتب العلمیۃ (۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶ء)

۲۲۵- معرفۃ الصحابۃ: إمام أبونعیم أحمد بن عبداللہ بن أحمد أصبھانی (۳۳۶ھ-۴۳۰ھ) ناشر: دار الوطن ریاض (۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء)

۲۲۶- مسند الإمام أبی حنیفۃ: (روایۃ أبی نعیم) إمام أبونعیم أحمد بن عبداللہ بن أحمد أصبھانی (۳۳۶ھ-۴۳۰ھ) ناشر: مکتبۃ الکوثر ریاض (۱۴۱۵ھ)

۲۲۷- مجموعة رسائل ابن عابدین: إمام محمد أمین بن عمر بن عبدالعزیز المعروف علامہ شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) ناشر: مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ

۲۲۸- مجموعة رسائل اللکھنوی: إمام أبو الحسنات محمد عبد الحی بن محمد عبد الحلیم لکھنوی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ) ناشر: ادارة القرآن والعلوم الإسلامیة

۲۲۹- الموافقات: ابراهیم بن موسی بن محمد غرناطی شاطبی (۷۹۰ھ) ناشر: دار ابن عفان (۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء)

۲۳۰- معجم المؤلفین: عمر بن رضا بن محمد کحالہ دمشقی (۱۴۰۸ھ) ناشر: مکتبة المثنی بیروت

۲۳۱- مقدمة ابن خلدون: إمام عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد المعروف ابن خلدون (۷۳۲ھ-۸۰۸ھ) ناشر: دار الفکر بیروت (۱۴۰۸ھ-۱۹۸۷ء)

۲۳۲- المعجم الوسیط: ابراهیم مصطفی أحمد زیات، محمد نجار، حامد عبدالقادر، ناشر: دار الدعوة

۲۳۳- مختصر قیام اللیل: إمام أبو عبدالله محمد بن نصر مروزی (۲۰۲ھ-۲۹۴ھ) ناشر: حدیث اکیڈمی فیصل آباد

۲۳۴- المجموع شرح المهذب: إمام أبو زکریا یحیی بن شرف نووی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) ناشر: دار الفکر بیروت

۲۳۵- مکانة الإمام أبی حنیفة فی الحدیث: العلامة المحقق عبدالرشید النعمانی (۱۳۳۳ھ-۱۴۲۰ھ) ناشر: مکتبة الشیخ

۲۳۶- مقدمة کتاب التعلیم: العلامة المحقق عبدالرشید النعمانی (۱۳۳۳ھ-۱۴۲۰ھ) ناشر: إحیاء الأدب السندی حیدرآباد

۲۳۷- ماتمس الیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه: العلامة المحقق عبدالرشید النعمانی (۱۳۳۳ھ-۱۴۲۰ھ) ناشر: قدیمی کتب خانہ

۲۳۸- معارف السنن شرح سنن الترمذی: الإفادات: إمام العصر العلامة المحدث انور شاہ کشمیری (۱۲۹۲ھ-۱۳۵۲ھ) ناشر: مجلس الدعوة والتحقیق الإسلامی

۲۳۹- مقام ابی حنیفہ: امام اہل سنت محقق العصر مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، ناشر: مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ

۲۴۰- مقالات الکوثری: إمام محمد زاهد بن حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ) ناشر: ایچ ایم سعید کراچی

۲۴۱- مفتاح السعادة ومصباح السیادة: إمام أحمد بن مصطفی المعروف طاش کبری زاده
ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۲۲ھ-۲۰۰۲ء)

۲۴۲- مکانة الإمام أبي حنیفة بین المحدثین: محمد قاسم حارثی ناشر: إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة

۲۴۳- المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: أبو محمد حسن بن عبدالرحمن رامهرمزی
(۳۶۰ھ) ناشر: دار الفکر، بیروت (۱۴۰۴ھ)

۲۴۴- المتکلمون فی الرجال: إمام أبو الخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی
(۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) ناشر: دار البشائر الإسلامیة (۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء)

۲۴۵- المعارف: إمام أبو محمد عبدالله بن مسلم بن قتیبه دینوری (۲۱۳ھ-۲۷۶ھ) ناشر:
الهیئة المصریة، قاهره (۱۹۹۲ء)

۲۴۶- منازل الأئمة الأربعة أبي حنیفة ومالك والشافعي وأحمد: إمام أبوزکریا یحیی بن ابراهیم
أزدی سلماسی (۵۵۰ھ) ناشر: مکتبة الملك فهد (۱۴۲۲ھ-۲۰۰۲ء)

۲۴۷- النکت علی کتاب ابن الصلاح: إمام أبوالفضل أحمد بن علی محمد عسقلانی
(۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: عمادة البحث العلمی، مدینة منوره (۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴ء)

۲۴۸- نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر: إمام أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی
(۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاهور

۲۴۹- النشر فی القراءات العشر: إمام أبوالخیر محمد بن محمد دمشقی المعروف ابن جزری
(۷۵۱ھ-۸۳۳ھ) ناشر: المطبعة التجاریة الکبری

۲۵۰- النکت الطریفة فی التحدث عن ردود ابن أبي شیبة علی أبي حنیفة: إمام محمد زاهد بن
حسن بن علی کوثری (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ) ناشر: ادارة القرآن والعلوم الإسلامیة

۲۵۱- نفح الطیب من الأندلس الرطیب: إمام شهاب الدین أحمد بن محمد تلسمانی
(۹۹۲ھ-۱۰۴۱ھ) ناشر: دار صادر بیروت

۲۵۲- نصب الرایة فی تخریج أحادیث الهدایة: إمام جمال الدین عبدالله بن یوسف زیلعی
(۷۶۲ھ) ناشر: مؤسسة الریان للطباعة والنشر (۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء)

۲۵۳- النور السافر عن أخبار القرن العاشر: محی الدین عبدالقادر بن شیخ عیدروس
(۹۷۸ھ-۱۰۳۸ھ) ناشر: دار الکتب العلمیة (۱۴۰۵ھ)

۲۵۴- النجوم الظاهرة فی ملوك مصر والقاهرة: إمام أبو المحاسن يوسف بن تغری بردی (۸۱۳ھ-۸۷۴ھ) ناشر: وزارۃ الثقافۃ والإرشاد مصر

۲۵۵- نیل الأوطار: إمام محمد بن علی بن محمد شوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ) ناشر: دار الحدیث مصر (۱۴۱۳ھ-۱۹۹۳ء)

۲۵۵- وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان: إمام أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد المعروف ابن خلکان (۶۰۸ھ-۶۸۱ھ) ناشر: دار صادر بیروت

۲۵۶- الوافی بالوفیات: إمام صلاح الدین خلیل ابن ایبک صفدی (۷۶۴ھ) ناشر: دار إحیاء التراث العربی (۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰ء)

۲۵۷- الوردة الحاضرة فی أحاديث تلاميذ الإمام الأعظم وأحاديث العلماء الأحناف الجامع الصحيح للإمام البخاری: محمد مفیض الرحمان بن أحمد حسین ناشر: زمزم پبلشرز

ہدایہ جلد اول میں موجود ۳۴۷ اُصول

ترجمہ، تشریح اور تخریج کے ساتھ

اُردو زبان میں پہلی مرتبہ اہلِ علم کے لئے انمول تحفہ

تالیف

مولانا محمد نعمان صاحب

اُستاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم، مہران ٹاؤن، کورنگی کراچی

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

مؤلف کی کاوشوں پر ایک طائرانہ نظر

ادارۃ المعارف کراچی

03112845400